كشف الباري

عما في صحيح البخاري

كتاب المغازي

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب

مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی

مکتبہ فاروقیہ

شاہ فیصل کالونی کراچی

كتاب المغازي

حکومت پاکستان کاپی رائٹس رجسٹریشن نمبر 19434

کشف الباری (کتاب المغازی)

افادات

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان

ترتیب و تحقیق

ابن الحسن عباسی

1431ھ / 2010ء

مطبوعات مکتبہ فاروقیہ کراچی 75230 پاکستان

نزد جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی نمبر 4

کراچی 75230، پاکستان

فون 021-4575763

m_farooqia@hotmail.com

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست مضامین

کشف الباری عما فی صحیح البخاری

کتاب المغازی

ایک وضاحت

اس تقریر میں ہم نے صحیح بخاری کا جو نسخہ متن کے طور پر اختیار کیا ہے۔ اُس پر ڈاکٹر مصطفیٰ دیب البغا نے تحقیقی کام کیا ہے۔ ڈاکٹر مصطفیٰ دیب نے احادیث پر نمبر لگانے کے ساتھ ساتھ احادیث کے مواضع متکررہ کی نشاندہی کا بھی التزام کیا ہے۔ اگر کوئی حدیث بعد میں آنے والی ہے تو حدیث کے آخر میں نمبرات سے اُس کی نشاندہی کرتے ہیں۔ یعنی اس نمبر پر یہ حدیث آرہی ہے اور اگر حدیث گزری ہے تو نمبر سے پہلے "ر" لگادیتے ہیں۔ یعنی اس نمبر کی طرف رجوع کیا جائے۔

کچھ اپنے بارے میں

حامداومصلیاومسلماوبعد

دیوبند کے قریب اور تھانہ بھون سے تقریباً متصل قصبہ حسن پورلوہاری ضلع مظفرنگر یوپی انڈیا احقر کا مولد اور مسکن قدیم ہے یہ قصبہ آفریدی پٹھانوں کی بستی ہے ، اس بستی کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ ، حافظ ضامن شہیدؒ اور مولانا شیخ محمد تھانویؒ کے پیرومرشد اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے معتمد خاص میانجی نور محمد جھنجھانویؒ کا قیام اسی بستی میں رہا ہے اور تھانہ بھون کے مذکور الصدر عارفین ثلثہ نے حسن پور لوہاری حاضر ہوکر میانجی صاحب موصوف سے استفادہ کیا ہے اور مستفیدین میں پھر حاجی صاحب کا فیض چہار دانگ عالم میں آج بھی جاری وساری ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک جاری رہے گا ۔

احقر کا تعلق انہی آفریدی خوانین کے ایک متوسط خاندان سے ہے جس کا پیشہ طبابت چلا آرہا ہے ، میرے والد ماجد جناب عبدالعلیم خانصاحب مرحوم بچے ہی تھے کہ دادا صاحب کا انتقال ہوجانے سے یتیم ہوگئے تھے ، اسی لیے ان کی تعلیم کا معقول بندوبست نہ ہوسکا اور وہ طب کی تعلیم حاصل نہ کر پائے ۔ ان کی یونانی دواؤں کی دوکان تھی اور وہ عطار تھے ۔

ابتداء تعلیم

میرے پہلے استاد منشی بندہ حسنؒ جن سے میں نے اردو فارسی کی تعلیم حاصل کی، پرہیزگار اور متقی انسان تھے میں نے اپنی زندگی میں ان جیسا ذاکر اور نوافل کی کثرت کرنے والا آدمی نہیں دیکھا۔ میرے دوسرے استاد منشی اللہ بندہؒ جن سے میں نے اردو فارسی کی تعلیم کے دوران قرآن کریم ناظرہ پڑھا وہ مغرب کے بعد گھر پر پڑھانے تشریف لاتے تھے قناعت پسندی اور دنیا سے بے رغبتی میں وہ بے نظیر تھے ان کا معمول تھا کہ روزانہ ایک قرآن کریم ختم فرماتے تھے جب کہ وہ حافظ نہیں تھے ۔

عربی تعلیم کا آغاز

قرآن کریم اور اردو فارسی کی تعلیم سے فراغت کے بعد مجھے مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد ضلع مظفر نگر میں حضرت مولانا مسیح اللہ خانصاحبؒ کی خدمت میں پہنچا دیا گیا یہاں ۲ سال ٦ ماہ کی مدت میں درجہ رابعہ تک کتابیں پڑھیں پھر احقر کو دیوبند بھیج دیا گیا، وہاں پانچ سال گزارے ، دارالعلوم کا رائج نصاب پورا کیا،

جملہ فنون منطق، فلسفہ، ادب، اصول، ریاضی، فقہ، کلام اور حدیث کی داخل درسی کتابیں سب ختم کیں۔ دارالعلوم سے فراغت کے وقت ۲۰ سال عمر تھی اور پاکستان نہیں بنا تھا۔

پھر تدریس شروع کی اور پاکستان ہجرت سے قبل بلال آباد مدرسہ مفتاح العلوم میں پورے درس نظامی بشمول جملہ فنون اور دورۂ حدیث کا آٹھ سال درس دیا۔ پاکستان آنے کے بعد ۳ سال دارالعلوم الاسلامیہ اشرف آباد ٹنڈوالٰہ یار میں مدرس رہا، پھر دس سال دارالعلوم کراچی میں اور دارالعلوم کے ساتھ ساتھ ایک سال جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں بھی خدمات انجام دیں۔ ہر مدرسے میں حدیث کے مرکزی اسباق کے ساتھ دیگر فنون کی بڑی کتابیں ہی زیر درس رہیں۔ ۱۹۶۷ء میں جامعہ فاروقیہ کراچی کی بنیاد رکھی اور ۲۸ سال سے تاحال یہیں کام کررہا ہوں۔

میرا بچپن اور طالب علمی کا زمانہ کھیل کود اور لڑکپن کی نذر ہوگیا مگر نہ معلوم کیا وجہ تھی کہ اسی زمانے میں اول سے لے کر آخر تک اساتذہ کی شفقت اور ان کا حسن ظن ہمیشہ حاصل رہا۔ ان میں سے کئی حضرات کو محبت اور شفقت کی بنا پر کبھی کبھی اپنے اس نالائق شاگرد پر بے حد اعتماد اور فخر کرتے ہوئے بھی پایا جس نے اس وقت بھی ہمیشہ شرمسار ہی کیا۔ (۱)

ابتداء ہی سے کسی درجہ میں طالب علمانہ استعداد میں استحکام پیدا ہوگیا تھا اس لیے لڑکپن کا لاابالی پن کچھ زیادہ مضر نہیں ہوا، یہ دوسری بات ہے کہ اگر پوری توجہ اسباق، مطالعہ اور تکرار پر ہوتی تو یقیناً بہت بہتر صورت حال ہوتی بہرحال وہ نقصان تو ہوچکا تھا پھر تدریس کے زمانے میں بہت محنت کی اور کسی نہ کسی طرح یہ تدریس کا زمانہ گذار لیا۔ (۲)

---

(۱) حقیقت یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے مولانا کو غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا ہے، ان کے حافظے کے واقعات سن کر قرون اولیٰ کے محدثین کے حافظے کی یاد تازہ ہوجاتی ہے، یہ واقعہ بہت سوں کے لیے باعث تعجب ہوگا کہ اس دور میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے ایک ماہ سے بھی کم عرصہ میں پورا قرآن نہ صرف یاد کیا بلکہ یاد کرنے کے ساتھ ساتھ تراویح میں بھی سنایا۔

طالب علمی ہی کے زمانے میں آپ دارالعلوم دیوبند سے رمضان کی تعطیلات میں گھر آئے، خیال ہوا کہ چھٹیوں کے اس وقفہ میں قرآن شریف کا کچھ حصہ یاد کروں، رمضان سر پر تھا، مشورہ یہ ہوا کہ روزانہ ربع پارہ یاد کرکے تراویح میں سنایا جائے، اس طرح رمضان کی تراویح بھی ہوتی رہیں گی اور آپ سات آٹھ پارے بھی یاد کرلیں گے۔ مولانا کو شاید خود بھی اپنے حافظہ کی قوت کا اس وقت اندازہ نہیں تھا، چنانچہ آپ نے روزانہ چوتھائی پارہ یاد کرنے کا ارادہ کرکے حفظ قرآن کا آغاز کیا، لیکن جب یاد کرنے بیٹھے تو روزانہ ربع پارہ کے بجائے ایک پارہ ڈیڑھ پارہ یاد کرتے اور رات کو تراویح میں سناتے رہے، ادھر ستائیسویں شب آپہنچی اور ادھر آپ نے حفظ قرآن مکمل کرکے اس رات آخری پارہ بھی سنادیا۔ علاقے کے حفاظ کو جب یہ اطلاع ملی تو بہت سوں کو یقین نہیں آرہا تھا لیکن ایک واقعہ جو وجود میں آچکا تھا اس سے انکار کیسے ممکن تھا۔

(۲) مولانا فن تدریس کے شہسوار ہیں وہ جہاں بھی رہے، تشنگان علوم دینیہ کی شمع رہے۔ ان پروانوں کی رونق سے وہ کبھی بے رونق نہیں ہوسکے۔

مولانا مسیح اللہ خانصاحب کی صحبت

میری زندگی میں سب سے زیادہ تبدیلی، دینی جذبات کی پرورش، اخلاق واعمال کے حسن وقبح کا احساس، ان کی اصلاح کی طرف توجہ اور ہمیشہ کے لیے اپنے آپ کو رجال دین میں شامل کرنے کا شوق اور جذبہ حضرت مولانا مسیح اللہ خانصاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی خدمت میں رہ کر پیدا ہوا یہ دوسری بات ہے کہ میں نفس وشیطان کے اغواء کے سبب کچھ بن نہ سکا مگر اس پر شکرگذار ہوں کہ اہل حق علماء اور اہل صلاح

ان کے دور شباب میں تعطیلات کے زمانہ میں بھی طلبہ کی ایک جماعت ہمیشہ ان کے ساتھ پڑھنے کی غرض سے رہتی تھی اس وقت حدیث پڑھانے والے کئی اساتذہ ایسے بھی ہیں جنہوں نے درس نظامی کے ابتدائی درجہ سے لے کر صحاح ستہ تک کی تمام کتابیں بلاشرکت غیرے آپ سے پڑھیں، درس نظامی میں اس وقت داخل کوئی معیاری کتاب ایسی نہیں ہے جس کا آپ نے درس نہ دیا ہو، درس وتدریس میں آپ کی محنت اور شغف کا اندازہ اس سے لگائیے کہ سالہا سال تک صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ترمذی، سنن ابی داود اور مشکوۃ شریف سب کی دونوں جلدیں مکمل طور پر آپ پڑھاتے رہے اور اس کے ساتھ ساتھ مزید کچھ اور کتابوں کے اسباق بھی آپ کے پاس ہوتے رہے۔

اچھے اور مقبول استاذ ومدرس کی تعریف میں یہ بات داخل ہے کہ وہ مشکل سے مشکل مسئلہ چٹکیوں میں سمجھا سکیں اور طلبہ ان کے درس سے اکتاہٹ محسوس نہ کریں، کوئی استاذ تعلیم اور سمجھانے میں غیر معمولی صلاحیت ومہارت کا مالک ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر اس کے انداز بیان اور اسلوب تقریر سے طلبہ پر ذہنی بوجھ پڑتا ہو تو اس کو فن تدریس کی تمام اچھی صفات کا حامل مدرس نہیں کہا جاسکتا۔ اللہ جل شانہ نے مولانا کو تفہیم کی غیر معمولی صلاحیت کے ساتھ ساتھ انداز بیان اور اسلوب اظہار کی ایسی دلنشیں ودلکش ادا سے نوازا ہے کہ گھنٹوں ان کے درس میں آپ بیٹھے رہیں اکتاہٹ آپ بالکل محسوس نہیں کریں گے اول تا آخر درس پر تازگی اور نشاط ورعنائی چھائی رہے گی، ان کی تدریسی زندگی تقریبا نصف صدی پر محیط ہے۔ اور آج بھی جب کہ وہ عمر عزیز کی ۶۸ ویں منزل پر پہنچ چکے ہیں دارالحدیث کی معمور فضائیں ان کے درس بخاری سے گونجتی ہیں۔

شاگردوں کا وسیع اور مفید حلقہ!

اللہ جل شانہ نے مولانا کو تلامذہ کے بہت ہی مفید اور وسیع حلقہ سے نوازا ہے، اس وقت دنیا کے مختلف ممالک میں مولانا کے جو شاگرد مختلف نمایاں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں ان ممالک کی تعداد بیس سے زائد ہے، جس میں پاکستان کے علاوہ ناروے، جرمنی، ساؤتھ افریقہ، سعودی عرب، کویت، قطر، عرب امارات، عمان، انگلینڈ، اسٹریلیا، کوریا، افریقہ، فرانس، ملائیشیا، رنگون، ہندوستان، بنگلہ دیش، ایران اور افغانستان وغیرہ داخل ہیں۔ آپ کے شاگردوں کے اس وسیع حلقہ میں مصنف بھی ہیں اور مدرس بھی، مفتی بھی ہیں اور عالمی ابکار بھی، جنگی محاذوں پر کفر کے ساتھ نبرد آزما مجاہد بھی ہیں اور عالمی سطح پر دین کا فریضہ انجام دینے والے مبلغ بھی، بڑے بڑے دینی ادارے قائم کرنے والے اور چلانے والے مہتمم بھی ہیں اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز محدث بھی۔

دارالعلوم کراچی کے صدر مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی صاحب، جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے مہتمم مولانا حبیب اللہ مختار صاحب، درس نظامی کی بعض کتابوں کے اردو شارح مولانا حنیف گنگوہی اور مولانا مفتی نظام الدین شامزئی جیسے اساطین علم آپ کے حلقہ تلمذ میں داخل ہیں۔

کے دامن سے وابستہ ہوں اور امیدوار ہوں کہ اس وابستگی پر اللہ سبحانہ تعالی عفوو کرم کا معاملہ فرما کر مغفرت فرمادیں گے ۔ وماذلک علی اللہ بعزیز

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی!

یہ حقیقت ہے کہ مجھے فن حدیث سے تعلق اور مناسبت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے تلمذ کے طفیل میں نصیب ہوئی، حضرت کا ترمذی شریف کا درس روزانہ دو اور ڈھائی گھنٹے اس شان سے ہوتا تھا کہ نظروں کو پھر وہ خوش گوار منظر کہیں دیکھنا نصیب ہی نہیں ہوا۔ وہ شیخ زمانہ جس کی دینی، ملی، سیاسی، سماجی، اصلاحی اور انتظامی اور درسی خدمات کی کوئی حد نہ تھی وہ استقامت وثبات کا جبل اعظم تھا، مسند درس کو جب وہ زینت بخشتا تھا تو چہرے پر شگفتگی کے آثار نمایاں ہوتے، شخصیت اسقدر پرکشش اور دلربا ہوتی کہ دل انہی کی طرف کھچے جاتے تھے سال بھر درس میں حاضری دینے والے طالب علموں کے لیے حضرت کی ذات گرامی میں پہلے دن کی طرح نیاپن اور جاذبیت ہوتی تھی۔ خیال آتا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں کی جب یہ شان ہے تو خود حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہوگا۔

حضرت کے درس ترمذی میں حدیث کے فنی مباحث پر سیرحاصل بحث ہوتی تھی اسناد، جرح وتعدیل تطبیق وترجیح کی بحثیں، فقہی، کلامی، تاریخی مسائل اور اخلاقی واصلاحی گفتگو بڑے بسط وتفصیل سے فرمایا کرتے تھے ۔ صحاح ستہ اور دیگر کتب کا سیٹ برابر میں رکھا ہوتا تھا۔ حوالے کی ہربات کو کتاب کھول کر اور اس کی عبارت پڑھ کر بیان فرماتے اور اس تفصیلی سبق میں اس قدر اطمینان ہوتا تھا کہ کبھی یہ محسوس ہی نہ ہوا کہ ان کو اس کام کے علاوہ کوئی اور کام بھی ہے ۔ طلبہ کے ہر قسم کے سوالات کا نہایت خندہ پیشانی سے تفصیلی جواب عنایت فرماتے کبھی چہرے سے انقباض ظاہر نہ ہوتا بلکہ انبساط ونشاط ہی کی کیفیت نمایاں رہتی تھی۔

اس سال حضرت شیخ الاسلام نوراللہ مرقدہ کا درس بخاری اسفار کی کثرت سے متأثر ہوا نیز شیخ کے یہاں جامع ترمذی کے درس کا اہتمام زیادہ تھا اس لیے بخاری شریف کا درس درایت کے انداز میں کم ہی ہوسکا۔ پوری کتاب تو خیر نہیں لیکن ۲۴، ۲۵ پارے ۲۰ شعبان کو امتحان سالانہ کے ختم ہونے پر قراءۃً وروایۃً گذار کر ۲۸ شعبان کو کتاب مکمل کی گئی۔

شیخ الادب والفقہ مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ کا ابو داود کا درس بھی معاون بنا ان کے درس سے بھی احقر نے بہت کچھ سیکھا، ترمذی شریف کتاب السیر سے آخر تک اور شمائل ترمذی بھی احقر نے حضرت

شیخ الادب ہی سے پڑھی۔

احقر نے زمانۂ تدریس میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کی تصنیفات اور حواشی سے بہت استفادہ کیا ہے بلکہ تدریس کا یہ پورا زمانہ الکوکب الدری، بذل المجہود، اوجزالمسالک اور لامع الدراری سے خوشہ چینی ہی میں بسر ہوا ہے۔ دوسری تصانیف سے بھی بلاشبہ استفادہ کیا اور بار بار کیا لیکن تعلق کی جو کیفیت شیخ کی کتابوں کے ساتھ رہی وہ اوروں کے ساتھ نہیں رہی۔ اس لیے حضرت شیخ الاسلام نوراللہ مرقدہ کے بعد اگر مجھ پر علم حدیث کے سلسلے میں کسی کا سب سے زیادہ احسان ہے تو وہ شیخ الحدیثؒ کا ہے۔



کچھ کتاب کے بارے میں

صحیح بخاری کتاب المغازی کی یہ درسی تقریر ترتیب وتحقیق کے مراحل سے گذرنے کے بعد آپ کے ہاتھوں میں ہے، جیسا کہ کشف الباری جلد اول کی ابتدا میں عرض کردیا گیا ہے کہ یہ دراصل صحیح بخاری کی میری درسی تقریر ہے یہ تقریر مولوی رشید احمد شریف کراچی نے ٹیپ کی تھی، اپنی کسی درسی تقریر کے ضبط کرنے کا نہ میں نے کبھی اہتمام کیا اور نہ کبھی اس کا ارادہ ہوا، لیکن مولوی صاحب کا اصرار غالب رہا اور میں نے اس سال کی تقریر ٹیپ کرنے کی اجازت دے دی۔ انہوں نے بڑے اہتمام سے پوری صحیح بخاری کے درس کو زرِ کثیر خرچ کرکے ٹیپ کیا۔ یہ درسی تقریر کیسٹوں سے منتقل ہوکر کاپیوں میں اور وہاں سے ترتیب وتحقیق کے مراحل عبور کرکے کتابی شکل میں آنا شروع ہوگئی ہے۔

اس درس کا آغاز ۲۱ شوال ۱۴۰٦ھ کو ہوا، اور ۱۰ رجب ۱۴۰۷ھ کو کتاب ختم ہوئی۔ عیدالاضحی، سہ ماہی وششماہی امتحانات اور جمعہ کے دن کی تعطیلات نکال کر اس درس کی کل مدت ساڑھے چھ ماہ رہ جاتی ہے، روزانہ تقریباً دو گھنٹے جاری رہنے والا صحیح بخاری کا یہ درس ۴۰۰ کیسٹوں میں محفوظ ہوگیا ہے۔

اس درس سے قبل احقر کو چوبیس مرتبہ بخاری شریف اور اس سے زیادہ ترمذی شریف پڑھانے کی نوبت آئی تھی اور دیگر کتب صحاح بھی بار بار پڑھا چکا تھا ایک تو یہ چوبیس سال کی محنت پشت پر تھی، پھر مطبوعہ اور غیرمطبوعہ مواد جو بھی دستیاب تھا اس سے استفادے کی نئے سرے سے بھرپور کوشش کی گئی۔

کرمانی، عسقلانی، عینی، قسطلانی، مہلب بن ابی صفر، ابن منیر، ابن بطال، ابن التین، حضرت شاہ ولی اللہؒ اور مولانا انور شاہ کاشمیریؒ کی شروح، شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کی لامع الدراری اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے تراجم سے استفادہ کیا گیا، غیرمطبوعہ مواد میں مولانا خیر محمد جالندھریؒ کی شرح بخاری اور مظاہرالعلوم سہارنپور کے شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب کے درسی افادات سے خوب استفادہ کیا۔



امام بخاریؒ نے غزوات بڑے اہتمام اور تفصیل سے بیان کئے ہیں، لیکن احادیث کے لانے، ابواب کی ترتیب، تراجم ابواب اور واقعات کے بیان میں وہ اپنا مستقل ایک اسلوب رکھتے ہیں اور ان ہی احادیث کو ذکر کرتے ہیں جو ان کی مخصوص شرائط کے دائرے میں آتی ہوں جس کے سبب بعض جگہ ابہام رہتا ہے اور جب تک پورا متعلقہ غزوے کا پس منظر سامنے نہ ہو بات سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے، بعض غزوات کی

تاریخ وقوع میں عام اہل سیر سے الگ وہ اپنی ایک جداگانہ رائے رکھتے ہیں، اس لیے صحیح بخاری، کتاب المغازی کے درس میں اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ متعلقہ غزوے کا تاریخی پس منظر، تاریخ وقوع میں اصحاب سیر کا اختلاف، قول راجح، امام بخاری کا رجحان اور ان کی رائے مربوط کرکے بیان کی جائے، اس کے بعد ابواب اور احادیث بخاری سے متعلقہ مباحث کا بیان ہو... چنانچہ اس تقریر میں بھی اولاً پوری تاریخی تفصیل کے ساتھ متعلقہ غزوے کو بیان کیا گیا ہے، تاریخ وقوع وغیرہ میں اہل سیر کا اختلاف، قول راجح اور امام بخاری کی رائے کی وضاحت کی گئی ہے، اس کے بعد پھر ابواب اور احادیث بخاری پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے، غزوات کے بیان سے قبل مقدمہ کے طور پر جہاد کا مقصد، اس کی ضرورت، اس کی قسمیں اور مسئلہ غلامی پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔



کتاب المغازی کی اس جلد پر تحقیق، تعلیق و ترتیب کا کام جامعہ فاروقیہ کے استاذ اور شعبۂ تصنیف و تالیف کے رفیق عزیزم مولوی ابن الحسن عباسی سلمہ نے کیا ہے، انہوں نے بڑی محنت و دلچسپی سے اصل مراجع کی طرف مراجعت کرکے حوالے نکالے، مفید حواشی لکھے، بعض جگہ اضافے کئے اور اس تقریر کو محقق بنانے کی پوری کوشش کی، اللہ جل شانہ بخاری کے اس درس کو قبولیت عطا فرمائیں اور اس کو میرے لیئے اور مرتب کے لیے صدقہ جاریہ بنائیں۔ آمین



عرضِ مرتب

وہ دن میری زندگی کے خوبصورت دن ہیں اور وہ راتیں میری زندگی کی حسین راتیں ہیں جب میں سیرت نبویہ کا درخشاں باب کھولکر غزوات کے شاداب گلستاں میں داخل ہوجاتا.... وہ باغ.... جس کے ہر پھول سے خوشبوئے وفا مہک رہی ہے .... جہاں شہادت گاہ الفت کی عندلیب چہک رہی ہے .... نکہت ونور کی لہریں ہر سمت اٹھ رہی ہیں.... سیل شہادت کی موجیں ہر سو تڑپ رہی ہیں.... جہاں نگاہ جلووں کے طوفان میں بھی ڈوب جاتی ہے اور کفر وسرکشی کا طغیان بھی نظر آتا ہے۔

حق وباطل کی کشمکش کی یہ تاریخی دستاویز امیر المؤمنین فی الحدیث سیدنا امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں "کتاب المغازی" کے نام سے ترتیب دی.... استاذ المحدثین شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خانصاحب نے اردو میں بیان کی اور اس پر تحقیق وتعلیق کی سعادت میرے حصے میں آئی۔ بلاشبہ سیرت نبویہ کے کسی پہلو کے مطالعہ اور اس پر کام کے لیے اللہ کی طرف سے کسی کو توفیق ارزانی ہوجانا بڑی سعادتمندی ہے .... مبارک اور قابل رشک ہیں زندگی کے وہ لمحات جو سرور دوعالم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے فرحت بخش چشموں سے سیرابی میں بسر ہوں، اس سعادت پر اپنے رب کا شکر کیسے ادا کروں ... وہ الفاظ کہاں سے لاؤں جو میرے جذبات کا آرگن وترجمان بن سکیں۔

نہ گلم، نہ برگ سبزم، نہ درخت سایہ دارم
درحیرتم کہ دہقاں بچہ کار کشت مارا



صحیح بخاری کی اس تقریر کی ترتیب، تحقیق وتعلیق میں، میں نے اپنی سی کوشش کی اور ذیل کے ان امور کا اہتمام کیا گیا۔

❶ تقریر کی زبان کافی حد تک تحریر کے اسلوب سے مختلف ہوتی ہے، ترتیب دیتے وقت تقریر کی زبان کو تحریری سانچے میں ڈھالنے کی ایک حد تک کوشش کی گئی ہے تاہم خیال اس بات کا بھی رکھا گیا ہے کہ درسی زبان کی نوعیت یکسر ختم نہ ہو اور پڑھنے والے اس کی اصل درسی فضا کی تصویر اور جھلک محسوس کرسکیں کہ وہ اس کا ایک پر تاثیر پہلو ہے۔ کسی درسی تقریر کو سلیس سے سلیس تر کرکے تقریری ماحول کی جھلک اور پرتو یکسر ختم کردینا ترتیب کے محاسن میں شمار نہیں ہوتا، اس میں کمال کی کسوٹی اور معیار یہ ہے کہ قاری کو اگر صاحب تقریر سے براہِ راست استفادے کا موقع میسر یا بالمشافہ گفتگو کا مشاہدہ ہوا ہے تو مطالعہ سے

ذہن میں ان کی طرز ادا، اسلوب القاء اور صوت وصدا کی مرتسم تصویر تازہ ہوجاتی ہے۔

❷ تقریر میں بیان کردہ واقعات، توجیہات اور احادیث کی تشریح سے متعلقہ تمام مباحث کے موجود مراجع اور مصادر سے بقید جلد وصفحہ حوالہ دینے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ ترتیب وتحقیق میں یہ بھی ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔ بہت سی باتیں مشہور اور زبان زدعام ہوتی ہیں لیکن جب اصل مراجع میں ان کی دریافت کا وقت آتا ہے تب بسا اوقات گھنٹے کیا، دن کے دن لگ جاتے ہیں کہیں جاکر حوالہ ملتا ہے یا پھر بھی نہیں ملتا۔

❸ کسی صحابی یا تابعی کا ذکر تقریر میں مختصر آیا تو حاشیہ میں عربی یا اردو میں اختصار کے ساتھ ان کے حالات زندگی بیان کردیئے گئے ہیں۔

❹ دوران مطالعہ کوئی نکتہ بحث سے متعلق ملا تو قارئین کے استفادے کی غرض سے حاشیہ میں اسے بھی جگہ دیدی گئی ہے۔

❺ کہیں کہیں کسی اشکال کے جواب یا کسی مسئلہ کی وضاحت میں ضرورت واہمیت کی بناء پر قدرے طویل حواشی بھی لکھے گئے ہیں... اصل کتاب شروع ہونے سے قبل دعوت وجہاد کی ہم آہنگی پر حاشیہ میں شامل ایک مضمون بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس وقت عالم اسلام میں ایک طرف دعوت وتبلیغ کے خاموش انقلاب کا قافلہ رواں دواں ہے دوسری طرف مجاہدین کا کارواں بھی جہاد اسلامی کی ایمان افروز تاریخ دہرا رہا ہے، مذکورہ مضمون میں دعوت وجہاد کی ہم آہنگی، امت مسلمہ کے لیے ہر دو کی اہمیت وضرورت اور غلو ومبالغہ کے خطۂ خارزار میں داخل ہوتے بغیر حدود کے اندر رہتے ہوئے انہماک کی حد تک دونوں شعبوں کے ساتھ وابستگی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ (۱)

❻ تقریر میں بخاری یا حدیث کی کسی دوسری کتاب میں تخریج روایت کے حوالے کا اگر ذکر ہے تو محوّلہ کتاب ومقام سے اس روایت کی تخریج کی نشاندہی کردی گئی ہے۔

❼ طلبہ کے نقطۂ نظر سے ایک اہم کام یہ کیا گیا کہ کتاب کے آخر میں تمام بڑے غزوات کا خلاصہ میں نے اپنے الفاظ میں لکھ دیا ہے چونکہ عام تفصیلات اکثر طلبہ کے علم میں ہوتی ہیں، البتہ حافظہ سے تعلق رکھنے والی بعض باتیں مثلاً غزوہ کی تاریخ وقوع، شرکاء وشہدا کی تعداد جیسی چیزیں ذہن سے نکل جاتی ہیں اس لیے مختصر الفاظ میں غزوات کا یہ خلاصہ متعلقہ غزوے کا اجمالی نقشہ پیش کرنے اور اہم واقعات کی تصویر کشی

---

۱) یہ مضمون ۱۴۱۳ھ کا لکھا ہوا ہے ماہنامہ الفاروق کراچی (شمارہ شوال ۱۴۱۲ھ) کے علاوہ ماہنامہ الحسن لاہور (شوال ۱۴۱۲ھ) نے بھی اسے شائع کیا۔

کے ساتھ ساتھ مختصر وقت میں مطالعہ اور اہم باتوں کو یاد کرنے میں انشاء اللہ ممدومعاون ثابت ہوگا۔

ان امور کے اہتمام میں اپنی طاقت کی حد تک اس تقریر کو محقق بنانے کی پوری کوشش و محنت صرف کی گئی ہے لیکن عصمت کا دعوی کرنا ظلوم و جہول انسان کے لیے ہر غلطی سے بڑی غلطی ہے، اس کتاب میں یقیناً غلطیاں ہوں گی۔ اس کی کتابت کمپیوٹر کی ہے جس میں کتابت کی غلطیوں کا احتمال نسبتاً زیادہ ہوتا ہے اہل علم سے التماس ہے کہ قابل اصلاح چیز نظر آنے پر ہمیں ضرور اس کی اطلاع کریں۔



شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خانصاحب مدظلہم کی شفقت، توجہ، نگرانی اور ہمت و حوصلہ افزائی ہی سے ترتیب و تحقیق کے مراحل بآسانی طے ہوسکے، قارئین سے حضرت شیخ مدظلہم کی صحت، عافیت اور درازیٔ عمر کے لیے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے اور یہ کہ اللہ جل شانہ صحیح بخاری کی اس پوری تقریر کی ترتیب، تحقیق و تعلیق کا کام آسان اور مکمل فرمانے کی توفیق عطا فرمائیں کہ یہ کام حضرت شیخ کے درسی افادات کا امین اور ان کی علمی یادگار تو ہوگا ہی، مرتب کے نامۂ سیاہ کی ظلمت شب میں ماہ تاباں تو ہوگا ہی، پر امید ہے کہ انشاء اللہ صحیح بخاری کی بھی اردو زبان میں ایک اچھی خدمت ہوگی۔



اسلامی تاریخ غزوات کا یہ درخشاں باب معرکۂ حق و باطل میں مسلمانوں کو ایک کلیدی سبق دیتا ہے، بے شک قومیں بلند اخلاق، تہذیب و تمدن کی اعلی صالح قدروں اور زندگی کے تمام مختلف شعبوں میں ہمہ گیر اور جامع ضابطۂ حیات اور اصول ہی سے بڑھتی، ترقی کرتی اور پروان چڑھتی ہیں۔ قوموں، سلطنتوں، ملکوں کے شاندار کلچر اور کلچر کو کارزار حیات میں شکست دینے والی اسلامی تاریخ کی عظمت رفتہ کا یہی بنیادی راز ہے لیکن یہ بات بھی ہمیں ہرگز نہیں بھولنا چاہیئے کہ اسلام کی سطوت رفتہ، شوکت پارینہ کی نشاۃ ثانیہ کا راز غزوات کی تاریخ دہرانے میں مضمر ہے .... اس کے لیے عزم و ایقان، جرأت و ایمان اور جذبۂ جہاد کے ساتھ ساتھ مادی قوتوں کے حصول کی ضرورت و اہمیت اپنی جگہ مسلّم کہ جرم ضعیفی کی بہرحال سزا مرگ مفاجات ہے، تاہم جغرافیائی نقطۂ نظر سے دنیا کے نقشے پر زنجیر کی کڑیوں کی طرح مربوط عالم اسلام کا المیہ فی الوقت مادی قوتوں کی کمی یا افراد کی عددی قلت نہیں.... ایمان و یقین کی کمزوری، فانی دنیا سے محبت، جذبۂ جہاد کی نایابی اور اللہ کی راہ میں موت پر زندگی کو ترجیح ہی مسلمانوں کی موجودہ ذلت و نکبت کا اصل سبب ہے .... جس کی پیشگوئی صدیوں پہلے زبان رسالت نے "حب الدنیا و کراھیۃ الموت" جیسے بلیغ الفاظ میں بیان فرمائی تھی۔

فضائے بدر پیدا ہو تو یقیناً فرشتے آج بھی نصرت کے لیے گردوں سے اتر سکتے ہیں لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب غزوات کی ایمان افروز تاریخ سے مسلمانوں کا بچہ بچہ واقف ہو، مسلمانوں کے عام تعلیمی اداروں کے نظام تعلیم کا یہ المیہ کوئی کم نہیں ہے جہاں مسلمان بچوں کو فرانس، روس، ترکی اور امریکہ وغیرہ میں وقوع پذیر ہونے والے انقلابات، ان کے اسباب وعوامل اور پس منظر سے تو خوب روشناس کرایا جاتا ہے لیکن اسلامی تاریخ اور غزوات کے متعلق انہیں بڑی سرسری معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔ مسلمانوں کی نئی نسل میں جذبۂ جہاد کی نشوونما، شہادت کا شوق اور سربلندئ اسلام کی راہ میں مرمٹنے کا عزم غزوات اور اسلامی جہاد کے سرفروشانہ معرکوں سے واقفیت کے بغیر پیدا ہونا کیونکر ممکن ہوسکتا ہے؟.... کرگسوں میں پلنے والے فریب خوردہ شاہین کو کیا خبر کہ کیا ہے رہ ورسم شاہبازی.... حقیقت یہ ہے کہ غزوات کی تابناک تاریخ مسلمانوں کے لیے عصر نو کی شب تاریک میں قندیل ایمانی ہے، اسی سے یہ حقیقت ان کے ذہنوں میں بیٹھے گی کہ ”برتر از اندیشۂ سود وزیاں ہے زندگی۔ ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی“ اسی سے مسلمانوں کا خوابیدہ جذبۂ جہاد متحرک ہوگا اور اسلامی تاریخ کی ترتیب از سرنو ممکن ہوسکے گی۔

ہاں دکھا دے اے تصور! پھر وہ صبح وشام تو
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

ابن الحسن عباسی
۲۱ شعبان ۲۰۱۵ء

ابن الحسن عباسی

رفیق شعبۂ تصنیف واستاذ جامعہ فاروقیہ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انبیاءؑ کی بعثت انعام خداوندی ہے

حضرات انبیاءؑ کی بعثت اللہ تبارک وتعالی کا بہت بڑا انعام اور احسان ہے ۔ اگر حضرات انبیاءؑ مبعوث نہ ہوتے اور تشریف نہ لاتے تو اللہ تبارک وتعالی کی ذات اور صفات کے بارے میں ہمیں کوئی ہدایت حاصل نہ ہوتی، اللہ کی مرضیات اور نامرضیات کا علم نہ ہوتا، اللہ کی بندگی اور عبادت کا طریقہ معلوم نہ ہوسکتا، ہدایت، ضلالت اور سعادت، شقاوت کا فرق معلوم نہ ہوتا، معاش اور معاد، دین اور دنیا، غلامی اور حکمرانی کی راہیں معلوم نہ ہوتیں یہ حضرات انبیاءؑ کی تشریف آوری اور ان کی بعثت کا صدقہ اور طفیل ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے ان کے ذریعے سے یہ تمام امور ہم پر منکشف اور واضح فرمائے ۔

ضلالت کی تاریکی میں صرف عقل کا نور کافی نہیں

انسان کو عقل دی گئی، علم حاصل کرنے کے ذرائع بھی عطا فرمائے گئے اور تجربہ سے عقل میں اضافہ بھی ہوتا ہے لیکن انسان کی عقل اور اس کا علم نابالغ ہے، انبیاءؑ کی رہنمائی اور ہدایت کے بغیر عقل اور انسانی علم کے لیے صحیح راستہ دریافت کرنا ازبس مشکل بلکہ ناممکن ہے، جیسے آپ کی آنکھ میں بینائی موجود ہے، روشنی موجود ہے لیکن اس بینائی اور روشنی کے ہوتے ہوئے شب تاریک میں آنکھ سے آپ کو کچھ نظر نہیں آتا ۔ جب تک خارج کی روشنی سے مدد نہ لی جائے، دن میں آفتاب کی روشنی مددگار ہوتی ہے اور رات میں چراغ اور بجلی کی روشنی سے آنکھ مدد حاصل کرتی ہے ۔ اسی طریقے سے ضلالت کی تاریکی میں اور گمراہی کے اندھیرے میں عقل کا نور اور اس کی روشنی رہنمائی کرنے سے قاصر اور عاجز رہتی ہے جب تک وحی کا نور اس کی امداد کے لیے موجود نہ ہو ۔

انبیاءؑ اعلی انسانی صفات کے حامل اور امتوں کو راہ ہدایت پر لانیکا بے مثال جذبہ رکھتے ہیں

اللہ سبحانہ وتعالی نے حضرات انبیاءؑ کو مبعوث فرمایا اور اُن کو خاندانی وجاہت عطا فرمائی، انسانی صفات میں اعلیٰ مرتبہ ان کو عطا کیا گیا، اس لیے ان کی شرافت، خوش خلقی، ان کا صبر و تحمل اور ان کے حسن سلوک کا جذبہ بیمثال ہوتا ہے ۔

ان اوصاف کے ساتھ ساتھ اللہ سبحانہ وتعالی نے ان کی نبوت کو ثابت کرنے کے لیے خارق عادات

یعنی معجزات بھی ان کو عطا فرمائے ، انہوں نے آکر قوم کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا اور اس کے لیے انہوں نے شب وروز لگاتار اور مسلسل محنت کی۔ قرآن نے حضرت نوحؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

> قال ربی انی دعوت قومی لیلا ونھارا ο فلم یزدھم دعآءی الا فرارا ο وانی کلمادعوتھم لتغفرلھم جعلوا اصابعھم فی اذانھم واستغشوا ثیابھم واصرّوا واستکبروا استکبارا ο ثم انی دعوتھم جھارا ο ثم انی اعلنت لھم واسررت لھم اسرارا.... (سورۃ نوح آیت ۵ تا ۹)

> " نوحؑ نے عرض کیا کہ اے پروردگار! میں نے اپنی قوم کو دن رات مسلسل دین حق کی طرف بلایا، سو میرے بلانے پر وہ اور زیادہ بھاگتے رہے ، اور میں نے جب کبھی ان کو دعوت حق دی تاکہ ان کے ایمان کے سبب آپ ان کو بخشدیں تو ان لوگوں نے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور کپڑوں میں لپٹ گئے اور کفر پر جمے رہے اور بہت ہی سرکشی کی۔ پھر بھی میں نے ان کو بآواز بلند دعوت دی، اور علانیہ سمجھاتا رہا اور خفیہ بھی سمجھاتا رہا۔ "

قرآن نے یہ ارشاد حضرت نوحؑ کے متعلق فرمایا ہے. لیکن تمام انبیاءؑ کی یہی کیفیت تھی وہ پوری دل سوزی کے ساتھ بالکل بے غرض ہوکر مسلسل اور لگاتار محنت کرتے ہیں اور امت کو راہ ہدایت پر لانے کے لیے اپنی پوری توانائیاں صرف کرتے ہیں۔

پھر کچھ لوگ انبیاءؑ کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں اور "مردہ بدست زندہ" کی مانند اپنے آپ کو انبیاءؑ کے حوالہ کردیتے ہیں اور ان کی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھال لیتے ہیں، وہ خوش نصیب لوگ ہیں اور کچھ لوگ انحراف اور استکبار کا طریقہ اختیار کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ انبیاءؑ کی تعلیمات کا استہزاء اور تمسخر کرتے ہیں، وہ یہ نہیں سوچتے کہ اللہ تعالی نے ہمیں یہ شرف بخشا کہ اپنے اوامرو نواہی کا ہمیں مخاطب بنایا، وہ برابر نفس امارہ اور شیطان لعین کی اطاعت پر کمربستہ رہتے ہیں اور اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے گریزاں ہوتے ہیں۔

انبیاءؑ کی نافرمانی عذاب الہی کی موجب ہے

حضرات انبیاءؑ چونکہ اللہ کے نائبین ہوتے ہیں، اللہ کی طرف سے مبعوث ہوتے ہیں اور اس عالم کا خالق اللہ ہے تو انسانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ اور اس کے نائبین انبیاءؑ کی اطاعت اور فرمانبرداری

کریں لیکن جب وہ بغاوت پر اتر آتے ہیں اور اطاعت خداوندی سے بھاگتے ہیں تو پھر ان کے لیے اللہ کی طرف سے عذاب کا بندوبست کیا جاتا ہے، ان کے لیے بغاوت کے جرم میں سزا کا فیصلہ ہوتا ہے، کبھی تو اللہ تعالیٰ ان کو عذاب میں اس طرح مبتلا کرتے ہیں کہ ان کو زمین میں دھنسا دیتے ہیں، کبھی ان کو پانی میں غرق کردیتے ہیں، کبھی ان پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہوتی ہے، کبھی تند وتحت ہوائیں ان کا خاتمہ کردیتی ہیں، کبھی ان کو بندروں اور خنازیر کی شکل میں مسخ کردیا جاتا ہے اور یہ عذاب فرشتوں کے ذریعہ دیا جاتا ہے، یہ عذاب کی بہت سخت قسم ہے۔ اس میں مہلت نہیں ملتی، اس میں رجوع کا موقعہ ہاتھ نہیں آتا اور یوں وہ قومیں جن پر یہ عذاب آتا ہے ان کو تہس نہس اور برباد کردیا جاتا ہے۔

دوسری قسم عذاب کی یہ ہوتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے مقابلے میں قتال، جنگ اور جہاد کے لیے کھڑا کردیتے ہیں اور یہ صورت آسان ہے اس لیے کہ جب قتال کے لیے لوگ سامنے آئینگے اور جنگ ہوگی تو کچھ لوگ یقیناً مرجائینگے لیکن کئی لوگ زندہ بچ بھی جائینگے اور زندہ بچنے والوں کو بہرحال موقعہ ملے گا کہ وہ اپنے عمل پر نظرثانی کریں اور اپنے طریقے بدلیں، اور وہ لوگ جو مقابلہ پر آرہے ہیں اور قتل ہوتے جارہے ہیں ان کو بھی موقعہ ملتا ہے کہ وہ جنگ کی تیاری کے دوران سوچیں اور چاہیں تو اسلام قبول کرلیں اور اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کو منظور کرلیں، عذاب کے یہ دونوں طریقے ہوتے ہیں، کبھی پہلا طریقہ ہوتا ہے یعنی فرشتوں کے ذریعہ عذاب دیا جاتا ہے اس میں مہلت نہیں ہوتی اور کبھی دوسرا طریقہ ہوتا ہے، اس میں مہلت ہوتی ہے اور اللہ کے نائبین اور نیک بندے میدان قتال میں ان کافروں کو للکارتے ہیں اور کبھی عذاب کے دونوں طریقوں کو جمع کردیا جاتا ہے جیسے جنگ بدر کے موقع پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتے بھی بھیجے، انہوں نے قتال میں حصہ لیا اور مشرکین کو جہنم رسید کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے تین سو تیرہ صحابہؓ کو لیکر میدان میں اترے اور کفار سے قتال کیا۔

جہاد کفار کے لیے تازیانۂ خداوندی ہے

یہ قتال اور جہاد حقیقت میں اللہ کے باغیوں کو اللہ کے احکام کا مذاق اور تمسخر کرنے سے روکنے کے لیے اور اللہ کے نیک بندوں کو اطمینان اور سکون کے ساتھ اللہ کی عبادت کا موقعہ دینے کے لیے ہوتا ہے، اس قتال اور جہاد کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے باغیوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے، اللہ کے احکام کے استہزاء اور تمسخر سے ان کو باز رکھا جائے، حقیقت میں ان کفار کو قتل کرنے والا تو اللہ ہے اور یہ اللہ کے نائبین واسطہ اور آلہ ہوتے ہیں جیسے صدر مملکت کی طرف سے کسی مجرم کو پھانسی کا حکم دیا جاتا ہے اور جلاد

اس کو پھانسی دیتا ہے تو وہاں یہ نہیں کہا جاتا کہ قتل کرنے والا جلاد ہے بلکہ اسی صدر مملکت کی طرف اس حکم کی نسبت ہوتی ہے اور جیسا کہ کوئی تیر کمان لیکر کسی کے اوپر نشانہ باندھے اور اپنے تیر سے اس کو ہلاک کردے تو حقیقت میں ہلاک کرنے والا وہ تیرانداز ہے، تیر اور کمان تو درمیان میں واسطہ اور آلہ ہے، قرآن مجید میں فرمایا گیا قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم۔ (سورۃ التوبۃ، آیت ۱۴) اس لیے حقیقت میں جہاد کے اندر کفار کے قتل کی نسبت اللہ کی طرف ہے اور اس پر کسی اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں، اس لیئے کہ دنیا میں یہ بات مسلم ہے کہ جو آدمی حکومت کا باغی ہوتا ہے اس کا جرم ناقابل معافی ہوتا ہے دنیا کی چند دن کی حکومت ہوتی ہے اور وہ باغی اس حکومت کا پیدا کیا ہوا نہیں ہوتا، وہ اس حکومت کا اپنی زندگی گزارنے کے لیے شمہ برابر محتاج نہیں ہوتا، اس کے باوجود عقلاء کے ہاں یہ مسلم ہے کہ اگر کوئی شخص حکومت کا باغی ہے تو اس کا یہ جرم بغاوت ناقابل معافی ہے اور اس کی سزا موت ہے اور اللہ تعالیٰ تو اس دنیا کا خالق بھی ہے، مالک بھی ہے، اللہ نے اس باغی کو پیدا بھی کیا ہے، اپنی حیات مستعار میں ہر لمحہ، ہر لحظہ وہ اللہ کا محتاج بھی ہے، اس کے باوجود اگر وہ اللہ تعالیٰ سے بغاوت کررہا ہے، اللہ کے نائبین انبیاءؑ سے وہ بغاوت کررہا ہے تو اس کا جرم قابل معافی ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں ہوسکتا، اس کی سزا یقیناً موت ہی ہونی چاہیئے، اس لیئے اگر اسلام نے جہاد مشروع قراردیا اور ان باغیوں کی سرکوبی کے لیے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے استہزاء سے ان کو روکنے کے لیے، ان کی سزا یہ مقرر کی کہ ان کو قتل کردیا جائے اور ان کے اموال اہل اطاعت کے درمیان تقسیم کردیے جائیں اور قید ہونے والوں کو غلام بنالیا جائے تو یہ بات قابل اعتراض نہیں ہونی چاہیئے۔

کیا دشمنی وبغاوت کو اس دور میں تہذیب وتمدن کی مدعی قومیں برداشت کرلیتی ہیں؟

آج اس دور میں جو لوگ متمدن ہونیکا دعوی کرتے ہیں کیا وہ اپنے دشمنوں کے خلاف لشکر کشی نہیں کرتے؟ کیا وہ اپنے دشمنوں کے خلاف اعلان جنگ نہیں کرتے؟ کیا وہ ان کے اموال پر قبضہ نہیں کرتے؟ اور پھر ان اموال کو اپنے آدمیوں میں تقسیم نہیں کرتے؟ کرتے ہیں، کیا وہ لوگوں کو غلام بناکر نہیں رکھتے؟ رکھتے ہیں، جنوبی افریقہ میں حکومت گوروں کی ہے ان کی آبادی کل چار ملین ہے اور ملک حقیقت میں کالوں کا ہے اور ان کی آبادی چوبیس ملین ہے، یہ چار ملین اقلیت ان چوبیس ملین لوگوں پر حکومت کررہی ہے اور ان کو غلام بناکر رکھا ہے، حقوق ملکیت ان کو حاصل نہیں، جن مکانوں میں وہ رہتے ہیں وہ کچے ہیں اور وہ ان کے مالک نہیں، جن ہرے بھرے کھیتوں میں وہ کام کرتے ہیں یہ کام کرنے والے ان کے مالک نہیں جو پیداوار ان کھیتوں میں ہوتی ہے ان کو اس پیداوار کے کھانے سے محروم رکھا جاتا ہے، وہ صرف مکئی کھاتے ہیں،

امریکہ اس حکومت کی حمایت میں ہے ، برطانیہ اس حکومت کی حمایت میں ہے ، کیا اسی طرح فلسطینیوں کو امریکہ برطانیہ اور روس نے ملکر اسرائیل سے سازش کے ذریعہ غلام بنانیکی کوشش نہیں کی؟ تو پھر اسلام پر کیا اعتراض ہے ، جبکہ اسلام کا عدل ، انصاف ، رواداری اور رعایت اس قدر ہے کہ کہیں اور اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، اسلام میں جہاد کو اگر مشروع کیا گیا ہے تو اس لیے کہ اللہ کے باغیوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے ، اور ان کے اموال پر مال غنیمت کی صورت میں اگر قبضہ کیا جاتا ہے تو اس لیے تاکہ ان کی طاقت کو کچلا جائے اور ان کو فساد برپا کرنیکا موقع نہ دیا جائے ، اور اگر ان کو غلام بناکر رکھا جاتا ہے تو اسی لیے تاکہ وہ اسلام کے راستے میں رکاوٹ نہ بنیں ۔ لیکن اسلام میں غلام ہونیکی حالت میں ان کے ساتھ حسن سلوک کی بڑی تاکید کی گئی ہے ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اخوانکم جعلهم الله فتية تحت ايديكم فمن كان اخوه تحت يده فليطعمه من طعامه وليلبسه من لباسه، ولا يكلفه ما يغلبه فان كلفه ما يغلبه فليعنه (۱)

" یہ غلام تمہارے بھائی ہیں، اللہ نے ان کو تمہارے ماتحت خادم کی حیثیت سے رکھا ہے ، سو جس شخص کے ماتحت اس کا بھائی ہو تو وہ اس کو اپنے طعام سے کھلائے اور اپنے لباس سے اس کو پہنائے اور اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ کا اس کو مکلف نہ بنائے اگر کوئی شخص اس کی طاقت سے زیادہ اس کے ذمہ کام لگائے تو خود شامل ہو کر اس کام میں اس کی معاونت کرے ۔ "

بہرحال یہاں مغازی کے اندر جہاد کی بحث آرہی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جہاد کیا ہے اس کی تفصیلات آرہی ہیں اس لیے میں نے ابتدا میں آپ کو بتایا کہ یہ جہاد عقلی نقطۂ نگاہ سے بھی اور تاریخی اعتبار سے بھی اور شرعی نقطۂ نظر سے بھی درست اور بالکل صحیح ہے اور اس کے نتیجہ میں جو قتل، سلب اموال اور غلام بنانیکی صورت حال پیدا ہوتی ہے وہ بھی بالکل درست ہے اور اقوام عالم میں اس کی نظیریں مسلّم اور فی الوقت بھی رائج ہیں لہذا اسلام کے نظریۂ جہاد پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے ۔

---

(۱) الحديث: اخرجه الترمذی فی كتاب البر والصلة، باب ما جاء فی الاحسان الی الخدم رقم الحديث ۱۹۴۵ ـ وقال: هذا حديث حسن صحيح وايضا اخرجه البخاری فی كتاب الادب، باب ما ينهى عن السباب واللعن، رقم الحديث (٦٠٥٠) وفی كتاب الايمان، باب المعاصی من امر الجاهلية، رقم الحديث (۳۰) وفی كتاب العتق، باب قول النبی صلی الله عليه وسلم: العبيد اخوانكم فاطعموهم مما تاكلون، رقم الحديث: (۲۵۴۵) واخرجه ابن ماجه، فی كتاب الادب، باب الاحسان الی المماليك، رقم الحديث: (۳٦۹۰) وابو داود فی كتاب الادب، باب فی حق المملوك، رقم: (۵۱۵۸)

جہاد وقتال کی مشروعیت کے سلسلہ میں سب سے پہلے اترنے والی آیت

جہاد کے سلسلہ میں ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ مکرمہ میں تھے تو کفار اور مشرکین کی تعدی اور ظلم وزیادتی کے باوجود "فاعفوا واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ" کا حکم تھا قتال اور جہاد کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کے مطابق جس کو نسائی، ترمذی اور امام احمد نے نقل کیا ہے (۲) اور اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کے مطابق جس کو مصنف عبدالرزاق نے نقل کیا ہے یہ آیت اتری (۳)۔

اذن للذین یقٰتلون بانھم ظلموا، وان اللہ علی نصرھم لقدیر ○ الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ، ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا ولینصرن اللہ من ینصرہ، ان اللہ لقوی عزیز ○ الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر، وللہ عاقبۃ الامور.... (سورۃ الحج، آیت ۳۹ تا ۴۱)

"اب لڑنے کی ان لوگوں کو اجازت دیدی گئی جن سے کافر لڑتے ہیں، اس وجہ سے کہ ان پر بہت ظلم کیا گیا ہے اور بیشک اللہ ان کی مدد پر قادر ہے یہ وہ لوگ ہیں کہ جو اپنے گھروں سے بلاوجہ نکالے گئے محض اس بات پر کہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے، اور اگر اللہ تعالی لوگوں میں سے ایک کا دوسرے کے ہاتھ سے زور نہ گھٹواتا رہتا تو پہلے زمانہ میں راہبوں کے خلوتخانے اور نصاری اور یہود کے عبادت خانے اور اس زمانے میں مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے سب منہدم ہوچکی ہوتیں اور جو اللہ کے دین کی مدد کریگا یقیناً اللہ اس کی مدد کریگا بلاشبہ اللہ قوت والا اور غلبہ والا ہے یہ لوگ ایسے

---

(۲) الحدیث اخرجہ الترمذی فی کتاب التفسیر عن ابن عباسؓ انہ قال: لما اخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم من مکۃ، قال ابوبکر: اخرجوا نبیھم لیھلکن، فانزل اللہ (اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر) الآیۃ فقال ابوبکر: لقد علمت انہ سیکون قتال، قال الترمذی: ھذا حدیث حسن (الجامع للامام الترمذی: (۵/۳۲۵) رقم الحدیث: ۳۱۷۱) واخرجہ النسائی فی کتاب الجہاد: (۲/۵۶) وزاد: قال ابن عباس: فھی اول آیۃ نزلت فی القتال۔ واحمد فی مسند عبداللہ بن عباس: (۱/۲۱۶) واخرجہ الحاکم فی المستدرک (۲/۲۴۶) فی کتاب التفسیر، واقرہ الذھبی

(۳) دیکھیے الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ۴/ ۶۴

ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں تو نماز قائم کریں گے زکوٰۃ دیں گے اور نیکی کا حکم کریں گے، برائی سے منع کریں گے اور سب کاموں کا انجام تو خدا ہی کے ہاتھ میں ہے۔"

مذکورہ روایات کے مطابق یہ پہلی آیت ہے جو جہاد کے لیے اتری ہے۔ اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ جہاد کے لیے پہلی آیت، دوسرے پارے میں سورۃ بقرہ کی آیت

وقاتلوا فی سبیل اللّٰہ الذین یقاتلونکم ولاتعتدوا ان اللّٰہ لایحب المعتدین....

(سورۃ البقرۃ، آیت ۱۹) "اور قتال کرو ان لوگوں سے جو تم سے قتال کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو بیشک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" اتری ہے۔

دوسرے بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ جہاد کے لیے پہلی آیت ان اللّٰہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ، یقاتلون فی سبیل اللّٰہ فیقتلون ویقتلون الایۃ (سورۃ توبہ، پ ۱۱، آیت ۱۱۱) "بلاشبہ اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خریدلیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑیںگے، دوسروں کو قتل کریںگے اور خود بھی قتل ہوں گے" اتری ہے۔

ان تین آیتوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ جہاد کے سلسلے میں سب سے پہلے اتری ہیں (۴) لیکن راجح قول پہلی آیت کے متعلق ہے (۵)

جہاد کی دو قسمیں دفاعی جہاد اور اقدامی جہاد

اس سلسلہ میں ایک بات یہ بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ ایک جہاد ہے دفاعی اور ایک جہاد ہے اقدامی۔ وہ جہاد جس کا "اذن للذین یقاتلون" میں ذکر ہے جہاد دفاعی ہے "وقاتلوا فی سبیل اللّٰہ" میں بھی دفاعی جہاد کا ذکر ہے، شبلی نعمانی مرحوم نے اقدامی جہاد کا انکار کیا ہے (۶) لیکن وہ سراسر غلط ہے، کیونکہ قرآن مجید میں

---

(۴) چنانچہ علامہ آلوسیؒ روح المعانی میں سورۃ حج کی مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کی اوپر والی روایت ذکر کرنے کے بعد باقی دو آیتوں کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

واخرج ابن جریر عن ابی العالیۃ: ان اول آیۃ نزلت فی القتال: (وقاتلوا فی سبیل اللّٰہ الذین یقاتلونکم) وفی الاکلیل للحاکم: ان اول آیۃ نزلت فی ذلک: (ان اللّٰہ اشتری من المؤمنین) (روح المعانی: (۱۲/۹) نیز دیکھیے فتح الباری: (۲۸۰/۴)

(۵) کیونکہ اس کے متعلق روایات عدداً کثیر اور سنداً قوی ہیں

(۶) چنانچہ شبلی نعمانی مرحوم نے اپنی سیرت میں غزوۂ بدر وغیرہ کو اقدامی کے بجائے دفاعی قرار دیا ہے اور اس سلسلے میں انہوں نے جمہور علماء کی مخالفت کی۔ دیکھیے سیرۃ النبی ج ۱ ص ۳۰۲۔

اقدامی جہاد کی آیات بھی موجود ہیں۔

۱۔ فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم (سورۃ التوبۃ، آیت ۵)

۲۔ اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا (سورۃ الاحزاب، آیت ۶۱)

۳۔ وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ (سورۃ الانفال، آیت ۳۸)

یہ تینوں آیات جہاد اقدامی پر دلالت کرتی ہیں (۷)۔

---

(۷) درحقیقت انگریزوں نے برصغیر میں اپنے دور استعمار کے دوران مسلمانوں میں جذبۂ جہاد سرد کرنے کے لیے ایک منظم سازش کے تحت یہ پروپیگنڈہ کیا کہ اسلام ایک خونریز مذہب ہے اور ڈکٹیٹر شپ کی وجہ سے دنیا پر چھایا تھا، اس کے لیے غلام احمد قادیانی اور ان کی ہمنوا جماعت کے ضمیر کو خریدا گیا جنہوں نے جہاد کے منسوخ ہونیکی بے پرکی اڑائی، انگریزوں کو یہ بات کھٹکتی رہی کہ جہاد جو ہمیشہ مسلمانوں میں جوش ایمانی اور تحریک اسلامی کا سبب رہا ہے اگر اس کے خلاف پروپیگنڈہ نہ کیا گیا اور کسی بھی وقت مسلمانوں میں یہ جذبہ اپنے مذہبی جوش کے ساتھ بیدار ہوگیا تو پھر اس طوفان کے سیلاب بلاخیز کے سامنے ان کا ٹکنا مشکل ہوجائے گا۔ چنانچہ بہت سے مغرب زدہ مسلمان بلکہ بعض اہل علم بھی اس پروپیگنڈے سے متاثر ہوئے اور اسلام کے دفاع میں معذرت کا لہجہ اختیار کرکے کہنے لگے کہ اسلام نے جہاد کی صورت میں قتل وخونریزی کا جو جواز مہیا کیا ہے وہ صرف اپنے دفاع کی حد تک محدود ہے اور ظاہر ہے دنیا کا ہر مذہب اپنے دفاع کے لیے ضرورت کے تحت خونریزی کا فتوی دیتا ہے۔

لیکن یہ بات خلاف واقعہ ہے اسلام کی پوری تاریخ جہاد اقدامی کے عنوانات سے بھری ہے آخر لشکر اسلام ہی اقدام کرکے غیر مسلم شہروں پر دستک دیتا ہے، سب سے پہلے کفار کو دعوت اسلام دیتا ہے کہ اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو مسلمانوں کے بھائی بن جائینگے اور جو حقوق مسلمانوں کو حاصل ہیں ان میں وہ بھی شریک رہیں گے، اگر وہ اسلام کی دعوت قبول نہ کرتے پھر ان کو جزیہ پر آمادہ کیا جاتا اور اگر جزیہ دینے سے بھی انکار کرتے تو پھر تیسری اور آخری صورت تلوار اور قتال کی ہوتی، یہ اس "اقدام" ہی کا نتیجہ تھا کہ چند ہی سالوں میں قیصروکسری کے ایوانوں پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور دنیا کی یہ سپر طاقتیں اسلامی حکومت کے زیرنگیں آگئیں۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے بعد ارشاد فرمایا تھا: نغزوھم ولا یغزوننا "آج کے بعد ہم ان (کفار) سے لڑنے جائینگے، وہ (پیش قدمی کرکے) ہم سے جنگ کی جرأت نہیں کرسکیں گے" (دیکھیے صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق ص: ۵۹۰)

چنانچہ اس کے بعد اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اقدام کرکے مکہ فتح کیا، اسی طرح غزوۂ بدر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ، تبوک بھی جہاد اقدامی کے زمرے میں آتا ہے۔

یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ اسلام امن وآشتی کا مذہب ہے لیکن اس امن وآشتی کو ثابت کرنے کے لیے اسلام کے ایک بدیہی حکم سے انکار کی ضرورت نہیں اور یہ بات بھی اپنی جگہ صحیح ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا اس کا یہ کھلا اعلان ہے کہ "لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی" وہ اپنے حسین ضابطۂ اخلاق اور زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی جامع اصول حیات کی وجہ سے عام ہوا اور قوموں نے اسی وجہ سے اس کو قبول کیا۔ (دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر ایک مستقل وضخیم کتاب "کیا اسلام تلوار کے زور سے پھیلا؟" کے نام سے لکھی جس میں اس بات کو تاریخی ٹھوس دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ اقوام وملل میں قبول اسلام تلوار کی دھار کا نتیجہ نہ تھا بلکہ یہ اس کی اپنی ذاتی کشش اور خوبی کا کرشمہ تھا) لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ جب اسلام کی اشاعت کی راہ میں کفر کی قومیں حائل ہورہی ہوں تو پھر اس "خاشاک غیر اللہ" کو پھونکنے اور تبلیغ اسلام کی راہ سے ہٹانے کے لیے اسلام نے اقدام ہی کا حکم دیا ہے اور چونکہ کفر اور اسلام کی جنگ ہمیشہ رہیگی اس لیے اس "اقدام" کو پوری امت کے ذمہ کفایہ ہونیکی حیثیت سے فرض کیا گیا، لہذا مسلمانوں میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو امت مسلمہ کی جانب سے یہ فریضہ ادا کرتی رہے اور اسی کیجانب اشارہ کرکے نبی آخر الزمان صلی اللہ

اور اقدامی جہاد عقل کے بالکل مطابق ہے اس لیے کہ جان ومال کے رہزن موجود ہوں تو قبل اس کے کہ وہ حملہ آور ہوں ان کا قلع قمع کرنا عقل ودانش کا تقاضہ ہے اسی طرح اگر ایمان کے رہزن اور ایمان پر ڈاکا ڈالنے والے موجود ہوں تو قبل اس کے کہ وہ حملہ آور ہوں اقدام کرکے ان کو ختم کرنا عین عقلمندی ہے اور جس طرح ڈاکو، درندے اور زہریلے جانور، سانپ، بچھو اگر کہیں موجود ہوں تو ان کا خاتمہ ان کے اقدام سے پہلے ضروری ہے یا یہ انتظار کیا جائیگا کہ وہ ہمارے اوپر حملہ آور ہوں تب ہم ان کا دفاع کرینگے اور اس سے پہلے ان کے اوپر اقدام نہیں کرینگے، یہ انتظار نہیں کیا جائیگا.... "قتل الموذی قبل الایذا" کے اصول پر عمل ضروری ہوگا۔ اس لیے دفاعی جہاد بھی مشروع اور ثابت ہے اور اقدامی جہاد بھی۔

جہاد کے آداب

اس کے بعد یہ سمجھیں کہ جہاد کے آداب کیا ہیں؟ اس سلسلہ میں قرآن مجید کی یہ آیات ہماری پوری رہنمائی کرتی ہیں۔

یاایھا الذین امنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون ○ واطیعوا اللہ ورسولہ ولاتنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصابرین ○ ولاتکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطرا ورئآء الناس ویصدون عن سبیل اللہ، واللہ بما یعملون محیط....
(سورۃ الانفال، آیت ۴۵ تا ۴۷)

" اے ایمان والو! جب تم کو کسی جماعت سے مقابلہ کا اتفاق ہو تو (ان آداب کا لحاظ رکھو) جہاد میں ثابت قدم رہو اور اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کرو تاکہ تم کامیاب ہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو ملحوظ رکھو اور آپس میں نزاع مت کرو کہ اس سے تم بزدل ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہے۔ اور ان کافر لوگوں کی طرح مت ہوجاؤ کہ (جو اسی واقعہ بدر میں) اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھلاتے ہوئے نکلے ہیں اور لوگوں کو خدا کے راستے سے روکنا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ان کے تمام اعمال کا علم ہے۔ "

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

الجھاد ماض منذ بعثنی اللہ الی ان یقاتل آخر امتی الدجال، لایبطلہ جور جائر ولاعدل عادل۔ (رواہ ابوداود فی کتاب الجھاد، باب فی الغزو مع ائمۃ الجور، رقم الحدیث: ۲۵۳۲)

اور فرمایا: لاتزال طائفۃ من امتی یقاتلون علی الحق ظاھرین علی من ناواھم حتی یقاتل آخرھم المسیح الدجال (رواہ ابوداود فی کتاب الجھاد: باب فی دوام الجھاد، رقم الحدیث: ۲۴۸۴)

یہ آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مجاہدین کو اللہ کے ذکر کا بہت اہتمام کرنا چاہیئے۔ یہ آیات اس بات پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ مجاہدین کو صبر و تحمل سے کام لینا چاہیئے نیز یہ آیات دلالت کرتی ہیں کہ مجاہدین غرور، فخر اور تکبر اختیار نہ کریں اور یہ آیات ہمیں بتاتی ہیں کہ مجاہدین کو اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کا دامن تھامے رکھنا چاہیئے، ان صفات کے ساتھ جہاد کرنا چاہیئے اور یہی جہاد کے آداب ہیں(۸)۔

جہاد کا مقصد اور غرض

اس کے بعد اب یہ بات ذہن میں رکھیے کہ جہاد کی غرض وغایت اور مقصد کیا ہے؟ جہاد کی غرض وغایت صرف اور صرف اعلاء کلمۃ اللہ ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی اپنی شجاعت اور بہادری کے اظہار کے لیے جہاد کرتا ہے، ایک آدمی اپنے وطن، قوم، قبیلہ کے تعصب کیوجہ سے (اعلاء کلمۃ اللہ کے جذبہ سے عاری ہوکر) قتال کرتا ہے ان میں مجاہد فی سبیل اللہ کونسا شخص ہے؟ آپؐ نے فرمایا: من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ہی العلیا فھو فی سبیل اللہ(۱) اگر کوئی اپنی قوم اور وطن کی حفاظت کے لیے جہاد اس لیے کرتا ہے کہ وہ قوم مسلمانوں کی قوم ہے وہ وطن دارالاسلام اور دارالمسلمین ہے تو یہ جہاد فی سبیل اللہ ہوگا لیکن اسلام کی رعایت کے بغیر فقط قومیت اور وطنیت کی بناء پر وہ قوم و وطن کے لیے قتال کررہا ہے تو یہ جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہوگا۔

امام بخاری نے ایک باب قائم کیا ہے "باب لا یقول فلان شہید(۲)" اور اس میں ایک واقعہ نقل کیا کہ ایک شخص جو درپردہ منافق تھا اور اس کا نام "قزمان" تھا، (۳) اس نے مسلمانوں کے ساتھ ملکر کفار سے زبردست جہاد کیا اور کفار کو بڑا نقصان پہنچایا، مسلمان اس شخص کے بارے میں کہنے لگے: "مااجزأمنا الیوم

---

(۸) چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (الغزو غزوان: فامامن ابتغی وجہ اللہ واطاع الامام، وانفق الکریمۃ، وباسر الشریک، واجتنب الفساد، فان نومہ ونبھہ اجر کلہ، واما من غزا فخرا أو ریاء وسمعۃ، وعصی الامام، وافسد الارض، فانہ لم یرجع بالکفاف) (راوہ ابوداود فی کتاب الجہاد، باب فیمن یغزو ویلتمس الدنیا، رقم الحدیث: ۲۵۱۵)

(۱) الحدیث اخرجہ البخاری فی الجہاد، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ہی العلیا، رقم: ۲۸۱۰۔ وفی الخمس، باب من قاتل للمغنم ہل ینقص من اجرہ، رقم: ۳۱۲۶۔ وفی العلم، باب من سال وھو قائم عالما جالسا، رقم: ۱۲۳۔ وفی التوحید، باب قولہ تعالی: (ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین) رقم: ۷۴۵۸۔ واخرجہ مسلم فی کتاب الامارۃ، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ہی العلیا، رقم: ۴۸۸۲ و۴۸۸۳ و۴۸۸۴ و۴۸۸۵۔ واخرجہ ابوداود فی کتاب الجہاد، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ہی العلیا، رقم: ۲۵۱۷۔ والترمذی فی فضائل الجہاد، باب ماجاء فیمن یقاتل ریاء وللدنیا، رقم: ۱۶۴۶۔ وابن ماجہ فی الجہاد، باب النیۃ فی القتال، رقم: ۲۷۸۳۔ والنسائی فی الجہاد، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ہی العلیا (۲/۵۷)

(۲) دیکھیے جامع بخاری، کتاب الجہاد، باب نمبر (۷۷) ج: ۱۔ ص: (۴۰۶)

(۳) اس شخص کا نام قزمان ظفری (بضم القاف والظاء) اور اس کی کنیت "ابوالغیداق" تھی (دیکھیے فتح الباری، ج: ۷۔ ص: ۴۷۳)

احد کما اجزاً فلان" "یعنی قزمان نے جو کارنامہ انجام دیا ہے ایسا کارنامہ آج کسی نے انجام نہیں دیا" جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی تو فرمایا "اما انہ من اہل النار" "لیکن یہ شخص جہنمی ہے ....." یہ شخص لڑتے لڑتے بہت زیادہ زخمی ہوگیا اور موت کے منہ میں پہنچ گیا تو حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ مرتے وقت اس کے پاس پہنچے اور فرمایا: "ھنیئالک بالشہادۃ" تو اس نے کہا: "واللہ انی ماقاتلت علی دین، وانما قاتلت علی حسب قومی" "یعنی میں دین اسلام کے لیے نہیں لڑا میں تو اپنی قوم کی حمیت کی وجہ سے لڑا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئی درست ثابت ہوگئی (۴)۔

سرور کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا حال بتایا گیا کہ وہ یوں کہتا ہے اور اس نے خودکشی کرلی تو آپ نے فرمایا۔ ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر (۵) امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں یہ

---

(۴) صحیح بخاری کے مذکورہ بالا باب میں اور دیگر مقامات پر جہاں جہاں امام بخاری نے یہ حدیث تخریج کی ہے، وہاں واقعہ کچھ یوں ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ شخص کے بارے میں فرمایا "اما انہ من اہل النار" تو صحابہ میں سے ایک شخص اس کا عمل دیکھنے کی غرض سے قزمان کے ساتھ ساتھ رہنے لگے، جنگ میں قزمان جہاں جاتا وہ بھی وہیں ساتھ ہوتے، جب قزمان سخت زخمی ہوگیا تو زخموں کی تاب نہ لاکر اپنی تلوار زمین میں نصب کی اور تلوار کی نوک اپنے سینہ کے ساتھ لگا کر اس پر اوپر سے اپنے جسم کا وزن ڈالدیا، تلوار اس کے سینہ سے آرپار ہوگئی اور اس طرح خودکشی کرکے ختم ہوگیا، ساتھ رہنے والے دوسرے شخص نے (جن کا نام علامہ ابن حجر نے "اکثم بن ابی الجون" لکھا ہے، فتح الباری، ج: ۷۔ ص ۴۷۵) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اس کی خودکشی کی اطلاع دی۔

تقریر میں مذکور قتادہ بن النعمان کے واقعہ کو حافظ ابن حجر نے علامہ ابن الجوزی کے حوالہ سے نقل کیا ہے لیکن آخر میں یہ بھی لکھدیا.
وھذا الذی نقلہ اخذہ من مغازی الواقدی وھو لایحتج بہ اذا انفرد، فکیف اذا خالف۔ (فتح الباری: ۷/۴۷۶)

ابن جوزی کا خیال یہ ہے کہ مذکورہ واقعہ جنگ احد کا ہے جبکہ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس کو زہری سے شعیب نے روایت کیا ہے اور جس کی متابعت معمر نے بھی کی ہے اس میں "شہدنا خیبر" کی تصریح ہے البتہ زہری سے یونس کی روایت میں "خیبر" کے بجائے "حنین" کی تصریح ہے (دیکھیے صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۂ خیبر، رقم الحدیث: ۴۲۰۲، ۴۲۰۳) صحیح مسلم میں "معمر عن الزہری" کی روایت میں بھی "حنین" کا ذکر ہے (صحیح مسلم، ج: ۱۔ ص ۷۲۔ کتاب الایمان) لیکن شارح مسلم علامہ نووی نے قاضی عیاض کا قول نقل کیا کہ "حنین" غلط ہے: قال القاضی عیاض: صوابہ خیبر۔ (دیکھیے شرح النووی، ۱/ ۷۲) بہرحال واقعہ چاہے واقدی اور ابن الجوزی کے بقول "احد" کا ہو یا شعیب ومعمر کی روایت کے مطابق "خیبر" کا ہو یا یونس کی روایت کے اعتبار سے "حنین" کا ہو تاہم اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ خودکشی کرنے والا مذکورہ شخص جذبہ جہاد اور شہادت کی تمنا لیکر نہیں لڑا تھا بلکہ قوم کی حمیت کی وجہ سے شریک جنگ تھا اسی نقطۂ نظر کی بنا پر امام بخاری نے اس حدیث کا ترجمۃ الباب "لایقول فلان شہید" کے عنوان سے قائم کیا، چنانچہ حافظ ابن حجر ترجمۃ الباب اور حدیث کی مناسبت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ووجہ اخذ الترجمۃ منہ انہم شہدوا برجحانہ فی امر الجہاد، فلو کان قتل لم یمتنع ان یشہدوا لہ بالشہادۃ، وقد ظہر منہ انہ لم یقاتل للہ وانما قاتل غضبا لقومہ، فلا یطلق علی کل مقتول فی الجہاد انہ شہید لاحتمال ان یکون مثل ھذا (فتح الباری: (۶/ ۹۰) کتاب الجہاد)

(۵) الحدیث اخرجہ البخاری فی کتاب الجہاد، باب لایقول فلان شہید، رقم الحدیث: (۲۸۹۸) وفی المغازی، باب غزوۃ خیبر، رقم الحدیث: (۴۲۰۲، و۴۲۰۳) من حدیث سہل بن سعد الساعدی وابی ہریرۃ وفی کتاب الرقاق، باب الاعمال بالخواتیم، ومایخاف منہا، رقم الحدیث: (۶۴۹۳) وفی کتاب القدر، باب العمل بالخواتیم، رقم الحدیث: (۶۶۰۶ و ۶۶۰۷) واخرجہ مسلم فی کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم قتل الانسان نفسہ وان من قتل نفسہ بشئ عذب بہ فی النار (۱/ ۷۲)

واقعہ بھی بتانے کے لیے نقل کیا ہے کہ جب تک اللہ کی راہ میں اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے جہاد نہیں کیا جائے گا اس وقت تک اس کو جہاد فی سبیل اللہ نہیں کہا جاسکتا۔

غرضیکہ جہاد صرف وہ ہے جس میں پوری توانائی اور طاقت کو اس لیے استعمال کیا جاتا ہے کہ اللہ کا نام بلند ہو اور اللہ کے دین پر عمل کرنے والے لوگ آرام وسکون کے ساتھ اس دین پر عمل کر سکیں، نہ کوئی اس کا استہزاء کرے، نہ کوئی مذاق اڑائے اور نہ کوئی ان کی عبادت کے عمل میں خلل انداز ہوسکے۔ یہ مقصد ہوتا ہے جہاد کا۔

اسلام جبر وتلوار سے نہیں اپنی صداقت اور خوبیوں کیوجہ سے پھیلا ہے

اب اس کے بعد دو مسئلے ہیں ایک تو یہ ہے کہ دشمنان اسلام نے جہاد کے حوالہ سے یہ بات مشہور کر رکھی ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے گویا اسلام کی اپنی صداقت اس کے پھیلنے کا سبب نہیں ہے۔

یہ اعتراض قطعاً غلط ہے اور اس میں کوئی حقیقت نہیں ہے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اسلام کی دعوت لیکر کھڑے ہوئے تھے تو آپ اکیلے تھے، نہ آپ کے پاس اقتدار تھا اور نہ آپ کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسلام کی دعوت شروع کی تو وہ لوگ جو آپ کو صادق وامین مانتے تھے وہی آپ کے دشمن ہوگئے اور خاندان کے لوگ جو عام طور پر خاندانی تعلق کیوجہ سے حمایت کرتے ہیں وہ بھی عداوت اور بغض میں پیش پیش ہوگئے اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت دی، طرح طرح کی اذیتیں برداشت کیں، تکلیفیں اٹھائیں، ظلم وستم کی کوئی قسم ایسی نہیں تھی جو کفار نے آپ کے خلاف نہ آزمائی ہو۔ لیکن اس کے باوجود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایمان لائے، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اور دوسرے بہت سے حضرات ایمان لائے جو اسلام کے جگمگاتے ہوئے ستارے ہیں، کونسا جبر اس وقت تھا جو ان لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کررہا تھا؟ کونسی تلوار اس وقت تھی جو ان کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کررہی تھی؟ یہ اسلام لائے تو مصائب کا شکار ہوگئے، امتحان میں مبتلا ہوگئے، لیکن ان مصائب اور امتحانات کے باوجود انہوں نے اسلام کو خیرباد نہیں کہا۔ لہذا یہ کہنا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے غلط ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ لوگ جو اعتراض کرتے ہیں، ان جاہلوں کو یہ نہیں معلوم کہ جبر اور ظلم کے ذریعہ سے جو اسلام قبول کیا جاتا ہے وہ معتبر ہی نہیں ہے، اگر آپ یہ کہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جبراً لوگوں کو مسلمان بنایا گیا ہے، خوشدلی سے انہوں نے اسلام کو قبول نہیں

کیا تو آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جو آدمی خالص خوف کیوجہ سے اسلام کا کلمہ پڑھتا ہے یا کسی طمع اور لالچ کیوجہ سے اسلام قبول کرتا ہے تو وہ عنداللہ مسلمان ہے ہی نہیں ۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

ولوشاءاللّٰہ لامن من فی الارض کلھم جمیعاافانت تکرہ الناس حتی یکونوامؤمنین....

(یونس،آیت:۹۹)

"اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام روئے زمین کے لوگ سب کے سب ایمان لے آتے ،کیا آپ لوگوں پر جبر کرسکتے ہیں کہ وہ سب مومن ہوجائیں" ۔

ایمان تو وہ معتبر ہے جو شوق اور رغبت سے ہو، جس میں کوئی طمع، کوئی لالچ اور کوئی خوف نہ ہو، کوئی مجبوری نہ ہو اس لیے جبر اور تلوار کے ذریعہ سے اسلام کے پھیلنے کا کوئی امکان ہی نہیں ہے ۔

تیسری بات یہ ہے کہ ہمیں یہ بتلایا جائے کہ جو لوگ زور وجبر سے مسلمان بنائے جاتے ہیں کیا وہ اسلام کے لیے ایسی قربانیاں دیتے ہیں جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دی ہیں، جبر اور زور سے اسلام قبول کرنے والے جب موقع پاتے ہیں دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتے ہیں، ان کے یہاں اسلام کے لیے قربانی دینے کا کوئی تصور نہیں ہوتا، وہ ہمیشہ راہ فرار تلاش کرتے ہیں اور صحابہ کرامؓ جنہوں نے اسلام کو قبول کیا ہے ، انہوں نے اسلام کے لیے اپنے گھربار کو چھوڑا، اپنی عزت وآبرو کو لٹایا، اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے ، انہوں نے اسلام کے لیے ہر طرح کی تکالیف برداشت کیں، تو جو لوگ اسلام کے لیے یہ ہمہ قسم تکالیف برداشت کررہے ہیں ان کے بارے میں کوئی ذی عقل یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ انہوں نے جبر اور زور سے اسلام کو قبول کیا ہے ۔

اس کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ برس مکہ مکرمہ میں رہے ، مکہ کے زمانہ قیام میں ۸۳ مرد اور ۱۷ عورتوں نے حبشہ کی طرف اپنے اسلام کو بچانے کے لیے ہجرت کی (۶) ۔ تو اگر وہ بالجبر مسلمان بنائے جاتے تو اول تو جبر کا مکہ میں موقعہ کہاں تھا، اس وقت اسلام کے ہاتھ میں نہ اقتدار تھا اور نہ تلوار تھی ۔ دوسری بات یہ کہ انہوں نے اپنے اسلام کی حفاظت کے لیے حبشہ کی طرف ہجرت کیوں کی اور پھر حبشہ

---

(۶) اس ہجرت میں عرب کے کئی قبائل کے افراد شامل تھے ، چنانچہ بنوہاشم سے ایک، بنوامیہ اور اس کے حلیف قبائل سے سات، بنو عبدالشمس سے دو، بنو نوفل سے ایک، بنو اسد سے چار، بنو عبد بن قصی سے ایک، بنو عبدالدیار سے پانچ، بنوزہرہ اور اس کے حلفاء سے چھ، بنو تمیم سے دو، بنو مخزوم اور اس کے حلفاء سے آٹھ، بنو جمح سے گیارہ، بنو سہم سے چودہ، بنو عدی سے پانچ اور بنو عامر اور بنو حارث سے آٹھ آٹھ آدمی شامل تھے ، اس طرح حضرت عمارؓ کو شامل کرکے یہ تراسی مرد بنتے ہیں ورنہ بیاسی، ان کے ساتھ سترہ عورتیں بھی شامل تھیں، ابن ہشام اپنی سیرت میں ہجرت کرنے والے ان مردوں اور عورتوں کا تفصیلی ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: فکان جمیع من لحق بارض الحبشۃ، وھاجر الیھا من المسلمین سوی ابنائھم الذین خرجوابھم معھم صغارا او ولدوابھا، ثلاثۃ وثمانین رجلا، ان کان عمار بن یاسر فیھم، وھو یشک فیہ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام (۱/۳۳۰))

پہنچنے کے بعد حضرت جعفر طیارؓ کی تقریر سنکر اصحمہ جو حبشہ کا بادشاہ تھا مسلمان ہوا، اس کے اوپر کونسا جبر تھا؟ (۸) ۔

---

(۷) اصحمۃ بن ابحر النجاشی، ملک الحبشۃ، واسمہ بالعربیۃ عطیۃ، والنجاشی لقب لہ، اسلم علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یھاجر الیھا وکان ردا للمسلمین نافعا (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (۱/۱۰۹ ـ)

(۸) حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اس تقریر میں عصر جاہلیت کی وحشت اور اسلامی قدروں کی تصویر کشی اس خوبی سے کی ہے کہ یہ تقریر جامعیت بیان کا ایک حسین شہ پارہ، ادب عربی کا خوبصورت گلدستہ اور تاریخ اسلام کی ایک قیمتی دستاویز بن گئی ہے، اس کا ابتدائی کچھ حصہ یہ ہے:

ایھا الملک، کنا قوما اھل جاھلیۃ، نعبد الاصنام، وناکل المیتۃ، ونأتی الفواحش ونقطع الارحام، ونسئ الجوار، ویاکل القوی منا الضعیف، فکنا علی ذلک، حتی بعث اللہ الینا رسولا منا، نعرف نسبہ وصدقہ وأمانتہ وعفافہ، فدعانا الی اللہ لنوحدہ ونعبدہ، ونخلع ماکنا نعبد نحن وآباؤنا من دونہ من الحجارۃ والاوثان وامرنا بصدق الحدیث، واداء الامانۃ، وصلۃ الرحم، وحسن الجوار، والکف عن المحارم والدماء، ونھانا عن الفواحش، وقول الزور، واکل مال الیتیم، وقذف المحصنات، وامرنا ان نعبد اللہ وحدہ، لانشرک بہ شیئا، وامرنا بالصلاۃ والزکاۃ والصیام ــ فصدقناہ وآمنا بہ، واتبعناہ علی ماجاء بہ من اللہ، فعبدنا اللہ وحدہ، فلم نشرک بہ شیئا، وحرمنا ماحرم علینا، واحللنا ما احل لنا، فعدا علینا قومنا، فعذبونا، وفتنونا عن دیننا، لیردونا الی عبادۃ الاوثان من عبادۃ اللہ تعالی، وان نستحل ماکنا نستحل من الخبائث، فلما قھرونا، وظلمونا، وضیقوا علینا، وحالوا بیننا وبین دیننا، خرجنا الی بلادک، واخترناک علی من سواک، ورغبنا فی جوارک، ورجونا ان لانظلم عندک ایھا الملک! (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام ۱/۳۳۶)

اردو میں اس کا مفہوم یہ ہے:

"ایھا الملک! ہم جاہل تھے، بتوں کی عبادت کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، بے حیائیوں کے مرتکب تھے، قرابتوں کو قطع کرتے تھے، پڑوسیوں کے ساتھ بدسلوکی کرتے تھے، قوی ضعیف کو کھا جاتا تھا، ہم جاہلیت کی اسی وحشت کا شکار تھے کہ اللہ نے ہم ہی میں سے ایک پیغمبر مبعوث فرمایا، ایسا پیغمبر کہ جس کا حسب اور جس کا نسب، جس کا صدق اور جس کی دیانت، جس کی امانت اور جس کی عفت سب سے ہم خوب واقف ہیں۔ اس نے ہمیں توحید ربانی اور عبادت الہی کی دعوت دی، ہم اور ہمارے آباء واجداد جن بے جان پتھروں اور بتوں کی پرستش کرتے تھے ان سب کو یکلخت چھوڑ دینے کی ہدایت کی، بات کی سچائی اور امانت کی ادائیگی، اپنوں کے ساتھ صلہ رحمی اور پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک، حرام کاموں سے رکنے اور فساد وخونریزی سے بچنے کا حکم دیا، بے حیائی سے ہمیں روکا، ناحق بات کہنے کی ممانعت فرمائی، یتیم کا مال کھانے سے منع کیا، پاک دامن پر تہمت سے بچنے کی تاکید کی اور ہمیں حکم دیا کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، صرف اسی کی عبادت کریں اور نماز پڑھیں، زکوۃ دیں اور روزہ رکھیں۔

چنانچہ ہم نے ان کی تصدیق کی، ان پر ایمان لائے اور اللہ کی جانب سے وہ جو کچھ لے کر آئے اس کی پیروی کی، سو اب ہم صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں، شرک سے بچتے ہیں، حلال ہی کو حلال سمجھتے ہیں اور حرام سے رکتے ہیں اس وجہ سے ہماری قوم ہماری دشمن بن گئی، اس نے ہمیں تکلیفیں دیں اور ہمیں اپنے دین کے بارے میں طرح طرح کی آزمائشوں میں ڈالا، وہ چاہتی ہے کہ ہم پھر سے بے جان بتوں کی عبادت شروع کردیں، پھر خبائث کو حلال سمجھنے لگیں اور ایک بار پھر اس میں مبتلا ہوجائیں، جب اس نے ہم پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے، زمین ہم پر تنگ کردی اور ہمارے اور ہمارے دین کے درمیان حائل ہونے لگی تو ہم آپ کے دیار کی طرف نکل پڑے، آپ کی ہمسائیگی

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ابتداء اسلام میں مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اسلام قبول کیا اور واپس جاکر اپنے قبیلہ غفار کو تبلیغ کی تو آدھا قبیلہ ان کی دعوت سے مسلمان ہوگیا (۹)۔

اسی طرح حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور ان کی دعوت سے قبیلہ بنو عبدالاشہل پورا کا پورا مسلمان ہوگیا (۱۰)، وہاں کونسا جبر تھا؟

انصار مدینہ میں سے ستر آدمی حج کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے (۱۱) وہاں کونسا جبر تھا؟ تو یہ کہنا کہ اسلام جبر اور تلوار سے پھیلا ہے، قطعاً غلط ہے۔

اس کے علاوہ آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر اسلام جبر سے پھیلا ہے تو ہمیں یہ بتایا جائے کہ عیسائیوں اور یہودیوں نے کئی جگہ حکومت کی ہے اور انہوں نے عیسائیت اور یہودیت کو پھیلانے کے لیے جان توڑ کوششیں کیں، خوف کا حربہ بھی استعمال کیا، طمع ولالچ کا جال پھیلایا لیکن اس کے باوجود عیسائیت اور یہودیت کو اتنا فروغ حاصل نہیں ہوا جتنا اسلام کو ہوا، اگر یہی بات تھی تو پھر عیسائیت اور یہودیت کو بھی اسی طرح پھیلنا چاہیئے تھا جس طرح اسلام پھیلا ہے۔ آج آپ یورپ میں جاکر دیکھیے، حیرت ہوگی کہ انگریز جو اسلام اور مسلمانوں کا نام برصغیر سے مٹا دینا چاہتا تھا اس کے اپنے ملک میں آج سینکڑوں مسجدیں موجود ہیں۔ "چرچ" فروخت ہورہے ہیں اور مسلمان ان کو خرید خرید کر مسجدیں بنارہے ہیں، ایک لندن شہر میں چارسو مسجدیں ہیں۔

یہ صورت حال ظاہر ہے کہ جبر، خوف اور تلوار سے تو نہیں ہے، لوگ اپنے شوق سے اسلام کی طرف بڑھ رہے ہیں جبکہ آج مسلمان اسلام کا پورا اور صحیح نمائندہ بھی نہیں ہے، صحابہ کرام ؓ کے دور میں تو اسلام کی جیتی جاگتی ایسی تصویریں موجود تھیں کہ لوگ ان کے اعمال واخلاق ہی کو دیکھ کر مسلمان ہوجاتے تھے اس واسطے جبرواکراہ کا کوئی احتمال اور سوال ہی نہیں۔

اس کے علاوہ ایک بات اور بھی اس سلسلہ میں کہی جاسکتی ہے اور وہ یہ کہ اسلام کا یہ حکم ہے کہ اگر

... میں رغبت کی اور سب کو چھوڑ کر اُسے پسند آپ پر ٹھہرائی ہمیں امید ہے کہ آپ کے ہاں ہم پر ظلم نہیں ہوگا"۔

اس ولولہ انگیز تقریر کے بعد حضرت جعفرؓ نے سورۃ مریم کی ابتدائی آیات کی تلاوت کی نجاشی کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں، اس کی شاہانہ نظریں اسلام کی روشنی دیکھ چکی تھیں، اس کا دل اسلام کی حقانیت کا گواہ بن چکا تھا اور اس کی زبان "اشہدان لاالٰہ الااللہ واشہدان محمداعبدہ ورسولہ" پڑھکر اپنے لیے سعادت ابدی کا اعلان کرچکی تھی، رجب نو ہجری میں جب نجاشی وفات پاگئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو جمع کرکے بقیع میں ان کی نماز جنازہ پڑھائی (تفصیل کے لیے دیکھیے سیرت ابن ہشام: ۱/ ۳۳۴-۳۲۱)

(۹) دیکھیے صحیح مسلم ج ۲۔ ص ۲۹۶ (۱۰) دیکھیے، سیرۃ ابن ہشام ج ۱، ص ۴۳۷ (۱۱) سیرۃ ابن ہشام ج ۱، ص ۴۴۳

کسی کافر پر تلوار اٹھائی گئی اور اس نے کلمہ طیبہ پڑھ لیا تو پھر اس کو قتل کرنیکی اجازت نہیں۔ چاہے اس نے وہ کلمہ صرف جان بچانے کی غرض سے پڑھا ہو اور وہ فی الحقیقت ایمان نہ لایا ہو یا واقعتاً وہ اسلام میں داخل ہوا ہو، دونوں صورتوں میں اس کا قتل جائز نہیں، آدمی کو جان عزیز ہوتی ہے وہ جان کو بچانے کے لیے سو جھوٹ بولتا ہے، یہاں بھی اگر صرف جان کی خاطر کلمہ پڑھ لے اور دل سے اسلام کو قبول نہ کرے اور بعد میں دین کفر پر قائم رہے تو یہاں کوئی جبر موجود نہیں جو اس کو زبردستی مسلمان بنائے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایسے آدمیوں کو قتل کیا جنہوں نے مسلمان ہونیکا اقرار کیا تھا (۱۲) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا، "اللھم انی ابرا الیک مما صنع خالد" اے اللہ! میں خالد کے کیے سے بری ہوں، (۱۳) چونکہ ان کے اقرار اسلام کے بعد یہ قتل جائز نہ تھا، چاہے کسی نیت سے بھی انہوں نے یہ اقرار کیا ہو۔ اس لیے یہ کہنا کہ بالجبر لوگوں کو مسلمان بنایا گیا ہے، یہ صحیح اور درست نہیں ہے۔

اسلام میں مسئلۂ غلامی

دوسرا مسئلہ غلامی کے متعلق ہے، حریت و آزادی ہر انسان کا پیدائشی حق ہے، انسان پیدائش کے وقت فطرتاً آزاد ہوتا ہے، اس کو غلام بنانا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ اس کے متعلق یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ

---

(۱۲) شوال آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے بعد اور غزوۂ حنین سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں انصار ومہاجرین کے تین سو پچاس افراد پر مشتمل ایک جماعت بنو جذیمہ کی طرف اسلام کی دعوت کی غرض سے بھیجی، وہ لوگ اسلام کا اقرار ٹھیک طرح نہ کرسکے اور "اسلمنا" (ہم نے اسلام قبول کیا) کے بجائے "صبأنا" (ہم نے اپنا دین چھوڑ دیا) کہتے رہے، چونکہ کفار قریش اسلام قبول کرنے والے کے لیے "اسلم فلان" کی جگہ "صبأ فلان" استعمال کرتے تھے اس لیے بنوجذیمہ نے اسلام کا اقرار "صبأنا" "صبأنا" کہکر کیا، صبأ کے معنی ایک دین سے دوسرے دین کی طرف نکلنے کے ہیں، اس لفظ میں چونکہ اقرار اسلام کا مفہوم اچھی طرح واضح نہیں اس لیے حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان میں سے بعض کو قتل کیا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو بہت ناراض ہوئے اور فرمایا "اللھم انی ابرأ الیک مما صنع خالد" اور پھر آپؐ نے حضرت علیؓ کو مال دیکر بنو جذیمہ کے پاس بھیجا اور ان سب مقتولین کی دیت مسلمانوں کی طرف سے ادا کی گئی۔ (دیکھیے فتح الباری: ۸۔ ص۔ ۵۷، ۵۸، وعمدۃ القاری: ۱۷، ص: ۳۱۲۔)

نسائی اور بیہقی نے حضرت ابن عباسؓ سے سند صحیح کے ساتھ اس واقعہ میں انسانی عشق اور مرنے والے پر مرنے کا ایک عجیب قصہ نقل کیا ہے کہ بنو جذیمہ کے ان قیدیوں میں سے ایک قیدی مسلمانوں سے کہنے لگا میں بنوجذیمہ کا آدمی نہیں ہوں، ان کی ایک عورت سے مجھے عشق ہے، آپ ان عورتوں کے پاس مجھے لے چلیں، میری تمنا ہے کہ مرنے سے قبل اک نظر اس کو دیکھ لوں، قیدی کو عورتوں کیجانب لایا گیا، اس نے وہاں چند شعر پڑھے، پھر جوں ہی اس قیدی کو قتل کیا گیا، محمل سے ایک عورت اس کی نعش پر گر پڑی اور دو تین ہچکیوں کے بعد اس کا فسانۂ زندگی بھی ختم ہوگیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب یہ واقعہ بیان کیا گیا تو فرمایا "اما کان فیکم رجل رحیم"؟ (فتح الباری: ۸۔ ص: ۵۸)

(۱۳) الحدیث اخرجہ البخاری فی کتاب المغازی، باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم خالد بن ولید الی بنی جذیمۃ، رقم الحدیث: (۴۳۳۹) وفی کتاب الاحکام، باب اذا قضی الحاکم بجور او خلاف اھل العلم فھو رد، رقم الحدیث: (۷۱۸۹)۔

انسان کی حریت و آزادی اس کی صفت ملکوتی کی تابع ہے، اگر انسان میں وہ صفات حسنہ وصفات حمیدہ موجود ہوں گی جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں تو وہ حریت کا مستحق ہوگا ورنہ وہ پھر کسی آزادی کا مستحق نہیں بلکہ پھر وہ بہائم اور حیوانات سے بھی بدتر ہے، ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ جل شانہ نے فرمایا۔ اولئک کالانعام بل هم اضل (۱۴) (یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں) اور فرمایا۔ ان شر الدواب عند اللہ الذین کفروا (۱۵) (بیشک اللہ کے نزدیک کفار بدترین چوپائے ہیں) اور ظاہر ہے کہ انعام اور دواب کو حریت کا حق حاصل نہیں تو اس لحاظ سے کفار کو آزادی اور حریت کا کوئی حق حاصل نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم، قدرت، سمع، بصر، ارادہ اور تکلم کی قوت عطا فرمائی اور اس کو اپنی صفات کا مظہر بنایا، اس کا فریضہ تھا کہ اپنے اندر ملکوتی صفات پیدا کرتا اور صفات حمیدہ کو اجاگر کرتا لیکن جب اس نے اللہ کی بغاوت پر کمر باندھ لی، اللہ کی نافرمانی کو اپنا شعار بنایا تو پھر یہ مقام تکریم سے گر کر اسفل السافلین میں پہنچ گیا اور اس کے نتیجہ میں اس کی حریت کا استحقاق باقی نہیں رہا، اب یہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کا سر قلم کرکے اس کو صفحۂ ہستی سے مٹادیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی سزا یہ مقرر کی کہ اس کو غلامی کا طوق پہنا دیا جائے، کیونکہ جب اس نے اپنے آپ کو نافرمانی کے جرم میں مبتلا کیا اور کفر وشرک سے آلودہ کرلیا تو آزادی وحریت جو انعام خداوندی ہے اس سے سلب کی گئی اور غلامی اس کا مقدر ٹھہری۔

مسئلۂ غلامی کا ثبوت قرآن وحدیث دونوں میں ہے

دوسری بات یہ سمجھ لینی چاہیئے کہ جو لوگ مسلمان ہوکر مسئلۂ غلامی پر اعتراض کرتے ہیں ان کو ذرا یہ سوچ لینا چاہیئے کہ ماملکت ایمانکم کا لفظ قرآن مجید میں پندرہ مرتبہ آیا ہے (۱۶) اگر غلامی کا مسئلہ اسلام میں نہیں ہے تو قرآن مجید نے "ماملکت ایمانکم" کا ذکر پندرہ مرتبہ کیوں کیا؟ قرآن مجید میں کفارۂ ظہار، کفارۂ یمین اور کفارۂ قتل خطا میں غلام کو آزاد کرنیکی ہدایت کی ہے (۱۷) اگر اسلام میں غلامی کا مسئلہ نہیں

---

(۱۴) سورۃ الاعراف، آیت نمبر: ۱۷۹

(۱۵) سورۃ الانفال، آیت نمبر: ۵۵

(۱۶) چنانچہ یہ لفظ سورۂ نساء میں چار جگہ (آیت نمبر ۳، آیت نمبر ۲۴، آیت نمبر ۲۵، آیت نمبر ۳۶) سورۂ نحل میں ایک جگہ۔ (آیت نمبر ۷۱۔) سورۂ مومنون میں ایک جگہ (آیت نمبر ۶۔)۔ سورۂ نور میں تین جگہ (آیت نمبر ۳۱، آیت نمبر ۳۳، آیت نمبر ۵۸۔) سورۂ روم میں ایک جگہ (آیت نمبر ۲۸) سورۂ احزاب میں چار جگہ (آیت نمبر ۲۲۔ آیت نمبر ۵۸) سورۂ روم میں ایک جگہ (آیت نمبر ۲۸) سورۂ احزاب میں چار جگہ (آیت نمبر ۵۰ میں دو مرتبہ، آیت نمبر ۵۲، آیت نمبر ۵۵) اور سورۂ معارج میں ایک جگہ (آیت نمبر ۳۰) آیا ہے، کل یہ پندرہ مقامات ہوگئے۔

(۱۷) چنانچہ کفارۂ ظہار میں غلام آزاد کرنیکی ہدایت قرآن نے سورۂ مجادلہ کی آیت نمبر ۳ میں، کفارۂ یمین میں غلام آزاد کرنیکی ہدایت، سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۸۹ میں اور کفارۂ قتل خطاء میں غلام آزاد کرنیکا حکم سورۂ نساء کی آیت نمبر ۹۲ میں دیا۔

ہے تو یہ ہدایات کیوں ہیں۔ اس طرح قرآن نے مکاتَب کا ذکر کیا ہے (۱۸) اور ظاہر ہے مکاتَب، غلام کو بنایا جاتا ہے اور خود مکاتَب بدل کتابت ادا کرنے تک غلام ہی ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے، ماریہ قبطیہؓ کنیز کی حیثیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں رہیں (۱۹)، اگر یہ قبیح وناجائز ہوتا تو کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم نہ ہوتا۔

غرضیکہ غلامی کا ثبوت قرآن اور حدیث دونوں سے ہے اور اس میں کوئی قباحت اور برائی نہیں ہے، اس کو مثال سے یوں سمجھیئے کہ ایک آدمی کو پھوڑا نکل آتا ہے، ایسی صورت میں پہلے اس پر مرہم کی پٹی رکھی جاتی ہے اس مرہم سے یا تو وہ مادہ تحلیل ہوجاتا ہے یا وہ خارج ہوجاتا ہے، اگر مرہم کارآمد نہیں ہوتا تو پھر نشتر لگایا جاتا ہے اور آپریشن کے ذریعہ سے اس مادہ فاسدہ کو خارج کیا جاتا ہے اور اگر وہ مادہ اتنا بڑھ گیا ہے کہ اب نشتر سے اس کا نکالنا کافی نہیں ہے اور وہ پورے عضو کو متأثر کریگا تو پھر وہاں پورے عضو کو کاٹ دیا جاتا ہے اور بڑے شوق سے لوگ کٹواتے ہیں، اس لیے کہ اگر یہ پورا عضو نہ کاٹا جائے تو پورے بدن میں اس کے پھیلنے کا خدشہ ہوتا ہے اور انسان کے ختم ہوجانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام کے مواعظ اور نصیحتیں بمنزلہ مرہم کے ہیں اور کفار کے مرض کفر کے علاج میں انبیاءؑ نے بڑی دلسوزی اور مسلسل محنت کے ساتھ اس کے زائل کرنیکی کوشش کی۔ اور جب وعظ ونصیحت سے کام نہ چلے تو پھر ان کو غلام بنانا بمنزلہ نشتر کے ہے جس سے ان کی آزادی ختم کردی جاتی ہے اور ان کے فساد کو روک کر امن عالم کے قیام کے لیے راہ ہموار کیجاتی ہے۔ اور اگر یہ نسخہ بھی کارگر نہ ہو تو پھر ان کو قتل کرکے تہہ تیغ کردیا جاتا ہے تاکہ کفر کا زور ٹوٹے اور دنیا میں امن وامان قائم ہو، جس طرح پھوڑے سے متأثر عضو پورے بدن کو نقصان پہنچنے کے خدشہ سے کاٹ دیا جاتا ہے اسی طرح کفروشرک کے مرض میں مبتلا اللہ کے ان باغیوں کو پورا عالم خراب کرنے کے خوف سے ختم کردیا جاتا ہے۔

بہرحال کہنے کا مقصد یہ ہے کہ غلامی کا یہ مسئلہ امن عالم کو قائم رکھنے کے لیے اس طرح ہے جیساکہ جسم کے اندر پیدا ہونے والے فساد کو نشتر کے ذریعہ سے دور کرنیکی کوشش کیجاتی ہے۔

---

(۱۸) سورۂ نور آیت نمبر ۳۳ میں ہے، "والذین یبتغون الکتاب مما ملکت ایمانکم فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیرا"

(۱۹) فی الاصابۃ (۴/ ۴۰۴): ماریۃ القبطیۃ ام ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ماتت فی المحرم سنۃ ست عشر،... فی خلافۃ عمر، فکان عمر یحشر الناس لشہودھا وصلی علیہا ودفنھا بالبقیع، وفی تہذیب الکمال (۱/ ۱۹۲): واول من ولد لہ صلی اللہ علیہ وسلم: القاسم، ثم زینب، ثم رقیۃ، ثم فاطمۃ ثم ام کلثوم، ثم فی الاسلام: عبداللہ، ثم ابراہیم بالمدینۃ، واولادہ کلھم من خدیجۃ الا ابراہیم فانہ من ماریۃ القبطیۃ، وکلھم ماتوا قبلہ الا فاطمۃ فانھا عاشت بعدہ ستۃ اشھر علی الصحیح۔

اسلام کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی انتہائی تاکید کی اور غلاموں کو آزاد کرنیکی ترغیب دی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من اعتق رقبة اعتق اللہ بکل عضومنہ عضوامن النار[20] ''اگر کوئی غلام آزاد کریگا تو اس کے ہر عضو کے بدلہ میں آزاد کرنے والے کا عضو جہنم سے اللہ تعالیٰ آزاد کردیگا۔'' اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جس وقت وصال ہورہا تھا اس وقت آپ نے وصیت فرمائی کہ ''الصلوة وماملکت ایمانکم[21]'' (نماز کا اور غلاموں کا بہت خیال رکھو)۔

غرض یہ کہ مسئلۂ غلامی کے سلسلہ میں اسلام کا غلاموں پر بہت بڑا احسان ہے، اسلام نے ان کے معاملہ میں جو اصلاحات کی ہیں اور ان کو جو جو رعایتیں دی ہیں اس کا تو کہیں عشر عشیر بھی موجود نہیں۔ اس پر بربریت کا الزام غلط ہے، مسئلہ غلامی تو پہلے سے چلا آرہا ہے (۲۲) اسلام نے اس کو شروع نہیں کیا۔ رہا یہ کہ ہر آدمی آزاد پیدا ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر آدمی فطرت اسلام پر پیدا ہوا ہے، لہذا اسلام کے بموجب اور اسلام کے مطابق وہ آزادی اس کا حق ہے اور جب اس نے اسلام کو قبول نہیں کیا تو اس نے فطرت اسلام کو ضائع کردیا جس کے نتیجہ میں آزادی کا وہ استحقاق بھی باقی نہیں رہا۔

---

(۲۰) الحدیث اخرجہ البخاری فی کتاب الایمان والنذور، باب قول اللہ تعالی: او تحریر رقبة وای الرقاب ازکی، رقم الحدیث: (۶۷۱۵۔) واخرجہ مسلم فی کتاب العتق، باب فضل العتق، رقم الحدیث: (۳۷۶۹۔)

(۲۱) الحدیث اخرجہ ابوداود فی کتاب الادب، باب فی حق المملوک، رقم الحدیث: (۵۱۵۶) وابن ماجہ فی ابواب الوصایا، رقم الحدیث: (۲۶۹۸)

(۲۲) حاصل کلام یہ کہ مسئلۂ غلامی اسلام کی پیداوار نہیں، اسلام سے قبل تہذیب وتمدن کی چمک دمک کی علمبردار، روم وایران کی حکومتوں اور دنیا کی دیگر اقوام ومذاہب میں یہ عام تھا چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر آزاد انسانوں کو غلام بنایا جاتا، باندیوں کی اولاد غلام سمجھی جاتی، اور اسیران جنگ کو غلام بنانا تو بہرحال متعین تھا۔

پھر کسی کے غلام ہونیکا مطلب یہ تھا کہ وہ زندہ رہے تو اس طرح جیسے چوپائے زندہ رہتے ہیں، نہ اس کا زندگی کی خوشیوں میں کوئی حصہ تھا اور نہ قدرت کی نعمتوں سے اپنی مرضی کے مطابق فائدہ اٹھانیکا اختیار، دنیا کی ہر راحت سے محروم غلام کی مثال اس وقت ایک بے جان پتھر کی سی تھی جس کو اٹھانے والا جہاں چاہے اور جس طرح چاہے پھینک دے، غلام کی حیثیت ایک باربردار جانور سے زیادہ نہ تھی جس پر مالک جتنا بوجھ چاہے لاد دے، جس طرف چاہے ہانک دے۔

اسلام نے آکر غلام بنانیکی دیگر تمام صورتیں ختم کیں، صرف ایک صورت باقی رکھی اور وہ یہ کہ جب کفار مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے میدان جنگ میں اتر آئے اور اللہ کے یہ باغی قید میں آگئے تو ان اسیروں کو غلام بنایا جاسکتا ہے لیکن اس صورت میں بھی غلام بنانا متعین نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ ان قیدیوں کو قتل کردیں یا ان کو بغیر فدیہ کے آزاد کردیں اور اگر مناسب سمجھیں تو فدیہ لیکر ان کو چھوڑ دیں اور اگر چاہیں تو غلام بنالیں۔

پھر مسئلۂ غلامی میں اسلام کا تصور وہ نہیں ہے جو عصر جاہلیت یا آج یورپ کا تصور غلامی ہے، اسلام نے جہاں انسان کے لیے دنیا میں سب سے زیادہ قابل احترام ہستیوں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا وہاں ''وماملکت ایمانکم'' کا بھی اضافہ فرمایا۔ ''وبالوالدین...

احسانا وبذی القربی والیتامی والمساکین والجارذی القربی والجارذی الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وماملکت ایمانکم" (سورۃ النساء / ۳۶۔) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "فاکرموھم کرامۃ اولادکم واطعموھم مماتاکلون" (ابن ماجہ، کتاب الأدب، رقم الحدیث (۳۶۹۱)) "اپنی اولاد کی طرح ان کا خیال رکھو اور جو خود کھاتے ہو وہی ان کو بھی کھلاؤ"

الغرض اسلام نے پورے نظام کو سختی سے نکالکر نرمی میں، درشتگی سے نکال کر محبت میں اور حاکمیت سے نکال کر بھائی چارگی کی فضا میں بدلا۔

پھر یہ نہیں کہ یہ تمام چیزیں اسلام کے عالمگیر اور صالح قانون کی صرف اوراق کی حد تک زینت ہیں بلکہ مسلمانوں نے اس نظام کی ان اعلی اخلاقی قدروں کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا، اسلام کی تاریخ میں علم ومعرفت کی بلندیوں تک پہنچنے والے کتنے غلام ہیں جن کی زندگی سینکڑوں آزادی کی زندگی گزارنے والوں کے لیے قابل رشک ہے اور جو علمی مہارت کی بناء پر ہزاروں احرار کا مرجع بنے رہے، مکہ کے عطاء بن رباح ہوں یا یمن کے طاوس بن کیسان، مصر کے یزید بن حبیب ہوں یا شام وحجاز کے مکحول ومکاک، حدیث وفقہ کے یہ تمام روشن چراغ غلام ہی تو تھے۔ غلاموں کے ساتھ اسلام کے اس عادلانہ نظام کے عملی نمونہ کا اقرار اہل مغرب نے بھی کیا۔ انگریز خاتون لیڈی بلنٹ نے بلاد عرب کی سیاحت کے بعد اس عادلانہ نظام کا اقرار کرتے ہوئے لکھا "عرب میں رہتے ہوئے عربوں کا اپنے غلاموں کے ساتھ بدسلوکی کا کوئی ایک واقعہ بھی ہم پیش نہ کرسکے اور حقیقت یہ ہے کہ غلام عربوں کے ہاں ان کا خادم نہیں ایک محبوب بیٹا سمجھا جاتا ہے۔"

پھر اسلام نے غلام کی آزادی کے لیے کئی مواقع فراہم کئے آپ قرآن میں کفارۂ یمین، کفارۂ ظہار اور کفارۂ قتل خطا میں غلام آزاد کرنیکا حکم پائیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں آپ کو اس پر مزید اضافہ بھی ملے گا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من لطم مملوکہ او ضربہ فکفارتہ ان یعتقہ (سنن ابی داود، کتاب الادب، حدیث نمبر ۵۱۶۸) خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ غلام آزاد فرمائے، حضرت عائشہؓ نے ۶۹ (انہتر) حضرت ابن عباس نے ستر، حضرت عثمانؓ نے اپنے محاصرے کے دوران بیس، حضرت حکیم بن حزامؓ نے سو، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک ہزار، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے تیس ہزار اور ذوالکلاع حمیری نے ایک ہی دن میں آٹھ ہزار غلام آزاد کئے، مذکورہ آٹھ افراد کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد انتالیس ہزار تین سو بائیس (۳۹۳۲۲) بن جاتی ہے ..... باقی ..

تا اس کن زگلستان من بہار مرا

ان تمام اوصاف کے باوجود بھی جو لوگ اسلام میں مسئلہ غلامی پر اعتراض کرتے ہیں تو ان کے بارے میں سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ان کو بغض وعداوت کیوجہ سے اسلام کی ہر چیز الٹی نظر آتی ہے۔

ان عقل کے اندھوں کو الٹی نظر آتی ہے
لیلی نظر آتا ہے مجنوں نظر آتی ہے

(مندرجہ بالا تفصیل اور مزید تحقیق وتفصیل کے لئے دیکھیے تکملہ فتح الملھم کتاب العتق: (۱/ ۲۴۲-۲۴۴)

دعوت وجہاد

اصل کتاب شروع ہونے سے پہلے دعوت وجہاد کی اہمیت، باہمی ہم آہنگی پر ہم یہاں قدرے تفصیلی گفتگو کرتے ہیں....
اسلام پوری زندگی کے مکمل نظام اور حیات انسانی کے مکمل ضابطے کا نام ہے اور جس طرح ایک انسان کی زندگی مختلف شعبوں میں تقسیم ہوتی ہے ٹھیک اسی طرح اس زندگی کے نظام کلی کا مختلف شعبوں پر مشتمل ہونا ایک بدیہی امر ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام میں شعبۂ معاشرت بھی ہے اور معیشت بھی شعبۂ سیاست بھی ہے اور حکومت بھی، شعبۂ تصوف بھی ہے اور خدمت خلق بھی، شعبۂ تفسیر بھی ہے اور حدیث بھی، شعبۂ فقہ

بھی ہے اور افتاء بھی۔ شعبۂ تاریخ بھی ہے اور تحقیق بھی، شعبۂ تبلیغ بھی ہے اور جہاد بھی! اسلام کی درخشاں تاریخ نے ہر شعبے میں ایسی ایسی عبقری شخصیات پیدا کی ہے جن میں سے ہر ایک کا وجود اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے۔ اسلام کے ان مختلف شعبوں میں دو اہم شعبے "دعوت اور جہاد" ہیں۔ دعوت کا مقصد اللہ کی مخلوق کو اسلام کی طرف اور اللہ اور اس کے رسول کے پیغام کی طرف بلانا ہے، بے خبروں کو باخبر کرنا، باخبروں کو منوانا، ماننے والوں کو عمل کی ترغیب دینا، برائیوں سے روکنا اور بھلائی پر آمادہ کرنا یہ سب دعوت و تبلیغ میں داخل ہیں اور یہی امت مسلمہ کا مقصد اور اس کی پیدائش کی غرض ہے۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر (آل عمران ۱۱۰) "تم اے مسلمانو! بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی، اچھے کاموں کو بتاتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو"

اس آیت سے چند آیات قبل یہ تصریح ہے کہ ہر دور میں امت مسلمہ پر فرض کفایہ ہے کہ اس کی ایک جماعت اس کام میں لگی رہے اور اگر دعوت کا کام پوری امت چھوڑ دے تو ساری امت گنہگار ہوگی چنانچہ ارشاد ہے۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون....(آل عمران ۱۱۱) "اور چاہیے کہ تم میں ایک جماعت ایسی ہو جو لوگوں کو نیکی کی دعوت کرتی رہے اور اچھے کاموں کی تعلیم دیتی اور بری باتوں سے روکتی رہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں"۔

اس کا عملی ثبوت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ صرف مکی زندگی بلکہ آپ کی پوری زندگی سے ملتا ہے.... کہیں آپ قریش کو کوہ صفا پر کھڑے ہوکر دعوت دیتے ہیں اور فاصدع بما تؤمر (اے محمدؐ! جو تم کو حکم دیا جاتا ہے اس کو علی الاعلان سنادو) کی تعمیل فرماتے ہیں، کبھی طائف کے سرداروں کے پاس جاتے ہیں اور انہیں اسلام کی طرف بلاتے ہیں اور کہیں عرب کے آئے ہوئے مختلف سرداروں کے پاس منیٰ میں بے تاب ہوکر جاتے ہیں اور دین حق کی دعوت دیتے ہیں، کبھی قیصر و کسریٰ کی جانب دعوتی خطوط ارسال کرتے ہیں اور کبھی قراء اور مبلغین کی جماعتیں روانہ کرتے ہیں تاکہ وہ نومسلموں کو قرآن اور اسلام کے احکام سکھائیں اور غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دیں اور آخر میں اپنے تاریخی خطبہ میں حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرماتے ہیں۔ ھل بلغت (کیا میں نے اللہ کا پیغام پہنچادیا؟) لوگ بیک زبان.... نعم (جی ہاں) کہتے ہیں اور چونکہ آپ خاتم الانبیاء ہیں آپ کے بعد قیامت تک کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا اس لیے دعوت کی یہ ذمہ داری آپ کے بعد آپ کی امت پر پڑتی ہے چنانچہ آپ کا ارشاد ہے بلغوا عنی ولو آیۃ (میری ایک ایک بات آگے پہنچاؤ) آپ کے بعد آپ کے جانثار صحابہ اور یاران صفا رضوان اللہ علیہم اجمعین دنیا کے چپے چپے پہ پیغام پہنچانے کے لیے نکلتے ہیں، ایران ہو یا ہندوستان، چین ہو یا یونان، عرب ہو یا شام، الغرض اپنی راحت و تکلیف، لوگوں کی سختی یا نرمی اور موسم کی سردی یا گرمی کی پروا کئے بغیر اللہ کی مخلوق کو خالق کا پیغام پہنچاتے ہیں۔

ہاں گردش ایام کی زنجیر سے کہدو
خوشبو کا سفر وقت کا پابند نہیں ہے

صحابہؓ کے اس مبارک کارواں ہی کی محبت اور تڑپ.... فکر و کاوش اور امت کے ساتھ ان کے درد و سوز جگر کا نتیجہ ہے کہ آج پیغام محمدیؐ

دشت میں دامن کہسار میں میدان میں ہے
بحر میں موج کی آغوش میں طوفان میں ہے
چین کے شہر مراقش کے بیابان میں ہے
اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شان رفعنالک ذکرک دیکھے

پھر رفتہ رفتہ دعوت کے یہ حلقے وسیع ہوکر مختلف طبقات میں تقسیم ہوگئے، واعظین اور مقررین نے وعظ اور تقریر کی صورت میں، مفسرین اور محدثین کے ہاں درس قرآن اور درس حدیث کی شکل میں، مصنفین اور مؤلفین نے تصنیف و تالیف کی صورت میں دعوت جاری رکھی۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ تقریر ہو یا وعظ، درس قرآن ہو یا درس حدیث، تصنیف وتالیف ہو یا تصوف کی اصلاح نفس کی تعلیم، شرعی حیثیت سے یہ تمام دعوت وتبلیغ کے زمرے میں آتے ہیں۔ لیکن دعوت کا وہ خاص طریقہ جس سے اس نقشے کا عکس نظر آئے جو انبیاء اور خصوصاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کی زندگی میں تھا متروک تھا جس میں صرف طلب کرنے والوں کو نہیں بلکہ بے طلبوں کے پاس جاجاکر دعوت دی جاتی ہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ انبیاء کے اصول دعوت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"تبلیغ ودعوت کے ان اصولوں میں سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں نمایاں معلوم ہوتے ہیں ایک "عرض" ہے، یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا انتظار نہیں فرماتے تھے کہ لوگ آپ کی خدمت میں خود حاضر ہوں، بلکہ آپ اور آپ کے داعی لوگوں تک خود پہنچتے تھے اور حق کی دعوت دیتے تھے، یہاں تک کہ کبھی کبھی لوگوں کے گھروں تک خود پہنچ جاتے تھے اور کلمہ حق کی دعوت پیش فرماتے تھے۔ مکہ معظمہ سے سفر کرکے طائف تشریف لے گئے اور وہاں عبدیالیل رئیسوں کے گھروں پر جاکر تبلیغ کا فرض ادا فرمایا، حج کے موسم میں ایک ایک قبیلہ کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کو حق کا پیغام پہنچاتے، اور ان کے ترش وتند جوابوں کی پروا نہ فرماتے تھے آخر اسی تلاش میں یثرب کے وہ سعادت مند ملے جن کے ہاتھوں سے ایمان واسلام کی دولت مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو منتقل ہوئی"۔

(مقدمۂ مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت از سید سلیمان ندوی صفحہ ۳۵)

دعوت کا یہ خاص طریقہ جس میں طالبین کی تخصیص نہیں بلکہ پوری امت کی فکر ہوئی ہے عرصہ سے یا تو تھا ہی نہیں، یا تھا تو اس اہمیت اور عمومیت کے ساتھ نہیں تھا جس کی ضرورت تھی اور جس کے لیے امت عرصے سے انتظار میں تھی۔ کروڑوں رحمتیں نازل ہوں مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ پر جن کو اللہ جل شانہ نے اس کام کو اجتماعی طور پر زندہ کرنے کے لیے منتخب فرمایا، ٹھنڈی ہوں مرقدیں ان کی جنہوں نے ان کا ساتھ دیا۔

اسلام کا دوسرا اہم شعبہ "جہاد فی سبیل اللہ" ہے۔ جہاد اپنے شرعی معنی کے لحاظ سے اگرچہ عام ہے اور ہر اس محنت کو جہاد کہا جاسکتا ہے جو دین اسلام کے سلسلے میں کی جائے لیکن اصطلاحی اعتبار سے جہاد کا اطلاق عموماً "قتال فی سبیل اللہ" پر ہوتا ہے، شریعت کی اصطلاح میں جہاد کی تعریف ہے۔

بذل المجهود في قتال الكفار مباشرة او معاونة بالمال او بالرأي او بتكثير السواد او غير ذلك ثم غلب في الاسلام على قتال الكفار قال ابن الهمام: هو دعوتهم الى الدين الحق وقتالهم ان لم يقبلوا۔ (مرقاة شرح مشكاة: ۷/۲۶۳۔)

"کفار کے ساتھ لڑنے یا لڑنے والوں کی مدد کو جہاد کہا جاتا ہے خواہ وہ مدد مال یا رائے اور مشورہ کی صورت میں ہو یا مجاہدین کی تعداد میں اضافہ کرنیکی شکل میں ہو یا اس کے علاوہ کسی بھی طریقے سے مجاہدین کے ساتھ تعاون جہاد میں داخل ہے لیکن اسلامی اصطلاح میں کفار کے ساتھ قتال کو عموماً جہاد کہا جاتا ہے۔ علامہ ابن ہمام نے جہاد کی تعریف کی ہے کہ جہاد لوگوں کو دین حق کی دعوت دینے اور دعوت قبول نہ کرنے کی صورت میں ان سے قتال کرنے کو کہا جاتا ہے"۔

شرعی اعتبار سے جہاد کے مفہوم کے عام ہونے کا نتیجہ ہے کہ جہاد کی کئی قسمیں ہیں، جہاد بالقلم، جہاد باللسان، جہاد بالسیف، اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ سے واپسی کے موقع پر نفس کے خلاف مجاہدہ کو جہاد اکبر فرمایا۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جہاد کا سب سے اہم اور بڑا شعبہ قتال ہے اور "جہاد فی سبیل اللہ" بول کر یہی معنی مراد لیے جاتے ہیں اور اسی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔ وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين كله لله۔ (سورة انفال/۳۹۔) "اور تم ان کفار سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ (شرک) نہ رہے اور دین خالص اللہ ہی کا ہوجاوے"۔

اسی طرح سورۂ بقرہ میں فرمایا کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم وعسی ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم وعسی ان تحبوا شیئا وھو شر لکم واللہ یعلم وانتم لاتعلمون....(البقرۃ/۲۱۶) "جہاد کرنا تم پر فرض کیا گیا اور وہ تم کو (طبعاً) گراں (معلوم ہوتا) ہے اور یہ بات ممکن ہے کہ تم کسی امر کو گراں سمجھو اور وہ تمہارے حق میں خیر ہو اور یہ (بھی) ممکن ہے کہ تم کسی امر کو مرغوب سمجھو اور وہ تمہارے حق میں (باعث) خرابی ہو اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم (پورا پورا) نہیں جانتے"۔

اس آیت کریمہ سے جہاد کی فرضیت ثابت ہوتی ہے مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"جہاد فرض ہے جبکہ اس کے شرائط پائے جاویں جو کتب فقہ میں مذکور ہیں اور فرض دو طرح کا ہوتا ہے۔ فرض عین اور فرض کفایہ سو اعداء دین جب مسلمانوں پر چڑھ آویں تب تو جہاد فرض عین ہے ورنہ فرض کفایہ (حاشیہ بر قرآن از مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ)

یعنی جہاد کی فرضیت کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں ایک جہاد اقدامی اور دوسری قسم جہاد دفاعی، جہاد دفاعی (جب کفار مسلمانوں پر حملہ کردیں) فرض عین ہے اور جہاد اقدامی کہ مسلمان کفار پر حملہ کریں فرض کفایہ ہے۔ امت مسلمہ کی طرف سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو پوری امت کی طرف سے یہ فریضہ ادا کرتی رہے ورنہ پوری امت گنہگار ہوگی! جہاد کی مشروعیت کے بعد خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا اکثر حصہ اسی میں گزرا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہجرت کے دس سال میں آپ ؐ نے بذات خود ۲۷ یا ۲۶ غزوات میں شرکت فرمائی اور صحابہؓ کی وہ جماعتیں جن کو آپ ؐ نے جہاد کے لیے روانہ فرمایا ان کی تعداد ۳۵ ہے جس کو اصطلاح میں سریہ کہا جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہؓ جہاد کے لیے نکلے۔ گرم علاقوں کے رہنے والے ان مجاہدین نے ٹھنڈی ٹھٹھری ہوئی راتوں اور طوفان سے جکڑے ہوئے دنوں میں اللہ کے کلمے کی سربلندی اور دین حق کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کرنے کے لیے اپنے خون سے جس طرح شجر اسلام کی آبیاری کی اقوام عالم کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی، قرون اولیٰ کے یہی وہ مومنین ہیں جن کے سامنے دنیا کی وسعتیں سمٹ گئیں، قیصر وکسریٰ کی طاقتیں پارہ پارہ ہوگئیں، اندھیرہو یا روشنی، ہوا ہو یا پانی، دشمنوں کی کثرت ہو یا طاقت، صحرا ہو یا دریا، جنگل ہو یا پہاڑ، خشکی ہو یا تری، کوئی چیز ان سرکف مجاہدین کی راہ کی رکاوٹ نہ بن سکی۔ شوق شہادت سے معمور، جذبۂ جہاد سے سرشار ان مجاہدین کی ایک ہی صدا، ایک ہی عزم، ایک ہی مقصد تھا اعلاء کلمۃ اللہ.... اس امید کے سہارے وہ جان جان آفریں کرتے کہ۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

درخت اسلام کی وہ شاداب شاخیں جن کے آرام دہ اور پرسکون سایہ کے نیچے آج مسلمانان عالم آرام کررہے ہیں کسے اندازہ ہے کہ ان شاخوں کی جڑ کی آبیاری اور پختگی کے لیے قافلۂ حجاز نے کتنا خون دیا ہے؟ اقبال کے اشعار نے اس کی بڑی اچھی تصویر کھینچی ہے۔

تھے ہمی ایک ترے معرکہ آراؤں میں
خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں
دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہانداروں کی
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی
ہم جو جیتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کیلئے
اور مرتے تھے ترے نام کی عظمت کیلئے
تھی نہ کچھ تیغ زنی اپنی حکومت کیلئے
سرکف پھرتے تھے کیا دہر میں دولت کیلئے ؟

کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے
منہ کے بل گر کے ھواللہ احد کہتے تھے

غیر مسلموں میں ان مجاہدین کا طریقۂ دعوت یہ تھا کہ عموماً مسلمانوں کی فوج ان کے شہروں پر دستک دیتی اور سب سے پہلے کفار کو اسلام کی دعوت دی جاتی کہ اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو مسلمانوں کے بھائی بن جائینگے اور جو حقوق مسلمانوں کو حاصل ہیں ان میں وہ بھی شریک رہیں گے، بصورت دیگر ان کو جزیہ پر آمادہ کیا جاتا اور اگر جزیہ سے بھی انکار کردیتے تو تیسری صورت تلوار اور قتال کی ہوتی۔ اس طرح چند سالوں میں قیصروکسریٰ کے ایوانوں میں اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور اس وقت کی دنیا کی سپر طاقتیں اسلامی حکومت کی زیرنگین آگئیں.....! جہاد کی تاریخ کی وہ کڑیاں جن کی ابتدا بدر واحد سے ہوئی تھی چودہ سو سال کی مدت پر پھیلی ہوئی ہیں درمیان میں کہیں اگر کوئی انقطاع ہے بھی تو وہ زیادہ طول نہیں پکڑ سکا۔ لیکن جنگ بلقان وطرابلس کے بعد جہاد کا جذبہ عالم اسلام میں قدرے سرد پڑگیا تھا۔

مرحبا صد مرحبا افغان کے ان مجاہدین کے لیے جنہوں نے بے سروسامانی کی حالت میں اللہ پر بھروسہ کرکے علم جہاد بلند کیا اور مسلمانوں کو ذلت سے نکلنے کی راہ بتلائی، انہی مجاہدین کی قربانی کا نتیجہ ہے کہ روس کی طاقت پارہ پارہ ہوکر خودمختار ریاستوں میں تقسیم ہوگئی، اسی جہاد کا نتیجہ ہے کہ کشمیری مسلمان جاگ اٹھے، برما اور فلسطین کے مسلمان بیدار ہورہے ہیں اور پورا عالم اسلام متحرک ہوگیا ہے۔

عروق مردۂ مسلم میں خون زندگی دوڑا
سمجھ سکتے نہیں اس راز کو سینا وفارابی

دعوت وجہاد کی باہمی ہم آہنگی

جہاد اور دعوت دونوں باہم مربوط شعبے ہیں، ہر ایک دوسرے کے علاوہ ناقص اور ناتمام ہے، جہاد اگر مفسد مادہ کے اخراج، سکون قلب، انسداد فتنہ وفساد کی ربانی نوید ہے تو دعوت نیکی کی راہ پر گامزن کرنے، بدی سے روکنے اور صحت معاشرہ کا آسمانی نسخۂ ہدایت ہے، جہاد اگر مسلمانوں کو قعر مذلت سے نکالنے، کفار پر اسلام کی دھاک بٹھانے اور دین فطرت کے باغیوں اور سرکشوں کے لیے تازیانۂ خداوندی ہے تو دعوت مسلمانوں کو ان کی زندگی کا مقصد بتانے، اس مقصد کا مقام متعین کرنے، تعیش کی وادیوں میں بھٹکنے سے روکنے اور بھٹکے ہوئے کو راہ دکھانے کا پیغام الٰہی ہے، جہاد اگر واسطہ ہے اس کا کہ کفار کا غلبہ ختم اور ان کی حکومت مسلمانوں کی زیرنگیں ہوکر دین حق غالب رہے تو دعوت ذریعہ ہے اس کا کہ نور ایمان سے ظلمت کفر دور ہوکر دلوں پر اسلام کی فتح اور حکومت رہے۔ اور جس طرح جہاد کا مقصد اگر "اعلاء کلمۃ اللہ" نہ ہو تو قتل وفساد کے سوا کچھ نہیں ٹھیک اسی طرح دعوت اگر اشاعت اسلام کی نیت اور روح سے عاری ہو تو سراب کی نمود کے سوا کچھ نہیں۔ جہاد اور دعوت ایک تیر کے دو شکار ہیں یا یوں کہیے ایک ہی شکار کے دو تیر ہیں اگر صرف دعوت ہے جہاد نہیں تو کفر کی بربریت اور ظلم کے ہاتھ اسلام کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرینگے اور تبلیغ اسلام کی راہیں مسدود ہوجاتی رہیں گی اور اگر جہاد ہے دعوت نہیں تو بھی اسلام کو بڑے خطرات کا سامنا کرنا ہوگا۔ تاریخ اسلام میں ایسی شہادتیں موجود ہیں کہ دعوت کا اہم فریضہ ترک کرنے سے مسلمانوں کو بڑے خطرے کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ فتنۂ تاتار کا اصل سبب ہی ترک دعوت الی اللہ تھا..... مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہم فتنۂ تاتار کے اسباب ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

> "خوارزم شاہی سلاطین نے اس موقع پر بھی وہی غلطی ہوئی جو اسپین کے عرب فرمانرواؤں نے کی تھی اور جس کو قانون مکافات نے معاف نہیں کیا یعنی یہ کہ انہوں نے اپنی مادی طاقت سلطنت کی توسیع واستحکام اور حریفوں کی سرکوبی میں صرف کی اور اس انسانی آبادی میں جو ان کے سرحد سے متصل تھی اور بجائے خود ایک دنیا تھی، تبلیغ اسلام اور ان تک خدا کا آخری پیغام پہونچانے کی فکر نہیں کی۔ جذبۂ دینی سے قطع نظر کرکے ... سیاسی فراست اور دوربینی کا

بھی تقاضہ تھا کہ وہ اس وسیع انسانی آبادی کو اپنا ہم آہنگ اور ہم عقیدہ بنانے کی کوشش کرتے اور اس طرح ہمیشہ کے لیے اس خطرہ سے محفوظ ہوجاتے جو نہ صرف ان کو بلکہ پورے مسلمانوں کو پیش آیا"۔

(تاریخ دعوت وعزیمت جلد اول صفحہ ۳۱۲)

اور حقیقت یہ ہے کہ مسلمان اگر دعوت کے اہم فریضہ کو چھوڑ لیتے اور اخلاص وداعیانہ طریقے سے اپنی پڑوس کی اس انسانی آبادی کو اسلام کی دعوت دیتے تو تاتار کا یہ حادثہ جس کی بربریت کی مثال تاریخ اسلام کیا تاریخ عالم میں بھی نہیں ملتی، پیش نہ آتا اگرچہ ظاہراً اس کا سبب خوارزم شاہ کا قراقرم سے آنے والے تاجروں کو اور پھر چنگیز خان کے سفیر کو قتل کرنا تھا لیکن دراصل ترک دعوت ہی اس کا سبب ہے یہی وجہ تھی کہ بعد میں جب تاتاریوں کے پاس اسلام کی دعوت پہنچی تو ایک سال کے اندر اندر پوری تاتاری قوم مسلمان ہوگئی۔

حرم رسوا ہوا پیر حرم کی کم نگاہی سے
جوانان تتاری کس قدر صاحب نظر نکلے

مولانا ابوالحسن علی صاحب رقم طراز ہیں:

"قریب تھا کہ سارا عالم اسلام اس سیلاب بلا میں بہہ جائے اور جیسا کہ اس وقت کے اہل نظر اور دردمند مسلمان مصنفین نے خطرہ ظاہر کیا ہے، اسلام کا نام ونشان بھی مٹ جائے کہ تاتاریوں میں اشاعت اسلام شروع ہوگئی اور جو کام مسلمانوں کی شمشیریں اور مسلمان بادشاہ نہ کرسکے وہ اسلام کے داعیوں اور خدا کے مخلص بندوں نے انجام دیا"۔

(تاریخ دعوت وعزیمت ج ۱ صفحہ ۳۲۲)

اور پھر وہ قوم جس نے عالم اسلام کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی، اسلام کی پاسبان بن گئی اور ان میں پھر بڑے بڑے مجاہد اور عالم بالفقیہ پیدا ہوئے۔

ہے عیاں فتنۂ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

آج عالم اسلام کو دعوت اور جہاد دونوں کی ضرورت ہے

آج جبکہ عالم اسلام تاریخ کے بہت نازک مرحلے سے گزر رہا ہے، غیر مسلم قومیں اپنے تمام اسباب وسروسامان کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف متحد ہیں۔ ہر صبح اور ہر شام اسلام کی چول ہلانے کے لیے کسی نئی ضرب کفر ہمیت نمودار ہوتی ہے۔ کشمیر کے مسلمانوں پر وہ تاریخ دہرائی جارہی ہے جو ہندو دھرم نے ۱۹۴۷ء میں مہاجرین پاکستان کے ہجرت کے وقت مرتب کی تھی۔ ہندوستان میں برہمنی سماج کے مذہبی بادھو مساجد کو مندر بنانے پر تلے ہوئے ہیں، برما اور فلسطین کے مسلمان بے کسی کے ہاتھوں جلاوطنی کی زندگی گذارنے پر مجبور ہیں۔ اندلس کی وہ سرزمین جو آٹھ سو سال تک پرچم اسلام کی رفعت دیکھتی رہی آج مسلمانوں کے اس دیس میں اسلام کا نام ونشان نہیں ہے۔ اسی اندلس کی وہ مسجد قرطبہ جو چار سو سال تک اذان رسول اللہ کی صداؤں سے معمور رہی آج وہ سیاحان عالم کے لیے تفریح گاہ بنی ہوئی ہے۔ بیت المقدس پر یہودیوں کا تسلط ہے اور اللہ کا یہ مقدس گھر مسلمانوں کے دسترس سے باہر ہے

دیدۂ انجم میں ہے تیری زمیں، آسمان
آہ! کہ صدیوں سے ہے تیری فضا بے اذان

ایسے حالات میں اس کی فرصت ہی کہاں ہے کہ دعوت وجہاد کی فرضیت یا عدم فرضیت، ضرورت وعدم ضرورت پر مناظرانہ مجالس سجائی جائیں یا کسی ایک سے تعلق کے بعد دوسرے شعبے کے عدم اہمیت پر دلائل کا بازار گرم رکھا جائے

چمن بچاؤ غم آشیاں کا وقت نہیں ہے

گردوپیش کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ ہر مسلم صدائے دعوت وجہاد بن جائے اور دونوں شعبوں میں سے ہر ایک کے ساتھ ورنہ کم از کم ایک کے ساتھ منسلک ہو کر بلکہ حدود کے اندر اندر منہمک ہو کر کام کرے کہ عالم اسلام کو آج اس کی جتنی ضرورت ہے شاید کبھی نہ تھی!

عالم همه ویرانه زچنگیزی افرنگ
معمار حرم باز به تعمیر جہاں خیز
از خواب گراں، خواب گراں، خواب گراں خیز



بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

٦٧ - كتاب المغازي

١ - باب : غَزْوَةِ الْعُشَيْرَةِ ، أَوِ الْعُسَيْرَةِ .

قَالَ ابْنُ إِسْحٰقَ : أَوَّلُ مَا غَزَا النَّبِيُّ ﷺ الْأَبْوَاءَ ، ثُمَّ بُوَاطَ ، ثُمَّ الْعُشَيْرَةَ .

٣٧٣٣ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا وَهْبٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ : كُنْتُ إِلَى جَنْبِ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ ، فَقِيلَ لَهُ : كَمْ غَزَا النَّبِيُّ ﷺ مِنْ غَزْوَةٍ ؟ قَالَ : تِسْعَ عَشْرَةَ ، قِيلَ : كَمْ غَزَوْتَ أَنْتَ مَعَهُ ؟ قَالَ : سَبْعَ عَشْرَةَ ، قُلْتُ : فَأَيُّهُمْ كَانَتْ أَوَّلَ ؟ قَالَ : الْعُشَيْرُ أَوِ الْعُسَيْرَةُ ، فَذَكَرْتُ لِقَتَادَةَ فَقَالَ : الْعُشَيْرَةُ . [٤١٠٢ ، ٤٢٠١]

غزوہ اور سریہ میں فرق

جس قتال وجہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس شرکت کی ہو اس کو علماء سیر کی اصطلاح میں "غزوہ" کہا جاتا ہے ۔ اور جس قتال وجہاد میں نبی کریم صلی اللہ نے بنفس نفیس شرکت نہیں کی بلکہ کسی کو امیر مقرر فرما کر صحابہؓ کی جماعت کو قتال وجہاد کے لیے بھیجا ہو اس کو "سریہ" اور "بعث" کہا جاتا ہے ۔

سلسلۂ جہاد کی ابتدا غزوات سے ہوئی یا سرایا سے ؟

گفتگو اس میں ہوئی ہے کہ آیت مشروعیت جہاد کے نزول کے بعد جہاد کی ابتدا سرایا سے ہوئی ہے یا غزوات سے ، اکثر اہل سیر کی رائے یہ ہے کہ ابتداء سرایا سے ہوئی ہے ، محمد بن سعد اور واقدی کی یہی رائے ہے (۱) اور ابن قیم نے زاد المعاد میں یہی لکھا ہے (۲) اور یہی حافظ ابن حجر اور دوسرے محققین کی رائے ہے (۳) پہلا سریۂ حمزہ بن عبد المطلب کا ہے ، دوسرا سریۂ عبیدہ بن الحارث کا ہے ، تیسرا سریۂ سعد بن ابی

(۱) دیکھیے طبقات ابن سعد ج: ۲ ۔ ص: ٦ ۔ نیز الکامل لابن اثیر ج: ۲ ۔ ص: ۷۸

(۲) زاد المعاد ج: ۱ ۔ ص: ۱۲۹

(۳) فتح الباری ج: ٦ ۔ ص: ۲۸۰

وقاص کا ہے (۴) اور پھر ان تین کے بعد غزوۂ ابواء جس کو غزوۂ ودّان بھی کہتے ہیں پیش آیا ہے۔

۱۔ سریۂ حمزہ بن عبدالمطلبؓ

سریۂ حمزہ بن عبدالمطلبؓ کے بارے میں یہ حضرات کہتے ہیں کہ رمضان سن ایک ہجری میں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس مہاجرین کی جماعت کا امیر مقرر فرما کر "سیف البحر" کی طرف روانہ ہونیکا حکم دیا اور فرمایا کہ قریش کے تین سو سواروں پر مشتمل اس قافلہ کا تعاقب کیا جائے جو ابوجہل کی قیادت میں شام سے آرہا ہے۔ یہ حضرات گئے، قافلۂ قریش کا تعاقب کیا اور آمنا سامنا بھی دونوں کا ہوا لیکن قتال کی نوبت نہیں آئی (۵)

۲۔ سریۂ عبیدہ بن حارثؓ

اس کے بعد شوال سن ایک ہجری میں حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ساٹھ یا اسی مہاجرین کی جماعت کو "رابغ" کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا اور قافلۂ قریش کے تعاقب کا حکم دیا، یہ حضرات پہنچ گئے۔ یہاں بھی آمنا سامنا ہوا، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک تیر کافروں کی طرف پھینکا، یہ مسلمانوں کی طرف سے تاریخ اسلام کا سب سے پہلا تیر ہے جو جہاد میں کفار پر چلایا گیا مگر یہاں بھی قتال کی نوبت نہیں آئی (۶)

کفار کے شکنجہ سے مقداد اور عتبہ بن غزوان کی آزادی

ایک واقعہ یہ ہوا کہ مقداد بن عمرو اور عتبہ بن غزوان دو صحابی تھے، ایمان لاچکے تھے لیکن کفار کے شکنجے میں گرفتار تھے ہجرت کا موقع نہیں ملتا تھا، یہ دونوں قافلۂ قریش کے ساتھ ہوگئے اس خیال سے کہ اگر

---

(۴) البتہ ابن اسحاق وغیرہ سریۂ عبیدہ بن الحارث کو پہلا سریہ کہتے ہیں، قال ابن اسحاق فکانت رایة عبیدة بن الحارث ـ فیما بلغنی ـ اول رایة عقدها رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی الاسلام لاحد من المسلمین (السیرة النبویة لابن هشام: (۱/۵۹۵)) جبکہ دیگر علماء سیر نے سریۂ حمزہ بن عبدالمطلب کو پہلا سریہ کہا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں، وعند الاموی: یقال ان حمزة بن عبدالمطلب اول من عقد له رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی الاسلام رایة، وکذا جزم به موسی بن عقبة وابو معشر والواقدی (فتح الباری: ۷/۲۸۰)

(۵) طبقات ابن سعد: ج: ۲ ـ ص: ۶

(۶) تاریخ الطبری ج: ۲ ـ ص: ۱۱

کہیں موقع ملا تو نکل بھاگیں گے اور مدینہ پہنچ جائیں گے، جب یہ ساٹھ یا اسی مہاجرین کا سریہ قریش کے قافلے کا تعاقب کرتا ہوا پہنچا تو ان کو بہترین موقع ہاتھ آگیا اور وہ کافروں سے نکل کر مسلمانوں میں شامل ہوئے اور مدینہ طیبہ آگئے، قریش کے قافلے کے سردار عکرمہ بن ابی جہل یا مکرز بن حفص تھے (۷)

۳۔ سریۂ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

اس کے بعد ذی قعدہ ایک ہجری میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا سریہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس آدمیوں کی مہاجرین کی جماعت کے ساتھ روانہ کیا، وادی خرار (۸) جو جحفہ کے قریب ہے وہاں ان کو جانیکا حکم دیا اور قریش کے قافلہ کے تعاقب کے لیے کہا، یہاں بھی قتال کی نوبت نہیں آئی اور یہ حضرات واپس آگئے (۹)

۱۔ غزوۂ ابواء

پھر صفر دو ہجری میں غزوۂ ابواء کا واقعہ پیش آیا، اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس تشریف لے گئے اور مہاجرین کی ایک بڑی جماعت آپ کے ساتھ ہوئی، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو آپ نے مدینہ کا حاکم مقرر کیا، آپ کا مقصد بنو ضمرہ پر حملہ کرنا اور قریش کے قافلے کا تعاقب کرنا تھا (۱۰) قریش کا قافلہ تو نکل گیا تھا البتہ بنو ضمرہ سے آپ نے مصالحت کی اس شرط پر کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کوئی اقدام نہیں کرینگے، اور بوقت ضرورت مسلمانوں کی مدد کریں گے اور مسلمان ان کی مدد کریں گے (۱۱) یہاں بھی قتال نہیں ہوا۔

---

(۷) ایضاً۔ نیز سیرۃ ابن ہشام ص: ۵۹۲

(۸) خرار.....موضع بالحجاز، یقال هو قرب الجحفة، وقیل: وادمن اودیة المدینة وقیل: ماء بالمدینة، وقیل: موضع بالخیبر (معجم البلدان: ۲/۳۵۰)

(۹) طبقات بن سعد: (۲/۸) وسیرۃ ابن ہشام: (۱/۲۰۰)

(۱۰) طبقات بن سعد، (۲/۷) وسیرۃ ابن ہشام: (۱/۵۹۱) وفتح الباری: (۷/۲۷۹)۔

(۱۱) وفی هذه الغزوة وادع مخشی بن عمرو الضمری، وکان سیدهم فی زمانه، علی ان لا یغزو بنی ضمرة ولا یغزوه، ولا یکثروا علیه جمعا، ولا یعینوا عدوا، وکتب بینه وبینهم کتابا (طبقات ابن سعد: ۲/۸)

ودّان اور ابواء چونکہ قریب قریب ہیں اس لیے اس کو غزوہ ابواء بھی کہتے ہیں اور غزوہ ودّان بھی (۱۲)

۲- غزوۂ بواط

اس کے بعد پھر ربیع الاول میں غزوہ بواط کا واقعہ پیش آیا، بواط بفتح الباء اور بضم الباء دونوں طرح پڑھا گیا ہے، یہ ایک پہاڑ کا نام ہے جو "ینبع" کے قریب ہے (۱۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے روانہ ہوئے اور آپ کے ساتھ یہاں بھی ایک بڑی جمعیت تھی، صحابہ کرام کو اس غزوہ میں بھی قتال کی نوبت نہیں آئی، قریش کا قافلہ جس کے تعاقب کے لیے آپ روانہ ہوئے تھے وہ زد سے نکل گیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے۔ اس غزوہ میں آپ نے سائب بن عثمان بن مظعون کو مدینہ کا حاکم بنایا تھا (۱۵)

۳- غزوۂ عشیرہ

اس کے بعد جمادی الاولی دو ہجری میں غزوۂ عشیرہ کا واقعہ پیش آیا، یہ عشیرہ مقام بھی "ینبع" کے قریب ہے (۱۶)، یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین کی دو یا ڈیڑھ سو افراد پر مشتمل جماعت ساتھ لیکر گئے، یہاں بھی قتال کی نوبت پیش نہیں آئی، قافلہ قریش نکل گیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر میں قبیلہ بنو مدلج سے صلح کی (۱۷) اس غزوہ میں ابو سلمہ بن عبدالاسد مخزومی کو مدینے کا حاکم مقرر کیا گیا تھا (۱۸)

یہ تین غزوات ہیں، محمد بن اسحاق کی رائے یہ ہے کہ سب سے پہلے غزوۂ ابواء کا واقعہ پیش آیا ہے اور یہ تینوں سرایا جن کو اکثر حضرات ایک ہجری کا واقعہ قرار دیتے ہیں، یہ غزوۂ ابواء کے بعد ہوئے ہیں اور یہ

---

(۱۲) الابوا، قرية من عمل الفرع بينها وبين الجحفة من جهة المدينة ثلاثة وعشرون ميلا والابواء (بفتح الهمزة وسكون الموحدة) وودّان مكانان متقاربان بينهما ستة اميال او ثمانية (انظر فتح الباري: ۷/ ۲۷۹ ـ وطبقات ابن سعد: ۲/ ۸) قال موسى ابن عقبة: اول غزوة غزاها النبى صلى الله عليه وسلم ـ يعنى بنفسه ـ الابواء (فتح الباري: ۷/ ۲۷۹)

(۱۳) ينبع مدينة بين مكة والمدينة.... وهى قريبة من طريق الحاج الشامى "اخذ اسمه من الفعل المضارع لكثرة ينابيعها" (معجم البلدان: ۵/ ۴۵۰) وفى طبقات ابن سعد: وبين ينبع والمدينة تسعة برد (طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۰)

(۱۴) ابن سعد نے دو سو تعداد لکھی ہے (طبقات ابن سعد: ۲/ ۸)

(۱۵) دیکھیے سیرت ابن ہشام (۵۹۸) ابن سعد کے بیان کے مطابق سعد بن معاذؓ کو حاکم مدینہ مقرر کیا گیا تھا دیکھیے طبقات ابن سعد (۲/ ۸)

(۱۶) قال الحافظ فى الفتح: (۷/ ۲۸۰) واما العشيرة فلم يختلف على اهل المغازى انها بالمعجمة والتصغير وآخرها هاء قال ابن اسحاق: هى ببطن ينبع

(۱۷) طبقات ابن سعد: (۲/ ۹ ، ۱۰) (۱۸) طبقات ابن سعد: (۲/ ۹)

دو ہجری کے واقعات ہیں (۱۹)

بہرحال امام بخاری رحمہ اللہ نے سرایا کا ذکر نہیں کیا، انہوں نے ذکر کیا ہے "ابواء ثم بواط ثم العشیرۃ" یہ ترتیب بخاری کی ہے اور جمہور کی یہی رائے ہے اگرچہ بعض لوگوں کی رائے یہ بھی ہے کہ غزوات میں "عشیرہ" سب سے پہلے ہے (۲۰)

۴ ۔ غزوۂ بدر اولی

غزوۂ عشیرہ سے آپؐ جمادی الاولی دو ہجری میں واپس آئے، ابھی تقریباً دس دن آپ کو ہوئے تھے کہ کرز بن جابر فہری نے مدینہ طیبہ کی چراگاہ پر شب خون مارا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اطلاع ملی تو آپؐ مہاجرین کی جماعت ساتھ لیکر اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور مقام "سفوان" تک گئے جو بدر کے قریب ہے لیکن وہ گرفت اور زد سے نکل گیا تھا آپ واپس آگئے، اس کو غزوۂ بدر اولی اور غزوۂ سفوان کہتے ہیں، اس غزوہ میں بھی قتال نہیں ہوا (۲۱)، اس غزوہ میں آپؐ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا تھا (۲۲)

کرز بن جابر فہری کو بعد میں اللہ نے اسلام کی توفیق عطا فرمائی، عرنیین کا واقعہ (۲۳) جب پیش آیا تو انہی کی قیادت میں صحابہؓ کی ایک جماعت کو آپؐ نے عرنیین کے تعاقب میں روانہ کیا تھا۔

۵ ۔ سریۂ عبداللہ بن جحشؓ

اس کے بعد پھر رجب دو ہجری میں سریہ عبداللہ بن جحشؓ کا واقعہ پیش آیا، یہ سریہ بارہ افراد کی

---

(۱۹) قال ابن اسحاق فی امر کل ھذہ السرایا... ان ذلک تلہ کان فی السنۃ الثانیۃ من وقت التاریخ (تاریخ الطبری: ۲/۱۲۰)

(۲۰) چنانچہ بخاری شریف کتاب المغازی کی پہلی حدیث میں زید بن ارقم نے غزوۂ عشیرہ کو پہلا غزوہ کہا ہے اس کی تفصیل اس حدیث کی تشریح میں آگے آرہی ہے۔

(۲۱) دیکھیے سیرۃ ابن ہشام ص: ۶۰۸ ۔ البتہ ابن سعد کے نزدیک غزوۂ بدر اولی غزوۂ عشیرہ سے مقدم ہے ان کے نزدیک غزوۂ بدر اولی ربیع الاول دو ہجری میں اور غزوۂ عشیرہ جمادی الاخری دو ہجری میں پیش آیا ہے۔ (دیکھیے طبقات ابن سعد ج: ۲ ۔ ص: ۹) واللہ اعلم

(۲۲) طبقات ابن سعد: (۲/۹) وسیرت ابن ہشام (۶۰۱)

(۲۳) وفی الاصابۃ: (۳/۲۹۰) کرز بن جابر... القرشی الفھری کان من رؤساء المشرکین قبل ان یسلم.... ثم اسلم.... بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اثارھم (ای العرنیین) خیلا من المسلمین امیرھم کرز بن جابر.... وامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم خالد بن الولید ان یدخل من اعلی مکۃ فقتل من خیل خالد یومئذ رجلان وھما حُبیش بن الاشعر الخزاعی وکرز بن جابر الفھری۔

جماعت پر مشتمل تھا اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو اس کا امیر مقرر کیا گیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحش ؓ کو ایک خط دیا اور کہا کہ دو دن سفر کرنے کے بعد اس خط کو کھولنا اور جو مضمون اس میں لکھا ہوا ہے، اس کے مطابق عمل کرنا۔

چنانچہ یہ بارہ ساتھی روانہ ہوگئے دو دن سفر کرنے کے بعد جب انہوں نے خط کھولا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ تم مکہ اور طائف کے درمیان "مقام نخلہ" پر پہنچو اور قریش کی خبریں ہمارے پاس بھیجو اور اپنے ساتھیوں کو اختیار دیدو کہ جس کا جی چاہے تمہارے ساتھ جائے اور جس کا جی چاہے واپس آئے، حضرت عبداللہ بن جحش ؓ نے وہ خط کھولا اور اپنے ساتھیوں کو سنایا، تمام ساتھی حضرت عبداللہ بن جحش کے ساتھ جانے کے لیے آمادہ ہوگئے (۲۴)

ان میں حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ حضرت عتبہ بن غزوان ؓ حضرت واقد بن عبداللہ ؓ حضرت مقداد بن عمرو ؓ حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ ؓ، حضرت عامر بن ربیعہ ؓ، حضرت خالد بن بکیر ؓ، حضرت عامر بن ایاس ؓ حضرت عکاشہ بن محصن ؓ، حضرت سہیل بن بیضا ؓ حضرت صفوان بن بیضا ؓ یہ گیارہ تھے اور بارھویں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ امیر تھے (۲۵)، یہ حضرات جب مقام نخلہ پہنچ گئے تو عمرو بن الحضرمی قریش کا قافلہ لیے ہوئے ان کو

---

(۲۴) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا میں جانے یا رہنے کا اختیار نہیں دیا بلکہ فرمایا کہ دو دن سفر کرنے کے بعد اختیار ہے جو چاہے چلا جائے اور جو چاہے واپس آجائے، اس میں مصلحت یہ ہوسکتی ہے کہ اگر ابتدا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اختیار دیدیتے تو ممکن تھا کہ سب جانے پر آمادہ ہوجاتے کہ آدمی کو سفر کی مشقت کا اندازہ ابتدا میں نہیں ہوتا اور بعد میں سفر کی تکلیف دیکھ کر شاید کسی کو نادم ہونا پڑتا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اختیار دیا تھا تو ہم رہے کیوں نہیں۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دن سفر کرنے کے بعد آگے جانے یا واپس آنے کا اختیار دیا کیونکہ دو دن میں سفر کی مشقت کا اندازہ سب کو ہوچکا ہوگا، دو دن سفر کرنے کے بعد جب خط سنایا گیا تو ابن اسحاق اور ابن ہشام کی روایت کے مطابق سب کے سب بطیب خاطر گئے اور کوئی واپس نہ ہوا البتہ معجم طبرانی میں جندب بجلی کی روایت میں ہے: "فرجع رجلان ومضی الباقون" (دو آدمی لوٹ آئے اور باقی گئے) واللہ اعلم۔ (دیکھیے سیرۃ ابن ہشام: ۲۰۱۔ وفتح الباری ج:۱۔ ص: ۱۵۵۔) نیز ابن کثیر کی جندب بن عبداللہ کی روایت میں بھی دو آدمیوں کے لوٹنے کا ذکر ہے (دیکھیے تفسیر ابن کثیر ج ۱۔ ص: ۲۵۲)

(۲۵) حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں، سابقین اولین میں سے ہیں جنگ بدر میں شرکت اور حبشہ کی جانب ہجرت کا شرف ان کو حاصل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کو اس سریہ کا امیر بنارہے تھے تو فرمایا تھا لابعثن علیکم رجلا اصبرکم علی الجوع والعطش "میں تمہارا امیر ایک ایسا آدمی بناؤں گا جو بھوک اور پیاس پر تم سب سے زیادہ صابر ہوگا"۔ جنگ احد میں ان کی تلوار ٹوٹی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھجور کی ٹہنی دی وہ ٹہنی ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی، بعد میں یہ تلوار دو سو دینار میں فروخت کی گئی جنگ احد ہی میں انہوں نے اپنے لیے شہادت کی دعا کی اور شہادت کا رتبہ بلند پایا۔ سیدالشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کئے گئے، رضی اللہ عنہ ورضی عونہ (دیکھیے الاصابہ فی تمییز الصحابہ ج:۲۔ ص: ۲۸۶، ۲۸۷)

مل گیا۔ حضرت واقد بن عبداللہؓ نے تیر مارا جو عمرو بن الحضرمی کو لگا اور وہ مر گیا (۲۶)، اس کے ساتھی بھاگ گئے، ان کے مال پر مسلمانوں نے قبضہ کرلیا، یہ پہلی غنیمت تھی اسلام میں جو مسلمانوں کے ہاتھ لگی اور عمرو بن الحضرمی اسلام کی تاریخ میں کافروں کا پہلا مقتول ہے جو مسلمانوں کی طرف سے مارا گیا۔

حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے اپنے اجتہاد سے مال غنیمت کو تقسیم کیا، ایک خمس بیت المال کے لیے رکھا اور ”اربعۃ اخماس“ (چار حصے) غانمین میں تقسیم کیے پھر اس کے بعد مدینہ منورہ آئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا حال بتایا وہ مال غنیمت سب کے پاس محفوظ تھا

چونکہ رجب کا مہینہ تھا اور رجب اشہر حرم میں سے ہے، صحابہؓ نے یہ سمجھ کر قتال کیا کہ یہ جمادی الثانیہ کی آخری تاریخ ہے اور اصل میں وہ رجب کی تاریخ تھی اس لیے مشرکین نے یہ کہنا شروع کیا کہ انہوں نے اشہر حرم کے اندر بھی قتال کو جائز قرار دیا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں اشہر حرم کے اندر قتال کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ اشہر حرم ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب یہ چار مہینے ہیں، چونکہ ذی الحجہ میں حج ہوتا تھا تو ایک مہینہ پہلے جو کہ حج کے لیے آنے کے واسطے ہے اور ایک مہینہ بعد میں جو وطن واپس جانے کے لیے ہے اور ایک مہینہ حج کا، ان تین میں قتال کو حرام قرار دیا گیا تھا تاکہ لوگ آرام اور اطمینان سے حج کرسکیں، رجب کا مہینہ عمرے کے لیے ہوتا تھا، پندرہ دن بیت اللہ کی طرف آنے کے لیے اور پندرہ دن واپس جانے کے لیے، یہ مہینہ بھی قتال کے لیے ممنوع تھا۔

ان مہینوں میں ایک تو حج اور عمرے کے احترام کی وجہ سے قتال ممنوع قرار دیا گیا تھا اور دوسری بات یہ تھی کہ یہی وہ زمانہ ہوتا تھا جس میں غلہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل کیا جاتا تھا تو قتال ممنوع قرار دیا گیا تھا تاکہ وہ غلہ محفوظ رہے ان چار مہینوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے قتال ممنوع تھا (۲۷) اور ملت ابراہیمی کے بقایا میں سے یہ بات مشرکین کے ہاں معروف اور رائج تھی۔ یہ واقعہ تیس رجب کو پیش آیا، مشرکین نے بہت شور مچایا تو قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی (۲۸)

---

(۲۶) وقالت الیہود: تفاء ل بذلک علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ عمرو بن الحضرمی قتلہ واقد بن عبداللہ، عمرو، عمرت الحرب، والحضرمی، حضرت الحرب، وواقد بن عبداللہ، وقدت الحرب، فجعل اللہ ذلک علیہم لا لہم (سیرۃ ابن ہشام ج: ۱ ص۔ ۶۰۳۔)

(۲۷) وفی الروض الانف للسہیلی: ثم جعل اللہ الاشہر الحرم اربعۃ، ثلاثۃ سرداً وواحداً فرداً وہو رجب، اما الثلاثۃ، فلیأمن الحجاج واردین الی مکۃ وصادرین عنہا شہراً قبل شہر الحج وشہراً بعدہ قدر ما یصل الراکب من اقصی بلاد العرب، ثم یرجع حکمۃ من اللہ، واما رجب فللعمار یامنون مقبلین وراجعین نصف الشہر للاقبال ونصفہ للایاب.... فکانت الاقوات تأتیہم فی المواسم، وفی سائر العام تنقطع عنہم ذوبان العرب وقطاع السبل فکان فی رجب امان للسالکین الیہا مصلحۃ لاہلہا ونظراً من اللہ لہم دبرہ وابقاہ من ملۃ ابراہیم لم یغیر، حتی جاء الاسلام.... (الروض الانف (۲/۶۰)

(۲۸) دیکھیے تفسیر ابن کثیر ج: ۱ ص: ۲۵۲

يسئلونک عن الشهر الحرام قتال فيه قل قتال فيه کبير و صد عن سبيل الله و کفر به والمسجد الحرام واخراج اهله منه اکبر عندالله والفتنة اکبر من القتل، ولا يزالون يقاتلونکم حتی يردوکم عن دينکم ان استطاعوا (سورة البقرة، آيت نمبر ۲۱۷)

"لوگ آپ سے شہر حرام میں قتال کرنے کے متعلق دریافت کرتے ہیں آپ فرمادیجیے اس میں (قصداً) قتال کرنا بڑا گناہ ہے لیکن خدا کے راستے سے کسی کو روکنا اور خدا کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور اہل حرم کو حرم سے نکالنا اللہ کے نزدیک جرم عظیم ہیں اور فتنہ پردازی کرنا قتل سے بدرجہا بڑھکر ہے، اور یہ کفار تمہارے ساتھ ہمیشہ جنگ کرتے رہیں گے تاکہ تم کو تمہارے دین سے پھیردیں اگر قابو پاویں"۔

مطلب یہ ہے کہ اشہر حرم میں جس طریقہ سے قتال حرام وگناہ ہے اسی طریقہ سے مسجد حرام میں جانے سے روکنا اس سے بڑا گناہ ہے اور اسی طرح اللہ تعالی کے ساتھ کفر کرنا اس سے بڑا جرم ہے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو ان مجاہدین کو خیال ہوا کہ اس قتال کا ہمیں اجروثواب بھی ملا ہوگا یا نہیں؟ تو آیت اتری۔

ان الذين آمنوا والذين هاجروا وجاهدوا في سبيل الله اولئک يرجون رحمة الله، والله غفور رحيم.... (سورة البقرة آيت: ۲۱۸۔)

"جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور راہ خدا میں جہاد کیا ایسے ہی لوگ رحمت خداوندی کی امید رکھتے ہیں اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔"

اس آیت میں ان کو بشارت دی گئی کہ ان کے لیے اجر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کے نزول کے بعد وہ مال غنیمت جس کی تقسیم عبداللہ بن جحش ؓ نے اپنے اجتہاد سے کی تھی ان کی اس تقسیم کو برقرار رکھا، ایک خمس بیت المال کے لیے اور چار اخماس غانمین کے لیے مقرر فرمائے (۲۹)۔

اور ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ اور حضرت عتبہ بن غزوان ؓ کا اونٹ راستے میں گم ہوگیا، یہ دونوں اس اونٹ کی تلاش میں نکلے، ان بارہ صحابہ ؓ کی جو جماعت (۳۰) تھی ان کے ساتھ وہ مدینہ نہیں پہنچے، ادھر ان صحابہ نے کفار کے دو آدمی حکم بن کیسان اور عثمان بن عبداللہ کو گرفتار کرلیا تھا،

(۲۹) تفسیر ابن کثیر ج:۱۔ ص: ۲۵۴

(۳۰) یہاں یہ بات یاد رہے کہ واقدی اور ابن سعد کی روایت کے مطابق بارہ کی تعداد ہے ابن اسحاق، ابن ہشام اور طبری کی عروہ بن زبیر کی روایت میں امیر جماعت کے بغیر آٹھ اور امیر سمیت نو افراد کا ذکر ہے جبکہ سدی کی روایت میں سات افراد کا تذکرہ ہے۔ (دیکھیے سیرۃ ابن ہشام: ۶۰۱۔ تاریخ طبری ج:۲ ص: ۱۲۲۔ ۱۲۱۔ طبقات ابن سعد ج. ۲۔ ص: ۱۰ نیز فتح الباری ج:۱۔ ص: ۱۵۵۔ باب مايذکر في المناولة وکتاب اهل العلم بالعلم الی البلدان وتفسير ابن کثير ج:۱۔ ص: ۲۵۴)

قریش نے ان دونوں کا فدیہ بھیجا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے دو ساتھی سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان جب تک صحیح سالم نہیں پہنچ جاتے ہم ان قیدیوں کو نہیں چھوڑیں گے اگر تم نے ان کو قتل کیا تو ہم تمہارے آدمیوں کو قتل کردینگے۔

بعد میں حضرت سعدؓ اور حضرت عتبہؓ دونوں پہنچ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دونوں قیدیوں کو فدیہ لیکر چھوڑ دیا، حکم بن کیسان تو مسلمان ہوگئے اور مکہ واپس نہیں گئے اور دوسرا قیدی عثمان بن عبداللہ واپس چلاگیا اور کفر کی حالت میں مرا۔

غزوات اور سرایا کا یہ تاریخی پس منظر سمجھنے کے بعد اب ذرا کتاب کی طرف آئیں امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کتاب کا عنوان قائم کیا ہے "کتاب المغازی"۔ مغازی "مغزی" کی جمع ہے، مغزی مصدر میمی بھی ہوسکتا ہے اور ظرف مکان بھی، یہاں مصدری معنی متعین ہیں، غزا، یغزو، غزواً ومغزیً کے معنی قصد وارادہ کے آتے ہیں مغزی الکلام: مقصدہ۔

یہاں مغازی سے مراد ہے: ماوقع من قصد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الکفار بنفسہ اولجیش من قبلہ، وہ قصد جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی طرف کیا ہو خواہ اس میں آپ بنفس نفیس شریک ہوئے ہوں یا اپنی جانب سے لشکر بھیجنے پر اکتفا فرمایا ہو۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب المغازی میں سب سے پہلے حضرت زید بن ارقمؓ کی روایت ذکر فرمائی ہے کہ ان سے جب پوچھا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی تعداد کتنی ہے؟ وہ فرمانے لگے انیس، سائل نے پوچھا، آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کتنے غزوات میں شرکت کی ہے؟ فرمایا، سترہ غزوات میں، راوی نے دریافت کیا کہ سب سے پہلے کونسا غزوہ واقع ہوا؟ حضرت زید بن ارقمؓ نے کہا، غزوۂ عشیرہ یا عسیرہ، حدیث کے راوی شعبہ کہتے ہیں، "فذکرت ذلک لقتادۃ، فقال: العشیر"

جہاں تک غزوۂ عسیرہ کا تعلق ہے تو وہ غزوۂ تبوک کا نام ہے، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ ہے اور اس میں مسلمانوں کو بڑی مشقت اور عسر کا سامنا کرنا پڑا تھا، اسی کے بارے میں قرآن نے کہا (الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ) اور یہی وجہ ہے اس کو عسیرہ کہنے کی۔

حدیث باب میں ہے، "قلت: فایھم کانت اول؟" عربی قواعد کے لحاظ سے صحیح "فایھا" یا "فایتھن" ہونا چاہیئے کیونکہ ضمیر کا مرجع غزوہ یا غزوات ہیں، چنانچہ ترمذی کی روایت میں "فایتھن" ہے، بعض حضرات نے تاویل کی ہے کہ "فایھم" میں مضاف محذوف ہے تقدیر عبارت "فای غزوتھم" ہے۔

اس حدیث میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے غزوہ عشیرہ کو پہلا غزوہ قرار دیا حالانکہ اس سے

قبل غزوۂ ابوا اور غزوۂ بواط دو غزوے پیش آچکے تھے اس لحاظ سے غزوہ عشیرہ پہلا نہیں تیسرا غزوہ ہے (جس کی تفصیل گزر چکی) علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں اس کے جواب میں یہ تاویلیں کی ہیں۔

۱۔ اما ان یکون زید بن ارقم لم یکن یومئذ اسلم

۲۔ او کانت ثلاث غزوات صغیرۃ فان من عدمن الصحابۃ ذکر اعظمها یعنی صحابہ میں سے بعض حضرات بڑے بڑے غزوات شمار کرتے اور چھوٹے غزوات شمار نہیں کرتے تھے اور غزوہ عشیرہ سے پہلے جو تین غزوات ہوئے چونکہ وہ چھوٹے تھے اس لیے حضرت زید بن ارقمؓ نے ان کو شمار نہیں کیا اور غزوۂ عشیر کو پہلا غزوہ کہا۔ (۳۱)

۳۔ او کانت.... بالنسبۃ الی علمہ

علامہ عینی نے یہ تین توجیہات کی ہیں۔ فتح الباری میں حافظ ابن حجر اس سلسلہ میں لکھتے ہیں:

۱۔ ففات زید بن ارقم ذکر ثنتین منها ولعلهما الابواء وبواط وکان ذلک خفی علیہ لصغرہ

۲۔ یحمل قول زید بن ارقم علی ان العشیرۃ اول ما غزا ھو ای زید بن ارقم والتقدیر: فقلت: ما اول غزوۃ غزاها ای وانت معہ؟ قال: العشیر۔

۳۔ او عدّ الغزوتین واحدۃ

(الف) ۔ ان توجیہات کا حاصل یہ نکلا کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے غزوۂ عشیرہ کو پہلا غزوہ اپنے علم کے مطابق کہا ہے اور پہلے دو غزوں کا ان کو علم نہیں تھا یا تو اس وجہ سے کہ اس وقت انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا اور یا اپنی صغر سنی کی وجہ سے ان کو اس کا علم نہ ہوسکا۔

(ب) ۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے اپنی شرکت کے اعتبار سے اس کو پہلا غزوہ کہا ہے کہ یہ ان کا پہلا غزوہ تھا جس میں وہ شریک ہوئے، تمام غزوات کے اعتبار سے اس کو اول غزوہ کہنا ان کا مقصد نہ تھا۔

(ج) ۔ چونکہ ابواء، بواط اور عشیرہ تینوں غزوات قریب قریب زمانے میں واقع ہوئے ہیں اس لیے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے پہلے دو غزوات کو مستقل شمار نہیں کیا، جیسے بعض اصحاب سیر نے غزوۂ احزاب کے بعد "قریظہ" کو مستقل نہیں گنا کیونکہ وہ غزوۂ احزاب کے بالکل متصل واقع ہوا ہے اسی طرح بعض نے حنین وطائف کے دو غزوں کو قرب کی وجہ سے ایک شمار کیا۔

علامہ عینی کی دوسری توجیہ پر البتہ یہ اشکال رہتا ہے کہ اگر چھوٹے اور معمولی ہونے کی بنا پر پہلے غزوات کا

---

(۳۱) غزوۂ عشیرہ سے قبل اکثر اصحاب سیر نے دو غزوات (ابوا، بواط) کا ذکر کیا ہے البتہ ابن سعد نے تین غزوات کا ذکر کیا ہے ان کے نزدیک غزوۂ بدر اولی (غزوہ کرز بن جابر) بھی غزوۂ عشیرہ سے مقدم ہے، علامہ عینی نے اس دوسری توجیہ میں "او کانت ثلاث غزوات" ابن سعد کی روایت کے پیش نظر کہا ہے (دیکھیے طبقات ابن سعد: ۲/۸، ۹۔)

ذکر نہیں کیا گیا تو اس لحاظ سے پھر عشیرہ کا ذکر بھی نہیں کرنا چاہیئے تھا کیونکہ وہ بھی تو کوئی بڑا غزوہ نہیں تھا۔ ابواء اور بواط کی طرح اس میں بھی قتال نہیں ہوا (۳۲)۔ واللہ اعلم

غزوات کی تعداد

حدیث باب میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے غزوات کی تعداد کے سلسلہ میں دریافت کیا گیا ہے، غزوات کی تعداد میں اصحاب سیر کے مختلف اقوال ہیں۔

❶ ابن سعد، ابن اسحاق اور واقدی وغیرہ کے نزدیک غزوات کی تعداد ستائیس ہے۔

❷ عبدالرزاق نے سند صحیح کے ساتھ حضرت سعید بن المسیب سے غزوات کی تعداد چوبیس نقل کی ہے۔

❸ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اکیس غزوات منقول ہیں۔ (۳۳)

❹ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں سولہ کی تعداد مروی ہے۔ (۳۴)

❺ بخاری کی مذکورہ حدیث میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہما نے انیس کا عدد بتایا۔

❻ محمد بن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں غزوات کی تعداد چھبیس بتائی ہے۔ (۳۵)

مشہور اور صحیح بات یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی تعداد ستائیس ہے۔ (۳۶)

ان ستائیس غزوات میں سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نو غزوات میں قتال کیا۔ بدر، احد، خندق، قریظہ، مصطلق، خیبر، فتح مکہ، حنین اور طائف۔ (۳۷)

---

(۳۲) دیکھیے عمدۃ القاری ج: ۱۷۔ ص: ۷۵ وفتح الباری ج: ۷۔ ص: ۲۸۰، ۲۸۱)

(۳۳) طبقات بن سعد: ج: ۲۔ ص: ۵۔ سیرۃ ابن ہشام مع الروض الانف ج: ۲۔ ص: ۲۵۳، ۲۵۴ وفتح الباری ج: ۷۔ ص: ۲۸۱)

(۳۴) عمدۃ القاری ج: ۱۷۔ ص: ۷۵

(۳۵) چنانچہ علامہ طبری لکھتے ہیں:

وکانت غزواته بنفسه ستا و عشرین غزوة، ویقول بعضهم هن سبع وعشرون غزوة، فمن قال: هی ست وعشرون جعل غزوة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم خیبر وغزوته من خیبر الی وادی القری غزوة واحدة.... ومن قال هی سبع وعشرون غزوة جعل غزوة خیبر غزوة، وغزوة وادی القری غزوة اخری، فیجعل العدد سبعا و عشرین (تاریخ الطبری: ۲/ ۴۰۳)

(۳۶) چنانچہ آگے جاکر ابن جریر لکھتے ہیں:

قال محمد بن عمر: مغازی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لیس فیها اختلاف بین احد فی عددها، هی سبع وعشرون غزوة....

(تاریخ الطبری: ۲/ ۴۰۵)

(۳۷) دیکھیے الکامل لابن اثیر ج: ۲۔ ص: ۲۰۷۔ سیرۃ ابن ہشام مع الروض الانف ج: ۳۔ ص: ۲۵۴)

سرایا کی تعداد

غزوات کی تعداد میں اختلاف کی طرح سرایا کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔

1. اصحاب سیر میں سے ابن اسحاق اور ابن ہشام کے نزدیک سرایا کی تعداد اڑتیس ہے۔ (۳۸)
2. ابن سعد نے طبقات کبریٰ میں سرایا کی تعداد ۴۷ ذکر کی ہے۔ (۳۹)
3. واقدی کے نزدیک اڑتالیس ہیں۔
4. ابن جوزی نے تلقیح میں سرایا کی تعداد ۵۶ لکھی ہے۔
5. مسعودی کے نزدیک سرایا کی تعداد ساٹھ ہے۔ (۴۰)
6. محمد بن جریر طبری نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن اسحاق سے ۳۵ سرایا کی روایت نقل کی ہے۔ (۴۱)

غزوات و سرایا کی تعداد میں یہ اختلاف کوئی حقیقی اختلاف نہیں ایک تو اس لیے کہ عدد اقل، عدد اکثر کی نفی نہیں کرتا، ممکن ہے بعض کو بعض غزوات کا علم نہ ہوا ہو اس لیے ہر ایک نے اپنے اپنے علم کے مطابق تعداد بتادی۔ دوسرے یہ کہ بعض اصحاب سیر قریب الوقوع یا ایک سفر میں واقع ہونے والے غزوات کو ایک شمار کرتے ہیں اس لیے ان کی بتائی ہوئی تعداد کم ہوتی ہے جبکہ دوسرے اصحاب سیر ان غزوات و سرایا کو الگ الگ شمار کرتے ہیں تو ان کے نزدیک تعداد بڑھ جاتی ہے۔ جیسے امام مغازی موسیٰ بن عقبہ نے غزوۂ احزاب اور غزوۂ قریظہ کو قریب قریب زمانے میں واقع ہونے کی وجہ سے ایک شمار کیا، اسی طرح بعض اہل سیر نے حنین اور طائف کے دو غزووں کو ایک شمار کیا ہے۔ (۴۲) اسی طرح بعض نے غزوۂ خیبر اور غزوۂ وادی القریٰ کو ایک ہی سفر میں واقع ہونے کی وجہ سے ایک شمار کیا اور بعض اصحاب سیر نے الگ الگ۔ (۴۳)

---

(۳۸) سیرۃ ابن ہشام مع الروض الانف ج ۲۔ ص: ۳۵۲۔
(۳۹) طبقات کبریٰ ج: ۲۔ ص: ۶۔
(۴۰) فتح الباری ج: ۷۔ ص: ۲۸۱۔
(۴۱) تاریخ طبری ج: ۲۔ ص: ۴۰۵۔
(۴۲) فتح الباری ج: ۷۔ ص: ۲۸۱۔
(۴۳) تاریخ طبری ج: ۲۔ ص: ۴۰۴۔

(۱) امام بخاری رحمہ اللہ نے غزوۂ بدر کو ۱۳ ابواب میں تقسیم کرکے بیان کیا ہے۔
(۱) باب غزوۃ العشیرۃ (۲) باب: ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یقتل ببدر (۳) باب قصۃ غزوۃ بدر (۴) باب قول اللہ تعالی اذ تستغیثون ربکم (۵) باب بلا ترجمۃ (۶) باب عدۃ اصحاب بدر (۷) باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی کفار قریش (۸) باب قتل ابی جہل (۹) باب فضل من شہد بدرا (۱۰) باب بلا ترجمۃ (۱۱) باب شہود الملائکۃ بدرا (۱۲) باب بلا ترجمۃ (۱۳) باب تسمیۃ من سمی من اہل بدر

امام بخاری رحمہ اللہ نے ان ابواب میں غزوۂ بدر سے متعلق وہی احادیث ذکر کی ہیں جو ان کی مخصوص شرائط کے دائرے میں آتی ہیں اور اپنی عادت کے مطابق ایسی احادیث بھی لائے ہیں جو غزوۂ بدر سے متعلق نہیں لیکن کسی خاص مناسبت سے ان کو ذکر کردیا۔

تقریر میں حضرت شیخ الحدیث مد ظلہم نے اولا غزوۂ بدر کو پوری تاریخی تفصیل کے ساتھ مربوط کرکے بیان فرمایا ہے اس کے بعد ابواب بخاری سے متعلق لفظی اور دیگر ضروری بحثیں فرمائی ہیں۔ آپ اولاً یہ تفصیلی قصہ ملاحظہ فرمائیں، آگے ابواب کی تشریح میں صرف انہی بحثوں کا ذکر ہوگا جو حدیث کی لفظی تشریح، باب اور ترجمۃ الباب میں مناسبت سے متعلق ہوں یا وہ واقعات جو ماقبل میں ذکر نہ کئے گئے ہوں۔ مرتب

۲ - باب : ذِکْرِ النَّبِيِّ ﷺ مَنْ يُقْتَلُ بِبَدْرٍ

غزوۂ بدر کبریٰ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ عشیرہ میں قریش کے جس قافلے کے تعاقب کے لیے روانہ ہوئے تھے وہ قافلہ تجارت کی غرض سے شام جارہا تھا، اس وقت وہ قافلہ بچکر نکلنے میں کامیاب ہوگیا تھا، اب وہی قافلہ سامان تجارت کے ساتھ شام سے مکہ کے لیے واپس آرہا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ قافلہ واپس آرہا ہے تو آپ نے صحابہؓ کو بتایا اور اس قافلہ کے تعاقب کے لیے نکلنے کا ذکر کیا۔

مسند احمد کی عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کے مطابق (۳۱۳) تین سو تیرہ اور معجم طبرانی کی ابوایوب انصاریؓ کی روایت کے مطابق تین سو چودہ اور بیہقی کی عبداللہ بن عمرو بن العاص کی روایت کے

مطابق تین سو پندرہ صحابہ کرامؓحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قریش کے قافلے کے تعاقب کے لیے روانہ ہوئے (۲)، رمضان کی بارہ تاریخ تھی (۳) چونکہ کسی مسلح فوج کے ساتھ اور مسلح لشکر کے ساتھ لڑنے کا کوئی موقع نہیں تھا۔ صحابہ کرامؓجو جمع ہوسکے اور جانے کے لیے آمادہ ہوئے وہ جمع ہوئے اور روانہ ہوئے اور انہوں نے جنگ کی کوئی تیاری نہیں کی (۴)۔ دو گھوڑے تھے، ایک حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا اور ایک حضرت زبیر بن عوامؓ کا، اور ستر اونٹ تھے (۵)، یہ حضرات ان اونٹوں پر باری باری سے نوبت بنوبت سوار ہوتے تھے، دو دو تین تین کے حصے میں ایک ایک اونٹ آیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت علیؓ اور حضرت ابولبابہؓبن عبدالمنذر تھے، جب حضورؐ کی باری ہوتی تو آپؐ اونٹ پر سوار ہوتے، یہ حضرات پیدل چلتے تھے اور جب ان کا نمبر آتا تھا تو یکے بعد دیگرے سوار ہوتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چلتے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے نمبر پر آپؐ سے درخواست کی کہ حضرت! آپ اونٹ پر تشریف رکھیں، میں پیدل چلتا ہوں، حضرت ابولبابہؓ نے بھی یہی درخواست کی تو آپؐ نے فرمایا کہ چلنے میں تم مجھ سے زیادہ قوی نہیں ہو اور میں اجر میں تم سے زیادہ مستغنی نہیں ہوں، مجھے بھی ثواب کی ضرورت ہے (۶)

بیرابی عنبہ جو مدینہ طیبہ سے بالکل قریب ایک میل کے فاصلہ پر ہے، وہاں جاکر آپؐ نے جماعت کا معائنہ کیا اور اُن میں جو کم سن تھے ان کو واپس کردیا، وہاں سے روانہ ہوئے اور مقام روحاء پر پہنچے، وہاں آپؐ نے حضرت ابولبابہؓبن عبدالمنذر کو مدینہ کے حاکم کی حیثیت سے اپنا قائم مقام بناکر مدینہ روانہ کردیا (۷)۔ پھر روحاء سے آپ روانہ ہوئے راستہ میں آپؐ نے بسبس بن عمرو جہنیؓ اور عدی بن ابی الزغباء جہنیؓ کو حکم

---

(۲) جنگ بدر میں شریک ہونے والے صحابہؓ کی تعداد میں اختلاف روایات اور ان میں تطبیق پوری تفصیل کے ساتھ آگے "باب عدۃ اصحاب بدر" کے ذیل میں آرہا ہے۔

(۳) طبقات ابن سعد ۲ / ۱۲۔

(۴) سیرۃ ابن ہشام، ص: ۶۰۷۔ وطبقات ابن سعد، ج: ۲۔ ص: ۱۲۔ وفتح الباری ج: ۷۔ ص: ۲۸۵

(۵) حضرت مقدادؓ کے گھوڑے کا نام "بحزہ" اور حضرت زبیرؓ کے گھوڑے کا نام "سبل" تھا، بعض روایات میں ہے کہ دوسرا گھوڑا حضرت مرثد بن ابی مرثد کا تھا۔ دیکھیے الکامل لابن الاثیر ج: ۲۔ ص: ۸۴۔

(۶) عن عبداللہ، قال: کنا یوم بدر کل ثلاثة علی بعیر، وکان علی وابولبابة زمیلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: وکان اذا کانت عقبة، فلنا: ارکب حتی نمشی، فیقول (صلی اللہ علیہ وسلم) ما انتما باقوی منی وما انا باغنی عن الاجر منکم، الحدیث اخرجه الحاکم فی المستدرک: (۳ / ۲۰) واقره الذهبی

حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تو تمام روایات متفق ہیں البتہ دوسرے صحابی کے نام میں اختلاف ہے حاکم کی مذکورہ روایت کے مطابق حضرت ابولبابہؓ ہیں، ابن اسحاق کے نزدیک مرثد بن ابی مرثد غنوی ہیں جبکہ ابن اثیر نے زید بن حارثہ کا نام لکھا ہے۔ (دیکھیے سیرت ابن ہشام ج ۱ ص: ۶۱۳۔ وکامل ابن اثیر ج: ۲۔ ص: ۸۴) مختلف اوقات ومراحل پر محمول کرکے مطابقت ہوسکتی ہے۔

(۷) طبقات ابن سعد ج: ۲۔ ص: ۱۲۔

دیا کہ وہ قریش کے حالات کا پتہ لگائیں اور قافلہ کے متعلق بھی معلوم کریں، اس کے بعد آپ مقام صفراء (۸) پر پہنچے تو آپ کو معلوم ہوا کہ قریش کے قافلہ تجارت کی حفاظت کے لیے مکہ سے لشکر جرار روانہ ہوا ہے ۔ یہ اطلاع بسبس بن عمروؓ اور عدی بن ابی الزغباءؓ نے دی ۔

اب تک چار سرایا پیش آئے تھے اور ایک غزوۂ بدر اولی کا پیش آیا تھا اور کسی ایک میں بھی انصار نے شرکت نہیں کی تھی۔ بیعت عقبہ کے موقعہ پر معاہدہ بھی ہوا تھا (۹) کہ انصار مدینہ میں رہتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد کرینگے ، مدینہ سے باہر نکل کر دشمن پر حملہ کرنے کے لیے انصار سے کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا تو اب یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تجارتی قافلہ کے تعاقب کے لیے روانہ ہوئے تھے اور اندیشہ یہ پیدا ہوگیا کہ کہیں لشکر کے ساتھ آمنا سامنا نہ ہوجائے اور جنگ وقتال کی نوبت نہ آجائے اس لیے آپ نے صحابہ سے فرمایا اشیروا علیّ ایھاالناس "لوگو! مجھ کو مشورہ دو" حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے نہایت ہی مناسب انداز میں وفاداری اور اپنے تعاون کا یقین دلایا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا "اشیروا علیّ ایھاالناس" تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی نہایت بہتر عنوان سے اپنی وفاداری اور جماعت کی وفاداری کا ذکر کیا۔

حضرت مقداد بن اسودؓ کی تقریر

لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا "اشیروا علیّ ایھاالناس" تو حضرت مقداد بن اسودؓ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے:

امض لما امرک اللّٰہ، فنحن معک، واللہ لانقول کماقالت بنو اسرائیل لموسی: "اذھب انت وربک فقاتلا اناھٰھنا قاعدون" ولکن اذھب انت وربک فقاتلا انا معکما مقاتلون

یہ الفاظ محمد بن اسحاق نے نقل کیے ہیں (۱۰) بخاری کی روایت میں ہے ۔ ولکن نقاتل عن یمینک وعن شمالک وبین یدیک وخلفک (۱۱)

---

(۸) وفی معجم البلدان: (۳/۲۱۲) وادی الصفراء: من ناحیة المدینة .... وبینه وبین بدر مرحلة۔

(۹) وفی تاریخ الطبری: (۲ / ۱۳۰): وذلک انھم حین بایعوہ بالعقبة قالوا: یارسول اللہ انا برآء من ذمامک حتی تصل الی دارنا، فاذا وصلت الینا فانت فی ذمامنا، نمنعک مما نمنع منہ ابناءنا ونساءنا۔

(۱۰) سیرت ابن ہشام ج ۱، ص ۶۱۵ ۔

(۱۱) بخاری، کتاب المغازی، باب نمبر ۴، حدیث نمبر ۳۹۵۲۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مقداد بن اسودؓ کی بات سنی تو خوشی سے آپ کا چہرہ چمکنے لگا اور بعض صحابہ کہتے ہیں کہ ہمیں خیال ہوا کہ کاش یہ الفاظ ہم ادا کرتے، اگرچہ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ (۱۲) نے سب کے دل کی بات کہی تھی لیکن اظہار ان کی زبان سے ہوا تھا اس لیے دوسروں کو تمنا ہوئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات سے اتنی خوشی ہوئی ہے کاش اس خوشی کا سبب ہم بنتے۔

حضرت سعد بن معاذؓ کی جاں نثارانہ تقریر

اس کے باوجود آپ نے پھر فرمایا "اشیروا علی ایھا الناس" تو صدیق الانصار حضرت سعد بن معاذؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا یارسول اللہ! ایسا محسوس ہورہا ہے کہ شاید آپ انصار کی رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں، ابوبکر نے سب کی ترجمانی کی مگر وہ مہاجر تھے۔ عمر نے سب کی ترجمانی کی لیکن وہ بھی مہاجر تھے۔ مقداد بن اسود نے بھی دل کی بات کہی تھی لیکن وہ بھی مہاجر تھے.... بات وہی تھی کہ آج مدینہ منورہ سے باہر قتال کی نوبت آنے والی ہے اور انصار سے مدینہ منورہ سے باہر نکل کر کفار کے ساتھ قتال کا معاہدہ نہیں ہوا تھا تو وہ اس کے لیے آج بخوشی تیار بھی ہیں یا نہیں؟ اس لیے آپ انصار کی رائے معلوم کرنا چاہتے تھے، حضرت سعد بن معاذؓ کے دریافت کرنے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں میں انصار کی رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں" اس پر حضرت سعد بن معاذؓ نے ایک جان نثارانہ تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

یارسول اللہ، قد آمنابک وصدّقناک وشہدنا ان ماجئت بہ ھو الحق، واعطیناک علی ذلک عھودا ومواثیق علی السمع والطاعۃ ولعلک یارسول اللہ خرجت لامر، فاحدث اللّٰہ غیرہ.... فامض لماشئت، وصل حبال من شئت، واقطع حبال من شئت، وسالم من شئت، وعادمن شئت، وخذمن اموالنا ماشئت، واعطنا ماشئت، وما اخذت مناکان احب الینا مماترکت، ومامرت بہ من امرنا فامرنا تبع لامرک، لئن سرت حتی تاتی برک الغماد لنسیرن معک، فوالذی بعثک بالحق لواستعرضت بنا ھذا البحر لخضناہ، وماتخلف منارجل واحد، ومانکرہ ان نلقی عدونا انالصبر عندالحرب، صدق عندالقاء، ولعل اللہ

(۱۲) حضرت مقدادؓ کے حقیقی والد کا نام عمرو ہے، اسود بن عبدیغوث نے ان کو متبنّٰی (منہ بولا بیٹا) بنایا تھا اس وجہ سے ان کو مقداد بن اسود بھی کہا جانے لگا اور اسی نسبت سے یہ مشہور ہیں، ان کی وفات کے بارے میں حافظ لکھتے ہیں "کان المقداد عظیم البطن وکان لہ غلام رومی، فقال لہ: اشق بطنک، فاخرج من شحمہ حتی تلطف، فشق بطنہ، ثم خاطہ، فمات المقداد وھرب الغلام.... واتفقوا علی انہ مات سنۃ ثلاث وثلاثین فی خلافۃ عثمان.... (الاصابۃ: ۳/۴۵۵)

یریک منا ما تقربہ عینک، فسر بنا علی برکۃ اللہ۔ (۱۳)

"اے اللہ کے رسول! ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور اس بات کی گواہی دی کہ آپ جو کچھ لائے ہیں وہی حق ہے اور اس پر ہم آپ کو پختہ عہدومیثاق بھی دے چکے ہیں، اے اللہ کے رسول! آپ مدینہ سے کسی اور ارادہ سے نکلے تھے اور اللہ تعالی نے دوسری صورت پیدا کردی، جہاں چاہیں تشریف لے چلیں، جس سے چاہیں تعلقات قائم کریں اور جس سے چاہیں تعلقات توڑ دیں جس سے چاہیں صلح کریں اور آپ جس سے چاہیں دشمنی کریں (اور اے اللہ کے رسول!) آپ ہمارے اموال میں سے جتنا چاہیں لے لیں، اور جتنا چاہیں ہمیں دیدیں۔ اور جو آپ ہمارے اموال میں سے لینگے وہ ہم کو زیادہ محبوب ہوگا بہ نسبت اس کے جو آپ ہمارے پاس چھوڑیں گے اور آپ جو حکم دیں گے ہم اس کی تابعداری کریں گے اور اگر آپ "برک الغماد" تک جانا چاہیں گے تو ہم آپ کے ساتھ ضرور جائینگے، ہم اس اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں جس نے آپ کو یہ دین حق عطا فرمایا ہے اگر آپ ہم کو سمندر میں کود پڑنے کا حکم دیں گے تو ہم سمندر میں کود پڑیں گے اور ہم میں سے کوئی پیچھے نہیں رہیگا، دشمنوں سے مقابلہ کرنا ہم پر بار نہیں، ہم جنگ میں دشمن سے لڑتے وقت ثابت قدم رہتے ہیں، اے اللہ کے رسول! امید ہے کہ اللہ تعالی ہم سے وہ عمل آپ کو دکھلائیں گے جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، پس اللہ کے بھروسہ پر چلیے"۔

جب حضرت سعد بن معاذؓ (۱۴) نے انصار کی اس طرح بلیغ اور مؤثر انداز میں ترجمانی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسرور ہوئے اور فرمایا اللہ تبارک وتعالی نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ قافلۂ تجارت اور قافلہ ابوجہل میں سے کسی ایک پر ہمیں فتح عطا فرمائینگے چونکہ زمانہ فقر اور قلت مال کا تھا اس لیے خواہش تو یہی تھی کہ تجارتی قافلہ کے ساتھ مڈبھیڑ ہوجائے لیکن اللہ تعالی کا ارادہ کچھ اور تھا۔

واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انہا لکم وتودّون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم ویرید اللہ ان یحق الحق ویبطل الباطل ولو کرہ المجرمون.... (سورۃ الانفال آیت: ۷۔)

"اور یاد کرو اس وقت کو جب اللہ نے دو جماعتوں میں سے ایک کا تم سے وعدہ

---

(۱۳) شرح مواہب لدنیہ ج ا ص ۴۱۳

(۱۴) مسلم شریف کی روایت میں حضرت سعد بن عبادہ کا نام ہے لیکن چونکہ اصحاب سیر کی تمام روایات میں سعد بن معاذؓ کا نام مذکور ہے اس لیے مسلم کی روایت میں سعد بن عبادہ کے نام کو راوی کا وہم قرار دیا گیا ہے۔ (دیکھیے تکملہ فتح الملہم باب غزوۃ بدر، حدیث نمبر ۴۳۸۵)

کیا تھا کہ وہ تمہارے لیے ہے اور تم یہ پسند کرتے ہو کہ غیر دبدبے والی جماعت تم کو مل جائے اور اللہ یہ چاہتا ہے کہ حق کو اپنے حکم سے ثابت کرے اور باطل کو مٹائے اگرچہ مجرم اس سے رنجیدہ ہوں"۔

اللہ تبارک وتعالی نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ آج کفر کی طاقت کو ختم کرنا ہے اور کفر کی کمر توڑ دینی ہے اس لیے یوم بدر کو اللہ تعالی نے "یوم الفرقان" (۱۵) قرار دیا ہے کیونکہ اس میں خیر اور شر کے درمیان فرق نمایاں ہوگیا تھا، اس میں نور اور ظلمت کے درمیان فرق نمایاں ہوگیا تھا اور اس یوم الفرقان کے لیے اللہ تبارک وتعالی نے شہر رمضان کا انتخاب فرمایا جس میں فرقان حمید کا نزول ہوا ہے اسی طرح رمضان کے روزے بھی فارق ہوتے ہیں اھل حق اور اھل باطل کے درمیان کہ کون اللہ کی غلامی کرتا ہے اور اس کے حکم کے مطابق بھوک اور پیاس کو برداشت کرتا ہے اور کون اپنے پیٹ کا غلام بنتا ہے اور اللہ کے حکم کو پس پشت ڈالتا ہے۔ تو اللہ تعالی نے اس کے لیے رمضان کا مہینہ منتخب کیا اور اس یوم بدر کو یوم الفرقان بنادیا۔

مقام بدر

بدر مدینہ منورہ سے ۸۰ میل کے فاصلہ پر واقع ایک بستی کا نام ہے، کہتے ہیں کہ بدر بن یخلد بن نضر بن کنانہ نے اس کو آباد کیا تھا، بعض لوگوں کی رائے ہے کہ بدر بن الحارث نے اس کو آباد کیا تھا اور بعض کا خیال ہے کہ وہاں ایک کنواں تھا اس کا نام بدر تھا اس کی بنیاد پر اس بستی کا نام بدر رکھا گیا۔ (۱۶)

ابوسفیان کا خوف اور اہل مکہ کی اطلاع کے لیے آدمی کی روانگی

ادھر ابوسفیان بن حرب جو تجارتی قافلہ شام سے لیکر مکہ مکرمہ جارہے تھے ان کو فکر تھی کہ کہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب ہمارے قافلے کا تعاقب نہ کریں اس لیے وہ سرگرمی سے اس کی جستجو اور تحقیق میں لگے ہوئے تھے، جب حجاز کے قریب پہنچے تو ان کو پتہ چل گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قافلے کے تعاقب کے لیے روانہ ہوئے ہیں۔ ابوسفیان نے ضمضم بن عمرو غفاری کو اجرت دے کر روانہ کیا کہ مکہ مکرمہ جلد سے جلد پہنچو اور قریش کو اطلاع دو کہ اپنے تجارتی قافلہ کی خبر لو وہ خطرے میں ہے، چنانچہ ضمضم غفاری مکہ مکرمہ روانہ ہوا (۱۷)۔

---

(۱۵) قال اللہ عزوجل: "وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان" (الانفال، آیت: ۴۱)

(۱۶) معجم البلدان ج: ۱۔ ص: ۳۵۸

[illegible]قات ابن سعد ج: ۲۔ ص: ۱۲۔ نیز سیرۃ ابن ہشام ج: ۱ ص: ۶۰۷

عاتکہ بنت عبدالمطلب کا خواب

ابھی وہ پہنچا نہیں تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی عاتکہ بنت عبدالمطلب (۱۸) نے ایک خواب دیکھا کہ ایک شتر سوار شخص "ابطح" میں اونٹ بٹھا کر اعلان کررہا ہے "الاانفروا یاآل غدر لمصارعکم فی ثلاث" اے غدارو! اپنے قتل ہونیکی جگہ کے لیے روانہ ہوجاؤ تین دن کے اندر اندر۔

اس کے بعد یہ شخص مسجد حرام میں آتا ہے اور یہی اعلان کرتا ہے پھر جبل ابی قبیس پر چڑھ جاتا ہے اور ایک پتھر کی چٹان کو نیچے پھینکتا ہے وہ چٹان ریزہ ریزہ ہوجاتی ہے، مکہ کا کوئی گھر ایسا نہیں رہا جس میں اس چٹان کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے نہ گرے ہوں (۱۹)۔

عاتکہ نے اپنے بھائی عباس بن عبدالمطلب سے اس خواب کا ذکر کیا اور کہا کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تمہاری قوم پر کوئی مصیبت آنی والی ہے، یہ بھی کہا کہ اس خواب کا ذکر کسی سے نہ کرنا، حضرت عباس نے اپنے دوست ولید بن عتبہ سے اس خواب کا ذکر کردیا اور ان سے کہا کہ اس کو بیان نہیں کرنا، ولید نے اپنے باپ عتبہ سے اس کا ذکر کردیا اور بات پورے مکہ میں پھیل گئی۔

حضرت عباس مسجد حرام میں گئے تو ابوجہل نے فقرہ چست کیا اور طعنہ دیا کہ اب تو تمہارے خاندان میں عورتیں بھی نبی بننے لگی ہیں (۲۰) اسی دوران ضمضم بن عمرو غفاری پہنچ گیا، گریبان چاک کر رکھا تھا اور اونٹ کی ناک کاٹ رکھی تھی اور اعلان کررہا تھا۔ یاآل قریش! ادرکوا عیرکم (۲۱) "اے قریشیو! اپنے قافلے کی خبرلو"۔ ضمضم بن عمرو غفاری کے اس پیغام کو لیکر پہنچنے کے بعد اب عاتکہ بنت عبدالمطلب کے خواب کی حقیقت ذہنوں میں آنے لگی چنانچہ اب لوگ فکر مند ہوگئے (۲۲) اور کئی لوگوں کو یہ بھی خیال ہوا کہ جان بچائیں مگر مکہ کا کوئی گھر ایسا نہیں تھا جس کا کچھ نہ کچھ سرمایہ اس تجارتی قافلہ میں نہ لگا ہو، حالات چونکہ بدلے ہوئے تھے، قافلے مسلمانوں کی زد میں ہوتے تھے اس واسطے تجارت آزاد تھی نہیں لیکن یہ بڑا قافلہ تھا ابوسفیان جیسا مدبر اس کا امیر تھا اس لیے سب لوگوں نے اپنی جمع پونجی سمیٹ کر اس قافلہ کے حوالہ کردی تھی (۲۳)۔

---

(۱۸) عاتکہ بنت عبدالمطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی اور ابوطالب کی سگی بہن اور ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے والد ابوامیہ بن المغیرہ کی بیوی تھیں، ان کے اسلام لانے میں اختلاف ہے، اکثر حضرات کی رائے یہ ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کیا تھا، (الاصابۃ ج: ۴۔ ص: ۳۵۸)

(۱۹) سیرۃ ابن ہشام ج: ۱۔ ص: ۶۰۸

(۲۰) سیرۃ ابن ہشام ج: ۱۔ ص: ۶۰۸

(۲۱) البدایۃ والنہایۃ ج: ۳۔ ص: ۲۵۸

(۲۲) البدایۃ والنہایۃ ج: ۳ ص: ۲۵۸

(۲۳) طبقات ابن سعد ج: ۲۔ ص: ۱۲

چنانچہ اس خبر سے پورے مکہ میں کھلبلی مچ گئی اور ابوجہل نے لوگوں کو تیار کرنا شروع کیا، لوگ چلنے کے لیے تیار ہوگئے ابولہب نہیں گیا اس کا عاص بن ہشام پر چار ہزار درہم کا قرضہ تھا اور یہ مقروض اپنی مفلسی کی وجہ سے قرضہ ادا کرنے پر قادر نہیں تھا تو ابولہب نے دباؤ ڈالا کہ یا میرا قرضہ ادا کرو یا میری جگہ تم جاؤ چنانچہ وہ قرض کے دباؤ میں آکر ابولہب کے عوض لشکر میں شامل ہوگیا (۲۴)۔

جہیم بن الصلت کا خواب

جب یہ لوگ روانہ ہوئے اور مقام جحفہ (۲۵) پہنچے، وہاں جہیم بن صلت نے خواب دیکھا کہ ایک آدمی ہے، گھوڑے پر سوار ہے اور اس کے پاس ایک اونٹ ہے، وہ آدمی کہہ رہا ہے، "قتل امیۃ بن خلف، قتل ابوالحکم بن ھشام، قتل عتبۃ بن ربیعۃ، قتل شیبۃ بن ربیعۃ" اس اعلان کے بعد وہ شخص اس اونٹ کو ایک برچھا مارتا ہے اور اس برچھے کے لگنے سے اونٹ کے جسم سے خون نکلتا ہے اور وہ خون ایسا ہے کہ جتنے خیمے ان قریشیوں کے وہاں قائم ہیں ان تمام میں اس کی چھینٹیں جاکر گرتی ہیں۔ یہ خواب اس نے بیان کیا، ابوجہل کو جب اس خواب کی اطلاع ہوئی، وہ کہنے لگا، بنی المطلب میں یہ دوسرا پیغمبر پیدا ہوا، جب کل کو بدر کے مقام میں مقابلہ ہوگا تو ہم بتائیں گے کہ کون قتل ہوگا۔ (۲۶)

ابوسفیان کا خوف اور جستجو

ابوسفیان بن حرب باقاعدہ اس جستجو میں تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو ہمارے قافلے کے تعاقب میں نکلے ہیں ان کا حال معلوم ہو، بدر کے مقام پر ایک ٹیلہ تھا اور اس ٹیلے کے پاس ایک چشمہ تھا، اس چشمہ کے پاس مجدی بن عمرو جہنی اور دو عورتیں تھیں جن میں ایک عورت کا دوسری پر قرضہ تھا اور وہ اپنے قرض کا تقاضہ کررہی تھی اور قرض دار عورت اس سے مہلت مانگ رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ قریش کا قافلہ آنے والا ہے وہ یہاں قیام کریگا مجھے ان کی خدمت کا موقع ملے گا تو محنت اور مزدوری سے جو کماؤں گی اس سے تمہارا قرضہ ادا کردوں گی، ان میں جھگڑے کو دیکھ کر مجدی بن عمرو نے بیچ بچاؤ کرایا اور کہا کہ ہاں، قریش کا قافلہ آنے والا ہے، اس وقت یہ تمہارا قرضہ ادا کردیگی (۲۷)۔

---

(۲۴) سیرۃ ابن ہشام ج:۱۔ ص: ۶۱۰

(۲۵) الجحفۃ: بالضم ثم السکون کانت قریۃ کبیرۃ.... علی طریق المدینۃ من مکۃ علی اربع مراحل، وھی میقات اھل مصر والشام، ان لم یمروا علی المدینۃ فان مروا بالمدینۃ فمیقاتھم ذو الحلیفۃ۔ (معجم البلدان: ۲/ ۱۱۱)

(۲۶) دیکھیے البدایہ والنہایۃ ج: ۳۔ ص: ۲۶۵، ۲۶۶

(۲۷) سیرۃ ابن ہشام ج: ۱۔ ص: ۶۱۷

بسبس اور عدی بن جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے قافلہ کی جاسوسی کے لیے روانہ فرمایا تھا یہ دونوں حضرات مقام بدر پر پہنچے ہوئے تھے، ان دو عورتوں اور مجدی بن عمرو کی گفتگو سنتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ (۲۸) اب ابوسفیان بن حرب یہاں پہنچے تو انہوں نے مجدی بن عمرو سے کہا کہ تم نے یہاں کچھ لوگوں کی چلت پھرت اور آمدورفت کو دیکھا ہے؟ مجدی نے کہا میں نے کسی کو نہیں دیکھا البتہ دو سوار آئے تھے انہوں نے اونٹوں کو پانی پلایا اور مشکیزہ پانی سے بھرا اور پھر چلے گئے۔

ابوسفیان نے ادھر ادھر دیکھا تو اونٹ کی مینگنیاں اس کو مل گئیں، ایک مینگنی کو اس نے اٹھا کر توڑا تو اس کے اندر سے کھجور کی گٹھلی نکلی، اس گٹھلی کو دیکھ کر اس نے فوراً سمجھا کہ یہ یثرب (مدینہ) کی کھجور کی گٹھلی ہے، اور یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آدمی تھے لہذا ہمیں اپنا راستہ تبدیل کرلینا چاہیئے، چنانچہ اس نے راستہ تبدیل کیا اور ساحل بحر کا راستہ اختیار کیا۔ (۲۹) اور اس طرح اپنے قافلہ کو بچانے میں کامیاب ہوگیا۔

قریش کی واپسی کے لیے ابوسفیان کا پیغام

جب یہ اطمینان ہوگیا کہ قافلہ اب محفوظ ہے تو اس نے قریش کے پاس پیغام بھیجا "انکم انما خرجتم لتمنعوا عیرکم ورجالکم واموالکم وقد نجاھا اللہ فارجعوا"۳۰

"تم اس لیے نکلے تھے کہ اپنے قافلے، اپنے آدمیوں اور اپنے اموال کی حفاظت کرو اللہ نے سب کو بچالیا ہے لہذا اب تم واپس ہوجاؤ۔"

قریش کے لشکر کو یہ پیغام ملا لیکن ابوجہل نے کہا کہ نہیں، ہمارے پاس گانے اور ناچنے والی عورتیں ہیں، طبلہ بجانے والے مرد ہیں، خوراک کا بڑا معقول اور بہترین انتظام ہے، ہم بدر جائیں گے، تین دن وہاں جشن منائیں گے اور اس کے بعد واپس آئیں گے۔ (۳۱)

---

(۲۸) ایضاً

(۲۹) سیرۃ ابن ہشام ج:۱- ص۔ ۶۱۸

(۳۰) سیرت ابن ہشام ج:۱- ص:۶۱۸

(۳۱) .... فقال ابوجہل: واللہ لانرجع حتی نرد بدرا.... فنقیم علیہ ثلاثا، فننحر الجزور، ونطعم الطعام، ونسقی الخمر، وتعزف علینا القیان، وتسمع بنا العرب بمسیرنا وجمعنا، فلایزالون یھابوننا ابدا بعدھا، فامضوا (السیرۃ النبویۃ: ۶۱۸/۱۔ والبدایۃ والنھایۃ:۲۶۶/۳)

بنوزہرہ کی واپسی

بنوزہرہ کے سردار اخنس بن شریق نے کہا کہ ہم تو قافلہ کی حفاظت کے لیے آئے تھے قافلہ ہمارا محفوظ مکہ مکرمہ پہنچ رہا ہے لہذا ہمیں اب آگے جانے کی ضرورت نہیں ہے، چنانچہ وہ اپنے آدمیوں کو لیکر واپس چلا گیا۔ (۳۲)

یہ لوگ بدر کے مقام پر مسلمانوں سے پہلے پہنچ گئے اور وہاں جو بہترین جگہ تھی اس پر انہوں نے قبضہ کرلیا اور وہاں موجود پانی کے چشمے پر بھی قبضہ کرلیا مسلمان بعد میں پہنچے، ان کو جو جگہ ملی وہاں ریت ہی ریت تھی، اس کے اندر پاؤں دھنستے تھے، اللہ تبارک وتعالی نے بارش نازل فرمائی۔ (۳۳) قرآن نے اسی کا ذکر اس آیت میں کیا۔

ویُنزّل علیکم من السماء ماء لیطھرکم بہ ویذھب عنکم رجز الشیطان ولیربط علی قلوبکم ویثبت بہ الاقدام.... (سورۃ الانفال، آیت: ۱۱)

"اور اللہ تعالی نے بارش نازل کی تاکہ تم کو پاک کردے اور تم سے شیطان کی گندگی دور کردے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کردے اور تمہارے قدموں کو جمادے۔"

بارش کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی وجہ سے وہ ریت جم گئی اور جہاں مشرکین ٹھہرے ہوئے تھے وہاں کیچڑ ہوگیا اور ان کے لیے مشکل ودشواری پیدا ہوگئی۔

اس دوران آپ نے حضرت علیؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت زبیر بن عوامؓ کو بھیجا کہ جاؤ ذرا قریش کا جائزہ لیکر آؤ، (۳۴) اتفاقاً قریش کے دو غلام (۳۵) ان کے ہاتھ لگ گئے ان کو یہ پکڑ لائے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے، ان حضرات نے ان غلاموں سے ابوسفیان کے قافلہ کے بارے میں دریافت کرنا شروع کیا، غلاموں نے کہا، ہم لشکر قریش کو پانی پلانے کے لیے لشکر کے ساتھ آئے ہیں، ابوسفیان کے قافلہ کا ہم کو علم نہیں، جب یہ غلام ابوسفیان کے قافلہ کے بارے میں اپنی لاعلمی ظاہر کرتے تو صحابہ ان کی پٹائی شروع کرتے کہ شاید اس خوف سے قافلہ کا کچھ حال بتادیں جب ان کو مار پڑتی تو

---

(۳۲) طبقات ابن سعد ج: ۲۔ ص: ۱۴

(۳۳) البدایۃ والنہایۃ ج: ۳۔ ص: ۲۶۶

(۳۴) سیرۃ ابن ہشام ج: ۱ ص: ۶۱۶

(۳۵) ان میں ایک غلام بنو الحجاج کا تھا، اس کا نام اسلم دوسرا غلام بنو العاص کا تھا اس کا نام عریض ابویسار لکھا ہے (سیرۃ ابن ہشام ج: ۱ ص: ۶۱۶) البتہ کنزالعمال میں مسند احمد وغیرہ کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی روایت میں ہے کہ "ہمیں دو آدمی ملے ایک قریشی تھا اور ایک عقبہ بن ابی معیط کا غلام تھا، قریشی تو ہم سے نکل بھاگا اور غلام ہم نے پکڑلیا اور اس سے دریافت کرنا شروع کیا".... دیکھیے کنزالعمال ج: ۱۰۔ ص: ۲۹۴، حدیث نمبر: ۲۹۹۴۱

کہتے، ہاں قافلہ ہے اور صحابہ مارنا چھوڑ دیتے اور ان سے قافلۂ تجارت کا حال دریافت کرتے تو وہ پھر کہتے ہم قریش کے سقے ہیں، قافلہ کا ہمیں علم نہیں، صحابہ ان کو دوبارہ ڈراتے دھمکاتے، اس دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا اور فرمایا کہ تم عجیب لوگ ہو جب یہ جھوٹ بولتے ہیں تو تم چھوڑ دیتے ہو اور جب سچ بولتے ہیں تو پٹائی کرتے ہو، بخدا! یہ قریش کے آدمی ہیں، پھر آپ نے ان سے پوچھا لشکر میں کتنے آدمی ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں تعداد تو نہیں معلوم، بس یہ معلوم ہے کہ بہت ہیں۔ آپ نے فرمایا، اچھا یہ بتاؤ کہ وہ روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں تو غلاموں نے جواب دیا ایک دن نو اونٹ ذبح کرتے ہیں اور ایک دن دس، تو آپ نے فرمایا نو سو سے ایک ہزار کے درمیان ان کی تعداد ہے اور واقعی ایسا ہی تھا۔ (۳۶)

جنگ کی رات حضورؐ کی دعا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جس صبح کو جنگ ہونے والی تھی اس رات میں سب صحابہؓ سوئے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں سوئے اور آپ برابر اللہ سے دعا اور التجا کرتے رہے۔ (۳۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ اس رات صحابہؓ کو میدان بدر کی طرف لے گئے اور کفار مکہ کی قتل گاہیں ان کو دکھلائیں۔ (۳۸)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی تجویز پر ٹیلے کے اوپر آپ کے لیے ایک چھپر تیار کیا گیا اس چھپر میں آپ مصروف الحاح وزاری اور مصروف دعا وعبادت ہوگئے، حضرت ابوبکر صدیقؓ اندر چھپر میں آپ کے ساتھ تھے، حضرت سعد بن معاذؓ باہر دروازے پر پہرہ دے رہے تھے۔ (۳۹)

جب صبح ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور اس کے بعد پھر آپؐ نے صحابہ کرامؓ کی صفیں درست کیں، ایک جھنڈا حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا، ایک جھنڈا حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ میں تھا اور ایک جھنڈا ایک انصاری صحابی کے ہاتھ میں تھا۔ (۴۰) یہ جمعہ کا دن تھا اور ماہ رمضان کی سترہ تاریخ تھی۔ (۴۱)

مشرکین کی صف بندی

ادھر مشرکین باقاعدہ صف بنا کر جنگ کے لیے کھڑے ہوگئے، ابھی جنگ شروع نہیں ہوئی تھی کہ

---

(۳۶) سیرۃ ابن ہشام ج:۱۔ ص: ۶۱۲ (۳۷) کنز العمال ج:۱۰۔ ص: ۳۹۷ حدیث نمبر: ۲۹۹۴۴

(۳۸) کنز العمال ج:۱۰۔ ص: ۴۴۴۔ حدیث نمبر: ۳۰۰۲۳ (۳۹) سیرۃ ابن ہشام ج:۱۔ ص: ۶۲۰ (۴۰) سیرۃ ابن ہشام ج:۱۔ ص: ۶۱۲

(۴۱) سیرۃ ابن ہشام ج:۱۔ ص: ۶۲۶

ایک مشرک نے کہا کہ مجھے اجازت دو میں دیکھ آؤں کہ مسلمانوں کی امداد کے لیے کوئی اور فوج کہیں کمین گاہ میں تو نہیں ہے؟ چنانچہ وہ گھوڑے پر سوار ہوا اور آس پاس کا چکر لگایا اور آکر کہا کہ بس یہی ہیں جو سامنے ہیں کوئی اور فوج اور کمک نہیں ہے، لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ یہ لوگ مدینہ منورہ سے سرخ موت کو اپنے اونٹوں پر لاد کر ساتھ لائے ہیں، تلوار کے سوا ان کا کوئی سہارا نہیں اور میرا یہ اندازہ ہے کہ ان میں سے کوئی آدمی اس وقت تک موت کو قبول نہیں کریگا جب تک وہ اپنے مدمقابل کو موت کے گھاٹ نہ اتار دے اگر ہمارے آدمی بھی انہی کے برابر مارے گئے تو پھر زندگی کا کیا لطف؟ لہٰذا کوئی سوچ سمجھ کر رائے قائم کرلو۔ (۴۲)

حکیم بن حزام کا عتبہ کو واپسی کا مشورہ

اس دوران حکیم بن حزام عتبہ بن ربیعہ کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ عمرو بن حضرمی کا خون بہا اپنے ذمہ لے لو اور لوگوں کو واپس لے چلو، عتبہ اس کے لیے تیار ہوگیا، لوگوں کو واپس لے جانے کے لیے ایک خطبہ دیا، (۴۳) لیکن ابوجہل نے اس سے اختلاف کیا اور طعنہ دیا کہ اپنے بیٹے ابوحذیفہؓ (۴۴) کی خاطر جنگ سے کترا رہا ہے کہ وہ مسلمانوں کے لشکر میں ہے، جنگ میں اس کے قتل ہونیکا اس کو خوف ہے۔

عتبہ کا اپنے بھائی اور بیٹے سمیت مقابلہ کے لیے نکلنا

ابوجہل کے اس طعنہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید بن عتبہ کو لیکر میدان میں مقابلہ کے لیے نکلا اور تینوں نے نعرہ لگایا ھل من مبارز؟ (کوئی مقابلہ کرنے والا ہے؟) مسلمانوں میں سے تین انصاری صحابی حضرت عوف بن الحارثؓ، حضرت معوذ بن الحارثؓ اور حضرت عبداللہ

---

(۴۲) ابن ہشام نے اس کے الفاظ یوں نقل کئے: قال: ما وجدت شیئا، ولکنی قد رأیت، یامعشر قریش، البلایا تحمل المنایا، نواضح یثرب تحمل الموت الناقع، قوم لیس لهم منعة ولا ملجأ إلا سیوفهم، واللہ ما اری ان یقتل رجل منهم، حتی یقتل رجلا منکم، فاذا اصابوا منکم اعدادهم فما خیر العیش بعد ذلک؟ فروا رأیکم (سیرة ابن ہشام: ۱/ ٦۲۲)

(۴۳) وفی سیرة ابن ہشام (۱/ ٦۲۳) ثم قام عتبة بن ربیعة خطیبا فقال: یامعشر قریش، انکم واللہ ما تصنعون بان تلقوا محمدا واصحابه شیئا، واللہ لئن اصبتموه لا یزال الرجل ینظر فی وجه رجل یکره النظر الیه، قتل ابن عمه او ابن خاله او رجلا من عشیرته فارجعوا وخلوا بین محمد وبین سائر العرب، فان اصابوه فذلک الذی اردتم وان کان غیر ذلک الفاکم ولم تعرضوا منه ما تریدون۔۔۔۔

(۴۴) ابوحذیفة بن عتبة بن ربیعة، اسمه مهشم وقیل هشیم وقیل هاشم۔ وقیل: قیس۔۔ کان من السابقین الی الاسلام، وهاجر الهجرتین وصلی الی القبلتین۔۔۔ اسلم بعد ثلاثة واربعین انسانا۔۔۔ کان ممن شهد بدرا، استشهد یوم الیمامة وهو ابن ست وخمسین سنة (الاصابة: ۴۲/۴۔ ۴۳)

بن رواحہؓ(۴۵) مقابلہ کے لیے آگے بڑھے۔

حضرت عفراءؓ کی ایک خصوصیت

حضرت عوف اور حضرت معوذ کی والدہ حضرت عفراءؓ ہیں، حضرت عفراءؓ نے پہلی شادی حارث سے کی، حارث سے ان کے تین بیٹے پیدا ہوئے، حضرت عوفؓ، حضرت معوذؓ اور حضرت معاذؓ، حارث کے انتقال کے بعد پھر حضرت عفراءؓ نے بکیر بن یالیل سے شادی کی اور بکیر بن یالیل سے ان کے چار بیٹے پیدا ہوئے، ایاس، عاقل، خالد اور عامر، حضرت عفراء رضی اللہ عنہا کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کے یہ سات بیٹے ہیں اور ساتوں کے سات جنگ بدر میں شریک ہوئے ہیں۔ (۴۶) بہرحال جب یہ تینوں صحابی مقابلہ کے لیے آئے تو عتبہ نے پوچھا، "من انتم" تم کون ہو؟ انہوں نے کہا۔ "رھطٌ من الانصار" ہم انصار کی جماعت ہیں، عتبہ نے کہا.... "مالنابکم حاجة" ہمارا تم سے کوئی مطلب نہیں ہے، پھر عتبہ نے کہا، "یامحمد، اخرج الینا اکفاءنا من قومنا" ہماری قوم کے افراد جو ہم جیسے ہوں ان کو مقابلہ کے لیے بھیجیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہ بن الحارثؓ سے فرمایا، آگے بڑھو، یہ تینوں حضرات مقابلہ کے لیے آگے نکلے چونکہ ان کے چہروں پر نقاب تھے اس لیے عتبہ نے سوال کیا۔ "من انتم؟" انہوں نے اپنا تعارف کرایا۔ عتبہ نے کہا "نعم اکفاء کرام" ہاں، یہ لوگ ہمارے مثل ہیں اور عزت والے لوگ ہیں۔ (۴۷) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر یہ بھی فرمایا تھا۔

"یابنی هاشم، قوموا، قاتلوا بحقکم الذی بعث اللّٰه به نبیکم اذجاؤوا بباطلهم لیطفئوانوراللّٰه" (۴۸)

"اے بنو ہاشم! تم اس حق کے ساتھ نکلو جو اللہ نے تمہارے نبی کو دیکر بھیجا ہے جبکہ یہ لوگ باطل لیکر اللہ کا نور (دین حق) بجھانے (مٹانے) آئے ہیں۔"

انفرادی مقابلہ میں عتبہ وشیبہ وولید کا قتل

حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہ بن الحارثؓ مقابلہ کے لیے نکلے، حضرت علیؓ کا مقابلہ ولید

---

(۴۵) حضرت عبداللہ بن رواحہ مشہور انصاری صحابی ہیں، لیلۃ العقبہ میں بیعت اور جنگ بدر میں شرکت کا شرف ان کو حاصل ہے، غزوۂ موتہ میں جب حضرت جعفر طیار شہید ہوگئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق لشکر اسلام کا جھنڈا انہوں نے لیا اور لڑتے لڑتے موتہ کے میدان میں جام شہادت نوش فرمایا۔ (الاصابۃ ج: ۲۔ ص: ۳۰۶)

(۴۶) دیکھیے الاصابۃ ج: ۴ ص: ۳۶۴ (۴۷) سیرۃ ابن ہشام ج: ۱۔ ص: ۶۲۵ (۴۸) طبقات ابن سعد ج: ۲۔ ص: ۱۷

سے ہوا اور ایک ہی وار میں اس کو جہنم رسید کیا، حضرت حمزہؓ کا مقابلہ شیبہ بن ربیعہ سے ہوا اور انہوں نے بھی ایک ہی ضرب میں اس کا کام تمام کردیا، اور حضرت عبیدہ بن الحارثؓ کا مقابلہ عتبہ سے ہوا، دونوں ایک دوسرے پر وار کرکے زخمی ہوگئے عتبہ کے وار سے حضرت عبیدہؓ کی ٹانگ کٹ گئی، حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ اپنے فریق کو قتل کرنے کے بعد حضرت عبیدہ بن الحارث کی مدد کو آگئے اور آکر عتبہ کا کام تمام کردیا۔ (۴۹)

حضرت عبیدہ بن الحارثؓ کی شہادت

حضرت عبیدہ بن الحارثؓ زخمی حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے گئے حضرت عبیدہ نے دریافت کیا یارسول اللہ! میں شہید ہوں، آپؐ نے فرمایا بالکل تم شہید ہو، شہادت سے قبل انہوں نے یہ شعر پڑھے۔

فان یقطعوا رحلی فانی مسلم
ارجی به عیشا من الله عالیا
والبسنی الرحمن من فضل منه
لباسا من الاسلام غطّی المساویا

"اگر انہوں نے میرا پاؤں کاٹ دیا ہے تو کوئی پروا کی بات نہیں میں مسلمان ہوں اور میں اللہ سے اس کے صلہ میں اعلی درجہ کی زندگی کی امید رکھتا ہوں۔
اللہ نے اپنے فضل وکرم سے مجھے اسلام کا ایسا لباس پہنایا ہے کہ جس نے تمام برائیوں کو ڈھانک لیا ہے۔" (۵۰)

جنگ کا باقاعدہ آغاز

ابوجہل نے عتبہ، شیبہ اور ولید کے قتل ہونے کے بعد لشکر کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ ان لوگوں نے جلد بازی سے کام لیا اس لیے مارے گئے، لات وعزیٰ کی قسم! ہم اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک ہم ان کو رسیوں سے نہ باندھ لیں گے (۵۱) اور گھمسان کی جنگ شروع ہوئی ابوجہل نے دعا کی کہ اے اللہ جو رشتہ داریوں کو قطع کرنے والا ہے اور معروف کے برعکس منکر کو رواج دینے والا ہے، اس کو تباہ وبرباد کردے" (۵۲)

(۴۹) سیرۃ ابن ہشام ج: ۱۔ ص: ۶۲۵ (۵۰) سیرۃ مصطفی ج:۲ ص: ۸۔ ۹۔ (۵۱) سیرۃ مصطفی ج:۲ ص: ۹۱۔
(۵۲) چنانچہ ابوجہل کی دعا کے الفاظ یوں منقول ہیں۔ اللہم اقطعنا للرحم، واتانا بما لا یعرف، فاحنه الغداة، فکان هو المستفتح (سیرۃ ابن ہشام: ۶۲۸/۱

جنگ شروع ہونے کے بعد آپؐ کی دعا میں مشغولیت

ادھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ شروع ہونے کے بعد دعا اور الحاح وزاری میں مشغول ہوگئے آپؐ نے دعا کی۔

اللھم انی انشدک عھدک ووعدک، اللھم ان شئت لم تعبد بعد الیوم ابداً (۵۳)

"اے اللہ! آپ نے جو وعدہ اور عہد کیا ہے میں آپ سے اس کے پورا ہونیکی درخواست کرتا ہوں، اے اللہ! اگر آپ چاہیں کہ زمین میں آج کے بعد ہمیشہ کے لیے آپ کی عبادت نہ ہو" (تو پھر ٹھیک ہے کہ یہ مٹھی بھر مسلمان ختم ہوں) اور بعض روایات میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی۔

اللھم انجزلی ما وعدتنی، اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ من اھل الاسلام لاتعبد فی الارض (۵۴)

"اے اللہ! آپ نے جو وعدہ مجھ سے فرمایا ہے اس کو پورا فرمادیجئے، اے اللہ! اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو روئے زمین پر پھر آپ کی عبادت نہیں ہوسکے گی"

روایت میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں اس قدر الحاح وزاری اختیار فرمائی کہ آپ کی چادر مبارک دوش مبارک سے گرجاتی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا، کفاک مناشدتک ربک فانہ سینجزلک ما وعدک (۵۵) "اپنے رب کے حضور میں آپ کی اتنی الحاح وزاری کافی ہے، بیشک وہ اپنے اس وعدہ کو پورا کرینگے جو آپ سے کیا ہے۔"

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں اس قدر مبالغہ کررہے ہیں اور الحاح وزاری کررہے ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کو مزید دعا سے روک رہے ہیں، اللہ سبحانہ وتعالی آپ سے وعدہ کرچکے تھے کہ آپ کو غالب کرینگے اور آپ کو کامیابی دینگے توکیا اللہ کے اس وعدہ پر ابوبکر صدیقؓ کو یقین ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین نہیں ہے؟

تو اس کے متعلق آپ کہیے کہ مقام الوہیت اور ربوبیت کا ادب یہی ہے کہ وعدہ کے باوجود آدمی ڈرتا

(۵۳) البدایۃ والنھایۃ ج: ۳ ص۔ ۲۷۶ (۵۴) کنزالعمال ج: ۱۔ ص: ۲۹۲۔ حدیث نمبر ۲۹۹۲۹ (۵۵) کامل ابن اثیر ج: ۲۔ ص: ۸۷

رہے اور وعدہ کے باوجود آدمی مانگتا رہے اور یہ سمجھتا رہے کہ اللہ کی ذات بے نیاز ہے، "لایسئل عمایفعل" اس سے نہیں پوچھا جاسکتا کہ اس نے یہ کام کیا ہے تو کیوں کیا ہے؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقام خوف میں تھے، آپ مقام الوہیت کا پورا لحاظ اور شان ربوبیت کا پورا پورا ادب فرمارہے تھے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مقام رجاء میں تھے، ان پر رجاء کا غلبہ تھا (٥٦) دوسری بات ایک اور بھی ہے وہ یہ کہ ممکن ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سمجھا ہو کہ اللہ نے وعدہ تو فرمایا ہے لیکن ہوسکتا ہے اس وعدہ کی تکمیل کے لیے کچھ شرائط اور کچھ اسباب ایسے ضروری ہوں کہ ان کے بغیر یہ وعدہ پورا نہ ہو اور ہم سے ان شرائط اور ان اسباب میں کوتاہی ہوجائے اس لیے آپ پر خوف غالب رہا اور آپ دعا مانگتے رہے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم عریش سے باہر آئے اور آپ نے فرمایا۔

ابشر یا ابابکر، اتاک نصر اللہ، ھذا جبریل آخذ بعنان فرسہ (٥٧)

"ابوبکر! خوشخبری! اللہ کی مدد آگئی، یہ جبریل ہیں، انہوں نے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑی ہے۔"

ایک مشت خاک سے کفار کی بدحواسی

جنگ شروع ہوئی اور گھمسان کارن پڑا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاک کی ایک مٹھی لے کر کفار کی طرف پھینکی اور "شاھت الوجوہ" تین مرتبہ فرمایا اسی کے بارے میں قرآن نے کہا۔ (٥٨)

ومارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمی۔ (سورہ الانفال آیت: ١٧)

"اور آپ نے نہیں پھینکی وہ مشت خاک جس وقت کہ آپ نے پھینکی

---

(٥٦) وحکی السہیلی عن شیخہ ابی بکر بن العربی بانہ قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مقام الخوف والصدیق فی مقام الرجاء وکان مقام الخوف فی ھذا الوقت اکمل، لان اللہ ان یفعل مایشاء، فخاف ان لایعبد فی الارض بعدھا۔ (البدایۃ والنہایۃ: ٣/٢٧٢)

(٥٧) سیرۃ ابن ہشام: ١ / ٦٢٧۔ وفی الکامل (٢ / ٨٧، ٨٨): وخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یقول: (سیھزم الجمع ویولون الدبر) وحرض المسلمین، وقال: والذی نفس محمد بیدہ لایقاتلھم الیوم رجل فیقتل صابراً محتسباً مقبلاً غیر مدبر الا ادخلہ اللہ الجنۃ، فقال عمیر بن الحمام الانصاری.... وبیدہ تمرات یاکلھن: بخ بخ ما بینی وبین ان ادخل الجنۃ الا ان یقتلنی ھؤلاء ثم القی التمرات من یدہ وقاتل حتی قتل۔ ورمی مھجع مولی عمر بن الخطاب بسھم فقتل فکان اول قتیل، وفی البدایۃ والنہایۃ ٣ / ٢٧٧: ۔ فاخرج عمیر تمرات فجعل یاکل منھن ثم قال: لئن انا احییت حتی آکل تمراتی ھذہ، انھا حیاۃ طویلۃ، فرمی ماکان معہ من التمر ثم قاتلھم حتی قتل رحمہ اللہ، وھو یقول حین قاتل

رکضا الی اللہ بغیر زاد
الا التقی وعمل المعاد
والصبر فی اللہ علی الجہاد
وکل زاد عرضۃ النفاد
غیر التقی والبر والرشاد

(٥٨) تفسیر ابن کثیر ج: ٢۔ ص: ٢٩٥

لیکن اللہ نے پھینکی۔"

ایک مشت خاک کی کیا حقیقت ہے، کفار کا ایک ہزار کا لشکر تھا لیکن اس لشکر کا کوئی آدمی ایسا نہیں بچا جس کی آنکھوں میں یہ مٹی نہ داخل ہوئی ہو وہ مٹی ہر آدمی کی آنکھ میں پہنچی اور وہ آنکھیں ملنے لگا۔ اس سے کفار بدحواس ہوگئے (۵۹) مسلمان ان کو پکڑتے اور قید کرتے، پکڑتے اور قتل کرتے۔

ابوالبختری کا قتل

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے اس دوران یہ بھی فرمایا کہ بعض لوگ مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے آنا نہیں چاہتے تھے ان کو زبردستی لایا گیا ہے لہذا ان کو قتل نہیں کرنا، ان میں حضرت عباس بن عبدالمطلب بھی تھے اور ابوالبختری بن ہشام بھی زبردستی لائے گئے تھے۔

ایک انصاری صحابی (٦٠) نے ابوالبختری کو پکڑا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے قتل سے ہمیں منع کیا ہے، ابوالبختری کا ایک ساتھی اس کے ساتھ مکہ سے آیا تھا، اس نے کہا میرے اس ساتھی (٦١) کو بھی قتل نہ کرو، انصاری صحابی نے کہا کہ ہرگز نہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف آپ کے بارے میں حکم دیا ہے آپ کے رفیق کے بارے میں نہیں، لہذا ہم اس کو نہیں چھوڑ سکتے۔ ابوالبختری نے کہا کہ پھر یہ نہیں ہوسکتا کہ میرے ساتھی کو میرے سامنے قتل کردیا جائے اور میں زندہ رہوں اور یہ شعر پڑھتا ہوا حملہ کے لیے آگے بڑھا۔

لن یسلم ابن حرۃ زمیلہ
حتی یموت اویری سبیلہ

"شریف عورت کا بیٹا اپنے ساتھی کو قتل کے لیے حوالہ نہیں کرسکتا یہاں تک کہ یا تو خود مرجائے یا پھر بچکر اپنا راستہ دیکھے۔" بالآخر اس انصاری صحابی نے اس کو قتل کرڈالا (٦٢)

---

(۵۹) ایضاً

(٦٠) ان کا نام مجذر بن زیاد بلوی تھا (دیکھیے البدایۃ والنہایۃ ج۳۔ ص۔ ۲۸۵)

(٦١) ان کے اس ساتھی کا نام جنادہ بن ملیحہ تھا۔ (البدایۃ ج۳ ص: ۲۸۵)

(٦٢) البدایۃ والنہایۃ ج:۳ ص:۲۸۵۔ وانما نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قتل ابی البختری لانہ کان اکف القوم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہو بمکۃ، وکان لایوذیہ ولایبلغہ عنہ شئی یکرہہ، وکان ممن قام فی نقض الصحیفۃ التی کتبت قریش علی بنی ہاشم وبنی المطلب (سیرۃ ابن ہشام ۶۲۹/۱)

عبیدہ بن سعید کا قتل

عبیدہ بن سعید ایک بڑا کافر تھا، اس کے جسم کا کوئی حصہ زرہ سے باہر نہ تھا فقط آنکھیں نظر آتی تھیں، حضرت زبیر بن عوامؓ نے تاک کر اس کی آنکھ میں نیزہ مارا جو اس کے سر کے پار ہوگیا اور وہ گر کر مر گیا۔ حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے سینہ پر پاؤں رکھا اور پوری قوت کے ساتھ کھینچ کر نیزہ کو نکالا تو اس نیزہ کے کنارے ٹیڑھے ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ سے وہ نیزہ بطور یادگار لیا اور اپنے پاس رکھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس رہا اور اس کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس رہا پھر حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اور آخر میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس آگیا تھا۔ (٦٣)

اس جنگ میں قریش کے تقریباً ستر آدمی مارے گئے اور ستر آدمی قید کئے گئے (٦٤)

حضرت عباسؓ کی گرفتاری

قید ہونے والوں میں حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب بھی تھے، حضرت عباسؓ بہت قدآور، لحیم، شحیم، جسیم آدمی تھے، ان کو حضرت ابوالیسرؓ نے (٦٥) قید کیا تھا جو بہت پستہ قد، بے حد کمزور اور دبلے پتلے آدمی تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ ابوالیسر! تم نے عباس کو کس طرح گرفتار کیا؟ ابوالیسرؓ نے کہا کہ اصل میں میں نے ان کو تنہا گرفتار نہیں کیا ایک آدمی نے میری مدد کی تھی اس آدمی کو نہ پہلے کبھی میں نے دیکھا اور نہ اس کے بعد، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ آسمان کا فرشتہ تھا۔ (٦٦)

جنگ کے بعد عمائدین قریش کی لاشوں کو کنویں میں ڈالنے کا فیصلہ

جنگ کے خاتمہ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمائدین قریش کو ایک کنویں میں ڈالنے کا فیصلہ کیا چنانچہ آپ نے ان سرداروں کی لاشوں کو جن کی تعداد چوبیس تھی اس کنویں میں ڈالدیا اور باقی

---

(٦٣) دیکھیے بخاری، غزوۂ بدر، رقم الحدیث: ٣٩٩٨

(٦٤) طبقات ابن سعد ج: ٢- ص: ١٨

(٦٥) حضرت ابوالیسر انصاری بدری صحابی ہیں، لیلۃ العقبہ میں حاضر تھے، مدینہ منورہ میں ۵۵ھ میں ان کا انتقال ہوا، یہ سب سے آخری بدری صحابی ہیں جن کا مدینہ میں انتقال ہوا۔ (دیکھیے الاصابۃ ج: ٤- ص: ٢٢١)

(٦٦) تاریخ طبری ج: ٢- ص: ١٦١

مقتولین کو ویسے گڑھے کھود کر دبا دیا گیا۔ (٦٧) سرداروں میں سے امیہ بن خلف کی لاش چونکہ بہت پھول گئی تھی اور جب زرہ کو اس کے جسم سے نکالا گیا تو اس کے اعضا ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اس لیے وہ وہیں مٹی میں دبا دی گئی اور کنویں کے اندر اس کو نہیں ڈالا جاسکا۔ (٦٨)

کفار کی مردہ لاشوں سے آپ ؐ کا خطاب

آپ کی عادت یہ تھی کہ جب آپ کسی جنگ میں فتح پاتے تو جنگ کے بعد تین دن آپ وہاں قیام فرماتے، (٦٩) آپ نے یہاں بھی تین دن قیام فرمایا، جب تیسرا دن ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روانگی کا حکم دیا، آپ نے زین کسوائی اور سواری پر بیٹھے اور اس کنویں کی طرف چلے جس میں سرداران قریش کی لاشیں تھیں، صحابہؓ کو خیال تھا کہ کسی کام اور ضرورت سے آپ جارہے ہیں لیکن آپ کنویں پر آئے اور فرمانے لگے۔

> یاامیۃ، یااباجهل بن هشام، یاعتبۃ بن ربیعۃ، یاشیبۃ بن ربیعۃ، هل وجدتم ماوعد ربکم حقا فانی قدوجدت ماوعدنی ربی حقاً
>
> "اے امیہ! اے ابوجہل! اے عتبہ! اے شیبہ! اللہ نے جو وعدہ تمہارے لیے کیا تھا کیا تم نے اس کو صحیح اور حق پایا؟ اللہ نے جو وعدہ مجھ سے کیا تھا وہ تو میں نے حق پالیا۔"

حضرت عمر بن خطابؓ نے کہا، هل تکلم من اجساد لاارواح فیها؟ "آپ ان بے جان مردوں سے بات کررہے ہیں" تو آپ نے فرمایا۔ والذی نفسی بیده ماانتم باسمع لما اقول منهم ولکن لایستطیعون ان یجیبوا "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ان کے مقابلہ میں تم میری بات زیادہ سننے

---

(٦٧) کامل ابن اثیر ج: ٢۔ ص: ٩٠۔ البدایۃ والنهایۃ ج: ٣۔ ص: ٢٩٣

(٦٨) سیرۃ ابن ہشام ج: ١۔ ص: ٦٣٨

(٦٩) البدایۃ والنهایۃ ج: ٣۔ ص: ٢٩٣

والے نہیں ہو لیکن یہ جواب نہیں دے سکتے " (۷۰)

مدینہ منورہ روانگی اور دو قیدیوں کا قتل

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے روانہ ہوئے (۷۱) اور انصاری صحابی حضرت عبداللہ بن کعبؓ کی حفاظت میں مال غنیمت دیا (۷۲) مدینہ منورہ کے قریب مقام صفراء میں جب آپ پہنچے تو قیدیوں میں سے نضر بن الحارث کے بارے میں آپ نے حکم دیا کہ اس کو قتل کردیا جائے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کردیا۔ (۷۳) صفراء سے جب روانہ ہوئے اور مقام عرق الظبیہ میں پہنچے تو آپ نے عقبہ بن ابی معیط کے قتل کا حکم دیا اور عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن اڑائی (۷۴)

یہ دونوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قولاً وفعلاً ہر طرح سے ایذا رسانی میں مصروف رہتے تھے

---

(۷۰) البدایۃ والنھایۃ ج: ۳۔ ص: ۲۹۲، ۲۹۳۔ بعض روایات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب کے الفاظ یوں منقول ہیں:

یااھل القلیب، بئس عشیرۃ النبی کنتم لنبیکم، کذبتمونی وصدقنی الناس، واخرجتمونی وآوانی الناس، وقاتلتمونی ونصرنی الناس، ھل وجدتم ماوعدربکم حقا، فقد وجدت ماوعدنی ربی حقا (البدایۃ والنھایۃ: ۳/۲۹۲)

اھل قلیب سے جب آپ نے یہ خطاب کیا تو حضرت ابوحذیفہ کے چہرے پر آپ نے حزن وغم کے آثار دیکھے، فرمانے لگے ابوحذیفہ! شاید باپ کی یہ حالت دیکھ کر آپ غمگین ہوئے، کہنے لگے، نہیں یارسول اللہ! بات صرف اتنی ہے کہ میرے والد عقل وحلم وفضل والے تھے اگر زندہ رہتے تو مجھے امید تھی کہ اسلام قبول کرلیتے، اب کفر کی حالت پر ان کی موت نے مجھے غمگین کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب سنکر ان کے لیے دعاء خیر فرمائی (کامل ابن اثیر ج: ۲۔ ص: ۹۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مردوں سے خطاب کرنے پر حضرت عمرؓ کو اشکال ہوا کہ بے جان لاشوں سے بات کرنا چہ معنی دارد؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جواب دیا اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ اللہ جب چاہیں اور جتنا چاہیں مردوں کو سنوا سکتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ چونکہ سماع موتی کی قائل نہ تھیں اس وجہ سے وہ ان جیسی روایات میں تاویل کرتی تھیں چنانچہ حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قلت: وھذا مما کانت عائشۃ رضی اللہ عنھا تتأولہ من الاحادیث، وتعتقد انہ معارض لبعض الایات، وھذا المقام مما کانت تعارض فیہ قولہ (وما انت بمسمع من فی القبور) ولیس ھو بمعارض لہ، والصواب قول الجمھور من الصحابۃ ومن بعدھم للاحادیث الدالۃ نصاً علی خلاف ماذھبت الیہ رضی اللہ عنھا (البدایۃ والنھایۃ: ۳/۲۹۲)

مسئلہ سماع موتی کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

(۷۱) مدینہ منورہ روانگی سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کی خوشخبری سنانے کے لیے مدینہ منورہ کے عالیہ اور سافلہ دونوں جانب قاصد روانہ فرمادیئے تھے، عالیہ کی طرف عبداللہ بن رواحہؓ اور سافلہ کی طرف زید بن حارثہؓ گئے۔ (طبقات ابن سعد ج: ۲۔ ص: ۱۹)

(۷۲) سیرۃ ابن ہشام ج: ۱۔ ص: ۶۴۳

(۷۳) کامل ابن اثیر ج: ۲۔ ص: ۹۱

(۷۴) کامل ابن اثیر ج: ۲۔ ص: ۹۱

استہزاء اور تمسخر کرتے تھے ۔ عقبہ بن ابی معیط بدبخت نے ایک مرتبہ آپ کے رخ زیبا پر تھوک بھی دیا تھا اور ایک مرتبہ آپ حرم شریف میں نماز پڑھ رہے تھے تو اونٹ کی نجاست اور بچہ دانی لاکر اسی نے آپؐ کی کمر پر رکھی تھی، اس وجہ سے آپؐ نے ان کے قتل کا حکم صادر فرمایا۔ (۷۵)

مال غنیمت کی تقسیم کا مسئلہ

اس کے بعد پھر سوال آیا مال غنیمت کی تقسیم کا، مال غنیمت ابھی تقسیم نہیں ہوا تھا، اس بارے میں صحابہؓمیں اختلاف ہوگیا جو نوجوان تھے وہ یہ کہتے تھے کہ جنگ ہم نے لڑی ہے اور کفار کو قتل وقید ہم نے کیا ہے لہذا مال غنیمت ہمیں ملنا چاہیئے اور جو اکابر تھے ، بڑے تھے اور پیچھے تھے انہوں نے کہا کہ اگر تم شکست کھاتے تو ہمارے پاس لوٹ کر آتے ، تم نے آگے جنگ ہمارے بھروسہ اور پشت پناہی کے سبب جیتی اس لیے ہمیں بھی مال غنیمت میں حصہ ملنا چاہیئے اور وہ حضرات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے مقرر تھے وہ کہہ رہے تھے کہ مال غنیمت کے ہم زیادہ مستحق ہیں۔ اسی پر قرآن شریف کی آیت اتری یسئلونک عن الانفال' قل الانفال للہ والرسول۔ (سورۃ الانفال آیت: ۱) "یہ لوگ آپ سے مال غنیمت کا حکم پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے یہ مال اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔ " بہرحال آپ نے یہ مال پھر تمام مسلمانوں میں برابر تقسیم کردیا (۷۶)

غنیمت میں حصہ پانے والے آٹھ صحابہ

آٹھ آدمی ایسے تھے جو بدر میں شریک نہ تھے لیکن مال غنیمت میں ان کا بھی حصہ رکھا گیا۔ (۷۷)

(۱)ایک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ ان کے عقد میں تھیں اور وہ جنگ کے وقت بیمار تھیں۔ جب آپ بدر روانہ ہورہے تھے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ساتھ چلنا چاہتے تھے لیکن آپؐ نے ان کو مدینہ میں رہنے کا حکم دیا اور حضرت رقیہؓ کی تیمارداری کے لیے ان کو مامور فرمایا۔

(۲ ، ۳) طلحہ بن عبیداللہؓ اور سعید بن زیدؓ یہ دونوں عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ان کو آپؐ نے کسی مہم

---

(۷۵) البدایۃ والنھایۃ ، ج: ۳۔ ص: ۳۰۶ نیز دیکھیے دلائل ابی نعیم ج۔ ۲۔ ص۔ ۴۷۱

(۷۶) البدایۃ والنھایۃ ج: ۳۔ ص: ۳۰۳

(۷۷) ان آٹھ میں تین حضرات حضرت عثمان، حضرت طلحہ اور حضرت سعید مہاجرین میں سے تھے اور باقی پانچ صحابہ کا تعلق انصار سے تھا۔ (طبقات ابن سعد ج: ۳۔ ص: ۱۲)

پر روانہ کیا تھا اور جنگ میں یہ شریک نہ ہوسکے تھے، مال غنیمت میں آپ ؐ نے ان کا بھی حصہ رکھا۔

(۴) حضرت ابولبابہ بن المنذر رضی اللہ عنہ کا ذکر پہلے آچکا ہے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جانشین مقرر فرما کر مدینہ منورہ واپس کردیا تھا اس لیے وہ بدر میں شریک نہ ہوسکے تھے، ان کو بھی آپ نے بدری شمار کیا اور مال غنیمت میں حصہ عنایت فرمایا۔

(۵) حضرت عاصم بن عدیؓ ان کو آپ ؐ مدینہ کے عالیہ میں چھوڑ گئے تھے، ان کو بھی حصہ ملا۔

(۶) حضرت حارث بن حاطبؓ، ان کو آپ نے کسی وجہ سے واپس بھیجا تھا۔

(۸، ۹) حضرت حارث بن صمۃؓ اور حضرت خوات بن جبیرؓ.... ان دونوں کو بھی مال غنیمت سے حصہ دیا گیا۔ (۷۸)

مال خمس

بدر کی غنیمت سے خمس نکالا گیا یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے بعض حضرات کی رائے ہے کہ خمس نہیں نکالا گیا لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ خمس نکالا گیا تھا۔ (۷۹)

اسیران بدر کے متعلق مشورہ

اسیران بدر کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا کہ ان کا کیا کیا جائے؟ حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی رائے یہ تھی کہ ان کو قتل کردیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انما امکنکم اللہ منھم "اللہ نے تمہیں ان پر قدرت دی ہے۔" اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ دشمن پر جب قدرت ہوجائے تو اسے معاف کردینا اچھا ہوتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! ان کو فدیہ لیکر آزاد کردیا جائے، شاید اللہ تبارک وتعالی ان کو ایمان کی توفیق عطا فرمائے اور یہ ہمارے دست و بازو بن کر اسلام کا دفاع کریں اور اسلام

---

(۷۸) طبقات ابن سعد ج: ۲۔ ص: ۱۲

(۷۹) وقد زعم ابو عبیدۃ القاسم بن سلام رحمہ اللہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم غنائم بدر علی السواء بین الناس، ولم یخمسها، ثم نزل بیان الخمس بعد ذلک ناسخا لما تقدم.... وفی ھذا نظر، واللہ اعلم، فان فی سیاق الآیات قبل آیۃ الخمس وبعدھا کلھا فی غزوۃ بدر، فیقتضی ان ذلک نزل جملۃ فی وقت واحد غیر متفاصل بتأخر یقتضی نسخ بعضہ بعضا، ثم فی الصحیحین عن علی رضی اللہ عنہ انہ قال فی قصۃ شارفیہ اللذین اجتب اسنمتھما حمزۃ: ان احداھما کانت من الخمس یوم بدر مایرد صریحا علی ابی عبید ان غنائم بدر لم تخمس - واللہ اعلم - بل خمست کما ھو قول البخاری وابن جریر وغیرھما وھو الصحیح الراجح واللہ اعلم۔ (البدایۃ والنھایۃ: ۳/۳۰۲)

کی ترقی و ترویج کا ذریعہ نہیں۔ (٨٠) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ کا فیصلہ فرمایا اور ایک ہزار سے لیکر چار ہزار تک درہم فدیہ میں مقرر کئے گئے اور ہر آدمی کی حیثیت کو پیش نظر رکھا گیا، جو لوگ نادار تھے اور فدیہ ادا نہیں کرسکتے تھے، ان کو فدیہ لیے بغیر آزاد کردیا (٨١) اور جو لوگ ان میں سے لکھنا جانتے تھے ان سے یہ شرط ٹھہری کہ مسلمانوں کے دس دس بچوں کو لکھنا سکھائیں چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسی موقع پر لکھنا سیکھا تھا۔ (٨٢)

حضرت عباسؓ کا فدیہ

حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ نے کہا میرے پاس فدیہ ادا کرنے کے لیے تو کچھ بھی نہیں مجھے یونہی آزاد کردیا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کا فدیہ چار ہزار درہم مقرر کیا تھا جو سب سے زیادہ مقدار تھی۔ (٨٣) جب حضرت عباسؓ نے کہا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے تو آپ نے فرمایا کہ تم نے اور تمہاری بیوی ام الفضل نے جو مال پایا تھا اور فلاں جگہ دفن کیا، کیا وہ تمہارے پاس نہیں ہے؟ حضرت عباسؓ نے کہا وہ مال تو میرے اور ام الفضل کے علاوہ کسی کو بھی معلوم نہیں تھا آپ کو اس کے بارے میں علم ہوگیا واقعی آپ اللہ کے سچے رسول ہیں، اس کے بعد عباسؓ نے فدیہ ادا کیا (٨٤) قرآن مجید کی

---

(٨٠) عن ابن عباس قال حدثنی عمر بن الخطاب قال: استشار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابابکر و علیا و عمر فقال ابوبکر: یارسول اللہ، ہولاء بنو العم والعشیرۃ والاخوان وانی اری ان ناخذ منہم الفدیۃ فیکون ما اخذناہ قوۃ علی الکفار وعسی ان یہدیہم اللہ فیکون لنا عضدا، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماتری یا ابن الخطاب؟ قال قلت: واللہ ماأری مارای ابوبکر ولکن اری ان تمکننی من فلان قریب لعمر اضرب عنقہ، وتمکن علیا من عقیل فیضرب عنقہ، وتمکن حمزۃ من فلان اخیہ فیضرب عنقہ حتی یعلم اللہ انہ لیست فی قلوبنا ہوادۃ للمشرکین وہولاء صنادیدہم وائمتہم وقادتہم فہوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما قال ابوبکر ولم یہو ما قلت، واخذ منہم الفداء.... (البدایۃ والنہایۃ: ٢٩٧/٣)

(٨١) چنانچہ ابوعزہ جمحی کو آپ نے فدیہ لیے بغیر آزاد فرمایا۔ (طبقات ابن سعد ج: ٢۔ ص: ١٨)

(٨٢) طبقات ابن سعد ٢ / ٢٢۔

(٨٣) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر یہ بھی کہا کہ میں نے تو اسلام قبول کیا ہے لیکن قریش کے برا بھلا کہنے کی وجہ سے میں اپنے اسلام کا اعلان نہ کرسکا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر واقعی آپ نے اسلام قبول کیا ہے تو اللہ خوب جانتے ہیں آپ کو اس کا اجر ملے گا لیکن فدیہ بہرحال لیا جائے گا۔ انصار نے حضرت عباسؓ سے فدیہ نہ لینے کی آپؐ سے درخواست کی لیکن آپ نے کہا نہیں یہ فدیہ دیں گے چونکہ حضرت عباسؓ مالدار تھے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ ان سے فدیہ لیا بلکہ ان کو ان کے بھتیجے عقیل اور ان کے حلیف عتبہ بن عمرو کی جانب سے بھی فدیہ ادا کرنے کو کہا چنانچہ حضرت عباسؓ نے ان دونوں کی طرف سے بھی فدیہ ادا کیا۔ (دیکھیے تاریخ طبری ج: ٢۔ ص: ١٦٣) حضرت عباسؓ نے کل سو اوقیہ سونا فدیہ میں ادا کیا جو سب سے زیادہ تھا۔ (البدایۃ والنہایۃ ج: ٣۔ ص: ٢٩٩ نیز دلائل بیہقی ج۔ ٣۔ ص۔ ١٤١)

(٨٤) البدایۃ والنہایۃ ج: ٣۔ ص ٢٩٩

آیت ہے۔

یاایھاالنبی قل لمن فی ایدیکم من الاسری ان یعلم اللہ فی قلوبکم خیرا یؤتکم خیرا مما اخذ منکم ویغفرلکم، واللہ غفور رحیم.... (سورۃ الانفال، آیت: ۷۰)

حضرت عباسؓ کا بیان ہے کہ اس آیت میں اللہ نے دو وعدے ذکر کئے ایک تو یہ کہ جو فدیہ تم سے لیا گیا اس سے بہتر اللہ تم کو عطا کرینگے اگر تمہارے دلوں میں خیر آگئی، حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ اللہ نے اس کے بعد مجھے ۴۰ غلام اس فدیہ کے عوض عطا فرمائے اور ہر غلام مال کمانے میں ماہر تھا۔ دوسرا وعدہ مغفرت کا ہے مجھے امید ہے کہ اللہ ضرور میری مغفرت فرمائینگے۔ (۸۵)

نوفل بن الحارث

اسی طرح نوفل بن حارث ایک اور قیدی تھے انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میرے پاس فدیہ دینے کے لیے کچھ بھی نہیں، آپؐ نے فرمایا کہ وہ جو حرہ میں تم نے نیزے رکھے ہوئے ہیں کیا وہ مال نہیں؟ تو وہ بہت حیران ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ان نیزوں کا تو کسی کو علم نہیں تھا، یقیناً اللہ نے آپ کو بتایا ہے اور آپ اللہ جل شانہ کے رسول ہیں اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے۔ (۸۶)

ابوالعاص بن الربیع

انہی قیدیوں میں آپ کے داماد ابوالعاص بن الربیع ؓ۸۷ بھی تھے، حضرت زینبؓ نے مکہ سے اپنے

---

(۸۵) ایضاً

(۸۶) دلائل بیہقی ج ۳۔ ص: ۱۴۳

(۸۷) ابوالعاص بن الربیع قریش کے گنے چنے امانت دار تاجروں میں سے تھے، حضرت خدیجہؓ ان کی خالہ تھیں، نبوت ملنے سے قبل ہی حضرت خدیجہؓ کے کہنے پر آپؐ نے اپنی بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا نکاح ان سے کرادیا تھا، جب آپؐ کو نبوت ملی تو حضرت خدیجہؓ اور آپ کی تمام صاحبزادیاں ایمان لے آئیں، ابوالعاص شرک پر برقرار رہے، ہرچند قریش نے ان سے کہا جو لڑکی تمہیں پسند ہو ہم اس سے تمہاری شادی کرادیں گے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی چھوڑ دو، لیکن ابوالعاص تیار نہ ہوئے اور حضرت زینبؓ ان کے عقد میں رہیں، غزوۂ بدر کے بعد انہوں نے حسب وعدہ حضرت زینبؓ کو مدینہ روانہ کیا، چند سال بعد تجارت کے سلسلہ میں شام نکلے، واپسی پر ان کو سامان تجارت سمیت مسلمان دستوں نے گرفتار کرلیا، یہ چھپ کر حضرت زینبؓ کے پاس پہنچے، انہوں نے پناہ دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مناسب سمجھو تو ابوالعاص کا سامان واپس کردو، صحابہ نے ایک ایک دھاگہ تک لاکر واپس کردیا، ابوالعاص یہاں سے مکہ آئے اور تمام شرکاء کو حساب سمجھا کر اپنے مسلمان ہونیکا اعلان کردیا اور کہا کہ میں اس لیے یہاں آکر حساب سمجھا کر جاتا ہوں تاکہ کل یہ نہ کہو کہ ابوالعاص ہمارا روپیہ کھا کر تقاضہ کے ڈر سے مسلمان ہوگیا، حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں ذی الحجہ ۱۲ھ کو انتقال فرمایا۔ رضی اللہ عنہ (دیکھیے تاریخ طبری ج۔ ۲۔ ص: ۱۶۳۔ نیز الاصابہ ج: ۴۔ ص: ۱۲۲)

شوہر ابوالعاص کے فدیہ میں وہ ہار بھیجا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضرت زینبؓ کو ان کی شادی کے موقع پر دیا تھا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ ہار پہنچا تو حضرت خدیجہؓ کی یاد تازہ ہوگئی اور اپنی بیٹی کی بیکسی اور مجبوری کا خیال آیا تو آپ آب دیدہ ہوگئے اور آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ اگر آپ لوگ راضی ہوں تو یہ ہار واپس کردیا جائے اور ان کو بغیر فدیہ کے آزاد کردیا جائے، تمام صحابہؓ نے بطیب خاطر اس کی اجازت دی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوالعاص سے یہ وعدہ لیکر کہ تم زینبؓ کو مکہ پہنچنے کے بعد مدینہ روانہ کردو گے وہ ہار واپس کردیا اور ابوالعاص کو جانے کی اجازت دیدی۔ ابوالعاص نے حسب وعدہ مکہ سے حضرت زینبؓ کو روانہ کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن ثابت اور ایک انصاری صحابی کو حضرت زینبؓ کو لانے کے لیے روانہ فرمایا چنانچہ یہ دونوں گئے اور حضرت زینبؓ کو لیکر مدینہ آگئے (۸۸)

ابوسفیان کا بیٹا عمرو

قیدیوں میں ابوسفیان کا بیٹا عمرو بھی تھا، ابوسفیان اور کئی دوسرے لوگوں کا خیال یہ تھا کہ کسی ایک قیدی کا فدیہ نہ دیا جائے، ہمارے اتنے آدمی مارے گئے ہیں اور اب ہم دولت کے انبار بھی ان کے پاس لگائیں، ایسا ہم نہیں کریں گے لیکن مطلب بن ابی وداعہ کا والد ابووداعہ چونکہ قیدیوں میں تھا تو مطلب نے خفیہ طور پر چار ہزار درہم کی رقم مدینہ منورہ بھیجی اور اپنے والد کو آزاد کرایا، ان کو دیکھ کر دوسرے لوگوں نے بھی فدیے بھیجنے شروع کردیئے۔ (۸۹) لیکن ابوسفیان اپنی پہلی بات پر ڈٹا رہا۔ اس نے کہا میرا ایک بیٹا حنظلہ مارا گیا ہے، اب دوسرے بیٹے کے عوض میں دولت ان کے قدموں میں ڈالوں، یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا۔ اسی اثنا میں حضرت سعد بن النعمان انصاریؓ مدینہ منورہ سے عمرہ کرنے کے لیے آئے تھے، ابوسفیان نے ان کو گرفتار کیا اور اعلان کیا کہ مسلمان جب تک میرے بیٹے کو آزاد نہ کردیں گے میں ان کو اس وقت تک آزاد نہیں کروں گا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے کہنے سے ابوسفیان کے بیٹے کو آزاد کیا اور اس کے عوض حضرت سعد بن النعمان آزاد ہوئے۔ (۹۰)

سہیل بن عمرو

سہیل بن عمرو بھی قیدیوں میں تھے یہ بہت بڑے شاعر تھے اور چونکہ اسلام نہیں لائے تھے اس لیے

---

(۸۸) کامل ابن اثیر ج: ۲۔ ص: ۹۴

(۸۹) کامل ابن اثیر ج۔ ۲۔ ص: ۹۳ (۹۰) ایضاً

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اشعار کہا کرتے تھے، حضرت عمرؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ! اگر اجازت دیں تو اس کے آگے کے دو دانت توڑدوں تاکہ آپ کے خلاف شعر پڑھنے کے قابل نہ رہے لیکن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تم ان کے دانت نہ توڑو، شاید اللہ سبحانہ وتعالی تمہیں ان سے کوئی خوشی دکھائیں اور یہ بھی فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں ان کا مثلہ کراؤں تو کہیں اللہ تعالی میرا مثلہ نہ کردیں۔ (۹۱)

عمیر بن وہب کا قبول اسلام

مکہ میں جب قریش کی ناکامی اور قتل اور قید ہونیکی اطلاع پہنچی تھی تو ایک کہرام مچ گیا، ستر آدمیوں کا قتل ہونا اور ستر آدمیوں کا قید ہونا کوئی معمولی نقصان نہیں تھا، قریش کے لوگ بہت رنجیدہ ودلگیر تھے۔ ایک مرتبہ عمیر بن وہب اور صفوان بن امیہ خانہ کعبہ کی دیوار کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے اور ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ زندگی کا لطف اب ختم ہوگیا، قریش کے رؤساء کے قتل ہونے کے بعد اب زندگی کا مزہ نہیں رہا۔ عمیر بن وہب نے کہا میرے اوپر قرضہ ہے اور میرے بچوں کی کفالت کا مسئلہ ہے اگر قرض کے بوجھ اور بچوں کی کفالت سے میں آزاد ہوتا تو میں جاکر مدینہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ضرور قتل کردیتا۔ صفوان نے کہا تمہارے قرض اور بچوں کی کفالت کی ذمہ داری میں لیتا ہوں اگر تم یہ کام کرڈالو۔ چنانچہ عمیر نے ایک تلوار تیار کی اور اس کی دھار تیز کرکے زہر میں بجھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادہ سے مدینہ روانہ ہوگیا۔ یہاں مکہ میں صفوان نے لوگوں سے یہ کہنا شروع کیا کہ چند دنوں میں تمہیں اتنی بڑی بشارت سناؤں گا کہ تمہاری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہے گی۔ عمیر کا بیٹا بھی مسلمانوں کی قید میں تھا، عمیر مدینہ پہنچا تو حضرت عمرؓ دیکھ کر سمجھ گئے کہ یہ کسی اچھے ارادے سے نہیں آیا، حضرت عمرؓ بڑھے اور اس کی تلوار پر قبضہ کرلیا اور پکڑ کر اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا! تم کس لیے آئے ہو؟ اس نے کہا میں اپنے قیدی چھڑانے کے لیے آیا ہوں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ دریافت کیا، اس نے پھر بھی اصل بات نہ بتائی، آپؐ نے فرمایا کہ صفوان اور تمہارے

---

۹۱) البدایۃ والنہایۃ ج: ۳۔ ص: ۳۱۰ حضرت عمرؓ نے ان کے دانت توڑنے کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا۔ (وانہ عسی ان یقوم مقاما لاتذمہ) حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: قلت. وھذا ھو المقام الذی قام سھیل بمکۃ حین مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وارتدمن ارتدمن العرب، ونجم النفاق بالمدینۃ وغیرھا، فقام بمکۃ فخطب الناس وثبتھم علی الدین الحنیف (البدایۃ والنھایۃ: ۳۱۰/۳) وفی الاصابۃ: ۹۴/۲.... قال ابو سعد بن فضالۃ: اصطحبت انا وسھیل بن عمر الی الشام فسمعتہ یقول: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: مقام احدکم فی سبیل اللہ ساعۃ من عمرہ خیر من عملہ فی اھلہ، قال سھیل: فانما ارابط حتی اموت ولا ارجع الی مکۃ۔ قال: فلم یزل مقیما بالشام حتی مات فی طاعون عمواس سنۃ ثمان عشرۃ

درمیان خانہ کعبہ کی دیوار کے نیچے بیٹھ کر کیا بات ہوئی تھی؟ اب وہ سٹپٹایا اور اس نے کہا "اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد انک رسول اللہ" اور مسلمان ہوا۔ اس نے کہا میرے اور صفوان کے درمیان جو بات ہوئی تھی وہ سوائے اللہ کے اور ہم دونوں کے اور کسی کو نہیں معلوم اگر آپ اللہ کے نبی نہ ہوتے تو اللہ تعالی آپ کو یہ بات نہ بتاتے۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا قیدی رہا کردیا اور آپ نے صحابہؓ سے کہا کہ اپنے بھائی عمیر کو قرآن سکھاؤ، عمیر نے کہا یارسول اللہ! میں نے اسلام کے خلاف جتنی کوششیں کی ہیں آپ مجھے اجازت دیں کہ اب میں مکہ واپس جاکر ان کا تدارک کروں اور وہاں کفر کے خلاف وہ سب کچھ کروں جو میں نے اسلام کے خلاف اب تک کیا ہے۔ چنانچہ عمیر یہاں سے مکہ گئے اور اسلام کی دعوت و تبلیغ میں مصروف ہوگئے۔ اللہ جل شانہ نے ان کی وجہ سے کئی لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ (۹۲)

ایک سوال اور اس کا جواب

اسیران بدر کے فدیہ کے بارے میں ایک بات قابل توجہ ہے وہ یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبریل نے اس موقع پر آکر یہ بتادیا تھا کہ آپ اپنے صحابہؓ کو اختیار دیدیں وہ چاہیں تو فدیہ لیکر ان قیدیوں کو آزاد کردیں اگر فدیہ لیکر یہ ان کو آزاد کریں گے تو آئندہ سال ان کے ستر آدمی شہید ہوں گے اور چاہیں تو ان قیدیوں کو قتل کردیں۔ (۹۳) جیسا کہ ماقبل میں گزرا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور کچھ دوسرے حضرات کی رائے یہ تھی کہ ان قیدیوں کو فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے اور حضرت عمرؓ حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی رائے یہ تھی کہ ان قیدیوں کو قتل کیا جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق اور فدیہ کا مشورہ دینے والے دیگر صحابہ کی رائے پر عمل کیا اور فدیہ لیکر ان کو آزاد کردیا تو اس پر قرآن شریف کی یہ آیت نازل ہوئی۔

ماکان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض، تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الاخرۃ، واللہ

---

(۹۲) دیکھیے دلائل بیہقی ج: ۳۔ ص: ۱۲۸۔ ۱۲۹

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ حضرت عمرؓ کے دور خلافت تک زندہ رہے، جنگ احد اور تبوک وغیرہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے، حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (دیکھیے الاصابۃ ج: ۳۔ ص: ۳۷)

(۹۳) یہ حضرت علیؓ کی روایت ہے پوری حدیث یوں ہے۔

عن علیؓ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان جبریل ھبط علیہ فقال لہ: خیّرھم۔ یعنی اصحابک۔ فی اساری بدر: القتل والفداء علی ان یقتل منھم قابلاً مثلھم، قالوا: الفداء ویقتل منا۔۔۔ رواہ الترمذی وقال: ھذا حدیث غریب (مشکوۃ المصابیح، کتاب الجھاد، باب حکم الاسرا، رقم الحدیث: ۳۹۷۳)

عزیز حکیم ○ لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم فیہ عذاب عظیم (سورۃ الانفال آیت ۶۷ ـ ۶۸)

"نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں (بلکہ قتل کردیئے جائیں) جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح (کفار کی) خونریزی نہ کرلیں، تم دنیا کا مال اور اسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت (کی مصلحت) کو چاہتا ہے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کا نوشتہ (مقدر) نہ ہوچکا ہوتا تو جو امر تم نے اختیار کیا ہے اس کے بارے میں تو تم پر کوئی بڑی سزا واقع ہوتی"۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب ایک درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ عذاب اس درخت کے قریب آچکا تھا اور فرمایا کہ عذاب اگر آتا تو عمر اور سعد بن معاذ کے علاوہ کوئی نہ بچتا۔ (۹۴)

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کی اس روایت کے مطابق جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے قتل میں اور فدیہ میں اختیار دیا تھا اور صحابہؓ نے فدیہ والی صورت اختیار کی تو اس پر یہ وعید کیوں آئی۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے شرح مشکوۃ میں اس سلسلے میں فرمایا ہے کہ اصل میں یہ اختیار امتحان کے لیے دیا گیا تھا۔ جیسے قرآن کی آیت "یاایھاالنبی قل لازواجک۔ الی اجرا عظیما" میں ازواج مطہرات کو اختیار دیا گیا کہ چاہو تو دنیا کو اختیار کرلو اور چاہو تو اللہ اور رسول اور دار آخرت کو اختیار کرلو تو اس آیت میں یہ اختیار امتحان کے لیے ہے۔ اسی طریقہ سے ہاروت وماروت دو فرشتوں کو سحر کی تعلیم کے لیے جب اتارا گیا تھا تو ان کا مقصد بھی امتحان تھا کہ آیا یہ لوگ سحر سیکھتے ہیں اور ہلاک ہوتے ہیں یا اس سے بچتے ہیں اور نجات پاتے ہیں۔ اسی طرح معراج میں آپ کو دودھ اور شراب کا پیالہ پیش کیا گیا تو آپؐ نے دودھ کو اختیار کیا حضرت جبریل نے فرمایا۔ "لواخذت الخمر لغوت امتک" وہاں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اختیار دیا گیا تھا وہ امتحان کے لیے تھا۔ اسی طرح یہاں بھی اختیار درحقیقت امتحان کے لیے تھا کہ مسلمان ان قیدیوں کے سلسلہ میں قتل والی صورت اختیار کرتے ہیں جو اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ تھی یا فدیہ لیتے ہیں۔ جب مسلمانوں نے فدیہ کی صورت اختیار کی تو عتاب نازل ہوا، بہرحال علامہ طیبی رحمہ اللہ نے یہ جواب دیا۔ (۹۵)

---

(۹۴) سیرۃ مصطفی: ۲ / ۱۱۴۔ بحوالہ زرقانی: ۱ / ۴۴۲۔

(۹۵) دراصل یہ اشکال وارد ہوتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت پر جس میں اسیران بدر کے فدیہ وقتل کے بارے میں اختیار کا ذکر ہے کیونکہ اختیار چاہتا ہے کہ عتاب نہ ہو، عتاب کا نزول اس بات کی دلیل ہے کہ اختیار نہیں دیا گیا تھا صحابہ نے اپنی جانب سے رائے قائم کرکے عمل کیا اس سلسلہ میں مروی دیگر تمام احادیث میں بھی من جانب اللہ فدیہ وقتل کے درمیان اختیار دینے کا کہیں ذکر نہیں ہے۔

اس لحاظ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت قرآن کی آیت عتاب اور دیگر احادیث کے مفہوم کے ساتھ بظاہر صحیح نہیں بیٹھتی، چنانچہ حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہا۔ وھذا حدیث غریب جداً (البدایۃ والنھایۃ ج ۳۔ ص: ۲۹۸) علامہ

یہ بات ضرور ذہن میں رکھی جائے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ کی رائے یہ تھی کہ فدیہ لیا جائے لیکن وعید ان کے لیے نہیں اس لیے کہ ان کا مقصد فدیہ لینے سے تمام تر اسلام کی فلاح وبہبود اور اسلام کا نفاذ تھا، چند دوسرے حضرات تھے جن کا مقصد مال تھا اگرچہ فدیہ کا مال شرعاً حلال تھا لیکن اس حلال مال کا قصد کرنا بھی صحابہ کرامؓ کے منصب سے فروتر بات تھی اس لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس ناراضگی کا اظہار کیا۔ یہ درحقیقت تربیت ہے صحابہ کرام کی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے کے بعد بھی تمہاری نظر دنیا کی طرف جاتی ہے۔ اس آیت سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام بھی کبھی اجتہاد فرماتے ہیں اور یہ کہ کبھی ان کے اجتہاد میں خطا اور غلطی بھی ہوجاتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی کو خطا پر قائم رہنے نہیں دیتے، وحی کے ذریعہ اس پر تنبیہ فرمادیتے ہیں۔

انبیاءؑ وفقہاء کے اجتہاد میں فرق

اس کے ساتھ ساتھ ایک بات یہ بھی ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اجتہاد فقہاء کے اجتہاد کی طرح نہیں ہے، یہ اصولی بات ذہن میں ہونی چاہیئے کہ انبیاء علیہم السلام کا اجتہاد وحی خفی کے حکم میں ہوتا ہے اور اگر اس کے اوپر اللہ کی طرف سے کوئی ترمیم نازل نہ ہو تو پھر وہ وحی خفی حکم میں وحی جلی کے ہوجاتی ہے اور اگر اس کے بارے میں کوئی ترمیم آجائے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے تو

توربشتی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

"هذا الحديث مشكل جدا لمخالفته مايدل على ظاهر التنزيل، ولماصح من الاحاديث فى امر اسارى بدر ان اخذ الفداء كان رأيا رأوه.... فعوقبوا عليه ولو كان هناك تخيير بوحى سماوى لم يتوجه المعاتبة عليهم.... پھر آگے علامہ توربشتی نے اس حدیث کی تاویل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عین ممکن ہے یہ حدیث غزوۂ احد کے متعلق ہو کہ اس وقت صحابہ کو اختیار دیا گیا تھا راوی کو اشتباہ ہوا اور اس نے غزوۂ بدر کے قیدیوں کے بارے میں اس کو بیان کردیا، نیز وہ اس حدیث کے تفرد کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ومما جرأنا على هذا التقدير سوى ماذكرناه: هو ان الحديث تفرد به يحيى بن زكريا بن ابى زائدة عن سفيان من بين اصحابه فلم يروه غيره، والسمع قد يخطئ، والنسيان كثيرا أبطار أعلى الانسان (شرح الطيبى: ۱۹/۸)

لیکن علامہ طیبی رحمہ اللہ نے حضرت علی کی اس حدیث اور قرآن کریم کی عتاب والی آیت میں تطبیق دی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

اقول: وبالله التوفيق لامنافاة بين الحديث والآية، وذلك ان التخيير فى الحديث وارد على سبيل الاختبار والامتحان، ولله ان يمتحن عباده بماشاء، امتحن الله تعالى ازواج النبى صلى الله عليه وسلم بقوله "ياايها النبى قل لازواجك ان كنتن تردن الحيوة الدنيا وزينتها فتعالين امتعكن" الأيتين، وامتحن الناس بتعليم السحر فى قوله تعالى: "ومايعلمان من احد حتى يقولا انما نحن فتنة" امتحن الناس بالملكين وجعل المحنة فى الكفر والايمان بان يقبل العامل تعلم السحر فيكفر ويؤمن بترك تعلمه، ولعل الله تعالى امتحن النبى صلى الله عليه وسلم واصحابه بين امرين: القتل والفداء، وانزل جبريل عليه السلام بذلك هل هم يختارون مافيه رضا الله تعالى من قتل أعدائه ام يؤثرون الاعراض العاجلة من قبول الفدية؟ فلما اختاروا الثانى عوتبوا بقوله: "ماكان لنبى ان يكون له اسرى" (شرح الطيبى على مشكوة المصابيح: ۱۹/۸ ـ ۲۰)

پھر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ وحی خفی منسوخ ہوگئی ہے اس وحی جلی سے جو بعد میں ترمیم وتبدیلی کے لیے آئی ہے۔ انبیاء کے اجتہاد میں خطا کا اور غلطی کا احتمال نہیں ہوتا صرف فاضل اور افضل کا فرق ہوتا ہے کہ جس چیز کی تبدیلی کا حکم دیا جاتا ہے وہ بھی خطا نہیں ہوتی البتہ وہ ناسخ کے مقابلہ میں غیراولی اور غیرافضل ہوتی ہے۔ یہاں بہت بڑی دلیل اس بات کے لیے موجود ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ کا فیصلہ کیا اور آیت آگئی "ماکان لنبی ان یکون لہ اسری الآیۃ" آیت کے اس حکم کے آنے کے بعد بھی آپ نے فدیہ کے فیصلہ کو برقرار رکھا تو معلوم ہوا کہ یہ فیصلہ بھی خطا نہیں تھا۔ اگرچہ امتحان لیا گیا تھا اور اس امتحان کا مقصد یہ تھا کہ اعلی واولی اور افضل کو اختیار کرتے ہیں یا غیراولی اور غیرافضل کو اختیار کرتے ہیں تو اختیار کیا گیا تھا غیراولی اور غیرافضل کو پھر اس کو اس واسطے برقرار رکھا گیا کہ وہ بھی جائز تھا تو نبیوں کے یہاں اجتہاد میں جو خطا اور لغزش ہوتی ہے وہاں فرق جائز وناجائز اور خطا وثواب کا نہیں ہوتا بلکہ وہاں راجح اور ارجح، فاضل اور افضل اور اولی اور غیراولی کا فرق ہوتا ہے..... اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں بھی اگر اجتہادی خطا ہوئی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ معاذاللہ آپ حق چھوڑ کر باطل کے مرتکب ہوگئے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ بھول چوک سے اولی اور افضل کے مقابلہ میں خلاف اولی کام کر گئے ہیں۔ وہ چوک اگرچہ آپ کی شان کے اعتبار سے قابل مواخذہ قرار پائی ہے لیکن یہ کہ بہرحال وہ درست تھی اور جائز تھی۔

باب ذكر النبي صلى الله عليه وسلم من يقتل ببدر

غزوۂ بدر کے آغاز میں اس ترجمۃ الباب کی وجہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ غزوۂ بدر کا آغاز کررہے ہیں لیکن غزوۂ بدر کا آغاز تو اگلے باب "باب قصۃ غزوۃ بدر" سے ہوگا سوال یہ ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کو یہ ترجمہ یہاں کے بجائے غزوۂ بدر کے اختتام پر لانا چاہیئے تھا۔ انہوں نے اس کو یہاں غزوۂ بدر سے پہلے کیوں ذکر کیا۔ اس ترجمہ کو پہلے لانے میں درحقیقت اس نکتہ کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر میں قتل کیے جانے والوں کا ذکر غزوۂ بدر کے پیش آنے سے پہلے کردیا تھا تو امام بخاری رحمہ اللہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے اتباع میں بہت ممتاز ہیں اس لیے انہوں نے ان کا ذکر پہلے کیا۔

یہ ہوا اس ترجمہ کا غزوۂ بدر سے متعلق ہونے کے باوجود غزوۂ بدر سے پہلے ذکر کرنے کا سبب، اس کے بعد روایت ہے۔

٣٧٣٤ : حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ : حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ : حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ : أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ ٱللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ : حَدَّثَ عَنْ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ أَنَّهُ قَالَ : كَانَ صَدِيقًا لِأُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ ، وَكَانَ أُمَيَّةُ إِذَا مَرَّ بِالْمَدِينَةِ نَزَلَ عَلَى سَعْدٍ ، وَكَانَ سَعْدٌ إِذَا مَرَّ بِمَكَّةَ نَزَلَ عَلَى أُمَيَّةَ ، فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ الْمَدِينَةَ ٱنْطَلَقَ سَعْدٌ مُعْتَمِرًا ، فَنَزَلَ عَلَى أُمَيَّةَ بِمَكَّةَ ، فَقَالَ لِأُمَيَّةَ : ٱنْظُرْ لِي سَاعَةَ خَلْوَةٍ لَعَلِّي أَنْ أَطُوفَ بِالْبَيْتِ ، فَخَرَجَ بِهِ قَرِيبًا مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ ، فَلَقِيَهُمَا أَبُو جَهْلٍ فَقَالَ : يَا أَبَا صَفْوَانَ ، مَنْ هٰذَا مَعَكَ ؟ فَقَالَ : هٰذَا سَعْدٌ ، فَقَالَ لَهُ أَبُو جَهْلٍ : أَلَا أَرَاكَ تَطُوفُ بِمَكَّةَ آمِنًا وَقَدْ آوَيْتُمُ الصُّبَاةَ ، وَزَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ تَنْصُرُونَهُمْ وَتُعِينُونَهُمْ ، أَمَا وَٱللّٰهِ لَوْلَا أَنَّكَ مَعَ أَبِي صَفْوَانَ مَا رَجَعْتَ إِلَى أَهْلِكَ سَالِمًا . فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ ، وَرَفَعَ صَوْتَهُ عَلَيْهِ : أَمَا وَٱللّٰهِ لَئِنْ مَنَعْتَنِي هٰذَا لَأَمْنَعَنَّكَ مَا هُوَ أَشَدُّ عَلَيْكَ مِنْهُ : طَرِيقَكَ عَلَى الْمَدِينَةِ ، فَقَالَ لَهُ أُمَيَّةُ : لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ يَا سَعْدُ عَلَى أَبِي الْحَكَمِ ، سَيِّدِ أَهْلِ الْوَادِي ، فَقَالَ سَعْدٌ : دَعْنَا عَنْكَ يَا أُمَيَّةُ ، فَوَٱللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ يَقُولُ : (إِنَّهُمْ قَاتِلُوكَ) . قَالَ : بِمَكَّةَ ؟ قَالَ : لَا أَدْرِي ، فَفَزِعَ لِذٰلِكَ أُمَيَّةُ فَزَعًا شَدِيدًا ، فَلَمَّا رَجَعَ أُمَيَّةُ إِلَى أَهْلِهِ قَالَ : يَا أُمَّ صَفْوَانَ ، أَلَمْ تَرَيْ مَا قَالَ لِي سَعْدٌ ؟ قَالَتْ : وَمَا قَالَ لَكَ ؟ قَالَ : زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا أَخْبَرَهُمْ أَنَّهُمْ قَاتِلِيَّ ، فَقُلْتُ لَهُ : بِمَكَّةَ ، قَالَ : لَا أَدْرِي ، فَقَالَ أُمَيَّةُ : وَٱللّٰهِ لَا أَخْرُجُ مِنْ مَكَّةَ ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ ٱسْتَنْفَرَ أَبُو جَهْلٍ النَّاسَ قَالَ : أَدْرِكُوا عِيرَكُمْ ؟ فَكَرِهَ أُمَيَّةُ أَنْ يَخْرُجَ ، فَأَتَاهُ أَبُو جَهْلٍ فَقَالَ : يَا أَبَا صَفْوَانَ ، إِنَّكَ مَتَى مَا يَرَاكَ النَّاسُ قَدْ تَخَلَّفْتَ ، وَأَنْتَ سَيِّدُ أَهْلِ الْوَادِي ، تَخَلَّفُوا مَعَكَ ، فَلَمْ يَزَلْ بِهِ أَبُو جَهْلٍ حَتَّى قَالَ : أَمَّا إِذْ غَلَبْتَنِي ، فَوَٱللّٰهِ لَأَشْتَرِيَنَّ أَجْوَدَ بَعِيرٍ بِمَكَّةَ ، ثُمَّ قَالَ أُمَيَّةُ : يَا أُمَّ صَفْوَانَ جَهِّزِينِي ، فَقَالَتْ : لَهُ يَا أَبَا صَفْوَانَ ، وَقَدْ نَسِيتَ مَا قَالَ لَكَ أَخُوكَ الْيَثْرِبِيُّ ؟ قَالَ : لَا ، مَا أُرِيدُ أَنْ أَجُوزَ مَعَهُمْ إِلَّا قَرِيبًا ، فَلَمَّا خَرَجَ أُمَيَّةُ أَخَذَ لَا يَنْزِلُ مَنْزِلًا إِلَّا عَقَلَ بَعِيرَهُ ، فَلَمْ يَزَلْ بِذٰلِكَ ، حَتَّى قَتَلَهُ ٱللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِبَدْرٍ .

حضرت سعد بن معاذ نے فرمایا کہ وہ دوست تھے امیہ بن خلف کے ، ان کے درمیان زمانہ جاہلیت سے دوستانہ تعلقات تھے ۔

وکان امیة اذامر بالمدینة نزل علی سعد، وکان سعد اذامر بمکة نزل علی امیة

اور امیہ جب مدینہ سے گزرتا تھا یعنی بغرض تجارت جب شام کا سفر ہوتا اور مدینہ راستہ میں پڑتا تو اس کا قیام حضرت سعد بن معاذ کے یہاں ہوتا تھا اور حضرت سعد کا گزر جب مکہ سے ہوتا تھا مثلاً یہ کہ جب وہ حج یا عمرہ کے لیے جاتے تھے تو امیہ کے یہاں ٹھہرا کرتے تھے۔

فلما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ، انطلق سعد معتمراً، فنزل علی امیۃ بمکۃ، فقال لامیۃ: انظر لی ساعۃ خلوۃ، لعلی ان اطوف بالبیت

"پس جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے تو سعد عمرہ کرنے کے لیے گئے اور مکہ میں امیہ کے یہاں ٹھہرے، حضرت سعد نے امیہ سے کہا میرے لیے کوئی خلوت کا وقت دیکھو کہ میں بیت اللہ کا طواف کرلوں"

فخرج بہ قریباً من نصف النہار، فلقیھما ابو جھل

"تو امیہ حضرت سعد بن معاذ کو نصف النہار کے قریب لیکر گیا" یہ وقت دھوپ کا ہوتا ہے گرمی شدید ہوتی ہے لوگ گھروں کے اندر ہوتے ہیں اس لیے امیہ نے یہ وقت مناسب سمجھا لیکن راستہ میں ابو جہل ان کو مل گیا۔

فقال: یا ابا صفوان، من ھذا معک، فقال: ھذا سعد، فقال لہ ابو جھل: الا اراک تطوف بمکۃ آمنا وقد آویتم الصباۃ، وزعمتم انکم تنصرونھم، وتعینونھم اما واللہ لولا انک مع ابی صفوان ما رجعت الی اھلک سالماً

"تو ابو جہل نے کہا، اے ابو صفوان! یہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ (ابو صفوان امیہ کی کنیت ہے) امیہ نے بتایا یہ سعد ہے تو حضرت سعد سے ابو جہل نے کہا کیا نہیں دیکھ رہا ہوں میں تمہیں کہ تم مکہ میں یوں بے فکری اور اطمینان کے ساتھ گھوم رہے ہو حالانکہ تم نے آبائی دین سے منحرف ہونے والوں کو ٹھکانہ دیا ہے۔ (صباۃ: صابی کی جمع ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ صابی اس شخص کو کہتے ہیں جو نجوم پرست ہوتا ہے اور ستاروں کی پرستش کرتا ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ صابی اس کو کہا جاتا ہے جو ایک دین سے دوسرے دین کی طرف منتقل ہوجاتا ہے، چونکہ صحابہ کرام نے بت پرستی کا طریقہ چھوڑ کر اسلام کا طریقہ اختیار کیا تھا اس لیے ابو جہل نے ان کو "صباۃ" کہا۔) اور صرف یہ نہیں کہ ٹھکانہ دیا بلکہ تمہارا یہ کہنا بھی ہے کہ تم ان کی مدد کروگے اور ان کی اعانت کروگے۔ خدا کی قسم اگر تم ابو صفوان کے ساتھ نہ ہوتے اور وہ تمہیں پناہ نہ دیتے، تو تم خیریت سے اپنے گھر نہیں جاسکتے تھے۔"

فقال لہ سعد: ۔ ورفع صوتہ علیہ ۔ اما واللہ لئن منعتنی ھذا، لامنعنک ما ھو اشد علیک منہ، طریقک علی اھل المدینۃ

"تو حضرت سعد نے اس سے کہا اور اپنی آواز کو اس پر بلند کیا (یعنی جتنے زور سے ابو جہل نے بات کہی تھی اس سے زیادہ زور سے حضرت سعد نے جواب دیا) خدا کی قسم اگر تم نے مجھے مکہ میں اطمینان سے گھومنے سے روکا تو میں ضرور بالضرور تم کو اس چیز سے روک دوں گا جو زیادہ دشوار اور زیادہ مشکل ہوگی تمہارے لیے اس سے، یعنی تمہارا راستہ جو اہل مدینہ سے گزر رہا ہے۔"

طریقک علی اهل المدینة منصوب ہے اور بدل واقع ہورہا ہے ماهواشد علیک سے، اور ماهواشد علیک مفعول بہ ثانی ہے لامنعن کا، دوسری صورت یہ ہے کہ طریقک علی اهل المدینة کو آپ مرفوع پڑھیں اور مبتدا محذوف "هو" کو قرار دیں۔

فقال له امیة: لاترفع صوتک یاسعد علی ابی الحکم سید اهل الوادی'

"امیہ آخر کافر تھا اور ابوجہل کی رعایت اس کو مقصود تھی اس لیے امیہ نے حضرت سعد سے کہا آپ اپنی آواز سید اهل الوادی کے مقابلہ میں اونچی نہ کریں، یہ ادب کی تعلیم دی جارہی ہے کہ یہ اہل الوادی کا سردار ہے اس سے بات کرتے ہوئے آواز اونچی نہ ہونی چاہیئے"۔

فقال سعد: دعنا عنک یا امیة

"سعد نے کہا: امیہ! ہمارے پاس سے ہٹو، خدا کی قسم میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضور کے اصحاب تمہیں قتل کریں گے۔"

اب امیہ ابوجہل کے ادب واکرام کی بات بھول گیا، اسے اپنی جان کی پڑگئی اس لیے کہ وہ جانتا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد غلط نہیں ہوسکتا، اس لیے فوراً پوچھتا ہے، قال: بمکة؟ مجھے مکہ میں قتل کریں گے، قال: لاادری، حضرت سعد نے پھر بے نیازی کا اظہار کیا اور فرمایا مجھے خبر نہیں۔ ففزع لذلک امیة فزعا شدیدا اس خبر سے امیہ بہت گھبرایا۔

امیہ جب اپنے گھر آیا تو کہا اے ام صفوان! تجھے نہیں معلوم کہ مجھ سے سعد نے کیا کہا؟ بیوی نے پوچھا، سعد نے آپ سے کیا کہا؟ کہا کہ سعد کہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خبر دی ہے کہ وہ حضرات (صحابہ) مجھے قتل کریں گے، میں نے جب پوچھا کہ مکہ میں قتل کریں گے تو اس نے لاعلمی ظاہر کی اس کے بعد امیہ نے کہا واللہ لااخرج من مکة خدا کی قسم میں مکہ سے باہر نہ نکلوں گا اس لیے کہ مکہ اپنا وطن ہے اور وطن کے اندر حفاظت کے اسباب آسانی سے فراہم ہوجاتے ہیں۔ ویسے بھی مکہ حرم ہے اور حرم جائے امن ہے تو اس لیے اس نے سوچا کہ مکہ سے باہر جانا خطرات کو دعوت دینا ہے۔

چنانچہ جب بدر کا دن ہوا تو ابوجہل نے لشکر کی شکل میں لوگوں سے نکلنے کا مطالبہ کیا اور کہا کہ اپنے تجارتی قافلہ کی حفاظت کرو (تفصیل اس کی گزر چکی) امیہ نے نکلنا پسند نہیں کیا اسے خطرہ تھا کہ میں

اگر مکہ سے باہر جاؤں گا تو مارا جاؤں گا، ابوجہل نے آکر اس سے کہا اے ابوصفوان! جب لوگ تمہیں دیکھیں گے کہ تم پیچھے ہٹ گئے ہو اور لشکر میں ساتھ جانے کو تیار نہیں ہو حالانکہ تم اہل مکہ کے سردار ہو تو وہ بھی پیچھے ہٹیں گے ، ابوجہل برابر اصرار کرتا رہا یہاں تک کہ امیہ نے کہا کہ اب جبکہ تم میرے اوپر غالب آگئے ہو، خدا کی قسم میں اپنی سواری کے لیے مکہ کا بہترین اونٹ خریدوں گا (اور راستہ میں جب موقع ملے گا تو تیز رفتاری کے ساتھ واپس آجاؤں گا)

پھر امیہ نے کہا اے ام صفوان (یہ امیہ کی بیوی ہے) میری تیاری مکمل کرو، بیوی نے کہا اے ابوصفوان! تم اپنے یثربی بھائی (حضرت سعدؓ) کی بات بھول گئے ہو، کہنے لگا، نہیں، وہ کہاں بھول سکتا ہوں، میں نے تو صرف ایک قریب جگہ تک جانے کا ارادہ کیا ہے ۔ مطلب یہ تھا کہ دوسرے لوگ اس کو دیکھ کر متخلف نہ ہوں، جب لشکر روانہ ہوجائے گا تو امیہ کا خیال تھا کہ موقع پاتے ہی وہ واپس لوٹ آئے گا۔

فلما خرج امية اخذ لا ينزل منزلا الا عقل بعيره فلم يزل بذلک حتی قتله الله ببدر

"امیہ جب نکلا تو راستہ میں جس منزل پر بھی اترتا اپنے اونٹ کو باندھ لیا کرتا" مطلب یہ ہے کہ جب کسی منزل میں قیام ہوتا تو دوسرے لوگ اپنے اونٹوں کو چرنے کے لیے چھوڑ دیتے تھے لیکن امیہ اپنے اونٹ کو باندھ لیا کرتا تاکہ موقع پاکر اونٹ پر سوار ہو اور مکہ واپس آجائے ، امیہ سارے راستہ اسی طرح کرتا رہا مگر کامیاب نہ ہوا یہاں تک کہ اللہ نے اس کو بدر میں ہلاک کر ڈالا۔

جنگ بدر میں امیہ بن خلف کے قتل کا واقعہ

اس کے قتل کا واقعہ یوں ہوا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور امیہ کے آپس میں تعلقات تھے ، حضرت عبدالرحمن بن عوف کی خواہش تھی کہ امیہ قتل نہ ہو شاید اس کو بعد میں اسلام کی سعادت نصیب ہوجائے ، اس وجہ سے حضرت عبدالرحمنؓ نے امیہ اور اس کے بیٹے کے ہاتھ کو پکڑلیا، حضرت بلالؓ نے دیکھ لیا اور نعرہ لگایا "لانجوت ان نجاامية " "اگر امیہ بچ گیا تو میں زندہ نہیں رہونگا" اور انصار کو اس کی طرف متوجہ کیا چنانچہ انصار نے تعاقب کیا پہلے تو عبدالرحمن بن عوفؓ نے امیہ بن خلف کے بیٹے کو ان کے سامنے کردیا اس خیال سے کہ یہ اس کو قتل کرنے میں مشغول ہونگے اور اتنی دیر میں میں امیہ کو لیکر نکل جاؤں گا، لیکن انصار نے بہت ہی جلدی امیہ کے بیٹے کا کام تمام کیا اور پھر امیہ کے تعاقب میں دوڑے ، جب حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے دیکھا کہ وہ دوبارہ آگئے ہیں اور اب کوئی جائے فرار نہیں ہے تو انہوں نے امیہ کو نیچے لٹادیا اور خود اس کے اوپر لیٹ گئے اور مقصد یہ تھا کہ مجھے اوپر دیکھ کر یہ لوگ اس خیال سے

کہ اگر ہم امیہ کو قتل کریں گے تو عبدالرحمن قتل نہ ہوجائے شاید اس کو چھوڑ دیں لیکن یہ حضرات اس جوش سے جو کفر کے مقابلہ میں ان کے دلوں میں موجود تھا مجبور تھے چنانچہ انہوں نے عبدالرحمنؓ کے اس طریقہ کو بھی ناکام بنادیا اس لیے کہ امیہ کی لاش اچھی خاصی موٹی تھی، عبدالرحمنؓ جب اس کے اوپر لیٹ گئے تو اس کو قتل کرنا ان کے خیال میں اور زیادہ آسان ہوگیا اور اذیت ناک طریقہ سے اس کو قتل کیا اور وہ یہ کہ نیچے سے اس کو نیزے اور تلواریں ماریں اس میں حضرت عبدالرحمن کا پاؤں بھی زخمی ہوگیا لیکن بے دست وپا بناکر امیہ بن خلف کو بھی انہوں نے جہنم رسید کیا (۱)

ترجمة الباب سے مناسبت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کے قتل کی پیشین گوئی کی تھی ان میں امیہ بن خلف بھی داخل ہے اس لیے ترجمۃ الباب " باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یقتل ببدر" کے ساتھ اس کی مناسبت بالکل ظاہر ہے۔

۳ - باب : قِصَّةُ غَزْوَةِ بَدْرٍ .

امام بخاری رحمہ اللہ یہاں سے غزوۂ بدر ذکر کررہے ہیں، غزوۂ بدر کی تفصیلات جو مذکور ہوچکی ہیں انہی تفصیلات کا اعادہ بخاری کی روایات اور بخاری کے ابواب کے ضمن میں ہوتا رہیگا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان قائم کیا "باب قصة غزوة بدر" اور اس کے بعد آیت نقل کی ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلة....الایة یہ امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت ہے کہ وہ ترجمۃ الباب کے ساتھ اکثر آیات کا بھی ذکر کرتے ہیں، آیات کا ذکر ایک تو اس لیے کرتے ہیں تاکہ آپ کو یہ معلوم ہوجائے کہ یہ آیت اس باب سے متعلق ہے اس باب میں اسی مضمون کا ذکر ہے جو آیت کے اندر بیان کیا گیا ہے اور دوسری ایک وجہ اور بھی ہوتی ہے وہ یہ کہ امام بخاری اشارہ اس بات کی طرف کرتے ہیں کہ باب میں جتنی تفاصیل بیان کی گئی ہیں سب اس آیت سے ماخوذ ہیں یہ آیت ان تفاصیل اور مسائل کا ماخذ اور منبع ہے۔ تو آیت کا تعلق بھی باب کے مضمون سے بتانا مقصود ہوتا ہے، اور یہ بھی بتانا ہوتا ہے کہ جو تفصیلات ہم پیش کررہے ہیں وہ سب اس آیت سے ماخوذ ہیں۔ یہاں ارشاد ربانی ہے۔

---

(۱) وذکر الواقدی: ان الذی ولی قتله خبیب بن اساف، قال ابن اسحاق: قتله رجل من بنی مازن من الانصار، وقال ابن هشام: یقال اشترک فیه معاذ بن عفراء، وخارجة بن زید وخبیب المذکور ... ویقال: قتله بلال، واما ابنه علی بن امیة فقتله عمار۔ (وراجع فتح الباری: ۲۸۳/۷)

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى : «وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ . إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِينَ . بَلَى إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُمْ مِنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ . وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ إِلَّا بُشْرَى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ بِهِ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ . لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوا خَائِبِينَ» /آل عمران: ۱۲۳-۱۲۷/ .

اور اللہ نے تمہاری مدد کی، بدر کی لڑائی میں جبکہ تم کمزور تھے سو تم اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر کرسکو۔ جب آپؐ مسلمانوں سے کہنے لگے کہ کیا تمہارے لیے کافی نہیں کہ تمہارا رب آسمان سے اترنے والے تین ہزار فرشتے تمہاری مدد کو بھیجے، ہاں! اگر تم صبر کرو اور بچتے رہے ہو اور وہ تم پر اُسی دم آئے تو تمہارا رب نشان دار گھوڑوں پر پانچ ہزار فرشتے بھیجے گا اور یہ تو اللہ نے تمہارے دل کی خوشی کی اور تاکہ تمہارے دلوں کو اس سے تسکین ہو اور مدد صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے جو کہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے تاکہ بعض کافروں کو ہلاک کرے یا ان کو ذلیل کرے کہ وہ محروم ہو کر لوٹیں۔

وانتم اذلة یہاں اذلۃ کا لفظ کمزور کے معنی میں ہے یعنی اللہ نے تمہاری مدد کی اس حالت میں کہ تم کمزور تھے، تم ضعیف اور عاجز تھے اور تمہارے اندر مشرکین کے لشکر جرار کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں تھی، اذلۃ جو "ذلیل" کی جمع ہے اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ تم حقیر اور خسیس تھے بلکہ اس کے معنی کمزور اور عاجز ہونے کے ہیں۔

فائدہ

حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ (۲) "ہر مخلوق اللہ کے سامنے ذلیل ہے" تو وہاں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب یہ ہے کہ ہر مخلوق اللہ کے سامنے کمزور ہے اللہ طاقت ور ہیں، مخلوق ضعیف ہے اور اللہ جل شانہ قوی ہیں، حضرت شاہ صاحب کے کلام کا یہ مطلب نہیں کہ مخلوق اللہ کے سامنے حقیر، دنی اور خسیس ہے، جس طرح کہ بعض حضرات نے اس سے یہ مطلب نکالا اور کہا کہ حضرت اسماعیل شہیدؒ نے اللہ کے سامنے ہر مخلوق کو ذلیل کہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی چونکہ مخلوق میں داخل ہیں اس لیے شاہ اسماعیلؒ نے معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے۔

(۲) دیکھیے، تالیفات رشیدیہ ص ۸۹۔

لیکن یہ الزام بالکل غلط اور بہتان ہے، اوپر عرض کیا گیا کہ آیت میں "اذلۃ" کا لفظ کمزور اور ضعیف کے معنی میں ہے حقیر و خسیس کے معنی میں نہیں اسی طریقہ سے شاہ صاحب جو کہہ رہے ہیں کہ "ہر مخلوق اللہ کے سامنے ذلیل ہے" اس کا مطلب ہے کہ اللہ کے سامنے مخلوق کمزور اور عاجز ہے۔ حضرت شاہ صاحب کی ہرگز یہ مراد نہیں کہ مخلوق اللہ کے سامنے حقیر اور دنی ہے۔

اذتقول للمؤمنین الن یکفیکم.... کے بارے میں اکثر حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس کا تعلق ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ سے ہے اور امام بخاری کے عمل سے بھی یہی ثابت ہورہا ہے اس لیے کہ وہ قصہ بدر بیان کررہے ہیں۔ اور اس کے ضمن میں "ولقدنصرکم اللّٰہ" کا ذکر کررہے ہیں اور اذتقول للمؤمنین.... کو بھی امام بخاری نے غزوۂ بدر میں بیان کیا لہذا معلوم ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک بھی اس آیت کا تعلق ولقد نصرکم اللہ .... سے ہے اور یہ آیت غزوۂ بدر سے متعلق ہے۔ لیکن حضرت عکرمہ اور دوسرے بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اذتقول للمؤمنین کا تعلق واذغدوت من اہلک تبوئ للمؤمنین مقاعد للقتال سے ہے اور "واذغدوت" کی یہ آیت غزوہ احد سے متعلق ہے تو حضرت عکرمہ کے اس تفسیری قول کے لحاظ سے "اذتقول للمؤمنین" کا تعلق بھی پھر غزوۂ احد سے ہوگا، غزوۂ بدر سے نہیں ہوگا۔ (۳)

لیکن جیسا کہ بتایا گیا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صنیع سے یہ ظاہر کردیا کہ اس آیت کا تعلق غزوۂ بدر سے ہے، اس کی تائید ابن ابی حاتم کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے شعبی سے سند صحیح کے ساتھ نقل کی ہے (۴) کہ یوم بدر میں مسلمانوں کو یہ خبر ملی کہ جابر فہری مشرکین کی امداد کے لیے ایک لشکر لیکر آرہا ہے تو اس وقت اللہ تعالی نے اہل ایمان کی تسلی اور اطمینان کے لیے یہ آیت اتاری، ابن ابی حاتم کی اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ اس آیت کا تعلق غزوۂ بدر سے ہے۔

اس کے بعد یہاں ذکر ہے تین ہزار فرشتوں کا اور اس کے بعد پانچ ہزار فرشتوں کا ذکر ہے اور سورۃ انفال میں ایک ہزار فرشتوں کا ذکر ہے تو سوال یہ ہے کہ یہ تین ہزار، پانچ ہزار اور ایک ہزار فرشتے آئے یا نہیں آئے؟

اس سلسلہ میں ایک بات تو یہی کہی گئی ہے کہ ایک ہزار بھی آئے اور اس کے بعد تین ہزار آئے اور اس کے بعد پھر پانچ ہزار آئے۔ حضرت قتادہ، حضرت ربیع بن انس سے یہی منقول ہے کہ پانچ ہزار تک

---

(۳) واماقولہ: (اذتقول للمؤمنین) فاختلف فیہا اہل التاویل، فمنہم من قال: ہی متعلقۃ بقولہ: (نصرکم) فعلی ہذا ہی فی قصۃ بدر، وعلیہ عمل المصنف، وہو قول الاکثر وبہ جزم الداودی، وقیل: ہی متعلقۃ بقولہ: (واذغدوت....) فعلی ہذا ہی متعلقۃ بغزوۃ احد وہو قول عکرمۃ وطائفۃ۔ انظر فتح الباری: ۷/۲۸۵)"

(۴) فتح الباری ج: ۷۔ ص: ۲۸۵

فرشتے آئے ہیں (۵) اور قاضی بیضاوی نے بھی یہی نقل کیا ہے۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ پانچ ہزار کے آنے کی نوبت نہیں آئی ایک ہزار اور تین ہزار فرشتوں سے امداد کی گئی۔ (۶)

یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ فرشتے تو احد میں بھی آئے تھے اور حنین میں بھی آئے تھے اور بدر میں بھی آئے لیکن بدر کی خصوصیت یہ ہے کہ بدر کے موقعہ پر فرشتوں نے قتال میں بھی شرکت کی۔ حنین کے اندر ان کا نزول صرف خیروبرکت کے لیے ہوا تھا اور احد کے بارے میں کہا گیا ہے کہ انہوں نے قتال میں شرکت نہیں کی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے آئے تھے۔

بہرحال چونکہ بدر کا واقعہ ہے اور اس کا ایک عظیم الشان جزء یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے وہاں مسلمانوں کی امداد کے لیے فرشتوں کو بھیجا اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کو ذکر فرمایا اور بتادیا کہ بدر میں ملائکہ کے ذریعہ امداد ہوئی تھی۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ : فَوْرِهِمْ : غَضَبِهِمْ .

وَقَالَ وَحْشِيٌّ : قَتَلَ حَمْزَةُ طُعَيْمَةَ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ يَوْمَ بَدْرٍ . [ر : ۳۸٤٤]

وَقَوْلُهُ تَعَالَى : «وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ» . الآيَةَ /الأنفال: ۷/ . الشَّوْكَةُ : الحَدُّ .

۳۷۳۵ : حدثني يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ : أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ : سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ : لَمْ أَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا إِلَّا فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ ، غَيْرَ أَنِّي تَخَلَّفْتُ عَنْ غَزْوَةِ بَدْرٍ ، وَلَمْ يُعَاتَبْ أَحَدٌ تَخَلَّفَ عَنْهَا ، إِنَّمَا خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُرِيدُ عِيرَ قُرَيْشٍ ، حَتَّى جَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلَى غَيْرِ مِيعَادٍ . [ر : ۲٦۰٦]

وقال وحشی: قتل حمزۃ طعیمۃ بن عدی بن الخیار یوم بدر

یہاں طعیمہ بن عدی بن الخیار کا ذکر ہے لیکن یہ راوی کا وہم ہے صحیح «طعیمہ بن عدی بن نوفل» ہے۔ یہ حضرت وحشیؓ وہی ہیں جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل ہیں، یہاں امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت حمزہؓ کو غزوۂ احد میں وحشی نے کیوں قتل کیا؟ اس لیے کہ حضرت حمزہؓ نے طعیمہ بن عدی کو بدر میں قتل کردیا تھا، طعیمہ کے ورثاء نے جنگ احد کے موقعہ پر حضرت وحشی کو لالچ دیا کہ اگر تم حضرت حمزہؓ کو

---

(۵) فتح الباری ج: ۷۔ ص: ۳۸۵ (۶) ایضا

قتل کردو تو ہم تمہیں آزاد کردینگے تو انہوں نے اپنی آزادی کے لالچ میں غزوۂ احد میں حضرت حمزہؓ کو قتل کیا۔ یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ آگے آئے گا۔ یہاں تو صرف اس مناسبت سے ذکر کررہے ہیں کہ حضرت حمزہؓ نے طعیمہ کو بدر میں قتل کردیا تھا، چونکہ ذکر بدر کا ہے اور یہ جزء بھی حضرت حمزہؓ کے طعیمہ کو قتل کرنے کا بدر ہی میں پیش آیا اس لیے اس کو یہاں بیان کردیا۔

آگے اس کے بعد دوسری آیت ہے "واذیعدکم اللہ احدی الطائفتین.... الآیۃ امام بخاری بتارہے ہیں کہ اللہ کا یہ وعدہ بھی بدر ہی کے بارے میں ہے اس کے بعد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں۔

لم اتخلف عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ غزاھا الافی غزوۃ تبوک، غیر انی تخلفت عن غزوۃ بدر

"یعنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی غزوہ میں جس میں آپؐ نے شرکت فرمائی ہو پیچھے نہیں رہا سوائے غزوۂ تبوک کے، مگر میں غزوۂ بدر میں بھی متخلف ہوا۔"

تو ایک تو ان کا تخلف غزوۂ بدر سے ہے اور ایک ان کا تخلف غزوۂ تبوک سے ہے ان دو غزوات کے علاوہ تمام غزوات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ شریک ہوئے۔

ایک نکتہ

یہاں بظاہر اشکال ہوتا ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے "الآفی غزوۃ تبوک وغزوۃ بدر" کیوں نہیں کہا "الا" حرف استثناء کے بعد غزوۂ تبوک کے ساتھ غزوۂ بدر کو بھی بیان کردیتے، لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ "الافی غزوۃ تبوک" سے غزوۂ تبوک کا استثناء علیحدہ کیا ہے اور "غیر انی تخلفت فی غزوۃ بدر" سے لفظ "غیر" لاکر غزوۂ بدر کے تخلف کو علیحدہ بیان کیا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ تخلف تو غزوۂ تبوک میں بھی ہوا اور غزوۂ بدر میں بھی ہوا لیکن دونوں کا تخلف ایک طرح کا نہیں تھا، "غیر انی تخلفت فی غزوۃ بدر" میں لفظ غیر لاکر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے تخلف سے غزوۂ بدر کا تخلف مختلف تھا اور یہ اس لیے مختلف تھا کہ غزوۂ بدر میں متخلفین پر کوئی عتاب نہیں ہوا، غزوۂ بدر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قتال وجہاد کے ارادے سے نکلے ہی نہیں تھے وہاں تو قافلۂ قریش کا تعاقب کرنا مقصود تھا اس لیے جو گیا اس کے لیے فضیلت ہے اور جو نہیں گیا تو اس پر کوئی نکیر نہیں ہوئی۔ برخلاف غزوۂ تبوک کے کہ غزوۂ تبوک میں تخلف کی اجازت نہیں تھی وہاں جو لوگ پیچھے رہے ان پر عتاب ہوا۔ اس لیے روایت میں "الآفی غزوۃ تبوک" کو علیحدہ بیان کیا اور "غیر انی تخلفت

فی غزوۃ بدر" کو علیحدہ بیان کیا۔ (۷)

ولم یعاتب احد تخلف عنها، انما خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرید عیر قریش، حتی جمع اللہ بینهم وبین عدوهم علی غیر میعاد

غزوۂ بدر سے جو لوگ متخلف ہوئے ان پر عتاب نہیں کیا گیا، حضرت کعبؓ نے وجہ اس کی یہ بتائی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ تو قریش کے تجارتی قافلہ کے تعاقب کا تھا یہاں تک اللہ نے بغیر کسی اندازے کے مسلمانوں کو اور ان کے دشمنوں کو جمع کر دیا۔

اس تجارتی قافلہ میں کل تیس آدمی تھے، بعض روایات میں ہے کہ کل چالیس آدمی تھے اور بعض میں ساٹھ آدمیوں کا ذکر ہے، اس قافلہ میں ایک ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار کا سامان تھا۔ (۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس یا چالیس یا ساٹھ آدمیوں کے تعاقب کا ارادہ کیا تھا تو ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کی جماعت تین سو تیرہ کافی تھی اس لیے وہاں اگر کوئی متخلف تھا تو اس پر کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا گیا۔ اس کے برعکس غزوۂ تبوک میں آپ بہت بڑے دشمن کے مقابلہ کی نیت سے نکلے تھے، وہاں آپ نے نفیر عام کا اعلان کیا تھا اور سوائے معذورین کے کسی کو تخلف کی اجازت نہیں تھی، حضرت کعب بن مالک بدر میں متخلف تھے تو کوئی عتاب نہیں ہوا لیکن غزوۂ تبوک میں جب انہوں نے تخلف اختیار کیا تو ان پر سخت قسم کا عتاب ہوا جس کا ذکر آگے غزوۂ تبوک کے اندر آئے گا۔

شبلی نعمانی مرحوم کی غلط فہمی

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شبلی نعمانی مرحوم نے جو کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقدامی جنگ نہیں لڑی ہے اور اسلام میں اقدامی جہاد نہیں ہے ان کا یہ کہنا غلط ہے اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں قریش کے قافلہ کا جو ارادہ کیا یہ آپ کی طرف سے اقدام ہی تو تھا۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ نہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تو غزوۂ بدر میں قریش کے لشکر (جو مدینہ پر حملہ کرنے کی نیت سے مکہ سے روانہ ہوا تھا) کے دفاع کا ارادہ کیا تھا۔ (۹)

---

(۷) دیکھیے فتح الباری ج: ۷۔ ص: ۲۸۶

(۸) دیکھیے فتح الباری ج: ۷۔ ص: ۲۸۶

(۹) شبلی نعمانی مرحوم نے اپنی مشہور کتاب "سیرۃ النبی" میں مستقل عنوان "غزوۂ بدر پر دوبارہ نظر" قائم کر کے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس غزوہ کا مقصد قریش کے جنگی قافلہ کا مقابلہ تھا، کاروان تجارت پر حملہ اس کا مقصد نہیں تھا..... دیکھیے سیرۃ النبی ج: ۱۔ ص: ۳۰۲

لیکن ان کا یہ کہنا غلط ہے ، قریش کے لشکر کے روانہ ہونیکا تو اس وقت وہم وگمان بھی نہیں تھا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے قافلۂ تجارت کے تعاقب کا ارادہ کیا۔ روایت میں یہی ہے کہ "انما خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرید عیر قریش" اس سے صاف ظاہر ہے کہ قریش کے لشکر کے دفاع کے لیے آپ نہیں نکلے تھے آپ تو قافلۂ تجارت کا تعاقب کرنے کے لیے نکلے تھے اور یہ آپ کی طرف سے اقدام تھا، آگے روایت میں ہے "حتی جمع اللہ بینھم وبین عدوھم علی غیر میعاد" مسلمانوں کے تو نکلتے وقت وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ قریش کے لشکر کے ساتھ جنگ ہوگی۔ لہذا یہ کہنا کہ بدر میں مسلمان قریش کا حملہ روکنے اور اپنے دفاع کے لیے نکلے تھے صحیح نہیں اور اس روایت کے بالکل خلاف ہے۔

٤ – باب : قَوْلِ ٱللهِ تَعَالَى :

﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَٱسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ ٱلْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ . وَمَا جَعَلَهُ ٱللهُ إِلَّا بُشْرَى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ وَمَا ٱلنَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ ٱللهِ إِنَّ ٱللهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ . إِذْ يُغَشِّيكُمُ ٱلنُّعَاسَ أَمَنَةً مِنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ ٱلسَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ ٱلشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَى قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ ٱلْأَقْدَامَ . إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى ٱلْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا ٱلَّذِينَ آمَنُوا سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا ٱلرُّعْبَ فَٱضْرِبُوا فَوْقَ ٱلْأَعْنَاقِ وَٱضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ . ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا ٱللهَ وَرَسُولَهُ وَمَنْ يُشَاقِقِ ٱللهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ ٱللهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ﴾ /الأنفال : ٩-١٣/ .

"اس وقت کو یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کررہے تھے (اپنی قلت اور کفار کی کثرت دیکھکر) پھر اس نے تمہاری بات سن لی کہ میں تمہیں ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو لگاتار پہونچیں گے اور اللہ نے یہ صرف مسلمانوں کی خوشی اور اطمینان قلب کے لیے کیا اور فتح ونصرت تو صرف اللہ کے پاس ہے ، بلاشبہ اللہ زبردست ہے حکمت والا ہےo اس وقت کو یاد کرو جب اللہ تعالی تم پر اونگھ کو طاری کررہا تھا اپنی طرف سے چین دینے کے لیے اور آسمان سے پانی برسا رہا تھا کہ تم کو پاک کرے اور شیطان کی ناپاکی تم سے دور کرے اور تمہارے دل مضبوط کرے اور تمہارے پاؤں جمادےo یاد کرو جب اللہ فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں سو ایمان والوں کو جمائے رکھو، میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈالدوں گا سو تم کافروں کی گردنیں مارو اور ان کے پور پور کو ماروo اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اللہ کے رسول سے دشمنی کی ہے اور جو اللہ اور اللہ کے رسول سے دشمنی کریگا اللہ (اس کو) سخت سزا دینے والا ہے "o

❶ "اذتستغیثون ربکم" کی ترکیب کے بارے میں ایک بات تو یہ کہی گئی ہے کہ واذیعدکم اللہ

احدی الطائفتین سے بدل ہے (۱۰)

❷ دوسری بات یہ کہی گئی ہے کہ "لیحق الحق ویبطل الباطل" میں "لیحق الحق" سے اس کا تعلق ہے۔ (۱۱)

❸ اور تیسری بات یہ کہی گئی ہے کہ "اذکروا" محذوف سے متعلق ہے۔ (۱۲)

مسلمانوں نے جب یہ دیکھا کہ کفار کا اتنا بڑا لشکر ہے اور ہماری تعداد ان کے مقابلہ میں بہت کم ہے تو وہ کہہ رہے تھے، "رب انصرنا علی عدوک، یاغیاث المستغیثین اغثنا" (۱۳) مسلمانوں کی اس درخواست پر اللہ تبارک وتعالی نے یہ آیت اتاری۔

مردفین کے معنی

"مردفین" کے معنی یا تو یہ ہیں کہ وہ مؤمنین کے بعد آئینگے، آگے مؤمنین ہوں گے اور پیچھے سے وہ بھی آجائینگے اور دوسرے معنی ایک یہ بھی بیان کئے گئے ہیں کہ وہ یکے بعد دیگرے آئینگے۔ (۱۴)

ایک شبہ اور اس کا جواب

یہاں یہ شبہ کسی کو ہوسکتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی تو ایک فرشتے کے ذریعہ سے بھی مسلمانوں کی مدد کرسکتے تھے یہ ایک ہزار، تین ہزار اور پانچ ہزار کے عدد کی کیا ضرورت تھی؟ ایک ہی فرشتہ کو اتنی بڑی طاقت دی گئی ہے کہ وہ ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کا چشم زدن میں خاتمہ کرسکتا ہے۔

تو آپ کہیے کہ اللہ تبارک وتعالی کو تو یہ بھی قدرت حاصل ہے کہ بغیر فرشتہ کے "کن فیکون" کے ذریعہ سے وہ کافروں کا خاتمہ کردے لیکن چونکہ ابلیس خود سراقہ بن مالک کی شکل میں اور اس کا لشکر بنو مدلج کے مردوں کی شکل میں کفار کی مدد کے لیے آیا تھا (۱۵) تو اس کے مقابلہ کے لیے اللہ تبارک وتعالی نے ملائکہ کے لشکر کو بھیج دیا۔ ایک تو ابلیس کو دوبدو جواب کے طور پر اللہ تبارک وتعالی نے مسلمانوں کے اطمینان اور ان کی خوشخبری کے لیے ملائکہ کا یہ لشکر بھیجا اور دوسری بات یہ ہے کہ اس دنیا کے معاملات کو اللہ تبارک وتعالی دنیا کی عادت کے مطابق کرتے ہیں اور دنیا میں عادت یہی ہے کہ ایک آدمی کے ذریعہ سے مدد

---

(۱۰) عمدۃ القاری ج ۱۷۔ ص: ۷۹ (۱۱) عمدۃ القاری ج ۱۷۔ ص: ۷۹

(۱۲) تفسیر کشاف ج ۲۔ ص: ۱۹۹ (۱۳) عمدۃ القاری ج: ۱۷۔ ص: ۷۹

(۱۴) عمدۃ القاری ج: ۱۷۔ ص: ۷۹ (۱۵) دیکھیے تفسیر ابن کثیر ج ۲۔ ص: ۳۱۷

نہیں لی جاتی بلکہ کمک جو بھیجی جاتی ہے وہ لشکر کی شکل میں بھیجی جاتی ہے تو اس واسطے اللہ تبارک وتعالی نے یہاں فرشتوں کی کمک لشکر کی شکل میں بھیجی۔

بدر میں نزول ملائکہ کے فوائد

❶ فرشتوں کی جو آمد ہوئی ہے اس سے ایک تو خیر وبرکت ہوئی اور اس خیر وبرکت سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچا۔

❷ دوسری بات یہ ہوئی کہ اللہ تبارک وتعالی نے ان فرشتوں کو مامور کیا کہ وہ مسلمانوں کے دل میں استقامت کا جذبہ پیدا کریں، ثابت قدمی کا جذبہ پیدا کریں کیونکہ فرشتوں کو اللہ نے یہ قدرت دی ہے کہ وہ اچھے خیالات دلوں میں ڈالتے ہیں۔

❸ تیسرا فائدہ ان ملائکہ کی آمد سے یہ بھی تھا کہ کفار کے دلوں میں رعب پیدا کیا جائے، چنانچہ فرشتوں کی آمد سے کفار کے دلوں میں رعب پیدا ہوا۔

❹ چوتھا فائدہ فرشتوں کی آمد سے یہ بھی ہوا کہ اللہ تعالی نے فرشتوں کو باقاعدہ کفار کے مقابلہ میں جنگ کرنیکا حکم دیا۔

وینزل علیکم من السماء ماء لیطهرکم به

یہاں آیت میں بارش کے نازل ہونیکا ذکر ہے پہلے عرض کیا گیا تھا کہ کفار نے آکر بدر کے میدان میں پہلے اچھی جگہ پر قبضہ کرلیا تھا اور مسلمان بعد میں پہنچے تھے تو اس لیے مسلمانوں کو اچھی جگہ نہیں ملی تھی، پانی کا جو علاقہ تھا وہ ان کے ہاتھ میں تھا مسلمانوں کے پاس پانی بھی نہیں تھا اور مسلمانوں کے علاقے میں ریت بھی زیادہ تھی جس میں پاؤں زمین کے اندر دھنستے تھے تو اس واسطے اللہ تبارک وتعالی نے بارش نازل فرمائی جس کی وجہ سے زمین میں وہ ریت دب گئی اور مسلمانوں کو اس پر قدم جمانا آسان اور سہل ہوگیا اور اس کے ساتھ پانی بھی مسلمانوں کو وافر مقدار میں مل گیا۔

بہرحال ان امور کا ان آیات کے اندر ذکر ہے جو تمام کے تمام غزوۂ بدر سے متعلق ہیں۔

۳۷۳۶ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ، عَنْ مُخَارِقٍ ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ : سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ : شَهِدْتُ مِنَ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ مَشْهَدًا ، لَأَنْ أَكُونَ صَاحِبَهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا عُدِلَ بِهِ ، أَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَدْعُو عَلَى الْمُشْرِكِينَ ، فَقَالَ : لَا نَقُولُ كَمَا قَالَ قَوْمُ

مُوسٰى : اذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا ، وَلٰكِنَّا نُقَاتِلُ عَنْ يَمِينِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلْفَكَ . فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَشْرَقَ وَجْهُهُ وَسَرَّهُ . يَعْنِي : قَوْلَهُ . [٤٣٣٣]

٣٧٣٧ : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَوْشَبٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا خالِدٌ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ : (اللَّهُمَّ إِنِّي أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ ، اللَّهُمَّ إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ) . فَأَخَذَ أَبُو بَكْرٍ بِيَدِهِ ، فَقَالَ : حَسْبُكَ ، فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُولُ : «سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ» . [ر : ٢٧٥٨]

حدثنا ابو نعیم حدثنا اسرائیل عن مخارق....

یہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے، وہ کہتے ہیں میں نے مقداد بن اسود کو پایا ایسے مقام میں کہ اس مقام والا ہونا میرے لیے زیادہ محبوب ہوتا ہر اس چیز سے جو اس کے مقابلہ میں لائی جائے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی دولت مجھے دی جائے تو اس کے مقابلہ میں اس کو میں پسند کرتا ہوں کہ جو مقام حضرت مقداد بن اسودؓ کو حاصل ہوا وہ مجھے حاصل ہوتا اس تقریر کیوجہ سے جو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی تھی کہ ہم ایسا نہیں کہیں گے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا "اذهب انت وربک فقاتلا" اس کی پوری تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

حدثنی محمد بن عبداللہ بن حوشب....

اس باب میں دوسری روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کا ذکر ہے جو آپؐ نے یوم بدر میں کی، اس دعا میں مختلف مروی الفاظ کی تفصیل بھی گزر چکی ہے۔

۵۔ باب۔

٣٧٣٨ : حدّثني إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ : أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قالَ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْكَرِيمِ : أَنَّهُ سَمِعَ مِقْسَمًا ، مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ ، يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ : «لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ» . عَنْ بَدْرٍ ، وَالْخَارِجُونَ إِلَى بَدْرٍ . [٤٣١٩]

باب بلا ترجمہ کی وجوہ

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کا ذکر کیا ہے ترجمہ موجود نہیں ہے ایسا اکثر پیش آتا ہے اس کی

مختلف تاویلیں کیجاتی ہیں۔

❶ یہاں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ امام بخاری کا یہ باب "کالفصل من الباب السابق" ہے چونکہ یہ باب سابق کی فصل ہے لہذا ترجمہ کی ضرورت نہیں ہے، باب سابق میں ملائکہ کی شرکت کا بیان تھا اور اس باب میں ان مجاہدین کا ذکر ہے جن کا تعلق انسانوں کے گروہ سے ہے اور بدر میں انہوں نے شرکت کی تھی تو مجاہدین بدر ہی کا ذکر باب اول میں بھی ہے اور مجاہدین بدر ہی کا ذکر اس باب میں بھی ہے بس اتنی بات ہے کہ وہاں مجاہد ملائکہ ہیں اور یہاں مجاہد انسان ہیں اس لیے ترجمہ کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

❷ دوسری ایک صورت ایسے مواقع میں یہ بھی ہوا کرتی ہے جیساکہ حضرت شیخ الہند نے ذکر کیا ہے کہ امام بخاری کئی مرتبہ شاگردوں کا امتحان بھی لیتے ہیں چنانچہ باب کا ذکر کرتے ہیں ترجمہ کا ذکر نہیں کرتے اس سے "تشحیذاذہان" یعنی ذہن تیز کرنا مقصود ہوتا ہے کہ ہم تو ترجمے لگا ہی رہے ہیں اور تمہیں تراجم کے اسلوب اور انداز سے واقف بنا ہی رہے ہیں اب تم بتاؤ کہ تمہیں کتنی واقفیت ہوئی ہے، اس باب میں حضرت ابن عباسؓ کی حدیث "لایستوی القاعدون...." امام بخاری بیان کررہے ہیں اب آپ دیکھ لیجئے کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ بدر میں گئے ہیں ان میں اور جو نہیں گئے ہیں ان میں بڑا فرق ہے تو آپ یہاں یہ ترجمہ لگا سکتے ہیں۔ "کم من فرق بین البدریین وغیرھم" یا "باب فرق المراتب بین البدریین وغیرھم" بدریین اور غیربدریین کے درمیان بڑا فرق ہے کہ بدریین کا درجہ بلند ہے اور غیربدریین کا درجہ ان کے برابر نہیں ہے چنانچہ صحابہؓ کی جماعت میں تو یہ بات مسلم تھی کہ بدریین کا درجہ بڑا ہے، اسی طرح حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر یہ سوال کیا تھا کہ آپ کے یہاں بدریین اور غیربدریین میں کیا فرق ہے؟ تو آپ نے فرمایا بدریین افضل ہیں غیربدریین سے تو جبریل نے کہا کہ ہمارے ہاں آسمان پر بھی جو فرشتے بدر میں شریک ہوئے تھے وہ باقی فرشتوں کے مقابلہ میں افضل شمار کئے جاتے ہیں۔ (۱۶)

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت بیان کی ہے اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ قرآن شریف کی آیت "لایستوی القاعدون" بدریین کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جو لوگ بدر میں نہیں گئے ان کے اور جو لوگ گئے ہیں ان کے درجے برابر نہیں ہیں۔

حضرت گنگوہیؒ کی رائے

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے "لامع" اور "الکوکب الدری" میں فرمایا ہے کہ یہ آیت صرف

---

(۱۶) اس کی تفصیل "باب فضل من شھد بدرا" میں آگے آرہی ہے

بدریین کے بارے میں نازل نہیں ہوئی بلکہ یہ عام ہے عام ہونیکا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ جہاد میں جائیں گے ان کا درجہ بڑا ہوگا۔ ان لوگوں کے مقابلہ میں جو جہاد میں شرکت نہیں کریں گے، پھر اس حکم عام کے تحت بدریین بھی داخل ہیں کہ جو بدر میں گئے ان کا درجہ بلند اور جو نہیں گئے ان کا درجہ جانے والوں کے مقابلہ میں کم ہے۔ (۱۷) حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے بحرمحیط اور علامہ عینی سے "کوکب" کے حاشیہ میں اس کی تائید بھی نقل کی ہے۔ (۱۸) حافظ ابن حجر نے ابن التین سے بھی یہی نقل کیا ہے کہ یہ آیت عام ہے صرف بدریین کے بارے میں نازل نہیں ہوئی البتہ بدریین اس کے حکم عام میں شامل اور داخل ہیں۔ (۱۹) اور ابوالسعود نے مقاتل سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت غزوۂ تبوک کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔(۲۰) لیکن صحیح بات یہ ہے کہ غزوۂ تبوک کے بارے میں یہ نازل نہیں ہوئی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث کی رائے

اب رہا یہ کہ یہ عام ہے اور بدریین اس میں داخل ہیں یا یہ کہ یہ صرف بدریین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ تو حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت بدریین کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور حدیث میں "لایستوی القاعدون عن بدر" سے حضرت ابن عباسؓ کی یہی مراد ہے۔

❶ اولاً تو اس لیے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے عمل سے اس کی تائید معلوم ہورہی ہے کیونکہ انہوں نے غزوۂ بدر میں اس کو ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت غزوۂ بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

❷ اس کے بعد شیخ الحدیثؒ نے ایک بات یہ بھی کہی کہ اس آیت کی تاریخ نزول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ یہ غزوۂ تبوک کے بارے میں نازل نہیں ہوئی بلکہ غزوۂ بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہے، لہذا تاریخ نزول کا اگر اعتبار کیا جائے تو اس سے بھی غزوۂ بدر کی تائید ہوگی غزوۂ تبوک کی تائید نہیں ہوگی چونکہ اس آیت کا نزول اسی زمانے میں ہوا ہے جب غزوۂ بدر پیش آیا ہے۔

❸ تیسری بات حضرت شیخ الحدیث صاحب نے ایک اور بیان کی ہے کہ ترمذی میں حجاج بن محمد کی روایت ہے اس میں فرمایا گیا کہ "لمانزلت غزوة بدرقال عبدالله بن جحش وابن ام مکتوم: اناا عمیان

---

(۱۷) دیکھیے لامع الدراری ج: ۸۔ ص: ۲۵۰

(۱۸) دیکھیے تعلیقات لامع الدراری از شیخ الحدیث مولانا زکریا ج ۸۔ ص: ۲۵۰

(۱۹) دیکھیے فتح الباری جلد: ۸۔ ص ۲۶۲

(۲۰) دیکھیے تعلیقات لامع الدراری ج ۸۔ ص: ۲۵۰

یارسول اللّٰہ، فھل لنا رخصة، فنزلت: لا یستوی القاعدون....الخ (۲۱)"

ترمذی کی اس روایت میں یہ صراحت موجود ہے کہ جب غزوۂ بدر کا واقعہ پیش آیا تو اس وقت عبداللہ بن جحش اور عبداللہ بن ام مکتوم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے دونوں حضرات نابینا تھے انہوں نے کہا کہ "ھل لنا من رخصة؟" کیا ہمیں رخصت ملیگی کہ اس میں شرکت نہ کریں تو یہ آیت نازل ہوئی۔

امام ترمذی کی اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت بدریین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (۲۲)

٦ – باب : عِدَّةِ أَصْحَابِ بَدْرٍ .

۳۷۳۹/۳۷٤۲ : حدّثنا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْبَرَاءِ قالَ : اسْتُصْغِرْتُ أَنَا وَابْنُ عُمَرَ .

حدّثني مَحْمُودٌ : حَدَّثَنَا وَهْبٌ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْبَرَاءِ قالَ : اسْتُصْغِرْتُ أَنَا وَابْنُ عُمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ ، وَكَانَ الْمُهَاجِرُونَ يَوْمَ بَدْرٍ نَيِّفًا عَلَى سِتِّينَ ، وَالْأَنْصَارُ نَيِّفًا وَأَرْبَعِينَ وَمِائَتَيْنِ .

(۳۷٤۰) : حدّثنا عَمْرُو بْنُ خالِدٍ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ قالَ : سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ : حَدَّثَنِي أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا : أَنَّهُمْ كانُوا عِدَّةَ أَصْحَابِ طَالُوتَ ، الَّذِينَ جازُوا مَعَهُ النَّهَرَ ، بِضْعَةَ عَشَرَ وَثَلَاثَمِائَةٍ . قالَ الْبَرَاءُ : لَا وَاللّٰهِ ما جاوَزَ مَعَهُ النَّهَرَ إِلَّا مُؤْمِنٌ .

(۳۷٤۱) : حدّثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجاءٍ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْبَرَاءِ قالَ : كُنَّا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ نَتَحَدَّثُ : أَنَّ عِدَّةَ أَصْحَابِ بَدْرٍ عَلَى عِدَّةِ أَصْحَابِ طَالُوتَ ، الَّذِينَ جاوَزُوا مَعَهُ النَّهَرَ ، وَلَمْ يُجَاوِزْ مَعَهُ إِلَّا مُؤْمِنٌ ، بِضْعَةَ عَشَرَ وَثَلَاثَمِائَةٍ .

---

(۲۱) الحدیث اخرجہ الترمذی فی کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ النساء رقم الحدیث: ۳۰۳۲

(۲۲) چنانچہ حضرت شیخ الحدیث لکھتے ہیں:

وعند ابن مقاتل انہا نزلت فی غزوۃ تبوک، وھذا ذکرہ ابو السعود ورد علیہ اذقال: قال ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما: ھم القاعدون عن بدر والخارجون الیھا، وھو الظاھر الموافق لتاریخ النزول، لا ماروی عن مقاتل.... فانہ لا یوافقہ التاریخ، والاوجہ عند ھذا العبد الضعیف: ان مراد ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما من قولہ: عن بدر: ان الآیۃ نزلت فی غزوۃ بدر، والیہ اشار البخاری عندی بذکر ھذا الباب فی قصۃ غزوۃ بدر، وقال الحافظ فی التفسیر: الحدیث اخرجہ الترمذی من طریق حجاج بن محمد عن ابن جریج بھذا مثلہ وزاد: لما نزلت غزوۃ بدر قال عبداللّٰہ بن جحش وابن مکتوم، الاعمیان: یارسول اللّٰہ ھل لنا رخصۃ، فنزلت "لا یستوی القاعدون" الآیۃ (انظر تعلیقات لامع الدراری ج ۸۔ص: ۲۵۰۔ ۲۵۱)

(٣٧٤٢) : حدَّثني عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا يَحْيى ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْبَرَاءِ .

وَحدثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا نَتَحَدَّثُ : أَنَّ أَصْحَابَ بَدْرٍ ثَلَاثُمِائَةٍ وَبِضْعَةَ عَشَرَ ، بِعِدَّةِ أَصْحَابِ طَالُوتَ ، الَّذِينَ جَاوَزُوا مَعَهُ النَّهَرَ ، وَمَا جَاوَزَ مَعَهُ إِلَّا مُؤْمِنٌ .

حدثنا مسلم بن ابراہیم حدثنا شعبة.....

❶ اس باب میں پہلی روایت حضرت براء رضی اللہ عنہ کی ہے وہ کہتے ہیں مجھے اور ابن عمرؓ کو صغیر قرار دیدیا گیا اس کے بعد "تحویل" ہے اور امام بخاری اپنی دوسری سند بیان کررہے ہیں "وحدثنی محمود" سے ۔ وہاں پھر حضرت براء رضی اللہ عنہ راوی ہیں فرماتے ہیں کہ مجھے اور ابن عمر کو یوم بدر میں صغیر قرار دیدیا گیا اور مہاجرین اس دن ساٹھ سے اوپر تھے اور انصار دو سو چالیس سے اوپر تھے ۔

حدثنا عمرو بن خالد حدثنا زهیر....

❷ اس کے بعد پھر حضرت عمرو بن خالد کی روایت امام بخاری نقل کررہے ہیں، اس میں بھی حضرت براءؓ راوی ہیں، فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے جو بدریین میں شامل اور شریک ہوئے تھے مجھ سے بیان کیا کہ بدریین "اصحاب طالوت" کی تعداد کے برابر تھے جنہوں نے طالوت کے ساتھ نہر کو عبور کیا تھا اور وہ تین سو دس اور کچھ اوپر تھے یعنی تین سو تیرہ تھے ، حضرت براءؓ فرماتے ہیں "لا واللّٰہ ماجاوز معه النهر الامؤمن" بخدا.... یہاں "لا" تاکید قسم کے لیے لایا گیا ہے.... طالوت کے ساتھ صرف وہ لوگ نہر پار کرکے گئے تھے جو ایمان والے تھے ۔

حدثنی عبداللّٰہ بن رجاء حدثنا اسرائیل....

❸ اس کے بعد تیسری روایت اس باب میں عبداللہ بن رجاء کی ہے ، حضرت براءؓ فرماتے ہیں ہم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپس میں باتیں کیا کرتے تھے کہ اصحاب بدر کی تعداد طالوت کے اصحاب کی تعداد کے برابر ہے جنہوں نے طالوت کے ساتھ نہر کو عبور کیا تھا اور ان کے ساتھ صرف اہل ایمان ہی نے نہر کو عبور کیا تھا جو تین سو دس سے کچھ اوپر تھے ۔

حدثنی عبداللّٰہ بن ابی شیبة....

❹ اس کے بعد ایک اور روایت آئی، عبداللہ بن ابی شیبہ کی، یہاں بھی حضرت براءؓ راوی ہیں، فرماتے ہیں کہ ہم باتیں کیا کرتے تھے کہ اصحاب بدر تین سو دس سے کچھ اوپر تھے اور ان کے ساتھ صرف

ایمان والوں نے نہر کو عبور کیا تھا۔

اصحاب بدر کی تعداد میں اختلاف روایات اور ان میں تطبیق

1. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر میں تین سو تیرہ ۳۱۳ آدمی تھے۔
2. بعض روایات میں تین سو چودہ ۳۱۴ کا ذکر ہے۔
3. بعض روایات میں تین سو پندرہ ۳۱۵ کا ذکر ہے۔
4. اور بعض روایات میں تین سو انیس ۳۱۹ کا ذکر ہے۔

اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ایک اس صحابی کو جو گنتی کے وقت موجود نہیں تھے لیکن دور سے ایک اونٹ پر آتے ہوئے نظر آئے تھے شمار نہ کیا جائے تو تعداد تین سو تیرہ ۳۱۳ بنتی ہے۔ اور اگر اس صحابی کو شمار کیا جانے تو پھر تعداد تین سو چودہ ۳۱۴ بنتی ہے۔ اور اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شمار کیا جائے تو تعداد تین سو پندرہ ۳۱۵ بنتی ہے۔ اور اگر ان چار صحابہ کو جو صغیر السن تھے اور ان کو جہاد کی اجازت نہیں تھی لیکن وہ ساتھ تھے ان کو بھی شمار کیا جائے تو تعداد تین سو انیس ۳۱۹ بنتی ہے۔ (۲۳)

ان چار صغیر السن صحابہ میں ایک حضرت انسؓ تھے ایک حضرت عبداللہ بن عمرؓ تھے، ایک حضرت جابرؓ تھے اور ایک حضرت براء بن عازبؓ تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے جو روایات نقل کی ہیں ان میں اصحاب بدر کی تعداد اصحاب طالوت کے برابر بتائی گئی ہے، اصحاب طالوت کی تعداد تین سو تیرہ تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری نے تین سو تیرہ کے عدد کا اعتبار کیا ہے۔

ان میں ساٹھ ۶۰ سے اوپر مہاجرین تھے اور دو سو چالیس ۲۴۰ سے اوپر انصار تھے، ساٹھ اور دو سو چالیس تین سو ہوجاتے ہیں۔ اگر آپ یوں کہیں کہ چھیاسٹھ ۶۶ مہاجرین تھے اور دو سو سینتالیس ۲۴۷ انصار تھے تو تین سو تیرہ کا عدد پورا ہوجاتا ہے اور مؤرخین اور اصحاب السیر نے چھیاسٹھ اور دو سو سینتالیس کا عدد نقل کیا ہے۔

---

(۲۳) وفی الفتح، ۷/:۲۹۱ ـ کان اهل بدر ثلاثمائة وثلاثة عشر وعن ابی ایوب الانصاری قال: خرج رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الی بدر فقال لاصحابه: تعادّوا، فوجدوهم ثلاثمائة واربعة عشر رجلا، ثم قال لهم: تعادوا، فتعادوا مرتین، فاقبل رجل علی بکر له ضعیف وهم یتعادون فتمت العدة ثلاثمائة وخمسة عشر، وروی البیهقی عن عبداللّٰه بن عمرو بن العاص قال: خرج رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یوم بدر ومعه ثلاثمائة وخمسة عشر، وهذه الروایة لاتنافی التی قبلها لاحتمال ان تکون الاولی لم یعد النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ولا الرجل الذی اتی آخرا، واما الروایة التی فیها: وتسعة عشر فیحتمل انه ضم الیهم من استصغر ولم یؤذن له فی القتال یومئذ کالبراء وابن عمر وکذلک انس.... واللّٰه اعلم

اصحاب بدر اور اصحاب طالوت میں مطابقت

یہاں اصحاب بدر کی تعداد کو اصحاب طالوت کی تعداد کے مطابق بتایا ہے، تعداد میں تو موافقت ہے ہی اور بھی کئی وجوہ سے ان دونوں جماعتوں میں مطابقت ہے۔

❶ ایک مطابقت یہ ہے کہ جس طرح طالوت کے اصحاب میں "فئة قلیلة" (چھوٹی جماعت) کو "فئة کثیرة" پر غالب کیا گیا اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ بھی "فئة قلیلة" کا مصداق اور ان کا دشمن فئة کثیرة کا مصداق تھا۔

❷ جیسے یہاں اصحاب بدر کو ایمان کے اندر کامل اور اکمل قرار دیا گیا ہے اسی طرح اصحاب طالوت کو بھی کمال ایمان کے ساتھ موصوف قرار دیا گیا ہے۔

❸ جیسے یہاں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی نصرت اور اللہ کی امداد پر بھروسہ کیا اسی طرح وہاں اصحاب طالوت نے بھی اللہ کی نصرت اور اللہ کی امداد پر بھروسہ کیا تھا۔

منشا یہ ہے کہ مختلف وجوہ سے واقعۂ بدر کے درمیان اور اصحاب طالوت کے واقعہ کے درمیان مشابہت پائی جاتی ہے۔

لفظ "نیف" کی تحقیق

"کان المهاجرون یوم بدر نیفا علی ستین" یہ لفظ "نیف" بھی ہے اور "نیّف" (تشدید یا) بھی ہے۔ نیف بضع کے وزن پر ہے اور بضع کا اطلاق جس طرح تین سے لیکر نو پر ہوتا ہے اسی طرح نیف کا اطلاق بھی تین سے لیکر نو پر ہوتا ہے۔

روایت میں فرمایا گیا "ولم یجاوز معه الا مؤمن بضعة عشر وثلاث مائة" اس میں یہاں "بضع" کا لفظ تین کے لیے استعمال ہوا ہے یعنی "ثلثة عشر و ثلاث مائة" تین سو تیرہ کی تعداد مراد ہے۔

گویا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تین سو چودہ اور تین سو پندرہ اور تین سو انیس کی روایات کے مقابلہ میں تین سو تیرہ کی روایت کو ترجیح دی ہے اور یہی زیادہ مشہور بھی ہے۔

یہ بات پہلے بتائی جاچکی ہے کہ آٹھ صحابیؓ وہ ہیں جو بدری شمار کئے گئے ہیں اگرچہ انہوں نے جنگ بدر میں شرکت نہیں کی تھی ان کے نام گزر چکے ہیں۔

٧ - باب : دُعَاءِ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى كُفَّارِ قُرَيْشٍ : شَيْبَةَ وَعُتْبَةَ وَالْوَلِيدِ وَأَبِي جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ ، وَهَلَاكِهِمْ .

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفار قریش یعنی شیبہ، عتبہ، ولید اور ابوجہل بن ہشام کے لیے بددعا اور ان کی ہلاکت کا بیان "

٣٧٤٣ : حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اسْتَقْبَلَ النَّبِيُّ ﷺ الْكَعْبَةَ ، فَدَعَا عَلَى نَفَرٍ مِنْ قُرَيْشٍ : عَلَى شَيْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ ، وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ ، وَالْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ ، وَأَبِي جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ . فَأَشْهَدُ بِاللّٰهِ ، لَقَدْ رَأَيْتُهُمْ صَرْعَى ، قَدْ غَيَّرَتْهُمُ الشَّمْسُ ، وَكَانَ يَوْمًا حَارًّا . [ر : ٢٣٧]

روایت باب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف رخ کیا اور قریش کی ایک جماعت کے لیے بددعا کی جس میں شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، اور ابوجہل بن ہشام شامل تھے، آپؐ نے فرمایا سنو! میں اللہ کو گواہ بنا کر یہ بات کہتا ہوں کہ میں نے بدر کے دن ان سب کو پچھڑا ہوا دیکھا، دھوپ نے ان کے جسموں کو متغیر کردیا تھا یعنی ان کے جسم پھول گئے تھے۔ پھٹنے لگے تھے، ان کے جسم سے بو آنے لگی تھی اور وہ دن گرمی والا دن تھا۔

غزوۂ بدر سے حدیث باب کی مناسبت

یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو بدر میں ذکر کیا ہے حالانکہ یہ واقعہ بدر کا نہیں ہے یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فناء کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے، جب نماز پڑھتے ہوئے آپ سجدہ میں گئے تو سجدہ کی حالت میں آپ کی پشت مبارک پر عقبہ بن ابی معیط نے اونٹ کی بچہ دانی لاکر رکھ دی تھی، ظاہر ہے کہ اس سے آپ کی نماز میں خلل آیا تو آپؐ نے بددعا فرمائی "اللھم علیک بشیبة بن ربیعة، اللھم علیک بعتبة، اللھم علیک بالولید، اللھم علیک بابی جھل" بدر کا واقعہ ہجرت کے بعد پیش آیا ہے اور یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے۔ لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا کے نتیجہ میں ان کی ہلاکت بدر میں واقع ہوئی اور اس دعا کا اثر بدر میں ظاہر ہوا۔

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ آپ تو رحمۃ للعالمین ہیں اور آپ ؐ نے تو اپنے دشمنوں کے لیے ہمیشہ دعا ہی کی ہے ''اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون'' اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے یہ میرے مرتبہ کو پہچانتی نہیں۔ یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ تبدیلی کیسے آئی۔ تو اس کے متعلق ہمارے استاذ شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب بات فرمائی۔ انہوں نے فرمایا کہ بھائی! بات اصل میں یہ ہے کہ جب کسی چیز کو اس کے فطری تقاضے سے روک دیا جاتا ہے تو اس کے اندر ہیجان پیدا ہوتا ہے یہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ ریل چلتی ہے اور انجن سے چلتی ہے، انجن سے کس طرح چلتی ہے؟ اتنی وزنی اور اتنی بھاری ریل اور انجن اس کو لیکر جاتا ہے اور اس قدر تیزی سے لیکر جاتا ہے کہ ساڑھے سات سو میل کا کراچی سے لاہور کا سفر اٹھارہ گھنٹے میں طے کردیتا ہے۔ تو آپ کہیں گے کہ صاحب! ریل کے انجن میں اسٹیم پیدا ہوتی ہے اور وہ اسٹیم اس انجن کو اور ریل کو کھینچ کر لے جاتی ہے، اسٹیم کیا ہے؟ تو مولانا نے فرمایا کہ اصل میں ہوتا یہ ہے کہ پانی کو ایک ظرف میں بھردیا جاتا ہے اور اس کے نیچے آگ جلائی جاتی ہے، آگ جلانے سے پانی گرم ہوتا ہے اور اس پانی کی گرمی سے بھاپ پیدا ہوتی ہے اس بھاپ کی فطرت ہے کہ آپ اس کو آزاد چھوڑ دیں تاکہ وہ فضا میں تحلیل ہوجائے۔ لیکن آپ یہ کرتے ہیں کہ اس پیدا ہونے والی بھاپ کو بند کردیتے ہیں اور وہ ایک انتہائی لطیف شے ہے جس کی وجہ سے اس کے اندر اس قدر طاقت پیدا ہوجاتی ہے کہ وہ سینکڑوں ہزاروں ٹن وزن کی ریل کو لیکر سرپٹ دوڑتی ہے، یہی مثال کار اور بس کی بھی ہے۔

اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ چونکہ نماز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی، اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور نماز میں آپ ؐ کے اور آپ ؐ کے رب کے درمیان جو ربط اور تعلق پیدا ہوتا ہے ان مشرکین کی اس حرکت سے اس تعلق کے اندر اور اس فطری عمل کے اندر خلل واقع ہوا تو آپ کے فطری عمل میں خلل ڈالنے اور آپ کو آپ کی فطرت کے خلاف مجبور کردینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو آپ کی عام عادت تھی (اور وہ یہ کہ آپ اپنی قوم کے تکلیف دینے پر بھی ان کے لیے ہدایت کی دعا کیا کرتے تھے) اس کے برخلاف آپ ؐ نے یہاں ان لوگوں کے حق میں بددعا کی جو اس حرکت میں شامل تھے اور آپ نے اللہ کے ساتھ اس تعلق وربط کے اندر خلل کو برداشت نہیں کیا۔ اور چونکہ یہ بددعا آپ ؐ کی زبان مبارک سے صادر ہوئی تھی اور ایسی بے بسی کے عالم میں تھی کہ آپ ؐ کے لیے اس سے زیادہ بے بسی اور مجبوری کی کیا کیفیت ہوسکتی ہے تو اللہ تعالی نے اس دعا کو قبول فرمایا۔

ایک تو آپ کی طرف دعا کا منسوب ہونا ہی کافی تھا اور پھر مظلومیت کی انتہائی حالت میں اس دعا کا

آپ کی زبان مبارک سے صادر ہونا قبولیت کا مزید سبب بن گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جن جن لوگوں کے نام آپ نے لیے تھے ان میں سے ہر ایک کو اللہ تبارک وتعالی نے کیفر کردار تک پہنچایا۔

۸ – باب : قَتْلِ أَبِي جَهْلٍ .

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ابوذر کے نسخہ میں یہ باب موجود نہیں ہے، دوسرے نسخوں میں موجود ہے۔(۱)

اور اگر اس طرف نظر کی جائے کہ اس باب میں ابوجہل کے قتل کے علاوہ دوسرے لوگوں کا ذکر بھی موجود ہے تو مناسب یہ ہے کہ یہ باب نہ ہو کیونکہ اس باب کی حدیثوں میں صرف قتل ابوجہل ہی مذکور نہیں ہے بلکہ دوسروں کا بھی ذکر ہے۔ مگر علامہ عینی نے یہ بھی فرمایا کہ چونکہ بعض نسخوں میں اس باب کا ترجمہ اس طرح قائم کیا گیا ہے، "باب قتل ابی جھل وغیرہ" یعنی ابوجہل کے بعد "وغیرہ" کا لفظ موجود ہے تو ابوجہل کے قتل کے علاوہ دوسروں کا جو ذکر آیا ہے وہ "وغیرہ" کے تحت شامل ہوسکتا ہے لہذا ترجمہ میں لفظ "وغیرہ" کو دیکھ کر مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ باب ہونا چاہیے۔ (۲)

علامہ عینی نے جو بات فرمائی ہے وہ درست ہے لیکن ناکافی ہے اس لیے کہ باب کے اندر بے شک بعض روایات اس طرح کی ہیں کہ جن میں ابوجہل کے علاوہ دوسرے لوگوں کے قتل کا ذکر ہے جیسے عتبہ، شیبہ وغیرہ کے قتل کا ذکر آیا ہے یقیناً ان کو لفظ "وغیرہ" کے تحت شامل کیا جاسکتا ہے۔

لیکن ایک روایت آئی ہے حضرت زبیر بن العوام کے سلسلہ کی، اس روایت میں کسی کے بھی قتل کا ذکر نہیں، تو اس روایت کی مناسبت ترجمۃ الباب سے کس طرح ہوگی؟ علامہ عینی ترجمۃ الباب سے اس کی مناسبت کے متعلق یہ کہہ کر گزر گئے ہیں کہ اس روایت میں حضرت زبیر بن العوام کے غزوۂ بدر میں شرکت کرنے کو بیان کیا گیا ہے۔ لہذا اس کی مطابقت ترجمہ سے ہوگئی۔ (۳) لیکن علامہ عینی کا یہ مناسبت بیان کردینا کافی نہیں اس لئے حضرت زبیرؓ کے غزوۂ بدر میں شرکت کو بیان کرنے سے "باب قتل ابی جھل وغیرہ" کے ساتھ مناسبت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس روایت میں نہ ابوجہل کے قتل کا ذکر ہے اور نہ غیر ابوجہل کے قتل کا ذکر ہے لہذا صرف یہ کہہ دینا کہ اس میں حضرت زبیرؓ کی غزوۂ بدر میں شرکت ثابت ہورہی ہے

---

(۱) دیکھئے عمدۃ القاری ج: ۱۷۔ ص: ۸۵

(۲) ایضاً.... نیز حافظ لکھتے ہیں: ثبت هذه الترجمة للاكثر، وسقطت لابى ذر....وثبوتها اوجه اذلا تعلق لحديثها بباب عدة اهل بدر (فتح الباری: ج: ۷۔ ص: ۲۹۴۔)

(۳) چنانچہ علامہ عینی اس روایت کی مطابقت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

"مطابقته للترجمة ظاهرة لانه يصرح بحضور الزبير بن العوام وقعة بدر فيدخل فى العدة۔ (عمدۃ القاری: ۱۷/ ۹۰۔)"

لہذا باب سے مناسبت ہوگئی یہ بات کافی نہیں ۔ (۴) حافظ صاحب نے تو معاملہ بالکل گول مول کردیا ہے انہوں نے مطابقت کے سلسلہ میں کوئی تسلی بخش بات نہیں کی اور ہمارے دیگر شراح بخاری نے بھی اس روایت کی ترجمۃ الباب سے مطابقت کی بحث ذکر نہیں کی، نہ "لامع" میں اس کا ذکر ہے اور نہ فیض الباری میں اس کا کوئی ذکر ہے جبکہ مطابقت کا مسئلہ اہم ہے۔

ترجمۃ الباب اور اس کی تمام روایات میں مطابقت کی عمدہ توجیہ

اس سلسلہ میں ایک بات یہ کہی جاسکتی ہے کہ "باب قتل ابی جهل وغیرہ" میں "وغیرہ" کی ضمیر کو ابوجہل کی طرف نہ لوٹایا جائے (جیسا کہ علامہ عینی نے ضمیر اس کی طرف لوٹائی ہے) بلکہ اس ضمیر کو "قتل" کی طرف لوٹایا جائے تو اب مسئلہ بالکل صاف ہوجائے گا۔

اب باب کا مطلب یہ ہوگا کہ اس باب میں ابوجہل کے قتل کا ذکر ہے اور قتل ابوجہل کے علاوہ بدر کی دوسری چیزوں کا بھی ذکر ہے لہذا اب حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی روایت کی مناسبت کے سلسلہ میں کوئی اشکال نہیں رہے گا۔ کیونکہ اس روایت میں اگرچہ ابوجہل یا غیرابوجہل کے قتل کا ذکر نہیں ہے لیکن یہ روایت بہرحال غزوۂ بدر سے متعلق ہے اور اس میں حضرت زبیر کی غزوۂ بدر میں شرکت کا بیان ہے اور نیز اس صورت میں باب کی دوسری روایتوں کی مطابقت بھی ترجمۃ الباب کے ساتھ آسانی سے ہوجائے گی۔

جنگ بدر میں ابوجہل کے قتل کا واقعہ

اس باب کی ابتدائی روایتوں میں ابوجہل کے قتل کو بیان کیا گیا ہے، اس واقعہ کی تفصیل حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی روایت میں ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں بدر کے دن میدان جنگ میں کھڑا تھا اور انصار کے دو نوخیز لڑکے میرے دائیں بائیں کھڑے ہوئے تھے، مجھے خیال آیا کہ ان دو لڑکوں کے درمیان اگر کسی نے مجھے دیکھ لیا تو وہ مجھے غیر محفوظ سمجھ کر حملہ آور ہوگا اس لیے مجھے خطرہ ہوا، میں اسی خیال میں تھا کہ ان میں سے ایک لڑکے نے مجھ سے پوچھا کہ چچا! آپ ابوجہل کو جانتے ہیں، میں نے کہا، ہاں! میں پہچانتا ہوں مگر تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے اس لیے میں نے عہد کیا ہے کہ جب وہ مجھے نظر آئے گا تو "یموت

---

(۴) لیکن جیسا کہ علامہ عینی نے فرمایا ہے کہ ابوذر کے نسخہ میں یہ باب موجود نہیں ہے دوسرے نسخوں میں موجود ہے تو اگر ابوذر والے نسخہ کا اعتبار کیا جائے تو علامہ عینی کی بیان کردہ مطابقت درست ہوگی کیونکہ "باب عدۃ اهل بدر" سے اس روایت کی مناسبت ظاہر ہے اور ابوذر کے نسخہ میں یہ روایت اور اس باب کی دیگر تمام روایات "باب عدۃ اهل بدر" ہی کے تحت ہیں۔

الاعجل منا" ہم دونوں میں سے جس کی موت پہلے لکھی ہوئی ہے وہ مرجائے گا یا میں مرجاؤں گا یا اس کو مار ڈالوں گا۔ ابھی ایک نے اپنی بات ختم کی تھی کہ دوسرے نے مجھ سے ابوجہل کے بارے میں پوچھا اس نے بھی وہی بات کہی کہ ابوجہل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں سب وشتم کرتا ہے لہذا میں نے عہد کیا ہے کہ میرا سایہ اس کے سایہ سے اس وقت تک جدا نہیں ہوگا جب تک میں اس کا کام تمام نہ کردوں۔ حضرت عبدالرحمان کہتے ہیں ان دونوں لڑکوں کی باتیں سن کر مجھے اپنے پہلے خیال پر ندامت ہوئی۔ اتنے میں ابوجہل نظر آگیا، میں نے ان بچوں کو اشارہ کیا کہ ابوجہل وہ ہے تو جس طرح باز اور شکرہ کبوتر پر حملہ آور ہوتا ہے اسی طرح یہ دونوں بچے ابوجہل پر حملہ آور ہوئے اور انہوں نے ابوجہل کو زخمی کرکے گھوڑے سے گرادیا۔ ان دونوں بچوں میں سے ایک کا نام معاذ اور دوسرے کا نام معوذ تھا اور یہ دونوں حضرت عفراء انصاریہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے تھے۔ (۵) یہ بخاری کی کتاب المغازی کی روایت ہے اور بخاری کی کتاب الجہاد کی روایت میں ہے کہ ابوجہل کو قتل کرنے میں حضرت معاذ بن عمرو بن جموح پیش پیش تھے۔ (۶)

حافظ ابن حجر نے فیصلہ کیا ہے کہ عفراءؓ کے دونوں بیٹے معاذ اور معوذ بھی قتل میں شریک تھے اور معاذ بن عمرو بن جموح بھی اس میں شریک تھے۔ حافظ ابن حجر کا کہنا یہ ہے کہ ابوجہل کے قتل میں زیادہ حصہ معاذ بن عمرو کا ہے اور اسی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کا سلب معاذ بن عمرو بن جموح کو عطا فرمایا۔ (۷)

معاذ بن حارث پر ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے اپنے باپ کا بدلہ لینے کے لیے تلوار سے وار کیا، ان کا ہاتھ اس وار سے کٹ گیا، ہاتھ کا صرف ایک تسمہ بدن کے ساتھ جڑا رہا اور باقی ہاتھ بیکار ہوکر لٹکتا رہا، سارا دن حضرت معاذ اسی کیفیت میں کفار کے ساتھ جنگ کرتے رہے اور شام کو جب درد وتکلیف زیادہ محسوس ہونے لگی تو انہوں نے اس ہاتھ کو زمین پر رکھا اور اوپر سے پاؤں رکھ کر اس کو بدن سے بالکل جدا کردیا، یہ اس کے بعد ایک مدت تک زندہ رہے البتہ ان کے بھائی معوذ غزوۂ بدر ہی میں شہید ہوگئے۔

جنگ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ دیکھو ابوجہل کا کیا بنا تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ گئے، عجیب انتخاب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ لیلۃ الجن میں جب آپ تشریف لے جارہے تھے تو آپ نے فرمایا تھا، میرے ساتھ وہ آدمی چلے جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر نہ ہو، حضرت عبداللہ

---

(۵) دیکھیے صحیح بخاری، کتاب الجہاد، ابواب فرض الخمس، باب من لم یخمس الاسلاب: رقم الحدیث ۳۱۴۱

(۶) ایضاً

(۷) دیکھیے، فتح الباری: ۲۳۸/۶۔ کتاب فرض الخمس، وفتح الباری: ۲۹۶/۷

بن مسعودؓ کھڑے ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ساتھ لیا، گویا آپ نے تصدیق کی کہ ان میں ذرہ برابر تکبر نہیں۔ (۸) تو اللہ سبحانہ وتعالے نے یہاں ابوجہل کا سر کاٹنے کے لیے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا انتخاب کیا اس لیے کہ ان میں ذرہ برابر کبر نہیں تھا اور ابوجہل مجسمۂ کبر تھا اللہ کی حکمت بالغہ کا تقاضہ ہی یہ تھا کہ اس تکبر وغرور کے پتلے کی روح نکلنے کا سامان حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے ہو جو تواضع اور انکساری کا پیکر تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ گئے، ابوجہل کے سینہ پر چڑھ گئے اور کہا اخزاک اللہ یاعدواللہ "اللہ کے دشمن! اللہ نے تجھے ذلیل کردیا۔" پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کا سر تن سے جدا کیا، اس وقت ابوجہل نے کہا میرا سر ذرا نیچے سے کاٹنا تاکہ جب سروں کی قطار لگائی جائے تو سردار کا سر اونچا نظر آئے ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کا سر کاٹ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور کہا "ھذا رأس عدواللہ" آپ نے دیکھ کر فرمایا یہ واقعی ابوجہل کا سر ہے ؟ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا، بخدا یہ ابوجہل ہی کا سر ہے تو آپ نے فرمایا۔ الحمدللہ الذی اعزالاسلام واھلہ "شکر ہے اللہ کا جس نے اسلام اور اہل اسلام کو عزت وبلندی عطا فرمائی" ۔ (۹) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس موقع پر یہ بھی کہا کہ یارسول اللہ! اس بدبخت نے مجھ سے مرتے ہوئے یہ بات بھی کہی تھی کہ "محمد کو پیغام دینا کہ میرے دل میں تمہارے لیے جو بغض وعداوت موجود تھی اس وقت اس میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ پہلے سے زیادہ ہے ۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میری امت کا فرعون تھا اور موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے فرعون سے کفر میں زیادہ شدید تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں آنے والا فرعون جب مرنے لگا تو اس وقت اس نے کلمہ پڑھنے کی کوشش کی تھی اور یہ جب مرا تو اپنی شدت کفر کا اظہار کرکے مرا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے چونکہ اس کی گردن کاٹی تھی اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلوار عبداللہ بن مسعودؓ کو دی۔ (۱۰)

٣٧٤٤ : حدَّثنا ٱبْنُ نُمَيْرٍ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ : أَخْبَرَنَا قَيْسٌ ، عَنْ عَبْدِ ٱللّٰهِ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّهُ أَتَى أَبَا جَهْلٍ وَبِهِ رَمَقٌ يَوْمَ بَدْرٍ ، فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ : هَلْ أَعْمَدُ مِنْ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوهُ .

---

(۸) سیرۃ مصطفی: ۲/۱۰۰ ۔ بحوالہ البنایہ شرح ہدایہ للحافظ العینی: ۱/۲۸۶

(۹) عمدۃ القاری: ۱۷/۸۶

(۱۰) دیکھیے السیرۃ الحلبیۃ: ۲/۱۷۲

٣٧٤٥ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا سُلَيْمانُ التَّيْمِيُّ : أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ .

وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ خالِدٍ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ ، عَنْ سُلَيْمانَ التَّيْمِيِّ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مَنْ يَنْظُرُ ما صَنَعَ أَبُو جَهْلٍ) . فَٱنْطَلَقَ ٱبْنُ مَسْعُودٍ فَوَجَدَهُ قَدْ ضَرَبَهُ ٱبْنَا عَفْرَاءَ حَتَّى بَرَدَ . قالَ : أَأَنْتَ أَبُو جَهْلٍ ؟ قالَ : فَأَخَذَ بِلِحْيَتِهِ ، قالَ : وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوهُ ، أَوْ رَجُلٍ قَتَلَهُ قَوْمُهُ . قالَ أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : أَنْتَ أَبُو جَهْلٍ .

حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا ٱبْنُ أَبِي عَدِيٍّ ، عَنْ سُلَيْمانَ التَّيْمِيِّ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ : (مَنْ يَنْظُرُ ما فَعَلَ أَبُو جَهْلٍ) . فَٱنْطَلَقَ ٱبْنُ مَسْعُودٍ فَوَجَدَهُ قَدْ ضَرَبَهُ ٱبْنَا عَفْرَاءَ حَتَّى بَرَدَ ، فَأَخَذَ بِلِحْيَتِهِ فَقَالَ : أَنْتَ ، أَبَا جَهْلٍ ؟ قالَ : وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلَهُ قَوْمُهُ ؟ أَوْ قالَ : قَتَلْتُمُوهُ .

حدّثني ٱبْنُ الْمُثَنَّى : أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ : حَدَّثَنَا سُلَيْمانُ : أَخْبَرَنَا أَنَسُ بْنُ مالِكٍ : نَحْوَهُ . [٣٧٩٥]

٣٧٤٦ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ قالَ : كَتَبْتُ عَنْ يُوسُفَ بْنِ الْمَاجِشُونِ ، عَنْ صَالِحِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ : فِي بَدْرٍ – يَعْنِي – حَدِيثَ ٱبْنَيْ عَفْرَاءَ . [ر : ٢٩٧٢]

اب ذرا روایتیں دیکھ لیجیے، اس باب کے شروع کی روایتوں میں یہی بات بیان کی گئی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ابوجہل کو میدان جنگ میں زمین پر پڑا ہوا پایا تو وہ اس کے سینہ پر چڑھ گئے اور ابوجہل سے کہنے لگے، انت ابوجہل

هل اعمد من رجل قتلتموه / هل فوق رجل قتلتموه کے دو مطلب

ابوجہل نے کہا هل اعمد (۱۱) من رجل قتلتموه یا کہا هل فوق رجل قتلتموه

❶ اس جملہ کا ایک مقصد تو یہ ہے کہ اس میں ابوجہل اپنے تکبر کا اظہار کررہا ہے کہ کیا اس آدمی سے زیادہ پسندیدہ کوئی آدمی ہے جس کو تم نے قتل کیا؟ کیا اس آدمی سے اعلی اور فائق کوئی آدمی ہے جس

(۱۱) "واعمد: افعل التفضيل من عمد اى هلك، يقال: عمد البعير يعمد عمداً بالتحريك اذا ورم سنامه من عض القتب... ويكنى بذلك عن الهلاك وقيل: معنى اعمد: اعجب، وقيل: بمعنى اغضب۔ (فتح الباری: ۲۹۳/۷۔)"

کو تم نے قتل کیا یعنی اس سے زیادہ پسندیدہ اور اس سے زیادہ فائق کوئی دوسرا آدمی نہیں ہے۔

❷ مگر علامہ عینی، حافظ ابن حجر، علامہ نووی اور ابوعبیدہ وغیرہ نے اس کا ایک اور مطلب بھی بیان کیا کہ ابوجہل کے اس قول کا مقصد یہ ہے کہ میرا قتل کردینا اس سے زیادہ نہیں کہ ایک آدمی کو اس کی قوم نے قتل کردیا لہذا اس میں نہ تمہارے لیے کوئی فخر کی بات ہے اور نہ میرے لیے کوئی عار کی بات (۱۲) حافظ ابن حجر نے اس معنی کی تائید میں طبرانی کی عمرو بن میمون کی ایک روایت بھی نقل کی ہے، اس میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جب ابوجہل کے سینہ پر چڑھ گئے تو انہوں نے کہا "ای عدواللہ، قداخزاک اللہ" اے اللہ کے دشمن! اللہ! نے تجھے رسوا کردیا تو ابوجہل نے جواب میں کہا کہ، "وبما اخزانی من رجل قتلہ قومہ" حافظ کہتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوجہل یہ کہنا چاہتا ہے کہ تمہارے لیے میرے قتل میں کوئی کمال نہیں اور میرے لیے اس میں کوئی عار کی بات نہیں جس سے میری رسوائی ہو کیونکہ ایک آدمی کو اس کی قوم نے قتل کردیا، یہ کوئی رسوائی کی بات نہیں یہ تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ (۱۳)

بہرحال ان تمام حضرات نے "ھل اعمد من رجل قتلتموہ" میں استفہام انکاری مراد لیکر یہ مطلب نکالا ہے کہ اس میں ابوجہل اپنے تکبر اور فخر کی بات نہیں کررہا ہے بلکہ اپنی رسوائی اور ذلت کا دفاع کررہا ہے۔ واللہ اعلم

یہاں باب کی تیسری حدیث جو حضرت انسؓ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں "انت اباجھل" آیا ہے اور بعض نسخوں میں "انت ابوجھل" آیا ہے۔

حافظ ابن حجر کی رائے یہ ہے کہ یہ "انت ابوجھل" حضرت انسؓ کی روایت میں بعض راویوں کی طرف سے اصلاح ہے، ان رواۃ نے جب دیکھا کہ "انت اباجھل" قاعدہ کے خلاف ہے تو انہوں نے حضرت انسؓ کی روایت میں تصحیح کی اور "اباجھل" کو "ابوجھل" بنادیا کیونکہ اسمائے ستہ مکبرہ حالت رفعی میں الف کے ساتھ نہیں بلکہ واو کے ساتھ آتے ہیں۔ لیکن حافظ کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ کی روایت میں معتبر اور معتمد یہی ہے کہ "اباجھل" الف کے ساتھ پڑھا جائے اور بعض راویوں نے اپنی طرف سے جو اصلاح کی ہے وہ درست نہیں۔ حافظ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ایک تو غزوۂ بدر کے آخر میں روایت آئے گی وہاں "انت اباجھل" موجود ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی سلیمان تیمی نے تصریح

---

(۱۲) چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں: "ھل اعمد من رجل ای: ھل اعجب من رجل قتلہ قومہ یعنی: لیس قتلکم لی الاقتل رجل قتلہ قومہ۔لایزید علی ذلک ولاھو فخر لکم ولاعار علی۔ (عمدۃ القاری: ۱۷/۸۵۔)

(۱۳) فتح الباری: ۷/ ۲۹۴

کی ہے کہ حضرت انس نے اس کا تلفظ "انت اباجهل" الف کے ساتھ کیا تھا، نیز یحیی بن سعید قطان نے بھی اس کا تلفظ الف کے ساتھ کیا ہے۔ لہذا جب ان دو حضرات نے تلفظ "اباجهل" الف کے ساتھ کیا ہے تو پھر بعد کے راویوں کی اپنی طرف سے اصلاح کیسے درست تسلیم کی جاسکتی ہے اس لیے صحیح بات یہ ہے کہ یہ لفظ "انت اباجهل" الف کے ساتھ ہے (۱۴) تو اب سوال ہوگا کہ پھر نحوی قاعدے کے لحاظ سے اس کی توجیہ کیا ہوگی تو اس کے متعلق کئی توجیہات کی گئی ہیں۔

❶ ایک تو یہ کہ "انت" مبتدا ہے اور "مقتول" خبر محذوف ہے اور "اباجهل" منادیٰ ہے یعنی "انت مقتول یا اباجهل" (۱۵)

❷ علامہ عینیؒ نے اس کی توجیہ کی ہے "انت تکون اباجهل" (۱۶)

❸ داودی نے ایک اور بات کہی ہے اور وہ یہ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی تحقیر اور تذلیل کے لیے بجائے صحیح "ابوجهل" مرفوع پڑھنے کے اس کو قصداً بگاڑ کر "انت اباجهل" منصوب کرکے پڑھا۔ (۱۷)

❹ ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ اصل میں بعض قبائل عرب اسمائے ستہ مکبرہ کو حالت رفعی، حالت نصبی اور حالت جری تینوں حالتوں میں الف کے ساتھ پڑھتے ہیں تو یہ ان قبائل کی لغت کے مطابق ہے۔ (۱۸)

٣٧٤٧ : حدثني مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الرَّقَاشِيُّ : حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قالَ : سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ : حَدَّثَنَا أَبُو مِجْلَزٍ ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ : أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَجْثُو بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمٰنِ لِلْخُصُومَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ . وَقَالَ قَيْسُ بْنُ عُبَادٍ : وَفِيهِمْ أُنْزِلَتْ : «هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ» . قَالَ : هُمُ الَّذِينَ تَبَارَزُوا يَوْمَ بَدْرٍ : حَمْزَةُ وَعَلِيٌّ وَعُبَيْدَةُ ، أَوْ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الحَارِثِ ، وَشَيْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَعُتْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ . [٣٧٤٩ ، ٤٤٦٧]

٣٧٤٨ : حدثنا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ ، عَنْ قَيْسِ ابْنِ عُبَادٍ ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : نَزَلَتْ : «هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ» . فِي سِتَّةٍ مِنْ قُرَيْشٍ : عَلِيٍّ وَحَمْزَةَ وَعُبَيْدَةَ بْنِ الحَارِثِ ، وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدِ

---

(۱۴) دیکھیے فتح الباری ج: ۷۔ ص: ۲۹۵۔ (۱۵) فتح الباری ج: ۷۔ ص: ۲۹۵۔ (۱۶) عمدۃ القاری ج: ۱۷۔ ص: ۸۵
(۱۷) فتح الباری ج: ۷۔ ص: ۲۹۵۔ (۱۸) فتح الباری ج: ۷۔ ص: ۲۹۵

ابْنِ عُتْبَةَ . [٣٧٥٠ ، ٣٧٥١ ، ٤٤٦٦]

٣٧٤٩ : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الصَّوَّافُ : حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ ، كَانَ يَنْزِلُ فِي بَنِي ضُبَيْعَةَ ، وَهُوَ مَوْلًى لِبَنِي سَدُوسَ ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ : قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : فِينَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ : «هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ» . [ر : ٣٧٤٧]

٣٧٥٠/٣٧٥١ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ : أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ : سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُقْسِمُ : لَنَزَلَتْ هٰؤُلَاءِ الْآيَاتُ ، فِي هٰؤُلَاءِ الرَّهْطِ السِّتَّةِ يَوْمَ بَدْرٍ ، نَحْوَهُ .

(٣٧٥١) : حدّثنا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ : حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ : أَخْبَرَنَا أَبُو هَاشِمٍ ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يُقْسِمُ قَسَمًا : إِنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ : «هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ» . نَزَلَتْ فِي الَّذِينَ بَرَزُوا يَوْمَ بَدْرٍ : حَمْزَةَ وَعَلِيٍّ وَعُبَيْدَةَ بْنِ الْحَارِثِ ، وَعُتْبَةَ وَشَيْبَةَ ابْنَيْ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ . [ر : ٣٧٤٨]

٣٧٥٢ : حدّثني أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ : حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ السَّلُولِيُّ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ : سَأَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ ، وَأَنَا أَسْمَعُ ، قَالَ : أَشَهِدَ عَلِيٌّ بَدْرًا ؟ قَالَ : بَارَزَ وَظَاهَرَ .

حدثنی محمد بن عبداللہ الرقاشی قال حدثنا معتمر

یہ روایت حضرت علیؓ کی ہے، وہ فرماتے ہیں۔

انا اول من یجثو بین یدی الرحمن للخصومۃ یوم القیمۃ

"میں پہلا آدمی ہوں گا جو قیامت کے دن رحمان کے سامنے فیصلہ کے لیے بیٹھے گا۔" اور قیس بن عباد نے فرمایا کہ انہیں حضرات کے بارے میں آیت نازل ہوئی، "ھذان خصمان اختصموا فی ربھم" یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے یوم بدر میں مقابلہ ومبارزہ کیا، مسلمانوں کی جانب سے حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ تھے اور کفار کی جانب سے شیبہ، عتبہ اور ولید تھے۔

انا اول من یجثو کے معنی

یجثو کے معنی ہیں "من یقعد علی الرکبتین للخصومۃ" حافظ ابن حجر نے یہاں ایک قید لگادی

ہے کہ یہ مجاہدین کے اعتبار سے "اول من یجثو" فرمایا ہے اس لیے کہ اسلام کا سب سے پہلا مجاہدین کا دستہ جس نے کفار کو قتل کیا وہ حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ کا دستہ ہے تو "انا اول من یجثو" انہوں نے اس اعتبار سے فرمایا ہے۔ (۱۹)

"انا اول من یجثو للخصومۃ" میں خصومت سے کیا مراد ہے؟ حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ خصومت سے مراد یہ ہے کہ مشرکین قیامت کے دن کہیں گے کہ انہوں نے ہمیں ظلماً قتل کیا اور یہ حضرات اس کے مقابلہ میں یہ ثابت کریں گے کہ ہم نے ان کو ظلماً قتل نہیں کیا بلکہ اعلاء کلمۃ اللہ اور اعلاء اسلام کے لیے انہیں قتل کیا تھا۔ (۲۰) حضرت گنگوہی نے یہ توجیہ اس لیے کی کہ خصومت میں تکلم ضروری ہے جب تک کلام من الجانبین نہ ہو تو خصومت کیسے ہوگی؟ اس لیے انہوں نے فرمایا کہ اہل کفر کا کلام یہ ہوگا کہ ہم ظلما قتل کئے گئے اور اہل اسلام کا کلام یہ ہوگا کہ ہم قتل کرنے میں حق بجانب تھے۔ (۲۱)

کون کس کا مقابل تھا؟

جنگ بدر کی ابتدا میں تین آدمی مسلمانوں کی طرف سے اور تین آدمی کافروں کی طرف سے نکلے تھے جن کا اس حدیث میں ذکر ہے البتہ اس روایت میں یہ نہیں بتایا گیا کہ کون کس کا مقابل تھا، ابن اسحاق اور ابن سعد کے بیان کے مطابق حضرت عبیدہ، عتبہ کے مقابلہ میں، حضرت حمزہ، شیبہ کے مقابلہ میں اور حضرت علیؓ، ولید کے مقابلہ میں نکلے تھے، لیکن موسی بن عقبہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عبیدہؓ، شیبہ کے مقابلے میں تھے اور حضرت حمزہؓ، عتبہ کے مقابلہ میں تھے بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت علیؓ کا ولید کے مقابلہ میں ہونا متفق علیہ ہے لیکن یہ بات درست نہیں کیونکہ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت علیؓ، عتبہ کے مقابلہ میں تھے چنانچہ حافظ نے ابوداود سے حارثہ بن نضر کے طریق سے اس کے ثبوت میں روایت نقل کی ہے۔ (۲۲) لہذا یہ بات متفق علیہ تو نہ رہی البتہ معقول یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ ولید کے مقابلہ میں ہوں کیونکہ یہ دونوں نوجوان تھے اور حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہؓ کے مقابلہ میں عتبہ اور شیبہ ہوں اس لیے کہ یہ زیادہ عمر والے تھے، زیادہ عمر والوں کا زیادہ عمر والوں کے ساتھ اور نوجوان کا نوجوان کے ساتھ مقابلہ معقول نظر آتا ہے۔ (۲۳)

هذان خصمان.... یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی

یہاں بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت ان چھ حضرات کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ

---

(۱۹) فتح الباری: ۷ / ۲۹۷　(۲۰) لامع الدراری: ۸ / ۲۵۳　(۲۱) تعلیقات لامع الدراری: ۸ / ۲۵۳　(۲۲) فتح الباری: ۷ / ۲۹۸　(۲۳) ایضاً

صاحب جمل نے ایک روایت نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اہل کتاب اور اہل اسلام کے درمیان مخاصمہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (۲۴) اور علامہ قسطلانی نے بھی حضرت قتادہ کے حوالہ سے یہ روایت نقل کی ہے تو بخاری کی روایت سے معلوم ہورہا ہے کہ یہ آیت اہل بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور صاحب جمل اور قسطلانی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اہل کتاب کے مجادلے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (۲۵)

❶ مجاہد نے کہا ہے کہ اصل میں اس آیت میں مثال بیان کی گئی ہے مومن اور کافر کی کہ مومن اللہ کے دین کی سربلندی چاہتا ہے اور اسی کے لیے لڑتا جھگڑتا ہے اور کافر اللہ کے نور اور دین کو مٹانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آیت کی یہ توجیہ زیادہ اچھی ہے کیونکہ اس صورت میں یہ اہل بدر پر بھی منطبق ہوجاتی ہے اور اہل اسلام اور اہل کتاب کے اس مذاکرے پر بھی منطبق ہوجاتی ہے۔ (۲۶)

❷ اور آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے یہ آیت اہل بدر کے بارے میں بھی نازل ہوئی ہو اور اہل اسلام اور اہل کتاب کے درمیان مذاکرے کے بارے میں بھی نازل ہوئی ہو کہ جس زمانہ میں بدر کا واقعہ پیش آیا اہل کتاب اور اہل اسلام کا مناظرہ بھی اسی زمانہ میں ہوا ہو تو کسی نے اس کو بدر کی طرف منسوب کردیا اور کسی نے اہل اسلام اور اہل کتاب کے درمیان مجادلے اور مناظرے کی طرف منسوب کردیا۔

کیا مبارزہ بالقتال جائز ہے

اس روایت سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ مبارزہ بالقتال جائز ہے، حسن بصریؒ مبارزہ بالقتال کو ناجائز کہتے ہیں۔

امام اوزاعی، سفیان ثوری، امام احمد اور امام اسحاق کہتے ہیں کہ مبارزہ باذن الامام جائز ہے اور اس کے بغیر جائز نہیں۔ (۲۷)

یہاں حضرت حمزہؓ، حضرت عبیدہؓ اور حضرت علیؓ نے مبارزہ بالقتال کیا ہے اس سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

---

(۲۴) لامع الدراری: ۸/ ۲۵۴

(۲۵) لامع الدراری: ۸/ ۲۵۴

(۲۶) لامع الدراری: ۸/ ۲۵۴

(۲۷) تفصیل کے لیے دیکھیے، المغنی لابن قدامة: ۹/ ۱۷۶

٣٧٥٣ : حدّثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قالَ : حَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ الْمَاجِشُونِ ، عَنْ صَالِحِ ابْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قالَ : كَاتَبْتُ أُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ ، فَلَمَّا كانَ يَوْمُ بَدْرٍ ، فَذَكَرَ قَتْلَهُ وَقَتْلَ ابْنِهِ ، فَقَالَ بِلَالٌ : لَا نَجَوْتُ إِنْ نَجَا أُمَيَّةُ . [ر : ٢١٧٩]

اس روایت میں امیہ بن خلف کے قتل کا واقعہ ہے اس کی تفصیل گزر گئی ہے۔

٣٧٥٤ : حدّثنا عَبْدَانُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّهُ قَرَأَ وَالنَّجْمِ فَسَجَدَ بِهَا ، وَسَجَدَ مَنْ مَعَهُ ، غَيْرَ أَنَّ شَيْخًا أَخَذَ كَفًّا مِنْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ إِلَى جَبْهَتِهِ ، فَقَالَ : يَكْفِينِي هٰذَا ، قالَ عَبْدُ اللهِ : فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا . [ر : ١٠١٧]

اس روایت میں شیخ سے (جس نے سجدہ نہیں کیا اور بعد میں کافر ہو کر مرا) مراد امیہ بن خلف ہی ہے، اس کا قتل چونکہ بدر میں ہوا ہے اس لیے اس کی مناسبت ترجمۃ الباب "باب قتل ابی جهل وغیرہ" سے بالکل ظاہر ہے۔

اس روایت میں سجدہ کا ذکر ہے کہ آپ نے سجدہ کیا اور دیگر لوگوں نے بھی سجدہ کیا جن میں مسلمان بھی تھے اور مشرکین بھی تھے اس سجدہ کی وجہ کیا تھی تو یہ بات "ابواب السجود" میں گذری ہے۔

٣٧٥٥/٣٧٥٦ : أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى : حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ عُرْوَةَ قَالَ : كانَ فِي الزُّبَيْرِ ثَلَاثُ ضَرَبَاتٍ بِالسَّيْفِ ، إِحْدَاهُنَّ فِي عاتِقِهِ ، قالَ : إِنْ كُنْتُ لَأُدْخِلُ أَصَابِعِي فِيهَا . قالَ : ضُرِبَ ثِنْتَيْنِ يَوْمَ بَدْرٍ ، وَوَاحِدَةً يَوْمَ الْيَرْمُوكِ . قالَ عُرْوَةُ : وَقَالَ لِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ ، حِينَ قُتِلَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ : يَا عُرْوَةُ ، هَلْ تَعْرِفُ سَيْفَ الزُّبَيْرِ ؟ قُلْتُ : نَعَمْ ، قالَ : فَمَا فِيهِ ؟ قُلْتُ : فِيهِ فَلَّةٌ فُلَّهَا يَوْمَ بَدْرٍ ، قالَ : صَدَقْتَ ، بِهِنَّ فُلُولٌ مِنْ قِرَاعِ الْكَتَائِبِ . ثُمَّ رَدَّهُ عَلَى عُرْوَةَ . قالَ هِشَامٌ : فَأَقَمْنَاهُ بَيْنَنَا ثَلَاثَةَ آلَافٍ ، وَأَخَذَهُ بَعْضُنَا ، وَلَوَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ أَخَذْتُهُ .

حدّثنا فَرْوَةُ ، عَنْ عَلِيٍّ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : كَانَ سَيْفُ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ مُحَلًّى

بِفِضَّةٍ ، قالَ هِشَامٌ : وَكانَ سَيْفُ عُرْوَةَ مُحَلًّى بِفِضَّةٍ .

(۳۷۵٦) : حدَّثنا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ قالُوا لِلزُّبَيْرِ يَوْمَ الْيَرْمُوكِ : أَلَا تَشُدُّ فَنَشُدَّ مَعَكَ ؟ فَقَالَ : إِنِّي إِنْ شَدَدْتُ كَذَبْتُمْ ، فَقَالُوا : لَا نَفْعَلُ ، فَحَمَلَ عَلَيْهِمْ حَتَّى شَقَّ صُفُوفَهُمْ ، فَجَاوَزَهُمْ وَما مَعَهُ أَحَدٌ ، ثُمَّ رَجَعَ مُقْبِلاً ، فَأَخَذُوا بِلِجَامِهِ ، فَضَرَبُوهُ ضَرْبَتَيْنِ عَلَى عاتِقِهِ ، بَيْنَهُمَا ضَرْبَةٌ ضُرِبَهَا يَوْمَ بَدْرٍ . قالَ عُرْوَةُ : كُنْتُ أُدْخِلُ أَصَابِعِي فِي تِلْكَ الضَّرَبَاتِ أَلْعَبُ وَأَنَا صَغِيرٌ . قالَ عُرْوَةُ : وَكانَ مَعَهُ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ يَوْمَئِذٍ ، وَهُوَ ٱبْنُ عَشْرِ سِنِينَ ، فَحَمَلَهُ عَلَى فَرَسٍ ، وَوَكَّلَ بِهِ رَجُلاً .

[ر : ۳۵۱٦]

حضرت زبیرؓ کے جسم میں تلوار کے نشانات !

اخبرنی ابراہیم بن موسی.... عن معمر عن ہشام عن عروۃ قال: کان فی الزبیر ثلاث ضربات بالسیف احداہن فی عاتقہ.... الخ

معمر کی روایت

یہ روایت ہے "عن معمر عن ہشام عن عروۃ" حضرت عروہ حضرت زبیر بن العوام کے صاحبزادے ہیں، فرماتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ کے جسم میں تین ضربات تھیں یعنی ضربوں کے تین نشان تھے ان میں سے ایک ضرب کا نشان حضرت زبیرؓ کے کندھے میں تھا۔ حضرت عروہ کہتے ہیں میں اپنی انگلیوں کو ان نشانات میں داخل کیا کرتا تھا، ان میں سے دو نشان بدر کی جنگ میں آئے تھے اور ایک نشان جنگ یرموک میں آیا تھا۔ حضرت عروہ نے فرمایا کہ جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ قتل کردیئے گئے تو عبدالملک بن مروان نے مجھ سے پوچھا کہ "تم حضرت زبیرؓ کی تلوار پہچانتے ہو؟" میں نے کہا ہاں، عبدالملک نے کہا "اس میں کیا نشان ہے؟" میں نے کہا "فیہ فلّۃ فلّھا یوم بدر" اس میں دندانہ ہے (یعنی اس کی دھار کا تھوڑا سا حصہ جھڑ گیا ہے) اور یہ دندانہ بدر کے دن اس میں پڑا تھا۔ عبدالملک نے کہا، صحیح کہتے ہو "بھن فلول من قراع الکتائب"[۲۸]

---

(۲۸) یہ نابغہ ذبیانی کے شعر کا دوسرا مصرعہ ہے، پورا شعر یہ ہے

ولا عیب فیهم غیر ان سیوفهم
بهن فلول من قراع الکتائب

فلول ای کلال، والقراع بکسر القاف، المضاربة بالسیف، والکتائب جمع الکتیبة وهی الجیش۔ (عمدة القاری ۱۶/۹۰) شعر کا ترجمہ ہے۔ "ان لوگوں (کی تلواروں) میں سوائے اس کے اور کوئی عیب نہیں ہے کہ لشکروں کے ساتھ نبرد آزمائی

یعنی لشکروں کے ساتھ نبرد آزمائی کیوجہ سے ان تلواروں میں دندانے پڑے ہوئے ہیں۔ حضرت زبیرؓ کی یہ تلوار عبدالملک کے پاس تھی اس نے پھر حضرت عروہؓ کو ان کے والد کی تلوار لوٹا دی۔ عروہ کے صاحبزادے ھشام کہتے ہیں کہ ہم نے آپس میں اس تلوار کی تین ہزار درہم قیمت لگائی اور ہمارے بعض وارثوں نے اس کو اس قیمت میں لے لیا۔ (۲۹) "ولوددت انی کنت اخذته" میرا دل چاہتا ہے کہ کاش اس کو میں نے لے لیا ہوتا یعنی میں نے اس وقت نہیں لیا اور اب مجھے اس بات کا قلق اور افسوس ہے کہ کاش میں ہی لے لیتا۔

اگلی روایت میں ہے، کہ حضرت زبیرؓ کی تلوار اور حضرت عروہؓ کی تلوار چاندی کے ساتھ مزین کی گئی تھی یعنی اس کے دستہ کے نیچے قبیصہ پر چاندی کا خول چڑھایا ہوا تھا۔

عبداللہ بن مبارک کی روایت

حدثنا احمد بن محمد حدثنا عبد اللّٰه اخبرنا هشام....

اس سے قبل "معمر عن هشام" کی روایت تھی، اور یہ روایت عبداللہ بن مبارک کی ہے وہ ہشام سے نقل کرتے ہیں اور ہشام اپنے والد عروہ سے نقل کرتے ہیں کہ جنگ یرموک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے حضرت زبیر سے کہا کہ آپ رومیوں پر حملہ کیوں نہیں کرتے؟ کہ ہم بھی آپ کے ساتھ حملہ میں شامل ہوجائیں۔ حضرت زبیرؓ نے کہا "انی ان شددت کذبتم" اگر میں نے حملہ کیا تو تم جھوٹے ثابت ہوگے مطلب یہ ہے کہ تم کہہ تو رہے ہو کہ ہم تمہارے ساتھ حملہ میں شریک ہوجائیں گے لیکن جب میں حملہ کردوں گا تو تم پھر شرکت نہیں کروگے۔ صحابہ نے کہا ہم ایسا نہیں کریں گے۔ چنانچہ حضرت زبیرؓ نے حملہ کردیا اور رومیوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے دوسرے کنارے تک پہنچ گئے "ومامعه احد" ان کے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا، حضرت زبیرؓ نے جو کہا تھا کہ "انی ان شددت کذبتم" وہ بات ٹھیک ثابت ہوئی۔ پھر حضرت زبیرؓ رومیوں کی صف کے دوسرے کنارے سے جب واپس آنے لگے تو رومیوں نے حضرت زبیرؓ کے گھوڑے کی لگام پکڑلی۔

فضربوه ضربتين على عاتقه، بينهما ضربة ضربها يوم بدر

کیوجہ سے ان تلواروں میں دندانے پڑ گئے ہیں۔"

وهو من المدح في معرض الذم لان الفل في السيف نقص حسي، لكنه لما كان دليلاً على قوة ساعد صاحبه كان من جملة كماله. (وانظر فتح الباري: ۷/۳۰۰)

(۲۹) یہ تلوار حضرت ھشام کے بھائی عثمان بن عروہ نے لی تھی۔ (فتح الباری: ۷/۳۰۰۔)

"اور ان کے کندھے پر دو ضربیں لگائیں، ان دو ضربوں کے درمیان ایک اور ضرب تھی جو جنگ بدر میں ان کو لگی تھی"۔

اس جنگ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی ان کے ساتھ تھے، وہ اس وقت دس سال کے بچے تھے۔

معمر اور ابن مبارک کی روایتوں میں تعارض

آپ کے سامنے دو روایتیں ہیں، ایک "معمر عن ھشام" کی روایت اور ایک "عبداللہ عن ھشام" کی روایت ان دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے۔ "معمر عن ھشام" کی روایت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زبیرؓ کے جسم میں ضرب شمشیر کے تین نشان تھے، ان میں سے دو نشان بدر میں لگے تھے اور ایک نشان جنگ یرموک میں۔ جبکہ عبداللہ بن مبارک کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ یرموک میں دو ضربیں اور جنگ بدر میں ایک ضرب لگی تھی۔ اسی طرح عبداللہ بن مبارک کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تینوں کی تینوں ضربیں کندھے میں تھیں کیونکہ اس روایت میں تصریح ہے کہ کندھے میں یرموک کی دو ضربوں کے درمیان ایک ضرب بدر کی تھی جبکہ معمر کی روایت میں ہے کہ صرف ایک ضرب کندھے میں تھی تو دونوں روایتوں میں دو طرح کا تعارض ہوگیا۔

❶ ایک تعارض تو یہ ہے کہ معمر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عاتق (کندھے) پر ایک ضرب ہے اور عبداللہ بن مبارک کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عاتق پر تین ضرب ہیں۔

❷ دوسرا تعارض یہ ہے کہ معمر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تین میں سے دو بدر اور ایک یرموک کی ہے اور عبداللہ بن مبارک کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دو یرموک کی ہیں اور ایک بدر کی ہے۔

حل تعارض کی مختلف توجیہات

❶ حافظ ابن حجر، علامہ عینی اور علامہ قسطلانی نے فرمایا کہ ان دونوں روایتوں میں اختلاف ہے پہلی روایت "معمر عن ہشام" کی ہے اور دوسری روایت "عبداللہ بن المبارک عن ہشام" کی ہے اور ابن مبارک "اثبت عن معمر" ہیں نیز معمر عن ہشام کی روایت میں کلام بھی ہے۔

لہذا عبداللہ بن مبارک کی روایت کو ترجیح ہوگی اور یہ کہا جائے گا کہ تینوں ضربیں عاتق پر تھیں، ان میں سے دو یرموک کی اور ایک بدر کی تھی۔

❷ دوسرا جواب ان حضرات نے یہ دیا کہ درحقیقت حضرت زبیرؓ کے جسم میں تین نہیں بلکہ پانچ

ضربیں تھیں ان پانچ میں سے تین تلوار سے اور دو نیزے سے لگی تھیں۔

چنانچہ معمر کی روایت میں تین ضربوں کا جو ذکر ہے اس میں "بالسیف" کی قید ہے کہ تلوار سے زخم کے تین نشان آئے، ایک عاتق میں اور دو غیرعاتق میں۔ کندھے میں جو زخم آیا وہ بدری تسلیم کیا جائے اور غیرعاتق میں ضرب کے جو دو نشان تھے ان میں ایک بدری اور ایک یرموکی مان لیا جائے۔

عبداللہ بن مبارک کی روایت میں تینوں نشان کندھے میں بتائے گئے ہیں، درمیان والے کو بدری بتایا گیا ہے اور وہ سیفی (یعنی تلوار سے لگا) ہے اور جو دو یرموکی ہیں وہ نیزہ سے لگے ہیں۔

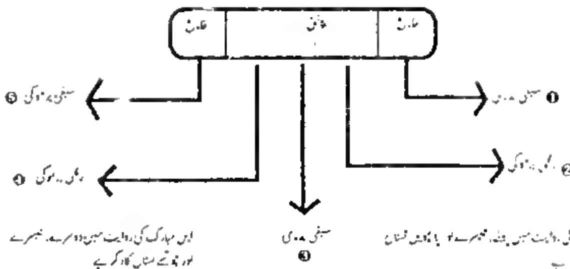
تو اس طرح یرموک کے کل تین نشان ہوئے، دو عاتق میں اور ایک غیرعاتق میں، عاتق والے دونوں نشان نیزہ سے ہیں اور غیرعاتق کا تلوار سے اور بدر کے دو نشان ہوئے ایک عاتق میں اور ایک غیرعاتق میں اور یہ دونوں کے دونوں تلوار سے ہیں۔ (۳۰)

لہذا حضرت زبیرؓ کے جسم میں پانچ ضربیں تسلیم کرلینے سے اب دونوں روایتوں کے درمیان کوئی تعارض باقی نہیں رہے گا۔ (۳۱)

⑥ تیسرا جواب علامہ کرمانی نے یہ دیا ہے کہ معمر کی روایت میں "احداھن فی عاتقہ" سے عاتق میں ایک ضرب کا ثبوت ہوتا ہے اور ابن مبارک کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تینوں کی تینوں عاتق میں ہیں۔ اس کا سیدھا سیدھا جواب یہ ہے کہ عدد میں مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں ہوتا لہذا اگر معمر کی روایت میں "احداھن فی عاتقہ" ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عاتق میں باقی کوئی ضرب نہ ہو کیونکہ عدد اقل عدد اکثر کی نفی نہیں کرتا لہذا عبداللہ بن مبارک کی روایت معمر کی روایت کی معارض نہیں۔

---

(۳۰)



(۳۱) چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

"فإن كان اختلافاً على هشام فرواية ابن المبارك أثبت لأن في حديث معمر عن هشام مقالاً وإلا فيحتمل أن يكون في غير عاتقه ضربتان أيضاً فيجمع بذلك بين الخبرين" (فتح الباري: ۷/۲۹۹ ـ وكذا في عمدة القاري: ۱۷/۹۰ ـ)"

❷ علامہ کرمانی نے ایک جواب یہ بھی دیا ہے کہ ایک "ضرب" بالکل کندھے کے درمیان میں تھی اور باقی دو تھیں تو عاتق ہی میں لیکن بالکل بیچ میں نہ تھیں بلکہ کناروں پر تھیں، معمر کی روایت میں "احداهن فی عاتقه" سے وہ بالکل وسط اور بیچ والی ضرب مراد ہے۔

علامہ کرمانی نے یہ دو جوابات پہلے تعارض کو رفع کرنے کے لیے دیئے ہیں۔ روایتوں کے درمیان دوسرے تعارض کو رفع کرنے کے لیے انہوں نے وہی جواب دیا ہے جو علامہ عینی وغیرہ نے دیا۔ (۳۲)

حضرت گنگوہی کی توجیہ

لیکن حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے ان سب سے الگ بات کہی اور بڑی معقول توجیہ کی وہ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے جسم میں کل چار ضربیں تھیں اور ان کی ترتیب یہ تھی، یرموک، بدر، یرموک، بدر، دو نشان بدر کے تھے اور دو یرموک کے تھے۔

جب راوی حضرت زبیرؓ کی جنگ بدر کی شجاعت کا ذکر کرتا ہے تو جنگ بدر کی دو ضربوں کا ذکر کر کے جنگ یرموک کی ایک ضرب کے بیان پر اکتفا کرلیتا ہے اور جب راوی کو حضرت زبیرؓ کی جنگ یرموک میں بہادری وشجاعت بیان کرنا مقصود ہوتی ہے تو وہ جنگ یرموک کی دو ضربوں کو ذکر کر کے جنگ بدر کی ایک ضرب پر اکتفا کرلیتا ہے۔

معمر کی روایت میں راوی کو چونکہ حضرت زبیرؓ کی جنگ بدر میں بہادری کا بیان مقصود تھا اس لیے اس میں بدر کی دو ضربوں کا ذکر کردیا اور یرموک کی ایک ضرب کا۔ اور عبداللہ بن مبارک کی روایت میں راوی کو حضرت زبیرؓ کی جنگ یرموک میں شجاعت کا تذکرہ مقصود تھا تو اس میں یرموک کی دو ضربوں اور بدر کی ایک ضرب کو بیان کیا۔ (۳۳) واللہ اعلم

جنگ یرموک

اس روایت میں جنگ یرموک کا ذکر ہے، یرموک فلسطین کے قرب وجوار کے ایک علاقہ کا نام ہے، بعض کہتے ہیں یہ شام کے ایک علاقے کا نام ہے، اور بعض نے کہا کہ یرموک "اذرعات" اور "دمشق"

---

(۳۲) شرح الکرمانی: ۱۵ / ۱۶۵

(۳۳) چنانچہ لامع الدراری میں ہے:

فالحاصل أن الضربات صارت أربعا، لكل يوم ضربتان، غير أن ضربتي يوم اليرموك وقعتا بحيث صارت ضربة من ضربتي يوم بد بينهما هكذا (ا ا ا) وكانت الضربة الثانية من ضربتي يوم بدر على طرف الضربات، صورتها: (ا ا ا ا) وعلى هذا فلا خلاف بين الروايات فمن روى ضربة يوم اليرموك بالإفراد فمراده منها الضربة المتوسطة بينهما لا مطلقا --- (انظر لامع الدراري: ۸/ ۲۵۴-۲۵۵-)

کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے اس میں مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان تاریخی جنگ ہوئی تھی جو تاریخ میں جنگ یرموک کے نام سے مشہور ہے۔ (۳۴)

ابن جریر طبری کے بیان کے مطابق یہ جنگ یرموک کا واقعہ ۱۳ھجری میں پیش آیا جبکہ محمد بن اسحاق کے نزدیک یہ واقعہ ۱۵ھجری میں پیش آیا ہے۔ یہ جنگ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہوئی، لشکر اسلام کا سپہ سالار حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ تھے اور رومیوں کے لشکر کا سالار باھان ارمنی تھا، علامہ عینی نے اس کا نام ماہان ارمنی بتایا ہے۔ (۳۵)

اس جنگ میں چار ہزار مسلمان شہید ہوئے اور رومیوں کے ایک لاکھ پانچ ہزار آدمی مارے گئے اور چالیس ہزار گرفتار ہوئے۔ (۳۶)

عبداللہ بن زبیرؓ سے چونکہ حضرت زبیرؓ کو زیادہ محبت تھی اس لیے حضرت زبیرؓ ان کو جنگ میں بھی ساتھ لیجایا کرتے تھے، جنگ یرموک میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ (جن کی عمر ایک قول کے مطابق دس سال اور دوسرے قول کے مطابق بارہ سال تھی اور بارہ سال کا قول ہی صحیح ہے حدیث میں دس سال جو کہا ہے یہ کسور کو حذف کرکے کہا ہے۔) حضرت زبیرؓ کے ساتھ تھے، ان کو گھوڑے پر سوار کیا ہوا تھا، حضرت زبیرؓ جب حملہ کرنے جارہے تھے تو چونکہ عبداللہ بن زبیرؓ میں بچپن ہی سے بہادری اور شجاعت کے آثار نمایاں تھے اس لیے انہوں نے ایک آدمی کو (جس کا نام معلوم نہ ہوسکا) مقرر کیا کہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو کنٹرول میں رکھے کیونکہ حضرت زبیرؓ کو اندیشہ تھا کہ وہ بھی جنگ کرنے کے لیے کہیں مجاہدین کے ساتھ شریک نہ ہوجائیں۔ ان کی صغرسنی کی وجہ سے حضرت زبیرؓ یہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ جنگ میں شریک ہوں۔ لیکن عبداللہ بن مبارک کا بیان ہے کہ اس کے باوجود حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے گھوڑے سے اتر کر میدان میں زخمی

---

(۳۴) عمدۃ القاری ج: ۱۷۔ ص: ۹۰۔

(۳۵) عمدۃ القاری ج: ۱۷۔ ص: ۹۰۔

(۳۶) جنگ یرموک تاریخ اسلام کی عظیم جنگوں میں سے ہے اس جنگ میں شکست کے بعد رومی پھر کبھی سنبھل نہ سکے، جب اسلامی لشکر کے نہ تھمنے والے سیل رواں نے جزیرۂ عرب سے نکل کر قیصروکسری کا رخ کیا اور دمشق وحمص وشام کے نواحی علاقوں میں رومیوں کو شکست دی تو رومیوں نے ان علاقوں سے نکل کر پایۂ تخت انطاکیہ میں جمع ہوکر ہرقل سے فریاد کی کہ عرب نے تمام شام کو پامال کردیا، ہرقل نے پوچھا کہ "عرب تم سے قوت میں، تعداد میں اور ساز وسامان میں کم ہیں، پھر تم ان کے مقابلے میں کیوں نہیں ٹھہر سکتے؟" ایک تجربہ کار بوڑھے نے جواب میں وجہ بتاتے ہوئے عرض کی۔

"عرب کے اخلاق تم سے بہتر ہیں، وہ رات کو عبادت کرتے ہیں، دن کو روزہ رکھتے ہیں، ظلم نہیں کرتے اور ایک دوسرے کے ساتھ برابری کا سلوک کرتے ہیں، ہمارا حال یہ ہے کہ ہم شراب پیتے ہیں، بدکاریاں کرتے ہیں، ۔۔۔۔

اصول کی پابندی نہیں کرتے اور ظلم کرتے ہیں اس کا اثر یہ ہے کہ ان کے کام میں جوش اور استقلال ہے اور ہمارا ہر کام اس سے خالی ہے...."

قیصر کے پاس جب ہر شہر سے عیسائی فریادی انطاکیہ آنے لگے تو قیصر نہایت جوش وجذبہ کے ساتھ اپنی سلطنت کی پوری قوت عرب کے مقابلہ میں صرف کرنے پر آمادہ ہوگیا، چنانچہ سلطنت کے تمام اطراف قسطنطنیہ، جزیرہ، آرمینیہ وغیرہ میں احکام بھیجے کہ تمام فوجیں انطاکیہ میں جمع ہوجائیں، ان احکام کی تعمیل میں فوجوں کا ایک طوفان امڈ آیا، انطاکیہ کے چاروں طرف حدِ نگاہ تک ایک ٹڈی دل لشکر پھیلا ہوا تھا، غرور سے اپلنے والے فوجیوں کے جوش وجذبہ کا یہ حال تھا کہ فوج جس راہ سے گزرتی، راہب اور خانقاہ نشین نکل نکل کر فوج کے ساتھ ہوتے جاتے تھے۔

رومیوں کے جمع ہونے کی اطلاع جب مسلمانوں کو ہوئی تو اسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ اس وقت حمص میں تھے مسلمانوں کے مشورہ سے وہاں سے روانہ ہوئے، اردگرد علاقوں میں پھیلے ہوئے اسلامی لشکر کو یرموک میں جمع کردیا اور دربار خلافت میں صورتحال سے آگاہ کرنے کے لیے اطلاع بھیجی۔ حضرت عمرؓ نے مہاجرین وانصار کو جمع کرکے صورتحال بتلائی اور مشورہ کیا، ایک ہزار مزید امدادی فوجیں بھیجی گئیں اور ساتھ ہی ابوعبیدہؓ کے نام ایک پرتاثیر خط لکھا، قاصد سے کہا کہ خط سنانا اور زبانی پیغام یہ کہنا:

"الأعمر، یقرئک السلام، ویقول لکم یااھل الاسلام اصدقوا اللقاء، وشدوا علیھم شد اللیوث، ولیکونوا اھون علیکم من الذر، فانا قد علمنا انکم علیھم منصورون"

رومیوں کا دو لاکھ فوجیوں پر مشتمل لشکر یرموک کے مقابل "دیرالجبل" میں اترا، اسلامی لشکر کی تعداد ۳۰ سے ۳۵ ہزار تھی، اب دونوں فوجیں آمنے سامنے تھیں۔ صبح ہوئی تو رومی اس جوش وخروش سے نکلے کہ مسلمانوں کو حیرت ہوئی، حضرت خالد بن ولیدؓ نے جو جنگی امور میں غیرمعمولی صلاحیت ومہارت رکھتے تھے اسلامی لشکر کو ۳۶ حصوں میں تقسیم کیا اور ہر حصہ پر بہادر اور فنون جنگ میں شہرت تام رکھنے والے کمانڈر متعین کیے۔ اسلامی لشکر میں ایک ہزار صحابہ تھے، ایک سو وہ حضرات تھے جنہوں نے جنگ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل کی تھی۔ ادھر رومیوں کے جوش کا یہ عالم تھا کہ تیس ہزار آدمیوں نے پاؤں میں بیڑیاں پہن لیں کہ ہٹنے کا خیال تک نہ آنے۔ جنگ کی ابتدا رومیوں کی طرف سے ہوئی اور دولاکھ کا ٹڈی دل لشکر ساتھ بڑھا، مسلمان کافی دیر تک ثابت قدم رہے لیکن حملہ اس زور کا تھا کہ مسلمانوں کا "میمنہ" ٹوٹ کر فوج سے علیحدہ ہوگیا اور مسلمان ہٹتے ہٹتے عورتوں کی خیمہ گاہ تک چلے گئے۔ مسلمان عورتوں کو یہ دیکھ کر سخت غصہ آیا اور خیموں کی چوبیں اکھاڑ کے پکارنے لگیں "نامرادو! ادھر آئے تو چوبوں سے تمہارے سر توڑ دیے جائیں گے۔" یہ حالت دیکھ کر میمنہ کے سپہ سالار حضرت معاذ بن جبلؓ گھوڑے سے اتر کر پیدل حملہ آور ہوئے ان کے صاحبزادے بھی ان کے ساتھ تھے اور اس شان سے حملہ کیا کہ مسلمانوں کے اکھڑتے ہوئے پاؤں سنبھل گئے۔

حضرت خالد نے فوج کو عقب میں لگا رکھا تھا دفعۃً صف چیر کر نکلے اور اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کی صفیں تتر بتر ہوگئیں، ابوجہل کے فرزند حضرت عکرمہؓ نے کہا کہ موت پر کون بیعت کرتا ہے؟ چار سو مجاہدین نے بیعت کی اور اس ثابت قدمی سے لڑے کہ ہزاروں رومیوں کو ہلاک کرنے کے بعد سب کے سب شہید ہوگئے۔

لڑائی کے دونوں پہلو اب تک برابر تھے کہ دفعۃً قیس بن ہبیرہؓ جن کو حضرت خالدؓ نے فوج کا ایک حصہ دیکر میسرہ کی پشت پر متعین کیا تھا عقب سے نکلے اور اس طرح ٹوٹ کر گرے کہ رومی لشکر بھاگنے پر مجبور ہوگیا، جنگ کے بعد دیکھا تو رومی ایک لاکھ پانچ ہزار کے قریب لاشیں چھوڑ کر بھاگے تھے چالیس ہزار زندہ گرفتار کیے گئے۔ دربار خلافت میں اس عظیم فتح کی خبر پہنچی تو، حضرت عمرؓ خبر سن کر سجدہ میں گر گئے۔

صحیح روایت کے مطابق جنگ یرموک کا یہ واقعہ ۵ رجب ۱۵ھ کو پیش آیا ہے۔ (دیکھیے تاریخ طبری ج ۳) واللہ اعلم

کافروں کا کام تمام کیا۔ (۴۷)

ترجمۃ الباب سے مطابقت

ترجمۃ الباب سے اس روایت کی مطابقت اسی صورت میں ہوگی جبکہ علامہ عینی کے بیان کردہ "وغیرہ" کے ایک لفظ کو ترجمہ میں ملحوظ رکھا جائے اور "وغیرہ" کی ضمیر ابوجہل کی طرف نہ لوٹائی جائے بلکہ قتل کی طرف اس کو لوٹایا جائے یعنی اس باب میں ابوجہل کے قتل کا واقعہ بھی مذکور ہوگا اور قتل ابوجہل کے علاوہ بدر کے اور واقعات کا بھی اس میں ذکر آئے گا۔

چونکہ اس روایت میں حضرت زبیرؓ کے جسم میں بدر کے دن زخم آنے کا ذکر ہے اس لیے "باب قتل ابی جھل وغیرہ" سے مناسبت ظاہر ہے۔

٣٧٥٧ : حدَّثني عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : سَمِعَ رَوْحَ بْنَ عُبَادَةَ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ ، عَنْ قَتَادَةَ قالَ : ذَكَرَ لَنَا أَنَسُ بْنُ مالِكٍ ، عَنْ أَبِي طَلْحَةَ : أَنَّ نَبِيَّ ٱللهِ ﷺ أَمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ بِأَرْبَعَةٍ وَعِشْرِينَ رَجُلاً مِنْ صَنَادِيدِ قُرَيْشٍ ، فَقُذِفُوا فِي طَوِيٍّ مِنْ أَطْوَاءِ بَدْرٍ خَبِيثٍ مُخْبِثٍ ، وَكَانَ إِذَا ظَهَرَ عَلَى قَوْمٍ أَقامَ بِالْعَرْصَةِ ثَلَاثَ لَيَالٍ ، فَلَمَّا كَانَ بِبَدْرٍ الْيَوْمَ الثَّالِثَ أَمَرَ بِرَاحِلَتِهِ فَشُدَّ عَلَيْهَا رَحْلُهَا ، ثُمَّ مَشَى وَٱتَّبَعَهُ أَصْحَابُهُ وَقالُوا : ما نُرَى يَنْطَلِقُ إِلَّا لِبَعْضِ حاجَتِهِ ، حَتَّى قامَ عَلَى شَفَةِ الرَّكِيِّ ، فَجَعَلَ يُنَادِيهِمْ بِأَسْمَائِهِمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِهِمْ : (يَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ ، وَيَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ ، أَيَسُرُّكُمْ أَنَّكُمْ أَطَعْتُمُ ٱللهَ وَرَسُولَهُ ، فَإِنَّا قَدْ وَجَدْنَا ما وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا ، فَهَلْ وَجَدْتُمْ ما وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا) . قالَ : فَقَالَ عُمَرُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، ما تُكَلِّمُ مِنْ أَجْسَادٍ لَا أَرْوَاحَ لَهَا ؟ فَقَالَ

---

(۴۷) عبد اللہ بن الزبیر ... یکنی ابابکر الاسدی القرشی، کناه النبی صلی اللہ علیہ وسلم بکنیۃ جدہ لامہ ابی بکر الصدیق وسماہ باسمہ، وھو اول مولود ولد فی الاسلام للمھاجرین بالمدینۃ اول سنۃ من الھجرۃ، اذن ابوبکر فی اذنہ، ولدتہ امہ اسماء (بقباء) واتت بہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوضعہ فی حجرہ، ثم دعا بتمرۃ فمضغھا ثم تفل فی فیہ، وحنکہ، فکان اول شیء دخل فی جوفہ ریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ثم دعا لہ وبرک علیہ وکان اطلس لا شعر لہ فی وجھہ ولا لحیۃ، وکان کثیر الصیام والصلاۃ.... ذا انفۃ شدید البأس، قائلا للحق، وصولا للرحم، اجتمع لسالم یجتمع لغیرہ: ابوہ حواری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وامہ اسماء بنت الصدیق، وجدہ الصدیق، وجدتہ صفیۃ عمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وخالتہ عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وبایع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو ابن ثمانی سنین، قتلہ حجاج بمکۃ وصلبہ یوم الثلثاء لسبع عشرۃ خلت من جمادی الآخرۃ سنۃ ثلاث وسبعین، وکان بویع لہ بالخلافۃ سنۃ اربع وستین، روی عنہ خلق کثیر... (وانظر الاکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوۃ ص: ۲۶۸۔)

رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ ، ما أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ) .
قالَ قَتَادَةُ : أَحْيَاهُمُ اللّٰهُ حَتَّى أَسْمَعَهُمْ قَوْلَهُ ، تَوْبِيخًا وَتَصْغِيرًا وَنِقْمَةً وَحَسْرَةً وَنَدَمًا .
[ر : ۲۹۰۰]

اس روایت میں جنگ بدر کے اختتام پر کفار قریش کے سرداروں کو کنویں میں ڈالنے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صنادید قریش کو کنویں میں ڈالنے کا حکم دیا۔ "صنادید" صندید کی جمع ہے سردار کو کہتے ہیں۔ چنانچہ آپؐ اس کنویں پر گئے اور ان سے خطاب کیا تو حضرت عمرؓ کو اشکال ہوا اور انہوں نے پوچھا "ماتکلم من اجساد لاارواح لها؟" تو آپ نے فرمایا "والذی نفس محمد بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منهم"

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے ان کفار کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سننے کے لیے زندہ کردیا تھا۔

۳۷۵۸ : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا عَمْرٌو ، عَنْ عَطَاءٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : «الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا» . قالَ : هُمْ وَاللّٰهِ كُفَّارُ قُرَيْشٍ . قالَ عَمْرٌو : هُمْ قُرَيْشٌ ، وَمُحَمَّدٌ ﷺ نِعْمَةُ اللّٰهِ . «وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ» . قالَ : النَّارُ ، يَوْمَ بَدْرٍ .
[٤٤٢٣]

حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ "الذین بدّلوا نعمة اللہ کفرا" کا مصداق قریش ہیں جنہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اللہ کی نعمت اور رحمت ہیں اطاعت نہیں کی اور اپنی قوم کو دار البوار یعنی دار الہلاکت میں ڈال دیا۔

۳۷۵۹ : حدّثني عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : ذُكِرَ عِنْدَ عائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَفَعَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ : (إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ) . فَقَالَتْ : وَهَلَ ابْنُ عُمَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ ، إِنَّمَا قالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (إِنَّهُ لَيُعَذَّبُ بِخَطِيئَتِهِ وَذَنْبِهِ ، وَإِنَّ أَهْلَهُ لَيَبْكُونَ عَلَيْهِ الْآنَ) . قالَتْ : وَذَاكَ مِثْلُ قَوْلِهِ : إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قامَ عَلَى الْقَلِيبِ وَفِيهِ قَتْلَى بَدْرٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ، فَقَالَ لَهُمْ مِثْلَ مَا قالَ : (إِنَّهُمْ لَيَسْمَعُونَ مَا أَقُولُ) . إِنَّمَا قالَ : (إِنَّهُمُ الْآنَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّ مَا كُنْتُ أَقُولُ لَهُمْ حَقٌّ) . ثُمَّ قَرَأَتْ : «إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى وَما أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ» . تَقُولُ : حِينَ تَبَوَّؤُوا مَقَاعِدَهُمْ مِنَ النَّارِ . [ر : ۱۳۰۵]

۳۷۶۰ : حدَّثني عُثْمانُ : حَدَّثَنَا عَبْدَةُ ، عَنْ هِشَامٍ : عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قَالَ : وَقَفَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى قَلِيبِ بَدْرٍ ، فَقَالَ : (هَلْ وَجَدْتُمْ ما وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا . ثُمَّ قَالَ : إِنَّهُمُ الآنَ يَسْمَعُونَ ما أَقُولُ) . فَذُكِرَ لِعَائِشَةَ ، فَقَالَتْ : إِنَّمَا قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنَّهُمُ الآنَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّ الَّذِي كُنْتُ أَقُولُ لَهُمْ هُوَ الْحَقُّ) . ثُمَّ قَرَأَتْ : «إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى» . حَتَّى قَرَأَتِ الآيَةَ . [ر : ١٣٠٤]

حضرت ھشام اپنے والد عروہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ حضرت عائشہؓ کے سامنے یہ بات ذکر کی گئی کہ حضرت ابن عمرؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرکے یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ان المیت لیعذب فی قبرہ ببکاء اھلہ "میت کو اس کی قبر میں اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے" تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔

انما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: انہ لیعذب بخطیئتہ وذنبہ' وان اھلہ لیبکون علیہ الآن

"یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے کہ اودھر میت کو اس کی خطا اور گناہ کیوجہ سے عذاب دیا جارہا ہے اور ادھر اس کے گھر والے اس کو رو رہے ہیں۔"

پھر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ابن عمر کا یہ قول اسی طرح ہے جیسا کہ ان کا قول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن "اھل قلیب" کے بارے میں کہا تھا کہ "انھم لیسمعون ما اقول" حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا بلکہ "انھم الآن لیعلمون ان ما کنت اقول لھم حق" فرمایا تھا۔ پھر حضرت عائشہؓ نے یہ آیت پڑھی۔ "انک لاتسمع الموتی...."

یہاں دو مسئلے ہیں ایک مسئلہ، سماع موتی کا اور دوسرا مسئلہ میت کو اس کے اھل کے رونے کی وجہ سے عذاب دیے جانے کا اور دونوں مسئلوں میں ایک رائے حضرت عائشہؓ کی ہے اور ایک رائے حضرت ابن عمرؓ کی ہے۔ اور دونوں مسئلوں میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت صریحہ صحیحہ مرفوعہ منقول ہے جن کا حضرت عائشہؓ نے انکار کیا ہے۔

مسئلۂ سماع موتی

پہلا مسئلہ یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قلیب بدر پر تشریف لانے اور "انھم الآن یسمعون ما اقول لھم" فرمایا۔ حضرت ابن عمر نے "لیسمعون" کا لفظ نقل کیا جب حضرت عائشہؓ سے اس کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "لیسمعون" کا لفظ نہیں فرمایا تھا بلکہ "لیعلمون"

فرمایا تھا، حضرت عائشہؓ سماع کی نفی کر رہی ہیں اور علم کو ثابت کر رہی ہیں۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں "انک لاتسمع الموتی" (۳۸) وارد ہوا ہے اور ایک اور آیت میں ہے "وما انت بمسمع من فی القبور" (۳۹) ان دونوں آیتوں میں سماع موتی کی نفی ہے تو ابن عمرؓ کی روایت میں "انہم الآن یسمعون" کیسے درست ہوسکتا ہے؟

حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا اختلاف اس مسئلہ میں ہوگیا دونوں کو شرف صحابیت حاصل ہے تو بعد والے بھی اگر اس مسئلہ میں اختلاف کریں تو کوئی مضائقہ نہیں جو لوگ سماع موتی کے قائل ہیں وہ حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت سے استدلال کرتے ہیں لہذا ان پر ملامت کی کوئی گنجائش نہیں اور جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں وہ حضرت عائشہؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں ان پر بھی ملامت کی گنجائش نہیں۔

لیکن ایک بات یاد رکھیئے کہ سماع موتی میں جو اختلاف ہے وہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے سماع میں نہیں ہے حضرات انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کا سماع بالاتفاق اور بالاجماع مسلم ہے البتہ دوسرے موتی کے بارے میں یہ اختلاف ہے۔

قائلین سماع موتی کے دلائل

❶ وہ ایک تو حضرت عبداللہ بن عمر کی مذکورہ روایت سے استدلال کرتے ہیں یعنی قلیب بدر پر آپؐ کا مردوں سے خطاب کرنا اور ان کے سماع کی تصریح کرنا۔

❷ دوسرے وہ ان روایتوں سے استدلال کرتے ہیں جن میں قبرستان میں جانے کے وقت "السلام علیکم یااھل القبور" کی تصریح ہے۔ (۴۰)

❸ اسی طرح حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میت کو قبر میں رکھ کر لوگ واپس جاتے ہیں تو "انہ یسمع قرع نعالہم" وہ مردہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ (۴۱)

❹ مردوں کے لیے علم کا ثابت ہونا تو متفق علیہ ہے جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آپؐ نے "انہم لیعلمون" فرمایا تھا، یہ حضرات کہتے ہیں کہ اگر کسی مردے میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ علم رکھتا ہے

---

(۳۸) سورۃ النمل / ۸۰

(۳۹) سورۃ فاطر / ۲۲۔

(۴۰) الحدیث اخرجہ الترمذی فی کتاب الجنائز، باب مایقول الرجل اذادخل المقابر، رقم ۱۰۵۳۔

(۴۱) الحدیث اخرجہ البخاری فی کتاب الجنائز، باب المیت یسمع خفق النعال: ۱/۱۷۸

تو اگر اس کے لیے سماع بھی ثابت ہو تو کیا اشکال ہے؟ علم کی صلاحیت ثابت ہونے کے بعد سماع کی صلاحیت کے ثبوت میں کیا استبعاد ہے؟

قائلین سماع موتی کی طرف سے آیت قرآنیہ کی توجیہات

❶ آیت "انک لاتسمع الموتی" اور "وما انت بمسمع من فی القبور" کے بارے میں یہ حضرات کہتے ہیں کہ ان دونوں آیات میں سماع کی نفی نہیں، اسماع کی نفی ہے اور یہ بالکل بدیہی اور ظاہر ہے کہ دونوں آیتوں میں باب افعال کے صیغے ہیں تو یقیناً اس کے اندر نفی اسماع کی ہوئی سماع کی نہیں۔ (۴۲)

❷ حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فیض الباری میں فرمایا کہ آیت میں اس سماع کی نفی ہے جس کے جواب میں مردہ بھی کچھ کہے، مطلق سماع کی نفی نہیں، خاص قسم کے سماع کی نفی ہے۔

❸ حضرت شاہ صاحبؒ نے ایک توجیہ علامہ سیوطی کے حوالہ سے یہ بیان فرمائی کہ ان دونوں آیتوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ آپ ان کفار کو جو مردوں کی طرح ہیں سنا کر کوئی ہدایت نہیں دے سکتے جیسا کہ مردوں کو سنایا جائے تو اس سنانے پر وہ راہ راست پر نہیں آتے اسی طریقہ سے یہ کفار بھی ہدایت پر نہیں آئینگے۔

لہذا اس آیت میں سماع کی نفی نہیں بلکہ "انتفاع بالسماع" کی نفی ہے۔ (۴۳)

اس اجتہادی مسئلہ میں غلو درست نہیں

بہرحال یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور صحابہ کرامؓ میں اس مسئلہ کے بارے میں اختلاف پایا گیا ہے۔

لہذا جو لوگ سماع موتی کے قائل نہیں ان کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہیں یا جو لوگ سماع موتی کے قائل ہیں ان کو اہلسنت والجماعت سے خارج سمجھنا یہ غلو اور زیادتی ہے۔ (۴۴)

---

(۴۲) اور اسماع کی نفی، سماع کی نفی کو مستلزم نہیں لہذا آیت میں ہے کہ "آپ نہیں سنا سکتے" اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ سن بھی نہیں سکتے چنانچہ یہ اسی طرح ہے جیسا کہ قرآن کی آیت میں ہے "انک لاتہدی من احببت" آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ کوئی ہدایت پا بھی نہیں سکتا۔

(۴۳) دیکھیے فیض الباری ج ۲- ص: ۴۶۸

(۴۴) چنانچہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ اہل قبور سنتے ہیں یا نہیں، آپ نے جواب دیا "دونوں طرف اکابر اور دلائل ہیں ایسے اختلافی امر کا فیصلہ کون کرسکتا ہے اور ضروریات علمی و عملی میں سے بھی نہیں کہ ایک جانب کی ترجیح میں تدقیق کی جاوے" (امداد الفتاوی: ۵/ ۳۷۹) ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔ "یہ مسئلہ نہ عقائد ضروریہ سے ہے نہ کسی عمل دین کا موقوف علیہ ہے، نہ کسی ایک جانب کا جزم ضروری ہے، اس میں اشتغال مالایعنی کا اہتمام ہے.... (امداد الفتاوی: ۵/ ۳۷۴)

علمائے دیوبند کا مسلک

انبیاء علیہم السلام کی حیات کے متعلق علمائے دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں یہ عقیدہ نہ صرف علمائے دیوبند کا ہے بلکہ تمام امت کا ہے، چنانچہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ "المہند علی المفند" میں لکھتے ہیں: عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالة صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ الشریف وحیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیویة من غیر تکلیف، وھی مختصة بہ صلی اللہ علیہ وسلم وبجمیع الانبیاء صلوات اللہ علیہم والشھداء لا برزخیة کما ھی حاصلة لسائر المسلمین بل لجمیع الناس۔ (۴۵)

"ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے، بجز اس کے کہ وہ احکام کے مکلف نہیں اور یہ حیات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء اور شہداء کے ساتھ مخصوص ہے، برزخی نہیں ہے جو تمام مسلمانوں بلکہ تمام لوگوں کو حاصل ہے۔"

جہاں تک عام سماع موتی کا تعلق ہے تو اس میں دونوں طرف اکابر ودلائل ہیں، البتہ معتدل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جن مواقع میں روایات صحیحہ سے سننا ثابت ہے وہاں سننے پر عقیدہ رکھا جائے اور جہاں ثابت نہیں وہاں دونوں احتمال ہیں اس لیے نہ قطعی اثبات کی گنجائش ہے، نہ قطعی نفی کی۔ (۴۶)

دوسرا مسئلہ

ان المیت لیعذب ببکاء اھلہ علیہ:

یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ہے لیکن حضرت عمرؓ سے بھی یہ منقول ہے۔ جب حضرت عمرؓ کا آخری وقت تھا تو صہیب رومی آپ کے پاس آئے اور رونا شروع کیا۔ حضرت عمرؓ نے صہیب کو تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ان المیت لیعذب ببکاء اھلہ علیہ (۴۷)

---

(۴۵) دیکھیے المہند علی المفند ۳۸۔

(۴۶) معارف القرآن مولانا مفتی محمد شفیع صاحب: ۶ / ۶۰۲۔

(۴۷) فلما اصیب عمر دخل صہیب یبکی یقول: واخاہ واصاحباہ، وقال عمر رضی اللہ عنہ: یا صہیب اتبکی علیّ وقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان المیت لیعذب ببعض بکاء اھلہ علیہ۔ اخرجہ البخاری فی کتاب الجنائز، رقم الحدیث: ۱۲۸۷۔

اسی طرح دیگر صحابہ سے بھی یہ روایت منقول ہے لیکن ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مذہب اس روایت کے ظاہر کے خلاف ہے وہ فرماتی ہیں کہ یہ روایت قرآن شریف کی آیت "ولاتزروازرۃ وزراخری" اور "وان لیس للانسان الاماسعی" کے خلاف ہے کیونکہ ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہرانسان کے لیے وہی کچھ ہے جو اس نے کیا اور ایک انسان کا بوجھ دوسرا انسان نہیں اٹھائے گا تو پھر گھروالوں کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب کیسے ہوسکتا ہے؟ چنانچہ حضرت عمرؓ کی یہ حدیث جب حضرت عائشہؓ کے سامنے بیان کی گئی تو آپ نے فرمایا۔

رحم اللہ عمر، واللہ ماحدث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لیعذب المؤمن ببکاء اهلہ علیہ ولکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان اللہ لیزید الکافر عذابا ببکاء اهلہ علیہ (۴۸)

یہ بخاری کتاب الجنائز کی روایت ہے اور بخاری کتاب المغازی میں ابن عمرؓ کی روایت کے بارے میں حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ انما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: انہ لیعذب بخطیئتہ وذنبہ وان اهلہ لیبکون علیہ الان

تو حضرت عائشہؓ نے اس روایت کو سنکر دو باتیں بیان فرمائیں:

❶ ایک یہ کہ "ان المیت لیعذب ببکاء اهلہ علیہ" کافر کے بارے میں ہے مؤمن کے بارے میں نہیں لہذا مؤمن کو بکاء اھل کیوجہ سے عذاب نہ ہوگا۔

❷ اور دوسری بات یہ کہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میت کو اس کی غلطی اور گناہ کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے جو اس نے پہلے اپنی زندگی میں کیے ہیں اور اس کے گھروالے اب رو رہے ہیں (لہذا گھروالوں کی بکا کی وجہ سے اس کو عذاب نہیں ہونا چاہئے)۔

وجوہ تطبیق

❶ علامہ خطابی نے یہ توجیہ کی ہے کہ "ببکاء اهلہ علیہ" میں با حالیہ ہے اور مطلب ہے "ان المیت لیعذب فی حالۃ بکاء اهلہ علیہ" یعنی یہاں گھروالے اس پر روتے ہیں اور وہاں میت کو اس کی بداعمالیوں کی وجہ سے عذاب دیا جارہا ہوتا ہے یہ بھی مصیبت میں گرفتار اور وہ بھی مصیبت میں گرفتار۔ (۴۹)

❷ حنفیہ کا مسلک جیسا کہ درمختار نے نقل کیا ہے اور اکثر شوافع کا مسلک یہ ہے کہ میت کو بکاء

---

(۴۸) اخرجہ البخاری فی کتاب الجنائز رقم الحدیث: ۱۲۸۸

(۴۹) حکاہ الخطابی۔ ولا یخفی مافیہ من التکلف (فتح الباری ۳/۱۵۴۔)

اهل کی وجہ سے عذاب اس وقت دیا جاتا ہے جب میت نے بکاء اهل کی وصیت کی ہو۔ (۵۰) اگر اس نے وصیت نہیں کی اور گھر والے رو رہے ہیں تو ان کے رونے سے میت کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔

❷ بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ گھر والوں کے رونے سے میت کو یہ عذاب اس وقت دیا جاتا ہے جبکہ مرنے والے کو علم ہو کہ گھر والوں کا طریقہ اور عادت میت پر رونے کی ہے اور اس کے باوجود اس نے گھر والوں کو رونے سے نہیں روکا تو چونکہ اس نے اپنے گھر والوں کو نہیں روکا اس وجہ سے اس کو عذاب ہوگا۔

❸ ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ "ان المیت لیعذب ببکاء اهله علیه" عالم برزخ کے بارے میں ہے اور قرآن شریف کی آیت "ولاتزر وازرۃ وزر اخری" عالم آخرت کے لیے ہے لہذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے یہ توجیہ علامہ کرمانی نے کی ہے۔

❹ حافظ ابن حجر نے اس کی ایک اور توجیہ کی ہے وہ یہ کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ ڈاکے ڈالتے تھے، قتل کرتے تھے اور دیگر اس قسم کے حرام کام کرتے تھے، جب کسی کا انتقال ہوتا تو گھر والے اس کی بہادری وشجاعت میں اس کے قتل، جنگوں اور لوٹ مار کا ذکر کر کے روتے تھے تو "ان المیت لیعذب ببکاء اهله علیه" کا مطلب یہ ہے کہ یہ گھر والے میت کے جن کارناموں کو یاد کر کے رو رہے ہیں انہیں کاموں کے سبب اس کو عذاب دیا جارہا ہے۔ (۵۱) بہرحال یہ مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔

قال قتادۃ: احیاهم الله حتی اسمعهم قولهم

حضرت ابوطلحہ کی روایت کے آخر میں قتادہ کا یہ قول منقول ہے کہ اہل قلیب کو اللہ جل شانہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب سننے کے لیے زندہ کردیا تھا۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ قتادہ اپنے اس قول سے ان لوگوں کا رد کر رہے ہیں جو سماع موتی کا انکار کرتے ہیں، کیونکہ قتادہ سماع موتی کے قائل تھے۔ (۵۲)

---

(۵۰) اور یہ اس لیے کہ زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی مرتا تو مرتے وقت گھر والوں کو رونے کی وصیت اور تاکید کرتا چنانچہ مشہور شاعر طرفہ کا شعر ہے۔

اذامت　فانعینی　بما　انا　اهله
وشقی　علی　الجیب　یا　ابنة　معبد

(۵۱) ان تمام توجیہات کے لیے دیکھیے فتح الباری ج ۳ ص ۱۵۳۔ ۱۵۵۔ ۱۵۲۔ حافظ ابن حجر ان توجیہات کو تفصیلاً ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں

ویحتمل ان یجمع بین هذه التوجیهات، فینزل علی اختلاف الاشخاص بان یقال مثلا: من کانت طریقته النوح فمشی اهله علی طریقته او بالغ فاوصاهم بذلک عذب بصنعه، ومن کان ظالما فندب بافعاله الجائرة، عذب بما ندب به، ومن کان یعرف من اهله النیاحة فاهمل نهیهم عنها..... عذب لتضییعه اهمل النهی۔ (انظر فتح الباری ج ۳۔ ص ۱۵۵۔)

(۵۲) دیکھیے فتح الباری ج ۷۔ ص ۳۰۲۔

لیکن حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قتادہ سماع موتی کے قائل نہ تھے اور وہ حضرت عائشہؓ کے ہم خیال تھے اس لیے انہوں نے "احیاھم اللہ" کہہ کر تاویل کی اگر حضرت قتادہ سماع موتی کے قائل ہوتے جیسا کہ حافظ نے سمجھا ہے تو پھر "احیاھم اللہ حتی اسمعھم" کی تاویل کی ضرورت ہی کیوں پیش آتی۔ (۵۴)

۹- باب : فَضْلُ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا .

حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ امام بخاری کا مقصد اس باب سے اہل بدر کی مطلق فضیلت بیان کرنا نہیں بلکہ افضلیت کا بیان مقصود ہے یعنی یہ بیان کرنا مقصود نہیں کہ اہل بدر صاحب الفضل ہیں بلکہ یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اہل بدر تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ (۱)

٣٧٦١ : حدَّثني عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ ، عَنْ حُمَيْدٍ قالَ : سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ يَقُولُ : أُصِيبَ حارِثَةُ يَوْمَ بَدْرٍ وَهُوَ غُلَامٌ ، فَجَاءَتْ أُمُّهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، قَدْ عَرَفْتَ مَنْزِلَةَ حَارِثَةَ مِنِّي ، فَإِنْ يَكُنْ فِي الجَنَّةِ أَصْبِرْ وَأَحْتَسِبْ ، وَإِنْ تَكُنِ الأُخْرَى تَرَ مَا أَصْنَعُ ، فَقَالَ : (وَيْحَكِ ، أَوَ هَبِلْتِ ، أَوَ جَنَّةٌ وَاحِدَةٌ هِيَ ، إِنَّهَا جِنَانٌ كَثِيرَةٌ ، وَإِنَّهُ فِي جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ) . [ر : ٢٦٥٤]

اس باب کی پہلی روایت حضرت انسؓ کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت حارثہ بدر کے دن شہید کردیئے گئے اور وہ ابھی نوعمر تھے ۔ ان کی والدہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا، اے اللہ کے رسول! آپ جانتے ہیں حارثہ کا مقام میرے یہاں کیا تھا (کہ وہ میرا محبوب بیٹا تھا) لہذا اگر وہ شہید ہونے کے بعد جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی اور اللہ سے ثواب کی امید رکھوں گی اور اگر کوئی اور بات ہے (کہ وہ جنت میں نہیں ہے) تو آپ دیکھیں گے جو کچھ میں کروں گی (یعنی میں خوب گریہ وزاری کروں گی)۔

فقال ویحک تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ویحک" (افسوس ہے تجھ پر) "ویحک" کے بارے میں داودی نے کہا کہ یہ کلمہ زجر ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ کلمۂ ترحم ہے ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ترحم کے لیے ویحک فرمایا ہے زجر وتوبیخ کے لیے نہیں فرمایا۔ (۲)

---

(۵۴) دیکھئے لامع الدراری ج ۸۔ص ۲۵۶۔

(۱) دیکھیے فتح الباری ج ۷۔ ص ۳۰۵ (۲) ایضاً

اوَھَبِلتِ کیا تیری عقل ماری گئی ہے؟ (۳) کیا ایک جنت ہے؟ وہاں تو بہت ساری جنتیں ہیں اور حارثہ جنت الفردوس میں ہے۔

حضرت حارثہ بن سراقہ

حضرت حارثہ کے والد کا نام سراقہ ہے، حضرت سراقہ بھی صحابی ہیں اور جنگ حنین میں شہید ہوئے ہیں، حضرت حارثہ کی والدہ کا نام ربیع بنت النضر ہے اور یہ حضرت انس کی پھوپھی ہیں۔ حضرت حارثہؓ انصار میں شہید ہونے والوں میں سب سے پہلے بدر کے اندر شہید ہوئے، حوض سے پانی پی رہے تھے کہ حبان بن العرقہ نے ان کو تیر مارا اور یہ شہید ہوگئے۔ (۴)

۳۷۶۲ : حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللّٰهِ بْنُ إِدْرِيسَ قَالَ : سَمِعْتُ حُصَيْنَ ٱبْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : بَعَثَنِي رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ وَأَبَا مَرْثَدٍ الْغَنَوِيَّ وَالزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ ، وَكُلُّنَا فَارِسٌ ، قَالَ (ٱنْطَلِقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخٍ ، فَإِنَّ بِهَا ٱمْرَأَةً مِنَ الْمُشْرِكِينَ ، مَعَهَا كِتَابٌ مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى الْمُشْرِكِينَ) . فَأَدْرَكْنَاهَا تَسِيرُ عَلَى بَعِيرٍ لَهَا حَيْثُ قَالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ ، فَقُلْنَا الْكِتَابُ ، فَقَالَتْ : مَا مَعَنَا كِتَابٌ ، فَأَنَخْنَاهَا فَٱلْتَمَسْنَا فَلَمْ نَرَ كِتَابًا ، فَقُلْنَا : مَا كَذَبَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ ، لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُجَرِّدَنَّكِ ، فَلَمَّا رَأَتِ الْجِدَّ أَهْوَتْ إِلَى حُجْزَتِهَا ، وَهِيَ مُحْتَجِزَةٌ بِكِسَاءٍ ، فَأَخْرَجَتْهُ ، فَٱنْطَلَقْنَا بِهَا إِلَى رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ ، فَقَالَ عُمَرُ : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، قَدْ خَانَ ٱللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ ، فَدَعْنِي فَلْأَضْرِبْ عُنُقَهُ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ) قَالَ حَاطِبٌ : وَٱللّٰهِ مَا بِي أَنْ لَا أَكُونَ مُؤْمِنًا بِٱللّٰهِ وَرَسُولِهِ ﷺ ، أَرَدْتُ أَنْ يَكُونَ لِي عِنْدَ الْقَوْمِ يَدٌ يَدْفَعُ ٱللّٰهُ بِهَا عَنْ أَهْلِي وَمَالِي ، وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِكَ إِلَّا لَهُ هُنَاكَ مِنْ عَشِيرَتِهِ مَنْ يَدْفَعُ ٱللّٰهُ بِهِ عَنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (صَدَقَ ، وَلَا تَقُولُوا لَهُ إِلَّا خَيْرًا) . فَقَالَ عُمَرُ : إِنَّهُ قَدْ خَانَ ٱللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ ، فَدَعْنِي فَلِأَضْرِبَ عُنُقَهُ . فَقَالَ : (أَلَيْسَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ ؟

(۳) اوھبلت: الھمزۃ فیہ للاستفہام والواو مفتوحۃ للعطف علی مقدر... من قولھم ھبلتہ ای ثکلتہ وقد یرد بمعنی المدح والاعجاب۔ (وانظر العمدۃ: ۱۷/۹۳۔ والفتح: ۷/۳۰۵۔)

(۴) دیکھیے عمدۃ القاری ج ۱۷۔ ص: ۹۴۔

فَقَالَ : لَعَلَّ ٱللهَ ٱطَّلَعَ إِلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ : ٱعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ ، فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ ٱلْجَنَّةُ ، أَوْ : فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ) . فَدَمَعَتْ عَيْنَا عُمَرَ ، وَقَالَ : ٱللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ . [ر : ۲۸٤٥]

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا مشرکین کے نام خط

یہ حضرت علیؓ کی روایت ہے اس میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے خط کا ذکر ہے جو انہوں نے اہل مکہ کے پاس خفیۃً ارسال کیا تھا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے، ابومرثد اور زبیر تینوں کو ایک مہم پر بھیجا (بعض روایات میں حضرت مقدادؓ کا بھی ذکر ہے تو پھر چار ہوں گے) اور ہم سب کے سب شہسوار تھے، آپؐ نے فرمایا کہ تم جاؤ یہاں تک کہ "روضۂ خاخ" پر پہنچو۔ یہ مقام مدینہ منورہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر ہے، وہاں ایک عورت (سارہ) ملیگی۔ جس کا تعلق مشرکین سے ہے اس کے پاس ایک خط ہے جو حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین کے نام ارسال کیا گیا ہے وہ خط لے کر آؤ۔ کہتے ہیں حضرت حاطب نے اس عورت کو اجرت دی تھی۔ بعض حضرات نے اجرت ایک دینار نقل کی ہے اور بعض نے بارہ دینار نقل کی ہے۔ (۵)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ ہم نے اس عورت کو اس حالت میں پایا کہ وہ اونٹ پر سوار چلی جارہی تھی اور اسی جگہ پایا جہاں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا یعنی "روضۂ خاخ" میں۔ فقلنا الکتاب ہم نے اس سے کہا کہ خط نکالو، وہ کہنے لگی، میرے پاس تو خط نہیں ہے فانخنا تو ہم نے اس کی اونٹنی کو بٹھایا اور اس کی تلاشی شروع کردی لیکن ہمیں اس کے پاس کوئی خط نہیں ملا ہم نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات تو غلط ہو نہیں سکتی اس لیے ہم نے اس عورت سے کہا کہ خط نکالو ورنہ ہم تمہیں ننگا کردیں گے۔

فلمارات الجد اھوت الی حجزتھا

جب اس نے ہمارا سخت رویہ دیکھا اور سمجھی کہ اگر خط نہ ملا تو یہ سچ مچ مجھے ننگا کردیں گے تو وہ اپنے حجزہ کی طرف جھکی "حجزۃ" معقد ازار کو کہتے ہیں جہاں ازار باندھی جاتی ہے۔

وھی محتجزۃ بکساء اور اس نے معقد ازار پر چادر باندھ رکھی تھی چنانچہ اس نے وہاں سے خط نکالا۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بالوں کے جوڑے (۶) سے خط نکالا تھا یہاں ہے کہ

---

(۵) فتح الباری ج ۷۔ ص: ۵۲۰

(۶) فتح الباری ۶/ ۱۹۱۔ کتاب الجہاد باب اذا اضطر الرجل الی النظر فی شعور اھل الذمۃ

اس نے "حجزۃ" سے خط نکالا۔ اس تعارض کو دور کرنے کے لیے مختلف توجیہات کی گئیں۔

❶ ایک توجیہ یہ کی گئی کہ شروع میں خط "وقاص شعر" (بالوں کے جوڑے) میں تھا بعد میں وہاں سے منتقل کر کے معقد ازار میں رکھ لیا تھا۔

❷ دوسری توجیہ یہ کی گئی کہ ممکن ہے اس کے پاس دو خط ہوں ایک وقاص شعر میں اور ایک معقد ازار میں۔

❸ تیسری توجیہ یہ کی گئی کہ "حجزۃ" کے معنی مطلقاً ماخذ کے اور معقد کے ہیں خواہ وہ بالوں کا معقد ہو یا ازار کا معقد۔

❹ اور ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ دراصل اس عورت کے بال بہت لمبے تھے تو اس عورت نے اولاً خط کو بٹے ہوئے بالوں میں رکھا اور بالوں کے خط والے حصہ کو پھر معقد ازار میں چھپادیا تو خط بالوں کے جوڑے سے بھی برآمد ہوا اور معقد ازار سے بھی، ایک روایت میں بالوں کے جوڑوں سے برآمد ہونے کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں معقد ازار سے برآمد ہونے کا ذکر ہے اور برآمد دونوں سے ہوا لہذا کوئی تعارض نہیں(۷)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ وہ تحریر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے تو حضرت عمرؓ نے کہا یارسول اللہ! حاطب نے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور مومنین سے خیانت کی ہے آپ مجھے اجازت دیں کہ میں ان کی گردن ماردوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حاطبؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تمہیں کس چیز نے اس عمل پر آمادہ کیا؟ حاطبؓ نے کہا، خدا کی قسم! یہ بات ہرگز نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول پر میرا ایمان باقی نہیں رہا، میرا مقصد صرف یہ تھا کہ کفار پر میرا احسان ہوجائے اور اللہ تعالی اس احسان کے ذریعہ میرے اہل اور میرے مال کی حفاظت فرمادیں اور آپ کے اصحاب میں سے ہر ایک کا کوئی نہ کوئی آدمی خاندان میں وہاں ایسا موجود ہے جس کے ذریعہ اللہ اس کے اہل اور مال کی حفاظت کرتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا صدق اس نے سچی اور صحیح بات کہی اور تم اس کے لیے سوائے خیر کے اور کچھ نہ کہو۔ حضرت عمرؓ نے پھر عرض کیا "انہ قد خان اللہ ورسولہ والمؤمنین" تو آپؐ نے فرمایا کیا یہ (حاطبؓ) اہل بدر میں سے نہیں ہیں؟ اللہ تعالی بدر والوں پر مطلع ہیں، بدر والوں کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے، اعملوا ما شئتم فقد وجبت لکم الجنۃ "جو چاہو کرو تمہارے لیے جنت واجب ہے۔" چنانچہ یہ سن کر حضرت عمرؓ کے آنسو بہنے لگے اور کہا "اللہ ورسولہ اعلم" اللہ اور اللہ کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔

---

(۷) مذکورہ چاروں جوابوں کے لیے دیکھیے فتح الباری: ۶/ ۱۹۱۔ کتاب الجہاد، باب اذا اضطر الرجل الی النظر

اس روایت میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے اہل مکہ کے نام خط ارسال کرنے کا واقعہ مذکور ہے، حدیبیہ کے موقعہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ کے ساتھ دس سال کے لیے صلح کی لیکن ابھی اس صلح کے دو سال بھی پورے نہیں ہوئے تھے کہ مشرکین نے اس صلح کی خلاف ورزی کی۔

اہل مکہ نے تجدید صلح کی کوشش کی لیکن وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیہ طور پر مکہ پر لشکر کشی کی تیاری شروع کردی، تیاری کا یہ سلسلہ چل رہا تھا اور اس کو اخفا میں رکھا جارہا تھا کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے مشرکین کے نام ایک خط لکھا اس خط کا مضمون کچھ اس طرح تھا کہ "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک لشکر جرار لے کر آرہے ہیں جس کے غبار سے اتنا اندھیرا چھا جائے گا جیسا کہ رات کا اندھیرا ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر تنہا بھی تم پر حملہ آور ہوں گے تو اللہ سبحانہ وتعالی ان کی مدد فرمائیں گے اور ان کو کامیابی عطا فرمائیں گے، تم اپنا انتظام کرلو۔ والسلام" [۸]

خط کے مضمون میں کوئی ایسی بات نہ تھی جس سے مسلمانوں کو نقصان کا خدشہ ہو بلکہ خط کا مضمون مشرکین مکہ کو مرعوب کرنے کے لیے ایک اچھا ذریعہ تھا لیکن چونکہ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کا افشاء بہرحال ہوا تھا اس لیے آپ کو وحی کے ذریعہ سے اطلاع ہوگئی اور وہ خط مکہ نہ پہنچ سکا۔

حضرت حاطبؓ مکہ کے باشندہ نہیں تھے اور ان کے اہل وعیال مکہ میں تھے وہاں ان کے خاندان کے افراد نہیں تھے جو ان کے اہل وعیال کی حفاظت کرتے اس لیے انہوں نے خط لکھا کہ اہل مکہ پر ان کا احسان ہوجائے جس کی وجہ سے وہ ان کے بچوں کی حفاظت کریں گے۔ (۹) خط لکھنے کا مقصد مسلمانوں سے عداوت یا ان کا راز فاش کرنا نہیں تھا اور نہ نفاق کی وجہ سے انہوں نے ایسا کیا۔ چنانچہ جب انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اصل وجہ بتائی تو آپ نے تصدیق فرمائی۔

---

(۸) خط کے الفاظ یوں منقول ہیں:

امابعد یامعشر قریش، فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاءکم بجیش کاللیل یسیر کالسیل، فواللہ لوجاءکم وحدہ لنصرہ اللہ وانجز لہ وعدہ، فانظروا لانفسکم، والسلام....

یہ الفاظ علامہ سہیلی نے نقل کیے ہیں اس سے مختلف الفاظ بھی بعض روایات میں منقول ہیں۔ (دیکھیے فتح الباری ج ۷/ ۵۲۱۔)

(۹) چنانچہ بعض روایات میں خط کا مضمون اس طرح نقل کیا گیا ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذن فی الناس بالغزو، ولا اراہ یرید غیرکم، وقد احببت ان یکون لی عندکم ید (فتح الباری ۷/ ۵۲۱۔)

ایک اشکال

یہاں ایک اشکال ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب بن ابی بلتعہ کی تصدیق فرمائی اور فرمایا کہ "لاتقولوالہ الاخیرًا" تو اس کے باوجود حضرت عمرؓ نے ان کو "خائن" کہا اور ان کی گردن مارنے کی اجازت مانگی، بظاہر حضرت عمرؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کررہے ہیں، اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

مختلف جوابات

❶ علامہ قسطلانی نے یہ جواب دیا ہے کہ تو حضرت عمرؓ کفرونفاق کے بارے میں سخت تھے اور بہت تشدد کا رویہ رکھتے تھے ان کا خیال تھا کہ یہ شخص زبان سے اسلام کا تو اظہار کررہا ہے لیکن اس کے دل میں کفار کے ساتھ تعلق اور محبت موجود ہے تب ہی تو اس نے خط لکھا اس لیے حضرت عمرؓ نے اس کو خائن اور منافق کہا۔ (۱۰)

❷ شیخ ابوالحسن سندھی نے شرح بخاری میں ایک اور جواب دیا انہوں نے فرمایا کہ اصل میں حضرت عمرؓ چونکہ کفرونفاق کے معاملہ میں شدید تھے لہذا وہ مغلوب الحال ہوگئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول "لاتقولوالہ الاخیرا" ان کی سمجھ میں نہیں آیا تو غلبۂ حال کی وجہ سے انہوں نے حضرت حاطبؓ کو خائن اور منافق کہا۔ (۱۱)

❸ علامہ سندھی نے ایک اور جواب بھی دیا وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے یہ محسوس کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حاطب بن ابی بلتعہ کی تالیف فرمارہے ہیں اور چونکہ حضرت عمرؓ کفرونفاق کے بارے میں متشدد تھے اس لیے ان کی اپنی رائے یہ تھی کہ یہ تالیف کے مستحق نہیں بلکہ تادیب کے مستحق ہیں، اپنی اس رائے کی وجہ سے انہوں نے حضرت حاطبؓ کو خائن اور منافق کہا۔ (۱۲)

حضرت گنگوہیؒ کا تسلی بخش جواب

لیکن ایک جواب حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے دیا ہے اور آپ خود فیصلہ کریں گے کہ حضرت گنگوہی کے جواب میں کیا لطافت اور حسن ہے یہ جواب "لامع" اور "کوکب" دونوں کے ملانے سے تیار ہوا ہے۔

---

(۱۰) لامع الدراری ج ۸ ص: ۲۵۹۔

(۱۱) دیکھیے تعلیقات لامع الدراری ج: ۸۔ ص ۔ ۲۵۹

(۱۲) دیکھیے تعلیقات لامع الدراری ج: ۸۔ ص ۔ ۲۵۹

وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک حاطب بن ابی بلتعہ سے کفر اور نفاق کی نفی فرمائی تھی لیکن اس کفر اور نفاق کی نفی کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ان سے کسی بھی انداز میں خیانت کا صدور نہیں ہوا فی الجملہ خیانت تو بہرحال ان سے ہوئی تھی کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخفی راز کی کفار کو اطلاع دینے کی کوشش کی تو حضرت عمرؓ نے "خان اللہ ورسولہ" سے اسی مطلق خیانت کا ذکر کیا ہے جس کی آپ نے نفی نہیں فرمائی۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کے قول میں "انہ منافق"(۱۳) جو فرمایا گیا ہے اس سے نفاق فی العقیدہ مراد نہیں ہے بلکہ اس سے نفاق عملی مراد ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ فی الجملہ ارتکاب خیانت بھی پایا گیا ہے، آپؐ نے اس کی نفی نہیں فرمائی، اس طرح نفاق فی العمل کا ارتکاب پایا گیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نفاق فی العمل کی نفی نہیں کی تھی نفاق فی العقیدہ کی نفی کی تھی حضرت عمرؓ نے ان کو "خائن" اور "منافق" اس فی الجملہ خیانت اور نفاق فی العمل کیوجہ سے کہا۔ لہذا حضرت عمرؓ کا قول حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے متصادم اور معارض ہی نہیں۔

رہی یہ بات کہ حضرت عمرؓ نے حضرت حاطبؓ کے قتل کی اجازت مانگی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان کو منافق فی العقیدہ سمجھا تھا کیونکہ نفاق فی العمل کی وجہ سے کسی کو قتل کرنا یا قتل کی اجازت مانگنا تو بہرحال درست نہیں۔ تو حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے کفر کی وجہ سے یا نفاق فی العقیدہ کیوجہ سے یہ اجازت نہیں مانگی تھی بلکہ تعزیر کے طور پر یہ اجازت مانگی اور اس قسم کی خیانت میں تعزیر کے طور پر امام کے لیے قتل کی اجازت ہے، یہ جواب ایسا ہے کہ اس سے اشکال بالکل ختم ہوجاتا ہے۔ (۱۴)

اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم

یہ اللہ جل شانہ نے اہل بدر کے بارے میں فرمایا کہ تم جو چاہو کرو، میں نے تمہاری مغفرت کردی ہے۔

ایک اشکال اور اس کے جوابات

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ تبارک وتعالی نے اہل بدر کو تکالیف شرعیہ سے مستثنی قرار دیا

(۱۳) روایت باب میں حضرت عمرؓ کی طرف سے حضرت حاطب کی طرف نفاق کی نسبت مذکور نہیں البتہ آگے "باب غزوۃ الفتح" کی روایت میں حضرت عمرؓ نے ان کو منافق کہا ہے (دیکھیے باب غزوۃ الفتح۔ بخاری، حدیث نمبر: ۴۲۷۴)

(۱۴) تفصیل کے لیے دیکھیے لامع الدراری ج ۸ ص: ۲۵۹، ۲۶۰

ہے؟ اس روایت کے ظاہر سے تو یہی معلوم ہوتا ہے حالانکہ اہل بدر تکالیف شرعیہ سے مستثنیٰ نہیں تھے۔

❶ اس کا ایک جواب حافظ اور دوسرے شراح نے یہ دیا ہے کہ "اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم" کا تعلق ذنوب ماضیہ سے ہے کہ اہل بدر سے ماضی میں جو گناہ صادر ہوئے تھے۔ اللہ فرماتے ہیں میں نے ان گناہوں کو معاف کردیا لیکن پھر اشکال ہوتا ہے کہ "اعملوا" امر کا صیغہ ہے جو مستقبل کے لیے آتا ہے آپ اس کو "ذنوب ماضیہ" پر کیسے محمول کرسکتے ہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ "فقد غفرت لکم" کے الفاظ اس کی دلیل ہے کیونکہ "غفرت" ماضی کا صیغہ ہے۔

لیکن یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ حضرت حاطبؓ کا یہ واقعہ تو بدر کے چھ سال بعد کا ہے اور اس موقع پر آپؐ فرما رہے ہیں۔ لعل اللہ اطلع علی اہل بدر فقال. اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کا تعلق امور مستقبلہ سے ہے۔

رہی یہ بات کہ "فقد غفرت لکم" ماضی کا صیغہ کیوں استعمال کیا تو اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ ماضی کا صیغہ تحقیق اور تیقّن کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ (۱۵) کہ جو گناہ مستقبل میں ہوں گے وہ یقیناً بخش دیئے جائیں گے اور یہ مغفرت بالکل قطعی اور یقینی ہے جیسا کہ ماضی قطعی اور یقینی ہوتا ہے۔

❷ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ خطاب تشریف اور تکریم کے لیے ہے دفع تکلیف اس سے مراد نہیں، مقصود یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اہل بدر کے ذنوب ماضیہ تو معاف کر ہی دیئے اور مستقبل میں ان سے صادر ہونے والے گناہوں کے بارے میں اہل بدر میں اللہ نے ایسی صلاحیت پیدا فرمادی اور ان کا ایمان ایسا مضبوط اور قوی فرمادیا کہ اگر بتقاضائے بشریت ان سے آئندہ کوئی گناہ سرزد ہوگا تو وہ فوراً توبہ اور اللہ کی طرف رجوع کرکے استغفار سے اس کا تدارک کریں گے تو یہ خطاب تشریف اور تکریم کے لیے ہے اہل بدر کو تکالیف شرعیہ سے مستثنیٰ قرار دینا مقصود نہیں۔ (۱۶)

❸ بعض حضرات نے کہا کہ اس میں اہل بدر کو عدم وقوع ذنوب کی بشارت دی گئی ہے کہ بدریین سے آئندہ گناہ صادر نہیں ہوں گے لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ بدری صحابہ میں ایسے حضرات بھی ہیں کہ ان سے بدر کے بعد گناہ صادر ہوا۔ حضرت قدامہ بن مظعون بدری صحابی ہیں اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ان سے شرب خمر کا گناہ صادر ہوا چنانچہ ان پر حد جاری کی گئی اس لیے یہ بات محل نظر ہے۔ (۱۷)

---

(۱۵) فتح الباری ج ۷۔ ص: ۳۰۵۔ وتعلیقات لامع الدراری ج ۸۔ ص: ۲۶۰

(۱۶) فتح الباری ج ۷۔ ص: ۳۰۶

(۱۷) فتح الباری ج ۷۔ ص: ۳۰۶ وتعلیقات لامع ج ۸ ص ۲۶۱

شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی رائے

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دھلویؒ نے بڑی پیاری بات فرمائی، وہ فرماتے ہیں کہ "اعملواماشئتم فقد غفرت لکم" کا تعلق فضائل اور مندوبات سے ہے، فرائض اور واجبات سے اس کا تعلق نہیں، وہ فرماتے ہیں کہ مسئلہ بیان کیا جاتا ہے تو اس کے لیے عبارت کا ایک خاص اسلوب ہوتا ہے اور جو بات محاورہ کے طور پر کی جاتی ہے اس کا اسلوب جدا ہوتا ہے۔ اس حدیث میں مسئلہ نہیں بیان کیا جارہا بلکہ اس میں اہل بدر کی قربانی اور جنگ بدر میں شرکت کی عظمت بیان کی جارہی ہے تو اہل بدر کو یہ خطاب بطور محاورہ کے ہے یہ مطلب نہیں کہ ان کو فرائض سے مستثنی قرار دیا جارہا ہے اور یہ مطلب بھی نہیں کہ آئندہ اہل بدر مندوبات کا اہتمام نہیں کریں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اہل بدر کو فضائل اور مندوبات کا اہتمام کیے بغیر وہ مقام عطا فرمایا ہے جو اہل فضائل کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ (۱۸) واللہ اعلم

یہ بات ذہن میں رہے کہ اہل بدر کے لیے جو بشارت بیان کی گئی ہے اس کا تعلق احکام آخرت سے ہے، احکام دنیا سے اس کا تعلق نہیں۔ دنیا میں اگر کسی بدری سے کوئی غلطی ہوگئی (جیسے قدامہ بن مظعون سے غلطی ہوئی اور انہوں نے شراب پی چنانچہ ان پر حد جاری کی گئی) تو دنیوی احکام اس پر جاری ہوں گے۔

۱۰ باب

یہ باب ترجمہ کے بغیر ہے اور "فیما یتعلق ببدر" کے معنی میں ہے، بدر کے متعلق اس میں روایات ذکر کی جائیں گی۔

٣٧٦٣ : حدَّثني عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ ٱلْجُعْفِيُّ : حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ ٱلزُّبَيْرِيُّ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱلرَّحْمٰنِ بْنُ ٱلْغَسِيلِ ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ ، وَٱلزُّبَيْرِ بْنِ ٱلْمُنْذِرِ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ ، عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ لَنَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ : (إِذَا أَكْثَبُوكُمْ فَٱرْمُوهُمْ ، وَٱسْتَبْقُوا نَبْلَكُمْ) .

حدَّثني مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ ٱلرَّحِيمِ : حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ ٱلزُّبَيْرِيُّ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱلرَّحْمٰنِ بْنُ ٱلْغَسِيلِ ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ وَٱلْمُنْذِرِ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ ، عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ لَنَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ : (إِذَا أَكْثَبُوكُمْ – يَعْنِي أَكْثَرُوكُمْ – فَٱرْمُوهُمْ ، وَٱسْتَبْقُوا نَبْلَكُمْ) .

[ر : ٢٧٤٤]

(۱۸) فیض الباری: ۴/ ۹۱۔ بحوالہ المسوی والمصفی

پہلی روایت میں امام بخاری کے استاذ عبداللہ بن محمد الجعفی ہیں ان کو عبداللہ بن محمد مسندی بھی کہتے ہیں، یہ روایت کرتے ہیں ابواحمد زبیری سے اور وہ روایت کرتے ہیں عبدالرحمن بن غسیل سے۔

عبدالرحمن بن الغسیل

ان کے والد کا نام غسیل نہیں ہے بلکہ سلیمان ہے سلسلۂ نسب یہ ہے "عبدالرحمان بن سلیمان بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن حنظلۃ الغسیل" غسیل حنظلہ کی صفت ہے چونکہ عبدالرحمان ان کی اولاد کے سلسلۂ نسب میں سے ہیں اس لیے ان کو "ابن الغسیل" کہا۔ (۱۹) حضرت حنظلہؓ غزوۂ احد میں جنابت کی حالت میں شہید ہوئے، جب مقتولین احد میں ان کی لاش ملی تو ان کے سر کے بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ملائکہ نے ان کو غسل دیا ہے، اس وجہ سے ان کا لقب "غسیل الملائکہ" پڑگیا۔ (۲۰)

ابو اُسَید

یہ صحابی ہیں، ان کا نام مالک بن ربیعہ ہے، انصار کے قبیلہ خزرج سے ان کا تعلق ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم بدر میں فرمایا۔ اذا اکثبوا فارموھم اس کے معنی ہیں: "اذا قربوا منکم فامکنوکم من انفسھم فارموھم" (۲۱) یعنی جب وہ کفار تمہارے قریب آجائیں اور اپنے نفوس پر تم کو قدرت عطا کردیں تب تم ان کے اوپر تیر پھینکو کیونکہ اگر دشمن دور ہو اور تیراندازی ہوتی رہے تو تیر ضائع ہوں گے اور دشمن کا نقصان کچھ نہ ہوگا۔ واستبقوا نبلکم اور اپنے تیروں کو بچا کے رکھو۔

حدثنی محمد بن عبدالرحیم قال حدثنا ابو احمد الزبیری....

اس روایت میں "محمد بن عبدالرحیم" امام بخاری کے استاذ ہیں وہ روایت کرتے ہیں ابو احمد زبیری سے، آگے سند ہے۔ عبدالرحمن بن الغسیل عن حمزۃ بن ابی اُسید والمنذر بن ابی اسید عن ابی اسید

پہلی روایت کی سند میں تھا.... عبدالرحمن بن الغسیل عن حمزۃ بن ابی اسید والزبیر بن المنذر بن ابی اسید پہلی روایت میں عبدالرحمن بن الغسیل کے دو استاذ ہیں ایک حمزہ بن ابی اسید اور دوسرے زبیر بن المنذر بن ابی اسید، جبکہ دوسری روایت میں عبدالرحمن بن الغسیل کے دو استاذوں میں سے ایک تو وہی حمزہ بن ابی اسید ہیں لیکن دوسرے استاذ "زبیر بن المنذر بن ابی اسید" نہیں بلکہ "منذر بن ابی اسید" ہیں۔

---

(۱۹) عمدۃ القاری: ۱۷/۹۶۔ (۲۰) عمدۃ القاری: ۱۷/۹۶۔

(۲۱) قال الحافظ فی الفتح: (۷/۳۰۶): والھمزۃ فی قولہ "اکثبوکم" للتعدیۃ من کثب بفتحتین وھو القرب، قال ابن فارس: اکثب الصید اذا امکن نفسہ فالمعنی: اذا قربوا منکم فامکنوکم من انفسھم فارموھم

تنبیہ:

یہاں حافظ ابن حجر سے تسامح ہوا ہے، انہوں نے کہا کہ اس باب کی دوسری روایت میں امام بخاری نے جو سند نقل کی ہے اس میں امام بخاری نے۔۔ "زبیر بن المنذر بن ابی اسید" کے بجائے "زبیر بن ابی اسید" کہا ہے(۲۲) حالانکہ امام بخاری نے اس دوسری روایت میں "زبیر بن ابی اسید" نہیں کہا ہے بلکہ "منذر بن ابی اسید" ہی کہا ہے۔

حضرت ابواسید فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بدر کے دن فرمایا۔ اذا اکثبوکم یعنی: اکثروکم۔ فارموهم حافظ اور عینی نے "اکثروکم" نقل کیا ہے۔ (۲۳) ہمارے نسخوں میں "کثروکم" ہے مطلب یہ ہے کہ جب کفار زیادہ تعداد میں تمہارے قریب آجائیں اس وقت تم ان پر تیر مارو، داؤدی نے کہا ہے کہ "فارموهم" کے معنی ہیں کہ جب وہ زیادہ تعداد میں تمہارے قریب آجائیں تو اس وقت ان کو پتھروں سے مارو۔ (۲۴)

٣٧٦٤ : حدثني عَمْرُو بْنُ خالِدٍ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ قالَ : سَمِعْتُ الْبَرَاءَ ابْنَ عازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قالَ : جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الرُّماةِ يَوْمَ أُحُدٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جُبَيْرٍ ، فَأَصَابُوا مِنَّا سَبْعِينَ ، وَكانَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ أَصابُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ بَدْرٍ أَرْبَعِينَ وَمِائَةً ، سَبْعِينَ أَسِيرًا وَسَبْعِينَ قَتِيلاً ، قالَ أَبُو سُفْيَانَ : يَوْمٌ بِيَوْمِ بَدْرٍ ، وَالْحَرْبُ سِجَالٌ . [ر : ٢٨٧٤]

یہ حضرت براء بن عازب کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد میں حضرت عبداللہ بن جبیر کو تیر اندازوں پر امیر مقرر فرمایا تھا چونکہ اس دستے سے غلطی ہوئی تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل نہیں ہوسکی تھی اس لیے حضرت عبداللہ بن جبیر اور ان کے دس ساتھی شہید ہوگئے تھے اور جیتی ہوئی جنگ شکست میں بدل گئی، تو حضرت براء فرماتے ہیں کہ احد میں کفار نے ہمارے ستر صحابہ شہید کیے تھے، جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے مشرکین سے یوم بدر میں ایک سو چالیس آدمیوں کو نقصان پہنچایا تھا جن میں ستر مارے گئے تھے اور ستر قید کرلیے گئے تھے، اس وقت ابوسفیان نے کہا تھا۔ یوم بیوم بدر یعنی آج احد میں بدر کا بدلہ ہوگیا۔

---

(۲۲) چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ قوله: "عن حمزة بن ابی اسید والزبیر بن المنذر بن ابی اسید" کذا فی هذه الروایة، ووقع فی التی بعدها الزبیر بن ابی اسید فقیل هو عمه، وقیل هو هو لکن نسب الی جده، والاول اصوب...۔ (فتح الباری ۷/۳۰۶)

(۲۳) دیکھیے فتح الباری ۷/۳۰۶۔ وعمدة القاری ۱۷/۹۷۔

(۲۴) عمدة القاری ۱۷/۹۷

والحرب سجال "سجال" سَجْلٌ کی جمع ہے ڈول کو کہتے ہیں، یہ محاورہ ہے کہ جس طریقہ سے کنویں پر ڈول کھینچنے کے وقت کبھی ڈول ایک کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور کبھی دوسرے کے ہاتھ میں، اسی طرح جنگ میں بھی کامیابی کبھی ایک فریق کو ہوتی ہے اور کبھی دوسرے فریق کو۔

۳۷٦٥ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ بُرَيْدٍ ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي مُوسَى – أُرَاهُ – عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (وَإِذَا الْخَيْرُ مَا جَاءَ اللّٰهُ بِهِ مِنَ الْخَيْرِ بَعْدُ ، وَثَوَابِ الصِّدْقِ الَّذِي آتَانَا بَعْدَ يَوْمِ بَدْرٍ) . [ر : ۳٤۲٥]

"اراہ" یہ یا تو ابوبردہ کا قول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ ابوموسیٰؓ نے یہ حدیث حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً نقل کی ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ ابوبردہ کا قول نہ ہو بلکہ نیچے کسی راوی کا قول ہو۔

واذا الخیر ماجاء اللہ بہ من الخیر بعد

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے "باب علامات النبوۃ" میں تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے اور آگے غزوۂ احد میں بھی آئے گی یہاں اس حدیث کا ایک جزو نقل کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا تھا کہ آپؐ نے ایک تلوار کو حرکت دی اور اس کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد آپؐ نے اس کو دوبارہ حرکت دی تو وہ اس سے بھی زیادہ اچھی صورت میں ہوگئی جیسے پہلے تھی۔ (۲۵) یہاں جو جزنقل کیا گیا ہے اس کا ترجمہ ہے، "اور خیر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ بعد میں خیر لے کر آئے۔"

❶ بعض حضرات نے کہا کہ اس خیر سے مراد شہداء احد کی شہادت ہے چونکہ شہادت مؤمن کے لیے تحفہ ہے اس لیے شہادت کو ان کے لیے خیر قرار دیا گیا۔ (۲٦)

❷ بعض حضرات نے کہا کہ اس سے مراد مسلمانوں کی وہ ثابت قدمی اور فتوحات ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے غزوۂ احد کے بعد ان کو عطا فرمائے۔ (۲۷)

---

(۲۵) پوری حدیث یہ ہے:

عن ابی موسی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: رایت فی المنام انی اھاجر من مکۃ الی ارض بھا نخل، فذھب وھلی الی انھا الیمامۃ او الھجر فاذا ھی المدینۃ یثرب، ورایت فی رؤیای انی ھززت سیفا، فانقطع صدرہ فاذا ھو ما اصیب من المؤمنین یوم احد، ثم ھززتہ اخری، فعاد احسن ماکان، فاذا ھو ماجاء اللہ بہ من الفتح واجتماع المؤمنین، ورایت فیھا بقرا، واللہ خیر، فاذا ھم المؤمنون یوم احد، واذا الخیر ماجاء اللہ بہ من الخیر وثواب الصدق الذی آتانا اللہ بعد یوم بدر۔ (باب علامات النبوۃ، بخاری: ۱/۵۱۱۔)

(۲٦) عمدۃ القاری: ۱٦/ ۱۵۳

(۲۷) عمدۃ القاری: ۱٦/ ۱۵۳

⑥ بعض حضرات نے کہا اس خیر سے بدر میں مسلمانوں کی کامیابی مراد ہے۔ (۲۸)

وثواب الصدق الذی آتانا بعد یوم بدر

"اور بہترین اور اچھا بدلہ اور ثواب وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہم کو بدر کے بعد عطا فرمایا۔"

ثواب الصدق

① بعض حضرات نے اس کا ترجمہ کیا ہے صحیح اور درست اعمال کا ثواب

② اور بعض نے کہا کہ اس میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہورہی ہے، اس کے معنی "الثواب الصالح" "الثواب المرضی" اور "الثواب الجید" کے ہیں۔ (۲۹)

حضرت شاہ صاحب نے اس کے دو معنی بیان کئے ہیں۔

① ایک یہ کہ "بعد" مبنی علی الضم ہے اور مبدل منہ ہے اور "یوم بدر" اس سے بدل ہے، یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ "بعد" جب بغیر اضافت کے ہوتا ہے تو مبنی علی الضم ہوتا ہے اس صورت میں مطلب ہوگا کہ بہترین ثواب اور بدلہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے یوم بدر میں مسلمانوں کو عطا کیا جس کی وجہ سے ان کو مقام تشریف وتکریم حاصل ہوا۔ (۳۰)

② اور حضرت شاہ صاحب نے دوسری توجیہ یہ کی ہے کہ "بعد" مضاف اور "یوم بدر" مضاف الیہ ہے اور مطلب ہے کہ بہترین بدلہ اور ثواب وہ ہے جو اللہ جل شانہ نے ہم کو یوم بدر کے بعد عطا فرمایا۔ لیکن "یوم بدر" کے بعد تو غزوۂ احد پیش آیا اور اس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اس لیے حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں "یوم بدر" سے اس صورت میں بدر صغریٰ مراد ہوگا۔ (۳۱) واقعہ بدر صغریٰ ۴ھ کو پیش آیا ہے، احد سے جاتے ہوئے ابوسفیان نے کہا تھا کہ اگلے سال بدر کے مقام پر مقابلہ ہوگا، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ سال پندرہ سو صحابہ لیکر مقام بدر کی طرف تشریف لے گئے لیکن ابوسفیان کو مقابلہ میں آنے کی ہمت اور جرأت نہیں ہوئی۔ (۳۲)

بہرحال مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے بدر صغریٰ کے بعد مسلمانوں کو جو انعامات اور فتوحات عطا فرمائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ یہ اللہ جل شانہ کی طرف سے بہترین اور سچا بدلہ ہے۔

---

(۲۸) فیض الباری ۴/ ۹۱۔ (۲۹) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۹۸　(۳۰) فیض الباری: ۴/ ۹۱۔　(۳۱) فیض الباری: ۴/ ۹۱۔

(۳۲) غزوۂ بدر صغریٰ کو "غزوۃ السویق" بھی کہتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقام بدر تشریف لے گئے اور آٹھ دن تک وہاں ٹھہرے رہے، ابوسفیان بھی مکہ سے قریش کی جماعت لیکر مقام "مرالظہران" یا مقام "عسفان" تک آئے لیکن وہاں سے ارادہ ملتوی کرکے واپس ہوئے۔ اس موقعہ پر آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام بنایا تھا۔ (دیکھیے الکامل لابن اثیر ۲/ ۲۰)

٣٧٦٦ : حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ : قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ : إِنِّي لَفِي الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ ، إِذِ الْتَفَتُّ فَإِذَا عَنْ يَمِينِي وَعَنْ يَسَارِي فَتَيَانِ حَدِيثَا السِّنِّ ، فَكَأَنِّي لَمْ آمَنْ بِمَكَانِهِمَا ، إِذْ قَالَ لِي أَحَدُهُمَا سِرًّا مِنْ صَاحِبِهِ : يَا عَمِّ أَرِنِي أَبَا جَهْلٍ ، فَقُلْتُ : يَا ابْنَ أَخِي ، وَمَا تَصْنَعُ بِهِ؟ قَالَ : عَاهَدْتُ اللّٰهَ إِنْ رَأَيْتُهُ أَنْ أَقْتُلَهُ أَوْ أَمُوتَ دُونَهُ ، فَقَالَ لِي الْآخَرُ سِرًّا مِنْ صَاحِبِهِ مِثْلَهُ ، قَالَ : فَمَا سَرَّنِي أَنِّي بَيْنَ رَجُلَيْنِ مَكَانَهُمَا ، فَأَشَرْتُ لَهُمَا إِلَيْهِ ، فَشَدَّا عَلَيْهِ مِثْلَ الصَّقْرَيْنِ حَتَّى ضَرَبَاهُ ، وَهُمَا ابْنَا عَفْرَاءَ . [ر : ٢٩٧٢]

یہ سند "مسلسل بالآباء" ہے، اس میں ہرراوی اپنے والد سے روایت کررہا ہے،(۳۳) اس روایت میں ابوجہل پر حملہ کرنے والے دو انصاری بچوں کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جو حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے پاس کھڑے تھے اس کی تفصیل گزرچکی....

٣٧٦٧ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ : أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي أَسِيدِ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ ، حَلِيفُ بَنِي زُهْرَةَ ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَشَرَةً عَيْنًا ، وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ جَدَّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ، حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالْهَدَأَةِ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ، ذُكِرُوا لِحَيٍّ مِنْ هُذَيْلٍ يُقَالُ لَهُمْ بَنُو لِحْيَانَ ، فَنَفَرُوا لَهُمْ بِقَرِيبٍ مِنْ مِائَةِ رَجُلٍ رَامٍ ، فَاقْتَصُّوا آثَارَهُمْ حَتَّى وَجَدُوا مَأْكَلَهُمُ التَّمْرَ فِي مَنْزِلٍ نَزَلُوهُ ، فَقَالُوا : تَمْرُ يَثْرِبَ ، فَاتَّبَعُوا آثَارَهُمْ ، فَلَمَّا حَسَّ بِهِمْ عَاصِمٌ وَأَصْحَابُهُ لَجَؤُوا إِلَى مَوْضِعٍ فَأَحَاطَ بِهِمُ الْقَوْمُ ، فَقَالُوا لَهُمْ : انْزِلُوا فَأَعْطُوا بِأَيْدِيكُمْ ، وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيثَاقُ : أَنْ لَا نَقْتُلَ مِنْكُمْ أَحَدًا . فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ : أَيُّهَا الْقَوْمُ أَمَّا أَنَا فَلَا أَنْزِلُ فِي ذِمَّةِ كَافِرٍ ، ثُمَّ قَالَ : اللّٰهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ ﷺ ، فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوا عَاصِمًا ، وَنَزَلَ إِلَيْهِمْ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ عَلَى الْعَهْدِ وَالْمِيثَاقِ : مِنْهُمْ خُبَيْبٌ وَزَيْدُ بْنُ الدَّثِنَةِ وَرَجُلٌ آخَرُ ، فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوا مِنْهُمْ أَطْلَقُوا أَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَرَبَطُوهُمْ بِهَا . قَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ : هٰذَا أَوَّلُ الْغَدْرِ ، وَاللّٰهِ لَا أَصْحَبُكُمْ ، إِنَّ لِي بِهٰؤُلَاءِ أُسْوَةً ، يُرِيدُ الْقَتْلَى ، فَجَرَّرُوهُ وَعَالَجُوهُ فَأَبَى أَنْ يَصْحَبَهُمْ ، فَانْطُلِقَ بِخُبَيْبٍ وَزَيْدِ بْنِ الدَّثِنَةِ حَتَّى بَاعُوهُمَا بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ ، فَابْتَاعَ بَنُو الْحَارِثِ

(۳۳) فتح الباری: ۷/ ۳۰۸

ابْنِ عامِرِ بْنِ نَوْفَلٍ خُبَيْبًا ، وَكانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الحَارِثَ بْنَ عامِرٍ يَوْمَ بَدْرٍ ، فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ أَسِيرًا حَتَّى أَجْمَعُوا قَتْلَهُ ، فَاسْتَعارَ مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الحَارِثِ مُوسٰى يَسْتَحِدُّ بِهَا فَأَعارَتْهُ ، فَدَرَجَ بُنَيٌّ لَهَا وَهِيَ غافِلَةٌ حَتَّى أَتاهُ ، فَوَجَدَتْهُ مُجْلِسَهُ عَلَى فَخِذِهِ وَالْمُوسٰى بِيَدِهِ ، قالَتْ : فَفَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَيْبٌ ، فَقَالَ : أَتَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ ؟ ما كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذٰلِكَ ، قالَتْ : وَاللّٰهِ ما رَأَيْتُ أَسِيرًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ خُبَيْبٍ ، وَاللّٰهِ لَقَدْ وَجَدْتُهُ يَوْمًا يَأْكُلُ قِطْفًا مِنْ عِنَبٍ فِي يَدِهِ ، وَإِنَّهُ لَمُوثَقٌ بِالحَدِيدِ ، وَما بِمَكَّةَ مِنْ ثَمَرَةٍ ، وَكانَتْ تَقُولُ : إِنَّهُ لَرِزْقٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ خُبَيْبًا ، فَلَمَّا خَرَجُوا بِهِ مِنَ الحَرَمِ ، لِيَقْتُلُوهُ فِي الحِلِّ ، قالَ لَهُمْ خُبَيْبٌ : دَعُونِي أُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ ، فَتَرَكُوهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ ، فَقَالَ : وَاللّٰهِ لَوْلَا أَنْ تَحْسِبُوا أَنَّ ما بِي جَزَعٌ لَزِدْتُ ، ثُمَّ قالَ : اللّٰهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا ، وَاقْتُلْهُمْ بَدَدًا وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ أَحَدًا ، ثُمَّ أَنْشَأَ يَقُولُ :

فَلَسْتُ أُبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا ... عَلَى أَيِّ جَنْبٍ كانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِي
وَذٰلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلٰهِ وَإِنْ يَشَأْ ... يُبَارِكْ عَلَى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

ثُمَّ قامَ إِلَيْهِ أَبُو سِرْوَعَةَ عُقْبَةُ بْنُ الحَارِثِ فَقَتَلَهُ ، وَكانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا الصَّلَاةَ ، وَأَخْبَرَ – يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ – أَصْحابَهُ يَوْمَ أُصِيبُوا خَبَرَهُمْ ، وَبَعَثَ نَاسٌ مِنْ قُرَيْشٍ إِلَى عاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ – حِينَ حُدِّثُوا أَنَّهُ قُتِلَ – أَنْ يُؤْتَوا بِشَيْءٍ مِنْهُ يُعْرَفُ ، وَكانَ قَتَلَ رَجُلًا عَظِيمًا مِنْ عُظَمَائِهِمْ ، فَبَعَثَ اللّٰهُ لِعَاصِمٍ مِثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُسُلِهِمْ ، فَلَمْ يَقْدِرُوا أَنْ يَقْطَعُوا مِنْهُ شَيْئًا . [ر : ۲۸۸۰]

عمرو بن جاریة.... ان کے نام میں تین قول ہیں۔ عمرو، عمر، عمیر۔ حافظ ابن حجر نے کہا کہ صحیح یہی ہے کہ ان کا نام "عمرو" ہے۔ ان کے والد کا نام "اسید" ہے اسید کی کنیت ابوسفیان ہے، عمرو کے دادا کا نام جاریہ ہے، تو کبھی ان کو دادا کی طرف منسوب کرکے راوی "عمرو بن جاریہ" کہتے ہیں اور کبھی والد کے نام یا کنیت کی طرف منسوب کرکے ان کو "عمرو بن اسید" یا "عمرو بن ابی سفیان" بھی کہتے ہیں۔ ثقفی ہیں اور بنوزہرہ کے حلیف ہیں۔ (۴۳)

آگے روایت میں اصحاب بیر معونہ کا قصہ بیان کیا گیا ہے جو انشاء اللہ غزوۂ رجیع میں تفصیل سے آئے گا۔ چونکہ اصحاب بیر معونہ میں سے حضرت خبیب بن عدی، حضرت زید بن دثنہ اور حضرت عاصم بن ثابت

(۴۳) فتح الباری: ۷/ ۳۱۰

انصاریؓ بدر میں شریک تھے اور اس روایت میں ان کے بدر میں قتال کا ذکر ہے اس مناسبت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث یہاں تخریج کی۔ اس روایت کے آخر م ا ہے۔

۳۷٦۸ : وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ : ذَكَرُوا مُرَارَةَ بْنَ الرَّبِيعِ الْعَمْرِيَّ ، وَهِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ الْوَاقِفِيَّ ، رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ ، قَدْ شَهِدَا بَدْرًا . [ر : ۲٦۰٦]

یہ اس طویل حدیث کا ایک حصہ ہے جو آگے غزوۂ تبوک میں تفصیل سے آئے گی یہاں امام بخاری حضرت کعب بن مالک کے حوالہ سے بیان کررہے ہیں کہ انہوں نے غزوۂ تبوک سے اپنے تخلف کا قصہ بیان کرتے ہوئے مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ کا ذکر کیا کہ یہ دونوں نیک صالح آدمی تھے اور حضرت کعب نے فرمایا کہ "قد شہدا بدرا" یہ دونوں بدر میں شریک ہوئے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ "تعلیق" یہاں بیان کی دراصل امام بخاری رحمہ اللہ کعب بن مالک کا یہ قول نقل کرکے ان لوگوں پر رد فرمارہے ہیں جو کہتے ہیں کہ حضرت مرارہ بن ربیع اور حضرت ہلال بن امیہ جنگ بدر میں حاضر نہیں تھے، اس قول کی نسبت امام زہری رحمہ اللہ کی طرف بھی کی گئی ہے، علامہ دمیاطی اور حافظ ابن القیم نے بھی اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ یہ دونوں حضرات بدر میں شریک نہیں تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اس رائے کا رد فرمارہے ہیں چنانچہ انہوں نے کعب بن مالک کے حوالہ سے نقل کیا کہ یہ دونوں حضرات شریک بدر تھے اور ظاہر ہے کہ حضرت کعب بن مالک کی اس تصریح کے بعد ان لوگوں کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں جن کے پاس حضرت مرارہ اور حضرت ہلال کے بدر میں شریک نہ ہونے کی کوئی دلیل صریح نہیں ہے۔ (۳۵)

۳۷٦۹ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا لَيْثٌ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ذُكِرَ لَهُ : أَنَّ سَعِيدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ ، وَكَانَ بَدْرِيًّا ، مَرِضَ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ ، فَرَكِبَ إِلَيْهِ بَعْدَ أَنْ تَعَالَى النَّهَارُ ، وَاقْتَرَبَتِ الْجُمُعَةُ ، وَتَرَكَ الْجُمُعَةَ .

یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ذکر کیا گیا، ذکر کرنے والے کون تھے؟ حافظ نے کہا لم اقف (۳٦) (مجھے معلوم نہیں) لیکن مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں صراحت موجود ہے کہ ذکر کرنے والے سعید بن زید کے صاحبزادے تھے، (۳۷) انہوں نے ذکر کیا کہ سعید بن زید جمعہ کے دن بیمار ہوگئے ہیں۔ فرکب الیہ بعد ان تعالی النہار۔ چنانچہ ان کی بیماری کی خبر سن کر حضرت عبداللہ بن عمر دن چڑھنے کے بعد عیادت کی

(۳۵) دیکھیے فتح الباری: ۷/ ۳۱۱ (۳٦) فتح الباری: ۷/ ۳۱۱

(۳۷) دیکھیے مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/ ۱۰۵۔ کتاب الصلوۃ باب من رخص فی السفر یوم الجمعۃ

غرض سے ان کے پاس گئے۔ سعید بن زید بدری صحابی ہیں اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن فاطمہ ان کے نکاح میں تھیں تو یہ حضرت عبداللہ بن عمر کے پھوپھا ہیں۔

واقتربت الجمعة وترک الجمعة "نماز جمعہ کا وقت قریب آگیا تھا لیکن حضرت عبداللہ بن عمر نے جمعہ چھوڑ دیا" اور ان کی عیادت کے لیے روانہ ہوگئے۔

یہاں یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ ابن عمر عیادت کے لیے کس جگہ گئے؟ البتہ ابن ابی شیبہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعید بن زید کا قیام "عقیق" میں تھا جو مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ حضرت ابن عمرؓ ان کی عیادت کے لیے وہاں گئے تھے۔ (۳۸)

جمعہ کے دن سفر کا مسئلہ

یہاں ایک سوال یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عمر جمعہ کی نماز چھوڑ کر عیادت کے لیے کیسے چلے گئے؟ جمعہ کی نماز چھوڑ کر زوال سے پہلے اس طرح جانا جائز ہے؟

❶ اکثر حنابلہ اور اکثر مالکیہ اور قول قدیم میں امام شافعی کے نزدیک زوال سے پہلے جمعہ کے دن اس طرح جانا جائز ہے۔

❷ امام مالک کی ایک روایت اور امام احمد کی ایک روایت اور امام شافعی کے قول جدید کے مطابق اس طرح جمعہ کے دن زوال سے قبل جانا جائز نہیں۔

❸ امام احمد بن حنبل کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ سفر اگر جہاد کے لیے ہے تو جانا جائز ہے ورنہ ناجائز (۳۹)۔

❹ بعض شوافع اور امام الحرمین کے نزدیک اگر سفر واجب اور ضروری ہے تو جاسکتے ہیں ورنہ نہیں۔

❺ اکثر شوافع کی رائے یہ ہے کہ اگر سفر طاعت ہے (جیسے عیادت وغیرہ نیک کام کے لیے سفر) تو جاسکتے ہیں چاہے سفر واجب ہو یا نہ ہو۔

جمعہ کے دن زوال کے بعد نماز جمعہ چھوڑ کر شہر سے جانا۔

❶ جمہور علماء کے نزدیک ناجائز ہے۔

❷ امام اوزاعی کے نزدیک جائز ہے۔ (۴۰)

---

(۳۸) دیکھیے مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجمعہ، باب من رخص فی السفر یوم الجمعة ج:۲۔ ص:۱۰۵۔

(۳۹) مذکورہ تینوں روایات کے لیے دیکھیے، المغنی لابن قدامة: ۱۰۸/۲۔ حکم السفر یوم الجمعة۔

(۴۰) دیکھیے، المغنی لابن قدامة۔

حنفیہ سے اس مسئلہ میں مختلف روایات مروی ہیں۔

❶ قاضی خان نے حنفیہ کا مذہب یہ نقل کیا ہے کہ زوال سے پہلے بھی جاسکتے ہیں اور زوال کے بعد بھی۔ (۴۱)

❷ فتاوی ظہیریہ نے یہ نقل کیا ہے کہ زوال کے بعد نماز جمعہ چھوڑ کر جانا جائز نہیں۔

❸ شرح منیہ نے حنفیہ کا مذہب یہ نقل کیا ہے کہ زوال سے پہلے جائز اور زوال کے بعد مکروہ ہے۔ اور ابن عابدین نے بھی یہی فرمایا ہے۔ (۴۲)

لیکن اگر کوئی آدمی یہ دیکھ رہا ہے کہ اگر اس نے سفر نہ کیا تو قافلہ سے بچھڑ جائے گا اور پھر تنہا سفر اس کے لیے دشواری اور مشکلات کا باعث بنے گا تو ایسے شخص کے لیے جمعہ کے دن زوال کے بعد نماز جمعہ چھوڑ کر جانا جائز ہے۔

۳۷۷۰ : وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي يُونُسُ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ : حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ : أَنَّ أَبَاهُ كَتَبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْأَرْقَمِ الزُّهْرِيِّ : يَأْمُرُهُ أَنْ يَدْخُلَ عَلَى سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ الْأَسْلَمِيَّةِ ، فَيَسْأَلَهَا عَنْ حَدِيثِهَا ، وَعَمَّا قَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حِينَ اسْتَفْتَتْهُ . فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْأَرْقَمِ ، إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ يُخْبِرُهُ : أَنَّ سُبَيْعَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ أَخْبَرَتْهُ : أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ سَعْدِ بْنِ خَوْلَةَ ، وَهُوَ مِنْ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ ، وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا ، فَتُوُفِّيَ عَنْهَا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهِيَ حَامِلٌ ، فَلَمْ تَنْشَبْ أَنْ وَضَعَتْ حَمْلَهَا بَعْدَ وَفَاتِهِ ، فَلَمَّا تَعَلَّتْ مِنْ نِفَاسِهَا تَجَمَّلَتْ لِلْخُطَّابِ ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا أَبُو السَّنَابِلِ بْنُ بَعْكَكٍ ، رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ ، فَقَالَ لَهَا : مَا لِي أَرَاكِ تَجَمَّلْتِ لِلْخُطَّابِ ، تُرَجِّينَ النِّكَاحَ ، فَإِنَّكِ وَاللّٰهِ مَا أَنْتِ بِنَاكِحٍ حَتَّى تَمُرَّ عَلَيْكِ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ . قَالَتْ سُبَيْعَةُ : فَلَمَّا قَالَ لِي ذٰلِكَ جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي حِينَ أَمْسَيْتُ ، وَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ ، فَأَفْتَانِي بِأَنِّي قَدْ حَلَلْتُ حِينَ وَضَعْتُ حَمْلِي ، وَأَمَرَنِي بِالتَّزَوُّجِ إِنْ بَدَا لِي .

تَابَعَهُ أَصْبَغُ ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ ، عَنْ يُونُسَ . وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي يُونُس ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ : وَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ : أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ ، مَوْلَى بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ : أَنَّ مُحَمَّدَ

---

(۴۱) اذا اراد الرجل ان يسافر يوم الجمعة لاباس به اذا خرج من عمران المصر قبل خروج وقت الظهر، لان الجمعة انما تجب فی آخر الوقت (وانظر فتاوی قاضی خان علی هامش الهندية: ۱/۱۷۹ ـ باب صلاة الجمعة والبحر الرائق: ۲/۱۶۳ ـ)

(۴۲) دیکھیے الدر المختار علی هامش رد المختار: ۲/۱۶۲ ـ باب الجمعة، وغنية المستملی ص ۵۱۵ ـ فصل فی صلاة الجمعة

ٱبْنَ إِيَاسِ بْنِ الْبُكَيْرِ ، وَكَانَ أَبُوهُ شَهِدَ بَدْرًا ، أَخْبَرَهُ . [٥٠١٣ ، وانظر : ٤٦٢٦]

اس روایت میں عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ کہتے ہیں کہ ان کے والد عبداللہ بن عتبہ نے عمرو بن عبداللہ بن ارقم زہری کو لکھ بھیجا کہ وہ سبیعہ بنت الحارث اسلمیہ کے پاس جائیں اور ان سے اس واقعہ کے متعلق پوچھیں جو ان کے ساتھ پیش آیا تھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس معاملہ میں جو کچھ ارشاد فرمایا تھا وہ معلوم کریں۔ چنانچہ عمرو بن عبداللہ بن ارقم حضرت سبیعہ کے پاس گئے اور ان سے تحقیق کرنے کے بعد عبداللہ بن عتبہ کو جواباً لکھا کہ حضرت سبیعہ نے ان کو یہ خبر دی کہ وہ (سبیعہ) سعد بن خولہ کے نکاح میں تھیں اور حضرت سعد ان لوگوں میں سے تھے جو بدر میں شریک ہوئے تھے (یہی جملہ ترجمۃ الباب سے متعلق ہے ....) حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت سعد بن خولہ کی وفات ہوگئی اور وہ (سبیعہ) حاملہ تھیں۔ شوہر کی وفات کے بعد کچھ ہی دن گزرے تھے کہ سبیعہ کا بچہ پیدا ہوگیا، بچہ کی پیدائش کے بعد جب نفاس سے سبیعہ پاک ہوگئیں تو پیغام دینے والوں کے لیے انہوں نے زینت اختیار کی، بنی عبدالدار میں سے ایک شخص ابوالسنابل بن بعکک ان کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ "شاید تم نکاح کا پیغام دینے والوں کے لیے زینت اختیار کر رہی ہو غالباً تمہیں نکاح کا خیال ہو رہا ہے لیکن بخدا! تم شادی نہیں کر سکتی ہو حتی کہ چار ماہ اور دس دن تم پر گزر جائیں۔" حضرت سبیعہ کا بیان ہے کہ جب ابوالسنابل نے مجھ سے یہ بات کہی تو میں نے شام ہوتے ہی اپنے کپڑے اور چادر وغیرہ پہن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دی اور آپ سے مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے مجھ کو فتوی دیا کہ جب وضع حمل ہوگیا ہے تو اب میں حلال ہوگئی ہوں اور اگر میری خواہش ہو تو میں اب نکاح کر سکتی ہوں۔

اس حدیث سے متعلق فقہی مباحث انشاء اللہ تعالی کتاب النکاح میں آئیں گے۔ چونکہ اس حدیث میں حضرت سعد بن خولہ کے بارے میں ہے کہ وہ بدر کے شرکاء میں سے تھے اس مناسبت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تخریج یہاں کی ہے۔ واللہ اعلم

١١ - باب : شُهُودِ الْمَلَائِكَةِ بَدْرًا

٣٧٧١ : حدَّثني إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ ، عَنْ أَبِيهِ ، وَكَانَ أَبُوهُ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ ، قَالَ : جَاءَ جِبْرِيلُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : مَا تَعُدُّونَ أَهْلَ بَدْرٍ فِيكُمْ ؟ قَالَ : (مِنْ أَفْضَلِ الْمُسْلِمِينَ) . أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا ، قَالَ : وَكَذٰلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ .

حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور پوچھا کہ "اہل بدر کا آپ کے ہاں کیا مقام ہے؟" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "من افضل المسلمین" "تمام مسلمانوں میں اہل بدر کو ہم افضل شمار کرتے ہیں۔" یا اس کے ہم معنی کوئی اور کلمہ ارشاد فرمایا، تو جبریل نے کہا "یہی شان ان فرشتوں کی بھی ہے جو بدر میں حاضر ہوئے تھے۔"

جنگ بدر میں فرشتوں کے نزول کے فوائد اور اس سے متعلقہ دیگر بحثیں گزر گئی ہیں۔

(٣٧٧٢) : حدّثنا سُلَيمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ يَحْيىٰ ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ رِفاعَةَ بْنِ رَافِعٍ ، وَكانَ رِفاعَةُ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ ، وَكانَ رَافِعٌ مِنْ أَهْلِ الْعَقَبَةِ ، فكَانَ يَقُولُ لِابْنِهِ : ما يَسُرُّنِي أَنِّي شَهِدْتُ بَدْرًا بِالْعَقَبَةِ ، قالَ : سَأَلَ جِبْرِيلُ النَّبِيَّ ﷺ ، بِهٰذَا .

حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ : أَخْبَرَنَا يَزِيدُ : أَخْبَرَنَا يَحْيىٰ : سَمِعَ مُعَاذَ بْنَ رِفاعَةَ : أَنَّ مَلَكًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ : نَحْوَهُ . وَعَنْ يَحْيىٰ : أَنَّ يَزِيدَ بْنَ الْهَادِ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ كانَ مَعَهُ يَوْمَ حَدَّثَهُ مُعَاذٌ هٰذَا الحَدِيثَ ، فَقَالَ يَزِيدُ : فَقَالَ مُعَاذٌ : إِنَّ السَّائِلَ هُوَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ .

مایسرنی انی شهدت بدرا بالعقبه

یہ حضرت رافع انصاری رضی اللہ عنہ کا قول ہے جو وہ اپنے صاحبزادے سے کہہ رہے ہیں، ان کے صاحبزادہ حضرت رفاعہ ہیں، حضرت رفاعہ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے لیکن ان کے والد حضرت رافع جنگ بدر میں شریک نہیں تھے البتہ "بیعت عقبہ" میں وہ شریک تھے۔

❶ ان کے اس قول میں جو "ما" ہے اس میں ایک صورت تو یہ ہے کہ اس کو نافیہ مان لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ میرے لیے یہ بات باعث مسرت نہیں ہے کہ میں عقبہ کے بجائے بدر میں حاضر ہوتا یعنی اگر میں بدر میں حاضر نہ ہوا تو مجھے اس کا قلق نہیں کہ میں بجائے عقبہ کے بدر میں حاضر ہوتا۔ اس لیے کہ عقبہ ہی تو وہ منزل تھی جس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا سامان پیدا ہوا اور بیعت عقبہ ہی کی بدولت اسلام کے فروغ کے لیے مواقع پیدا ہوئے اور اسلام کی دعوت و تبلیغ اور اس کی نشرواشاعت وسیع پیمانے پر شروع ہوئی۔

❷ دوسری صورت یہ ہے کہ "ما" کو استفہامیہ تسلیم کرلیا جائے تو اس صورت میں پھر مطلب ہوگا۔ "کیا ہی خوشی ہوتی مجھ کو کہ میں عقبہ کے بجائے بدر میں حاضر ہوتا" اس صورت میں عقبہ کی

افضلیت بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ بدر میں حاضری کی تمنا مراد ہوگی۔ (۱)

۳۷۷۳ : حدثني إبراهيم بن موسى : أخبرنا عبد الوهاب : حدثنا خالد ، عن عكرمة ، عن ابن عباس رضي الله عنهما : أن النبي ﷺ قال يوم بدر : (هذا جبريل ، آخذ برأس فرسه ، عليه أداة الحرب) . [۳۸۱۵]

اس روایت کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ روایت بعینہ اسی سند اور انہی الفاظ کے ساتھ آگے غزوۂ احد میں آرہی ہے، (۲) یہ تو بکثرت ہوتا ہے کہ ایک روایت گزرتی ہے دوسری روایت اسی سند کے ساتھ آتی ہے تاہم متن میں الفاظ کا فرق ہوجاتا ہے، لیکن یہ روایت سنداً ومتناً بعینہ مکرر آئی ہے، شراح بخاری کی تحقیق کے مطابق ایسی روایات بیس سے کچھ زائد ہیں جن کے اندر متن اور سند بعینہ مکرر ہیں۔

لیکن اگر کسی آدمی کو توفیق ملے اور وہ اس بات کی تحقیق کرنے لگ جائے تو اس کو بیس سے زائد ایسی روایات ملیں گی جن کے اندر سند اور متن بعینہ مکرر آرہے ہیں۔

۱۲ باب

یہ باب "فیمایتعلق ببدر" کے معنی میں ہے

۳۷۷٤ : حدثني خليفة : حدثنا محمد بن عبد الله الأنصاري : حدثنا سعيد ، عن قتادة ، عن أنس رضي الله عنه قال : مات أبو زيد ، ولم يترك عقبا ، وكان بدريا .

---

(۱) چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں:

"مایسرنی" کلمة ما استفهامیة، وفیه معنی التمنی لشهود بدر، ویحتمل ان تکون نافیة، والباء فی "بالعقبة" باء البدل ای بدل العقبة

(عمدة القاری: ۱۶/۱۰۴)

البتہ جب "ما" کو نافیہ مانا جائے تو اس صورت میں اشکال ہوسکتا ہے کہ حضرت رافعؓ بیعت عقبہ کو غزوۂ بدر پر کیونکر ترجیح دے رہے ہیں؟ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح فرمادی کہ اہل بدر تمام مسلمانوں میں افضل ہیں اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

والذی یظهر ان رافع بن مالک لم یسمع من النبی صلی الله علیه وسلم التصریح بتفضیل اهل بدر علی غیرهم، فقال ماقال باجتهاد منه، وشبهته ان العقبة کانت منشأ نصرة الاسلام، وسبب الهجرة التی نشأ منها الاستعداد للغزوات کلها، لکن الفضل بید الله یؤتیه من یشاء۔

(فتح الباری ۷/۳۱۳۔)

(۲) دیکھیے باب غزوۂ احد.... رقم الحدیث ۴۰۴۱

محمد بن عبداللہ الانصاری امام بخاری رحمہ اللہ کے کبار مشائخ میں سے ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان سے براہ راست بھی روایات نقل کرتے ہیں یہاں روایت "خلیفہ بن خیاط" کے واسطہ سے امام بخاری نقل کررہے ہیں۔

"حضرت ابوزید کا انتقال ہوا اور آپ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی اور آپ بدری تھے۔"

حضرت ابوزیدؓ

حضرت ابوزید انصاری صحابی ہیں، ان کے نام کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔

علامہ ذہبی نے معجم الصحابہ میں ان کا نام "اوس بن السکن" نقل کیا ہے۔ (۳)

بعض حضرات نے ان کا نام "معاذ" نقل کیا ہے۔ (۴)

یحیی بن معین اور حافظ دمیاطی نے ان کا نام "ثابت بن زید" بتایا ہے۔ (۵)

لیکن یہ اپنی کنیت سے مشہور ہیں، اور ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں قرآن مجید حفظ کرلیا تھا، بدر میں شریک ہوئے اور بدر کے علاوہ دیگر تمام "مشاہد" میں بھی ان کی شرکت رہی۔ حضرت عمر بن الخطابؓ کے دور خلافت میں ان کا انتقال ہوا۔ (٦)

۳۷۷۵ : حدثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قالَ : حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنِ ٱبْنِ خَبَّابٍ : أَنَّ أَبَا سَعِيدِ بْنَ مالِكٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ ، فَقَدَّمَ إِلَيْهِ أَهْلُه لحمًا مِنْ لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ ، فَقَالَ : ما أَنَا بِآكِلِهِ حَتَّى أَسْأَلَ ، فَانْطَلَقَ إِلَى أَخِيهِ لِأُمِّهِ ، وَكانَ بَدْرِيًّا ، قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ ، فَسَأَلَهُ فَقَالَ : إِنَّهُ حَدَثَ بَعْدَكَ أَمْرٌ ، نَقْضٌ لِمَا كانُوا يُنْهَوْنَ عَنْهُ مِنْ أَكْلِ لُحُومِ الْأَضْحَى بَعْدَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ . [٥٢٤٨]

اس روایت کی سند میں مسلسل تین تابعی آئے ہیں، یحیی بن سعید، قاسم بن محمد اور ابن خباب جن کا نام عبداللہ ہے یہ تینوں تابعی ہیں۔

اس روایت میں ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ایک سفر سے واپس ہوئے، گھروالوں

---

(۳) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۱۰٦

(۴) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۱۰٦

(۵) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۱۰٦

(٦) فتح الباری: ۸ / ۲۱۳۔ وعمدۃ القاری: ۱۷ / ۱۰٦۔

نے قربانی کا گوشت ان کے سامنے پیش کیا، حضرت ابوسعیدؓ نے فرمایا کہ میں تو نہیں کھاؤں گا جب تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہ لوں (کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمایا تھا اور یہاں اس وقت تین دن سے زائد عرصہ گزر گیا تھا) چنانچہ حضرت ابوسعیدؓ اپنے ماں شریک بھائی حضرت قتادہ بن النعمان کے پاس گئے "وکان بدریا" اور قتادہ بدری تھے (اسی جملہ کی مناسبت سے اس روایت کو امام نے اس باب میں ذکر فرمایا۔) ان سے حضرت ابوسعیدؓ نے دریافت کیا تو حضرت قتادہ بن النعمان نے کہا کہ آپ کے سفر پر جانے کے بعد وہ پہلا حکم منسوخ ہوچکا ہے جس میں قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ استعمال میں لانے کی ممانعت تھی اب تین دن کے بعد قربانی کا گوشت رکھنے کی اجازت ہے لہذا آپ قربانی کا گوشت کھا سکتے ہیں۔

حضرت قتادہ بن النعمانؓ

حضرت قتادہ بن النعمان بدری صحابی ہیں اور انصار میں سے ہیں ان کی کنیت "ابوعمر" ہے انصار نے ان کی کنیت "ابوعبداللہ" رکھی تھی بعض نے کہا ان کی کنیت "ابوعثمان" ہے۔ (۷) ان کی ایک آنکھ غزوۂ احد میں باہر نکل آئی تھی، بعض لوگوں نے کہا کہ غزوۂ بدر میں یہ واقعہ پیش آیا (۸) اور بعض نے کہا کہ غزوۂ خندق میں یہ واقعہ پیش آیا۔ (۹) لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ احد میں پیش آیا تھا۔ (۱۰) چنانچہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے اور کہنے لگے یارسول اللہ! میری ایک بیوی ہے مجھے اس سے محبت ہے اور وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے میری یہ آنکھ باہر آگئی ہے اگر وہ مجھے دیکھے گی تو مجھ سے نفرت کرنے لگے گی لہذا آپ میرے لیے دعا فرمادیجئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی اور ان کی وہ آنکھ پہلے سے زیادہ بہتر ہوگئی۔ (۱۱)

حضرت قتادہ بن النعمان کا انتقال ۲۲ھ میں حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں ہوا۔ ۶۵ سال عمر پائی،

---

(۷) دیکھیے الاصابۃ ج ۳۔ ص: ۲۲۵

(۸) چنانچہ بیہقی نے دلائل النبوہ میں ابن غسیل سے اس سلسلہ میں دو روایتیں نقل کی اور ان دونوں روایتوں میں اس واقعہ کے غزوۂ بدر میں پیش آنے کی تصریح ہے (دیکھیے دلائل بیہقی ج ۳ ص: ۲۵۲۔)

(۹) عمدۃ القاری: ۱۷/۱۰۶۔

(۱۰) چنانچہ ابن سعد نے طبقات (ص ۴۵۳ ج ۲) میں، ابو نعیم نے دلائل النبوہ (ج ۲ ص ۴۸۳۔) میں ابوبکر ہیثمی نے مجمع الزوائد (ج ۶۔ ص ۱۱۳۔ نیز ج ۸ ص ۲۹۷۔) میں اور حافظ ابن حجر نے الاصابۃ (ج ۳۔ ص ۲۲۵) میں غزوۂ احد میں اس واقعہ کے وقوع کی روایات نقل کی ہیں۔

(۱۱) دیکھیے دلائل ابی نعیم ج: ۲ ص: ۴۸۳۔ وطبقات بن سعد ج ۳ ص ۴۵۳

حضرت عمرؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (۱۲)

بہرحال حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس دوسری روایت کا اصل مقام تو "کتاب الاضاحی" ہے لیکن چونکہ اس روایت میں حضرت قتادہ بن النعمان رضی اللہ کے بدر میں شریک ہونے کا ذکر ہے اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کی تخریج یہاں غزوۂ بدر کے بیان میں کردی۔

۳۷۷۶ : حدثني عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : قَالَ الزُّبَيْرُ : لَقِيتُ يَوْمَ بَدْرٍ عُبَيْدَةَ بْنَ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ ، وَهُوَ مُدَجَّجٌ ، لَا يُرَى مِنْهُ إِلَّا عَيْنَاهُ ، وَهُوَ يُكْنَى أَبَا ذَاتِ الْكَرِشِ ، فَقَالَ أَنَا أَبُو ذَاتِ الْكَرِشِ ، فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ بِالْعَنَزَةِ فَطَعَنْتُهُ فِي عَيْنِهِ فَمَاتَ . قَالَ هِشَامٌ : فَأُخْبِرْتُ : أَنَّ الزُّبَيْرَ قَالَ : لَقَدْ وَضَعْتُ رِجْلِي عَلَيْهِ ، ثُمَّ تَمَطَّأْتُ ، فَكَانَ الجَهْدُ أَنْ نَزَعْتُهَا وَقَدِ انْثَنَى طَرَفَاهَا . قَالَ عُرْوَةُ : فَسَأَلَهُ إِيَّاهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَعْطَاهُ ، فَلَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَخَذَهَا ، ثُمَّ طَلَبَهَا أَبُو بَكْرٍ فَأَعْطَاهُ ، فَلَمَّا قُبِضَ أَبُو بَكْرٍ سَأَلَهَا إِيَّاهُ عُمَرُ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا ، فَلَمَّا قُبِضَ عُمَرُ أَخَذَهَا ، ثُمَّ طَلَبَهَا عُثْمَانُ مِنْهُ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا ، فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ وَقَعَتْ عِنْدَ آلِ عَلِيٍّ ، فَطَلَبَهَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ ، فَكَانَتْ عِنْدَهُ حَتَّى قُتِلَ .

اس روایت میں عبیدہ بن سعید بن العاص کے قتل کا ذکر ہے جس کو بدر میں حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ (۱۳)

امام بخاری رحمہ اللہ کا اس حدیث کو یہاں ذکر کرکے یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت زبیر بن العوامؓ جنگ بدر میں شریک تھے۔

۳۷۷۷ : حدثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ ، عَائِذُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ : أَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ ، وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ : (بَايِعُونِي) . [ر : ۱۸]

اس روایت میں حضرت عبادہ بن الصامتؓ (۱۴) کے بدری ہونے کا ذکر ہے اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کی تخریج یہاں کی۔

---

(۱۲) الاصابۃ ج ۳ ص ۲۲۹ ـ وطبقات ابن سعد ج ۳ ص ۴۵۳ (۱۳) دیکھیے ("عبیدہ بن سعید کا قتل" ص ۶۷)

(۱۴) عبادۃ بن الصامت.... كان احد النقباء بالعقبة، وآخى رسول الله صلى الله عليه وسلم بينه وبين ابي مرثد الغنوي وشهد المشاهد كلها، انه كان طوالا جميلا جسيما، ومات بالرملة سنة اربع وثلاثين۔ (وانظر الاصابة ۲/ ۲۶۹۔)

۳۷۷۸ : حدَّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّ أَبَا حُذَيْفَةَ ، وَكانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسولِ اللهِ ﷺ ، تَبَنَّى سَالِمًا ، وَأَنْكَحَهُ بِنْتَ أَخِيهِ هِنْدَ بِنْتَ الْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ ، وَهُوَ مَوْلًى لِامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصارِ ، كما تَبَنَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ زَيْدًا ، وَكانَ مَنْ تَبَنَّى رَجُلاً في الجَاهِلِيَّةِ دَعاهُ النَّاسُ إِلَيْهِ وَوَرِثَ مِنْ مِيرَاثِهِ ، حَتَّى أَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى : «ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ» . فَجاءَتْ سَهْلَةُ النَّبِيَّ ﷺ : فَذَكَرَ الحَدِيثَ . [٤٨٠٠]

حضرت ابوحذیفہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر میں شریک ہوئے تھے انہوں نے سالم بن معقل کو متبنیٰ (منہ بولا بیٹا) بنالیا تھا اور اپنی بھتیجی سے سالم کی شادی کردی تھی، ان کی بھتیجی کا نام "ہند بنت الولید" ہے۔ بخاری کی اس روایت کے علاوہ نسائی اور ابوداؤد کی روایات میں بھی ان کا نام "ہند بنت الولید" بیان کیا گیا ہے۔ (۱۵) لیکن موطا امام مالک کی روایت میں ان کا نام "فاطمہ" بتایا گیا ہے۔ (۱۶) اور حافظ ابن عبدالبر نے شرح موطا میں امام مالک کی اقتدا کرتے ہوئے سالم کی بیوی کا نام "فاطمہ بنت الولید" بیان کیا ہے (۱۷) ابن عبدالبر نے "الاستیعاب" میں صحابیات میں "ہند بنت الولید" کا ذکر نہیں کیا۔ ابن سعد نے طبقات میں بھی "ہند بنت الولید" کا ذکر صحابیات میں نہیں کیا۔ (۱۸) لیکن بخاری، ابوداود اور نسائی کی روایتوں میں ان کا نام "ہند بنت الولید" بتایا گیا ہے۔

دونوں قسم کی روایات میں آپ اس طرح تطبیق کرسکتے ہیں کہ ممکن ہے کہ ان کے دو نام ہوں اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ایک نام ہو اور دوسرا لقب ہو تو کسی نے نام کا ذکر کردیا اور کسی نے لقب کا ذکر کردیا لہذا اب بخاری اور مؤطا کی روایتوں میں تضاد نہیں رہے گا۔

وهومولی لامرأة من الانصار

"اور حضرت سالم ایک انصاری خاتون کے آزاد کردہ غلام تھے" یہ انصاری خاتون "ثبیتہ بنت یعار" تھیں، یہاں اشکال ہوتا ہے کہ "کتاب المناقب" میں ایک باب ہے "باب مناقب سالم مولی ابی حذیفہ" وہاں حضرت سالم کو "مولی ابی حذیفہ" کہا ہے اور اس روایت میں ہے "هومولی لامراة من الانصار" کہ وہ ایک انصاریہ کے آزاد کردہ غلام تھے، بظاہر دونوں میں تعارض ہے۔

حافظ ابن حجر نے اس کا جواب یہ دیا کہ اصل میں آزاد کردہ غلام تو ثبیتہ انصاریہ کے ہی ہیں۔

---

(۱۵) دیکھیے عمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۰۸ (۱۶) دیکھیے فتح الباری: ۷/ ۲۱۵

(۱۷) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۰۸ (۱۸) فتح الباری: ۷/ ۲۱۵

کتاب المناقب میں حضرت سالم کو جو "مولی ابی حذیفہ" کہا ہے وہ مجازًا کہا ہے چونکہ حضرت سالم حضرت ابوحذیفہ کے پاس رہا کرتے تھے اور ان کے ساتھ خصوصی تعلقات تھے اس وجہ سے ان کو "مولی ابی حذیفہ" کہدیا۔ (۱۹)

وکان من تبنی رجلا فی الجاهلية دعاه الناس اليه

"اور زمانۂ جاہلیت میں جب کسی کو منہ بولا بیٹا بنایا جاتا تھا تو لوگ اس کی نسبت اس شخص کی طرف کرتے تھے جس نے اس کو متبنیٰ بنایا ہے۔"

اور یہ متبنیٰ اس متبنیٰ بنانے والے کا وارث بھی ہوتا تھا، یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ احزاب کی یہ آیت اتاری "ادعوهم لآباء هم" (۲۰)

فجاءت سهلة النبی صلی اللہ عليه وسلم فذکر الحديث

آگے وہی واقعہ ہے کہ سہلہ بنت سہیل جو حضرت ابوحذیفہ کی بیوی تھیں وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت سالم سے ہماری محبت اور تعلق اتنا ہے کہ ان کو ہم نے بیٹا بنایا ہوا تھا اب جب کہ آیت اتری ہے تو سالم کا ہمارے گھر آنا ابوحذیفہ کو ناگوار گزرتا ہے جبکہ سالم سے قطع تعلق کرنا بھی ہمارے لیے مشکل ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان کو دودھ پلاوو چنانچہ حضرت سہلہ نے ان کو اپنا دودھ پلایا اور اس طرح وہ ان کے رضاعی بیٹے بن گئے۔ اس عمر میں دودھ پلا کر رضاعت کا اعتبار کرنا خصوصیت پر محمول ہوا۔

اس واقعہ کا اس باب سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس حدیث میں چونکہ یہ ہے کہ حضرت ابوحذیفہؓ جنگ بدر میں شریک تھے اس وجہ سے امام بخاریؒ نے یہ حدیث یہاں ذکر کی۔

حضرت ابوحذیفہؓ

حضرت ابوحذیفہؓ بدری صحابی ہیں، ان کا نام بعض لوگوں نے "مُہشَم" بعض نے "هُشَيم" بعض نے "هاشم" اور بعض نے "قیس" بتایا ہے۔ یہ فضلاء صحابہ میں سے ہیں اور صاحب الہجرتین ہیں، چھپن سال کی عمر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے ہیں۔ (۲۱)

---

(۱۹) فتح الباری: ۷/ ۳۱۵

(۲۰) پوری آیت ہے ادعوهم لآبائهم هو اقسط عند الله، فان لم تعلموا آباء هم فاخوانكم فی الدين ومواليكم وليس عليكم جناح فيما اخطاتم به ولكن ما تعمدت قلوبكم وكان الله غفورا رحيما (سورۃ الاحزاب / ۵)

(۲۱) دیکھیے الاصابۃ ج ۴۔ ص: ۴۲۔ ۴۳

۳۷۷۹ : حدّثنا عَليٌّ : حدّثنا بِشْرُ بْنُ المُفَضَّلِ : حدّثنا خالِدُ بْنُ ذَكْوانَ ، عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قالَتْ : دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ غَداةَ بُنِيَ عَلَيَّ ، فَجَلَسَ عَلَى فِراشِي كَمَجْلِسِكَ مِنِّي ، وَجُوَيْرِيَاتٌ يَضْرِبْنَ بِالدَّفِّ ، يَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبائِهِنَّ يَوْمَ بَدْرٍ ، حَتَّى قالَتْ جارِيَةٌ : وَفِينا نَبِيٌّ يَعْلَمُ ما في غَدٍ ، فَقالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَا تَقُولِي هٰكَذَا ، وَقُولِي ما كُنْتِ تَقُولِينَ) . [٤٨٥٢]

ربیع بنت معوذ فرماتی ہیں کہ میرے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس رات کی صبح کو تشریف لائے جس رات میری رخصتی عمل میں آئی تھی۔ (عرب کا یہ دستور تھا کہ وہ لڑکی کو اس وقت تک رخصت نہیں کرتے تھے جب تک شوہر اس کے لیے علیحدہ گھر اور مکان کا انتظام نہ کرلیتا اس لیے لفظ "بنی" کو رخصتی کے لیے استعمال کیا جانے لگا کیونکہ رخصتی بناء (گھر بنانے) پر موقوف ہوتی تھی، تو "بُنِیَ علیّ" کا مطلب ہے جس رات میری رخصتی ہوئی) اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آکر میرے بستر پر اس طرح بیٹھ گئے جس طرح اے خالد بن ذکوان! تم بیٹھے ہو۔

ایک اشکال اور اس کے جوابات

یہاں یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ خلوۃ بالاجنبیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے کی؟

❶ ایک جواب تو یہ دیا گیا ہے کہ یہ واقعہ نزول حجاب سے پہلے کا ہے۔

❷ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں خلوت ہی نہیں تھی یہاں تو بچیاں تھیں جو گیت گا رہی تھیں جیسے آگے روایت میں آرہا ہے۔

❸ لیکن حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ ادلہ قویہ سے ہم پر یہ بات واضح ہوئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خلوت بالاجنبیہ جائز تھی کیونکہ خلوت بالاجنبیہ اس لیے شریعت میں ناجائز ہے کہ اس میں فتنہ کا اندیشہ ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں، وہاں فتنہ کا کوئی خوف موجود نہیں۔ (۲۲)

وجویریات یضربن بالدف

دف بالضم بھی پڑھا جاتا ہے اور بالفتح بھی پڑھا جاتا ہے، یعنی بچیاں تھیں جو دف بجارہی تھیں۔(۲۳)

---

(۲۲) قال الکرمانی هو محمول علی ان ذلک کان من وراء حجاب، او کان قبل نزول آیة الحجاب، واجاز النظر للحاجة او عند الامن من الفتنة.... والاخر هو المعتمد، والذی وضح لنا بالادلة القویة ان من خصائص النبی صلی اللہ علیه وسلم جواز الخلوة بالاجنبیة والنظر الیها۔ (فتح الباری: ۹/ ۲۰۳ کتاب النکاح)

(۲۳) عمدة القاری: ۱۷/ ۱۰۹۔

یندبین من قتل من آبائهن

"ندب" میت کے محاسن کے ذکر کو کہتے ہیں، تو وہ بچیاں بدر میں شہید ہونے والے صحابہ کے لیے جو مرثیے کہے گئے تھے ان کو پڑھ رہی تھیں۔ اس حدیث سے دف کے بجانے اور اس کی آواز سننے کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس سے آج کل کے مزامیر کے استعمال اور گانوں کے جواز پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ آج کل جو لوگ گانا گاتے ہیں یا ڈھول بجاتے ہیں وہ اس فن کو سیکھنے کے لیے بڑی ریاضت کرتے ہیں۔ اساتذۂ فن اور ماہرین فن جو کام انجام دیتے ہیں اس کو ان بچیوں کے فعل سے جائز ثابت نہیں کیا جاسکتا، نکاح کے موقع پر دف بجانے کی صرف اتنی اجازت ہے کہ اس سے نکاح کا اعلان ہوجائے۔

حتی قالت جاریة: وفینا نبی یعلم ما فی غد

ایک بچی نے کہا کہ ہمارے اندر نبی موجود ہیں جو مستقبل کی بات جانتے ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لاتقولی هکذا" اس طرح مت کہو کیونکہ مستقبل کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے، اگر اللہ کسی کو مستقبل کے کسی واقعہ کا علم دیدیں تو اور بات ہے لیکن بغیر کسی سبب کے اور بغیر عطاء الٰہی کے کسی کو مستقبل کا علم نہیں ہوسکتا۔

۳۷۸۰ : حدّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ
حدّثنا إِسْمَاعِيلُ قالَ : حَدَّثَنِي أَخِي ، عَنْ سُلَيْمَانَ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللّٰهِ بْنِ عَبْدِ ٱللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ : أَنَّ ٱبْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا قالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو طَلْحَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ ، صَاحِبُ رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ ، وَكَانَ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ : أَنَّهُ قالَ : (لَا تَدْخُلُ ٱلْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ) . يُرِيدُ صُورَةَ ٱلتَّمَاثِيلِ ٱلَّتِي فِيهَا ٱلْأَرْوَاحُ . [ر : ۳۰۵۳]

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بدر میں شریک ہوئے تھے، حضرت ابوطلحہ مشہور صحابی ہیں اور حضرت ام سلیم کے شوہر ہیں۔ (۲۴)

(۲۴) قال الحافظ ابن حجر فی الاصابة (۱/۵۶۵ ـ ۵۶۶) زید بن سهل بن الاسود بن حرام.... الانصاری الخزرجی ابوطلحة مشهور بکنیة.... کان من فضلاء الصحابة وهو زوج ام سلیم.... خطب ابوطلحة ام سلیم فقالت: یا اباطلحة، ما مثلک یرد ولکنک امرؤ کافر وانا مسلمة، لاتحل لی فان تسلم فذلک مهری، فاسلم فکان ذلک مهرها.... وعن انس انه کان یرمی بین یدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم احد فرفع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینظر، فرفع ابوطلحة صدره، وقال: هکذا لایصیبک بعض سهامهم نحری دون نحرک.... واختلف فی وفاته، فقال الواقدی: مات سنة اربع وثلاثین وصلی علیه عثمان، وقیل: قبلها بسنتین، وقال ابوزرعة الدمشقی: عاش بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربعین سنة.... فعلی هذا یکون موته سنة خمسین، او سنة احدی وخمسین.... وبه جزم المدائنی

لاتدخل الملائكة بيتا فيه كلب ولا صورة

جس گھر میں کتا اور تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

يريد التماثيل التي فيها الارواح

یا تو اس سے ذی روح کی تصویر مراد ہے یا وہ مورتیاں مراد ہیں جو ذی روح کی ہوتی ہیں۔ (۲۵)

بہرحال ایسے گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو یا تصویریں اور مورتیاں ہوں، فرشتوں سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں۔ پھر یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ "کلب" عام ہے یا کلب سے مراد وہ کلب ہے جس کے پالنے کی اجازت نہ ہو، علامہ نووی اور قرطبی کی رائے یہ ہے کہ اس سے عام مراد ہے البتہ دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ اس سے وہ کلب مراد ہے جس کو پالنے کی اجازت نہیں (اس کی پوری تفصیل کتاب اللباس میں آئے گی) (۲۶)

٣٧٨١ : حدّثنا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ . وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ : حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ : حَدَّثَنَا يُونُسُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ : أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ أَخْبَرَهُ : أَنَّ عَلِيًّا قالَ : كَانَتْ لِي شَارِفٌ مِنْ نَصِيبِي مِنَ المَغْنَمِ يَوْمَ بَدْرٍ ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَعْطَانِي مِمَّا أَفَاءَ ٱللهُ عَلَيْهِ مِنَ الخُمُسِ يَوْمَئِذٍ ، فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَبْتَنِيَ بِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ ، بِنْتِ النَّبِيِّ ﷺ ، وَاعَدْتُ رَجُلًا صَوَّاغًا فِي بَنِي قَيْنُقَاعَ أَنْ يَرْتَحِلَ مَعِي ، فَنَأْتِيَ بِإِذْخِرٍ ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَبِيعَهُ مِنَ الصَّوَّاغِينَ ، فَنَسْتَعِينَ بِهِ فِي وَلِيمَةِ عُرْسِي ، فَبَيْنَا أَنَا أَجْمَعُ لِشَارِفَيَّ مِنَ الأَقْتَابِ وَالغَرَائِرِ وَالحِبَالِ ، وَشَارِفَايَ مُنَاخَانِ إِلَى جَنْبِ حُجْرَةِ رَجُلٍ مِنَ الأَنْصَارِ ، حَتَّى جَمَعْتُ مَا جَمَعْتُ ، فَإِذَا أَنَا بِشَارِفَيَّ قَدْ أُجِبَّتْ أَسْنِمَتُهُمَا ، وَبُقِرَتْ خَوَاصِرُهُمَا ، وَأُخِذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا ، فَلَمْ أَمْلِكْ عَيْنَيَّ حِينَ رَأَيْتُ المَنْظَرَ ، قُلْتُ : مَنْ فَعَلَ هٰذَا ؟ قَالُوا : فَعَلَهُ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ المُطَّلِبِ ، وَهُوَ فِي البَيْتِ فِي شَرْبٍ مِنَ الأَنْصَارِ ، عِنْدَهُ قَيْنَةٌ وَأَصْحَابُهُ ، فَقَالَتْ فِي غِنَائِهَا : أَلَا يَا حَمْزَ لِلشُّرُفِ النِّوَاءِ ، فَوَثَبَ حَمْزَةُ إِلَى السَّيْفِ ، فَأَجَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا ، وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا ، وَأَخَذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا ، قَالَ عَلِيٌّ : فَانْطَلَقْتُ حَتَّى أَدْخُلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ، وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ ، وَعَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ الَّذِي لَقِيتُ ، فَقَالَ : (مَا لَكَ) . قُلْتُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ ، عَدَا

---

(۲۵) والتماثيل جمع تمثال وهو الصورة۔ (عمدة القاري: ۱۷/ ۱۱۰)

(۲۶) صحيح مسلم: ۲/ ۲۰۰ ۔ كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان۔

حَمْزَةُ عَلَى نَاقَتِيَّ ، فَأَجَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا ، وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا ، وَهَا هُوَ ذَا فِي بَيْتٍ مَعَهُ شَرْبٌ ، فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ بِرِدَائِهِ فَارْتَدَى ، ثُمَّ انْطَلَقَ يَمْشِي ، وَاتَّبَعْتُهُ أَنَا وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ ، حَتَّى جَاءَ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ حَمْزَةُ ، فَاسْتَأْذَنَ عَلَيْهِ ، فَأُذِنَ لَهُ ، فَطَفِقَ النَّبِيُّ ﷺ يَلُومُ حَمْزَةَ فِيمَا فَعَلَ ، فَإِذَا حَمْزَةُ ثَمِلٌ ، مُحْمَرَّةٌ عَيْنَاهُ ، فَنَظَرَ حَمْزَةُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلَى رُكْبَتِهِ ، ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلَى وَجْهِهِ ، ثُمَّ قَالَ حَمْزَةُ : وَهَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيدٌ لِأَبِي ، فَعَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ أَنَّهُ ثَمِلٌ ، فَنَكَصَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى عَقِبَيْهِ الْقَهْقَرَى ، فَخَرَجَ وَخَرَجْنَا مَعَهُ . [ر : ۱۹۸۳]

حدثنا عبدان قال اخبرنا عبداللہ اخبرنا معمر....

یہاں امام بخاری کے شیخ ہیں عبدان، یہ عبداللہ بن عثمان بن جبلہ ہیں اور ان کی کنیت ابوعبدالرحمن ہے، حافظ ابن حجر کی رائے یہ ہے کہ ان کا نام "عبداللہ" ہے لوگوں نے اس میں ترمیم کرکے "عبدان" بنادیا اور حافظ ابن طاہر فرماتے ہیں کہ ان کا نام عبداللہ اور کنیت ابوعبدالرحمن ہے، ان کے نام سے "عبد" کو لیا ہے اور اسی طرح ان کی کنیت سے "عبد" کو لیا ہے اور دونوں کا تثنیہ "عبدان" بنالیا گیا اور اسی سے یہ مشہور ہیں۔ (۲۷)

ان علیا قال: کانت لی شارف من نصیبی من المغنم یوم بدر

حضرت علیؓ فرماتے ہیں میرے پاس ایک اونٹنی تھی جو مجھے بدر میں مال غنیمت کے حصہ سے ملی تھی۔

شارف: مُسن اونٹنی کو کہتے ہیں۔ (۲۸)

وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعطانی مما افاء اللہ علیہ من الخمس یومئذ.... اعطانی کا مفعول محذوف ہے یعنی اعطانی شارفاً

"اور ایک دوسری اونٹنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس خمس میں سے دی تھی جو اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بدر کے دن عطا فرمایا تھا۔"

یعنی غنیمت میں سے خمس نکالا گیا تھا اور اس خمس کو آپ نے پھر تقسیم کیا تھا تو اس میں ایک اور اونٹنی حضرت علیؓ کو ملی تھی اس طرح حضرت علیؓ کے پاس دو اونٹنیاں ہوگئیں۔

فلما اردت ان ابتنی بفاطمة بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۲۷) دیکھئے عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۴۷

(۲۸) فتح الباری: ۶ / ۱۹۹۔

جب میں نے فاطمہ بنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصتی کا ارادہ کیا، "بناء" اور "ابتناء" کا لفظ رخصتی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

واعدت رجلا صواغاً فی بنی قینقاع ان یرتحل معی فنأتی باذخر فاردت ان ابیعه من الصواغین فنستعین به فی ولیمة عرسی

"تو میں نے بنو قینقاع کے ایک سنار سے یہ طے کیا کہ وہ میرے ساتھ چلے اور ہم اذخر گھاس لائیں، میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں اس گھاس کو سناروں کے ہاں فروخت کردوں گا اور اس سے اپنی شادی کے ولیمہ میں کچھ مدد حاصل کروں گا۔"

فبینا انا اجمع لشارفی من الاقتاب والغرائر والحبال

الاقتاب: "قتب" کی جمع ہے، پالان کو کہتے ہیں۔

الغرائر: "غرارة" کی جمع ہے، بوریوں کو کہتے ہیں۔

الحبال: "حبل" کی جمع ہے، رسی کو کہا جاتا ہے۔

ترجمہ ہے۔ "پس اس اثنا میں کہ میں اپنی دونوں اونٹنیوں کے لیے پالان، بورے اور رسیاں جمع کررہا تھا۔"

وشارفای مناخان الی جنب حجرة رجل من الانصار

"اور میری دونوں اونٹنیاں ایک انصاری کے حجرہ کے پہلو میں بیٹھی ہوئی تھیں"

حتی جمعت ماجمعت

"یہاں تک کہ میں نے جمع کیا وہ جو میں نے جمع کیا۔"

فاذا انا بشارفی قد اجبّت اسنمتهما، وبقرت خواصرهما، واخذ من اکبادهما

اسنمة: "سنام" کی جمع ہے کوہان کو کہتے ہیں۔

بقرت: ای شقت وقطعت: چیر دی گئیں

خواصر: "خاصر" کی جمع ہے، کوکھ کو کہتے ہیں۔

اکباد: "کبد" کی جمع ہے کلیجی کو کہا جاتا ہے۔

"سو اچانک میں نے دیکھا کہ میری دونوں اونٹنیوں کی کوہانیں کاٹ لی گئیں اور ان کی کوکھیں چیر دی گئیں، اور دونوں کی کلیجیاں نکال لی گئیں۔"

فلم املک عینی حین رایت المنظر، قلت: من فعل هذا؟ قالوا: فعله حمزة بن عبدالمطلب، وهو فی

هذا البیت فی شرب من الانصار

"جب میں نے یہ منظر دیکھا تو میں اپنی آنکھوں پر قابو نہ رکھ سکا، میں نے پوچھا کہ یہ کس نے کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ (تمہارے چچا) حمزہ بن عبدالمطلب نے کیا ہے اور انصار کی شراب نوشی کرنے والی ایک جماعت کے ساتھ وہ اس مکان میں موجود ہیں۔"

شرْب: یہ "شارب" کی جمع ہے جیسے "راجل" کی جمع "رَجل" آتی ہے۔ مراد ہے شراب پینے والے لوگ۔

وعنده قینة واصحابه، فقالت فی غنائها: الا یا حمزة للشُرف النِواء

قینة: گانا گانے والی عورت

شرف: یہ "شارف" کی جمع ہے۔ پختہ عمر اونٹنی کو کہتے ہیں

النواء: "ناویة" کی جمع ہے یہ "شرف" کی صفت ہے بمعنی سمینٌ، فربہ

"ان کے پاس ایک مغنیہ ہے اور ان کے ساتھی ہیں، تو گانے والی عورت نے اپنے گانے میں کہا "الا یا حمزة للشرف النواء" اے حمزہ! ان موٹی تازی اونٹنیوں کی طرف چلو۔

فوثب حمزة الی السیف فاجتب اسنمتهما وبقر خواصرهما، واخذ من اکبادهما

"چنانچہ حمزہ نے کود کر تلوار لی اور دونوں اونٹنیوں کے کوہان کاٹے، ان کی کوکھیں چیریں اور ان کی کلیجیاں نکالیں۔"

قال علی. فانطلقت الی النبی صلی اللہ علیه وسلم وعنده زید بن حارثة، وعرف النبی صلی اللہ علیه وسلم الذی لقیت، فقال: مالک؟

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں یہ حالت دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؐ کے پاس زید بن حارثہ بھی تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے رنج وغم کو سمجھ گئے، آپؐ نے دریافت فرمایا، "تمہیں کیا ہوا؟" میں نے کہا، یارسول اللہ! میں نے آج کی طرح افسوس ناک منظر نہیں دیکھا۔ آج حضرت حمزہؓ نے میری دو اونٹنیوں پر ظلم کیا، ان کی کوہانیں کاٹ ڈالیں اور ان کی کوکھیں چیر ڈالیں اور وہ اور ان کے ساتھی یہاں ایک گھر میں موجود ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر طلب فرمائی اور اوڑھ کر روانہ ہوئے۔ زید بن حارثہ بھی آپ کے پیچھے چلے اور اس گھر میں آئے جس میں حضرت حمزہؓ تھے آپؐ نے اندر جانے کی اجازت طلب کی تو آپؐ کو اجازت مل گئی، اندر جاکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہؓ کے اس فعل پر ان کو ملامت کرنا شروع کیا۔ فاذا حمزة ثمل محمرة عیناہ "ثمل" کے معنی نشہ میں مدہوش ہونے کے ہیں یعنی حضرت حمزہؓ نشہ کی حالت میں تھے اور دونوں آنکھیں سرخ

ہورہی تھیں۔ حضرت حمزہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر اٹھائی (پاؤں کی طرف) پھر نگاہ کو ذرا اور اونچا کیا اور آپؐ کے گھٹنہ پر نظر ڈالی پھر نظر کو مزید اٹھایا اور آپ کے چہرہ کی طرف دیکھ کر کہنے لگے۔

وھل انتم الاعبید لابی

"تم لوگ میرے باپ کے غلام ہی تو ہو۔" حضور اکرم صلی للہ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ یہ نشہ میں مدہوش ہیں چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم الٹے پاؤں وہاں سے واپس ہوئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ باہر نکل آئے۔

حضرت حمزہؓ نے یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ سے کہا کہ "تم میرے باپ کے غلام ہو" حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی توجیہ یہ کی کہ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عبدالمطلب کے پوتے ہیں اور حضرت علیؓ بھی ان کے پوتے ہیں اور حضرت حمزہ ان کے پوتے نہیں بلکہ بیٹے ہیں تو انہوں نے عبدالمطلب کو (جوکہ حضورؐ اور حضرت علیؓ کے دادا اور عرب کے سردار تھے) بمنزلہ سید وآقا قرار دیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ سے کہا کہ "ھل انتم الاعبید لابی" اور خود چونکہ ان کے بیٹے ہیں اور عبدالمطلب سے ان کی نسبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کے مقابلہ میں زیادہ قریبی ہے تو اس جملہ سے حضرت حمزہ کا مقصود اس بات پر فخر ہے کہ میں تمہاری نسبت عبدالمطلب کے زیادہ قریب ہوں۔[۲۹]

لیکن حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت حمزہ کے اس کلام میں آخر توجیہ کی ضرورت ہی کیا ہے؟ جبکہ وہ نشہ اور سکر کی حالت میں تھے، نشہ کی حالت میں انسان عقل وہوش کھو بیٹھتا ہے، حضرت حمزہ نے بھی اس حالت میں ایک بے معنی اور بے مقصد بات کہہ دی تو اس کی توجیہ کی ضرورت ہے۔ (۳۰)

بہرحال امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو یہاں غزوۂ بدر کے بیان میں اس لیے ذکر کیا کہ اس حدیث میں ہے کہ بدر کے مال غنیمت سے حضرت علیؓ کو اونٹنی ملی تھی جس سے حضرت علیؓ کا بدری ہونا معلوم ہوتا ہے اور یہی امام بخاری کا مقصد ہے۔

۳۷۸۲ : حدثني مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ : أَخْبَرَنَا ٱبْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ : أَنْفَذَهُ لَنَا ٱبْنُ الْأَصْبَهَانِيِّ : سَمِعَهُ مِنِ ٱبْنِ مَعْقِلٍ : أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ كَبَّرَ عَلَى سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ ، فَقَالَ : إِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا

(۲۹) قال الحافظ: اراد ان اباه عبدالمطلب جد للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ولعلی رضی اللہ عنہ ایضاً والجد یدعی سیداً، وحاصلہ ان حمزۃ اراد الافتخار علیہم بانہ اقرب الی عبدالمطلب منہم (تعلیقات اللامع: ۸/۲۶۸)

(۳۰) قال الشیخ رشید احمد الگنگوہی قدس سرہ فی قولہ: وما انتم الاعبید لابی: ومابعد التلطف لتوجیہ صحتہ مع انہ من کلام سکران الذی لم یکن لہ عقل اذذاک۔ (لامع الدراری: ۸/۲۶۷۔)

محمد بن عباد کی کنیت "ابوعبداللہ" ہے، امام بخاری کے استاذ ہیں، ان کا قیام بغداد میں رہا، ثقہ اور معروف ومشہور راوی ہیں۔ ۲۳۴ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے، خصوصی بات یہ ہے کہ ان کی بخاری میں صرف یہی ایک روایت ہے۔ (۳۱)

انفذہ لنا ابن الاصبہانی

"ابن الاصبہانی" کا نام "عبدالرحمٰن بن عبداللہ" ہے اور یہ کوفہ کے رہنے والے ہیں، اس جملہ کے دو مطلب ہوسکتے ہیں۔

❶ ایک مطلب یہ کہ ابن الاصبہانی نے یہ حدیث ہم سے پوری سند کے ساتھ اخیر تک بیان کی۔

❷ دوسرے معنی یہ ہوسکتے ہیں کہ "ابن الاصبہانی" نے یہ حدیث ہمیں لکھ کر ارسال کی ہم یہ حدیث ان سے سن کر نقل نہیں کررہے بلکہ بطریق مکاتبہ نقل کررہے ہیں۔ (۳۲)

آگے روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت سہل بن حنیف کی نماز جنازہ پر تکبیریں پڑھیں اور فرمایا کہ "حضرت سہل بدر میں حاضر تھے۔" نماز جنازہ میں کتنی تکبیریں کہی تھیں؟ ابن عبدالبر اور بغوی کی روایت کے مطابق چھ تکبیریں اور حافظ ابوذر کی روایت کے مطابق پانچ تکبیریں حضرت علیؓ نے کہی تھیں۔ (۳۳)

۳۷۸۳ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ : أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُحَدِّثُ : أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ، حِينَ تَأَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ مِنْ خُنَيْسِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا ، تُوُفِّيَ بِالْمَدِينَةِ ، قالَ عُمَرُ : فَلَقِيتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ ، فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ ، فَقُلْتُ : إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ ، قالَ : سَأَنْظُرُ فِي أَمْرِي ، فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ، فَقَالَ : قَدْ بَدَا لِي أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ يَوْمِي هٰذَا . قالَ عُمَرُ : فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ ، فَقُلْتُ : إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ ، فَصَمَتَ أَبُو بَكْرٍ فَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا ، فَكُنْتُ عَلَيْهِ أَوْجَدَ مِنِّي عَلَى عُثْمَانَ ، فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ ، فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ : لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِينَ عَرَضْتَ

---

(۳۱) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۱۱۔

(۳۲) قال الحافظ: انفذہ لنا ابن الاصبہانی: ای بلغ منتہاہ من الروایۃ وتمام السیاق فنفذ فیہ، کقولک: انفذت السہم ای رمیت بہ فاصبت وقیل: المراد بقولہ: (انفذہ لنا) ای ارسلہ، فکأنہ حملہ عنہ مکاتبۃ اواجازۃ (وانظر فتح الباری: ۷/ ۳۱۸۔)

(۳۳) دیکھیے فتح الباری ج: ۷۔ ص: ۳۱۸۔

عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ أَرْجِعْ إِلَيْكَ ؟ قُلْتُ : نَعَمْ ، قَالَ : فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ فِيمَا عَرَضْتَ ، إِلَّا أَنِّي قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ ذَكَرَهَا ، فَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، وَلَوْ تَرَكَهَا لَقَبِلْتُهَا . [٤٨٣٠ ، ٤٨٣٦ ، ٤٨٥٠]

روایت میں ہے کہ جب حضرت حفصہ بنت عمر اپنے شوہر حضرت خنیس بن حذافہ سہمی کے انتقال سے بیوہ ہوئیں اور حضرت خنیس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے اور بدر میں شریک تھے، آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی، حضرت حفصہ کی چونکہ اب شادی کی عمر تھی لہذا ان کا خیال ہوا کہ شادی کریں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت عمرفاروقؓ، حضرت عثمانؓ سے ملے اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کا نکاح حفصہ سے کردوں لیکن حضرت عثمانؓ نے کہا کہ میں سوچوں گا اور سوچنے کے بعد کہا کہ میرا فی الحال نکاح کا ارادہ نہیں، حضرت عمرؓ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ سے ملے اور ان سے حفصہ کے نکاح کے بارے میں کہا لیکن حضرت ابوبکرؓ خاموش رہے اور کوئی جواب نہیں دیا، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ پر حضرت عثمانؓ کی بہ نسبت مجھے زیادہ غصہ آیا (ایک تو اس لیے کہ انہوں نے کوئی جواب ہی نہیں دیا اور دوسرے یہ کہ ان سے تعلقات بھی حضرت عثمانؓ کے مقابلہ میں زیادہ تھے۔) پھر چند دنوں کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حفصہ کا پیغام بھیجا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت حفصہ کا نکاح ہوگیا۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ بعد میں مجھ سے حضرت ابوبکرؓ ملے اور کہا کہ شاید جب حضرت حفصہؓ کے نکاح کے سلسلہ میں میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا، آپ مجھ سے ناراض ہوگئے تھے، میں نے کہا ہاں ناراضگی ہوئی تھی، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں نے آپ کو جواب اس لیے نہیں دیا تھا کہ میرے علم میں یہ بات آچکی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہؓ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں سو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز افشا کرنا نہیں چاہتا تھا، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارادہ ترک فرمادیتے تو میں ضرور قبول کرتا۔

اس حدیث میں چونکہ حضرت خنیس بن حذافہ کے بدری ہونے کا ذکر ہے اس لیے امام بخاری نے یہاں ذکر کردی ہے۔ واللہ اعلم

حضرت خنیس بن حذافہ

یہ فضلاء صحابہ میں سے ہیں اور صاحب الہجرتین ہیں۔ بدر میں شریک رہے اور جنگ احد میں زخمی ہوئے اور اسی زخم کی وجہ سے مدینہ منورہ میں ان کا انتقال ہوا، یہ عبداللہ بن حذافہ کے بھائی ہیں۔ (۳۳)

---

(۳۳) دیکھیے الاصابہ ج:۱، ص:۴۵۶۔

آگے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تین روایتیں ذکر کی ہیں اور ان تینوں روایتوں سے امام بخاری حضرت ابو مسعودؓ کا بدری ہونا ثابت کررہے ہیں۔

٣٧٨٤ : حدّثنا مُسْلِمٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَدِيٍّ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ : سَمِعَ أَبَا مَسْعُودٍ الْبَدْرِيَّ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلَى أَهْلِهِ صَدَقَةٌ) . [ر : ٥٥]

٣٧٨٥ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي إِمَارَتِهِ : أَخَّرَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ الْعَصْرَ ، وَهُوَ أَمِيرُ الْكُوفَةِ ، فَدَخَلَ أَبُو مَسْعُودٍ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو الْأَنْصَارِيُّ ، جَدُّ زَيْدِ بْنِ حَسَنٍ ، شَهِدَ بَدْرًا ، فَقَالَ : لَقَدْ عَلِمْتَ : نَزَلَ جِبْرِيلُ فَصَلَّى ، فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ خَمْسَ صَلَوَاتٍ ، ثُمَّ قَالَ : (هٰكَذَا أُمِرْتُ) . كَذٰلِكَ كَانَ بَشِيرُ بْنُ أَبِي مَسْعُودٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ . [ر : ٤٩٩]

٣٧٨٦ : حدّثنا مُوسَى : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ ، عَنْ عَلْقَمَةَ ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (الْآيَتَانِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ ، مَنْ قَرَأَهُمَا فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ) . قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ : فَلَقِيتُ أَبَا مَسْعُودٍ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ ، فَسَأَلْتُهُ فَحَدَّثَنِيهِ . [٤٧٢٢ ، ٤٧٥٣ ، ٤٧٦٤]

حضرت ابو مسعودؓ

ان کا نام عقبہ بن عمرو ہے، اور یہ انصاری ہیں، قبیلۂ خزرج سے ان کا تعلق ہے اور بیعت عقبہ میں شریک تھے، ان کے بدری ہونے میں اختلاف ہے، ابن اسحاق اور واقدی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ یہ جنگ بدر میں شریک نہیں تھے، ان کو "بدری" اس لیے کہا جاتا ہے کہ بدر کے مقام میں رہائش پذیر تھے۔ لیکن امام بخاری، امام مسلم، طبرانی اور ابو عتبہ بن سلام وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ یہ بدر میں شریک تھے اور آپ کو معلوم ہے کہ.... المثبت مقدم علی المنفی مثبت کو منفی پر ترجیح ہوتی ہے تو اس لیے ان کو بدری شمار کیا جائے گا۔ (۳۵)

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں ابو مسعودؓ کے بدری ہونے کے ثبوت میں تین روایتیں تخریج کی ہیں، پہلی روایت میں ان کے نام کے ساتھ صرف "بدری" ذکر کیا گیا ہے اس میں یہ احتمال تھا کہ چونکہ وہ بدر میں رہتے تھے اس لیے ان کو بدری کہہ دیا، چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری روایت تخریج کی اس

(۳۵) الاصابۃ ج:۲۔ ص: ۴۹۰۔ ۴۹۱

میں حضرت عروہ نے "شھد بدرا" کی تصریح کردی ہے ۔ اسی طرح تیسری روایت میں حضرت علقمہ نے ان کو بدری کہا ہے ۔ بہرحال اس باب کی ان تین روایات میں امام بخاری نے ابو مسعود انصاریؓ کا بدری ہونا ثابت کیا ہے ۔

۳۷۸۷ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ : أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ : أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مالِكٍ ، وَكانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ ، مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْأَنْصَارِ : أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ ٱللهِ ﷺ .

حدّثنا أَحْمَدُ ، هُوَ ٱبْنُ صَالِحٍ : حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ : حَدَّثَنَا يُونُسُ : قالَ ٱبْنُ شِهَابٍ : ثُمَّ سَأَلْتُ الْحُصَيْنَ بْنَ مُحَمَّدٍ ، وَهُوَ أَحَدُ بَنِي سَالِمٍ ، وَهُوَ مِنْ سَرَاتِهِمْ ، عَنْ حَدِيثِ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ ، عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مالِكٍ ، فَصَدَّقَهُ . [ر : ٤١٤]

اس روایت میں حضرت عتبان بن مالک کے بارے میں ہے کہ انہوں نے جنگ بدر میں شرکت کی تھی۔ حضرت عتبان بن مالکؓ انصاری خزرجی ہیں، یہ اپنے قبیلہ بنو سالم کے امام بھی تھے، جمہور کے نزدیک یہ بدری ہیں، البتہ ابن اسحاق نے ان کو بدریین میں شمار نہیں کیا، حضرت امیر معاویہؓ کے دور خلافت میں ان کا انتقال ہوا اور انہوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (۳۶)

۳۷۸۸ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ ٱللهِ بْنُ عامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ ، وَكانَ مِنْ أَكْبَرِ بَنِي عَدِيٍّ ، وَكَانَ أَبُوهُ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّ عُمَرَ ٱسْتَعْمَلَ قُدَامَةَ بْنَ مَظْعُونٍ عَلَى الْبَحْرَيْنِ ، وَكانَ شَهِدَ بَدْرًا ، وَهُوَ خالُ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُمَرَ وَحَفْصَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمْ .

یہ حدیث عبداللہ بن عامر سے مروی ہے، ان کے والد "عامر بن ربیعہؓ" ہیں جو جنگ بدر میں شریک تھے، حضرت عامر بن ربیعہؓ خطیب الاسلام ہیں مکہ مکرمہ میں ایمان لائے اور حبشہ کی طرف ہجرت کی، پھر مدینہ آئے ۔ بدر کے علاوہ دیگر تمام "مشاہد" میں شریک ہوتے ہیں، ان کے صاحبزادے عبداللہ بن عامر جو اس حدیث کے راوی ہیں ٦ ھ میں پیدا ہوئے، حضرت عامرؓ کے ایک اور صاحبزادے بھی تھے ان کا نام بھی عبداللہ تھا اور وہ جنگ طائف میں شریک تھے اور اسی میں شہید ہوئے تھے ۔ حضرت عامر بن ربیعہؓ کا

(۳٦) دیکھیے الاصابۃ ج: ۲ ۔ ص: ۴۵۲

انتقال ۳۲ یا ۳۳ یا ۳۵ میں ہوا ہے۔ (۳۷)

ان عمر استعمل قدامة بن مظعون على البحرين وكان شهد بدرا

"حضرت عمرؓ نے حضرت قدامہ بن مظعونؓ کو بحرین کا عامل بنایا تھا اور حضرت قدامہؓ جنگ بدر میں شریک تھے۔"

حضرت قدامہ بن مظعونؓ

حضرت قدامہ بن مظعونؓ، عثمان بن مظعون اور عبداللہ بن مظعون کے بھائی ہیں اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت حفصہؓ کے ماموں ہیں، ان کی بہن حضرت زینب بنت مظعون حضرت عمرؓ کی بیوی تھیں، یہ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو بحرین کا عامل بنایا، حضرت عمرؓ کو شکایت ملی کہ قدامہ نے مسکر استعمال کیا ہے، آپ نے تحقیق کی اور اس کے بعد حضرت قدامہؓ کو معزول کردیا اور ان پر حد بھی جاری کی، ان کی جگہ عثمان بن ابی العاصؓ کو والی بحرین مقرر کیا۔ (۳۸)

۳۷۸۹ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْماءَ : حَدَّثَنا جُوَيْرِيَةُ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : أَنَّ سالِمَ بْنَ عَبْدِ ٱللهِ أَخْبَرَهُ قالَ : أَخْبَرَ رافِعُ بْنُ خَدِيجٍ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ عُمَرَ : أَنَّ عَمَّيْهِ ، وَكانا شَهِدَا بَدْرًا ، أَخْبَرَاهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ نَهى عَنْ كِراءِ المَزارِعِ . قُلْتُ لِسالِمٍ : فَتُكْرِيها أَنْتَ ؟ قالَ : نَعَمْ ، إِنَّ رافِعًا أَكْثَرَ عَلَى نَفْسِهِ . [ر : ۲۲۰۲]

اس حدیث میں یہی بتانا مقصود ہے کہ حضرت رافع بن خدیجؓ کے دو چچا تھے اور دونوں جنگ بدر میں حاضر تھے، ان میں سے ایک کا نام "ظُہَیر" (تصغیر کے ساتھ) اور دوسرے کا نام "مُظَہِر" تھا، ظُہَیر عقبہ ثانیہ میں شریک تھا، مُظَہر کو ان کے اپنے دو غلاموں نے خیبر میں یہود کی سازش سے قتل کیا تھا، یہ حضرت عمرؓ کا زمانہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس واقعہ کی وجہ سے یہودیوں کو خیبر سے جلاوطن ہونے کا حکم دیا اور یوں یہود

---

(۳۷) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۱۳۔ ۱۱۴

(۳۸) وقد اورد الحافظ القصة عن عبد الرزاق فی مصنفه وقال: فقدم الجارود العبدی علی عمر، فقال: ان قدامة سکر، فقال: من یشهد معک؟ فقال: ابو هریرة: فشهد ابو هریرة، انه سکران یقیء، فارسل الی قدامة، فقال له الجارود: اقم علیه الحد، فقال له عمر: اخصم انت ام شاهد؟ فصمت، ثم عاوده، فقال: لتمسکن او لاسوئنک، فقال: لیس فی الحق ان یشرب ابن عمک وتسوءنی، فارسل عمر الی زوجته هند بنت الولید، فشهدت علی زوجها، فقال عمر لقدامة: انی ارید ان احدک، فقال: لیس لک ذلک لقول الله عز وجل "لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا" فقال اخطأت التاویل، فان بقیة الآیة (اذا ما اتقوا) فانک اذا اتقیت، اجتنبت ما حرم الله علیک، ثم امر به فجلد، فغاضبه قدامة، ثم حجا جمیعا، فاستیقظ عمر من نومه فزعا فقال: عجلوا بقدامة، اتانی آت فقال: صالح قدامة فانه اخوک، فاصطلحا۔ (وانظر فتح الباری: ۷/ ۳۲۰۔)

خیبر سے بھی نکل گئے ۔ (۳۹) حدیث میں آگے کراء الارض کا مسئلہ ہے جو کتاب المزارعۃ میں آئے گا!

۳۷۹۰ : حدثنا آدمُ . حدَّثنا شُعْبَةُ ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ ابْنَ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ اللَّيْثِيَّ قَالَ : رَأَيْتُ رِفَاعَةَ بْنَ رَافِعٍ الْأَنْصَارِيَّ ، وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا

اس روایت میں حضرت رفاعہ بن رافعؓ کے بارے میں ہے کہ وہ بدر میں شریک تھے ۔ (۴۰)

۳۷۹۱ : حدثنا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَيُونُسُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ : أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ : أَنَّ عَمْرَو بْنَ عَوْفٍ ، وَهُوَ حَلِيفٌ لِبَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ ، وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ إِلَى الْبَحْرَيْنِ يَأْتِي بِجِزْيَتِهَا ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ هُوَ صَالَحَ أَهْلَ الْبَحْرَيْنِ وَأَمَّرَ عَلَيْهِمُ الْعَلَاءَ ابْنَ الْحَضْرَمِيِّ ، فَقَدِمَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ ، فَسَمِعَتِ الْأَنْصَارُ بِقُدُومِ أَبِي عُبَيْدَةَ ، فَوَافَوْا صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا انْصَرَفَ تَعَرَّضُوا لَهُ ، فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حِينَ رَآهُمْ ، ثُمَّ قَالَ : (أَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَيْءٍ) . قَالُوا : أَجَلْ يَا رَسُولَ اللهِ ، قَالَ : (فَأَبْشِرُوا وَأَمِّلُوا مَا يَسُرُّكُمْ ، فَوَاللهِ مَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ ، وَلٰكِنِّي أَخْشَى أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا ، كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ ، فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا ، وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ) .

[ر : ۲۹۸۸]

حضرت مسعود بن مخرمہ فرماتے ہیں کہ عمرو بن عوف نے جو بنی عامر بن لوی کے حلیف تھے اور جنگ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے بیان کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو بحرین بھیجا کہ وہاں سے جزیہ لیکر آئیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بحرین سے صلح کرلی تھی اور حضرت علاء بن حضرمیؓ کو ان کا امیر مقرر کیا تھا۔ حضرت علاء بن حضرمیؓ کے والد کا نام عبداللہ بن عماد حضرمی ہے ، علاء بن حضرمیؓ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی بحرین کے امیر رہے ۔ ۱۴ھ میں

---

(۳۹) دیکھیے عمدۃ القاری ج: ۱۷۔ ص: ۱۱۴

(۴۰) حضرت رفاعہ بن رافع انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے ، یہ اور ان کے والد دونوں عقبہ اور دیگر مشاہد میں حاضر رہے اکتالیس یا بیالیس سنہ ہجری میں انتقال فرمایا۔ (دیکھیے الاصابہ ج: ۱۔ ص ۵۱۷)

ان کا انتقال ہوا ہے، ان کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابوہریرہؓ کو بحرین کا امیر مقرر کیا۔ (۴۱) حضرت ابوہریرہؓ کے بعد حضرت قدامہ بن مظعونؓ کو اور پھر حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کو بحرین کا امیر بنایا گیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ بحرین سے مال لے کر آگئے، حضرات انصار نے ابوعبیدہؓ کے آنے کی خبر سن لی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز میں ملنے آگئے، چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو انصار آپؐ کے سامنے آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر مسکرا دیئے اور پھر ان سے مخاطب ہوکر فرمانے لگے۔ "میرا خیال ہے کہ تم لوگوں نے ابوعبیدہؓ کے آنے کی خبر سن لی ہے کہ وہ (بحرین سے) کچھ (مال) لے کر آئے ہیں۔" حضرات انصار نے جواب میں "ہاں، یارسول اللہ" کہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فابشروا، واملوا مایسرکم، فواللہ ماالفقر اخشی علیکم، ولکنی اخشی ان تبسط علیکم الدنیا کمابسطت علی من قبلکم، فتنافسوھا، کماتنافسوھا وتھلککم کمااھلکتھم

"بشارت ہو تمہیں، اور جو چیز تم کو خوش کرنے والی ہے اس کی امید رکھو، (یعنی مال ودولت) خدا کی قسم! مجھ کو تم پر فقرومحتاجی کا خوف اور ڈر نہیں لیکن مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ دنیا تم پر اس طرح کشادہ کردی جائے گی جیسا کہ وہ تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ کی گئی تھی اور تم اس کی طرف مائل ہوجاؤ گے جیسا کہ پہلے لوگ مائل ہوئے تھے اور وہ دنیا تمہیں تباہ وبرباد کردیگی جیسا کہ اس نے ان لوگوں کو تباہ کردیا تھا۔"

اس واقعہ میں چونکہ حضرت عمرو بن عوف کے بدری ہونے کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری نے اس کو یہاں بیان کیا۔

۳۷۹۲ : حدثنا أَبُو النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقْتُلُ الحَيَّاتِ كُلَّهَا ، حَتَّى حَدَّثَهُ أَبُو لُبَابَةَ الْبَدْرِيُّ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ قَتْلِ جِنَّانِ الْبُيُوتِ ، فَأَمْسَكَ عَنْهَا [ر : ۱۷۳۰]

اس روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ہر قسم کے سانپوں کو مار ڈالا کرتے تھے یہاں تک کہ ابولبابہ بدریؓ نے ان سے بیان کیا کہ.... ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی من قتل جنان البیوت یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "جنان البیوت" کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔

جنان: بکسر الجیم، وتشدید النون جمع ہے "جان" کی، سفید رنگ کے سانپ کو کہتے ہیں، بعض حضرات نے کہا ایک پتلا سانپ ہوتا ہے اس کو "جان" کہتے ہیں۔ (۴۲)

(۴۱) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۱۵ (۴۲) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۱۵

جب حضرت ابولبابہؓ نے یہ حدیث حضرت ابن عمرؓ کو سنائی تو وہ پھر سانپوں کے قتل سے رک گئے، (۴۳)
بہرحال اس حدیث میں چونکہ ابولبابہؓ کو "بدری" کہا ہے اس لیے امام بخاریؒ نے اس کو یہاں بیان کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار کے چند افراد نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی اور کہا کہ آپ ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اپنے بھانجے حضرت عباسؓ کا فدیہ چھوڑ دیں، تو آپؐ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! ایک درہم بھی اس میں سے نہ چھوڑنا (اس کی تفصیل گزر چکی ہے) چونکہ اس میں انصار کے ان افراد کا ذکر ہے جو بدر میں حاضر تھے۔ اس لیے امام بخاری نے یہ روایت یہاں بیان کی اس روایت میں ہے۔

۳۷۹۳ : حدّثنا إبراهيمُ بنُ المُنذرِ : حدّثنا محمّدُ بنُ فُلَيحٍ ، عن موسى بنِ عُقبةَ : قالَ ابنُ شِهابٍ : حدّثنا أنسُ بنُ مالِكٍ : أنَّ رِجالاً منَ الأنصارِ استأذَنوا رسولَ الله ﷺ ، فقالوا : ائذَنْ لنا فلنترُكْ لابنِ أُختِنا عبّاسٍ فِداءَهُ ، قالَ : (واللهِ لا تذَرونَ منهُ دِرهمًا) . [ر : ۲٤۰۰]

واللہ لاتذرن منہ درھما

لاتذرن وہ فعل ہے جس کا ماضی، مصدر اور اسم فاعل مستعمل نہیں جیسے "یدع" کا ماضی مستعمل نہیں۔ (۴۴)

قالوا: ائذن لنا فلنترک لابن اختنا۔

"فلنترک" کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ امر کا صیغہ ہے اور لام مبالغہ کا ہے۔ (۴۵) علامہ عینی نے کہا کہ اس کو فعل امر وہی شخص کہہ سکتا ہے جس کو علم صرف سے کوئی واقفیت ہی نہ ہو، وہ کہتے ہیں یہ فعل مضارع ہے اور لام تاکید کے لیے ہے۔ (۴۶)

لابن اختنا عباس: حضرات انصار نے حضرت عباسؓ کو بھانجا کہا، حضرت عباسؓ کی والدہ انصار میں سے نہیں ہیں بلکہ ان کی دادی عبدالمطلب کی والدہ سلمی بنت عمرو انصار میں سے تھیں، حضرت عباسؓ کو انہوں نے "بھانجا" مجازاً کہا ہے۔ (۴۷)

---

(۴۳) اس حدیث کی تشریح "بدء الخلق" میں گذر چکی ہے۔
(۴۴) مختار الصحاح ص ۷۱۵، مادہ "و ذ ر"
(۴۵) فتح الباری: ۷/ ۳۲۲
(۴۶) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۱۹
(۴۷) فتح الباری ۷/ ۳۲۲۔ حضرت عباسؓ کی والدہ کا نام "نُتَیلہ" تھا، وہ "تیم اللہ بن النمر" کی اولاد میں سے تھیں (عمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۱۹۔) البتہ حافظ ابن حجر نے ان کا نام "نُتَیلہ" "تا" کے ساتھ لکھا ہے (دیکھیے فتح الباری: ۷/ ۳۲۲۔)

٣٧٩٤ : حدّثنا أبو عاصم ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَدِيٍّ ، عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ. حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ سَعْدٍ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَمِّهِ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ ، ثُمَّ الْجُنْدَعِيُّ : أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ أَخْبَرَهُ : أَنَّ الْمِقْدَادَ بْنَ عَمْرٍو الْكِنْدِيَّ ، وَكَانَ حَلِيفًا لِبَنِي زُهْرَةَ ، وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ : أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيتُ رَجُلاً مِنَ الْكُفَّارِ فَاقْتَتَلْنَا ، فَضَرَبَ إِحْدَى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ، ثُمَّ لَاذَ مِنِّي بِشَجَرَةٍ فَقَالَ : أَسْلَمْتُ لِلّٰهِ ، أَأَقْتُلُهُ يَا رَسُولَ اللهِ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (لَا تَقْتُلْهُ) . فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهُ قَطَعَ إِحْدَى يَدَيَّ ، ثُمَّ قَالَ ذٰلِكَ بَعْدَ مَا قَطَعَهَا ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (لَا تَقْتُلْهُ ، فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ ، وَإِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَتَهُ الَّتِي قَالَ) . [٦٤٧٢]

حضرت مقداد بن عمرو کندی جو بنو زہرہ کے حلیف اور شرکاء بدر میں سے تھے، فرماتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اس بارے میں آپ اپنی رائے ارشاد فرمائیں کہ اگر کسی کافر سے میری مڈبھیڑ ہوجائے اور ہم ایک دوسرے کو قتل کرنیکی کوشش کریں، اسی میں وہ میرا ایک ہاتھ تلوار سے کاٹ ڈالے، پھر وہ مجھ سے بچنے کے لیے ایک درخت کی پناہ لے اور درخت کے پیچھے چھپ کر کہنے لگے اسلمت للہ (میں مسلمان ہوگیا ہوں) تو یارسول اللہ! اس کے یہ کہنے کے بعد کیا میں اس کو قتل کرسکتا ہوں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ "لاتقتلہ" "تم اسے مت قتل کرو" حضرت مقداد نے عرض کیا "یارسول اللہ! اس نے تو پہلے میرا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا ہے اور اس کے بعد پھر اس نے "اسلمت للہ" کہا ہے" حضرت مقداد کا منشا یہ ہے کہ اس نے یہ اقرار جان بچانے کے لیے کیا ہے لہذا اس کا قتل جائز ہونا چاہیئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لاتقتلہ، فان قتلتہ فانہ بمنزلتک قبل ان تقتلہ وانک بمنزلتہ قبل ان یقول کلمتہ التی قال

"تم اس کو قتل نہ کرو، اگر تم نے اس کو قتل کردیا تو وہ تمہارے اس درجہ میں آجائے گا جو اس کو قتل کرنے سے پہلے تمہارا تھا اور تم اس کے اس درجہ میں ہوجاؤ گے جو کلمہ پڑھنے (اور اسلام کا اعلان کرنے) سے پہلے اس کا تھا۔"

یہاں دو تشبیہ ہیں، پہلی تشبیہ "عصمتِ دم" میں ہے اور دوسری تشبیہ "اباحت دم" میں ہے۔

"فانہ بمنزلتک قبل ان تقتلہ" یہ تشبیہ ہے عصمت دم کی کہ اس کو قتل کرنے سے قبل تم معصوم الدم تھے اور

وہ کلمۂ اسلام پڑھنے کے بعد اب اس طرح معصوم الدم ہوگیا جیسا کہ تم اس کے قتل سے قبل معصوم تھے (کیونکہ کلمۂ اسلام پڑھنے کے بعد وہ مسلمان ہوگیا اور مسلمان معصوم الدم ہوتا ہے۔)؛ وانک بمنزلتہ التی قبل ان یقول کلمتہ التی قال یہ تشبیہ "اباحت دم" میں ہے کہ اس کو قتل کرنے کے بعد تم ایسے ہی مباح الدم ہوجاؤ گے جیسے وہ کلمۂ اسلام پڑھنے سے پہلے مباح الدم تھا (کیونکہ کلمۂ اسلام پڑھنے والے کا قتل موجب قصاص ہے اور قصاص میں قتل ہونے والا شخص مباح الدم ہوتا ہے) (۳۸)

۳۷۹۵ : حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ عُلَيَّةَ : حَدَّثَنَا سُلَيْمانُ ٱلتَّيْمِيُّ حَدَّثَنَا أَنَسٌ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ : (مَنْ يَنْظُرُ ما صَنَعَ أَبُو جَهْلٍ) . فَانْطَلَقَ ٱبْنُ مَسْعُودٍ ، فَوَجَدَهُ قَدْ ضَرَبَهُ ٱبْنَا عَفْرَاءَ حَتَّى بَرَدَ ، فَقَالَ : آنْتَ أَبَا جَهْلٍ ؟

قالَ ٱبْنُ عُلَيَّةَ : قالَ سُلَيْمانُ : هٰكَذَا قالَها أَنَسٌ ، قالَ : أَنْتَ أَبَا جَهْلٍ ؟ قالَ : وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوهُ . قالَ سُلَيْمانُ : أَوْ قالَ : قَتَلَهُ قَوْمُهُ . قالَ : وَقالَ أَبُو مِجْلَزٍ : قالَ أَبُو جَهْلٍ : فَلَوْ غَيْرُ أَكَّارٍ قَتَلَنِي . [ر : ۳۷٤٥]

اس روایت میں حضرت معاذ اور حضرت معوذ کی جنگ بدر میں شرکت کا بیان ہے کہ انہوں نے ابوجہل پر حملہ کیا تھا (تفصیل گزر چکی) اس روایت کے آخر میں ابوجہل کا یہ قول "ابومجلز" نے نقل کیا ہے۔

قال ابوجهل: فلو غیر اکّار [1] قتلنی

"ابوجہل نے مرتے ہوئے یہ کہا کہ "کاش! کاشت کار کے علاوہ کسی اور نے مجھے قتل کیا ہوتا۔"

یہ اس لیے کہا کہ حضرت معاذ اور حضرت معوذ دونوں انصار میں سے تھے اور انصار زراعت اور کاشت کاری کرتے تھے۔

۳۷۹٦ : حَدَّثَنا مُوسَى : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱلْوَاحِدِ : حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ ٱلزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ ٱبْنِ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنِي ٱبْنُ عَبَّاسٍ ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمْ : لَمَّا تُوُفِّيَ ٱلنَّبِيُّ ﷺ قُلْتُ لِأَبِي بَكْرٍ : ٱنْطَلِقْ بِنَا إِلَى إِخْوَانِنَا مِنَ ٱلْأَنْصَارِ ، فَلَقِينَا مِنْهُمْ رَجُلَانِ صَالِحَانِ شَهِدَا بَدْرًا فَحَدَّثْتُ

---

(۳۸) قال الخطابی: معنی هذا: ان الکافر مباح الدم بحکم الدین قبل ان یقول کلمة التوحید، فاذا قالها صار محظور الدم کالمسلم، فان قتله المسلم بعد ذلک صار دمه مباحاً بحق القصاص کالکافر بحق الدین۔

[1] والاکار بفتح الهمزة، وتشدید الکاف، الزراع والفلاح، وکان الذین قتلوه من الانصار وهم اهل الزراعة یرید بذلک استخفافهم۔ (عمدة القاری: ۱۱۸/۱۷۔)

بِهِ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ ، فَقَالَ : هُمَا عُوَيْمُ بْنُ سَاعِدَةَ وَمَعْنُ بْنُ عَدِيٍّ . [ر : ۲۳۳۰]

یہ روایت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو میں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ "آپ ہمارے ساتھ ہمارے انصاری بھائیوں کے پاس چلیے" چنانچہ ان میں سے دو ایسے نیک آدمی ہم کو ملے جو دونوں بدر میں شریک تھے۔ حدیث کے راوی عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ روایت حضرت عروہ کو سنائی تو حضرت عروہ فرمانے لگے کہ وہ دو آدمی "عویم بن ساعدہ" اور "معن بن عدی" تھے۔ (۵۰)

۳۷۹۷ : حدَّثنا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ فُضَيْلٍ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ ، عَنْ قَيْسٍ : كانَ عَطَاءُ الْبَدْرِيِّينَ خَمْسَةَ آلَافٍ ، خَمْسَةَ آلَافٍ ، وَقَالَ عُمَرُ : لَأُفَضِّلَنَّهُمْ عَلَى مَنْ بَعْدَهُمْ

یہ روایت حضرت قیس سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ بدریین کا بیت المال کی طرف سے سالانہ وظیفہ پانچ پانچ ہزار تھا، حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ میں ان بدریین کو ان لوگوں پر ترجیح دوں گا جو ان کے بعد مسلمان ہوئے ہیں۔ اس روایت میں چونکہ بدری صحابہ کا ذکر ہے اس لیے امام نے یہاں بیان کی۔

۳۷۹۸ : حدَّثني إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ ، وَذٰلِكَ أَوَّلُ ما وَقَرَ الْإِيمَانُ فِي قَلْبِي . [ر : ۷۳۱]

۳۷۹۹ : وَعَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قالَ فِي أُسَارَى بَدْرٍ : (لَوْ كانَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا ، ثُمَّ كَلَّمَنِي فِي هٰؤُلَاءِ النَّتْنَى ، لَتَرَكْتُهُمْ لَهُ) [ر : ۲۹۷۰]

امام زہری محمد بن جبیر سے اور وہ اپنے والد جبیر بن مطعم سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت جبیر بن مطعم نے کہا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ مغرب کی نماز میں سورۂ طور کی تلاوت فرما رہے تھے اور یہ وہ پہلا موقع تھا کہ ایمان میرے قلب میں جاگزیں ہوا۔

روایت کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

یہاں تو امام بخاری نے اتنا ہی ذکر کیا جس کا بظاہر غزوۂ بدر سے کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا لیکن چونکہ

(۵۰) عویم: بضم العین.... وفتح الواو وسکون الیاء.... ابن ساعدة.... شهد العقبتين جميعاً وشهد بدرا واحدا والخندق ومات فی خلافة عمر رضی اللہ عنہ بالمدینة وهو ابن خمس او ست وستين سنة.... ومعن: بفتح الميم وسكون العين.... ابن عدی.... شهد العقبة وبدرا واحدا والخندق وسائر المشاهد مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وقتل یوم الیمامة شهیدا فی خلافة ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ (عمدة القاری: ۱۱۸/۱۷۔)

"کتاب الجہاد" میں یہ روایت گزر چکی ہے اس میں ہے کہ حضرت جبیر بن مطعم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں آئے تھے تو اس لحاظ سے بدر سے اس روایت کا تعلق ظاہر ہے۔ (۵۱)

آگے اسی ماقبل والی سند کے ساتھ امام بخاریؒ نے نقل کیا کہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کے بارے میں فرمایا تھا۔

لو کان المطعم بن عدی حیاً، ثم کلّمنی فی ہؤلاء النَّتْنٰی [۵۲] لترکتہم لہ

"اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتے اور ان بدبودار لوگوں (اسارائے بدر) کے بارے میں مجھ سے سفارش کرتے تو ان کی خاطر میں ان قیدیوں کو فدیہ کے بغیر چھوڑ دیتا۔"

مطعم بن عدی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چند احسانات تھے۔ جب آپؐ طائف سے واپس آئے اور اہل طائف نے آپؐ کو بہت تکلیف پہنچائی تھی تو اہل مکہ آپؐ کو مکہ میں رہنے کی اجازت دینے پر تیار نہیں تھے، اس موقع پر مطعم بن عدی نے اعلان کیا کہ محمدؐ کو میں اپنی پناہ میں لیتا ہوں اور اپنے چار بیٹوں کو مسلح کرکے بیت اللہ کے چاروں گوشوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے کھڑا کیا، قریش کو جب اطلاع ہوئی تو کہنے لگے۔ انت الرجل الذی لاتخفر ذمتک "تم ایسے آدمی ہو کہ تمہارے عہد وامان کو نہیں توڑا جاسکتا" اسی طرح "شعب ابی طالب" میں بنو ہاشم کو محصور کرکے قریش مکہ نے جو مقاطعہ کا معاہدہ کیا تھا، اس معاہدہ کو ختم کرنے میں مطعم بن عدی نے بڑا کردار ادا کیا تھا۔ (۵۳)

اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مطعم زندہ ہوتے اور سفارش کرتے تو میں ان قیدیوں کو بغیر فدیہ کے آزاد کردیتا۔

۳۸۰۰ : وَقَالَ اللَّيْثُ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ : وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الْأُولَى – يَعْنِي مَقْتَلَ عُثْمَانَ – فَلَمْ تُبْقِ مِنْ أَصْحَابِ بَدْرٍ أَحَدًا ، ثُمَّ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الثَّانِيَةُ – يَعْنِي الْحَرَّةَ – فَلَمْ تُبْقِ مِنْ أَصْحَابِ الْحُدَيْبِيَةِ أَحَدًا ، ثُمَّ وَقَعَتِ الثَّالِثَةُ ، فَلَمْ تَرْتَفِعْ وَلِلنَّاسِ طَبَاخ

یہ تعلیق ہے، سند کا ابتدائی حصہ مذکور نہیں ہے، یحیی بن سعید انصاری حضرت سعید بن المسیب سے نقل کررہے ہیں کہ پہلا فتنہ یعنی حضرت عثمانؓ کو شہید کرنے کا فتنہ واقع ہوا تو اس نے اصحاب بدر میں سے کسی کو نہیں چھوڑا۔

---

(۵۱) چنانچہ حافظ لکھتے ہیں: وو جہ ایرادہ ھنا ماتقدم فی الجہاد انہ کان قدم فی اساری بدر ای فی طلب فدائہم.... (فتح الباری: ۷/ ۳۲۳۔)

[۵۲] النَّتْنٰی: بنونین مفتوحتین بینہما تاء مثناۃ من فوق، وھو جمع "نتن" بفتح النون وکسر التاء کزمن یجمع علی زمنی، سمی اساری بدر الذین قتلوا وصاروا جیفاً بالنتنٰی لکفرہم کقولہ تعالٰی: انما المشرکون نجس۔ (عمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۱۹۔)

(۵۳) دیکھیے تفصیل کے لیے (فتح الباری: ۷/ ۳۲۲۔)

مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا جو فتنہ پیش آیا (۵۴) اس کے بعد بدری صحابہ پے درپے اٹھنا شروع ہوئے، یہ مطلب نہیں کہ اس فتنہ کے اندر وہ قتل ہوگئے کیونکہ اس واقعہ کے بعد حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ وغیرہ بدری صحابہ زندہ رہے۔

دوسرا فتنہ

دوسرا فتنہ واقع ہوا یعنی ''حَرّہ'' کا تو اس نے اصحاب حدیبیہ میں سے کسی کو نہیں چھوڑا، مطلب یہ ہے کہ واقعہ حرہ کے بعد اصحاب حدیبیہ پے درپے دنیا سے رخصت ہونے لگے۔

واقعۂ حَرّہ کی پوری تفصیل تو کتاب الفتن میں آئیگی، یہاں اتنی بات سمجھ لیجئے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد یزید جب خلیفہ بنا تو اہل مدینہ نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار کردیا چنانچہ یزید نے مسلم بن عقبہ کی سرکردگی میں ۲۷ ہزار افراد پر مشتمل ایک لشکر روانہ کیا جس میں بارہ ہزار شہسوار تھے اور پندرہ ہزار پیادہ تھے اور مدینہ منورہ میں حرہ کے مقام پر جو پتھریلی زمین ہے اس لشکر نے قیام کیا (اسی وجہ سے اس فتنہ کو فتنہ حرہ کہا جاتا ہے) اور مدینہ منورہ پر حملہ کیا، انصار اور مہاجرین کے تقریباً سات سو افراد اس واقعہ میں شہید کیے گئے، یہ واقعہ ۶۲ یا ۶۳ھ کو پیش آیا۔ (۵۵) یحیی بن سعید انصاری کا بیان ہے کہ شہادت عثمانؓ کے واقعہ کے وقت مسجد نبوی میں اذان اور نماز موقوف ہوگئی تھی اور فتنہ حرہ کے وقوع کے وقت بھی مسجد نبوی میں اذان ونماز رک گئی تھی۔ (۵۶)

تیسرا فتنہ

ثم وقعت الثالثة فلم ترتفع وللناس طباخ

''پھر تیسرا فتنہ واقع ہوا پس وہ ختم نہیں ہوا اس حال میں کہ لوگوں میں عقل وخیر باقی ہو۔''

طَباخ (بفتح الطا... والباء۔) قوت وشدت کو کہتے ہیں لیکن عقل ودانائی اور خیر کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ (۵۷) مطلب یہ ہے کہ جب تیسرا فتنہ واقع ہوا تو لوگوں سے عقل ودانائی اور خیر رخصت ہوچکی

---

(۵۴) وکان مقتل عثمان رضی اللہ عنہ یوم الجمعۃ لثمان لیال خلت من ذی الحجۃ یوم الترویۃ سنۃ خمس وثلاثین قالہ الواقدی، وعنہ ایضا انہ قتل یوم الجمعۃ لیلتین بقینا من ذی الحجۃ وحاصر وہ تسعۃ واربعین یوما.... (عمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۱۹۔)

(۵۵) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۱۹۔

(۵۶) فتح الباری: ۱۷/ ۳۲۵۔

(۵۷) دیکھیے عمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۲۰

تھی۔

اس تیسرے فتنہ سے کونسا فتنہ مراد ہے یہاں روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے، اکثر حضرات کی رائے یہ ہے (۵۸) کہ اس سے ابوحمزہ خارجی کا واقعہ مراد ہے جو ۱۳۰ھ میں پیش آیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ "حضرموت" سے ابوحمزہ خارجی اپنے ساتھ ۷۰۰ سواروں کو لے کر حجاز کی طرف نکلا، اس زمانہ میں مروان بن محمد بن مروان بن الحکم خلیفہ تھا، ابوحمزہ خارجی نے مکہ، مدینہ اور طائف کے حاکم عبدالواحد بن سلیمان کو ساتھ ملا کر مروان بن محمد کے خلاف بغاوت کا اعلان کیا اور جاکر مکہ مکرمہ پر قابض ہوگیا۔ مروان کو جب اطلاع ملی تو اس نے اپنی فوج سے چار ہزار افراد منتخب کرکے ابوحمزہ کی سرکوبی کے لیے روانہ کردیئے، عبدالملک بن محمد بن عطیہ کو اس لشکر کا سالار اور امیر مقرر کیا۔ دونوں فوجوں کے درمیان جنگ ہوئی، ابوحمزہ خارجی اور اس کے ۷۰۰ افراد مارے گئے اور اس کی حمایت کرنے والے دوسرے لوگوں کو بھی شکست ہوئی۔ (۵۹)

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت لیث کی یہ تعلیق یہاں اس لیے ذکر کی کہ اس میں اصحاب بدر کا ذکر ہے۔ (یعنی پہلے فتنہ کے بیان میں جہاں "فلم تبق من اصحاب بدر احداً" کہا)۔

۳۸۰۱ : حدثنا الحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱللّٰهِ بْنُ عُمَرَ النُّمَيْرِيُّ : حَدَّثَنَا يُونُسُ ابْنُ يَزِيدَ قَالَ : سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ قَالَ : سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ ، وَسَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ ، وَعَلْقَمَةَ ابْنَ وَقَّاصٍ ، وَعُبَيْدَ ٱللّٰهِ بْنَ عَبْدِ ٱللّٰهِ ، عَنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهَا ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ، كُلٌّ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِنَ الْحَدِيثِ ، قَالَتْ : فَأَقْبَلْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ ، فَعَثَرَتْ أُمُّ مِسْطَحٍ فِي مِرْطِهَا ، فَقَالَتْ : تَعِسَ مِسْطَحٌ ، فَقُلْتُ : بِئْسَ مَا قُلْتِ ، تَسُبِّينَ رَجُلاً شَهِدَ بَدْرًا . فَذَكَرَ حَدِيثَ الْإِفْكِ . [ر : ۲٤٥۳]

اس حدیث میں "قصۂ افک" کا بیان ہے، یہ حدیث تفصیل کے ساتھ آگے آئے گی اس حدیث میں چونکہ حضرت مسطحؓ کے بدری ہونے کا ذکر ہے اس لیے امام بخاریؒ نے یہ حدیث یہاں تخریج کی۔

۳۸۰۲ : حدثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ : هٰذِهِ مَغَازِي رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يُلْقِيهِمْ : (هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَكُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا) .

---

(۵۸) داودی کا خیال ہے کہ اس سے فتنۂ "ازارقہ" مراد ہے (عمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۲۰۔)

(۵۹) دیکھیے فتح الباری: ۷/ ۳۲۵۔

قَالَ مُوسٰى : قَالَ نَافِعٌ : قَالَ عَبْدُ ٱللّٰهِ : قَالَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، تُنَادِي نَاسًا أَمْوَاتًا ؟ قَالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ : (مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا قُلْتُ مِنْهُمْ) . [ر : ١٣٠٤]

٣٨٠٣ : قَالَ أَبُو عَبْدِ ٱللّٰهِ : فَجَمِيعُ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنْ قُرَيْشٍ ، مِمَّنْ ضُرِبَ لَهُ بِسَهْمِهِ ، أَحَدٌ وَثَمَانُونَ رَجُلًا ، وَكَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ يَقُولُ : قَالَ الزُّبَيْرُ : قُسِمَتْ سُهْمَانُهُمْ ، فَكَانُوا مِائَةً ، وَٱللّٰهُ أَعْلَمُ .

حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ الزُّبَيْرِ قَالَ : ضُرِبَتْ يَوْمَ بَدْرٍ لِلْمُهَاجِرِينَ بِمِائَةِ سَهْمٍ .

حدثنا ابراہیم بن المنذر حدثنا محمد بن فلیح....

اس روایت میں بدر میں اہل قلیب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب کا ذکر ہے اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے، اس روایت کے آخر میں امام بخاری رحمہ اللہ کا اپنا قول ہے یا موسی بن عقبہ کا قول ہے کہ بدر میں شریک ہونے والے قریش کے کل ۸۱ آدمی تھے جن کو مال غنیمت سے حصہ دیا گیا اور حضرت عروہ حضرت زبیرؓ کے حوالہ سے کہتے تھے کہ جن کے حصے تقسیم کئے گئے (مہاجرین میں سے) وہ سو آدمی تھے۔

حدثنی ابراہیم بن موسی اخبرنا ہشام

اس باب کی یہ آخری روایت حضرت زبیرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن مہاجرین کے لیے سو حصے مقرر کئے گئے تھے۔

تعارض روایات اور اس کی توجیہات

یہاں اوپر موسی بن عقبہ کی روایت میں ہے کہ اکیاسی حصے مہاجرین کے لیے جنگ بدر میں مقرر کیے گئے تھے اور حضرت زبیرؓ کی روایت میں ہے کہ ایک سو حصے مقرر کیے گئے تھے، بظاہر دونوں روایتوں میں تعارض ہے۔

❶ دونوں روایات میں تطبیق کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں، داودی نے کہا کہ ممکن ہے حضرت زبیرؓ کو اشتباہ ہو گیا ہو اور اس اشتباہ کی وجہ سے انہوں نے ۱۰۰ کہا ہو۔ (۶۰)

❷ ممکن ہے حضرت زبیرؓ سے آگے روایت کرنے والے کو اشتباہ ہوا ہو اور اس نے تعداد غلط بتادی ہو۔ (۶۱) ورنہ تحقیقی بات یہی ہے کہ مہاجرین ایک سو نہیں تھے۔

---

(۶۰) فتح الباری، ۷/ ۳۲۶۔ (۶۱) فتح الباری: ۷/ ۳۲۶۔

● راوی نے تیسری توجیہ یہ کی کہ کل مہاجرین چوراسی تھے اور ان کے ساتھ تین گھوڑے تھے دو حصے ہر گھوڑے کے تھے اس طرح چھ حصے گھوڑوں کے ہوگئے، چوراسی اور چھ نوے ہوگئے اور دس آدمی وہ تھے جو جنگ میں شریک نہ تھے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے حصہ مقرر فرمایا تھا اس طرح کل سو حصے ہوجاتے ہیں، تو بعض راوی سب ملا کر بیان کرتے ہیں تو سو کی تعداد بتاتے ہیں اور بعض حضرات صرف جنگ میں شریک ہونے والوں کے حصہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کی بتائی ہوئی تعداد کم ہوتی ہے۔ (٦٢)

● حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جواب دیا کہ مال غنیمت میں سے جو حصے مہاجرین کو ملے وہ اسی تھے اور بیس حصے بعد میں مال خمس میں سے ان کو ملے، تو اس طرح کل سو حصے ہوجاتے ہیں۔ بعض روایات میں مال غنیمت اور مال خمس دونوں کی تعداد بتائی گئی اور بعض میں صرف مال غنیمت کے حصوں کی تعداد بتائی گئی ہے لہٰذا دونوں قسم کی روایات میں کوئی تعارض نہیں رہتا۔ (٦٣)

١٣ – باب : تَسْمِيَةِ مَنْ سُمِّيَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ ، فِي الْجَامِعِ الَّذِي وَضَعَهُ أَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَى حُرُوفِ الْمُعْجَمِ .

النَّبِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْهَاشِمِيُّ ﷺ .

إِيَاسُ بْنُ الْبُكَيْرِ
بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ الْقُرَشِيِّ .
حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ الْهَاشِمِيُّ
حَاطِبُ بْنُ أَبِي بَلْتَعَةَ حَلِيفٌ لِقُرَيْشٍ .
حَارِثَةُ بْنُ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيُّ ، قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ ، وَهُوَ حَارِثَةُ بْنُ سُرَاقَةَ ، كَانَ فِي النَّظَّارَةِ .
خُبَيْبُ بْنُ عَدِيٍّ الْأَنْصَارِيُّ .
خُنَيْسُ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ .
رِفَاعَةُ بْنُ رَافِعٍ الْأَنْصَارِيُّ .
رِفَاعَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُنْذِرِ أَبُو لُبَابَةَ الْأَنْصَارِيُّ .
الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ الْقُرَشِيُّ .
زَيْدُ بْنُ سَهْلٍ أَبُو طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيُّ .
أَبُو زَيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ .
سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ الزُّهْرِيُّ .
سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ الْقُرَشِيُّ .
سَعِيدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ الْقُرَشِيُّ .
سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ الْأَنْصَارِيُّ .
ظُهَيْرُ بْنُ رَافِعٍ الْأَنْصَارِيُّ وَأَخُوهُ .
عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ .
أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ الْقُرَشِيُّ .

---

(٦٢) فتح الباری: ٧ / ٣٢٦۔

(٦٣) فتح الباری: ٧ / ٣٢٦۔ لیکن ایسا ہی والی روایت کے ساتھ پھر بھی مطابقت نہیں ہوتی۔

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُودٍ الْهُذَلِيُّ . 　　عُتْبَةُ بْنُ مَسْعُودٍ الْهُذَلِيُّ .
عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ الزُّهْرِيُّ . 　　عُبَيْدَةُ بْنُ الحَارِثِ الْقُرَشِيُّ .
عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ الْأَنْصَارِيُّ . 　　عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ الْعَدَوِيُّ .
عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ الْقُرَشِيُّ ، خَلَّفَهُ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى ابْنَتِهِ ، وَضَرَبَ لَهُ بِسَهْمِهِ .
عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ الْهَاشِمِيُّ 　　عَمْرُو بْنُ عَوْفٍ ، حَلِيفُ بَنِي عامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ
عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو الْأَنْصَارِيُّ 　　عامِرُ بْنُ رَبِيعَةَ الْعَنَزِيُّ
عاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيُّ 　　عُوَيْمُ بْنُ سَاعِدَةَ الْأَنْصَارِيُّ .
عِتْبَانُ بْنُ مالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ 　　قُدَامَةُ بْنُ مَظْعُونٍ
قَتَادَةُ بْنُ النُّعْمَانِ الْأَنْصَارِيُّ 　　مُعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الجَمُوحِ
مُعَوِّذُ بْنُ عَفْرَاءَ وَأَخُوهُ 　　مالِكُ بْنُ رَبِيعَةَ أَبُو أُسَيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ
مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيُّ 　　مَعْنُ بْنُ عَدِيٍّ الْأَنْصَارِيُّ
مِسْطَحُ بْنُ أُثَاثَةَ بْنِ عَبَّادِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ
مِقْدَادُ بْنُ عَمْرٍو الكِنْدِيُّ ، حَلِيفُ بَنِي زُهْرَةَ 　　هِلَالُ بْنُ أُمَيَّةَ الْأَنْصَارِيُّ .
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ .

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرکاء بدر میں سے وہ اسمائے گرامی بیان کیے ہیں جن کی شرکت کی تصریح بخاری شریف میں آئی ہے۔ تمام بدریین کے ناموں کو ذکر کرنا مقصود نہیں ہے، اسی طرح بعض ایسے حضرات جن کے بدری ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں بلکہ خود بخاری میں بھی ان کے بدری ہونے کا ذکر موجود ہے لیکن چونکہ تنصیص وتصریح کے ساتھ نہیں اس لیے یہاں ان کے نام امام بخاری نے ذکر نہیں کیے جیسے حضرت عبیدہ بن الجراح ہیں، ان کے بدری ہونے کا ذکر خود بخاری میں موجود ہے لیکن چونکہ تنصیص وتصریح (انہ شہد بدراً جیسے الفاظ) کے ساتھ نہیں اس لیے ناموں کی اس فہرست میں ان کا نام نہیں۔ (۶۳)

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں چوالیس ناموں کا ذکر حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق کیا ہے۔

شرکاء بدر کی تعداد مشہور روایت کے مطابق تین سو تیرہ ہے ان تمام کے اسمائے گرامی کا ذکر حافظ ضیاء الدین مقدسی نے "کتاب الاحکام" میں استیعاب کے ساتھ کیا ہے۔ ابن سید الناس اور ابن اسحاق

(۶۳) فتح الباری: ۷/ ۳۲۹۔ وعمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۲۱

نے بھی تفصیل کے ساتھ بدریین صحابہ کے نام ذکر کیے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں جو نام ذکر کیے ہیں ان کے بارے میں مشہور ہے کہ جب ان ناموں کو پڑھا جاتا ہے تو اس وقت دعا قبول ہوتی ہے۔

باب : حَدِيثِ بَنِي النَّضِيرِ ، وَمَخْرَجِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِلَيْهِمْ فِي دِيَةِ الرَّجُلَيْنِ ، وَمَا أَرَادُوا مِنَ الْغَدْرِ بِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ .

قَالَ الزُّهْرِيُّ : عَنْ عُرْوَةَ : كَانَتْ عَلَى رَأْسِ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مِنْ وَقْعَةِ بَدْرٍ قَبْلَ أُحُدٍ .

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى : «هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا» /الحشر: ٢/ .

وَجَعَلَهُ ابْنُ إِسْحٰقَ بَعْدَ بِئْرِ مَعُونَةَ وَأُحُدٍ .

٣٨٠٤ : حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ، عَنْ مُوسٰى ابْنِ عُقْبَةَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : حَارَبَتِ النَّضِيرُ وَقُرَيْظَةُ ، فَأَجْلَى بَنِي النَّضِيرِ وَأَقَرَّ قُرَيْظَةَ وَمَنَّ عَلَيْهِمْ ، حَتّٰى حَارَبَتْ قُرَيْظَةُ ، فَقَتَلَ رِجَالَهُمْ ، وَقَسَمَ نِسَاءَهُمْ وَأَوْلَادَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ ، إِلَّا بَعْضَهُمْ لَحِقُوا بِالنَّبِيِّ ﷺ فَآمَنَهُمْ وَأَسْلَمُوا ، وَأَجْلَى يَهُودَ الْمَدِينَةِ كُلَّهُمْ : بَنِي قَيْنُقَاعَ وَهُمْ رَهْطُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ ، وَيَهُودَ بَنِي حَارِثَةَ ، وَكُلَّ يَهُودِ الْمَدِينَةِ .

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں سے بنو نضیر کا واقعہ نقل فرما رہے ہیں، غزوۂ بنو نضیر کب پیش آیا؟ اس سلسلہ میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک رائے حضرت عروہ کی نقل کی ہے اور ایک رائے ابن اسحاق کی نقل کی ہے۔ حضرت عروہ کی رائے یہ ہے کہ جب غزوۂ بدر کے بعد چھ مہینے گزر چکے تو غزوۂ بنو نضیر کا واقعہ پیش آیا۔ جبکہ ابن اسحاق کی رائے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نقل کی کہ بنو نضیر کا یہ واقعہ غزوۂ بیر معونہ اور غزوۂ احد کے بعد پیش آیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ آمد کے وقت کفار کی اقسام

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مدینہ منورہ تشریف لائے تھے اس وقت کفار کی تین قسمیں تھیں۔

❶ ایک قسم کفار کی وہ تھی جو باقاعدہ دشمنی کا اعلان کرتے تھے اور جنگ کے لیے آمادہ تھے۔

❷ دوسری قسم ان لوگوں کی تھی جو اس انتظار میں تھے کہ مسلمانوں کا انجام کیا ہوتا ہے؟ اگر غالب آگئے تو ہم بھی ان کے ساتھ ہوجائیں گے ورنہ اپنے آبائی دین پر قائم رہیں گے، پھر بعض ان میں سے دل سے مسلمانوں کا غلبہ چاہتے تھے جیسے بنو خزاعہ اور کچھ لوگ دل سے مسلمانوں کا غلبہ نہیں چاہتے تھے۔

❸ تیسری قسم یہود مدینہ کی تھی، مدینہ کے یہود میں اصل قبیلے دو تھے ایک بنو قریظہ اور دوسرا بنو نضیر، بنو قینقاع اور بنو حارثہ کا بھی ذکر آتا ہے لیکن درحقیقت وہ بنو قریظہ اور بنو نضیر ہی کی شاخیں تھیں۔ (۱)

مدینہ کے یہودی قبائل کا مسلمانوں کے ساتھ معاہدۂ امن ہوا تھا کہ نہ ایک دوسرے کے ساتھ جنگ کریں گے اور نہ ایک دوسرے کے خلاف کسی اور قبیلہ کی مدد کریں گے۔ (۲) لیکن یہودیوں نے اس معاہدہ کی پاسداری اور پابندی نہیں کی، چنانچہ سب سے پہلے یہود کے قبیلہ بنو قینقاع نے یہ معاہدہ توڑا اور یہود میں سے سب سے پہلے بنو قینقاع مدینہ منورہ سے جلاوطن کیے گئے۔ (۳)

یہود بنی قینقاع کی جلاوطنی

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو آپؐ نے مدینہ کے یہود کو جمع کرکے ان کو اسلام کی دعوت دی اور ان سے فرمایا کہ ”اللہ سے ڈرو، تمہیں یہ بات خوب معلوم ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ (میری مخالفت کی وجہ سے) تم پر بھی ایسا عذاب نازل ہوجائے جیسے بدر میں قریش پر نازل ہوا لہذا اسلام لے آؤ۔“ (۴) یہود بنی قینقاع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات سے مشتعل ہوگئے اور کہا کہ آپ قریش کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں قریش چونکہ جنگ کا تجربہ نہیں رکھتے تھے اس وجہ سے وہ مارے گئے، جب ہم سے آپ کا مقابلہ ہوگا تب معلوم ہوجائے گا کہ کون غالب رہتا ہے۔ جب بنو قینقاع نے جنگ کے لیے آمادہ ہوکر عہد شکنی کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف خروج فرمایا، مسلمانوں نے کئی روز تک ان کا محاصرہ کیا، بالآخر یہ لوگ مجبور ہوکر قلعہ سے نکل آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قتل کرنا چاہا لیکن منافقین کے رئیس عبداللہ بن ابی نے سفارش کی کہ ان کو قتل نہ کیا جائے، آپؐ نے قتل تو نہیں

---

(۱) فتح الباری: ۷/ ۳۳۰ (۲) فتح الباری: ۷/ ۳۳۰ (۳) کامل ابن اثیر: ۲/ ۹۶

(۴) ابن کثیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب کے الفاظ یوں نقل کیے ہیں:
یامعشر یہود! احذروا من اللہ مثل ما نزل بقریش من النقمة، واسلموا فانکم قد عرفتم انی نبی مرسل، تجدون ذلک فی کتابکم و عہد اللہ الیکم (البدایة والنہایة: ۳/ ۳)

کیا لیکن ان کو مدینہ منورہ سے جلاوطنی کا حکم دیا۔ یہ واقعہ پندرہ شوال ۲ھ کو پیش آیا۔ (۵)

ومخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی دیۃ الرجلین، وما ارادوا من الغدر برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

"اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو آدمیوں کی دیت کے سلسلہ میں بنو نضیر کی طرف نکلنا اور وہ غداری جو بنو نضیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرنا چاہتے تھے اس کا بیان۔"

غزوۂ بنی نضیر

یہودیوں میں سے بنو قینقاع کی غداری کے بعد اب بنو نضیر نے عہد شکنی کی، اس کی تفصیل یہ ہے کہ عمرو بن امیہ ضمری بیرمعونہ کے واقعہ میں اتفاقاً زندہ بچ گئے تھے (بیرمعونہ کی تفصیل آگے آرہی ہے) وہاں سے مدینہ آتے ہوئے ان کو دو کافر ملے جو بنو عامر میں سے تھے تو عمرو بن امیہ نے یہ سمجھ کر کہ اس قبیلہ کے سردار عامر بن طفیل نے ستر مسلمان (بیرمعونہ میں) شہید کیے ہیں۔ ان دونوں کو قتل کر ڈالا، عمرو بن امیہ کو یہ معلوم نہ تھا کہ مقتولین کے قبیلہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کیا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ ان سے تو ہمارا معاہدہ تھا لہذا دیت دینا ضروری ہے (اگرچہ عامر بن طفیل نے عہد شکنی کرلی تھی اور ستر مسلمانوں کو شہید کیا تھا لیکن اس عہد شکنی میں پورا قبیلہ شامل نہیں تھا اس لیے آپ نے بنوعامر کے ان دو مقتولین کی دیت ضروری سمجھی۔)

بنو عامر جس طرح مسلمانوں کے حلیف تھے اسی طرح بنو نضیر کے بھی حلیف تھے لہذا عرب کے دستور کے مطابق دیت میں کچھ حصہ بنو نضیر کے ذمہ بھی واجب الادا تھا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دیت کے سلسلہ میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور دیگر چند صحابہ کو لے کر بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے، وہاں جاکر ایک دیوار کے نیچے آپ بیٹھ گئے۔

اس دوران بنو نضیر نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ ایک شخص مکان کی چھت پر چڑھ کر اوپر سے ایک بڑا پتھر آپ پر گرا دے تاکہ اس طرح آپ کو قتل کیا جاسکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی یہودیوں کی اس سازش کی اطلاع ملی چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اٹھے جیسے کسی کام کے لیے اٹھ کر ابھی واپس آجائیں گے اور مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ جب آپ کی واپسی میں دیر ہوتی چلی گئی تو یہود بڑے شرمندہ اور مایوس ہوئے اور صحابہ وہاں سے اٹھ کر آپ کی تلاش میں مدینہ منورہ آگئے۔ حضور

(۵) البدایۃ والنہایۃ: ۳/۴۔

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب صحابہ پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ بنونضیر نے عہد شکنی کی ہے لہذا ان کا محاصرہ کیا جائے۔

عبداللہ بن ام مکتوم کو آپؐ نے مدینہ کا عامل مقرر فرمایا (۶) اور صحابہؓ کو لے کر آپؐ نے بنونضیر کا محاصرہ کر لیا

عبداللہ بن ابی نے بنونضیر کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن منافقین کے دلوں میں اللہ نے رعب ڈالدیا اور وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں نہ آسکے۔

پندرہ دن محاصرہ کرنے کے بعد بنو نضیر مجبور ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہمیں امن دیا جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دس دن کی مہلت ہے، دس دن کے اندر اندر تم مدینہ سے نکل جاؤ، جتنا سامان تم اپنے ساتھ لیجاسکتے ہو اتنا لیجانے کی اجازت ہے لیکن ہتھیار اور اسلحہ لے جانے کی اجازت نہیں۔ یہودیوں نے اپنے مکانات کے دروازے اور چوکھٹ تک نکال لیے اور دس دن کے اندر اندر مدینہ سے نکلے، بعض شام چلے گئے اور بعض خیبر میں جاکر آباد ہوئے اور اس طرح مدینہ سے بنونضیر کا ہنگامہ ختم ہوا۔ یامین بن عمیر اور ابوسعید بن وھب یہ دو آدمی ان میں سے مسلمان ہوئے، چنانچہ ان کو جلاوطن نہیں کیا گیا اور نہ ان کو مال واسباب سے محروم کیا گیا۔ (۷)

ابن اسحاق نے غزوۂ بنونضیر کا جو واقعہ بیان کیا، وہ یہ تھا، (۸) اس سے آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ قراء سبعین کی بیرمعونہ میں شہادت کے بعد عمرو بن امیہ ضمری نے بنو عامر کے آدمی قتل کیے اور ان کی دیت کے سلسلہ میں آپؐ بنونضیر کے پاس تشریف لے گئے تھے تو اس سے ثابت ہوا کہ یہ واقعہ بیرمعونہ کے بعد کا ہے۔ لیکن حضرت عروہ کے بیان کے مطابق یہ واقعہ احد اور بیرمعونہ سے پہلے کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ بنو نضیر جنگ بدر سے صرف چھ ماہ بعد پیش آیا تو اگر حضرت عروہ کی روایت تسلیم کی جائے تو پھر غزوۂ بنو نضیر کا سبب کیا چیز بنی؟ (ظاہر ہے اس صورت میں عمرو بن امیہ ضمری کے دو آدمیوں کے قتل اور ان کی دیت کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہود بنونضیر کے پاس جانے اور یہودیوں کی غداری کو سبب نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ دو آدمیوں کے قتل کا یہ واقعہ احد کیا غزوۂ بیرمعونہ سے بھی بعد کی بات ہے۔)

تو اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ ابن مردویہ نے سند صحیح کے ساتھ زھری کی ایک روایت نقل کی ہے، اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ جب غزوۂ بدر کا واقعہ پیش آیا اور مسلمانوں کو کامیابی ہوئی تو مشرکین مکہ نے یہود مدینہ کو لکھا کہ تمہارے پاس قلعے اور جنگ کا سازوسامان ہے تم مسلمانوں کے خلاف آواز کیوں نہیں اٹھاتے ہو۔ چنانچہ بنونضیر نے اس خط کے بعد ایک سازش کا فیصلہ کیا وہ اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ

(٦) البدایۃ والنہایۃ: ۴/۷۵ (۷) فتح الباری: ۷/ ۳۳۱ (۸) مذکورہ بوری تفصیل کے لیے دیکھیے البدایۃ والنہایۃ: ۴/ص ۷۴-۷۶

علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ آپ تین آدمی اپنے ساتھ لائیں، ہمارے تین عالم آپ سے مذاکرہ کریں گے، اگر اس مذاکرے میں ہمارے وہ تین آدمی مطمئن ہوگئے تو ہم اسلام قبول کرلیں گے اور اندرونی طور پر ان تین عالموں کو یہ کہہ دیا کہ اپنے پاس خنجر چھپا کر رکھ لیں اور موقع ملتے ہی آپ کو قتل کردیں۔ بنونضیر میں ایک انصاری خاتون تھی، اس کا بھائی مسلمان تھا۔ اس نے اس سازش کی اطلاع اپنے بھائی کو دی، بھائی نے آکر آپ کو بتایا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذاکرہ کا فیصلہ ترک فرمایا اور ان پر حملے کا پروگرام بنایا۔ (۹)

حضرت عروہ کی روایت اگر تسلیم کی جائے تو اس وقت غزوۂ بنونضیر کا سبب یہ واقعہ ہے اس میں بیر معونہ کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن اکثر اصحاب سیر نے محمد بن اسحاق کی موافقت کی ہے اور کہا ہے غزوۂ بنونضیر، غزوۂ احد اور غزوۂ بیر معونہ کے بعد پیش آیا ہے اور یہ ۴ھ کے اوائل کا واقعہ ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق اور حضرت عروہ دونوں کے قول ذکر کیے، ترجمۃ الباب میں آیت ذکر کی

وقول اللہ تعالی ھو الذی اخرج الذین کفروا من اھل الکتاب من دیارھم لاول الحشر

"اللہ وہ ذات ہے جس نے نکالا اہل کتاب میں سے کافروں کو ان کے گھروں سے اول حشر میں۔"

"اول حشر" سے یہود بنونضیر کی جلاوطنی مراد ہے، ویسے تو بنوقینقاع کی جلاوطنی اس سے پہلے ہوچکی تھی لیکن اولاً تو وہ کوئی بڑا قبیلہ نہیں تھا بلکہ ایک شاخ تھی، اور دوسرے یہ کہ بنونضیر کی اس جلاوطنی کا واقعہ اس کی بہ نسبت بڑا حادثہ تھا اس لیے قرآن نے اسی کو "اول حشر" کہا۔

حدثنا اسحق بن نصر حدثنا عبدالرزاق اخبرنا ابن جریج.... حاربت قریظة و النضیر فاجلی بنی النضیر و اقر قریظة

"قریظہ اور نضیر نے محاربہ کیا" اس محاربہ سے مراد ہے کہ جب قریش مکہ نے قریظہ اور نضیر کو غزوۂ بدر کے بعد خط لکھا اور مسلمانوں کی مخالفت پر ان کو آمادہ کیا تو ان دونوں نے عہد شکنی کا پروگرام بنایا، تو مسلمانوں نے بنونضیر کو جلاوطن کیا اور قریظہ کے ساتھ تجدید معاہدہ کرکے ان کو برقرار رکھا، یہاں تک کہ غزوۂ خندق کے موقع پر قریظہ نے دوبارہ عہد شکنی کی، تو پھر ان کے مردوں کو قتل کیا اور ان کی عورتوں، بچوں اور اموال کو مسلمانوں میں تقسیم کیا۔ (غزوۂ قریظہ کی تفصیل غزوۂ خندق کے بعد آرہی ہے۔)

۳۸۰۵ : حَدَّثَنِي الحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ : أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قالَ : قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ : سُورَةُ الحَشْرِ ، قالَ : قُلْ سُورَةُ النَّضِيرِ .
تَابَعَهُ هُشَيْمٌ ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ . [۴۳٦۸ ، ۴٦۰۰ ، ۴٦۰۱]

---

(۹) فتح الباری ۷ / ۳۳۱۔

حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ کے سامنے لفظ "سورۃالحشر" کہا تو آپؓ نے فرمایا کہ "قل:سورۃالنضیر" اس سورت کو سورۃ نضیر کہو۔

مقصد یہ ہے کہ یہ سورۃ بنو نضیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ لہذا اس کو "سورۃالنضیر" بھی کہا جاسکتا ہے اور "سورۃالحشر" بھی۔

۳۸۰۶ : حدثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ : حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ ، عَنْ أَبِيهِ : سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : كانَ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ ﷺ النَّخَلَاتِ ، حَتَّى ٱفْتَتَحَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرَ ، فَكانَ بَعْدَ ذٰلِكَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ . [ر : ۲۹٦۰]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصاری صحابہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجور کے درخت پیش کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ ان کو مہاجرین میں تقسیم فرمادیں اور اپنے لیے بھی رکھیں، جب آپؐ نے قریظہ اور بنو نضیر کو فتح کیا تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے وہ درخت واپس کردیے تھے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب آپؐ نے قریظہ اور نضیر کو فتح کیا اور ان کے اموال مسلمانوں کے ہاتھ آئے تو اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں یہ اموال مہاجرین میں تقسیم کردوں اور تمہارے جو درخت ہیں وہ تم کو واپس کردوں، انصار کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ نے کہا کہ یارسول اللہ! ہماری تو خواہش یہ ہے کہ یہ اموال بھی آپ تمام کے تمام مہاجرین میں تقسیم فرمادیں اور ہمارے جو اموال ان کے پاس ہیں وہ بھی ان کے پاس رہنے دیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس پیشکش کو سراہا تاہم انصار کے جو اموال مہاجرین کے پاس تھے وہ ان کو واپس کردیئے اور یہودیوں سے جو مال ملا تھا وہ مہاجرین میں تقسیم فرمادیا۔ (۱۰)

البتہ مہاجرین کے ساتھ انصار میں سے حضرت ابودجانہؓ انصاریؓ اور سہل بن حنیف انصاریؓ کو بھی آپ نے حصہ عطا فرمایا کیونکہ ان دونوں حضرات کی مالی حالت بڑی کمزور تھی۔ (۱۱)

۳۸۰۸/۳۸۰۷ : حدثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : حَرَّقَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ وَقَطَعَ ، وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ ، فَنَزَلَتْ : «ما قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قائِمَةً عَلَى أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ ٱللهِ».

(۱۰) فتح الباری : ۷ / ۳۳۳

(۱۱) علامہ سہیلی نے حضرت ابودجانہ اور حضرت سہل کے ساتھ انصار میں سے حضرت حارث بن صمہ کا نام بھی ذکر کیا ہے .... دیکھیے البدایۃ والنہایۃ: ۷٦/۴۔

(۳۸۰۸) : حدّثني إسحٰق : أخبرَنا حبّانُ : أخبرَنا جُوَيرِيَةُ بْنُ أسْماءَ ، عَنْ نافعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : أنَّ النَّبيَّ ﷺ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ ، قالَ : وَلَهَا يَقُولُ حَسَّانُ ابْنُ ثَابِتٍ :

وَهَانَ عَلَى سَرَاةِ بَنِي لُؤَيٍّ　　حَرِيقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيرُ

قالَ : فَأَجَابَهُ أَبُو سُفْيَانَ بْنُ الحارِثِ :

أَدَامَ اللّٰهُ ذٰلِكَ مِنْ صَنِيعٍ　　وَحَرَّقَ فِي نَوَاحِيهَا السَّعِيرُ
سَتَعْلَمُ أَيُّنَا مِنْهَا بِنُزْهٍ　　وَتَعْلَمُ أَيُّ أَرْضَيْنَا تَضِيرُ

[ر : ۲۲۰۱]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کے کھجور کے درختوں کو جلایا اور کٹوایا اور وہ باغ جہاں یہ عمل کیا گیا، بویرہ تھا تو اس پر آیت اتری "ماقطعتم من لینة...."

یہودیوں نے یہ اعتراض کیا تھا کہ یہ کیسا نبی ہے کہ باغات اور لوگوں کے کام آنے والی چیزوں کو کٹوا کر اور جلا کر ختم کر رہا ہے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کی طرف سے جواب دیا کہ جو درخت تم نے کاٹے یا جو چھوڑے کہ وہ اب تک اپنی جڑوں پر کھڑے ہیں، یہ سب اللہ کے حکم سے ہے۔ (۱۲)

یعنی ہر دو مصلحت سے خالی نہیں جلانے کاٹنے میں کفار پر رعب وغلبہ کا اظہار ہے اور سالم چھوڑنے میں مسلمانوں کا نفع دینوی ہے۔

البویرة (بضم الباء وفتح الواؤ....) یہ "بورة" کی تصغیر ہے۔ "بورة" گڑھے کو کہتے ہیں، مدینہ کے قریب جس مقام میں بونضیر کا یہ باغ واقع تھا چونکہ وہ نشیبی جگہ تھی اس لیے اس باغ کو "بویرہ" کہا جانے لگا۔ (۱۳)

لینة: ایک خاص قسم کی کھجور کو کہتے ہیں۔ (۱۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بنو نضیر کے درخت جلوا دیے تو اس کے متعلق حضرت حسان بن ثابتؓ نے یہ شعر پڑھا تھا۔

وهان　　علی　　سراة　　بنی　　لوَی
حریق　　بالبوَیرۃ　　مستطیر

---

(۱۲) دیکھیے تفسیر ابن کثیر ج ۴ / ص ۳۳۴

(۱۳) فتح الباری: ۷ / ۳۳۲۔ وعمدۃ القاری: ۱۷ / ۱۲۸۔

(۱۴) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۲۸۔

"اور آسان ہوا بنی لوی کے سرداروں کے لیے مقام بویرہ میں ایسی آگ جلانا جس کے شعلے پھیلے ہوئے تھے۔"

سراۃ: (بفتح السین) یہ "سری" کی جمع ہے، سردار کو کہتے ہیں۔ لُوَیّ: (بضم اللام، وفتح الھمزۃ، وتشدید الیاء)

بنی لوی سے قریش مراد ہیں، "سراۃ بنی لوی" یعنی قریش کے سردار، مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر قریشی مہاجرین صحابہ ہیں۔ بہت سے حضرات نے "سراۃ بنی لویَ" سے قریش کے کافر سردار مراد لیے ہیں دونوں صورتوں میں مطلب مختلف ہوگا۔ (۱۵)

شعر کا مطلب

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ نے بغیر کسی جنگ کے بڑی آسانی کے ساتھ مقام بویرہ میں باغات کو آگ لگائی، اس شعر سے حضرت حسانؓ قریش مکہ کو عار دلارہے ہیں کیونکہ قریش نے بنونضیر کو جنگ پر ابھارا تھا۔

اور اگر "سراۃ بنی لوی" سے قریش کے کافر سردار مراد ہوں تو مطلب ہوگا کہ قریش کے سرداروں نے مقام بویرہ میں آگ کا معاملہ بڑا آسان اور ہلکا سمجھا، یہ طنز ہے کہ قریش نے بنونضیر اور بنو قریظہ کو یہ یقین دہانی کرائی تھی کہ مسلمانوں کے ساتھ تصادم کے وقت وہ ان کی مدد کریں گے، حضرت حسانؓ فرماتے ہیں کہ اب جب ان پر یہ افتاد پڑی اور ان کے باغات جلائے گئے تو قریش میں سے کوئی بھی مدد کے لیے نہیں آیا گویا کہ یہ کوئی سنگین واقعہ ہی نہیں تھا۔

جب حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ شعر پڑھا تو اس کے جواب میں ابوسفیان بن الحارث نے (جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں اور اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے) یہ اشعار پڑھے۔

ابوسفیان بن الحارث کے جوابی اشعار!

ادام اللہ ذلک من صنیع
وحرّق فی نواحیھا السعیر
ستعلم أینا منھا بنزہ
وتعلم ای ارضینا تضیر

---

(۱۵) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۱۲۹

❶ اللہ اس آگ کو جو بویرہ میں لگی ہے ہمیشہ قائم رکھے اور آگ بویرہ کے گردونواح کو یوں ہی جلایا کرے۔

❷ تم عنقریب جان لوگے کہ کون اس بویرہ (اور اس کی آگ) سے دور ہے اور تم یہ بھی جان لو گے کہ تم میں سے کس کی زمین کو وہ آگ نقصان پہنچاتی ہے۔

ابوسفیان نے پہلے شعر میں بددعا دی ہے کہ بویرہ کا اردگرد یعنی مدینہ آگ میں یوں ہی جلتا رہے، دوسرے شعر میں حضرت حسانؓ سے کہا کہ بویرہ میں آگ کی عار ہمیں کیوں دلاتے ہو، بویرہ کے اردگرد تو تم رہتے ہو اس سے ہمیں اور ہماری زمین کو کچھ نقصان نہیں ہوگا، تمہاری ہی رہائشی زمینیں جلیں گی۔ (۱۲)

۳۸۰۹ : حدثنا أبو اليمان : أخبرنا شعيب ، عن الزهري قال : أخبرني مالك بن أوس ابن الحدثان النصري : أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه دعاه ، إذ جاءه حاجبه يرفا فقال : هل لك في عثمان وعبد الرحمن والزبير وسعد يستأذنون ؟ فقال : نعم فأدخلهم ، فلبث قليلاً ثم جاء فقال : هل لك في عباس وعلي يستأذنان ؟ قال : نعم ، فلما دخلا قال عباس : يا أمير المؤمنين اقض بيني وبين هذا ، وهما يختصمان في الذي أفاء الله على رسوله ﷺ من بني النضير ، فاستب علي وعباس ، فقال الرهط : يا أمير المؤمنين اقض بينهما ، وأرح أحدهما من الآخر ، فقال عمر : اتئدوا أنشدكم بالله الذي بإذنه تقوم السماء والأرض ، هل تعلمون أن رسول الله ﷺ قال : (لا نورث ما تركنا صدقة) . يريد بذلك نفسه ؟ قالوا : قد قال ذلك ، فأقبل عمر على عباس وعلي فقال : أنشدكما بالله ، هل تعلمان أن رسول الله ﷺ قد قال ذلك ؟ قالا : نعم ، قال : فإني أحدثكم عن هذا الأمر ، إن الله سبحانه كان خص رسوله ﷺ في هذا الفيء بشيء لم يعطه أحدا غيره ، فقال جل ذكره : «وما أفاء الله على رسوله منهم فما أوجفتم عليه من خيل ولا ركاب - إلى قوله - قدير» . فكانت هذه خالصة لرسول الله ﷺ ، ثم والله ما احتازها دونكم ، ولا استأثرها عليكم ، لقد أعطاكموها وقسمها فيكم حتى بقي هذا المال منها ، فكان رسول الله ﷺ ينفق على أهله نفقة سنتهم من هذا المال ، ثم يأخذ ما بقي فيجعله مجعل مال الله ، فعمل ذلك رسول الله ﷺ حياته ، ثم توفي النبي ﷺ ، فقال أبو بكر : فأنا ولي رسول الله ﷺ ، فقبضه أبو بكر فعمل فيه بما عمل به رسول الله ﷺ ، وأنتم حينئذ ، فأقبل على علي وعباس وقال : تذكران أن أبا بكر

(۱۲) بنزہ بضم النون وسکون الزای ای بمعدو رنا و معنی، وهو فی الاصل من النزاهة وهی البعد من السوء، وجاء فیه فتح النون۔ (عمدة القاری: ۱۷/ ۱۲۹۔)

فِيهِ كما تَقُولَانِ ، وَاللهُ يَعْلَمُ : إِنَّهُ فِيهِ لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ ؟ ثُمَّ تَوَفَّى اللهُ أَبَا بَكْرٍ ، فَقُلْتُ : أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ ، فَقَبَضْتُهُ سَنَتَيْنِ مِنْ إِمَارَتِي أَعْمَلُ فِيهِ بِمَا عَمِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ ، وَاللهُ يَعْلَمُ : أَنِّي فِيهِ صَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ ؟ ثُمَّ جِئْتُمَانِي كِلَاكُمَا ، وَكَلِمَتُكُمَا وَاحِدَةٌ وَأَمْرُكُمَا جَمِيعٌ ، فَجِئْتَنِي - يَعْنِي عَبَّاسًا - فَقُلْتُ لَكُمَا : إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ : (لَا نُورَثُ ، ما تَرَكْنَا صَدَقَةٌ) . فَلَمَّا بَدَا لِي أَنْ أَدْفَعَهُ إِلَيْكُمَا قُلْتُ : إِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهُ إِلَيْكُمَا ، عَلَى أَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللهِ وَمِيثَاقَهُ : لَتَعْمَلَانِّ فِيهِ بِمَا عَمِلَ فِيهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ وَمَا عَمِلْتُ فِيهِ مُذْ وَلِيتُ ، وَإِلَّا فَلَا تُكَلِّمَانِي ، فَقُلْتُمَا ادْفَعْهُ إِلَيْنَا بِذٰلِكَ ، فَدَفَعْتُهُ إِلَيْكُمَا ، أَفَتَلْتَمِسَانِ مِنِّي قَضَاءً غَيْرَ ذٰلِكَ ، فَوَاللهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ ، لَا أَقْضِي فِيهِ بِقَضَاءٍ غَيْرِ ذٰلِكَ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ ، فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهُ فَادْفَعَاهُ إِلَيَّ فَأَنَا أَكْفِيكُمَاهُ .

قَالَ : فَحَدَّثْتُ هٰذَا الحَدِيثَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ : صَدَقَ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ : أَنَا سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ تَقُولُ : أَرْسَلَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ عُثْمَانَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ ، يَسْأَلْنَهُ ثُمُنَهُنَّ مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ فَكُنْتُ أَنَا أَرُدُّهُنَّ ، فَقُلْتُ لَهُنَّ : أَلَا تَتَّقِينَ اللهَ ، أَلَمْ تَعْلَمْنَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ : (لَا نُورَثُ ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ - يُرِيدُ بِذٰلِكَ نَفْسَهُ - إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ فِي هٰذَا الْمَالِ) . فَانْتَهَى أَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى مَا أَخْبَرَتْهُنَّ ، قَالَ : فَكَانَتْ هٰذِهِ الصَّدَقَةُ بِيَدِ عَلِيٍّ ، مَنَعَهَا عَلِيٌّ عَبَّاسًا فَغَلَبَهُ عَلَيْهَا ، ثُمَّ كَانَ بِيَدِ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ، ثُمَّ بِيَدِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ، ثُمَّ بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ ، وَحَسَنِ بْنِ حَسَنٍ ، كِلَاهُمَا كَانَا يَتَدَاوَلَانِهَا ، ثُمَّ بِيَدِ زَيْدِ بْنِ حَسَنٍ ، وَهِيَ صَدَقَةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ حَقًّا . [ر : ٢٧٤٨]

٣٨١٠ : حدثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ : أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَالْعَبَّاسَ ، أَتَيَا أَبَا بَكْرٍ يَلْتَمِسَانِ مِيرَاثَهُمَا ، أَرْضَهُ مِنْ فَدَكٍ ، وَسَهْمَهُ مِنْ خَيْبَرَ ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (لَا نُورَثُ ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ فِي هٰذَا الْمَالِ) . وَاللهِ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي . [ر : ٢٩٢٦]

مالک بن اوس بن الحدثان نے بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے ان کو بلایا، اچانک حضرت عمرؓ کے پاس

ان کے دربان "یرفاء" (۱۷) آئے اور کہا کہ... حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا، ہاں! انہیں اندر لے آؤ ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ یرفاء دوبارہ آئے اور حضرت عمرؓ سے کہا کہ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ آئے ہیں اور اندر آنا چاہتے ہیں، حضرت عمرؓ نے اجازت دی۔ چنانچہ جب دونوں حضرات اندر داخل ہوگئے تو حضرت عباسؓ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! میرے اور ان (حضرت علیؓ) کے درمیان فیصلہ کردیجئے۔

وهما يختصمان في الذي افاء الله على رسوله صلى الله عليه وسلم من بني النضير

"اور یہ دونوں جھگڑ رہے تھے بنو نضیر سے جو مال فئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا تھا اس کے بارے میں" (یہی جملہ ترجمۃ الباب سے متعلق ہے)

بنو نضیر سے جو مال فئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا تھا وہ آپ نے مہاجرین میں تقسیم فرمادیا تھا۔ البتہ اس کا کچھ حصہ آپؐ نے اپنے پاس بھی رکھا تھا جو مسلمانوں کی حاجات کے اندر صرف کیا جاتا تھا اور آپؐ اپنے رشتہ داروں کو بھی اس میں سے حصہ دیا کرتے تھے، اسی مال کے سلسلہ میں حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان اختلاف ہوگیا تھا، حضرت عمرؓ کی مجلس میں ان دونوں بزرگوں کے درمیان "تو تو میں میں" بھی ہوئی، تو ان سے پہلے جو حضرات صحابہ آئے تھے انہوں نے کہا کہ "امیر المؤمنین! ان کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے اور ایک کو دوسرے سے راحت عطا کیجئے" تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اتئدوا [سلہ] ٹھہرو، جلدی نہ کرو میں آپ لوگوں کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں، کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لانورث، ماترکنا صدقة.... "ہم نبیوں کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔"

اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی ذات مراد لے رہے تھے کہ انتقال کے بعد جن اموال کو میں چھوڑ کر جاؤں گا وہ اموال صدقہ ہوں گے اور ان میں میراث جاری نہیں ہوگی، وہاں موجود حضرات صحابہ نے حضرت عمرؓ کی تصدیق کی، حضرت عمرؓ پھر حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے کہا کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تمہیں معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث ارشاد فرمائی تھی، ان دونوں نے بھی جواب میں "نعم" (جی ہاں) کہا، اور اس حدیث کے بارے میں حضرت عمرؓ کی تصدیق کی، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اب میں اس معاملہ کے متعلق آپ لوگوں سے بیان کرتا ہوں کہ (بنو نضیر کا) یہ مال فئی اللہ جل شانہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص کیا تھا اور

---

(۱۷) یرفا: بفتح الیاء وسکون الراء۔ (عمدة القاری: ۱۷/۱۳۰)

(سلہ) اتئدوا: ای لاتستعجلوا، وهي من التؤدة وهي التأني والمهلة (عمدة القاری: ۱۷/۱۳۰)

اس میں کسی اور کو کوئی حق نہیں دیا، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

وماافاء الله على رسوله منهم فما اوجفتم عليه من خيل ولا ركاب .... ولكن الله يسلّط رسله على من يشاء والله على كل شئى قدير۔ (۱۹)

پس یہ مال صرف اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص تھا، لیکن خدا کی قسم! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مال صرف اپنے لیے جمع کیے نہیں رکھا اور نہ اپنی ذات کو ترجیح دی بلکہ یہ مال تم لوگوں میں تقسیم کیا، یہاں تک کہ اس میں سے یہ حصہ مال کا بچ گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی میں سے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے تھے، سال بھر کا خرچہ اس میں سے دیکر باقی کو اللہ کی راہ میں (جہاد وغیرہ کے اسلحہ اور دیگر اس قسم کے کاموں میں) خرچ کرتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں اسی طرح کرتے رہے، پھر آپ کی وفات ہوگئی تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ بے شک میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ولی (اور جانشین) ہوں، چنانچہ یہ مال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے مطابق وہ اس مال میں عمل کرتے رہے یعنی ان ہی مصارف میں اس کی آمدنی خرچ کرتے رہے جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کرتے تھے اور تم سب لوگ اس وقت موجود تھے (اور تمہیں علم ہے) پھر حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا۔

تذكران ابابكر عمل فيه كماتقولان

"آپ دونوں یہ ذکر کرتے اور کہتے تھے کہ ابوبکر اس مال کے تصرف کرنے میں ویسے ہیں جیسے تم کہتے ہو" بتلانا یہ ہے کہ تمہارا خیال یہ تھا کہ تصرف تو ہمیں کرنا چاہیئے اور تولیت ہمارے ہاتھ میں ہونی چاہیئے، ابوبکرؓ نے خود اپنے ہاتھ میں اس کا تصرف رکھ کر زیادتی کی ہے، حالانکہ ابوبکرؓ اس معاملہ میں سچے اور مخلص تھے، راہ راست اور حق پر تھے (حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کو حضرت ابوبکرؓ سے گلہ اس بات کا تھا کہ اس مال کی تولیت ہمارے حوالہ کیوں نہ کی، ابوبکرؓ ہمیں عادل اور قابل اعتماد نہیں سمجھتے، ان دونوں بزرگوں کو حضرت ابوبکرؓ سے اس بات کی شکایت نہ تھی کہ یہ مال ہمیں میراث میں کیوں نہیں ملا، کیونکہ یہ تو ان کو بھی معلوم تھا کہ نبی کی میراث نہیں ہوتی، شکایت صرف تولیت اور اس مال میں تصرف کا اختیار نہ دینے کی تھی، یہ تو ان کا نقطۂ نظر تھا، لیکن حضرت ابوبکرؓ کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ اگر اس وقت اس مال میں تصرف کا اختیار اور اس کی تولیت ان کے حوالہ کردی جائیگی تو اس سے لوگوں کو شبہ ہوگا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہوئی ہے تو اس شبہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ نے حضرت

(۱۹) سورۃ الحشر/۶۔

عباسؓ اور حضرت علیؓ کو اس میں تصرف کا اختیار نہیں دیا، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کا طرز عمل درست اور صحیح تھا)

پھر حضرت ابوبکرؓ کی وفات ہوئی تو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کا جانشین اور خلیفہ بنا، اور میں نے اس مال کو اپنی امارت کے ابتدائی دو سالوں میں اپنے قبضہ میں رکھا اور اس میں وہی عمل کرتا رہا جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کرتے تھے۔ پھر تم دونوں میرے پاس آئے اور اس وقت تم دونوں کی بات ایک تھی اور تمہارا معاملہ متفق تھا تو میں نے تم دونوں سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "لانورث ماترکنا صدقة" پھر جب دو سال گزرنے کے بعد مجھے اطمینان ہوگیا کہ اب اگر اس مال کا تصرف تم دونوں کے حوالہ کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں تو میں نے تم سے کہا تھا کہ اگر تم چاہو تو میں یہ جائیداد تمہارے حوالہ کردوں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ تمہیں اللہ سے عہدو پیمان باندھنا ہوگا کہ تم اس جائیداد میں وہی عمل کرو گے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور میں کرتا رہا ورنہ تم اس سلسلہ میں مجھ سے بات مت کرو، تم دونوں نے کہا تھا کہ اسی عہد ومیثاق کے ساتھ آپ یہ ہمارے حوالہ کردیجئے، تو میں نے آپ دونوں کے حوالہ کردیا تھا۔ اب جو تم دونوں میرے پاس آئے ہو کیا، اس کے علاوہ تم مجھ سے کوئی اور فیصلہ کرانا چاہتے ہو۔

فواللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض لااقضی فیہ بقضاء غیر ذلک حتی تقوم الساعة

"اس اللہ کی قسم! جس کے حکم سے زمین وآسمان قائم ہیں، قیامت تک میں اس میں اس کے سوا کوئی اور فیصلہ نہیں کرسکتا۔"

لہذا اگر تم دونوں اس کے انتظام سے عاجز آگئے ہو تو مجھ کو واپس کردو میں اس کا انتظام خود کروں گا۔

فحدثت ھذا الحدیث عروۃ بن الزبیر

یہ زھری کا قول ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث حضرت عروہ بن الزبیر سے بیان کی تو عروہ نے فرمایا کہ مالک بن اوس نے صحیح فرمایا ہے، میں نے بھی حضرت عائشہؓ سے سنا تھا، فرماتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے حضرت عثمانؓ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تھا، ازواج مطہرات حضرت ابوبکر سے اس مال فئی میں سے اپنے ثمن (آٹھویں حصہ) کا مطالبہ کرنا چاہتی تھیں جو اللہ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا تھا تو میں ان (ازواج مطہرات) کو منع کرتی تھی، اور میں ان سے کہتی تھی کہ تم اللہ سے نہیں ڈرتی ہو؟ تمہیں نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا ہے "لانورث ماترکنا صدقة" اور اس سے مراد آپ کی اپنی ذات ہوتی تھی۔ البتہ آل محمد کا نفقہ اس مال میں سے ہوگا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ازواج مطہرات کو جب یہ حدیث سنائی تو وہ رک گئیں (اور انہوں نے میراث میں اپنے حصے کا مطالبہ ترک کردیا)

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ یہ اموال جو صدقہ کے تھے حضرت علیؓ کے ہاتھ میں رہے۔ حضرت علیؓ نے حضرت عباسؓ کو اس سے الگ رکھا (اور انتظامی امور میں اختلاف کی وجہ سے حضرت عباسؓ کو ان کے انتظام میں شریک نہیں کیا) اور ان پر غالب رہے۔ پھر یہ اموال صدقہ حضرت حسنؓ بن علیؓ کے قبضہ میں رہے، پھر وہ حسینؓ بن علی کے تصرف میں آئے، پھر علی بن حسین اور حسن بن حسن کے ہاتھ میں رہے اور وہ دونوں نوبت بنوبت ان کا انتظام کیا کرتے تھے اور پھر یہ زید بن حسن کے قبضہ میں آئے۔

وهی صدقة رسول الله صلی الله علیه وسلم حقا

"اور یہ یقینی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہے" (اس وجہ سے اس مال میں نہ میراث جاری ہوئی اور نہ ان حضرات نے ذاتی ملکیت کے طور پر اس کو استعمال کیا۔)

ترجمۃ الباب سے مطابقت

چونکہ اس روایت میں حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے جس مخاصمے کا ذکر ہے وہ ان اموال کے متعلق تھا جو بنونضیر سے بطور فئی حاصل ہوئے تھے اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث "باب حدیث بنی النضیر" میں یہاں ذکر فرمائی۔ (۲۰)

باب : قَتْلُ كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ.

۳۸۱۱ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : قَالَ عَمْرٌو : سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ ، فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللهَ وَرَسُولَهُ) . فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ ، أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ ؟ قَالَ : (نَعَمْ) . قَالَ : فَأْذَنْ لِي أَنْ أَقُولَ شَيْئًا ، قَالَ : (قُلْ) . فَأَتَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ : إِنَّ هٰذَا الرَّجُلَ قَدْ سَأَلَنَا صَدَقَةً ، وَإِنَّهُ قَدْ عَنَّانَا ، وَإِنِّي قَدْ أَتَيْتُكَ أَسْتَسْلِفُكَ ، قَالَ : وَأَيْضًا وَاللهِ لَتَمَلُّنَّهُ ، قَالَ : إِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاهُ ، فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَدَعَهُ حَتَّى نَنْظُرَ إِلَى أَيِّ شَيْءٍ يَصِيرُ شَأْنُهُ ، وَقَدْ أَرَدْنَا أَنْ

(۲۰) اس حدیث سے متعلق دیگر بحثیں "باب فرض الخمس" میں دیکھیے

نُسْلِفَنَا وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ – وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو غَيْرَ مَرَّةٍ ، فَلَمْ يَذْكُرْ وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ ، أَوْ : فَقُلْتُ لَهُ : فِيهِ وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ ؟ فَقَالَ : أُرَى فِيهِ وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ – فَقَالَ : نَعَمْ ، ارْهَنُونِي ، قَالُوا : أَيَّ شَيْءٍ تُرِيدُ ؟ قَالَ : ارْهَنُونِي نِسَاءَكُمْ ، قَالُوا : كَيْفَ نَرْهَنُكَ نِسَاءَنَا وَأَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ ، قَالَ : فَارْهَنُونِي أَبْنَاءَكُمْ ، قَالُوا : كَيْفَ نَرْهَنُكَ أَبْنَاءَنَا ، فَيُسَبُّ أَحَدُهُمْ ، فَيُقَالُ : رُهِنَ بِوَسْقٍ أَوْ وَسْقَيْنِ ، هٰذَا عَارٌ عَلَيْنَا ، وَلٰكِنَّا نَرْهَنُكَ اللَّأْمَةَ – قَالَ سُفْيَانُ : يَعْنِي السِّلَاحَ – فَوَاعَدَهُ أَنْ يَأْتِيَهُ ، فَجَاءَهُ لَيْلًا وَمَعَهُ أَبُو نَائِلَةَ ، وَهُوَ أَخُو كَعْبٍ مِنَ الرَّضَاعَةِ ، فَدَعَاهُمْ إِلَى الْحِصْنِ ، فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ ، فَقَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ : أَيْنَ تَخْرُجُ هٰذِهِ السَّاعَةَ ؟ فَقَالَ : إِنَّمَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَأَخِي أَبُو نَائِلَةَ ، وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو ، قَالَتْ : أَسْمَعُ صَوْتًا كَأَنَّهُ يَقْطُرُ مِنْهُ الدَّمُ ، قَالَ : إِنَّمَا هُوَ أَخِي مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ ، وَرَضِيعِي أَبُو نَائِلَةَ ، إِنَّ الْكَرِيمَ لَوْ دُعِيَ إِلَى طَعْنَةٍ بِلَيْلٍ لَأَجَابَ . قَالَ : وَيُدْخِلُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ مَعَهُ رَجُلَيْنِ – قِيلَ لِسُفْيَانَ : سَمَّاهُمْ عَمْرٌو ؟ قَالَ : سَمَّى بَعْضَهُمْ – قَالَ عَمْرٌو : جَاءَ مَعَهُ بِرَجُلَيْنِ ، وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو : أَبُو عَبْسِ بْنُ جَبْرٍ وَالْحَارِثُ بْنُ أَوْسٍ وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ . قَالَ عَمْرٌو : جَاءَ مَعَهُ بِرَجُلَيْنِ ، فَقَالَ : إِذَا مَا جَاءَ فَإِنِّي قَائِلٌ بِشَعَرِهِ فَأَشَمُّهُ ، فَإِذَا رَأَيْتُمُونِي اسْتَمْكَنْتُ مِنْ رَأْسِهِ فَدُونَكُمْ فَاضْرِبُوهُ . وَقَالَ مَرَّةً : ثُمَّ أُشِمُّكُمْ ، فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ مُتَوَشِّحًا وَهُوَ يَنْفَحُ مِنْهُ رِيحُ الطِّيبِ ، فَقَالَ : مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ رِيحًا ، أَيْ أَطْيَبَ ، وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو : قَالَ : عِنْدِي أَعْطَرُ نِسَاءِ الْعَرَبِ وَأَكْمَلُ الْعَرَبِ . قَالَ عَمْرٌو : فَقَالَ : أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أَشُمَّ رَأْسَكَ ؟ قَالَ : نَعَمْ ، فَشَمَّهُ ثُمَّ أَشَمَّ أَصْحَابَهُ ، ثُمَّ قَالَ : أَتَأْذَنُ لِي ؟ قَالَ : نَعَمْ ، فَلَمَّا اسْتَمْكَنَ مِنْهُ ، قَالَ : دُونَكُمْ ، فَقَتَلُوهُ ، ثُمَّ أَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرُوهُ . [ر : ۲۳۷۵]

جنگ بدر میں جب مسلمانوں کو فتح ہوئی تو کعب بن اشرف کو بڑا رنج ہوا کہ مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہورہا ہے ، کہنے لگا ، اب دنیا میں جینے کا کوئی مزہ اور لطف نہیں رہا اب تو "بطن الارض خیر من ظہرھا" والی کیفیت ہوگئی ہے ۔ قریش مکہ کی تعزیت کے لیے یہ مکہ پہنچا اور قریش کے جو لوگ قتل ہوئے تھے اس نے ان کے مرثیے لکھے ، ان مرثیوں کو مجمع میں سناتا خود بھی روتا اور لوگوں کو بھی رلاتا۔ خانہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر لوگوں سے کہتا کہ تم بھی غلاف کعبہ پکڑ کر عہد کرو کہ سب مل کر مسلمانوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ لڑیں گے ۔ (۲۱) مدینہ آکر اس نے مسلمان عورتوں کے متعلق "تشبیب" (۲۲) میں عشقیہ اشعار کہنا شروع

(۲۱) البدایۃ والنہایۃ: ۳/۶۔ (۲۲) تشبیب: قصیدہ کے شروع میں عشق و محبت کے جو اشعار ہوتے ہیں اس کو تشبیب کہتے ہیں۔

کیے اور ان کے ساتھ اپنے عشق و محبت کا تذکرہ کرنا شروع کیا، ظاہر ہے کہ ان خواتین کے لیے یہ بات بڑی درد انگیز اور تشویشناک تھی اور ان کے مردوں کے لیے بھی یہ بات بڑی تکلیف دہ اور افسوسناک تھی۔ پھر اس پر بس نہیں کیا بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہجو کے قصیدے لکھنے شروع کیے۔ (۲۳) یہ حرکتیں جب حد سے بڑھ گئیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز فرمایا من لکعب بن الاشرف؟ فانہ قد آذی اللہ ورسولہ "کون ہے جو (اس یہودی) کعب بن اشرف کو ٹھکانے لگانے، اس نے اللہ اور اللہ کے رسول کو تکلیف پہنچائی ہے۔" حضرت محمد بن مسلمہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ آپ یہ پسند فرمائیں گے کہ میں اس کو قتل کردوں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "نعم" (ہاں) تو حضرت محمد بن مسلمہ نے عرض کیا، فاذن لی ان اقول شیئا آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں (مجمل اور مبہم انداز میں) کچھ باتیں کروں (جن سے وہ خوش ہو اور پھر مجھے اس کو قابو میں کرنا آسان ہوجائے) چنانچہ آپؐ نے اجازت دیدی۔

یہ تو بخاری کی روایت ہے، ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ محمد بن مسلمہ کو جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن اشرف کے قتل کی اجازت دیدی تو یہ متفکر تھے. اور سوچتے تھے کہ کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟ دو تین دن سوچنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ حضرت! اس کی اجازت ہے کہ میں اس سے ملوں اور ملنے کے بعد اس کو مطمئن کرنے کے لیے ابہام واجمال کی صورت میں چند باتیں اس سے کروں تو آپؐ نے اجازت دیدی۔ (۲۴)

چنانچہ محمد بن مسلمہ کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوئے، آپ کے ساتھ حضرت ابونائلہ اور حضرت سعد بن معاذ کے بھتیجے حارث بن اوس بھی تھے کعب بن اشرف کے پاس آکر انہوں نے کہا۔

ان ھذا الرجل قد سالنا صدقۃ، وانہ قد عنانا، وانی قد اتیتک، استسلفک

"یہ آدمی (مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے) ہم سے صدقہ کا مطالبہ کرتا ہے اور اس نے ہمیں مشقت میں ڈالدیا ہے، میں تمہارے پاس قرضہ مانگنے کے لیے آیا ہوں۔"

---

(۲۳) البدایۃ والنہایہ: ۶/۴۔....

ان حرکتوں کے علاوہ ایک اور سبب بھی اس کے قتل کا بیان کیا گیا ہے، چنانچہ حافظ لکھتے ہیں:

ووجدت فی فوائد عبداللہ بن اسحاق.... لقتل کعب سببا آخر، وھو انہ صنع طعاما وواطأ جماعۃ من الیھود، انہ یدعو النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الولیمۃ، فاذا حضر فتکوا بہ (ای قتلوہ) ثم دعاہ، فجاء، ومعہ بعض اصحابہ، فاعلمہ جبریل بما اضمروہ بعد ان جالسہ، فقام، فسترہ جبریل بجناحہ فخرج، فلما فقدوہ، تفرقوا، فقال حینئذ: من ینتدب لقتل کعب؟ ویمکن الجمع بتعدد الاسباب.... (فتح الباری: ۷/۳۳۸)

(۲۴) البدایۃ والنہایہ: ۴/۷۔

کعب بن اشرف نے یہ سن کر کہا "وایضاً واللہ لتملّنّہ" "خدا کی قسم! تم اس سے ابھی مزید اکتا جاؤ گے" یعنی ابھی تو ابتدا ہے آگے آگے دیکھو کیا صورتحال پیدا ہوتی ہے، ابھی تو اور اکتانا پڑے گا۔

محمد بن مسلمہ نے کہا ہم نے ان کی پیروی کی ہے پس اب ہم نہیں چاہتے کہ انہیں چھوڑ دیں یہاں تک کہ ہم دیکھیں کہ انجام کیا ہوتا ہے؟ محمد بن مسلمہ کا مقصد تو یہ ہے کہ ہمیں اسلام کے غلبہ کا انتظار ہے ابھی تو آزمائش چل رہی ہے اور انشاء اللہ اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا اور "یدخلون فی دین اللہ افواجاً" کی شان نمودار ہوگی، لیکن کعب بن اشرف اس کلام سے اپنی ذہنیت کی وجہ سے یہ سمجھا کہ ہم نے چونکہ ان کی اتباع کی ہے اور ہم عرب لوگ ہیں، اپنے قول وقرار سے انحراف تو کر نہیں سکتے اس لیے ہم اب اس انتظار میں ہیں کہ ان کا خاتمہ کب ہوتا ہے، خاتمہ ہوجائے گا تو ہماری جان چھوٹ جائے گی، کعب بن اشرف نے محمد بن مسلمہ کے کلام سے اپنی ذہنیت کے مطابق یہ تأثر لیا۔

وقد اردنا ان تسلفنا وسقا او وسقین

"ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں قرضہ دیں ایک وسق یا (راوی نے کہا) دو وسق" کعب بن اشرف نے "ہاں" کہا، اب اس کا خبث باطن ملاحظہ فرمائیں، کہنے لگا میرے پاس کوئی چیز رہن رکھو، محمد بن مسلمہ اور ان کے ساتھیوں نے کہا، آپ کیا چاہتے ہیں، کونسی چیز ہم آپ کے پاس رہن رکھیں؟ کہنے لگا، اپنی عورتوں کو میرے پاس رہن رکھ دو، انہوں نے کہا ہم اپنی عورتوں کو آپ کے پاس کس طرح رہن رکھ سکتے ہیں آپ تو عرب کے حسین ترین آدمی ہیں، (عورتیں حسن پر جلد فریفتہ ہوجاتی ہیں اگر کہیں وہ آپ پر فریفتہ ہوگئیں تو ہمارا کیا بنے گا۔) تو کہنے لگا کہ پھر اپنے بیٹوں کو میرے پاس رہن رکھ دو، انہوں نے کہا کہ اپنے بیٹوں کو آپ کے پاس کیونکر رہن رکھ سکتے ہیں؟ بعد میں ان کو زندگی بھر طعنے دیئے جائیں گے کہ یہ وہ ہیں جو وسق دو وسق کے عوض رہن رکھے گئے تھے، یہ ہمارے لیے عار ہے۔

ولکنا نرھنک اللأمۃ (۲۵)

ہاں البتہ ہم آپ کے پاس ہتھیار گروی رکھ دینگے سفیان کہتے ہیں کہ "اللأمۃ" سے مراد اسلحہ اور ہتھیار ہیں۔

چنانچہ محمد بن مسلمہ نے اس کے پاس آنے کا وعدہ کرلیا، اور رات کو اس کے پاس آئے، آپ کے ساتھ "ابو نائلہ" بھی تھے جو کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے (ابو نائلہ کا نام سلکان بن سلامہ ہے) کعب نے ان کو قلعہ کے پاس بلایا اور خود قلعہ سے ان کی جانب نیچے اترا، بیوی نے کعب سے کہا کہ رات کے اس اندھیرے میں کہاں جارہے ہو تو کعب نے کہا صرف محمد بن مسلمہ اور میرا بھائی ابو نائلہ ہیں۔

---

(۲۵) اللأمۃ: بتشدید اللام وسکون الھمزۃ، قال سفیان: یعنی السلاح، وقال غیرہ من اھل اللغۃ: اللامۃ الدرع۔ (فتح الباری: ۷/ ۳۳۹)

عمرو بن دینار کے سوا دوسرے راوی نے بیان کیا کہ کعب بن اشرف کی بیوی نے اس موقع پر یہ بھی کہا تھا کہ میں نے تو ایسی آواز سنی ہے جس سے خون کے قطرے ٹپکتے ہوئے محسوس ہورہے ہیں لہذا تم گھر سے نہ نکلو۔(۲۶)

کعب نے کہا، اپنے بھائی محمد بن مسلمہ اور دودھ شریک ابو نائلہ کے پاس جارہا ہوں وہ بلارہے ہیں کیونکہ ان الکریم لودعی الی طعنة بلیل لاجاب "شریف آدمی کو اگر رات میں بھی نیزہ بازی کی طرف بلایا جائے تو وہ قبول کرتا ہے۔"

چنانچہ محمد بن مسلمہ اپنے ساتھ ابوعبس بن جبر، حارث بن اوس اور عباد بن بشر کو لائے یعنی عمرو کہتے ہیں وہ اپنے ساتھ دو آدمی لائے اور عمرو کے علاوہ دوسرا راوی کہتا ہے کہ ان تین کو وہ اپنے ساتھ لائے۔ (۲۷)

محمد بن مسلمہ نے اپنے ساتھیوں سے یہ کہہ رکھا تھا کہ جب کعب آنے لگے تو میں اس کے بال پکڑ کر سونگھنے لگوں گا جب تمہیں یقین ہوجائے کہ میں اس کے سر پر مکمل قابو پاچکا ہوں، تو تم پکڑ کر اس کو مار ڈالو۔

فنزل الیھم متوشحا وھو ینفخ منہ ریح الطیب

چنانچہ کعب چادر اوڑھے ہوئے ان کی طرف اتر آیا، خوشبو اس کے جسم سے پھیل رہی تھی تو محمد بن مسلمہ نے کہا کہ میں نے آج کی طرح خوشبو کبھی محسوس نہیں کی، کعب نے کہا میرے پاس عرب کی وہ حسین وجمیل عورت ہے جو ہر وقت عطر وخوشبو میں بسی رہتی ہے اس پر محمد بن مسلمہ نے کہا کہ آپ اجازت دیں گے کہ میں آپ کا سر سونگھوں، کعب کہنے لگا، ہاں، سونگھ لیجئے، چنانچہ محمد بن مسلمہ نے اس کا سر سونگھا اور اپنے ساتھیوں کو سنگھایا، محمد بن مسلمہ نے دوبارہ سر سونگھنے کی اجازت مانگی، کعب بن اشرف نے دوبارہ اجازت دی چنانچہ جب سونگھتے ہوئے محمد بن مسلمہ نے اس کے سر کو اچھی طرح قابو کرلیا تو اپنے ساتھیوں سے کہا "دونکم" حملہ کردو چنانچہ انہوں نے حملہ کرکے اس کا کام تمام کردیا۔ اور آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شاتم وموذی رسول کے قتل کی خبر سن کر اللہ کا شکر ادا کیا۔ بعد میں یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے سردار کے قتل کے متعلق پوچھنے آئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حرکتوں کی تفصیل بتائی چنانچہ وہ خاموش ہوکر واپس چلے گئے۔ (۲۸)

---

(۲۶) وفی البدایة والنھایة: ۴\۷۔۔ فاخذت امراۃ بنا حیتھا وقالت: انت امرؤ محارب، وان اصحاب الحرب لاینزلون فی ھذہ الساعة۔ قال: انہ ابونائلة لو وجدنی نائما ما ایقظنی فقالت: واللہ انی لاعرف فی صوتہ الشر۔

(۲۷) بعض روایات میں محمد بن مسلمہ کے ساتھ صرف "ابو نائلہ" کا ذکر ہے، بعض میں دو آدمیوں کا ذکر ہے لیکن درحقیقت یہ کل پانچ ساتھی تھے ❶ محمد بن مسلمہ ❷ ابونائلہ ❸ ابوعبس بن جبر ❹ حارث بن اوس ❺ اور عباد بن بشر (دیکھیے فتح الباری: ۷ / ۳۳۹۔)

(۲۸) دیکھیے فتح الباری: ۷ / ۳۴۰

یہ واقعہ کب پیش آیا!

❶ بعض حضرات کے نزدیک کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ ۱۴ ربیع الاول ۳ھ کو پیش آیا ہے۔

❷ محمد بن اسحاق کی رائے یہ ہے کہ رمضان ۳ھ کو یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ (۲۹)

محمد بن مسلمہ

ان کا تعلق انصار کے قبیلۂ اوس سے ہے، بدر میں اور دیگر تمام مشاہد میں شریک ہوئے ہیں، ان کا انتقال ۴۳ھ یا ۴۷ھ یا ۴۶ھ میں مدینہ منورہ میں ۷۷ سال کی عمر میں ہوا، مروان بن الحکم جو اس وقت مدینہ منورہ کا حاکم تھا اس نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (۳۰)

باب : قَتْلُ أَبِي رَافِعٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي الْحُقَيْقِ

وَيُقَالُ : سَلَّامُ بْنُ أَبِي الْحُقَيْقِ ، كانَ بِخَيْبَرَ ، وَيُقَالُ : فِي حِصْنٍ لَهُ بِأَرْضِ الْحِجَازِ.
وَقَالَ الزُّهْرِيُّ : هُوَ بَعْدَ كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ.

۳۸۱۴/۳۸۱۲ : حدّثني إِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قالَ : بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ رَهْطًا إِلَى أَبِي رَافِعٍ ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَتِيكٍ بَيْتَهُ لَيْلاً وَهُوَ نَائِمٌ فَقَتَلَهُ.

(۳۸۱۳) : حدثنا يُوسُفُ بْنُ مُوسٰى : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى ، عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عازِبٍ قَالَ : بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى أَبِي رَافِعٍ الْيَهُودِيِّ رِجالاً مِنَ الْأَنْصارِ ، فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَتِيكٍ ، وَكانَ أَبُو رَافِعٍ يُؤْذِي رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَيُعِينُ عَلَيْهِ ، وَكَانَ فِي حِصْنٍ لَهُ بِأَرْضِ الْحِجَازِ ، فَلَمَّا دَنَوْا مِنْهُ ، وَقَدْ غَرَبَتِ الشَّمْسُ ، وَرَاحَ النَّاسُ بِسَرْحِهِمْ ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لِأَصْحَابِهِ : اجْلِسُوا مَكانَكُمْ ، فَإِنِّي مُنْطَلِقٌ ، وَمُتَلَطِّفٌ لِلْبَوَّابِ ، لَعَلِّي أَنْ أَدْخُلَ ، فَأَقْبَلَ حَتَّى دَنَا مِنَ الْبَابِ ، ثُمَّ تَقَنَّعَ بِثَوْبِهِ كَأَنَّهُ يَقْضِي حاجَةً ، وَقَدْ دَخَلَ

---

(۲۹) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۳۱

(۳۰) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۳۲

النَّاسُ ، فَهَتَفَ بِهِ الْبَوَّابُ ، يَا عَبْدَ اللهِ : إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ أَنْ تَدْخُلَ فَادْخُلْ ، فَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُغْلِقَ الْبَابَ ، فَدَخَلْتُ فَكَمَنْتُ ، فَلَمَّا دَخَلَ النَّاسُ أَغْلَقَ الْبَابَ ، ثُمَّ عَلَّقَ الْأَغَالِيقَ عَلَى وَتَدٍ ، قَالَ : فَقُمْتُ إِلَى الْأَقَالِيدِ فَأَخَذْتُهَا ، فَفَتَحْتُ الْبَابَ ، وَكَانَ أَبُو رَافِعٍ يُسْمَرُ عِنْدَهُ ، وَكَانَ فِي عَلَالِيَّ لَهُ ، فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْهُ أَهْلُ سَمَرِهِ صَعِدْتُ إِلَيْهِ ، فَجَعَلْتُ كُلَّمَا فَتَحْتُ بَابًا أَغْلَقْتُ عَلَيَّ مِنْ دَاخِلٍ ، قُلْتُ : إِنِ الْقَوْمُ نَذِرُوا بِي لَمْ يَخْلُصُوا إِلَيَّ حَتَّى أَقْتُلَهُ ، فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ ، فَإِذَا هُوَ فِي بَيْتٍ مُظْلِمٍ وَسْطَ عِيَالِهِ ، لَا أَدْرِي أَيْنَ هُوَ مِنَ الْبَيْتِ ، فَقُلْتُ : يَا أَبَا رَافِعٍ ، قَالَ : مَنْ هٰذَا؟ فَأَهْوَيْتُ نَحْوَ الصَّوْتِ فَأَضْرِبُهُ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ وَأَنَا دَهِشٌ ، فَمَا أَغْنَيْتُ شَيْئًا ، وَصَاحَ ، فَخَرَجْتُ مِنَ الْبَيْتِ ، فَأَمْكُثُ غَيْرَ بَعِيدٍ ، ثُمَّ دَخَلْتُ إِلَيْهِ ، فَقُلْتُ : ما هٰذَا الصَّوْتُ يَا أَبَا رَافِعٍ ؟ فَقَالَ : لِأُمِّكَ الْوَيْلُ ، إِنَّ رَجُلًا فِي الْبَيْتِ ضَرَبَنِي قَبْلُ بِالسَّيْفِ ، قَالَ : فَأَضْرِبُهُ ضَرْبَةً أَثْخَنَتْهُ وَلَمْ أَقْتُلْهُ ، ثُمَّ وَضَعْتُ ظُبَةَ السَّيْفِ فِي بَطْنِهِ حَتَّى أَخَذَ فِي ظَهْرِهِ ، فَعَرَفْتُ أَنِّي قَتَلْتُهُ ، فَجَعَلْتُ أَفْتَحُ الْأَبْوَابَ بَابًا بَابًا ، حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى دَرَجَةٍ لَهُ ، فَوَضَعْتُ رِجْلِي ، وَأَنَا أُرَى أَنِّي قَدِ انْتَهَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ ، فَوَقَعْتُ فِي لَيْلَةٍ مُقْمِرَةٍ ، فَانْكَسَرَتْ سَاقِي فَعَصَبْتُهَا بِعِمَامَةٍ ، ثُمَّ انْطَلَقْتُ حَتَّى جَلَسْتُ عَلَى الْبَابِ ، فَقُلْتُ : لَا أَخْرُجُ اللَّيْلَةَ حَتَّى أَعْلَمَ أَقَتَلْتُهُ ؟ فَلَمَّا صَاحَ الدِّيكُ قَامَ النَّاعِي عَلَى السُّورِ ، فَقَالَ : أَنْعَى أَبَا رَافِعٍ تَاجِرَ أَهْلِ الْحِجَازِ ، فَانْطَلَقْتُ إِلَى أَصْحَابِي ، فَقُلْتُ النَّجَاءَ ، فَقَدْ قَتَلَ اللهُ أَبَا رَافِعٍ ، فَانْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَحَدَّثْتُهُ ، فَقَالَ : (اُبْسُطْ رِجْلَكَ) . فَبَسَطْتُ رِجْلِي فَمَسَحَهَا ، فَكَأَنَّهَا لَمْ أَشْتَكِهَا قَطُّ .

(٣٨١٤) : حدثنا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ : حَدَّثَنَا شُرَيْحٌ ، هُوَ ابْنُ مَسْلَمَةَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ : سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى أَبِي رَافِعٍ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَتِيكٍ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ عُتْبَةَ فِي نَاسٍ مَعَهُمْ ، فَانْطَلَقُوا حَتَّى دَنَوْا مِنَ الْحِصْنِ ، فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَتِيكٍ : امْكُثُوا أَنْتُمْ حَتَّى أَنْطَلِقَ أَنَا فَأَنْظُرَ ، قَالَ : فَتَلَطَّفْتُ أَنْ أَدْخُلَ الْحِصْنَ ، فَفَقَدُوا حِمَارًا لَهُمْ ، قَالَ : فَخَرَجُوا بِقَبَسٍ يَطْلُبُونَهُ ، قَالَ : فَخَشِيتُ أَنْ أُعْرَفَ ، قَالَ : فَغَطَّيْتُ رَأْسِي كَأَنِّي أَقْضِي حَاجَةً ، ثمَّ نَادَى صَاحِبُ الْبَابِ ، مَنْ أَرَادَ أَنْ يَدْخُلَ فَلْيَدْخُلْ قَبْلَ أَنْ أُغْلِقَهُ ، فَدَخَلْتُ ثُمَّ اخْتَبَأْتُ فِي مَرْبِطِ حِمَارٍ عِنْدَ

بَابِ الْحِصْنِ ، فَتَعَشَّوْا عِنْدَ أَبِي رَافِعٍ ، وَتَحَدَّثُوا حَتَّى ذَهَبَتْ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ ، ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى بُيُوتِهِمْ . فَلَمَّا هَدَأَتِ الْأَصْوَاتُ ، وَلَا أَسْمَعُ حَرَكَةً خَرَجْتُ ، قَالَ : وَرَأَيْتُ صَاحِبَ الْبَابِ ، حَيْثُ وَضَعَ مِفْتَاحَ الْحِصْنِ فِي كُوَّةٍ ، فَأَخَذْتُهُ فَفَتَحْتُ بِهِ بَابَ الْحِصْنِ ، قَالَ : قُلْتُ : إِنْ نَذِرَ بِي الْقَوْمُ انْطَلَقْتُ عَلَى مَهَلٍ ، ثُمَّ عَمَدْتُ إِلَى أَبْوَابِ بُيُوتِهِمْ ، فَغَلَّقْتُهَا عَلَيْهِمْ مِنْ ظَاهِرٍ ، ثُمَّ صَعِدْتُ إِلَى أَبِي رَافِعٍ فِي سُلَّمٍ ، فَإِذَا الْبَيْتُ مُظْلِمٌ قَدْ طَفِئَ سِرَاجُهُ ، فَلَمْ أَدْرِ أَيْنَ الرَّجُلُ ، فَقُلْتُ : يَا أَبَا رَافِعٍ ؟ قَالَ : مَنْ هٰذَا ؟ قَالَ : فَعَمَدْتُ نَحْوَ الصَّوْتِ فَأَضْرِبُهُ وَصَاحَ ، فَلَمْ تُغْنِ شَيْئًا ، قَالَ : ثُمَّ جِئْتُ كَأَنِّي أُغِيثُهُ ، فَقُلْتُ : مَا لَكَ يَا أَبَا رَافِعٍ ؟ وَغَيَّرْتُ صَوْتِي ، فَقَالَ : أَلَا أُعْجِبُكَ لِأُمِّكَ الْوَيْلُ ، دَخَلَ عَلَيَّ رَجُلٌ فَضَرَبَنِي بِالسَّيْفِ ؟ قَالَ : فَعَمَدْتُ لَهُ أَيْضًا فَأَضْرِبُهُ أُخْرَى ، فَلَمْ تُغْنِ شَيْئًا ، فَصَاحَ وَقَامَ أَهْلُهُ ، قَالَ : ثُمَّ جِئْتُ وَغَيَّرْتُ صَوْتِي كَهَيْئَةِ الْمُغِيثِ ، فَإِذَا هُوَ مُسْتَلْقٍ عَلَى ظَهْرِهِ ، فَأَضَعُ السَّيْفَ فِي بَطْنِهِ ، ثُمَّ أَنْكَفِئُ عَلَيْهِ حَتَّى سَمِعْتُ صَوْتَ الْعَظْمِ ، ثُمَّ خَرَجْتُ دَهِشًا حَتَّى أَتَيْتُ السُّلَّمَ ، أُرِيدُ أَنْ أَنْزِلَ فَأَسْقُطُ مِنْهُ ، فَانْخَلَعَتْ رِجْلِي فَعَصَبْتُهَا ، ثُمَّ أَتَيْتُ أَصْحَابِي أَحْجُلُ ، فَقُلْتُ : انْطَلِقُوا فَبَشِّرُوا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ، فَإِنِّي لَا أَبْرَحُ حَتَّى أَسْمَعَ النَّاعِيَةَ ، فَلَمَّا كَانَ فِي وَجْهِ الصُّبْحِ صَعِدَ النَّاعِيَةُ ، فَقَالَ : أَنْعَى أَبَا رَافِعٍ ، قَالَ : فَقُمْتُ أَمْشِي مَا بِي قَلَبَةٌ ، فَأَدْرَكْتُ أَصْحَابِي قَبْلَ أَنْ يَأْتُوا النَّبِيَّ ﷺ فَبَشَّرْتُهُ . [ر : ۲۸۵۹]

اس باب میں ابورافع عبداللہ بن ابی الحقیق کے قتل کا بیان ہے، اس کو سلام بن ابی الحقیق بھی کہتے ہیں، یہ خیبر میں رہتا تھا، ایک قول یہ بھی ہے کہ سرزمین حجاز میں اپنے ایک قلعہ میں رہتا تھا، ہوسکتا ہے کہ اس کا قلعہ خیبر اور حجاز کے درمیان سرحد پر ہو اس طرح دونوں اقوال میں تطبیق ہوجائے گی۔

ابورافع

ابورافع مالدار یہودیوں میں سے کعب بن اشرف کے ہم خیال لوگوں میں سے تھا، غطفان کے قبائل کو مسلمانوں کے خلاف اس نے بہت بڑی امداد فراہم کی تھی، انصار میں قبیلۂ اوس کے حضرات نے جب کعب بن اشرف کا کام تمام کیا تو قبیلۂ خزرج نے ابورافع کو ٹھکانے لگانے کا ارادہ کیا، کیونکہ انصار کے یہ دونوں قبیلے نیکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ عبداللہ بن عتیکؓ اور آپ کے ساتھ چند خزرجی صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ ابورافع کو قتل کیا

جائے، آپ نے اجازت دیدی۔ (۱) اس کے قتل کا واقعہ کب پیش آیا اس میں مختلف اقوال ہیں۔

❶ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ رجب سن ۳ھ میں وہ قتل کیا گیا۔

❷ بعض کے نزدیک سن ۴ھ میں یہ واقعہ پیش آیا۔

❸ بعض حضرات کہتے ہیں کہ سن ۵ھ میں ابورافع قتل کیا گیا۔

❹ واقدی کا خیال ہے کہ یہ واقعہ سن ۶ھ کا ہے، واقدی کے خیال کو علامہ عینی نے وہم قرار دیا ہے۔ لیکن حافظ ابن کثیرؒ نے غزوۂ خندق کے بعد ۶ھ میں ابورافع کے قتل کو راجح قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی ابن سعد کے حوالے سے سنۃ ست نقل کیا ہے۔ (۲)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے زھری کے قول سے اتنا بتادیا کہ کعب بن اشرف کے قتل کے بعد ابورافع کے قتل کا واقعہ پیش آیا اور کعب بن اشرف کا قتل ۳ھ میں ہوا ہے۔

ابورافع کے قتل کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں (۳) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورافع یہودی کو قتل کرنے کے لیے انصار میں سے چند آدمیوں کو بھیجا.... چنانچہ جب یہ حضرات ابورافع کے قلعہ کے قریب پہنچے۔

وقد غربت الشمس وراح الناس بسرحهم

"اس وقت سورج غروب ہوچکا تھا اور لوگ اپنے جانور مویشی چَرا کر واپس ہوچکے تھے۔"

سرح: ان مویشیوں کو کہتے ہیں جن میں اونٹ، گائے، بکریاں اور بھیڑ ہوں۔ (۴) عبداللہ بن عتیک نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم یہیں بیٹھے رہو۔

فانی منطلق ومتلطف للبوّاب

میں ذرا جاکر دربان کے پاس کوئی تدبیر اختیار کرتا ہوں، ممکن ہے اندر جانے کا موقع مل جائے۔

چنانچہ دروازہ کے قریب آکر یہ اپنے آپ کو کپڑے میں اس طرح چھپا کر بیٹھ گئے کہ گویا قضائے حاجت کے لیے بیٹھے ہیں، قلعہ کے اندر جب تمام لوگ داخل ہوگئے تو دربان نے آواز دی۔ "اے اللہ کے بندے! اگر اندر آنے کا ارادہ ہے تو آجاؤ میں دروازہ بند کرتا ہوں۔" حضرت عبداللہ بن عتیک فرماتے ہیں

---

(۱) دیکھیے فتح الباری: ۷/ ۳۴۳۔ ۳۴۲۔ والبدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۱۳۷۔

(۲) دیکھیے عمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۳۴۔ وفتح الباری: ۷/ ۳۴۳۔ والبدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۱۳۷۔

(۳) امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی دو روایتیں اسرائیل اور یوسف کے طریق سے تفصیلاً ذکر کی ہیں، ابورافع کے قتل کا قصہ دونوں روایات کو پیش نظر رکھ کر بیان کیا گیا ہے، دونوں روایات میں جہاں اختلاف ہے اس کی نشاندہی بھی کردی گئی ہے۔

(۴) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۳۶

کہ یہ آواز سن کر معاً میں اندر داخل ہوگیا اور قلعہ کے دروازے کے پاس اندر گدھوں کے اصطبل میں چھپ کر بیٹھ گیا، جب سب لوگ اندر آگئے تو دربان نے دروازہ بند کردیا۔

ثم علق الاغالیق علی ود "پھر چابیاں کھونٹی (میخ) پر لٹکادیں۔"

ود: (بفتح الواو وتشدید الدال) وتد (میخ) کو کہتے ہیں۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ "وتد" میں "تا" کو "دال" سے بدل کر دال میں ادغام کرکے "ود" بنایا گیا۔ (۵)

وضع مفتاح الحصن فی کوۃ "دربان نے قلعے کی کنجی طاق میں لٹکادی۔" طاق میں ایک کھونٹی تھی، اس کھونٹی پر چابیاں لٹکائی جاتی تھیں۔

الاغالیق: یہ غلق کی جمع ہے، اس سے مراد چابیاں ہیں۔ (۶) اصل میں غلق تالے کو کہتے ہیں لیکن چونکہ چابی سے تالا کھولا جاتا ہے اس لیے چابی کو بھی غلق کہہ دیا جاتا ہے۔

الکوۃ: روشن دان کو کہتے ہیں، مراد یہاں "طاق" ہے۔

فقمت الی الاقالید فاخذتها ففتحت الباب

عبداللہ بن عتیک کہتے ہیں کہ میں نے جاکر کنجیاں اٹھائیں اور دروازہ کھولا یعنی قلعہ کا دروازہ کھولا جیسا کہ اگلی روایت میں ہے۔

الاقالید: یہ اقلید کی جمع ہے، چابی کو کہتے ہیں۔

وکان ابورافع یسمر عنده، وکان فی علالی له

ابورافع کے یہاں رات کو قصہ گوئی کیجاتی تھی، اور ابورافع اپنے بالا خانوں میں رہتا تھا۔

علالی: یہ عُلِیّة (بضم العین وکسرها وکسر اللام وتشدیدها وتشدید الیاء) کی جمع ہے، بالاخانہ کو کہتے ہیں۔

چنانچہ جب قصہ گو لوگ ابورافع سے اٹھ کر چلے گئے تو میں اس کے کمرے کی طرف جانے لگا جب کوئی دروازہ کھولتا تو اندر سے بند کردیتا تھا تاکہ اگر شور شرابہ ہوکر پتہ لگ جائے تو کوئی اندر نہ آسکے تاآنکہ میں اس کو قتل کردوں۔ چنانچہ میں ابورافع کے پاس پہنچ گیا، وہ ایک تاریک کمرے میں اپنے اہل وعیال سمیت لیٹا تھا لیکن مجھے یہ معلوم نہ ہوسکا کہ ابورافع گھر میں کس جگہ ہے؟ اس لیے میں نے آواز لگائی "ابورافع" وہ بولا "کون ہے؟" جس جانب سے یہ آواز آئی اسی جانب بڑھ کر میں نے تلوار سے ایک وار کیا، لیکن میں گھبرایا ہوا تھا اس لیے کامیاب نہ ہوسکا، جب وہ چیخا تو میں کمرے سے باہر آگیا اور تھوڑی دیر باہر

---

(۵) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۲۷

(۶) غلق... مایغلق به الباب، والمراد بها المفاتیح، کانه کان یغلق بها ویفتح بها۔ (فتح الباری: ۷/ ۳۴۳)

رک کر کمرے میں گیا اور آواز تبدیل کرکے میں نے کہا، "ابورافع! یہ کمرے میں کیا آواز تھی؟" وہ کہنے لگا، تیری ماں کی ہلاکت ہو، ایک آدمی نے ابھی کچھ دیر قبل تلوار سے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ (۷) جب میں نے اچھی طرح جانچ لیا کہ کہاں سے بول رہا ہے تو ایک گہری کاری ضرب لگائی لیکن قتل نہ کرسکا۔

ثم وضعت ضبیب السیف فی بطنہ حتی أخذ فی ظہرہ، فعرفت انی قتلتہ (۸)

"تو پھر میں نے تلوار کی دھار اس کے پیٹ پر رکھی یہاں تک کہ اس نے اس کی کمر کو پکڑ لیا اور مجھے یقین ہوگیا کہ میں نے اس کو قتل کردیا۔"

ضبیب السیف: ضبیب کے معنی خون بہنے کے آتے ہیں، علامہ خطابی کا خیال ہے کہ یہ لفظ یہاں درست نہیں، صحیح لفظ "ظبة السیف" ہے جس کے معنی تلوار کی دھار کے آتے ہیں۔ "ظبة" کی جمع "ظبات" ہے۔ (۹)

اب میں واپس ہوا اور ایک ایک دروازہ جو اندر سے میں نے بند کیا تھا کھولنے لگا یہاں تک کہ میں سیڑھی کے پاس پہونچ گیا، یہ سمجھ کر میں نے اپنا پاؤں نیچے رکھا کہ میں زمین تک پہونچ گیا ہوں حالانکہ زمین ابھی دور تھی اس طرح میں سیڑھی سے گر پڑا، چاندنی رات تھی، گرنے کی وجہ سے میری پنڈلی ٹوٹ گئی تو میں نے اپنی پگڑی سے اس کو باندھ لیا۔

ایک روایت میں فانکسرت ساقی ہے کہ پنڈلی ٹوٹ گئی تھی اور دوسری روایت میں فانخلعت رجلی ہے کہ پاؤں کا جوڑ کھل گیا تھا دونوں روایتوں میں تعارض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں باتیں ہوئی ہونگی، جوڑ بھی اتر گیا ہوگا اور ساق کی ہڈی بھی ٹوٹ گئی ہوگی یا پھر یہ کہئے کہ جوڑ کے کھلنے کو ہڈی کے ٹوٹنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ میں نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک یہ معلوم نہ ہوجائے کہ ابورافع قتل ہوگیا ہے، چنانچہ میں قلعہ کے دروازہ کے پاس بیٹھا رہا، جب مرغ نے صبح کے وقت اذان دی تو موت کی خبر کا اعلان کرنے والے نے قلعہ کی دیوار پر کھڑے ہوکر کہا۔ انعی ابارافع تاجر اھل الحجاز "اہل حجاز کے تاجر ابورافع کی موت کا میں اعلان کرتا ہوں۔"

عرب کا دستور تھا کہ جب کوئی بڑا آدمی مرجاتا تو کسی اونچی جگہ چڑھ کر اس کی موت کا اعلان کیا جاتا تھا کہ فلاں آدمی کا انتقال ہوگیا ہے۔

---

(۷) وزاد فی روایۃ: "قال: فعمدت لہ ایضا فاضربہ اخری فلم تغن شیئا، فصاح وقام اہلہ، ثم جئت: وغیرت صوتی کہیئۃ المستغیث، فاذا ھو مستلق علی ظہرہ" وفی روایۃ ابن اسحاق: "فصاحت امراتہ فنوّہت بنا، فجعلنا نرفع السیف علیہا، ثم نذکر نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قتل النساء، فنکف عنہا. (فتح الباری: ۷/ ۳۴۳)

(۸) وفی روایۃ یوسف: "فاضع السیف فی بطنہ ثم انکی علیہ حتی سمعت صوت العظم"

(۹) فتح الباری: ۷/ ۳۴۰

یہ خبر سن کر میں اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا۔ ان سے میں نے کہا، "النجاء" "جلدی کرو" اللہ نے ابورافع کو قتل کردیا۔

دوسری روایت میں ہے فاضع السیف علی بطنہ ثم انکفیٔ علیہ یعنی میں نے تلوار اس کے پیٹ پر رکھی اور پھر اس کو دبایا یہاں تک وہ ہڈی تک پہنچ گئی۔ اسی دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ ابورافع کی موت کے اعلان کے بعد میں اٹھ کر چلا تو مجھ کو بے انتہاء خوشی کی وجہ سے اپنے پاؤں کی تکلیف کا کوئی احساس نہیں ہورہا تھا، تکلیف تو تھی لیکن خوشی کے احساس نے تکلیف کے احساس کو اس وقت ختم کردیا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر تفصیل سنائی۔ آپؐ نے فرمایا، اپنا پاؤں پھیلاؤ میں نے پاؤں پھیلایا آپؐ نے اس پر ہاتھ پھیرا، پاؤں ایسا ٹھیک ہوا جیسے کہ کبھی میں نے اس میں شکایت محسوس ہی نہ کی ہو۔

اس مہم پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ صحابہ روانہ فرمائے تھے ❶ عبداللہ بن عتیک ❷ مسعود بن سنان ❸ عبداللہ بن انیس ❹ ابوقتادہ ❺ خزاعی بن اسود ❻ اور عبداللہ بن عتبہ.... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عتیک کو ان کا امیر بنایا تھا اور انہوں نے ہی ابورافع کو قتل کیا۔ حضرت عبداللہ بن عتیک جنگ احد میں شریک تھے اور جنگ یمامہ میں آپ شہید ہوئے ہیں۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عتیک جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ شریک تھے اور جنگ صفین کے بعد آپ کا انتقال ہوا ہے۔ (۱۰) واللہ اعلم

---

(۱۰) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۱۲۵

باب غزوۃ احد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے غزوۂ احد بارہ ابواب میں بیان فرمایا ہے۔

❶ باب غزوۃ احد ❷ باب اذ ھمت طائفتان منکم ان تفشلا... ❸ باب قول اللہ تعالی: ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان....
❹ باب اذ تصعدون ولا تلوون ❺ باب ثم انزل علیکم ❻ باب لیس لک من الامر شیء ❼ باب ذکر ام سلیط ❽ باب قتل حمزۃ بن عبد المطلب ❾ باب ما اصاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الجراح یوم احد ❿ باب الذین استجابوا للہ والرسول
⑪ ۔ باب من قتل من المسلمین یوم احد ⑫ ۔ باب احد جبل یحبنا ونحبہ

غزوۂ بدر کی طرح غزوۂ احد بھی حضرت شیخ الحدیث مدظلہم نے اولاً تاریخی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور اس کے بعد ابواب بخاری اور ان میں ذکر کردہ احادیث کی تشریح فرمائی ہے۔ البتہ تکرار سے بچنے کے لیے جو واقعات آگے بخاری کی احادیث میں تفصیل کے ساتھ آرہے ہیں ان کو ابتدا میں ذکر نہیں کیا گیا جیسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا واقعہ ہے چونکہ یہ واقعہ خود بخاری میں مستقل باب کے تحت تفصیلاً بیان کیا گیا ہے اس لیے شروع میں ذکر نہیں کیا گیا۔ مرتب

یہاں سے امام بخاری رحمہ اللہ غزوۂ احد بیان فرما رہے ہیں۔

احد

احد ایک پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے تین میل سے کچھ فاصلے پر واقع ہے اس پہاڑ کو "احد" اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ اکیلا اور منفرد ہے۔ (۱۱)

جنگ احد کا سبب اور مشرکین کی تیاری

جنگ بدر میں چونکہ کفار قریش کو کاری زخم لگا تھا اس لیے وہ بلبلا رہے تھے اور مسلمانوں سے انتقام کا سوچ رہے تھے، ابوسفیان کا قافلۂ تجارت جس کے تعاقب میں مسلمان مدینہ منورہ سے نکلے تھے، وہ صحیح سلامت مکہ پہنچ گیا تھا، اس قافلہ میں جو سامان تھا وہ بہت زیادہ تھا۔ ابوسفیان بن حرب، عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ اور حارث بن ہشام وغیرہ عمائدین قریش "دارالندوہ" میں جمع ہوئے اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ اس قافلے میں جو سامان تجارت تھا اس کی اصلی رقوم (یعنی رأس المال) تو سب شرکاء کو واپس کردی جائیں البتہ جو نفع ہوا ہے اس کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف جنگ کی تیاری میں صرف کیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے آس پاس کے قبائل میں اطلاع روانہ کی اور کہا کہ مسلمانوں کے مقابلے کے لیے ہم

---

(۱۱) البدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۹

بڑی زبردست تیاری کے ساتھ جارہے ہیں، آپ لوگ بھی ہمارے ساتھ شریک ہوجائیں۔ (۱۲)

چنانچہ اس طرح یہ تین ہزار آدمیوں پر مشتمل ایک لشکر جرار جمع کرنے میں کامیاب ہوگئے یہ لشکر ۵ شوال ۳ھ کو مکے سے روانہ ہوا، لشکر میں سات سو زرہ پوش تھے (۱۳) تین ہزار اونٹ تھے دو سو گھوڑے تھے، اور پندرہ خواتین بھی اس ارادے سے ساتھ ہوگئی تھیں، (۱۴) کہ وہ رجزیہ اشعار پڑھیں گی اور جنگ لڑنے والوں کو ابھاریں گی نیز ان کی آبرو اور عزت کی خاطر لوگ جوش و جذبے سے لڑیں گے۔ (۱۵)

مسلمانوں کو حضرت عباسؓ کی پیشگی اطلاع

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ جو اس وقت مکہ مکرمہ میں مقیم تھے انہوں نے فوراً ایک تیزرو قاصد کو خط دیکر مکے سے روانہ کیا اور کہا کہ جلد سے جلد تم مدینہ پہنچو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قافلے کی اطلاع کرو، تین دن کے اندر اندر تم کو پہنچ جانا چاہیئے۔ چنانچہ وہ سوار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور صورتحال کی اطلاع کا خط آپ کو دیا۔ (۱۶)

لشکر قریش کا حال معلوم کرنے کے لیے صحابہؓ کی روانگی

آپؐ نے دو انصاری صحابہ حضرت انسؓ اور حضرت مونسؓ کو مقرر کیا کہ وہ جاکر قریش کے لشکر کا حال معلوم کریں، یہ حضرات گئے اور واپس آکر اطلاع دی کہ لشکر قریب آگیا ہے۔ حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو آپ نے بھیجا کہ جاکر معلوم کرو کہ لشکر کی تعداد کتنی ہے؟ انہوں نے جاکر ٹھیک ٹھیک اندازہ کیا اور واپس آکر اطلاع دی کہ ان کا لشکر تین ہزار کے قریب ہے۔ (۱۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہؓ سے مشورہ

رات کو حضرت سعد بن معاذؓ حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت اسید بن حضیرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے ارد گرد پہرہ دیا، اور کچھ دستے مقرر کئے گئے کہ وہ مدینہ میں داخل ہونے والے راستوں

---

(۱۲) دیکھیے الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۰۳۔ وسیرۃ ابن ھشام: ۳/ ۶۴ (۱۳) تاریخ الطبری: ۲/ ۱۹۰

(۱۴) ابن ہشام نے اپنی سیرت میں ان تمام خواتین کے نام وقبائل کا ذکر کیا ہے دیکھیے سیرۃ ابن ہشام ۳/ ۶۶

(۱۵) تاریخ الطبری: ۲/ ۱۹۰

(۱۶) طبقات ابن سعد: ۲/ ۳۷۔ سیرۃ المصطفیٰ: ۲/ ۱۸۷۔ السیرۃ الحلبیۃ: ۲/ ۲۱۷

(۱۷) طبقات ابن سعد: ۲/ ۳۷۔ السیرۃ الحلبیۃ: ۲/ ۲۱۸۔

میں بیٹھ جائیں تاکہ رات کے وقت اچانک حملہ کو روکا جاسکے ۔ (۱۸) اگلی صبح کو جمعہ تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جمع کیا اور ان سے مشورہ لیا کہ کیا صورت اختیار کرنی چاہیئے ؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں ایک قلعہ میں ہوں اور ایک گائے ذبح کی گئی ہے اور میں نے اپنی تلوار کو ہلایا تو اس کا آگے کا حصہ ٹوٹ گیا، پھر میں نے دوبارہ ہلایا تو وہ پہلے سے زیادہ اچھی صورت میں ہوگئی۔ صحابہ نے خواب کی تعبیر دریافت کی تو آپ ؐ نے فرمایا کہ قلعہ جو میں نے خواب میں دیکھا وہ مدینہ منورہ ہے یہاں رہ کر اگر مقابلہ کیا جائے گا تو جیسے قلعے میں رہ کر حفاظت ہوتی ہے یہاں بھی رہ کر حفاظت ہوگی، اور گائے ذبح ہونے کی تعبیر یہ ہے کہ ہمارے کچھ صحابہ شہید ہوں گے ، اور تلوار ہلانا جنگ ہے اور اس کے آگے کے حصہ کا ٹوٹ جانا اس میں پیش آنے والے ناسازگار حالات ہیں اور تلوار کا دوبارہ ہلانے پر پہلے سے زیادہ اچھا ہوجانا اس جنگ کے بعد کے حالات ہیں جو پہلے حالات کی بہ نسبت زیادہ بہتر اور سازگار ہوں گے ۔ (۱۹)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر چند بزرگ صحابہ کی رائے یہ تھی کہ مدینہ منورہ میں رہ کر مقابلہ کیا جائے اور مدینہ سے باہر نہ نکلا جائے ۔ لیکن بہت سے صحابہ کی رائے یہ تھی کہ مدینہ منورہ سے باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے ، خصوصاً وہ حضرات جو جنگ بدر میں شریک نہ ہوسکے تھے وہ شہادت کی آرزو اپنے دل میں لیے ہوئے تھے ان کو شوق تھا کہ باہر نکل کر اگر مقابلہ کیا جائے تو جام شہادت نوش کرنے کا بہتر موقع ہوگا اگر مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا جائے گا تو شاید اس کی نوبت نہ آئے ۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو قسم کھائی ۔ واللہ الذی انزل علیک الکتاب لاأطعم الیوم طعاما حتی أجالدهم بسیفی خارج المدینة۔ (۲۰)

قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی، میں اس وقت تک کھانا ہی نہیں کھاؤں گا جب تک مدینہ سے نکل کر کفار کا اپنی تلوار سے مقابلہ نہ کرلوں"

حضرت سعد بن عبادہ اور دوسرے بعض اکابر صحابہ ؓ نے بھی یہ عرض کیا کہ اگر مدینہ میں رہ کر ہم دفاع کرینگے تو کفار سمجھیں گے کہ ہم کمزور اور بزدل ہیں اس لیے باہر نکلنا مناسب ہے ۔ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین بھی ایک تجربہ کار آدمی تھا، مسلمانوں میں اس نے اپنے آپ کو شامل کرلیا تھا، اس سے بھی آپ نے مشورہ کیا، وہ کہنے لگا بات اصل میں یہ ہے کہ مدینہ میں جب بھی اس قسم کا حادثہ پیش آیا ہے تو اگر مدینہ والوں نے شہر میں رہ کر مقابلہ کیا ہے تو ان کو کامیابی ہوئی ہے اور اگر انہوں نے مدینہ سے نکل کر مقابلہ کیا

---

(۱۸) طبقات ابن سعد: ۲/ ۳۷ ۔ السیرة الحلبیة: ۲/ ۲۱۸

(۱۹) البدایة والنهایة: ۴/ ۱۲

(۲۰) اس موقع پر بعض صحابہ کے شوق شہادت کا عجیب عالم تھا، حضرت نعمان بن مالک انصاری ؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمانے لگے "یارسول اللہ، لاتحرمنی الجنة، فوالذی بعثک بالحق، لادخلن الجنة، فقال له: بم؟ قال: بانی اشهد ان لااله الااللہ وانک رسول اللہ وانی لاافر من الزحف قال: صدقت، فقتل یومئذ۔ (دیکھیے تاریخ الطبری: ۲/ ۸۹ ۔ والبدایة والنهایة: ۴/ ۱۲)

ہے تو ناکام ہوئے ہیں اس لیے میری رائے یہ ہے کہ اندر ہی رہ کر مقابلہ کیا جائے۔ (۲۱)

لیکن نوجوانوں کے علاوہ بعض اکابر صحابہ کو بھی جب آپؐ نے اس بات پر مصر پایا کہ مدینہ منورہ سے نکل کر مقابلہ کیا جائے تو عصر کی نماز سے فارغ ہوکر آپؐ گھر تشریف لے گئے، اس دوران حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر نے باقی صحابہ سے کہا کہ تم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہر سے باہر نکلنے پر مجبور کیا، آپؐ کی رائے کے خلاف اصرار کرنا مناسب نہیں تھا، سب کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلح ہوکر تشریف لے آئے تو صحابہ نے عرض کیا کہ ہم سے غلطی ہوگئی ہے اور ہمیں اپنی رائے پر اصرار نہیں کرنا چاہیئے تھا، جیسے آپ کی رائے ہے اسی کے مطابق آپؐ عمل فرمائیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی نبی کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ ایک مرتبہ ہتھیار پہننے کے بعد دشمن سے فیصلہ کیے بغیر ہتھیار اتار دے، لہذا اب تو باہر ہی چلنا ہے۔ (۲۲)

مدینہ منورہ سے روانگی

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار کا لشکر ساتھ لے کر بروز جمعہ ۱۵ شوال ۳ھ مدینے سے احد کی طرف روانہ ہوئے اور عبداللہ بن ام مکتوم کو مسجد نبوی میں امامت کے لیے مقرر کیا، (۲۳) جمعہ کا دن تھا، احد تو قریب ہے، لیکن روانگی چونکہ مغرب سے کچھ دیر قبل ہوئی تھی اس لیے راستے میں ایک مقام "شیخین" پر آپ نے رات گزارنے کا ارادہ فرمایا۔ (۲۴)

منافقین کی علیحدگی

اگلے دن ہفتہ کی صبح کو جب آپؐ نے احد کی طرف روانہ ہونے کا ارادہ فرمایا تو عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر یہ کہتے ہوئے واپس ہوا کہ ہم بلاوجہ اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہیں ڈال سکتے آپ نے ہمارے مشورہ پر عمل نہیں کیا۔ (۲۵) قبیلۂ خزرج کی ایک شاخ "بنوسلمہ" اور قبیلۂ اوس کی ایک شاخ

---

(۲۱) دیکھیے تاریخ الطبری: ۲/ ۱۸۹

(۲۲) دیکھیے سیرۃ ابن ہشام: ۲/ ۶۸۔ والبدایۃ والنہایۃ: ۴/ ۱۳

(۲۳) مدینہ منورہ میں آپؐ نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنایا تھا (دیکھیے الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۰۳)

(۲۴) طبقات ابن سعد: ۲/ ۲۹

(۲۵) اس موقع پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبداللہ بن حرامؓ ان منافقین کے پاس گئے اور ان کو بہت سمجھایا کہ اللہ کے نبی کو اس طرح چھوڑ کر چلا جانا کسی طرح مناسب نہیں لیکن منافقین نے جواب دیا۔ "لونعلم انکم تقاتلون ما اسلمناکم" حضرت عبداللہ بن حرامؓ نے فرمایا۔ "اللہ کے دشمنو! اللہ اپنے نبی کو تم سے بے نیاز کردے گا، قرآن شریف کی سورۃ آل عمران کی آیت "ولیعلم الذین نافقوا وقیل لھم تعالوا قاتلوا فی سبیل اللہ او ادفعوا قالوا لو نعلم قتالا لاتبعناکم ھم للکفر یومئذ اقرب منھم للایمان یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم واللہ اعلم بما یکتمون"..... ان ہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی (دیکھیے البدایۃ والنہایۃ: ۴/ ۱۴)

"بنوحارثہ" کے قدم ڈگمگائے اور ان کو بھی خیال ہوا کہ ہم بھی واپس چلیں لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی دستگیری فرمائی، قرآن شریف کی آیت اذھمت طائفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیھما میں ان ہی دو قبیلوں کا ذکر ہے۔ چونکہ یہ دونوں اسلام میں مخلص تھے اور بشری کمزوری کی وجہ سے ان کو یہ خیال آیا تھا اس لیے اللہ جلّ شانہ نے ان کے اخلاص کی برکت سے ان کی حفاظت فرمائی۔ (۲۶)

منافقین کی علیحدگی کی وجہ سے مسلمانوں کا لشکر کم ہوکر سات سو رہ گیا۔ ان سات سو آدمیوں میں سے سو آدمی زرہ پوش تھے، ایک گھوڑا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور ایک گھوڑا حضرت ابوبردہ بن نیار حارثی کا تھا، پورے لشکر میں صرف یہ دو گھوڑے تھے۔ (۲۷)

لشکر اسلام کی ترتیب اور صف بندی

۱۵ شوال ہفتہ کے دن صبح کی نماز آپ نے احد کے قریب ادا کی اور اس کے بعد لشکر کی ترتیب کی طرف متوجہ ہوئے، فوج کی ترتیب یوں قائم فرمائی کہ مدینہ ان کے سامنے تھا اور احد ان کی پشت کی جانب تھا، چونکہ پیچھے جبل احد کی طرف سے کفار کے حملہ کا خطرہ تھا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس بہترین تیراندازوں کا انتخاب کرکے احد کے پیچھے ان کو بٹھلایا اور یہ تاکید کی کہ چاہے ہم غالب رہیں یا مغلوب ہوں کسی صورت میں تم کو اپنی جگہ سے نہیں ہٹنا ہے، تیراندازوں کے اس دستے کا امیر آپؐ نے حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو مقرر فرمایا۔ (۲۸)

ابوعامر کا خروج اور لشکر اسلام کا جواب

فریقین کی دونوں صفیں آمنے سامنے تھیں، لشکر اسلام کا جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، عرب کے جنگی دستور کے مطابق ابتدا میں انفرادی مقابلہ کے لیے لوگ آئے .... لیکن انفرادی مقابلہ شروع ہونے سے پہلے ابوعامر جو اسلام سے قبل قبیلۂ اوس کا سردار تھا کفار کے لشکر سے نکلا، ابوعامر ظہور اسلام کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا دشمن بن گیا تھا اور مدینے سے جاکر مکے میں مقیم ہوگیا تھا، وہاں اس نے قریش کو جنگ کی ترغیب دی اور کہا کہ میدان جنگ میں مجھے دیکھ کر اوس کے لوگ میری طرف آجائیں گے اور اس طرح مسلمانوں کا لشکر کم پڑجائے گا چنانچہ لشکر کفار سے نکل کر اس نے آواز دی

---

(۲۶) اس کی تفصیل آگے مستقل باب کے تحت آرہی ہے۔

(۲۷) دیکھیے تاریخ الطبری: ۲/ ۱۹۰

(۲۸) الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۰۵

"اے اوس کے لوگو! میں ابوعامر ہوں" اوس کے لوگوں نے ابوعامر کی توقع کے بالکل خلاف جواب دیتے ہوئے کہا۔ لاانعم اللّٰہ بک عیناً یا فاسق (۲۹) "اے فاسق! اللہ تیری آنکھ کبھی ٹھنڈی نہ کرے" ابوعامر نے یہ جواب سنا تو مایوس ہوکر قریش کے پاس گیا اور کہا کہ میرے جانے کے بعد میری قوم کی حالت بدل گئی ہے۔

انفرادی مقابلہ میں کفار کی زبردست شکست

مشرکین کی طرف سے مبارزت کے لیے سب سے پہلے طلحہ بن ابی طلحہ میدان میں آیا اور مسلمانوں کو مقابلہ کے لیے للکارا، لشکر اسلام سے حضرت علیؓ نکلے اور انہوں نے اس کا کام تمام کردیا۔ اس کے بعد طلحہ بن ابی طلحہ کا بھائی عثمان بن ابی طلحہ کفار کی طرف سے نکلا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے کے لیے نکلے اور اس کا بھی کام تمام کردیا۔ پھر ابوسعد بن ابی طلحہ تیسرا بھائی کفار کی طرف سے مقابلے کے لیے نکلا، مسلمانوں کی طرف سے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے نکل کر اس کو جہنم رسید کیا۔ اس کے بعد کفار کی جانب سے مسافع بن طلحہ آیا، حضرت عاصم بن ثابتؓ نے ایک ہی وار میں اس کو ٹھکانے لگادیا۔ پھر اس کا بھائی حارث بن طلحہ آیا حضرت عاصم بن ثابتؓ نے اس کا بھی کام تمام کیا۔ اس کے بعد تیسرا بھائی جلاس بن طلحہ نے مبارزت کی دعوت دی اس کو طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ (۳۰)

نفیر عام میں مسلمانوں کی فتح

اس طرح انفرادی مقابلے میں کفار کے کافی لوگ مارے گئے اور ظاہر ہے کہ اس میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا، اس کے بعد عام جنگ شروع ہوگئی، حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا۔ (۳۱) حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ بھی بڑی بے جگری سے لڑتے رہے جس کی وجہ سے کفار کے قدم اکھڑ گئے اور مرد اور عورتیں سب پہاڑ کی طرف میدان چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہوئے اور مسلمان مال غنیمت جمع کرنے لگے۔

---

(۲۹) ابوعامر جاہلیت میں "راہب" سے مشہور تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام "فاسق" رکھا اسی وجہ سے اوس کے لوگوں نے اس کو "یافاسق" کہا (سیرۃ ابن ہشام: ۲/ ۷۱)

(۳۰) تاریخ الطبری: ۲/ ۱۹۴۔ البدایۃ والنہایۃ: ۴/ ۲۰۔ الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۰۶۔ (طبقات ابن سعد: ۲/ ۴۱۔)

(۳۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا کہ کون ہے جس کو میں اپنی تلوار دوں اور وہ اس کا حق ادا کرے اس کے لیے مختلف ہاتھ اٹھے لیکن آپ نے تلوار حضرت ابودجانہؓ کو دی، حضرت زبیر بن العوامؓ نے بھی ہاتھ اٹھایا تھا لیکن ان کو بھی نہ ملی چنانچہ حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں۔ وجدت فی نفسی حین سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السیف فمنعنیہ واعطاہ ابودجانۃ وقلت: انا ابن صفیۃ عمتہ ومن قریش وقد قمت الیہ فسألتہ ایاہ قبلہ فاعطاہ ایاہ وترکنی والله لانظر مایصنع فاتبعتہ فاخرج عصابۃ لہ حمراء فعصب بہا راسہ فقالت الانصار: اخرج ابودجانۃ

جیتی ہوئی جنگ کی شکست میں تبدیلی

احد کی پشت پر حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی سرکردگی میں آپ نے تیر اندازوں کا جو دستہ پچاس افراد پر مشتمل مقرر فرمایا تھا، انہوں نے جب یہ حالت دیکھی تو وہ بھی مال غنیمت جمع کرنے کی غرض سے اپنی جگہ چھوڑنے لگے، حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یاد دلایا، ارشاد سننے کے بعد انہوں نے کہا کہ بے شک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا لیکن آپؐ کا مقصد اس سے یہ تھا کہ جنگ کے فیصلہ سے پہلے تم اس مورچے کو نہ چھوڑنا اور اب تو فیصلہ ہوگیا لہذا اب یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں ہے نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کے ساتھ صرف دس آدمی رہ گئے اور باقی سب آگئے۔

خالد بن ولیدؓ جو اس وقت لشکر کفار کے میمنہ کے امیر تھے انہوں نے احد کی یہ گھاٹی خالی دیکھ کر اس طرف حملہ کردیا وہاں مسلمان دستہ کے جو گیارہ صحابہ باقی رہ گئے تھے ان سب کو شہید کیا اور پشت سے مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے یہ حملہ اتنا اچانک تھا کہ مسلمانوں کو اس کا وہم وگمان بھی نہیں تھا۔ اس حملے کی وجہ سے صورتحال بالکل بدل گئی اور کفار کا جو لشکر پسپائی اختیار کرچکا تھا وہ بھی واپس آگیا۔ اب مسلمان دونوں طرف سے کفار کے نرغے میں آگئے اور دوست دشمن کا امتیاز نہیں رہا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض مسلمان خود مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ (۳۲) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت یمانؓ مسلمانوں ہی کے ہاتھ سے شہید ہوئے، حضرت حذیفہؓ نے جب دیکھا کہ میرے والد پر مسلمان حملہ آور ہیں تو بہت شور مچایا لیکن کسی کی توجہ نہیں ہوئی کہ جنگ کے اندر حالات ہی ایسے ہوتے ہیں۔ (۳۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی غلط خبر

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے ان کو ایک کافر

عصابة الموت، وهكذا كانت تقول له اذا تعصب بها، فخرج وهو يقول:

انا الذی عاهدنی خلیلی
ونحن بالسفح لدی النخیل
الا اقوم الدهر فی الکیول
اضرب بسیف الله والرسول

فجعل لا يلقى احدا الا قتله، وكان فى المشركين رجل لا يدع لنا جريحا الا ذفف عليه، فجعل كل واحد منهما يدنو من صاحبه، فدعوت الله ان يجمع بينهما، فالتقيا، فاختلفا ضربتين، فضرب المشرك ابادجانة، فاتقاه بدرقته.... وضربه ابودجانة فقتله، ثم رايته قد حمل السيف على مفرق راس هند بنت عتبة، ثم عدل السيف عنها، قال الزبير: فقلت: الله ورسوله اعلم۔ (وانظر سيرة ابن هشام: ۳/ ۷۳)

(۳۲) دیکھیے طبقات ابن سعد: ۲ / ۴۲

(۳۳) دیکھیے بخاری کتاب المغازی، رقم الحدیث: ۴۰۶۵۔ وکامل ابن اثیر: ۲ / ۱۱۳

نے شہید کیا اور یہ مشہور کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوگئے (۴۴) اس خبر سے مسلمانوں کے دلوں پر بے ہمتی چھا گئی اور بعض مسلمانوں کو خیال ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو شہید ہوگئے ہیں اب جنگ جاری رکھنے کا کیا فائدہ؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی یہی حال تھا۔ (۴۵) اس طرح مسلمان افراتفری کے عالم میں مبتلا ہوگئے۔

وہ صحابہؓ جو افراتفری کے وقت آپؐ کے پاس رہے

اس افراتفری کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو صحابہ رہے ان میں
❶ حضرت ابوبکر صدیقؓ ❷ حضرت عمر فاروقؓ ❸ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ ❹ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ ❺ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ❻ حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ ❼ اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ یہ سات مہاجرین میں سے تھے، اور سات انصاری صحابہ تھے۔ ❶ حضرت سعد بن معاذؓ ❷ حضرت سہل بن حنیفؓ ❸ حضرت ابودجانہؓ ❹ حضرت اسید بن حضیرؓ ❺ حضرت عاصم بن ثابتؓ ❻ حضرت حُباب بن المنذرؓ ❼ اور حضرت حارث بن صمہؓ

بخاری شریف کی حضرت براء بن عازبؓ کی روایت میں بارہ صحابہ کا ذکر ہے اور نسائی اور دلائل بیہقی میں حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت میں گیارہ کا ذکر ہے اور امام مسلمؒ نے حضرت انسؓ سے روایت نقل کی ہے اس میں سات کا ذکر ہے۔ (۴۶) لیکن یہ کوئی حقیقی تعارض نہیں، مختلف اوقات میں مختلف تعداد صحابہ کی آپ کے پاس موجود رہی اس لیے بعض روایات میں زیادہ اور بعض میں کم کا ذکر ہے لیکن بہرحال کل تعداد چودہ ہے۔ (۴۷)

زبردست جان نثاری کا مظاہرہ کرنے والے صحابہ

اس موقع پر بعض حضرات صحابہ نے بڑی جانثاری کا ثبوت دیا۔ جب کفار نے تیروں کی بارش حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر شروع کی تو حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کفار کی طرف پشت کر کے کھڑے

---

(۴۴) الکامل ابن اثیر: ۲/ ۱۰۸
(۴۵) دیکھیے الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۱۰
(۴۶) مذکورہ اسماء صحابہ اور دیگر تفصیل کے لیے دیکھیے فتح الباری: ۷/ ۳۶۰۔ البتہ مہاجرین میں انہوں نے حضرت عمر فاروقؓ کی جگہ حضرت علیؓ کا نام ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم
(۴۷) چنانچہ ابن سعد لکھتے ہیں: ”وثبت معہ عصابۃ من اصحابہ اربعۃ عشر رجلا سبعۃ من المھاجرین.... وسبعۃ من الانصار“
(طبقات ابن سعد: ۲/ ۴۲)

ہوگئے اور اس طرح حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھینکے جانے والے تمام تیروں کو اپنی پیٹھ پر روکتے رہے، ان کی کمر پر ستر کے قریب زخم آئے لیکن اللہ سبحانہ وتعالی نے ان کو زندہ رکھا۔ (۳۸) اسی طرح حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بھی بڑی جانبازی اور بہادری کا مظاہرہ کیا، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ابوداود طیالسی کی روایت کے حوالہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ جب آپ غزوۂ احد کا ذکر کرتے تو فرماتے ۔ کان ذلک الیوم کلہ لطلحۃ، (۳۹) احد کا سارا دن طلحہ (کی جانثاری) کا تھا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے برابر وہاں موجود رہے اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تیروں کو روکنے کے لیے اپنے ہاتھ کو ڈھال بنالیا تھا حتی کہ ان کا ہاتھ شل ہوگیا، حاکم نے اکلیل میں نقل کیا ہے کہ حضرت طلحہ کے جسم پر پینتیس یا انتالیس زخم آئے تھے (۴۰) لیکن طیالسی کی روایت میں ہے کہ ان کے جسم پر ستر زخم آئے تھے ۔ اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سوتیلے والد حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے بھی بڑا بیمثال کردار ادا کیا، جو بھی آدمی پاس سے گزرتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اپنے ترکش سے تیر نکال کر ابوطلحہ کو دو، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس غزوہ میں کئی کمانیں توڑیں۔ (۴۱) اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی جان نثاری کا مظاہرہ کرنے والوں میں سے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ترکش کے تیر نکال کر ان کو دیتے تھے اور فرماتے تھے ارم فداک ابی وامی (۴۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی میں نے نہیں سنا کہ آپ نے کسی کو "فداک ابی وامی" کہا ہو سوائے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ۔

حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر حملے

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی عتبہ بن ابی وقاص نے موقع دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر پھینکا جس سے آپ کا نیچے کا دانت مبارک شہید اور لب مبارک زخمی ہوا۔ عبداللہ بن قَمِئَہ نے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کیا جس سے خود کے دو حلقے رخ مبارک میں گھس گئے۔ عبداللہ

---

(۳۸) سیرۃ ابن ھشام: ۲/ ۸۷

(۳۹) دیکھیے فتح الباری: ۷/ ۳۶۱

(۴۰) فتح الباری: ۷/ ۳۶۱

(۴۱) بخاری کتاب المغازی، باب اذ ھمت طائفتان منکم....رقم الحدیث: ۴۰۶۴

(۴۲) بخاری کتاب المغازی، باب اذ ھمت طائفتان منکم ان تفشلا، حدیث نمبر ۴۰۵۵

بن شہاب زہری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک پتھر پھینکا جس سے آپ کی پیشانی مبارک خون آلود ہوگئی، (۴۳) حضرت مالک بن سنان نے اس خون کو چوس کر صاف کیا، آپ نے اس موقع پر فرمایا کہ جس کے پیٹ میں نبی کا خون ہو اس کو جہنم کی آگ نہیں جلائے گی۔ (۴۴) ابوعامر فاسق نے ایک گڑھا مسلمانوں کے لیے تیار کیا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان زخموں سے متأثر ہونے کے بعد اس گڑھے میں گر گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر سنبھالا اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ نے آپ کی کمر کو سہارا دیا تب آپ کھڑے ہوسکے (۴۵)

ابی بن خلف کا قتل

ابی بن خلف نے ایک گھوڑا پال رکھا تھا اس کا خیال تھا کہ اس گھوڑے پر سوار ہوکر وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرے گا، جب وہ گھوڑا دوڑاتا ہوا آپ کی طرف آنے لگا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو میں اپنے ہاتھ سے قتل کروں گا کوئی اور اس کو کچھ نہ کہے چنانچہ جب وہ قریب آگیا تو آپ نے حضرت حارث بن صمہؓ سے ان کا نیزہ لے کر ابی بن خلف کی گردن پر ایک چوکا لگایا وہ چلاتا اور شور مچاتا ہوا واپس جانے لگا اور کہنے لگا بخدا! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے قتل کردیا۔ لوگوں نے اس سے کہا یہ تو معمولی سا زخم ہے تو اس قدر کیوں چلارہا ہے، کہنے لگا خدا کی قسم! اس زخم کی تکلیف کو اگر سارے اہل حجاز میں تقسیم کردیا جائے تو وہ تکلیف سب کی ہلاکت کے لیے کافی ہوگی، چنانچہ اس طرح وہ چیختا چلاتا مکہ مکرمہ سے اِدھر نو دس میل کے فاصلہ پر مقام سرف میں جہنم رسید ہوا۔ (۴۶)

حضرت عمرو بن الجموحؓ کی شہادت

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد عبداللہ بن عمرو بن حرام غزوۂ احد کے اندر شہید ہوئے ان کے بہنوئی حضرت عمرو بن جموح پاؤں سے معذور تھے، انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میں بھی احد میں جنگ کے لیے چلوں گا، بیٹوں نے ان سے کہا کہ آپ معذور ہیں اس لیے آپ یہیں رہیں، عمرو بن جموح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ مجھے شہادت کا شوق ہے اور میرے

---

(۴۳) تفصیل کے لیے دیکھیے سیرۃ ابن ہشام: ۲/ ۸۴۔ ۸۵

(۴۴) دیکھیے سیرۃ ابن ہشام: ۲/ ۸۵

(۴۵) الکامل لابن اثیر، ۲/ ۱۱۰

(۴۶) تفصیل کے لیے دیکھیے البدایۃ والنہایۃ: ۴/ ۳۲

بیٹے مجھے جنگ میں جانے سے روکتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ معذور ہیں اور آپ کے لیے رخصت ہے تاہم ان کے شوق اور اصرار کو دیکھ کر آپ نے اجازت مرحمت فرمائی اور وہ احد میں شہید ہوئے۔ (۴۷)

حضرت جابرؓ کے والد حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی شہادت

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے کتاب التفسیر میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ سے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے والد کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالی نے کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے کہا کہ فرمایئے، تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے والد کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالی نے براہ راست مکالمہ کیا اور دیگر شہداء کے ساتھ من وراء الحجاب گفتگو کی۔ (۴۸)

علامہ ابن القیم نے "زادالمعاد" میں نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ نے احد سے پہلے ایک خواب دیکھا، خواب میں انہوں نے مبشر بن عبدالمنذر کو دیکھا کہ وہ کہہ رہے ہیں، "اے عبداللہ! تم بھی ہمارے پاس عنقریب آنے والے ہو۔" عبداللہ نے کہا تم کہاں ہو، مبشر نے کہا ہم جنت میں ہیں اور جنت میں جہاں ہمارا دل چاہتا ہے سیر کرتے ہیں، عبداللہ نے کہا تم تو بدر میں شہید نہیں ہوئے تھے؟ انہوں نے کہا شہید ہوا تھا جب ہی تو جنت میں گیا۔ (۴۹)

حضرت سعد بن الربیعؓ کی شہادت

شہید ہونے والوں میں ایک صحابی حضرت سعد بن الربیعؓ ہیں، جنگ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذرا دیکھو سعد کہاں ہیں؟ تلاش کرتے کرتے وہ مقتولین میں ملے، ابھی زندگی کی کچھ رمق باقی تھی، تلاش کرنے والے صحابی نے کہا کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری تلاش کے لیے

---

(۴۷) دیکھیے سیرت ابن ہشام: ۲/ ۹۶

(۴۸) اخرج الترمذی من طریق طلحۃ بن خراش سمعت جابر بن عبداللہ یقول: لقینی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی: یاجابر مالی اراک منکسرا؟ قلت: یارسول اللہ استشہد ابی قتل یوم احد، وترک عیالا ودینا، قال: افلا ابشرک بما لقی اللہ بہ اباک؟ قال: قلت: بلی یارسول اللہ، قال: ماکلم اللہ احدا الا من وراء حجاب، واحیا اباک، فکلمہ کفاحا....

(وانظر الجامع للامام الترمذی، کتاب التفسیر، باب من سورۃ آل عمران، رقم الحدیث: ۳۰۱۰)

(۴۹) دیکھیے سیرۃ المصطفی ۲/ ۲۲۱۔ ۲۲۲ بحوالہ زادالمعاد

بھیجا ہے، حضرت سعد بن الربیع نے کہا کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام کہنا اور میری شہادت کی اطلاع دینے کے بعد انصار سے کہنا کہ تمہارے لیے کوئی عذر قابل قبول نہیں، تمہیں حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت ہرحال میں کرنی چاہیئے کیونکہ آپؐ کی نصرت ہی میں انصار کا فائدہ ہے۔ (۵۰)

حضرت اصیرمؓ کی شہادت

ایک اور عجیب وغریب صحابی حضرت اصیرم انصاریؓ ہیں یہ جنگ احد سے قبل تک اسلام نہیں لائے تھے جب احد کا واقعہ پیش آیا تو یہ بھی زخمیوں میں پائے گئے اور شہادت کے قریب تھے، لوگوں نے جب ان کو دیکھا تو پوچھا کہ تم یہاں کیسے؟ اسلام کی رغبت کی وجہ سے لڑے یا قومی اور قبائلی حمیت کی وجہ سے، حضرت اصیرمؓ نے کہا میں اسلام کے دفاع، حفاظت اور سربلندی کے لیے قتال میں شریک ہوا ہوں، شہید ہونے کے بعد جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا قصہ بیان کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا۔ انہ لمن اھل الجنۃ (۵۱)

حافظ ابن حجر نے "الاصابہ" میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت اصیرمؓ وہ صحابی ہیں جنہوں نے ایک وقت کی نماز بھی نہیں پڑھی اور جنت میں داخل ہوئے۔ (۵۲)

ستر مسلمانوں کی شہادت اسیران بدر کے فدیے کے صلے میں تھی

بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں مسلمانوں کو اختیار دیا گیا تھا کہ اگر وہ چاہیں تو ان سارے قیدیوں کو ختم کردیں اور چاہیں تو ان کو فدیہ لیکر آزاد کردیں، لیکن فدیہ کی صورت میں آئندہ سال ستر آدمی مسلمانوں میں سے شہید ہوں گے، چونکہ مسلمانوں نے فدیہ لے کر ان قیدیوں کو آزاد کردیا تھا اس لیے غزوۂ احد میں ستر صحابہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا جس میں حضرت حمزہؓ، حضرت مصعب بن عمیرؓ، حضرت انس بن النضرؓ، حضرت معاذ بن عمرو بن جموحؓ، حضرت ربیع بن انسؓ، حضرت اصیرمؓ، (جن کا نام عمرو بن ثابت ہے) وغیرہ ستر کے قریب صحابہ شامل تھے ان میں زیادہ تعداد انصار کی تھی۔ (۵۳)

---

(۵۰) دیکھیے البدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۲۹

(۵۱) تفصیل کے لیے دیکھیے البدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۲۷

(۵۲) الاصابۃ: ۳/ ۵۲۶

(۵۳) فتح الباری: ۷/ ۳۵۱- ۳۵۲

حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت کے لیے انصار مدینہ کی بیتابی

حضرت مصعب بن عمیرؓ کی شہادت سے چونکہ یہ خبر مشہور ہوگئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوگئے ہیں اس لیے بعض صحابہ جنگ چھوڑ کر مدینہ واپس چلے گئے تھے اور کہا کہ جب آپؐ شہید ہوگئے تو میدان جنگ میں لڑنے کا کیا فائدہ! اس خبر کی وجہ سے مدینہ میں کہرام مچ گیا اور مرد، عورت، بچے اور بوڑھے سب آپؐ کی عافیت وسلامتی کے لیے بے تاب ہوگئے، ایک انصاری خاتون کے شوہر، بھائی، اور والد اس غزوہ میں شہید ہوگئے تھے، جب اس عورت کو ان کی شہادت کی اطلاع دی گئی تو وہ کہنے لگیں مجھے یہ بتاؤ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی عافیت سے ہیں یا نہیں، لوگوں نے بتایا حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم خیریت وعافیت سے ہیں تو کہنے لگیں مجھے اس وقت تک اطمینان نہیں ہوگا جب تک اپنی آنکھوں سے حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کرلوں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر مطمئن ہوگئیں اور کہا کل مصیبۃ بعدک جلل (۵۴) "آپؐ کی خیریت کے بعد ساری مصیبتیں ہلکی ہیں"

اس غزوہ میں مشرکین کے کل ۲۲ آدمی مقتول ہوئے۔ (۵۵)

غزوۂ احد میں شکست کی مصلحتیں

جنگِ احد میں کافی مسلمان شہید ہوئے اور مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے چند مصلحتیں تھیں۔

❶ اس جنگ میں ابتدائی مرحلہ میں میدان مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا اور کفار کو شکست ہورہی تھی حتی کہ وہ میدان چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہوئے لیکن جب تیرانداز دستے نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کی تو جنگ کا نقشہ تبدیل ہوگیا، اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کی اہمیت اور آپ کے حکم کی نافرمانی کی صورت میں سوء عاقبت کا اندازہ اور احساس مسلمانوں کے دلوں میں اور زیادہ پختہ ہوا۔

❷ ایک مصلحت اس میں یہ بھی تھی کہ اسلام کے بارے میں مخلصین اور منافقین کا امتیاز ہوگیا، اللہ کو اگرچہ مخلصین اور منافقین دونوں کا علم تھا لیکن اس سے مسلمانوں پر ظاہر فرمادیا کہ کون مخلص ہیں اور کون منافق۔

---

(۵۴) الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۱۳

(۵۵) سیرۃ ابن ہشام: ۳/ ۱۲۵

● اسی طرح بہت سارے صحابہ کو شہادت کا اعلی رتبہ ملا اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے انہوں نے اپنی جانیں قربان کیں۔

● جنگ کی شکست میں ثابت قدم رہ کر اللہ سبحانہ وتعالی کی طرف سے مسلمان عظیم اجروثواب کے مستحق ہوئے۔

اس طرح اور کئی مصلحتیں ہیں جو حافظ ابن حجر نے تفصیل سے بیان کی ہیں۔ (۵۶)

١ - باب : غَزْوَةِ أُحُدٍ .

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى : «وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ» /آل عمران: ۱۲۱/

”اور اس وقت کو یاد کیجیے جب کہ آپ صبح کو اپنے گھروالوں کے پاس سے نکلے آپ مسلمانوں کو جنگ کے مورچوں پر بٹھلارہے تھے اور اللہ تعالی خوب سننے اور جاننے والے ہیں۔“

یہاں ”واذغدوت من اھلک“ اور ”تبوئ المومنین“ میں فصل ہے اس لیے کہ مسلمانوں کو مورچوں پر آپ نے ہفتہ کے دن صبح کے وقت بٹھلایا اور جنگ احد کے لیے صحابہ کرام سے مشورہ کے لیے گھر سے نکلنا جمعہ کے دن صبح کو ہوا تھا۔

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ اس غزوہ میں حضرت عائشہؓ ساتھ تھیں اور جو خیمہ آپ کے لیے وہاں نصب کیا گیا تھا اس میں حضرت عائشہؓ تھیں تو اس خیمہ سے ہفتہ کی صبح کو نکل کر آپ نے صف بندی کی، اس صورت میں فصل نہ ہوگا کہ گھروالوں کے پاس سے نکلنا اور مجاہدین کی صفوں کو درست کرنا دونوں ہفتہ کی صبح کو ہوا۔

ابن جریر طبری نے سند غریب کے ساتھ ایک روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ یہ آیت غزوۂ خندق کے بارے میں نازل ہوئی ہے (۱) ۔ لیکن جمہور مفسرین اور محدثین کا اس پر اعتماد نہیں ہے، جمہور کی رائے یہ ہے کہ مذکورہ آیت غزوۂ احد کے بارے میں نازل ہوئی اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس آیت کو غزوۂ احد میں ذکر کیا۔

---

(۵۶) دیکھیے فتح الباری: ۷/ ۳۴۷۔

(۱) فتح الباری: ۷/ ۳۴۷

وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ : «وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ . إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ . أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ . وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ» /آل عمران: ۱۳۹ – ۱۴۳/ .

"اور کمزور ہو کر ہمت نہ ہارو اور نہ غمگین ہو، اگر تم مؤمن رہے تو غالب تم ہی رہو گے اگر (اس غزوہ میں) تم کو زخم پہونچا تو (اس سے پہلے غزوۂ بدر میں) اس قوم (کفار) کو بھی ایسا ہی زخم پہنچ چکا ہے اور لوگوں کے درمیان ہم ان ایام کو ادلتے بدلتے رہتے ہیں (کہ کبھی ایک فریق غالب رہتا ہے اور کبھی دوسرا اور یہ جو تم مغلوب ہوئے اور تمہارے ساتھی شہید ہوئے یہ اس لیے) تاکہ اللہ تعالی جان لے مؤمنین کو (کہ وہ اپنے ایمان میں مخلص ہیں یا کہ نہیں) اور تاکہ اللہ تعالی تم میں سے کئی لوگوں کو شہادت کا رتبہ عطا فرمائیں اور اللہ تعالی ظالموں سے محبت نہیں کرتے اور (ایک حکمت اس میں یہ بھی ہے) تاکہ اللہ تعالی (معاصی اور ذنوب کے) میل کچیل سے ایمان والوں کو صاف کردے اور کافروں کو مٹادے (کہ غالب آنے کی صورت میں کفار کی جرأت بڑھے گی اور وہ مقابلہ کے لیے دوبارہ آئیں گے اور ہلاک ہوں گے یا یہ کہ مسلمانوں پر ظلم کریں گے تو اللہ کے غضب میں مبتلا ہو کر تباہ ہوں گے) کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم جنت میں جاداخل ہو گے حالانکہ ابھی اللہ تعالی نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے (خوب) جہاد کیا ہو اور نہ ان کو دیکھا جو (جنگ میں) ثابت قدم رہنے والے ہیں اور تم تو (اس غزوہ سے) پہلے شہادت کی بڑی تمنا کرتے تھے سو اب تم نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔" (۲)

وَقَوْلِهِ : «وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُمْ بِإِذْنِهِ حَتَّى إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا أَرَاكُمْ مَا تُحِبُّونَ مِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ

(۲) چونکہ مسلمان جنگ میں شکست کی وجہ سے بڑے غمگین ہوگئے تھے اس لیے اللہ تعالی نے ان آیات میں ان کو تسلی دی اور شکست جنگ کے مصالح واسباب بیان فرمائے، چنانچہ طبری نے امام زہریؒ سے اس بارے میں یہ روایت نقل کی ہے۔

﴿ کثر فی اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم القتل والجراح حتی خلص الی کل امرئ منھم نصیب، فاشتد حزنھم، فعزاھم اللّٰہ احسن تعزیۃ﴾ ومن طریق قتادۃ نحوہ، قال: ﴿فعزاھم، وحثھم علی قتال عدوھم ونھاھم عن العجز ﴾ (فتح الباری: ۷/ ۳۴۷۔)

عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ» /آل عمران : ١٥٢/ .
وَقَوْلِهِ تَعَالَى : «وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا» . الآيَةَ /آل عمران: ١٦٩/ .

"اور یقیناً اللہ تعالی نے تم سے اپنے وعدہ کو سچا کر دکھایا جس وقت تم ان کافروں کو اللہ کے حکم سے قتل کررہے تھے۔ یعنی قتل کرکے ان کو جڑ سے اکھاڑ رہے تھے۔ تاآنکہ تم خود ہی کمزور ہوگئے (کہ مورچہ پر مقرر کئے ہوئے پچاس آدمیوں سے بعض نے غلط فہمی سے اپنی جگہ چھوڑ دی) اور باہم حکم میں اختلاف کرنے لگے (کہ بعض کہنے لگے یہاں بیٹھے رہنا چاہیئے اور بعض اٹھ کر جگہ چھوڑ گئے) اور رسول خدا کے حکم کی نافرمانی کی، بعد اس کے کہ جو کچھ تم چاہتے تھے اللہ نے وہ دکھلا دیا تھا۔ تم میں سے بعض وہ تھے جو دنیا چاہتے تھے اور بعض آخرت کے طلبگار تھے، چنانچہ اللہ تعالی نے تم کو ان کفار (پر غالب آنے سے) ہٹالیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے اور اللہ تعالی نے تم کو معاف کردیا اور اللہ تعالی مومنین پر بڑے فضل والے ہیں۔"

٣٨١٥ : حدثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا خَالِدٌ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ : (هٰذَا جِبْرِيلُ آخِذٌ بِرَأْسِ فَرَسِهِ ، عَلَيْهِ أَدَاةُ الْحَرْبِ) . [ر : ٣٧٧٣]

یہ روایت غزوۂ بدر کے بیان میں گزر چکی، اس روایت کا تعلق غزوۂ بدر سے ہے یہاں روایت میں "یوم احد" کا لفظ غلط ہے، یہی وجہ ہے کہ بخاری کے دوسرے تمام نسخوں میں یہ روایت یہاں مذکور نہیں ہے، صرف ابوالوقت اور اصیلی نے اس کو یہاں "یوم احد" کی قید کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ (۳)

٣٨١٦ : حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ : أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ عَدِيٍّ : أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ ، عَنْ حَيْوَةَ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ : صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى قَتْلَى أُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِي سِنِينَ ، كَالْمُوَدِّعِ لِلْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ ، ثُمَّ طَلَعَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ : (إِنِّي بَيْنَ أَيْدِيكُمْ فَرَطٌ ، وَأَنَا عَلَيْكُمْ شَهِيدٌ ، وَإِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ ، وَإِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَيْهِ مِنْ مَقَامِي هٰذَا ، وَإِنِّي لَسْتُ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا ، وَلٰكِنِّي أَخْشَى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا أَنْ تَنَافَسُوهَا) قَالَ : فَكَانَتْ آخِرَ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ . [ر : ١٢٧٩]

---

(۳) فتح الباری ۷/ ۳۴۹، وعمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۴۱

حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں:

صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی قتلی احد بعد ثمانی سنین کالمودّع للاحیاء والاموات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کی نماز آٹھ سال کے بعد پڑھی اس انداز میں کہ جیسے آپ رخصت کررہے ہو زندوں کو بھی اور مردوں کو بھی۔ (۴) مردوں کو رخصت کرنے کے لیے تو آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور زندوں کو رخصت اور الوداع کہنے کے لیۓ آپ نے ایک خطاب فرمایا۔

انی بین ایدیکم فرط، وأناعلیکم شہید، وان موعدکم الحوض وانی لانظر الیہ من مقامی ھذا، وانی لست أخشی علیکم ان تشرکوا ولکنی أخشی علیکم الدنیا ان تنافسوھا

فرط: اس شخص کو کہتے ہیں جو قافلہ سے آگے جاکر اگلی منزل میں قیام وغیرہ کا انتظام کرتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں۔

"میں تمہارے قیام کے انتظام کے لیے تم سے آگے جاتا ہوں اور میں تمہارے حق میں گواہ ہوں گا (کہ تم نے ایمان اختیار کیا تھا اور ایمان واسلام کی خاطر اپنا سب کچھ تج دیا تھا) اور اب تم سے ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے اور میں یہاں سے حوض کوثر دیکھ رہا ہوں مجھے تمہارے بارے میں اس بات کا ڈر نہیں کہ تم شرک میں مبتلا ہوجاؤ گے لیکن مجھے ڈر ہے اس بات کا کہ تم دنیا کی طرف راغب ہوجاؤ گے۔"

عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری دیدار تھا جو میں نے کیا۔

ایک لطیفہ

اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ سال کے بعد شہداء احد کی نماز جنازہ پڑھی مسئلہ تو کتاب الجنائز کا ہے، یہاں ایک لطیفہ سنادیتا ہوں۔ علامہ کرمانی نے جب یہ روایت دیکھی تو چونکہ وہ شافعی ہیں اور شوافع شہداء پر نماز جنازہ کے قائل نہیں اس لیے انہوں نے اس حدیث میں تاویل کی کہ یہاں "صلاۃ" سے مراد دعا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کے لیے دعا فرمائی، لہذا اس سے

---

(۴) وتودیع الاحیاء ظاہر، لان سیاقہ یشعربان ذلک کان فی آخر حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم واما تودیع الاموات، فیحتمل ان یکون الصحابی اراد بذلک انقطاع زیارتہ الاموات بجسدہ ....ویحتمل ان یکون المراد بتودیع الاموات ما اشار الیہ فی حدیث عائشۃؓ من الاستغفار لاھل البقیع۔

(فتح الباری: ۷/۳۴۹)

شہید کی نماز جنازہ ثابت نہیں ہوتی۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "حفظ شیئاً وغابت عنہ اشیاء" عینی فرماتے ہیں کہ یہی روایت بخاری اور مسلم میں ان الفاظ کے ساتھ بھی تو آئی ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج یوما فصلی علی شہداء احد صلاتہ علی المیت اس میں "صلاتہ علی المیت" کے الفاظ اس بات میں نص ہیں کہ آپ نے نماز جنازہ پڑھی پھر علامہ کرمانی کی تاویل کیسے درست ہوسکتی ہے، نیز عبداللہ بن عباسؓ عبداللہ بن زبیرؓ سعید بن المسیبؒ، حسن بصریؒ، امام اوزاعیؒ، سفیان ثوریؒ اور امام مزنیؒ ان سب کا مذہب یہ ہے کہ شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی صرف حنفیہ ہی اس کے قائل نہیں بلکہ ان سب کا یہ قول ہے (۵)

۳۸۱۷ : حدّثنا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسٰى ، عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : لَقِينَا الْمُشْرِكِينَ يَوْمَئِذٍ ، وَأَجْلَسَ النَّبِيُّ ﷺ جَيْشًا مِنَ الرُّمَاةِ ، وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللهِ ، وَقَالَ : (لَا تَبْرَحُوا ، إِنْ رَأَيْتُمُونَا ظَهَرْنَا عَلَيْهِمْ فَلَا تَبْرَحُوا ، وَإِنْ رَأَيْتُمُوهُمْ ظَهَرُوا عَلَيْنَا فَلَا تُعِينُونَا) . فَلَمَّا لَقِينَاهُمْ هَرَبُوا حَتَّى رَأَيْتُ النِّسَاءَ يَشْتَدِدْنَ فِي الْجَبَلِ ، رَفَعْنَ عَنْ سُوقِهِنَّ ، قَدْ بَدَتْ خَلَاخِلُهُنَّ ، فَأَخَذُوا يَقُولُونَ : الْغَنِيمَةَ الْغَنِيمَةَ ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ : عَهِدَ إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ لَا تَبْرَحُوا ، فَأَبَوْا ، فَلَمَّا أَبَوْا صُرِفَتْ وُجُوهُهُمْ ، فَأُصِيبَ سَبْعُونَ قَتِيلًا ، وَأَشْرَفَ أَبُو سُفْيَانَ فَقَالَ : أَفِي الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ ؟ فَقَالَ : (لَا تُجِيبُوهُ) . فَقَالَ : أَفِي الْقَوْمِ ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ ؟ قَالَ : (لَا تُجِيبُوهُ) . فَقَالَ : أَفِي الْقَوْمِ ابْنُ الْخَطَّابِ ؟ فَقَالَ : إِنَّ هٰؤُلَاءِ قُتِلُوا ، فَلَوْ كَانُوا أَحْيَاءً لَأَجَابُوا ، فَلَمْ يَمْلِكْ عُمَرُ نَفْسَهُ ، فَقَالَ : كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللهِ ، أَبْقَى اللهُ عَلَيْكَ مَا يُخْزِيكَ . قَالَ أَبُو سُفْيَانَ : أُعْلُ هُبَلُ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَجِيبُوهُ) . قَالُوا : مَا نَقُولُ ؟ قَالَ : (قُولُوا : اللهُ أَعْلَى وَأَجَلُّ) . قَالَ أَبُو سُفْيَانَ : لَنَا الْعُزَّى وَلَا عُزَّى لَكُمْ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَجِيبُوهُ) . قَالُوا : مَا نَقُولُ ؟ قَالَ : (قُولُوا : اللهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَى لَكُمْ) . قَالَ أَبُو سُفْيَانَ : يَوْمٌ بِيَوْمِ بَدْرٍ ، وَالْحَرْبُ سِجَالٌ ، وَتَجِدُونَ مُثْلَةً ، لَمْ آمُرْ بِهَا وَلَمْ تَسُؤْنِي . [ر : ۲۸۷٤]

تیسری روایت حضرت براء رضی اللہ عنہ کی ہے، روایت کی ابتدا میں تیراندازوں کے اس دستہ کا ذکر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احد پہاڑ کی پشت پر مقرر کیا تھا اور تاکید کی تھی کہ اپنی جگہ سے کسی حال میں نہ ہٹیں لیکن جب وہ لوگ وہاں سے ہٹ گئے تو جیتی ہوئی جنگ شکست میں تبدیل ہوگئی اس کے

---

(۵) تفصیل کے لیے دیکھیے عمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۲۲

بعد ابوسفیان پہاڑ پر چڑھا اور کہنے لگا۔

افی القوم محمد؟ کیا قوم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لاتجیبوہ۔ اس کو جواب نہ دو

ابوسفیان نے پھر کہا افی القوم ابن ابی قحافۃ؟ کیا قوم میں ابن ابی قحافہ (حضرت ابوبکرؓ) ہیں؟

آپؐ نے فرمایا جواب نہ دو، ابوسفیان نے پھر آواز دی۔ افی القوم ابن الخطاب؟ کیا عمر بن الخطاب ہیں؟ جب جواب نہیں ملا تو کہنے لگا، یہ سب قتل کردیئے گئے اگر یہ لوگ زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے، اس پر حضرت عمر فاروقؓ اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکے اور فرمانے لگے۔ کذبت یاعدو اللہ، ابقی اللہ علیک مایخزیک، اللہ کے دشمن! تو نے جھوٹ بولا اللہ نے تجھے رسوا کرنے کے لیے ان کو زندہ رکھا ہے، ابوسفیان نے کہا۔ اعل ھبل "اے ھبل! تو بلند رہ" ھبل: ایک بت کا نام تھا جو عمرو بن لحی نے قریش کے لیے لاکر کعبہ میں رکھا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب صحابہ کو بتایا کہ تم کہو۔ اللہ اعلی واجل "اللہ سب سے بلند اور بڑا ہے" ابوسفیان نے کہا۔ لنا العزی ولا عزی لکم "ہمارے لیے عزی ہے تمہارے لیے نہیں" عزی: بت کا نام ہے۔ صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جواب دیا۔ اللہ مولانا ولا مولی لکم "اللہ ہمارا مددگار ہے اور تمہارا مددگار کوئی نہیں۔"

پھر ابوسفیان نے کہا آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے، لڑائی ڈول کی مانند ہے (کہ ڈول کبھی ایک کے ہاتھ میں اور کبھی دوسرے کے ہاتھ میں ہوتا ہے اسی طرح کامیابی کبھی ایک فریق کی اور کبھی دوسرے فریق کی ہوتی ہے۔)

چونکہ ابوسفیان جنگ میں قریش مکہ کا سردار تھا اس لیئے اس نے کہا کہ تم اپنے مردوں میں مثلہ پاؤ گے، میں نے اس کا حکم نہیں دیا تھا لیکن جب مجھے اس کا علم ہوا تو وہ مجھے برا نہیں لگا۔

۳۸۱۸ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ : اَصْطَبَحَ الْخَمْرَ يَوْمَ أُحُدٍ نَاسٌ ، ثُمَّ قُتِلُوا شُهَدَاءَ . [ر : ۲۶۶۰]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ احد کے دن بہت سے مسلمانوں نے شراب پی تھی اور اسی روز پھر وہ شہید ہوئے، بتلانا یہ ہے کہ اس وقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی۔

۳۸۱۹ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ أَبِيهِ إِبْرَاهِيمَ : أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ أُتِيَ بِطَعَامٍ ، وَكَانَ صَائِمًا ، فَقَالَ : قُتِلَ مُصْعَبُ

ابْنُ عُمَيْرٍ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي ، كُفِّنَ فِي بُرْدَةٍ : إِنْ غُطِّيَ رَأْسُهُ بَدَتْ رِجْلَاهُ ، وَإِنْ غُطِّيَ رِجْلَاهُ بَدَا رَأْسُهُ ، وَأُرَاهُ قَالَ : وَقُتِلَ حَمْزَةُ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي ، ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ ، أَوْ قَالَ : أُعْطِينَا مِنَ الدُّنْيَا مَا أُعْطِينَا ، وَقَدْ خَشِينَا أَنْ تَكُونَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا ، ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي حَتَّى تَرَكَ الطَّعَامَ . [ر : ۱۲۱۵]

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے صاحبزادے ابراہیم فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عبدالرحمنؓ کے پاس افطار کے وقت کھانا لایا گیا آپ اس دن روزہ سے تھے آپؓ تو فرمانے لگے حضرت مصعب بن عمیر جنگ احد میں شہید ہوگئے تھے اور وہ مجھ سے بہتر اور افضل تھے ایک چادر میں ان کو کفنایا گیا، وہ چادر اتنی چھوٹی تھی کہ اگر ان کا سر چھپایا جاتا تو ان کے پاؤں کھل جاتے اور اگر پاؤں چھپائے جاتے تو سر کھل جاتا، اور حضرت حمزہؓ ۔ میں مقتول ہوئے وہ بھی مجھ سے بہتر وافضل تھے ، اس کے بعد پھر ہم پر دنیا کی وسعت اور کشادگی ہوئی، ہمیں تو اس بات کا ڈر ہے کہ شاید ہماری ساری نیکیوں کا بدلہ اسی دنیا ہی میں دیا جارہا ہے ، یہ کہہ کر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ رونے لگے حتی کہ کھانا بھی نہ کھا سکے۔

چونکہ اس روایت میں حضرت مصعبؓ اور حضرت حمزہؓ کی جنگ احد میں شہادت کا ذکر ہے اس لیے امام بخاری نے یہ روایت یہاں تخریج کی۔

۳۸۲۰ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرٍو : سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ : أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ ، فَأَيْنَ أَنَا ؟ قَالَ : (فِي الْجَنَّةِ) . فَأَلْقَى تَمَرَاتٍ فِي يَدِهِ ، ثُمَّ قَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ .

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ احد کے دن ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر میں جنگ کرتے ہوئے قتل ہوجاؤں تو کہاں ہوں گا؟ آپ نے فرمایا "جنت میں" چنانچہ وہ ہاتھ میں رکھی ہوئی کھجوریں پھینک کر میدان جنگ میں گئے حتی کہ شہید ہوگئے۔

اس صحابی کے نام کے بارے میں، حافظ ابن حجر نے کہا "لم اقف علی اسمہ" (٦) ابن بشکوال کا خیال ہے کہ یہ صحابی "عمیر بن الحمام" تھے (٧) اس طرح کا ایک واقعہ غزوۂ بدر میں بھی گزر چکا ہے۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ یہ دونوں الگ الگ آدمیوں کے واقعات ہیں۔ (٨)

---

(٦) فتح الباری ٧ / ٣٥٣ (٧) فتح الباری: ٧ / ٣٥٣ (٨) عمدۃ القاری: ١٧ / ١٤٢

۳۸۲۱ : حدثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ، عَنْ شَقِيقٍ : عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : هَاجَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ نَبْتَغِي وَجْهَ اللّٰهِ ، فَوَجَبَ أَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ ، وَمِنَّا مَنْ مَضَى ، أَوْ ذَهَبَ ، لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا ، كانَ مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ ، قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ ، لَمْ يَتْرُكْ إِلَّا نَمِرَةً ، كُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ ، وَإِذَا غُطِّيَ بِهَا رِجْلَاهُ خَرَجَ رَأْسُهُ ، فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ ﷺ : (غَطُّوا بِهَا رَأْسَهُ ، وَاجْعَلُوا عَلَى رِجْلِهِ الْإِذْخِرَ) . أَوْ قالَ : (أَلْقُوا عَلَى رِجْلَيْهِ مِنَ الْإِذْخِرِ) . وَمِنَّا مَنْ قَدْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا .
[ر : ۱۲۱۷]

امام بخاری کے استاذ احمد بن یونس ، زہیر سے نقل کرتے ہیں، یہ "زہیر بن معاویہ" ہیں وہ نقل کرتے ہیں اعمش سے یہ "سلیمان اعمش" ہیں، وہ "شقیق بن سلمہ" سے نقل کرتے ہیں، وہ حضرت خباب بن الارت سے روایت کرتے ہیں، حضرت خباب فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر ہجرت کی، اللہ کے وعدے کے مطابق اللہ کے یہاں ہمارا اجر یقینی ہے ، ہمارے بعض ساتھی تو چلے گئے اور انہوں نے اپنے اجر میں سے (اس دنیا میں) کچھ نہیں کھایا، ان ہی میں حضرت مصعب بن عمیرؓ بھی ہیں۔ ومنامن اینعت لہ ثمرتہ فھو یھدبھا "اور ہم میں کچھ لوگ وہ ہیں کہ ان کے لیے ان کا پھل دنیا میں پک گیا ہے اور وہ ان پھلوں کو چن رہے ہیں۔" یھدبھا: ای یجتنیھا

۳۸۲۲ : أَخْبَرَنَا حَسَّانُ بْنُ حَسَّانَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ : حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ عَمَّهُ غابَ عَنْ بَدْرٍ ، فَقَالَ : غِبْتُ عَنْ أَوَّلِ قِتَالِ النَّبِيِّ ﷺ ، لَئِنْ أَشْهَدَنِي اللّٰهُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لَيَرَيَنَّ اللّٰهُ ما أُجِدُّ ، فَلَقِيَ يَوْمَ أُحُدٍ ، فَهُزِمَ النَّاسُ ، فَقَالَ : اللَّهُمَّ إِنِّي أَعْتَذِرُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ ، يَعْنِي الْمُسْلِمِينَ ، وَأَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا جاءَ بِهِ الْمُشْرِكُونَ ، فَتَقَدَّمَ بِسَيْفِهِ فَلَقِيَ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ ، فَقَالَ : أَيْنَ يَا سَعْدُ ، إِنِّي أَجِدُ رِيحَ الْجَنَّةِ دُونَ أُحُدٍ ، فَمَضَى فَقُتِلَ ، فَمَا عُرِفَ حَتَّى عَرَفَتْهُ أُخْتُهُ بِشَامَةٍ ، أَوْ بِبَنَانِهِ ، وَبِهِ بِضْعٌ وَثَمَانُونَ : مِنْ طَعْنَةٍ وَضَرْبَةٍ وَرَمْيَةٍ بِسَهْمٍ .
[ر : ۲٦٥١]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے چچا حضرت انس بن نضر جنگ بدر میں شریک نہیں ہوسکے تھے ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے جہاد (بدر) میں غیر حاضری کا بڑا دکھ تھا، فرماتے تھے اگر اللہ نے مجھے آئندہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی جنگ میں حاضری عطا فرمائی تو اللہ تعالیٰ اس میں میری جدوجہد کو دیکھیں گے ، چنانچہ جنگ احد میں یہ گئے ، جب مسلمانوں کو شکست ہوئی، تو

انس بن نضر فرمانے لگے اے اللہ! میں مسلمانوں کی طرف سے (یعنی جنگ میں ان کے بھاگنے کی غلطی کی) آپ کے سامنے معذرت کرتا ہوں اور میں برأت ظاہر کرتا ہوں مشرکین کی حرکات سے، پھر ہاتھ میں تلوار لے کر آگے بڑھے، تو حضرت سعد بن معاذ سے ملاقات ہوگئی، کہنے لگے "اے سعد! کہاں؟ میں تو احد کے پاس سے جنت کی خوشبو پارہا ہوں۔" (۹) چنانچہ آگے چلے گئے اور شہید ہوگئے۔

فماعرف حتی عرفته اخته بشامة۔ اوببنانه۔ وبه بضع وثمانون من طعنةٍ وضربةٍ ورميةٍ بسهمٍ

پھر آپ کی لاش نہیں پہچانی گئی، یہاں تک کہ آپ کی بہن (رُبَیِّع بنت نضر) نے ایک تل سے یا پورے سے آپ کی لاش پہچانی، آپ کے جسم پر نیزے، تلوار اور تیر کے زخم ۸۰ سے زیادہ تھے۔

شامة: جلد پر جو سیاہ نکتہ چھوٹا سا ہوتا ہے اس کو شامہ کہتے ہیں، اردو میں اسے تل کہتے ہیں۔

٣٨٢٣ : حدثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ شِهَابٍ : أَخْبَرَنِي خارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ : أَنَّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : فَقَدْتُ آيَةً مِنَ الْأَحْزَابِ حِينَ نَسَخْنَا الْمُصْحَفَ ، كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ ٱللَّهِ ﷺ يَقْرَأُ بِهَا ، فَالْتَمَسْنَاهَا فَوَجَدْنَاهَا مَعَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ : «مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجالٌ صَدَقُوا ما عاهَدُوا ٱللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ» . فَأَلْحَقْنَاهَا فِي سُورَتِهَا فِي الْمُصْحَفِ . [ر : ٢٦٥٢]

حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ جب ہم مصحف تحریر کر رہے تھے تو سورۂ احزاب کی ایک آیت مجھے نہیں ملی، میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ آیت سنا کرتا تھا چنانچہ ہم نے اس آیت کی تلاش شروع کی تو حضرت خزیمہ بن ثابت انصاریؓ کے پاس وہ آیت ہمیں ملی وہ آیت یہ ہے۔

من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیه، فمنھم من قضی نحبه ومنھم من ینتظر

"مومنین میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ انہوں نے اللہ سے جس بات کا وعدہ کیا تھا وہ پورا کردیا اور اس میں سچے ثابت ہوئے، پھر ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنی حاجت پوری کرچکے (اور شہید ہوگئے) اور کچھ لوگ وہ ہیں جو ابھی (شہادت کے) منتظر ہیں۔"

اس حدیث کی بحث تو کتاب فضائل القرآن سے متعلق ہے لیکن چونکہ اس آیت میں "منھم من

---

(۹) یحتمل ان یکون ذلک علی الحقیقة بان یکون شم رائحة طیبة زائدة عما یعھد فعرف انھا ریح الجنة، ویحتمل ان یکون اطلق ذلک باعتبار ما عنده من الیقین ... حتی کان الغائب عنه صار محسوسا عنده، والمعنی: ان الموضع الذی اقاتل فیه یئول بصاحبه الی الجنة ...(فتح الباری: ۷/۳۵۵)

قضی نحبہ" کا مصداق وہ حضرات صحابہ ہیں جو احد میں شہید ہونے تھے اس لیے امام بخاری نے یہ روایت یہاں ذکر فرمائی۔

٣٨٢٤ : حدّثنا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ : سَمِعْتُ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ يَزِيدَ : يحَدِّثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قَالَ : لَمَّا خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى أُحُدٍ ، رَجَعَ نَاسٌ مِمَّنْ خَرَجَ مَعَهُ ، وَكَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ فِرْقَتَيْنِ : فِرْقَةٌ تَقُولُ : نُقَاتِلُهُمْ ، وَفِرْقَةٌ تَقُولُ : لَا نُقَاتِلُهُمْ ، فَنَزَلَتْ : «فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ وَٱللهُ أَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوا» . وَقَالَ : (إِنَّهَا طَيْبَةُ ، تَنْفِي الذُّنُوبَ ، كما تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْفِضَّةِ) . [ر : ١٧٨٥]

حضرت زید بن ثابت انصاری فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ احد کے لیے نکلے تو جو لوگ آپ کے ساتھ نکلے تھے ان میں سے کچھ واپس آگئے (مراد اس سے عبداللہ بن ابی اور اس کے تین سو ساتھی ہیں جو راستے سے واپس ہوگئے تھے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ان کے بارے میں دو جماعتوں میں تقسیم ہوگئے، ایک جماعت کہتی تھی کہ ہم ان سے قتال کریں گے، انہوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ کر دھوکہ کیا لہذا یہ لوگ مسلمان نہیں دوسری جماعت کہتی تھی کہ واپس ہوکر اگرچہ انہوں نے برا کیا بہرحال قتال ان سے نہیں کرنا چاہیے، اس پر قرآن شریف کی آیت اتری۔ فمالکم فی المنافقین فئتین، واللہ ارکسھم بماکسبوا "کیا ہوا تمہیں کہ منافقین کے بارے میں دو گروہوں میں بٹ گئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل (کی نحوست) کی وجہ سے ان کو واپس کیا۔"

اس آیت کی شان نزول میں اور بھی روایتیں ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ واقعۂ افک کے متعلق جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور کہا کہ میرے اہل خانہ کے متعلق مجھے ایذا پہنچائی گئی ہے، عبداللہ بن ابی نے اس میں بڑا کردار ادا کیا تھا تو اس موقع پر عبداللہ بن ابی کے بارے میں اوس اور خزرج سے تعلق رکھنے والے صحابہ میں اختلاف ہوگیا تھا، مذکورہ آیت اس کے بارے میں نازل ہوئی۔

لیکن راجح یہی ہے کہ یہ آیت غزوۂ احد کے موقع پر نازل ہوئی ہے (۱۰) اور اسی وجہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث یہاں ذکر فرمائی، روایت کے آخر میں ہے۔

انہا طیبۃ، تنفی الذنوب، کماتنفی النار خبث الفضۃ "یہ مدینہ منورہ پاکیزہ جگہ ہے یہ گناہوں

---

(۱۰) قال الحافظ: هذا هو الصحيح في نزولها، وأخرج ابن أبي حاتم... عن ابي سعيد بن معاذ قال: «نزلت هذه الآية في الأنصار، خطب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: من لي بمن يؤذيني؟ فذكر منازعة سعد بن معاذ وسعد بن عبادة وأسيد بن حضير ومحمد بن مسلمة، قال: فأنزل الله هذه الآية» وفي سبب نزولها قول آخر، أخرجه أحمد... «أن قوما أتوا المدينة فأسلموا فأصابهم الوباء فرجعوا، واستقبلهم ناس من الصحابة فأخبروهم، فقال بعضهم نافقوا، وقال بعضهم: لا، فنزلت...» فإن كان محفوظا احتمل أن تكون نزلت في الأمرين جميعا. (وانظر فتح الباري: ۷/۲۵۶)

کو اس طرح ختم کردیتا ہے جیسے آگ چاندی کے میل اور زنگ کو ختم کردیتی ہے"۔
منشا یہ ہے کہ جن لوگوں نے منافقانہ حرکات کیں اللہ سبحانہ وتعالی یقیناً ان کو ممیز اور جدا کردیں گے اور ان کی حیثیت مشتبہ نہیں رہے گی۔

۲ – باب : «إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنكُمْ أَنْ تَفْشَلَا وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ»

/آل عمران: ۱۲۲/

یہ بات ماقبل میں گزر چکی ہے کہ قبیلۂ خزرج کا ایک بطن ہے بنوسلمہ اور قبیلہ اوس کی ایک شاخ ہے بنوحارثہ، جس وقت عبداللہ بن ابی تین سو آدمیوں کو لے کر مقام "شیخین" سے واپس ہوا تو بنوسلمہ اور بنوحارثہ کے دل میں بھی واپسی کا خیال آیا لیکن چونکہ یہ لوگ مخلص تھے اس لیے اللہ نے ان کی دستگیری فرمائی اور واپسی کا ارادہ ان کے دل سے نکالدیا، قرآن کی اس آیت میں اسی کا ذکر ہے۔

۳۸۲۵ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ جابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ فِينَا : «إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا» . بَنِي سَلِمَةَ وَبَنِي حارِثَةَ ، وما أُحِبُّ أَنَّهَا لَمْ تَنْزِلْ ، وَاللهُ يَقُولُ : «وَاللهُ وَلِيُّهُما» . [۴۲۸۲]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بھی چونکہ ان قبیلوں سے تعلق ہے اس لیے وہ فرماتے ہیں کہ "اذ همت طائفتان....." کی یہ آیت بنو سلمہ اور بنوحارثہ کے بارے میں نازل ہوئی، اور میں یہ نہیں چاہتا ہوں کہ یہ آیت نازل نہ ہوتی۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالی "واللہ ولیهما" فرما رہے ہیں۔ یعنی اس آیت میں اگرچہ ان دو قبیلوں کی بزدلی اور کمزوری کا ذکر ہے لیکن اس میں "واللہ ولیهما" کا زبردست انعام بھی تو ہے اس لیے اس آیت کے نزول پر ہم خوش ہیں۔

۳۸۲۶ : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : أَخْبَرَنَا عَمْرٌو ، عَنْ جابِرٍ قالَ : قالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ : (هَلْ نَكَحْتَ يَا جابِرُ) . قُلْتُ : نَعَمْ . قالَ : (ماذَا أَبِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا) . قُلْتُ : لَا بَلْ ثَيِّبًا ، قالَ : (فَهَلَّا جارِيَةً تُلَاعِبُكَ) . قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ ، إِنَّ أَبِي قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ ، وَتَرَكَ تِسْعَ بَنَاتٍ ، كُنَّ لِي تِسْعَ أَخَوَاتٍ ، فَكَرِهْتُ أَنْ أَجْمَعَ إِلَيْهِنَّ جارِيَةً خَرْقاءَ مِثْلَهُنَّ ، وَلٰكِنِ امْرَأَةً تَمْشُطُهُنَّ وَتَقُومُ عَلَيْهِنَّ ، قالَ : (أَصَبْتَ) . [ر : ۴۳۲]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت کیا کہ "جابر! کیا تم نے نکاح کرلیا۔" میں نے کہا "جی ہاں" آپ نے فرمایا، کس سے کیا؟ باکرہ سے یا ثیبہ سے؟ میں نے کہا "ثیبہ سے" آپ نے فرمایا کسی باکرہ سے تم نے کیوں نکاح نہیں کیا کہ وہ تجھ سے کھیلتی (اور دلچسپی لیتی) میں نے کہا یارسول اللہ! میرے والد احد میں شہید ہوگئے تھے اور انہوں نے نو بیٹیاں چھوڑیں تو میری نو بہنیں ہیں۔

فکرهت ان اجمع الیهن جاریة خرقاء مثلهن ولکن امرأة تمشطهن وتقوم علیهن

"اس لیے میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ میں ان کے پاس انہی جیسی ناتجربہ کار لڑکی جمع کروں میں نے چاہا کہ عورت ایسی ہو جو ان کو کنگھی کرے اور دیکھ بھال کرے"

خرقاء: ایسی لڑکی کو کہتے ہیں جو نادان ہو اور امور خانہ داری میں ماہر نہ ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اصبت" تم نے ٹھیک کیا۔

یہاں ایک بات تو یہ معلوم ہوگئی کہ حضرت جابرؓ نے شادی کی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ بھی نہیں چلا، ہمارے ہاں آج کل شادی ہوگی تو وہ ہنگامے اور ڈرامے ہوں گے کہ دنیا جہاں کو خبر دینے کا اہتمام کیا جائے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب صحابہ کی نظر میں کون ہوسکتا ہے؟ لیکن اس کے باوجود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کی مدینہ ہی میں شادی ہورہی ہے لیکن انہوں نے اس کی ضرورت نہیں سمجھی کہ آپؐ کو اطلاع کی جائے، نکاح کے لیے اعلان ہونا چاہیئے اور وہ چند آدمیوں کی موجودگی میں ہوسکتا ہے، اس کے لیے کارڈ چھپوانا، شامیانے لگوانا، ہال بک کرانا اور جشن کا سماں قائم کرنا کیا ضروری ہے، صحابہ کرامؓ کے دور میں یہ تکلفات بالکل نہ تھے۔

۳۸۲۷ : حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ أَبِي سُرَيْجٍ : أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى : حَدَّثَنَا شَيْبَانُ ، عَنْ فِرَاسٍ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ : حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ أَبَاهُ اسْتُشْهِدَ يَوْمَ أُحُدٍ ، وَتَرَكَ عَلَيْهِ دَيْنًا ، وَتَرَكَ سِتَّ بَنَاتٍ ، فَلَمَّا حَضَرَ جِدَادُ النَّخْلِ قَالَ : أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ : قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ وَالِدِي قَدِ اسْتُشْهِدَ يَوْمَ أُحُدٍ وَتَرَكَ دَيْنًا كَثِيرًا ، وَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ يَرَاكَ الْغُرَمَاءُ ، فَقَالَ : (اذْهَبْ فَبَيْدِرْ كُلَّ تَمْرٍ عَلَى نَاحِيَةٍ) . فَفَعَلْتُ ثُمَّ دَعَوْتُهُ ، فَلَمَّا نَظَرُوا إِلَيْهِ كَأَنَّهُمْ أُغْرُوا بِي تِلْكَ السَّاعَةَ ، فَلَمَّا رَأَى مَا يَصْنَعُونَ أَطَافَ حَوْلَ أَعْظَمِهَا بَيْدَرًا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ، ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ ، ثُمَّ قَالَ : (ادْعُ لِي أَصْحَابَكَ) . فَمَا زَالَ يَكِيلُ لَهُمْ حَتَّى أَدَّى اللهُ

عَنْ وَالِدِي أَمَانَتَهُ ، وَأَنَا أَرْضَى أَنْ يُؤَدِّيَ اللّٰهُ أَمَانَةَ وَالِدِي وَلَا أَرْجِعَ إِلَى أَخَوَاتِي بِتَمْرَةٍ ، فَسَلَّمَ اللّٰهُ الْبَيَادِرَ كُلَّهَا ، وَحَتَّى إِنِّي أَنْظُرُ إِلَى الْبَيْدَرِ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ كَأَنَّهَا لَمْ تَنْقُصْ تَمْرَةً وَاحِدَةً . [ر : ۲۰۲۰]

یہ روایت بھی حضرت جابرؓ سے ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ان کے والد جنگ احد میں شہید ہوگئے اور کافی قرضہ چھوڑ گئے، چھ لڑکیاں بھی انہوں نے چھوڑیں۔

فلما حضر جذاذ النخل.... جب کھجوروں کے کاٹنے کا وقت آیا۔

جذاذ جیم کے کسرہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ آیا ہے۔ کاٹنے اور قطع کرنے کو کہتے ہیں۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کی خدمت میں عرض کیا، کہ یارسول اللہ! آپ کو معلوم ہے کہ میرے والد جنگ احد میں شہید ہوگئے ہیں اور ان کے ذمہ کافی دین باقی ہے، میں چاہتا ہوں کہ قرض خواہ آپ کو دیکھ لیں (ممکن ہے کہ آپ کے دیکھنے کی وجہ سے وہ کچھ رعایت اور نرمی کریں) تو آپ نے فرمایا۔ اذهب فبيدر كل تمر على ناحية "جاؤ، اور ہر قسم کی کھجوروں کے ڈھیر الگ الگ لگاؤ"

چنانچہ میں نے آپؐ کے حکم کے مطابق الگ الگ ڈھیر لگائے اور پھر آپؐ کو بلایا جب ان قرض خواہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے دیکھا (تو چونکہ وہ یہودی تھے اس موقع پر آپؐ کی آمد ان کو سخت ناگوار گزری) ایسا لگا کہ جیسے وہ اب مجھ پر جھپٹ پڑیں گے (کہ اداء دین میں رعایت کی غرض سے انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں بلایا)

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تیور دیکھے تو آپؐ نے سب سے بڑے ڈھیر کے ارد گرد تین چکر لگائے اور پھر بیٹھ کر فرمایا، "اپنے قرض خواہوں کو بلالو" آپ مسلسل کیل کرکے ان کا قرضہ ادا فرماتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے میرے والد کی طرف سے ان کا قرضہ ادا کردیا۔ میں اس بات پر راضی تھا کہ اللہ تعالی میرے والد کا قرضہ ادا کردیں اور میں اپنی بہنوں کے پاس ایک کھجور بھی نہ لے کر جاؤں، (لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت یوں ظاہر ہوئی کہ) اللہ تعالی نے وہ تمام ڈھیریاں محفوظ فرمائیں جس ڈھیر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اس سے ایک کھجور بھی مجھے کم ہوتی محسوس نہیں ہوئی۔

ایک تعارض اور اس کا حل

اس روایت میں حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ میرے والد نے چھ لڑکیاں چھوڑیں جبکہ اس سے پہلی

روایت میں ہے کہ آپ کے والد نے نو لڑکیاں چھوڑی تھیں۔

شراح حضرات نے تطبیق یوں دی ہے کہ اصل میں نو بیٹیاں حضرت جابر کے والد نے چھوڑی تھیں لیکن ان میں تین شادی شدہ تھیں اس لیے اس روایت میں ان تین شادی شدہ کا ذکر نہیں اور پہلی روایت میں ان کا بھی ذکر ہے (۱۱) واللہ اعلم۔

ان دونوں روایات میں چونکہ حضرت جابر کے والد کے جنگ احد میں شہید ہونے کا ذکر ہے اس لیے امام بخاریؒ نے یہاں ان کی تخریج کی۔

۳۸۲۸ : حدّثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ ، وَمَعَهُ رَجُلَانِ يُقَاتِلَانِ عَنْهُ ، عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بِيضٌ ، كَأَشَدِّ الْقِتَالِ ، ما رَأَيْتُهُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ . [۵۴۸۸]

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے احد کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو آدمی دیکھے جو آپ کی جانب سے لڑ کر دفاع کر رہے تھے، دونوں سفید لباس میں ملبوس تھے میں نے ان کو نہ اس سے پہلے دیکھا تھا اور نہ بعد میں یہ دو فرشتے تھے ایک حضرت جبریل اور دوسرے حضرت میکائل تھے (۱۲) احد میں فرشتوں کا نزول ہوا ہے لیکن انہوں نے عام جنگ میں حصہ نہیں لیا، صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے طور پر جنگ میں شریک ہوئے۔

۳۸۳۱/۳۸۲۹ : حدّثني عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ : حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ السَّعْدِيُّ قَالَ : سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ : سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ : نَثَلَ لِي النَّبِيُّ ﷺ كِنَانَتَهُ يَوْمَ أُحُدٍ ، فَقَالَ : (ارْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي) .

(۳۸۳۰) : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ : سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ : سَمِعْتُ سَعْدًا يَقُولُ : جَمَعَ لِي النَّبِيُّ ﷺ أَبَوَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ .

(۳۸۳۱) : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا لَيْثٌ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ قَالَ : قَالَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : لَقَدْ جَمَعَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ أَبَوَيْهِ كِلَيْهِمَا ، يُرِيدُ حِينَ قَالَ : (فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي) . وَهُوَ يُقَاتِلُ . [ر : ۳۵۱۹]

۳۸۳۳/۳۸۳۲ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ ، عَنْ سَعْدٍ ، عَنِ ابْنِ شَدَّادٍ قَالَ : سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ : مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَجْمَعُ أَبَوَيْهِ لِأَحَدٍ غَيْرِ سَعْدٍ .

---

(۱۱) دیکھیے فتح الباری: ۷ / ۳۵۸ (۱۲) فتح الباری: ۷ / ۳۵۹

(۳۸۳۳) : حدثنا يسرة بن صفوان : حدّثنا إبراهيم ، عن أبيه ، عن عبد الله بن شدّاد ، عن عليّ رضي الله عنه قال : ما سمعت النبيّ ﷺ جمع أبويه لأحد إلّا لسعد بن مالك ، فإنّي سمعته يقول يوم أحد : (يا سعد ارم ، فداك أبي وأمّي) . [ر : ۲۷۴۹]

حدثنی عبداللہ بن محمد حدثنا مروان.... حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں۔

نثل لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کنانتہ یوم احد، فقال: ارم، فداک ابی وامی

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکش کا تیر مجھے نکال کر دیا اور فرمایا میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں، تیر پھینکو۔"

نثل: (از باب ضرب و نصر) کے معنی ہیں تیر ترکش سے نکالنا۔ کنانۃ: ترکش کو کہتے ہیں۔

حدثنا مسدد حدثنی یحیی عن یحیی بن سعد....

اس روایت میں بھی وہی بات ہے کہ آپؐ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کے لیے اپنے والدین کو (تفدیہ میں) جمع فرمایا۔ یہ محاورہ ہے، جب کسی سے بہت زیادہ اپنے راضی ہونے کا اظہار مقصود ہو تو "فداک ابی وامی" کہتے ہیں۔

۳۸۳۴ : حدثنا موسى بن إسماعيل ، عن معتمر ، عن أبيه قال : زعم أبو عثمان : أنّه لم يبق مع النبيّ ﷺ ، في بعض تلك الأيّام الّتي يقاتل فيهنّ ، غير طلحة وسعد . عن حديثهما . [ر : ۳۵۱۷]

۳۸۳۵ : حدثنا عبد الله بن أبي الأسود : حدّثنا حاتم بن إسماعيل ، عن محمّد بن يوسف قال : سمعت السائب بن يزيد قال : صحبت عبد الرّحمن بن عوف وطلحة بن عبيد الله والمقداد وسعدا رضي الله عنهم ، فما سمعت أحدا منهم يحدّث عن النبيّ ﷺ ، إلّا أنّي سمعت طلحة يحدّث عن يوم أحد . [ر : ۲۶۶۹]

۳۸۳۶ : حدثني عبد الله بن أبي شيبة : حدّثنا وكيع ، عن إسماعيل ، عن قيس قال : رأيت يد طلحة شلّاء ، وقى بها النبيّ ﷺ يوم أحد . [ر : ۳۵۱۸]

۳۸۳۷ : حدثنا أبو معمر : حدّثنا عبد الوارث : حدّثنا عبد العزيز ، عن أنس رضي الله عنه قال : لمّا كان يوم أحد انهزم النّاس عن النبيّ ﷺ ، وأبو طلحة بين يدي النبيّ ﷺ

مُجَوِّبٌ عَلَيْهِ بِحَجَفَةٍ لَهُ ، وَكَانَ أَبُو طَلْحَةَ رَجُلاً رَامِيًا شَدِيدَ النَّزْعِ ، كَسَرَ يَوْمَئِذٍ قَوْسَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ، وَكَانَ الرَّجُلُ يَمُرُّ مَعَهُ بِجَعْبَةٍ مِنَ النَّبْلِ ، فَيَقُولُ : (انْثُرْهَا لِأَبِي طَلْحَةَ) . قَالَ : وَيُشْرِفُ النَّبِيُّ ﷺ يَنْظُرُ إِلَى الْقَوْمِ ، فَيَقُولُ أَبُو طَلْحَةَ : بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي ، لَا تُشْرِفْ ، يُصِيبُكَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ الْقَوْمِ ، نَحْرِي دُونَ نَحْرِكَ . وَلَقَدْ رَأَيْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ وَأُمَّ سُلَيْمٍ ، وَإِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ ، أَرَى خَدَمَ سُوقِهِمَا ، تَنْقُزَانِ الْقِرَبَ عَلَى مُتُونِهِمَا ، تُفْرِغَانِهِ فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ ، ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَآنِهَا ، ثُمَّ تَجِيئَانِ فَتُفْرِغَانِهِ فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ ، وَلَقَدْ وَقَعَ السَّيْفُ مِنْ يَدِ أَبِي طَلْحَةَ ، إِمَّا مَرَّتَيْنِ وَإِمَّا ثَلَاثًا . [ر : ۲۷۲٤]

حدثنا ابو معمر حدثنا عبدالوارث.... حضرت انس فرماتے ہیں۔

لما کان یوم احد انہزم الناس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابو طلحۃ بین یدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مجوب علیہ بحجفۃ لہ

احد کے دن جب لوگ شکست کھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منتشر ہوگئے تو حضرت ابوطلحہ آپ کے سامنے اپنے چمڑے کی ڈھال لے کر اوٹ بن گئے۔

مجوّب: اسم فاعل کا صیغہ ہے۔

حجفۃ: (حا اور جیم کے فتحہ کے ساتھ) ڈھال کو کہتے ہیں۔ حضرت ابوطلحہ بڑے تیرانداز اور بہت ہی قوت کے ساتھ تیر کھینچتے تھے دو تین کمانیں اس دن آپ نے توڑیں۔

وکان الرجل یمر معہ بجعبۃ من النبل فیقول: انثرھا لابی طلحۃ

"جب کوئی آدمی مسلمانوں میں سے آپ کے پاس سے ایسا گزرتا جس کے پاس تیر کا ترکش ہوتا تو آپ اس سے فرماتے، "تیروں کو ابوطلحہ کے پاس ڈال دو۔"

جعبۃ: (جیم کے فتحہ اور عین کے سکون کے ساتھ) ترکش کو کہتے ہیں۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کفار کو دیکھنے کے لیے جھانکتے تو ابوطلحہ کہتے: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ مت جھانکیے، کہیں کفار کا کوئی تیر آپ کو نہ لگ جائے، میرا سینہ آپ کے سینہ کے آگے موجود ہے (اگر کوئی تیر آئے گا تو میرے سینہ میں لگے گا۔)

ولقد رایت عائشۃ بنت ابی بکر وام سلیم، وانھما لمشمرتان، اری خدم سوقھما، تنقزان القرب علی متونھما تفرغانہ فی افواہ القوم

"اور میں نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلیم کو دیکھا کہ وہ اپنے پائنچے اٹھائے ہوئے ہیں اور میں

ان کی پنڈلیوں کے پازیب کو دیکھ رہا تھا، وہ دونوں اپنی کمر پر مشکیزے لے کر جاتی تھیں اور لوگوں کو پانی پلاتی تھیں۔"

تنقزان القرب: کا ترجمہ حضرت شاہ صاحب نے کیا ہے کہ "مشکیزوں کو چھلکتا ہوا لے کر جاتی تھیں"، یعنی مشکیزے اتنے بھرے ہوتے ہوتے کہ پانی چھلکتا تھا۔ (۱۳) روایت کے آخر میں ہے کہ حضرت ابوطلحہؓ سے دو یا تین مرتبہ تلوار گری چونکہ اس جنگ میں اللہ جل شانہ نے مسلمانوں پر سکینہ نازل فرمایا تھا جس کا ذکر قرآن شریف کی آیت اذیغشیکم النعاس امنة.... میں ہے۔ اس لیے اس اونگھ اور سکینہ کی وجہ سے حضرت ابوطلحہ سے دو تین بار تلوار گر پڑی۔ (۱۴)

۳۸۳۸ : حدَّثني عُبَيْدُ ٱللهِ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قالَتْ : لَمَّا كانَ يَوْمُ أُحُدٍ هُزِمَ الْمُشْرِكُونَ ، فَصَرَخَ إِبْلِيسُ لَعْنَةُ ٱللهِ عَلَيْهِ : أَيْ عِبَادَ ٱللهِ أُخْرَاكُمْ ، فَرَجَعَتْ أُولَاهُمْ فَٱجْتَلَدَتْ هِيَ وَأُخْرَاهُمْ ، فَبَصُرَ حُذَيْفَةُ فَإِذَا هُوَ بِأَبِيهِ الْيَمَانِ ، فَقَالَ : أَيْ عِبَادَ ٱللهِ أَبِي أَبِي ، قالَ : قالَتْ : فَوَٱللهِ ما ٱحْتَجَزُوا حَتَّى قَتَلُوهُ ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ : يَغْفِرُ ٱللهُ لَكُمْ . قالَ عُرْوَةُ : فَوَٱللهِ ما زَالَتْ فِي حُذَيْفَةَ بَقِيَّةُ خَيْرٍ ، حَتَّى لَحِقَ بِٱللهِ عَزَّ وَجَلَّ .

بَصُرْتُ عَلِمْتُ ، مِنَ الْبَصِيرَةِ فِي الْأَمْرِ ، وَأَبْصَرْتُ مِنْ بَصَرِ الْعَيْنِ ، وَيُقَالُ : بَصُرْتُ وَأَبْصَرْتُ وَاحِدٌ . [ر : ۳۱۱۶]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب جنگ احد میں مشرکین کو شکست ہوگئی تو ابلیس نے پکارا، یاعباداللہ! اپنے پیچھے کا خیال کرو، پیچھے سے تم پر حملہ نہ ہوجائے، اب اگلی جماعت پیچھے کی طرف پلٹی تو پیچھے کی جماعت سے ان کی مڈبھیڑ ہوگئی اور مسلمان آپس میں قتال کرنے لگے۔

یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب تیراندازوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور مال غنیمت جمع کرنے کے لیے اترے، چنانچہ اس موقع پر حضرت حذیفہؓ کے والد حضرت یمانؓ مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہوئے، حضرت حذیفہ نے مسلمانوں کے ہاتھوں اپنے والد کو قتل ہوتے دیکھا لیکن چونکہ غلطی سے ایسا ہوگیا تھا اس لیے وہ مسلمانوں کے حق میں دعائے مغفرت کرنے لگے، حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہؓ میں خیر کا یہ اثر ہمیشہ رہا یعنی وہ اپنے والد کے قتل کرنے والے مسلمانوں کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہے یہاں تک کہ وہ اپنے رب سے جاملے۔

---

(۱۳) دیکھیے فیض الباری ۴/ ۱۳۴۔ تنقزان ضبطه بعضهم هذا اللفظ بضم القاف من نصر وبعضهم بضم اوله من الانفاد

(۱۴) حضرت ابوطلحہ انصاریؓ کے حالات صفحہ ۱۹۰ کے حاشیہ میں گزر چکے ہیں۔

٣ - باب : قَوْلِ اللهِ تَعَالَى : «إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ ما كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ» /آل عمران: ١٥٥/ .

"وہ لوگ جنہوں نے تم میں سے پشت پھیر دی تھی اس روز جبکہ (مسلمان اور کفار) کی دو جماعتیں (جنگ کے لیے) آپس میں مل تھیں، سوائے اس کے نہیں کہ ان کو شیطان نے لغزش میں مبتلا کیا ان کے بعض اعمال کے سبب سے (یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی کرتے ہوئے تیراندازوں کا اپنی جگہ چھوڑنے کی وجہ سے) اور اللہ نے ان کو معاف کردیا، بلاشبہ اللہ غفور رحیم ہیں۔"

٣٨٣٩ : حدّثنا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا أَبُو حَمْزَةَ ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَوْهَبٍ قالَ : جاءَ رَجُلٌ حَجَّ الْبَيْتَ ، فَرَأَى قَوْمًا جُلُوسًا ، فَقَالَ : مَنْ هٰؤُلَاءِ الْقُعُودُ؟ قالُوا : هٰؤُلَاءِ قُرَيْشٌ . قالَ : مَنِ الشَّيْخُ؟ قالُوا : ابْنُ عُمَرَ ، فَأَتَاهُ فَقَالَ : إِنِّي سَائِلُكَ عَنْ شَيْءٍ أَتُحَدِّثُنِي؟ قالَ : أَنْشُدُكَ بِحُرْمَةِ هٰذَا الْبَيْتِ ، أَتَعْلَمُ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَرَّ يَوْمَ أُحُدٍ؟ قالَ : نَعَمْ . قالَ : فَتَعْلَمُهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ فَلَمْ يَشْهَدْهَا؟ قالَ : نَعَمْ . قالَ : فَتَعْلَمُ أَنَّهُ تَخَلَّفَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا؟ قالَ : نَعَمْ . قالَ : فَكَبَّرَ ، قالَ ابْنُ عُمَرَ : تَعَالَ لِأُخْبِرَكَ وَلِأُبَيِّنَ لَكَ عَمَّا سَأَلْتَنِي عَنْهُ ، أَمَّا فِرَارُهُ يَوْمَ أُحُدٍ ، فَأَشْهَدُ أَنَّ اللهَ عَفَا عَنْهُ ، وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَدْرٍ ، فَإِنَّهُ كانَ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَكَانَتْ مَرِيضَةً ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهُ) . وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ ، فَإِنَّهُ لَوْ كانَ أَحَدٌ أَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ لَبَعَثَهُ مَكَانَهُ ، فَبَعَثَ عُثْمَانَ ، وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَ ما ذَهَبَ عُثْمَانُ إِلَى مَكَّةَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ الْيُمْنَى : (هٰذِهِ يَدُ عُثْمَانَ - فَضَرَبَ بِهَا عَلَى يَدِهِ ، فَقَالَ - هٰذِهِ لِعُثْمَانَ) . اذْهَبْ بِهٰذَا الْآنَ مَعَكَ .

[ر : ٢٩٦٢]

عثمان بن موہب کہتے ہیں کہ ایک آدمی حج بیت اللہ کے لیے آیا، غالباً یہ کوئی مصری تھا کیونکہ مصر ہی میں سب سے پہلے حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش کھڑی ہوئی تھی، یہ آدمی حضرت عثمانؓ کے مخالفین میں سے تھا۔ اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں تین اعتراضات کیے اور جب حضرت ابن عمرؓ نے اس کے خیالات کی تائید کی اور "نعم" فرمایا تو وہ بہت خوش ہوا اور "اللہ اکبر" کا نعرہ بلند کیا۔

اس نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پہلا سوال یہ پوچھا کہ "کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عثمانؓ جنگ احد کے دن بھاگ گئے تھے؟" حضرت ابن عمرؓ نے "نعم" کہا، اس نے پوچھا، "کیا آپ کے علم

میں ہے کہ حضرت عثمانؓ جنگ بدر میں شریک نہیں تھے؟" ابن عمرؓ نے "نعم" کہا، اس نے دریافت کیا "کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ بیعت الرضوان میں پیچھے رہ گئے تھے" ابن عمرؓ نے "نعم" کہا۔ اس پر اس سائل نے "اللہ اکبر" کا نعرہ لگایا، تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا آؤ تاکہ میں تمہیں تمہارے سوالات کی تفصیل بتاؤں۔ جہاں تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جنگ احد سے فرار کا تعلق ہے تو میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالی نے ان کو معاف کردیا ہے (کیونکہ قرآن نے "ولقد عفا اللہ عنہم" کا اعلان کردیا ہے) باقی رہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جنگ بدر سے غائب رہنا، تو اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ کے نکاح میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں اور بدر کے موقع پر وہ بیمار تھیں اس وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ میں اپنی اہلیہ کی تیمارداری کے لیے رہنے کا حکم دیا اور ان سے فرمایا، کہ آپ کو اتنا ہی اجر اور مال غنیمت سے حصہ ملے گا جتنا شریک ہونے والے ایک آدمی کو ملتا ہے (چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مدینہ رہے اور حکماً وہ بدری ہی ہیں۔) باقی رہی آپ کی تیسری بات کہ حضرت عثمانؓ بیعت رضوان سے پیچھے رہ گئے تھے تو اگر وادیٔ مکہ میں حضرت عثمانؓ سے کوئی زیادہ معزز ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی کو بھیجتے (لیکن چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وادیٔ مکہ میں سب سے زیادہ معزز تھے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا انتخاب فرمایا) جب حضرت عثمانؓ مکہ گئے تو بیعت رضوان کا واقعہ پیش آیا، چونکہ حضرت عثمانؓ اس موقع پر خود شریک نہیں تھے اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ کو اٹھا کر فرمایا۔ هذه يد عثمان "یہ عثمان کا ہاتھ ہے" اور اس کو اپنے دوسرے ہاتھ پر مار کر فرمایا "هذه لعثمان" یہ عثمان کی بیعت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے سائل کے تینوں سوالات کے تفصیلی جواب دینے کے بعد کہا اذهب بهذا الآن معک "اب اپنے ساتھ اس تفصیل کو لیکر جاؤ۔"

چونکہ اس روایت میں حضرت عثمانؓ کے جنگ احد میں پیچھے ہٹنے کا ذکر ہے اس مناسبت سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت یہاں غزوۂ احد میں ذکر فرمائی۔ واللہ اعلم

۴ - باب : «إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوُونَ عَلَى أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ» /آل عمران: ۱۵۳/ .
تُصْعِدُونَ : تَذْهَبُونَ ، أَصْعَدَ وَصَعِدَ فَوْقَ الْبَيْتِ .

"وہ وقت یاد کرو جبکہ تم چڑھے جارہے تھے اور تم نہیں پلٹ رہے تھے کسی کی طرف اور رسول

تمہارے پیچھے کی جانب سے تم کو پکار رہے تھے (مگر تم نے ان کی آواز سنی ہی نہیں) پس اللہ تعالی نے (تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو) غم دینے کی وجہ سے تم کو غم دیا (اور یہ اس لیے تاکہ تم میں استقامت پیدا ہوجائے جس سے پھر) تم غمگین نہ ہوا کرو اس چیز پر جو تمہارے ہاتھ سے نکل جانے اور نہ اس مصیبت پر جو تم پر پڑے اور اللہ تعالی خوب واقف ہے ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔"

اس آیت کریمہ میں وہی واقعہ بیان کیا گیا ہے جب حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ شہید کردیئے گئے تھے اور باقی غنیمت کے لیے امیر کے حکم کے خلاف مورچہ چھوڑ کر چلے آئے تھے، ان کو احد کے ایک مورچے پر مقرر کیا گیا تھا، ان کے شہید ہونے کے بعد کفار نے اچانک عقب سے حملہ کیا اس وقت افراتفری پیدا ہوئی اور بھگدڑ مچی، آپؐ صحابہ کو پکار رہے تھے لیکن وہ اس عالم میں آپؐ کی آواز نہیں سن رہے تھے۔

"فاصابکم غمابغم" میں دو غموں کا ذکر ہے، مفسرین نے فرمایا کہ پہلے "غم" سے مراد شکست کا غم ہے اور دوسرے "غم" سے مراد وہ غم ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی نافرمانی کرکے پہنچایا گیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ مورچہ کسی حال میں نہیں چھوڑنا لیکن انہوں نے چھوڑدیا اس سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو غم ہوا اس غم کی وجہ سے اللہ نے مسلمانوں کو شکست کا غم پہنچایا۔ (۱) روایت باب میں حضرت براء بن عازبؓ نے یہی بات بیان فرمائی ہے۔

٣٨٤٠ : حدَّثني عَمْرُو بْنُ خالِدٍ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ قالَ : سَمِعْتُ الْبَرَاءَ ابْنَ عازِبٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الرَّجَّالَةِ يَوْمَ أُحُدٍ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ جُبَيْرٍ ، وَأَقْبَلُوا مُنْهَزِمِينَ . فَذَاكَ : إِذْ يَدْعُوهُمُ الرَّسُولُ فِي أُخْرَاهُمْ . [ر : ٢٨٧٤]

٥ – باب :

«ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُعَاسًا يَغْشَى طَائِفَةً مِنْكُمْ وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلّٰهِ يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ ما لَا يُبْدُونَ لَكَ يَقُولُونَ لَوْ كانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ ما قُتِلْنَا هَا هُنَا قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ ٱللهُ ما فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ ما فِي قُلُوبِكُمْ وَٱللهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ» /آل عمران : ١٥٤/ .

---

(۱) تفسیر قرطبی: ۲۲۰/۴

"پھر نازل کیا اللہ تعالی نے اطمینان قلب کے لیے تم پر اونگھ کہ وہ چھا رہی تھی تم میں سے ایک جماعت پر اور ایک جماعت وہ تھی (منافقین کی) کہ ان کو اپنی جان ہی کی فکر پڑی ہوئی تھی، وہ لوگ اللہ تعالی کے ساتھ خلاف حقیقت جاہلیت والا گمان کر رہے تھے (اور) کہہ رہے تھے کہ ہمارا کوئی اختیار چلتا ہے؟ آپ کہہ دیجیے کہ سارا کا سارا معاملہ اور اختیار تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، وہ لوگ اپنے دلوں میں ایسی باتیں چھپائے رکھتے ہیں جن کا اظہار آپ کے سامنے نہیں کرتے، کہتے ہیں کہ اگر ہمارا اختیار چلتا (اور ہماری بات مانی جاتی) تو ہم یہاں نہ قتل کیے جاتے، آپ کہہ دیجیے کہ اگر تم لوگ اپنے گھروں میں بھی رہتے تو بھی جن لوگوں کے لیے قتل ہونا لکھا جاچکا تھا وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل ہی پڑتے اور یہ سب کچھ اس لیے پیش آیا تاکہ اللہ تعالی آزمائش کرلے اس ایمان کی جو تمہارے دلوں میں ہے اور تاکہ اللہ تعالی پاک کریں اس میل کو جو گناہوں کی وجہ سے تمہارے دلوں کے اندر پیدا ہوگیا ہے اور اللہ تعالی دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والے ہیں"۔

ثم انزل علیکم من بعد الغم امنة نعاسا یغشی طائفة منکم

"امنة نعاسا" میں ترکیب نحوی کے اعتبار سے چند احتمالات ہیں۔

❶ ایک احتمال یہ ہے کہ "امنة" مبدل منہ اور "نعاسا" اس سے بدل ہے، اور بدل مبدل مکر "انزل" کے لیے مفعول بہ ہے۔

❷ دوسرا احتمال یہ ہے کہ "امنة" حال مقدم اور "نعاسا" ذوالحال موخر ہے، جیسے "رایت راکبا رجلا" میں "راکبا" حال مقدم اور "رجلا" ذوالحال موخر ہے۔

❸ تیسرا احتمال یہ ہے کہ "امنة" مفعول لہ ہے "انزل" کے لیے اور "نعاسا" "انزل" کا مفعول بہ ہے اور "یغشی طائفة منکم" صفت ہے "نعاسا" کے لیے۔ (۲)

یظنون باللّٰہ غیر الحق ظن الجاھلیة

غیر الحق ظن الجاھلیة میں "غیر الحق" مبدل منہ ہے اور "ظن الجاھلیة" بدل ہے یعنی منافقین اللہ جل شانہ کے ساتھ خلاف حقیقت جاہلیت والا گمان کر رہے تھے، منافقین کا گمان یہ تھا کہ اللہ جل شانہ مسلمانوں کی مدد نہیں فرمائیں گے۔ (۳)

یخفون فی انفسھم مالا یبدون لک

"وہ منافقین اپنے دلوں میں ایسی باتیں چھپاتے ہیں جن کا اظہار آپ کے سامنے نہیں کرتے"

منافقین نے اپنے دلوں میں کیا چھپایا تھا؟

---

(۲) مذکورہ ترکیبی احتمالات کے لیے دیکھیے تفسیر کبیر ج ۹۔ ص ۴۴۔ (۳) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۱۵۴

❶ ایک احتمال تو یہ بتایا گیا ہے کہ شرک اور کفر و تکذیب کو چھپایا تھا۔ (۴)

❷ دوسرا احتمال یہ بتایا گیا ہے کہ وہ دل دل میں کہہ رہے تھے کہ اگر مدینہ ہی میں رہتے تو قتل سے بچ جاتے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو اپنے اس خیال کا اظہار نہیں کرتے تھے لیکن دل میں یہ بات چھپی تھی۔ (۵)

❸ ایک احتمال یہ بیان کیا گیا کہ جنگ احد میں شرکت پر ان کو ندامت اور افسوس وقلق ہورہا تھا لیکن زبان سے اس کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ (٦)

❹ چوتھی بات یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کے دل میں یہ خیال تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد و نصرت اللہ کی جانب سے نہیں ہوگی۔ (۷)

لیکن ان اقوال میں کوئی تضاد نہیں ممکن ہے ان کے دل میں یہ سب خیالات ہوں۔

٣٨٤١ : وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ ، عَنْ أَبِي طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كُنْتُ فِيمَنْ تَغَشَّاهُ النُّعَاسُ يَوْمَ أُحُدٍ ، حَتَّى سَقَطَ سَيْفِي مِنْ يَدِي مِرَارًا ، يَسْقُطُ وَآخُذُهُ ، وَيَسْقُطُ فَآخُذُهُ . [٤٢٨٦]

یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے انداز بدل دیا ہے "حدثنا خلیفۃ" نہیں کہا، علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "قال لی خلیفۃ" اس لیے کہا کہ تحدیث واخبار کے طور پر خلیفہ نے یہ بات امام بخاری سے نہیں بیان کی بلکہ کوئی علمی مذاکرہ تھا اس میں انہوں نے اس کا تذکرہ کیا۔ (۸)

روایت باب میں حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ احد میں مجھ پر اونگھ کا غلبہ ہوگیا تھا، میرے ہاتھ سے تلوار گرتی تھی اور میں بار بار اٹھاتا تھا۔

٦ - باب : «لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ» /آل عمران : ١٢٨/ .

یہاں "لیس لک" میں "لام" "الی" کے معنی میں ہے یعنی "لیس الیک من الامر شئی" اس معاملہ میں آپ کو کوئی اختیار نہیں دیا گیا یعنی آپ جو ان کے لیے بددعا کررہے ہیں اس کی اجازت آپ کو نہیں دی گئی۔

او یتوب علیھم "او" معنی میں "حتی" کے ہے، "یہاں تک کہ اللہ سبحانہ وتعالی ان کو توبہ کی توفیق عطا فرمائیں یا پھر ان کو عذاب دیں"۔ اللہ کا کام ہے اور اسی کے اختیار میں ہے۔

---

(۴) تفسیر قرطبی ج ۴/ ۲۴۲ (۵) عمدۃ القاری ۱۷/ ۱۵۴ (٦) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۵۴ (۷) عمدۃ القاری ۱۷/ ۱۵۴ (۸) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۵۵

قَالَ حُمَيْدٌ وَثَابِتٌ ، عَنْ أَنَسٍ : شُجَّ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ ، فَقَالَ : (كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوا نَبِيَّهُمْ) . فَنَزَلَتْ : «لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ» .

یہ تعلیق ہے، سند نہیں بیان کی، یوم احد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک زخمی ہوگیا تھا۔ "شج" کا اطلاق سر کے زخم پر ہوتا ہے لیکن یہاں صرف سر کا زخم مراد نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک بھی زخمی ہوا تھا اور چہرہ مبارک پر بھی زخم آئے تھے تو اس موقع پر آپ نے فرمایا۔

"کیسے کامیاب ہوگی وہ قوم جس نے اپنے نبی کو زخمی کیا۔" تو آیت اتری "لیس لک من الامر شئی"

٣٨٤٢ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللّهِ السُّلَمِيُّ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّهِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : حَدَّثَنِي سَالِمٌ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّهِ ﷺ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ مِنَ الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِنَ الْفَجْرِ يَقُولُ : (اللَّهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا وَفُلَانًا) . بَعْدَ مَا يَقُولُ : (سَمِعَ اللّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ) . فَأَنْزَلَ اللّهُ : «لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ - إِلَى قَوْلِهِ - فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ» .

وَعَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ : سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّهِ يَقُولُ : كَانَ رَسُولُ اللّهِ ﷺ يَدْعُو عَلَى : صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ ، وَسُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو ، وَالْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ . فَنَزَلَتْ : «لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ - إِلَى قَوْلِهِ - فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ» . [٤٢٨٣ ، ٦٩١٤]

اسباب نزول آیت

مذکورہ آیت کی شان نزول میں اختلاف ہے۔

❶ ایک قول تو یہی ہے کہ جب کفار نے جنگ احد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زخمی کیا تھا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

❷ بعض حضرات نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت حمزہؓ کو دیکھا کہ وہ شہید کردیئے گئے تو اس وقت آپ نے کفار کے حق میں بددعا کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (۹)

❸ بعض کا خیال ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مسلمانوں کے لیے بددعا کا ارادہ کیا تھا جو افراتفری کے عالم میں جنگ کے میدان سے نکل کر مدینہ آگئے تھے تو اس وقت یہ آیت اتری۔ (۱۰)

❹ اس باب کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہوں نے

---

(۹) عمدۃ القاری: ۱۷/۱۵۵ (۱۰) عمدۃ القاری، ۱۷/ ۱۵۵

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فجر کی نماز میں دوسری رکعت کے رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے سنا کہ آپ فرمارہے تھے "اللھم العن فلاناً، وفلاناً، وفلاناً" یہ بددعا آپ "سمع اللہ لمن حمدہ" کے بعد کرتے تھے اس پر اللہ تعالی نے "لیس لک من الامر" سے "فانھم ظالمون" تک آیت نازل فرمائی۔

امام بخاری نے اس کے بعد اسی طریق سے "حنظلہ بن ابی سفیان" سے نقل کیا کہ یہ بددعا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام کے حق میں کرتے تھے کیونکہ یہ قریش کے سردار تھے اور ان کی سرکردگی میں مسلمانوں کو نقصان پہونچایا گیا تھا۔

یہ تینوں حضرات فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوگئے تھے، چونکہ ان کی قسمت میں اسلام تھا اس لیے اللہ جل شانہ نے اپنے نبی کو بددعا سے منع فرمایا (۱۱) بہرحال اس آیت کے سبب نزول میں یہ مختلف اقوال ہیں لیکن راجح یہی ہے کہ واقعۂ احد اس آیت کا سبب نزول ہے۔ (۱۲) واللہ اعلم

۷ – باب : ذِكْرِ أُمِّ سَلِيطٍ .

۳۸۴۳ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ . وَقالَ ثَعْلَبَةُ بْنُ أَبِي مالِكٍ : إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَسَمَ مُرُوطًا بَيْنَ نِسَاءٍ مِنْ نِسَاءِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ، فَبَقِيَ مِنْهَا مِرْطٌ جَيِّدٌ ، فَقَالَ لَهُ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهُ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ، أَعْطِ هٰذَا بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الَّتِي عِنْدَكَ ، يُرِيدُونَ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ عَلِيٍّ ، فَقَالَ عُمَرُ : أُمُّ سَلِيطٍ أَحَقُّ بِهِ . وَأُمُّ سَلِيطٍ مِنْ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ ، مِمَّنْ بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ، قالَ عُمَرُ : فَإِنَّهَا كَانَتْ تُزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ أُحُدٍ . [ر : ۲۷۲۵]

حضرت عمرؓ نے مدینہ کی عورتوں میں چادریں تقسیم کیں، ایک اچھی چادر باقی بچ گئی تو حضرت عمرؓ کے قریب بیٹھے ہوئے ایک آدمی نے کہا۔ "امیر المؤمنین! یہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدیجیے جو آپ کے نکاح میں ہیں۔" "بنت رسول" سے اس شخص کی مراد حضور اقدس صلی اللہ علیہ کی نواسی تھیں یعنی حضرت علیؓ کی صاحبزادی "ام کلثوم" جو حضرت عمرؓ کے عقد میں تھیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا: ام سلیط اس چادر کی زیادہ حقدار ہے۔

مُرُوط: (بضمتین) مِرط (بکسر المیم) کی جمع ہے، سوت یا ریشم کی چادر کو کہتے ہیں۔

فانها کانت تزفر لنا القرب یوم احد

---

(۱۱) فتح الباری: ۷/ ۳۶۶ (۱۲) ایضاً

"کیونکہ ام سلیط ہمارے لیے جنگ احد میں مشکیزے اٹھا کر لایا کرتی تھیں۔"

تزفر: کے معنی ہیں کسی چیز کو پشت پر اٹھانا، بعض حضرات نے کہا کہ تزفر معنی میں تخیط کے ہے یعنی حضرت ام سلیط جنگ احد میں پھٹے ہوئے مشکیزوں کو سیا کرتی تھیں۔ (۱۳)

حضرت ام سلیطؓ

یہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں، ان کے پہلے شوہر ابوسلیط کا انتقال ہوا تو انہوں نے پھر مالک بن سنان سے شادی کرلی تھی اور ان سے حضرت ابوسعید خدریؓ پیدا ہوئے، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت اور جنگ احد میں شرکت کا شرف حاصل ہے۔ (۱۴)

روافض کا خبث باطن

اس روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ کی صاحبزادی حضرت عمرؓ کے نکاح میں تھیں یہ اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ سے بالکل ناراض نہیں تھے ان کے آپس کے تعلقات اتنے خوشگوار تھے کہ حضرت علیؓ نے اپنی صاحبزادی ان کے عقد میں دے رکھی تھیں، اس خوشگوار تعلق کو دیکھ کر روافض کو آگ لگ گئی اور انہوں نے کہنا شروع کیا کہ حضرت علیؓ کی یہ صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کے بطن سے نہیں تھیں، بیوقوف یہ نہیں دیکھتے کہ اگر یہ صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کے بطن سے نہیں تھیں تو پھر ان کو روایت میں "بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کیسے کہہ دیا؟ ان کو "بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" اسی لیے تو کہا ہے کہ وہ حضرت فاطمہؓ کے بطن سے تھیں، بعض روافض یہ بھی کہتے ہیں کہ "ام کلثوم" نے حضرت علیؓ کے یہاں پرورش پائی تھی لیکن آپ کی بیٹی نہیں تھی، "بنت علی" کہنے سے اس خیال کی بھی تردید ہوگئی۔

جب رافضیوں نے دیکھا کہ کوئی مفر نہیں ہے تو کہنے لگے حضرت عمرؓ نے زبردستی حضرت علیؓ سے ان کی یہ صاحبزادی چھین لی تھی۔ "اول فرج غصب منا" کے الفاظ ان بدبختوں نے استعمال کیے ہیں (۱۵)، ان کو کوئی اور تعبیر بھی نہیں ملی اور یہ مکروہ ترین عنوان انہوں نے اس مسئلے کے لیے اختیار کیا۔

---

(۱۳) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۵۷

(۱۴) فتح الباری: ۷/ ۳۶۷

(۱۵) دیکھیے شیعیت کا اصلی روپ: ۲۲۷۔ بحوالہ فروع کافی ج ۵ ص ۳۴۶۔ طبع تہران۔

سوال یہ ہے کہ ایک معمولی سا آدمی جس کی دیانت اور شرافت خاص طور پر قابل ذکر نہ ہو ایسے آدمی کی بیٹی اگر کوئی زبردستی چھین لے تو وہ زندگی کی پرواہ نہیں کرتا اور شریعت نے بھی اس کو اپنی بیٹی کی حفاظت کے لیے جان دیدینے کی اجازت دی ہے تو حضرت علیؓ جن کی دیانت اور شرافت بالا وبلند ہے اور جن کی طاقت وقوت اور شجاعت مسلّم ہے ان کی بیٹی اغوا کرلی گئی اور حضرت عمرؓ کے یہاں اس بیٹی سے بچے پیدا ہورہے ہیں لیکن وہ اس پر کوئی احتجاج نہیں کرتے، اگر روافض کی یہ بات مان لی جائے تو اس سے حضرت علیؓ کا معاذاللہ بزدل ہونا ثابت ہوتا ہے، یہ کہہ کر روافض حضرت علیؓ کی شان میں شدید گستاخی کے مرتکب ہوئے ہیں اور اس کے باوجود بھی "مولا علی" کی محبت کا دعوی کرتے ہیں، یہ سب ان کا فریب اور دھوکہ ہے۔

٨ – باب: قَتْلُ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

٣٨٤٤: حدَّثني أَبُو جَعْفَرٍ محمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ: حَدَّثَنَا حُجَيْنُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْفَضْلِ، عَنْ سُلَيْمانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ، فَلَمَّا قَدِمْنَا حِمْصَ، قالَ لِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَدِيٍّ: هَلْ لَكَ فِي وَحْشِيٍّ، نَسْأَلُهُ عَنْ قَتْلِهِ حَمْزَةَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، وَكانَ وَحْشِيٌّ يَسْكُنُ حِمْصَ، فَسَأَلْنَا عَنْهُ، فَقِيلَ لَنَا: هُوَ ذَاكَ فِي ظِلِّ قَصْرِهِ، كَأَنَّهُ حَمِيتٌ، قالَ: فَجِئْنَا حَتَّى وَقَفْنَا عَلَيْهِ يَسِيرًا، فَسَلَّمْنَا فَرَدَّ السَّلَامَ، قالَ: وَعُبَيْدُ اللّٰهِ مُعْتَجِرٌ بِعِمَامَتِهِ، ما يَرَى وَحْشِيٌّ إِلَّا عَيْنَيْهِ وَرِجْلَيْهِ. فَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ: يَا وَحْشِيُّ أَتَعْرِفُنِي؟ قالَ: فَنَظَرَ إِلَيْهِ ثُمَّ قالَ: لَا وَاللّٰهِ، إِلَّا أَنِّي أَعْلَمُ أَنَّ عَدِيَّ بْنَ الْخِيَارِ تَزَوَّجَ امْرَأَةً يُقَالُ لَهَا أُمُّ قِتَالٍ بِنْتُ أَبِي الْعِيصِ، فَوَلَدَتْ لَهُ غُلَامًا بِمَكَّةَ، فَكُنْتُ أَسْتَرْضِعُ لَهُ، فَحَمَلْتُ ذٰلِكَ الْغُلَامَ مَعَ أُمِّهِ فَنَاوَلْتُهَا إِيَّاهُ، فَلَكَأَنِّي نَظَرْتُ إِلَى قَدَمَيْكَ، قالَ: فَكَشَفَ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ قالَ: أَلَا تُخْبِرُنَا بِقَتْلِ حَمْزَةَ؟ قالَ: نَعَمْ، إِنَّ حَمْزَةَ قَتَلَ طُعَيْمَةَ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ بِبَدْرٍ، فَقَالَ لِي مَوْلَايَ جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ: إِنْ قَتَلْتَ حَمْزَةَ بِعَمِّي فَأَنْتَ حُرٌّ، قالَ: فَلَمَّا أَنْ خَرَجَ النَّاسُ عامَ عَيْنَيْنِ، وَعَيْنَيْنِ جَبَلٌ بِحِيَالِ أُحُدٍ، بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ وَادٍ، خَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ إِلَى الْقِتَالِ، فَلَمَّا أَنِ اصْطَفُّوا لِلْقِتَالِ، خَرَجَ سِبَاعٌ فَقَالَ: هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ، قالَ: فَخَرَجَ إِلَيْهِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَقَالَ: يَا سِبَاعُ، يَا ابْنَ أُمِّ أَنْمَارٍ مُقَطِّعَةِ الْبُظُورِ، أَتُحَادُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ ﷺ؟ قالَ: ثُمَّ شَدَّ

عَلَيْهِ ، فَكَانَ كَأَمْسِ الذَّاهِبِ ، قَالَ وَكَمَنْتُ لِحَمْزَةَ تَحْتَ صَخْرَةٍ ، فَلَمَّا دَنَا مِنِّي رَمَيْتُهُ بِحَرْبَتِي ، فَأَضَعُهَا فِي ثُنَّتِهِ حَتَّى خَرَجَتْ مِنْ بَيْنِ وَرِكَيْهِ ، قَالَ : فَكَانَ ذَاكَ الْعَهْدَ بِهِ ، فَلَمَّا رَجَعَ النَّاسُ رَجَعْتُ مَعَهُمْ ، فَأَقَمْتُ بِمَكَّةَ حَتَّى فَشَا فِيهَا الْإِسْلَامُ ، ثُمَّ خَرَجْتُ إِلَى الطَّائِفِ ، فَأَرْسَلُوا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ رَسُولاً ، فَقِيلَ لِي : إِنَّهُ لَا يَهِيجُ الرُّسُلَ ، قَالَ : فَخَرَجْتُ مَعَهُمْ حَتَّى قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، فَلَمَّا رَآنِي قَالَ : (آنْتَ وَحْشِيٌّ) قُلْتُ : نَعَمْ ، قَالَ : (أَنْتَ قَتَلْتَ حَمْزَةَ) . قُلْتُ : قَدْ كَانَ مِنَ الْأَمْرِ مَا بَلَغَكَ ، قَالَ : (فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تُغَيِّبَ وَجْهَكَ عَنِّي) . قَالَ . فَخَرَجْتُ ، فَلَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَخَرَجَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ ، قُلْتُ : لَأَخْرُجَنَّ إِلَى مُسَيْلِمَةَ ، لَعَلِّي أَقْتُلُهُ فَأُكَافِئَ بِهِ حَمْزَةَ ، قَالَ : فَخَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ ، فَكَانَ مِنْ أَمْرِهِ مَا كَانَ ، قَالَ : فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِي ثَلْمَةِ جِدَارٍ ، كَأَنَّهُ جَمَلٌ أَوْرَقُ ، ثَائِرُ الرَّأْسِ ، قَالَ : فَرَمَيْتُهُ بِحَرْبَتِي ، فَأَضَعُهَا بَيْنَ ثَدْيَيْهِ حَتَّى خَرَجَتْ مِنْ بَيْنِ كَتِفَيْهِ ، قَالَ : وَوَثَبَ إِلَيْهِ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَضَرَبَهُ بِالسَّيْفِ عَلَى هَامَتِهِ .

قَالَ : قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْفَضْلِ : فَأَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ : أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ : فَقَالَتْ جَارِيَةٌ عَلَى ظَهْرِ بَيْتٍ : وَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ، قَتَلَهُ الْعَبْدُ الْأَسْوَدُ .

حضرت جعفر بن عمرو بن امیہ ضمری فرماتے ہیں کہ میں عبیداللہ بن عدی بن الخیار کے ساتھ سفر کے لیے نکلا جب ہم شام کے شہر "حمص" پہونچے تو عبیداللہ بن عدی مجھ سے کہنے لگے کیا تمہیں وحشی سے ملنے کا شوق ہے کہ ان سے مل کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کے متعلق پوچھیں (کہ انہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے بہادر آدمی کو کیسے قتل کیا تھا) میں نے کہا، ٹھیک ہے (ان کے پاس چلتے ہیں) حضرت وحشیؓ کی سکونت حمص میں تھی، ہم نے ان کے متعلق پوچھا (کہ کہاں رہتے ہیں؟) تو ہمیں بتایا گیا۔

ھوذاک فی ظل قصرہ کانہ حمیت

وہ وہاں اپنے محل کے سائے میں موجود ہیں (جب ہم نے دیکھا تو ایسا معلوم ہورہا تھا) جیسے کہ وہ بھرا ہوا مشکیزہ ہو (جس کے اوپر بال وغیرہ نہیں ہوتے اور سیاہ رنگ کا ہوتا ہے حضرت وحشیؓ بھی اس طرح موٹے اور سیاہ تھے)۔

حمیت (رغیف کے وزن پر) بھرے ہوئے بڑے مشکیزے کو کہتے ہیں۔

حضرت جعفر کہتے ہیں پھر ہم ان کے پاس آئے، اور تھوڑی دیر ان کے پاس کھڑے رہے پھر ہم

نے سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا۔

قال: وعبیداللہ معتجر بعمامتہ مایری وحشی الاعینیہ ورجلیہ

"حضرت جعفر کہتے ہیں کہ عبیداللہ نے اپنی پگڑی اس طرح لپیٹ لی تھی کہ وحشی صرف ان کی آنکھیں اور پاؤں دیکھ سکتے تھے۔"

معتجر: کے معنی لپیٹنے کے ہیں یعنی عبیداللہ نے سر اور منہ دونوں پر پگڑی لپیٹ رکھی تھی صرف ان کی آنکھیں نظر آتی تھیں اور پاؤں دکھائی دیتے تھے، باقی سارا جسم کپڑوں میں چھپا ہوا تھا، عبیداللہ نے پوچھا "جناب وحشی صاحب! کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں"

حضرت وحشی نے ان کی طرف دیکھا اور کہا "خدا کی قسم! میں اور کچھ تو آپ کے بارے میں نہیں جانتا البتہ اتنی بات میرے علم میں ہے کہ عدی بن الخیار نے ایک عورت سے شادی کی تھی جس کو "ام القتال بنت ابی العیص" کہا جاتا تھا، اس عورت سے عدی کا ایک بچہ مکہ میں پیدا ہوا تھا، میں نے اس بچے کے لیے مرضعہ ڈھونڈی تھی اس بچے کو میں اٹھا کر اس کی (مرضعہ) ماں کے پاس لے گیا تھا تو میں اب جو تیرے قدم دیکھ رہا ہوں مجھے محسوس ہوتا ہے یہ اسی بچے کے قدم ہیں"۔

اس کے بعد عبیداللہ نے چہرہ سے کپڑا ہٹالیا اور ان سے کہا کہ "آپ ہمیں بتائیں گے کہ حضرت حمزہؓ کو آپ نے کس طرح قتل کیا تھا؟"

وحشیؓ نے کہا، "نعم" اس کا قصہ یہ ہے کہ حضرت حمزہؓ نے طعیمہ بن عدی بن الخیار (۱۶) کو قتل کیا تھا تو میرے مولی جبیر بن مطعم نے مجھ سے کہا کہ اگر تم نے میرے چچا کے بدلے میں حمزہ کو قتل کیا تو تم آزاد ہو۔

قال: فلما ان خرج الناس عام عینین.... وعینین جبل بحیال [۱] احد، بینہ وبینہ واد

"وحشی نے کہا پھر جب لوگ عینین کے سال جنگ کے لیے نکلے اور عینین احد کے سامنے ایک پہاڑ ہے، دونوں کے درمیان ایک وادی حائل ہے۔"

(چونکہ مشرکین نے جنگ احد میں جبل عینین کے دامن میں پڑاؤ ڈالا تھا اس لیے مشرکین کے ہاں اس جنگ کا نام جنگ عینین مشہور ہوگیا تھا، وحشیؓ چونکہ اس وقت مشرکین کی جانب سے جنگ میں شریک تھے اس لیے انہوں نے احد کے سال کو "عام عینین" کہا۔)

---

(۱۶) قولہ: وعینین جبل بحیال احد، ای من ناحیۃ احد، یقال: فلان بحیال کذا (بکسر الحاء المھملۃ وتخفیف الیاء) ای بمقابلہ (وانظر عمدۃ القاری: ۱۷/۱۵۹)

[۱] قولہ: "طعیمۃ بن عدی بن الخیار" وھو وھم والصحیح: طعیمۃ بن عدی بن نوفل، والا لا یصح قولہ بعد ذلک "ان قتلت حمزۃ بعمی" لان طعیمۃ ان کان ابن عدی بن الخیار کان لہ اخیہ لا عمہ، فافھم وتدبر۔ (وانظر لامع الدراری: ۸/۳۰۵)

جب لوگوں نے جنگ کے لیے صف بندی کی تو قریش کی طرف سے سباع بن عبدالعزیٰ نکلا اس نے "ھل من مبارز؟" کا نعرہ لگایا، اس کے مقابلے کے لیے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نکلے اور فرمانے لگے ۔

یاسباع، یاابن ام انمار مقطعۃ البظور [٢] اتحادالله ورسوله

"اے سباع! اے اس ام انمار کے بیٹے ! جو عورتوں کی ختنہ کرنے والی ہے تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے آیا ہے ۔ "

پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کیا اور وہ گزرے ہوئے "کل" کی طرح نیست ونابود ہوگیا۔

وحشی کہتے ہیں کہ میں حمزہ کی تاک میں ایک چٹان کے نیچے چھپ گیا جب وہ میرے قریب آگئے تو میں نے اپنا نیزہ مارا اور وہ نیزہ ان کی پشت کی جانب سے پار ہوگیا اور اسی سے ان کا انتقال ہوگیا۔

پھر جب لوگ واپس ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ واپس ہوا، میں مکہ ہی میں مقیم رہا، تاآنکہ وہاں اسلام پھیل گیا تو میں مکہ سے نکل کر طائف آگیا۔ طائف والوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (اسلام قبول کرنے کے لیے) وفد بھیجنے کا ارادہ کیا، تو مجھ سے کسی نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قاصدوں پر برانگیختہ نہیں ہوتے (لہذا تم جاکر اسلام قبول کرلو) چنانچہ اس وفد کے ساتھ میں بھی نکلا، آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا "کیا تو وحشی ہے؟" میں نے عرض کیا "جی ہاں" آپ نے فرمایا، "کیا تونے حمزہؓ کو قتل کیا تھا؟ " میں نے کہا۔

آپ کو جس طرح خبر پہونچی ہے ایسا ہی ہوا ہے (۱۹) (یعنی حضرت حمزہ کی شہادت کے متعلق جو خبر آپ کو پہونچی کہ وحشی نے اس کو قتل کیا وہ خبر ٹھیک ہے ۔)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تم ایسا کرسکتے ہو کہ اپنی صورت مجھ سے چھپاتے رکھو (اور میرے سامنے نہ آو)۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحشی کا اسلام تو قبول کرلیا تھا اور "الاسلام یھدم ماکان قبلہ" اسلام سے سابقہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں لیکن اس کے باوجود آپ نے وحشیؓ سے فرمایا کہ اگر ہوسکے تو میرے سامنے نہ آؤ، اس میں ایک لحاظ سے شفقت کا پہلو ہے کہ اگر وحشی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جاتے تو آپ کو اپنے چچا کے قتل کا واقعہ یاد آتا اور اس کی وجہ سے آپ کے دل میں بتقاضائے بشریت

---

[٢] البظور: جمع بظر، وهي اللحمة التي تقطع من فرج المرأة عند الختان، قال ابن إسحاق: كانت أمه ختانة بمكة تختن النساء، والعرب تطلق هذا اللفظ في معرض الذم۔ (فتح الباري: ۷/۳۶۹)

(۱۹) حضرت وحشی کی بلاغت اور ادب ملاحظہ فرمائیے، یہ نہیں کہا کہ "ہاں میں نے قتل کیا" بلکہ مذکورہ تعبیر اختیار کی تاکہ آپ کا دل اور نہ دکھے ۔

ان کی طرف سے انقباض پیدا ہوسکتا تھا، اور کسی شخص کی طرف سے نبی کے دل میں انقباض کا پیدا ہوجانا اس شخص کے لیے نقصان کا سبب بن سکتا ہے، اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحشی سے کہا کہ میرے سامنے نہ آؤ، کہ اسی میں ان کی مصلحت تھی۔ (۲۰)

حضرت وحشی کہتے ہیں کہ میں وہاں سے چلا گیا، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا تو مسیلمہ کذاب نے پر پرزے نکالے، (ویسے نبوت کا دعویٰ تو وہ آپ کی زندگی میں کرچکا تھا لیکن اس وقت اس کا کوئی اثر ورسوخ نہیں بڑھا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پھر اس کے اثر ورسوخ میں اضافہ ہوا) حضرت وحشیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں مسیلمہ کا مقابلہ کرنے جاؤں گا، شاید میں اس کو قتل کرسکوں اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا تدارک کرسکوں۔ (حضرت حمزہؓ اللہ کے مخلص بندوں میں اونچا درجہ رکھتے تھے تو ان کے قتل کے تدارک کرنے کے لیے ضرورت تھی کہ کسی بڑے کافر کو مارا جائے اور مسیلمہ کذاب سے بڑا کافر ان کو اور کون مل سکتا تھا اس لیے ان کی خواہش ہوئی کہ مسیلمہ کذاب کو قتل کریں۔) چنانچہ میں لوگوں کے ساتھ (مسیلمہ کذاب کے مقابلے کے لیے) نکلا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ ایک آدمی دیوار کی دراز میں کھڑا ہے۔

کانہ جمل اورق ثائر الرأس "جیسے خاکی رنگ کا اونٹ ہوتا ہے، سر کے بال بکھرے ہوئے تھے"

(یہ مسیلمہ کذاب تھا) حضرت وحشیؓ کہتے ہیں، اس کی دونوں چھاتیوں کے درمیان کا نشانہ لیکر میں نے اس کی طرف اپنا نیزہ پھینکا اور وہ نیزہ اس کے دونوں شانوں کے پار ہوگیا (ظاہر ہے اس کی وجہ سے وہ گر گیا ہوگا)

اتنے میں ایک انصاری اس کی طرف کود کر گئے اور تلوار اس کی کھوپڑی پر مار کر اس کا کام تمام کردیا۔

(مسیلمہ کذاب کا واقعہ آگے وفود کے بیان میں آرہا ہے) چنانچہ ایک لڑکی نے چھت پر کھڑے ہوکر کہا "امیر المومنین کو ایک حبشی غلام نے مار ڈالا۔"

"امیر المومنین" مسیلمہ کذاب کو کہا، مسیلمہ کذاب اپنے کو نبی اور رسول بھی کہتا تھا اور امیر المومنین بھی کہتا تھا۔

۹ – باب : ما أصابَ النَّبِيَّ ﷺ مِنَ الْجِراحِ يَوْمَ أُحُدٍ.

"جنگ احد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو زخم پہونچے تھے ان کا بیان اس باب میں ہوگا"

۳۸٤٥ : حدّثنا إسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنْ هَمَّامٍ : سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ : (اَشْتَدَّ غَضَبُ ٱللّٰهِ عَلَى قَوْمٍ فَعَلُوا بِنَبِيِّهِ –

(۲۰) دیکھیے لامع الدراری: ۸/ ۲۰۷

يُشِيرُ إِلَى رَبَاعِيَتِهِ – اَشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلَى رَجُلٍ يَقْتُلُهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ) .

٣٨٤٦ : حدَّثني مَخْلَدُ بْنُ مالِكٍ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ : حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قالَ : اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلَى مَنْ قَتَلَهُ النَّبِيُّ ﷺ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ، اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلَى قَوْمٍ دَمَّوْا وَجْهَ نَبِيِّ اللّٰهِ ﷺ .

[٣٨٤٨]

حدثنا اسحاق بن نصر حدثنا عبدالرزاق....

اس باب کی پہلی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اللہ کا غضب شدید ہو اس قوم پر جنہوں نے اپنے نبی کے ساتھ یہ کام کیا آپ اشارہ فرمارہے تھے اپنے رباعی دانت کی طرف (منشا یہ تھا کہ جن لوگوں نے اس دانت کو شہید کیا اللہ کا غضب ان پر شدید ہو) یہ ترجمہ اس صورت میں ہوگا جب اس جملہ کو بدعائیہ مانا جائے اور اگر یہ جملہ خبریہ ہو تو پھر ترجمہ ہوگا "اللہ کا غضب شدید ہوتا ہے اس قوم پر جنہوں نے اپنے نبی کے ساتھ یہ معاملہ کیا اور اس شخص پر جس کو اللہ کا رسول جہاد فی سبیل اللہ میں قتل کرے۔" ماقبل میں ابی بن خلف کے قتل ہونے کا ذکر تفصیل سے گزر چکا۔

یہاں روایت میں "فی سبیل اللہ" کی قید کو ملحوظ رکھیے، اگر اللہ کا رسول کسی شخص کو قصاص یا حد میں قتل کردے اس کا یہ حکم نہیں ہے یہ حکم اس شخص کا ہے جو جہاد میں اللہ کے رسول کے مقابلہ کے لیے سامنے آتا ہے، یعنی اللہ کے رسول کو وہ قتل کرنا چاہتا ہے تو اللہ کا رسول جب اس کو قتل کرے گا تو اس پر اللہ کا غضب شدید ہوگا۔

حدثنی مخلد بن مالک حدثنا یحیی بن سعید الاموی....

ایک یحیی بن سعید انصاری ہیں، لیکن یہاں روایت میں یحیی بن سعید انصاری مراد نہیں اس لیے "اموی" کی قید لگائی، بنوامیہ کا تعلق مکہ سے تھا اس لیے یہ انصاری نہیں ہوسکتے، یہ روایت حضرت ابن عباسؓ سے ہے وہ فرماتے ہیں کہ "اللہ کا غضب شدید ہوتا ہے اس شخص پر جس کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے راستہ میں قتل کردیا، اور اللہ کا غضب اس قوم پر بھی شدید ہوتا ہے جو اپنے نبی کے چہرے کو خون آلود کردیتی ہے۔"

اس باب کی یہ دونوں روایتیں "مراسیل صحابہ" میں داخل ہیں، پہلی روایت حضرت ابوہریرہؓ سے اور دوسری روایت حضرت ابن عباسؓ سے ہے اور ظاہر ہے یہ دونوں حضرات غزوۂ احد میں شریک نہ تھے، اس

لیے کہا جائے گا کہ انہوں نے دوسرے صحابہ سے سنکر روایت کی ہے اگرچہ یہ احتمال رہتا ہے کہ کسی موقع پر حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے بھی اس کا ذکر کیا ہو تو اس صورت میں روایت مرسل نہ ہوگی۔

۳۸٤۷ : حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ ، عَنْ أَبِي حازِمٍ : أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ : وَهُوَ يُسْأَلُ عَنْ جُرْحِ رَسُولِ اللهِ ﷺ ، فَقَالَ : أَمَا وَاللهِ إِنِّي لَأَعْرِفُ مَنْ كانَ يَغْسِلُ جُرْحَ رَسُولِ اللهِ ﷺ ، وَمَنْ كانَ يَسْكُبُ الْمَاءَ ، وَبِمَا دُووِيَ ، قالَ : كانَتْ فاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ ﷺ تَغْسِلُهُ ، وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ يَسْكُبُ الْمَاءَ بِالْمِجَنِّ ، فَلَمَّا رَأَتْ فَاطِمَةُ أَنَّ الْمَاءَ لَا يَزِيدُ الدَّمَ إِلَّا كَثْرَةً ، أَخَذَتْ قِطْعَةً مِنْ حَصِيرٍ ، فَأَحْرَقَتْهَا وَأَلْصَقَتْهَا ، فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ ، وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ يَوْمَئِذٍ ، وَجُرِحَ وَجْهُهُ ، وَكُسِرَتِ الْبَيْضَةُ عَلَى رَأْسِهِ . [ر : ٢٤٠]

۳۸٤۸ : حدثني عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا أَبُو عاصِمٍ : حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ، عَنْ عَمْرِو ابْنِ دِينَارٍ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قالَ : اشْتَدَّ غَضَبُ اللهِ عَلَى مَنْ قَتَلَهُ نَبِيٌّ ، وَاشْتَدَّ غَضَبُ اللهِ عَلَى مَنْ دَمَّى وَجْهَ رَسُولِ اللهِ ﷺ . [ر : ٣٨٤٦]

حضرت شیخ الہندؒ کا استدلال

حدثنا قتیبۃ بن سعید.....

اس روایت میں ہے کہ جب جنگ احد میں حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک زخمی ہوا تو آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ چہرہ انور دھوتی تھیں اور حضرت علیؓ ڈھال سے پانی ڈالتے تھے لیکن جب خون کسی طرح نہیں تھما تو حضرت فاطمہؓ نے چٹائی کا ٹکڑا لیکر جلایا اور جب اس کی راکھ زخم پر چپکائی تب خون بند ہوا۔ حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا کہ اس روایت سے "مس امراۃ" کا ناقض وضو نہ ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ جہاد جیسے مقدس فریضے کو آپؐ باوضو انجام دے رہے تھے لہذا اگر "مس امراۃ" ناقض وضو ہوتا تو آپؐ حضرت فاطمہؓ سے پانی ڈلواتے اور حضرت علیؓ کو دھونے کا حکم دیتے۔

باقی یہ اشکال کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور سے تو خون نکل رہا تھا اور خروج دم ناقض وضو ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن حضرات کے نزدیک "مس مراۃ" ناقض وضو ہے ان کے یہاں خروج دم سے وضو نہیں ٹوٹتا، اس حدیث سے صرف ان پر دلیل قائم کرنا مقصود ہے اپنے مسلک کا اثبات مقصود نہیں

۱۰ – باب : «الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ» /آل عمران: ۱۷۲/.

۳۸٤۹ : حدّثنا مُحَمَّدٌ : حَدَّثَنا أَبُو مُعَاوِيَةَ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : «الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ ما أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ» . قالَتْ لِعُرْوَةَ : يَا ابْنَ أُخْتِي ، كانَ أَبَوَاكَ مِنْهُمْ : الزُّبَيْرُ وَأَبُو بَكْرٍ ، لَمَّا أَصَابَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ما أَصَابَ يَوْمَ أُحُدٍ ، وَانْصَرَفَ عَنْهُ الْمُشْرِكُونَ ، خافَ أَنْ يَرْجِعُوا ، قالَ : (مَنْ يَذْهَبُ فِي إِثْرِهِمْ) . فَانْتَدَبَ مِنْهُمْ سَبْعُونَ رَجُلاً ، قالَ : كانَ فِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ وَالزُّبَيْرُ .

حضرت عروہ، حضرت عائشہؓ سے نقل کررہے ہیں کہ انہوں نے فرمایا الذین استجابوا للہ والرسول من بعد مااصابہم القرح للذین احسنوا منہم واتقوا اجر عظیم "جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی بات پر لبیک کہا بعد اس کے کہ ان کو زخم لاحق ہوئے تھے، ان میں سے جو نیکوکار ہیں اور متقی ہیں ان کے لیے عظیم اجر ہے۔" حضرت عائشہؓ نے حضرت عروہ سے کہا کہ تمہارے والد زبیر (اور تمہارے نانا) حضرت ابوبکر اجر عظیم کے ان مستحقین میں سے تھے۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو احد کے دن تکلیف اٹھانی پڑی اور مشرکین واپس چلے گئے تو آپ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں مشرکین واپس نہ آجائیں افواہ بھی پہونچی تھی کہ مشرکین واپس آکر دوبارہ حملہ کرنے والے ہیں اس لیے آپ نے اعلان کیا من یذھب فی اثرھم "کون ان کے تعاقب میں جائے گا؟" اس وقت ستر آدمیوں نے لبیک کہا تھا، ان ستر میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت زبیرؓ بھی داخل تھے۔ (۲۲)

۱۱ – باب : مَنْ قُتِلَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَوْمَ أُحُدٍ .

مِنْهُمْ : حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ، وَالْيَمَانُ ، وَأَنَسُ بْنُ النَّضْرِ ، وَمُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ .

---

(۲۲) مورخین اور سیرت نگاروں نے اس کو ایک مستقل غزوہ "غزوۂ حمراء الاسد" کے عنوان کے تحت بیان کیا ہے لشکر کفار احد سے روانہ ہوکر جب مقام روحا پہنچا تو وہاں ابوسفیان وغیرہ کو خیال آیا کہ کام ناتمام رہ گیا، مدینہ پر حملہ کرکے مسلمانوں کی رہی سہی طاقت ختم کردینی چاہیئے، ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی سے اندیشہ تھا چنانچہ آپ نے اعلان فرمایا کہ کفار کے تعاقب میں نکلنا ہے اور صرف وہ حضرات چلیں جو کل احد میں شریک تھے۔ چنانچہ آپ "حمراء الاسد" تک جو مدینہ سے سات میل دور ہے تشریف لے گئے۔ قبیلہ خزاعہ اگرچہ اس وقت تک اسلام نہیں لایا تھا تاہم اسلام اور مسلمانوں کا درپردہ طرف دار تھا، اس کے رئیس "معبد خزاعی" نے شکست کی خبر سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر تعزیت کی، اور یہاں سے جاکر ابوسفیان سے ملا، ابوسفیان نے مسلمانوں پر دوبارہ حملے کا ارادہ ظاہر کیا، معبد نے کہا "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک لشکر جرار لے کر آرہے ہیں لہذا میرا مشورہ آپ کو یہ ہے کہ لوٹ کر سیدھے مکہ پہنچو چنانچہ ابوسفیان نے ارادہ ترک کیا اور لشکر لے کر مکہ چلا گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حمراء الاسد میں پیر، منگل، بدھ تین دن رہنے کے بعد مدینہ منورہ واپس تشریف لے گئے۔ (دیکھیے الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۱۴)

"جنگ احد میں جو مسلمان شہید ہوئے یہ باب ان کے بیان میں ہے۔"

٣٨٥٠ : حدّثني عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ قَتَادَةَ قالَ : ما نَعْلَمُ حَيًّا مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ ، أَكْثَرَ شَهِيدًا ، أَعَزَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْأَنْصارِ .

قالَ قَتَادَةُ : وَحدّثنا أَنَسُ بْنُ مالِكٍ : أَنَّهُ قُتِلَ مِنْهُمْ يَوْمَ أُحُدٍ سَبْعُونَ ، وَيَوْمَ بِئْرِ مَعُونَةَ سَبْعُونَ ، وَيَوْمَ الْيَمَامَةِ سَبْعُونَ . قالَ : وَكانَ بِئْرُ مَعُونَةَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ ، وَيَوْمُ الْيَمَامَةِ عَلَى عَهْدِ أَبِي بَكْرٍ ، يَوْمَ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ .

٣٨٥١ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مالِكٍ : أَنَّ جابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ ، ثُمَّ يَقُولُ : (أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ) . فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدٍ قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ ، وَقالَ : (أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) . وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ ، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ ، وَلَمْ يُغَسَّلُوا . [ر : ١٢٧٨]

٣٨٥٢ : وَقالَ أَبُو الْوَلِيدِ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ قالَ : سَمِعْتُ جابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ : لَمَّا قُتِلَ أَبِي جَعَلْتُ أَبْكِي ، وَأَكْشِفُ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهِ ، فَجَعَلَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ يَنْهَوْنَنِي وَالنَّبِيُّ ﷺ لَمْ يَنْهَ ، وَقالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَا تَبْكِيهِ - أَوْ : مَا تَبْكِيهِ - ما زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتَّى رُفِعَ) . [ر : ١١٨٧]

٣٨٥٣ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - أُرَى - عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (رَأَيْتُ فِي رُؤْيَايَ أَنِّي هَزَزْتُ سَيْفًا فَانْقَطَعَ صَدْرُهُ ، فَإِذَا هُوَ ما أُصِيبَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ أُحُدٍ ، ثُمَّ هَزَزْتُهُ أُخْرَى فَعَادَ أَحْسَنَ ما كانَ ، فَإِذَا هُوَ ما جاءَ بِهِ اللهُ مِنَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِينَ ، وَرَأَيْتُ فِيهَا بَقَرًا ، وَاللهُ خَيْرٌ ، فَإِذَا هُمُ الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ أُحُدٍ) . [ر : ٣٤٢٥]

٣٨٥٤ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ، عَنْ شَقِيقٍ ، عَنْ خَبَّابٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ نَبْتَغِي وَجْهَ اللهِ ، فَوَجَبَ أَجْرُنَا عَلَى اللهِ ، فَمِنَّا مَنْ مَضَى ، أَوْ ذَهَبَ ، لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا ، كانَ مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ ، قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ ، فَلَمْ يَتْرُكْ إِلَّا نَمِرَةً ، كُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ ، وَإِذَا غُطِّيَ بِهَا

رِجْلَاهُ خَرَجَ رَأْسُهُ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (غَطُّوا بِهَا رَأْسَهُ ، وَاجْعَلُوا عَلَى رِجْلَيْهِ الْإِذْخِرَ) . أَوْ قَالَ : (أَلْقُوا عَلَى رِجْلَيْهِ مِنَ الْإِذْخِرِ) . وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا . [ر : ۱۲۱۷]

حدثنا عمرو بن علی حدثنا معاذ بن هشام.... حضرت قتادہ فرماتے ہیں "ہم نہیں جانتے ہیں کہ عرب کے تمام قبیلوں میں سے کوئی قبیلہ شہداء کے اعتبار سے انصار سے تعداد میں زیادہ ہو اور قیامت کے دن انصار کے مقابلہ میں زیادہ عزت والا ہو (انصار نے جس قدر شہادت کی صورت میں قربانی پیش کی ہے کسی اور قبیلہ نے اتنی قربانی پیش نہیں کی اور انصار اس شہادت کی بدولت جتنی عزت قیامت کے دن حاصل کریں گے اتنی عزت کسی دوسرے کو نہیں ملیگی)

قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت انس ؓ نے ہمیں بتایا کہ انصار میں سے جنگ احد میں کل ستر صحابہ شہید ہوئے تھے (۲۲) (اور مہاجر صحابہ میں سے کل چار یا دوسری روایت کے مطابق چھ حضرات شہید ہوئے تھے) اور بئر معونہ میں ستر انصاری شہید ہوئے تھے اور جنگ یمامہ میں بھی ستر انصاری شہید ہوئے تھے، بئر معونہ کا غزوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا تھا اور یمامہ کا واقعہ حضرت ابوبکر ؓ کے دور میں پیش آیا تھا۔

حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا اللیث....

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہداء میں سے دو دو آدمیوں کو ایک کپڑے میں جمع کررہے تھے اور ان کو ایک قبر میں دفن کررہے تھے اور آپ پوچھتے تھے کہ ان میں زیادہ قرآن کس کو یاد ہے؟ جس کی طرف اشارہ کیا جاتا تو قبلہ کی جانب میں آپ اس کو مقدم کرتے تھے اور آپ نے فرمایا۔ "میں گواہ ہوں گا ان لوگوں کے حق میں قیامت کے روز، اور آپ نے ان کو خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا، نہ ان کو غسل دیا گیا اور نہ ان کی نماز جنازہ آپ نے پڑھی۔"

وقال ابو الولید عن شعبة....

یہ روایت بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد جنگ احد میں شہید ہوئے تو میں رونے لگا اور ان کے چہرہ سے چادر ہٹاکر ان کی زیارت کرنے لگا تو حضور کے صحابہ مجھے روک

(۲۲) شہداء احد کی تعداد میں اصحاب سیر کی مختلف روایتیں ہیں، مشہور روایت "ستر" کی ہے جن میں ایک روایت کے مطابق چار مہاجرین اور باقی انصار تھے، مہاجرین میں حضرت حمزہ ؓ حضرت مصعب بن عمیر ؓ، حضرت عبداللہ بن جحش ؓ اور حضرت شماس بن عثمان ؓ تھے، البتہ حاکم اور ابن حبان کی روایت میں مہاجرین کی تعداد "چھ" بتائی ہے، وہ ان چار کے ساتھ حضرت سعد مولی حاطب بن ابی بلتعہ اور یوسف بن عمرو اسلمی کا بھی اضافہ کرتے ہیں، پہلی روایت کے مطابق شہداء انصار کی تعداد چھیاسٹھ اور دوسری روایت کی رو سے ان کی تعداد چونسٹھ ہے، واللہ اعلم
(فتح الباری: ۷ / ۳۵۱)

رہے تھے (کہ چادر ہٹاکر منہ نہ دیکھو) لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے منع نہیں کیا، آپ نے فرمایا۔

لاتبکیہ: اگر یہ مضارع ہے تو کہا جائے گا خبر معنی میں انشاء کے ہے اور اگر نہی کا صیغہ ہے تو پھر اپنے ظاہر پر ہے لیکن اس صورت میں "لاتبکی" ہوگا۔ "تم اس پر روتے ہو؟ فرشتے برابر اپنے پروں سے ان کے اوپر سایہ کیے رہے یہاں تک کہ ان کا جنازہ اٹھایا گیا۔"

حدثنامحمدبن العلاء حدثناابواسامة....

اس روایت میں جنگ احد سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کا ذکر ہے جس کی تفصیل گزر چکی، البتہ اس میں ایک جملہ آیا ہے۔

ورایت فیہابقرا، واللہ خیر

❶ یا تو اس کے معنی ہیں وثواب اللہ خیر یعنی اللہ جو ثواب عطا فرماتے ہیں جیسا کہ ان شہداء کو عطا کیا گیا وہ بہترین چیز ہے۔

❷ اور یا معنی ہیں صنع اللہ بالشہداء خیر اللہ نے ان شہدا کے ساتھ جو معاملہ کیا ہے وہ خیر ہے اور ان کے دنیا میں زندہ رہنے کے مقابلے میں وہ معاملہ زیادہ بہتر اور اچھا ہے۔ (۲۴)

١٢ – باب : (أُحُدٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ) .

قَالَهُ عَبَّاسُ بْنُ سَهْلٍ ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

٣٨٥٦/٣٨٥٥ : حدّثني نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي ، عَنْ قُرَّةَ بْنِ خالِدٍ ، عَنْ قَتَادَةَ : سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : (هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ) .

(٣٨٥٦) : حدّثنا عَبْدُ ٱللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ عَمْرٍو ، مَوْلَى الْمُطَّلِبِ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللَّهِ ﷺ طَلَعَ لَهُ أُحُدٌ ، فَقَالَ : (هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ ، اللَّهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ ، وَإِنِّي حَرَّمْتُ ما بَيْنَ لَابَتَيْهَا) . [ر : ٢٧٣٢]

٣٨٥٧ : حدّثني عَمْرُو بْنُ خالِدٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ ، عَنْ عُقْبَةَ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمًا ، فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ ، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ : (إِنِّي فَرَطٌ لَكُمْ ، وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ ، وَإِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَى حَوْضِي الْآنَ ، وَإِنِّي

---

(۲۴) دیکھیے فتح الباری: ۷/ ۴۷۷، وعمدة القاري: ۱۷/ ۱۶۴

أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ ، أَوْ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ ، وَإِنِّي وَاللّٰهِ ما أَخافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي ، وَلٰكِنِّي أَخافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا) . [ر : ۱۲۷۹]

اس باب میں بیان کیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ احد ہم سے محبت کرتا ہے

❶ بعض حضرات نے کہا کہ "احد" سے مراد "اہل احد" یعنی انصار مدینہ ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اہل احد یعنی انصار ہم سے محبت کرتے ہیں اور ہمیں ان سے محبت ہے۔ (۱)

❷ لیکن اگر "احد" پہاڑ کی طرف بھی محبت کی نسبت کی جائے تو بھی اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے۔ (۲)

آپ نے کدو کا درخت دیکھا ہوگا، وہ جب زمین سے اپنا سر نکالتا ہے اور بڑھنا شروع کرتا ہے تو اگر اوپر سے اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ ہوتی ہے تو وہ اس رکاوٹ سے پہلے ہی مڑجاتا ہے اور اپنا راستہ بدل لیتا ہے، اسی طرح ایک پودا ہوتا ہے بہت ہی شرمیلا اور حیادار، اس کو اردو میں "چھوئی موئی" کا پودا کہتے ہیں، اس پودا کو اگر ہاتھ لگایا جائے تو یہ فوراً سکڑ جاتا ہے اور اس کی تازگی، شادابی، انبساط اور پھیلاؤ سب ختم ہوجاتا ہے، آدمی کے چھونے سے وہ فوراً منقبض ہوجاتا ہے، یہ تو مشاہدہ کی چیزیں ہیں اور اس کا اقرار ان لوگوں کو بھی ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتے، لیکن جو لوگ اللہ اور رسول پر ایمان بالغیب رکھتے ہیں ان کے لیے مشاہدہ اگر نہ بھی ہو تو بھی وہ قرآن وحدیث کی ہر بات کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ قرآن میں ہے "وان من شئی الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم" (۳) ایک اور جگہ ہے "واوحی ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا" (۴) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب نبوت عطا نہیں ہوئی تھی اور تمہید نبوت ڈالی جارہی تھی تو درخت آپ کو سلام کیا کرتے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں اس درخت کو پہچانتا ہوں جس کے پاس سے میں گزرتا تھا وہ مجھے سلام کیا کرتا تھا۔

اس قسم کے واقعات جو شرعی اور عرفی طور پر معلوم ہیں اگر سامنے ہوں تو جبل احد کی طرف اگر محبت کی اسناد حقیقی ہو تو اس میں کوئی استبعاد معلوم نہیں ہوتا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی احد پر ایک مرتبہ تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ حضرت صدیق اکبرؓ، عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ تھے، جب یہ

---

(۱) عمدۃ القاری: ۱۴/۱۴۳، کتاب الجہاد، باب فضل الخدمۃ فی الغزو

(۲) عمدۃ القاری: ۱۴/۱۴۳۔

(۳) سورۂ بنی اسرائیل / ۴۴۔

(۴) سورۃ النحل / ۶۸۔

حضرات اس پر چڑھے تو "احد" نے لرزنا اور کانپنا شروع کردیا تو آپ ؐ نے اس پر پاؤں مارا اور فرمایا۔ اثبت احد، فانما علیک نبی وصدیق وشھیدان (۵) چنانچہ احد ساکن ہوگیا اور اس نے حرکت بند کردی۔ اس بنا پر اگر یہ اسناد حقیقی بھی ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

آگے ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام قرار دیا ہے اور میں مدینہ کو حرام قرار دیتا ہوں جو دو پتھریلی زمینوں کے درمیان واقع ہے۔

حنفیہ کے نزدیک یہ حرمت اصطلاحی نہیں ہے بلکہ اس سے مقصد آپ ؐ کا یہ تھا کہ مدینہ منورہ کے سبزہ زار اور باغات کو ویران نہ کیا جائے اور اس کی رونق اور شادابی کو برقرار رکھا جائے، یہ مسئلہ کتاب الحج کا ہے۔

باب : غَزْوَةُ الرَّجِيعِ ، وَرِعْلٍ ، وَذَكْوَانَ ، وَبِئْرِ مَعُونَةَ ، وَحَدِيثِ عَضَلٍ وَالْقَارَةِ وَعاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ وَخُبَيْبٍ وَأَصْحَابِهِ .

قالَ ابْنُ إِسْحٰقَ : حَدَّثَنَا عاصِمُ بْنُ عُمَرَ : أَنَّهَا بَعْدَ أُحُدٍ .

یہاں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ دو غزوے بیان کرنا چاہتے ہیں، ایک غزوۂ رجیع اور دوسرا غزوۂ بئرمعونہ جس کو "سریۃ القراء" بھی کہا جاتا ہے۔

غزوۂ رجیع اور غزوۂ بئرمعونہ کو ایک باب میں ذکر کرنیکی وجہ

غزوۂ رجیع کے بارے میں ابن اسحاق کی رائے یہ ہے کہ یہ غزوہ ۳ ھجری کے آخر میں واقع ہوا ہے۔ (۶) جبکہ واقدی، ابن سعد اور ابن حبان کی رائے یہ ہے کہ یہ ۴ ھجری کا واقعہ ہے۔ (۷)

غزوۂ بئرمعونہ کے بارے میں تمام اہل سیر کا تقریباً اتفاق ہے کہ وہ ۴ ھجری کا واقعہ ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں غزوات کو ایک ہی باب میں ذکر فرمایا اس میں شاید واقدی، ابن سعد اور ابن حبان کی رائے کی تائید مقصود ہے۔

ابن عبدالبر نے "الاستیعاب" میں کہیں تو اس کو ۳ ھجری کا واقعہ قرار دیا اور کہیں ۴ ھجری کی روایت نقل کردی ہے۔

بہرحال امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ان دونوں غزوات کو ایک باب میں جمع کرنا حکمت سے خالی نہیں

---

(۵) صحیح بخاری ۱/ ۵۱۹، کتاب المناقب، باب فضل ابی بکرؓ (۶) دیکھئے سیرۃ ابن ہشام: ۳/ ۱۷۸
(۷) البدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۶۲۔ وطبقات ابن سعد: ۲/ ۵۵۔ وتاریخ الطبری: ۲/ ۲۱۳

ہے اور وہ بظاہر یہی ہے کہ یہ دونوں غزوات ۴ ھجری میں واقع ہوئے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمۃ الباب کی عبارت سے ایک غلط فہمی پیدا ہوتی ہے، باب میں غزوۂ رجیع کے بعد انہوں نے "رعل وذکوان" کا ذکر کیا ہے، جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ رجیع قبیلۂ رعل اور ذکوان کے لوگوں کے ساتھ ہوا، حالانکہ ایسا نہیں جیسا کہ تفصیل سے معلوم ہوجائے گا۔

اسی طرح آگے ترجمۃ الباب کی عبارت ہے۔ وبئر معونة وحديث عضل والقارة اس عبارت سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ غزوۂ بئر معونہ کا تعلق قبیلۂ عضل اور قارہ سے ہے جبکہ یہ غلط ہے۔ درحقیقت رعل اور ذکوان کا تعلق بئر معونہ سے ہے اور عضل وقارہ کا تعلق غزوۂ رجیع سے ہے۔

رِعْل (را کے کسرہ اور عین کے سکون کے ساتھ) اور ذکوان قبیلۂ بنو سلیم کی شاخیں ہیں، اور عضل اور قارہ بنوالہون کی شاخیں ہیں۔

۳۸۵۸ . حدّثني إبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي سُفْيَانَ الثَّقَفِيِّ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قَالَ : بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ سَرِيَّةً عَيْنًا ، وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ ، وَهُوَ جَدُّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ، فَانْطَلَقُوا حَتَّى إِذَا كَانَ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ، ذُكِرُوا لِحَيٍّ مِنْ هُذَيْلٍ يُقَالُ لَهُمْ : بَنُو لِحْيَانَ ، فَتَبِعُوهُمْ بِقَرِيبٍ مِنْ مِائَةِ رَامٍ ، فَاقْتَصُّوا آثَارَهُمْ حَتَّى أَتَوْا مَنْزِلاً نَزَلُوهُ ، فَوَجَدُوا فِيهِ نَوَى تَمْرٍ تَزَوَّدُوهُ مِنَ الْمَدِينَةِ ، فَقَالُوا : هٰذَا تَمْرُ يَثْرِبَ ، فَتَبِعُوا آثَارَهُمْ حَتَّى لَحِقُوهُمْ ، فَلَمَّا انْتَهَى عَاصِمٌ وَأَصْحَابُهُ لَجَؤُوا إِلَى فَدْفَدٍ ، وَجَاءَ الْقَوْمُ فَأَحَاطُوا بِهِمْ ، فَقَالُوا : لَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيثَاقُ إِنْ نَزَلْتُمْ إِلَيْنَا أَنْ لَا نَقْتُلَ مِنْكُمْ رَجُلاً ، فَقَالَ عَاصِمٌ : أَمَّا أَنَا فَلَا أَنْزِلُ فِي ذِمَّةِ كَافِرٍ ، اللَّهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ ، فَرَمَوْهُمْ حَتَّى قَتَلُوا عَاصِمًا فِي سَبْعَةِ نَفَرٍ بِالنَّبْلِ ، وَبَقِيَ خُبَيْبٌ وَزَيْدٌ وَرَجُلٌ آخَرُ ، فَأَعْطَوْهُمُ الْعَهْدَ وَالْمِيثَاقَ ، فَلَمَّا أَعْطَوْهُمُ الْعَهْدَ وَالْمِيثَاقَ نَزَلُوا إِلَيْهِمْ ، فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوا مِنْهُمْ حَلُّوا أَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَرَبَطُوهُمْ بِهَا ، فَقَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ الَّذِي مَعَهُمَا : هٰذَا أَوَّلُ الْغَدْرِ ، فَأَبَى أَنْ يَصْحَبَهُمْ فَجَرَّرُوهُ وَعَالَجُوهُ عَلَى أَنْ يَصْحَبَهُمْ فَلَمْ يَفْعَلْ فَقَتَلُوهُ ، وَانْطَلَقُوا بِخُبَيْبٍ وَزَيْدٍ حَتَّى بَاعُوهُمَا بِمَكَّةَ ، فَاشْتَرَى خُبَيْبًا بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلٍ ، وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ يَوْمَ بَدْرٍ ، فَمَكَثَ عِنْدَهُمْ أَسِيرًا ، حَتَّى إِذَا أَجْمَعُوا قَتْلَهُ اسْتَعَارَ مُوسَى مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ لِيَسْتَحِدَّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ ، قَالَتْ : فَغَفَلْتُ عَنْ صَبِيٍّ لِي ، فَدَرَجَ إِلَيْهِ حَتَّى أَتَاهُ فَوَضَعَهُ عَلَى فَخِذِهِ ، فَلَمَّا رَأَيْتُهُ فَزِعْتُ

فَزْعَةً عَرَفَ ذَاكَ مِنِّي وَفِي يَدِهِ الموسى ، فَقَالَ : أَتَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ ؟ ما كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذٰلِكَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ ، وَكَانَتْ تَقُولُ : ما رَأَيْتُ أَسِيرًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ خُبَيْبٍ ، لَقَدْ رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ مِنْ قِطْفِ عِنَبٍ وَما بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ ثَمَرَةٌ ، وَإِنَّهُ لَمُوثَقٌ فِي الحَدِيدِ ، وَما كانَ إِلَّا رِزْقٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ ، فَخَرَجُوا بِهِ مِنَ الحَرَمِ لِيَقْتُلُوهُ ، فَقَالَ : دَعُونِي أُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ : لَوْلَا أَنْ تَرَوْا أَنَّ ما بِي جَزَعٌ مِنَ المَوْتِ لَزِدْتُ ، فَكانَ أَوَّلَ مَنْ سَنَّ الرَّكْعَتَيْنِ عِنْدَ القَتْلِ هُوَ ، ثُمَّ قالَ : اللّٰهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا ، ثُمَّ قالَ :

وَلَسْتُ أُبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا عَلَى أَيِّ شِقٍّ كانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِي

وَذٰلِكَ فِي ذَاتِ الإِلٰهِ وَإِنْ يَشَأْ يُبَارِكْ عَلَى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

ثُمَّ قامَ إِلَيْهِ عُقْبَةُ بْنُ الحَارِثِ فَقَتَلَهُ ، وَبَعَثَتْ قُرَيْشٌ إِلَى عاصِمٍ لِيُؤْتَوْا بِشَيْءٍ مِنْ جَسَدِهِ يَعْرِفُونَهُ ، وَكانَ عاصِمٌ قَتَلَ عَظِيمًا مِنْ عُظَمَائِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ ، فَبَعَثَ اللّٰهُ عَلَيْهِ مِثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ ، فَحَمَتْهُ مِنْ رُسُلِهِمْ ، فَلَمْ يَقْدِرُوا مِنْهُ عَلَى شَيْءٍ . [ر : ۲۸۸۰]

۳۸۵۹ : حدّثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرٍو : سَمِعَ جابِرًا يَقُولُ : الَّذِي قَتَلَ خُبَيْبًا هُوَ أَبُو سِرْوَعَةَ .

غزوۂ رجیع

رجیع ایک جگہ کا نام ہے جو قبیلۂ ہذیل کے قبضہ میں تھی۔ (۸) چونکہ یہ غزوہ اس مقام پر پیش آیا تھا اس لیے اس کو "غزوۂ رجیع" کہا جاتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیوں پر مشتمل ایک سریہ جاسوسی کی غرض سے روانہ فرمایا اور حضرت عاصم بن ثابتؓ کو ان پر امیر مقرر فرمایا۔

یہ تو بخاری کی روایت میں ہے، ابن سعد نے جو روایت نقل کی ہے اس میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عضل اور قارہ کے لوگ آئے اور انہوں نے درخواست کی کہ ہماری قوم کو قرآن کی تعلیم دینے کے لیے چند صحابہؓ آپ روانہ فرمائیں۔ (۹) تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دس آدمی

---

(۸) وفی معجم البلدان: ۳/ ۲۹۔ الرجیع ماء لهذیل قرب الهدأة بین مكة والطائف؛ وفی طبقات ابن سعد: ۲/ ۵۵۔ هو ماء لهذیل بصدور الهدة والهدة على سبعة أميال منها

(۹) دیکھیے طبقات ابن سعد: ۲/ ۵۵، وسیرۃ ابن ہشام: ۳/ ۱۷۸۔ وکامل ابن اثیر: ۲/ ۱۱۰۔ البتہ سیرۃ ابن ہشام اور کامل ابن اثیر نے دس کے بجائے چھ افراد بھیجنے کا ذکر کیا ہے لیکن راجح اور صحیح، بخاری اور ابن سعد کی روایت ہے۔

روانہ فرما دیئے۔

لیکن دونوں روایات میں تطبیق ہوسکتی ہے اس طرح کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرکین مکہ کے حالات دریافت کرنے کے لیے ان حضرات کو بھیجنے کا پہلے سے ارادہ تھا اب جب عضل اور قارہ کی درخواست آئی تو آپ نے یہ کام بھی ان کے سپرد کردیا کہ وہاں جاکر تم قرآن کی تعلیم بھی دو۔

اس جماعت کے امیر حضرت عاصم بن ثابت انصاریؓ کے علاوہ جو صحابہ اس میں شریک تھے ان میں حضرت خبیب بن عدی، حضرت عبداللہ بن طارق، حضرت زید بن دثنہ، حضرت مرثد بن ابی مرثد غنوی اور حضرت خالد بن ابی البکیر شامل تھے، جب یہ حضرات مکہ اور عسفان کے درمیان مقام "ہداۃ" تک پہونچے تو عضل اور قارہ کے لوگوں نے بدعہدی اور غداری کی اور قبیلۂ ہذیل کی ایک شاخ بنولحیان سے تذکرہ کیا کہ اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آئے ہیں، چنانچہ اس قبیلہ کے سو تیر اندازوں نے صحابہ کی اس جماعت کا تعاقب کیا اور نشانات قدم کا تتبع کرتے ہوئے چلے یہاں تک کہ ایک ایسی منزل تک آگئے جہاں صحابہ کی اس جماعت نے پڑاؤ کیا تھا، ان لوگوں نے اس مقام پر کھجور کی گٹھلیاں پائیں، دیکھ کر کہنے لگے "یہ تو یثرب کی کھجور ہے" چنانچہ نشانات قدم کو تلاش کرتے ہوئے دوبارہ چلدیئے اور جاکر بالآخر مسلمانوں کی جماعت کو پالیا۔

فلما انتهى عاصم واصحابه لجأوا الى فدفد

"جب عاصم اور ان کے ساتھی چلنے سے رک گئے تو انہوں نے ایک اونچے ٹیلے کی پناہ لی۔"

فَدفَد (دونوں فاء کے فتحہ کے ساتھ) اونچے اور بلند ٹیلے کو کہتے ہیں۔

کافروں نے آکر اس ٹیلے کے اردگرد صحابہؓ کو گھیرلیا اور کہا۔ "تمہارے لیے عہدوپیمان ہے اگر تم لوگ اتر کر ہمارے پاس آگئے تو ہم تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے۔"

اس پر جماعت کے امیر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا "میں تو کافر کی پناہ میں نہیں اتروں گا" اور یہ دعا کی۔ اللهم اخبر عنا نبيك "اے اللہ! ہماری حالت سے اپنے نبی کو باخبر کیجیے" پھر کفار نے ان سے قتال کیا اور تیروں سے حضرت عاصمؓ کو اور ان کے چھ ساتھیوں کو انہوں نے شہید کردیا۔ (۱۰) حضرت

---

(۱۰) قال ابن هشام: (۳/۱۶۹۔): فاما مرثد بن ابی مرثد و خالد بن البكير و عاصم بن ثابت فقالوا: والله لانقبل من مشرك عهدا ولا عقدا ابدا، فقال عاصم بن ثابت:

ماعلتي وانا جلد نابل والقوس فيها وتر عنابل

تزل عن صفحتها المعابل الموت حق والحياة باطل

وكل ما حمّ الاله نازل بالمرء والمرء اليه آئل

ان لم اقاتلكم فامي هابل

(النابل: صاحب النبل۔ عنابل: غليظ شديد۔ المعابل: جمع معبلة وهو نصل عريض۔ حم الاله: قدره، آئل: صائر....)

خبیب، حضرت زید اور ایک دوسرے آدمی یعنی حضرت عبداللہ بن طارق باقی رہے، کافروں نے ان کو امان کا عہدوپیمان دیا، ان کے عہدوپیمان پر تینوں صحابہ ٹیلے سے اتر آئے۔

فلما استمکنوا منهم حلوا اوتار قسیهم فربطوهم بها

"جب ان کافروں نے ان پر قابو پالیا تو ان کی کمان کی تانت کھولی اور اس تانت سے تینوں کو باندھ دیا۔"

اوتار: وتر کی جمع ہے کمان کی تانت کو کہتے ہیں۔ قسی: کمان کو کہتے ہیں۔

اس پر حضرت عبداللہ بن طارق نے کہا "یہ پہلی غداری ہے" اور ان کے ساتھ جانے سے انکار کردیا، کافروں نے ان کو کھینچا اور ان کو ساتھ لے جانے کی کوشش کی لیکن حضرت عبداللہ بن طارق ان کے ساتھ جانے کے لیے تیار نہ ہوئے چنانچہ کفار نے ان کو قتل کردیا اور حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ کو لے جاکر مکہ میں فروخت کیا، حضرت خبیبؓ کو حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے خریدا، چونکہ حارث کو حضرت خبیبؓ نے بدر میں قتل کیا تھا اس لیے باپ کا قصاص لینے کے لیے حارث کے بیٹوں نے ان کو خریدا۔ حضرت خبیبؓ ان کے ہاں قیدی بن کر ٹھہرے رہے یہاں تک کہ جب انہوں نے حضرت خبیبؓ کے قتل کا عزم کرلیا۔

استعار موسی من بعض بنات الحارث لیستحد بها

"تو حضرت خبیبؓ نے حارث کی کسی بیٹی سے استرہ مانگا تاکہ وہ زیر ناف کی صفائی کرلیں۔"

"بعض بنات الحارث" سے مراد "زینب بنت الحارث" ہے، بعض روایات میں اس عورت کا نام ماریہ آیا ہے لیکن دونوں میں تطبیق اس طرح ہوسکتی ہے کہ جس عورت کے گھر میں حضرت خبیبؓ قید تھے، وہ ماریہ تھی اور جو عورت حضرت خبیب کی نگرانی پر مقرر تھی وہ زینب تھی، جو بعد میں مسلمان ہوگئی تھی۔ (۱۱)

اس سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ جب کسی آدمی کو قتل کیا جارہا ہو تو اس کو مرنے سے پہلے اپنے ناخن اور بالوں کی صفائی اور اصلاح کرلینی چاہیئے۔

اس عورت نے استرہ عاریتاً دیدیا، اس عورت کا بیان ہے کہ میں اپنے ایک بچے سے غافل ہوگئی (اور میرا خیال نہیں رہا) چنانچہ وہ بچہ خبیب کی طرف چل کر ان کے پاس پہونچ گیا، حضرت خبیبؓ نے بچے کو اپنی ران پر بٹھالیا جب میں نے بچے کو ان کے پاس دیکھا تو میں بہت گھبرائی حضرت خبیبؓ میری گھبراہٹ سمجھ گئے، کہنے لگے۔ "کیا تو اس بات سے ڈرتی ہے کہ میں بچے کو قتل کردوں گا، انشاء اللہ میں ایسا نہیں کروں

---

(۱۱) فتح الباری: ۷/ ۳۸۲۔ وعمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۶۸

گا"۔ (۱۲) وہ عورت کہتی ہے۔

مارایت اسیراً قط خیرا من خبیب، لقد رایتہ یأکل من قطف عنب، ومابمکۃ یومئذ ثمرۃ، وانہ لموثق فی الحدید، وماکان الا رزق، رزقہ اللّٰہ

"میں نے خبیبؓ سے اچھا کوئی قیدی نہیں دیکھا، میں نے ان کو انگور کے خوشے سے کھاتے ہوئے دیکھا حالانکہ اس وقت یہ پھل مکہ میں موجود نہیں تھا، وہ لوہے کی بیڑیوں میں بندھے ہوئے تھے، یہ صرف اللہ ہی کی جانب سے رزق تھا جو ان کو اللہ سبحانہ وتعالی دیا تھا۔"

حضرت خبیبؓ کی شہادت

پھر یہ لوگ حضرت خبیبؓ کو قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر لیکر نکلے، حضرت خبیبؓ نے کہا "مجھے موقعہ دو میں دو رکعت نماز پڑھوں گا۔" چنانچہ انہوں نے چھوڑ دیا، آپ نے دو رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمانے لگے۔ "اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ تم سمجھو گے کہ میں موت سے گھبرا رہا ہوں (اس لیے میں نماز لمبی کررہا ہوں) تو میں اور زیادہ (طویل کرکے نماز) پڑھتا" (لیکن چونکہ مجھے تمہارے اس گمان کا خدشہ تھا اس لیے میں نے مختصر نماز پڑھی) پھر آپؓ نے ان لوگوں کے لیے بددعا کی۔ اللھم احصہم عددا (۱۳) "اے اللہ! ان کو گن گن کر گرفت میں لیجیے" اور آپؓ نے یہ شعر پڑھے:۔

ما ان ابالی حین اقتل مسلماً
علی ای شق کان للّٰہ مصرعی
وذلک فی ذات الالہ وان یشأ
یبارک علی اوصال شلو ممزع

۞ جب میں مسلمان ہونیکی حالت میں قتل کیا جارہا ہوں تو مجھے اس بات کی کوئی فکر اور پروا نہیں ہے کہ اللہ کے لیے کس پہلو پر میرا (زمین پر) بچھڑنا ہوگا۔

---

(۱۲) اس بچے کا نام "ابوحسین بن الحارث بن عدی" لکھا ہے، ایک روایت میں ہے کہ حضرت خبیبؓ نے لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر عورت سے کہا دیکھیے اللہ نے مجھے بھی تم پر قدرت دیدی، عورت نے کہا مجھے آپ سے یہ خدشہ نہیں (کہ آپ معصوم بچے کو قتل کریں گے) حضرت خبیبؓ نے استرہ عورت کی طرف پھینکتے ہوئے کہا کہ میں مذاق کررہا تھا۔ (دیکھیے فتح الباری: ۷/ ۲۸۲)

(۱۳) وفی سیرۃ ابن ہشام: ۳/ ۱۸۲۔ فلما اوثقوہ (ای خبیبًا) قال: اللھم انا قد بلغنا رسالۃ رسولک، فبلغہ الغداۃ مایصنع بنا، ثم قال: اللھم احصہم عددا، واقتلہم بددا، ولا تغادر منہم احدا ... فکان معاویۃ بن ابی سفیان یقول: حضرتہ یومئذ فیمن حضرہ مع ابی سفیان، فلقد رایتہ یلقینی الی الارض فرقاً من دعوۃ خبیب، وکانوا یقولون: ان الرجل اذا دعی علیہ، فاضطجع لجنبہ زالت عنہ۔

❷ اور یہ میرا قتل ہونا اللہ کی رضا کے لیے ہے، اگر وہ چاہے گا تو ٹکڑے ٹکڑے کیے ہوئے عضو کے جوڑوں پر برکت نازل کرے گا۔

اوصال: "وصل" کی جمع ہے جوڑ کو کہتے ہیں۔

شِلو: (شین کے کسرہ کے ساتھ) عضو کو کہتے ہیں۔

ممزّع: ٹکڑے ٹکڑے کیا ہوا۔

پھر عقبہ بن حارث ان کی طرف اٹھا اور انہیں شہید کردیا۔ (۱۴) کفار نے حضرت خبیبؓ کی نعش کو سولی پر لٹکا ہوا چھوڑ دیا تھا، طبری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ کو ان کی نعش اتار لانے کے لیے بھیجا، یہ حضرات وہاں پہونچے، دیکھا کہ مشرکین لاش کے اردگرد پہرہ دینے کی غرض سے پڑے ہوئے ہیں، ان کو غافل پاکر حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ نے لاش اتاری جو بالکل تروتازہ تھی جبکہ آپ کو شہید ہوئے چالیس دن گزر چکے تھے، لاش کو اپنے اونٹ پر رکھ کر روانہ ہوئے، مشرکین کی جب آنکھ کھلی، دیکھا کہ لاش غائب ہے تو دوڑے اور حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ کو راستے میں پکڑلیا، حضرت زبیرؓ نے اس غرض سے کہ لاش کی بے حرمتی نہ ہو لاش کو اطمینان کے ساتھ اونٹ سے نیچے اتارا، فوراً زمین شق ہوئی اور حضرت خبیبؓ کی لاش اس کے اندر غائب ہوگئی، (۱۵) یہیں سے حضرت خبیبؓ کا لقب "بلیع الارض" مشہور ہوا۔ (۱۶)

حضرت زید بن الدثنہ کی شہادت

بخاری کی روایت میں حضرت خبیبؓ کی شہادت کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے، دوسرے قیدی حضرت زید بن الدثنہؓ کا قصہ مذکور نہیں ہے۔

حضرت زید بن الدثنہ کو صفوان بن امیہ نے اپنے باپ امیہ بن خلف کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے خریدا تھا، صفوان نے اپنے غلام نسطاس رومی کے حوالہ کرکے حضرت زیدؓ کو مقام تنعیم بھیجا کہ ان کو وہاں

---

(۱۴) یہ عقبہ بن حارث بعد میں مسلمان ہوئے تھے، ابن اسحاق نے عقبہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:۔

مااناواللہ قتلت خبیباً لانی کنت اصغرمن ذلک، ولکن ابامیسرۃ اخابنی عبدالدار، اخذ الحربۃ فجعلها فی یدی، ثم اخذبیدی وبالحربۃ، ثم طعنہ بها حتی قتلہ، (وانظر سیرۃ ابن ھشام: ۳/۱۸۲۔ والبدایۃ: ۴/۶۳)

(۱۵) دیکھیے تاریخ الطبری: ۲/ ۲۱۶

(۱۶) حافظ ابن حجر نے "الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ" میں مذکورہ واقعہ نقل کرنے کے بعد یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت خبیبؓ کو جب شہید کیا گیا تو مشرکین نے سولی پر سے ان کے چہرے کے رخ کو قبلہ سے ہٹاکر دوسری جانب کیا لیکن ان کا رخ از خود قبلہ کی جانب مڑجاتا، کفار نے کئی بار قبلہ سے ان کے رخ کو پھیرنے کی کوشش کی لیکن ہر بار یہی ہوتا رہا آخر عاجز ہوکر قبلہ رخ ہی ان کی نعش کو چھوڑا.... (دیکھیے الاصابۃ: ۲/ ۲۱۹۔)

شہید کردیا جائے، تماشا دیکھنے کے لیے قریش کی ایک جماعت مقام تنعیم میں جمع ہوگئی تھی، جب ان کو شہید کرنے کے لیے سامنے لایا گیا تو ابوسفیان نے کہا کہ اے زید! کیا تم اس بات کو پسند کرو گے کہ تمہاری جان بچ جائے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمہاری جگہ قتل کردیا جائے، حضرت زید بن الدثنہ مشتعل ہوگئے اور انہوں نے ڈانٹ کر کہا، "خدا کی قسم! مجھ کو یہ بھی گوارا نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں کانٹا یا پھانس چبھے اور میری جان اس کے عوض میں بچ جائے" ابوسفیان نے جواب سن کر کہا۔ "خدا کی قسم! میں نے کسی کو اتنا مخلص اور عاشق نہیں پایا جتنا اصحاب محمد ان کے عاشق اور وفادار ہیں۔" (۱۷)

اس کے بعد نسطاس نے ان کو شہید کردیا، یہ نسطاس بعد میں فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے تھے۔ (۱۸)

ادھر قریش کو جب حضرت عاصم بن ثابت انصاریؓ کے قتل کی اطلاع ملی تو انہوں نے چند آدمی روانہ کیے کہ جاکر عاصم کے جسم کا کوئی حصہ لے آئیں جس سے وہ پہچانے جاسکتے ہوں، کیونکہ حضرت عاصم نے جنگ بدر کے موقع پر قریش کا ایک سردار قتل کیا تھا۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت عاصم نے عقبہ بن ابی معیط کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے پر قتل کیا تھا۔ (۱۹)

بعض اہل سیر کی روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت عاصمؓ نے سلافہ بنت سعید کے دو لڑکوں کو قتل کیا تھا اس لیے سلافہ نے یہ نذر مانی تھی کہ عاصم کے کاسۂ سر میں شراب پیوں گی اور اعلان کیا تھا کہ جو شخص عاصم کا سر لائے گا اس کو سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ (۲۰)

ادھر حضرت عاصمؓ نے یہ عہد کیا تھا کہ میں کسی کافر کے جسم سے اپنا جسم مس نہیں کروں گا اور یہ دعا کی تھی۔ اللهم انی احمی لک الیوم دینک، فاحمی لی لحمی (۲۱) "اے اللہ! آج میں آپ کے دین کی حفاظت کررہا ہوں، آپ میرے جسم کی حفاظت کیجئے"۔ اللہ جل شانہ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی، یہاں بخاری کی روایت میں ہے۔

فبعث اللہ علیہ مثل الظلة من الدبر فحمتہ من رسلہم

"اللہ تعالی نے حضرت عاصم کے جسم پر سائبان کی طرح بھڑوں کا ایک دستہ بھیج دیا جس نے قریش کے بھیجے ہوئے لوگوں سے حضرت عاصم کی حفاظت کی۔"

الظلة: (ظا کے ضمہ کے ساتھ) سائبان کو کہتے ہیں۔

---

(۱۷) دیکھیے سیرۃ ابن ہشام: ۳/ ۱۸۱ وتاریخ الطبری: ۲/ ۲۱۶ (۱۸) دیکھیے الاصابۃ: ۳/ ۵۵۳ (۱۹) اس کی تفصیل غزوۂ بدر میں گزر چکی

(۲۰) دیکھیے تاریخ الطبری: ۲/ ۲۱۲ والبدایۃ والنہایۃ: ۴/ ٦۳

(۲۱) دیکھیے فتح الباری: ۷/ ۳۸۱

الدَّبر: (دال کے فتحہ اور با کے سکون کے ساتھ) زنبوروں اور بھڑوں کو کہتے ہیں۔

بھڑوں کو دیکھ کر وہ لوگ کہنے لگے کہ شام کو جب زنبور ہٹیں گے تو آکر اس وقت سر کاٹ لیں گے لیکن جب رات کا وقت آیا تو ایک سیلاب آیا اور اس میں ان کی لاش غائب ہوگئی اور بعض حضرات نے کہا کہ زمین شق ہوئی اور اس میں حضرت عاصم کی لاش پوشیدہ ہوگئی بہرحال کفار کو ان کے جسم پر دسترس حاصل نہ ہوسکی۔ (۲۲)

غزوۂ بئرمعونہ صفر۴ھجری

بئرمعونہ کا واقعہ اس طرح پیش آیا کہ قبیلۂ بنوعامر کا سردار عامر بن مالک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، ساتھ ہدیہ بھی لایا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اسلام کی دعوت دی اس نے نہ تو اسلام قبول کیا اور نہ انکار کیا بلکہ یہ درخواست کی کہ آپ اپنے آدمی ہمارے قبیلے کی طرف اسلام کی دعوت کی غرض سے بھیجیے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو اہل نجد سے اندیشہ ہے کہ وہ ہمارے اصحاب کو نقصان پہنچائیں گے، عامر بن مالک نے جس کی کنیت "ابوبراء" ہے کہا کہ میں آپ کے اصحاب کو پناہ میں لیتا ہوں۔ (۲۳) چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی فرمائش پر ستر قراء کو بھیجنے کا فیصلہ فرمایا، بخاری کتاب الجہاد کی روایت میں یہ بھی ہے کہ قبیلۂ رعل وذکوان کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے انہوں نے اپنے اسلام کا اظہار کرکے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تھی کہ ہمارے دشمنوں کے مقابلے میں ہمیں مدد دیجیے، ان کی مدد کی غرض سے آپ نے ان ستر صحابہ کی جماعت کو روانہ فرمایا تھا۔ (۲۴)

لیکن دونوں باتیں جمع ہوسکتی ہیں کہ عامر بن مالک نے جو درخواست کی تھی اس کی خواہش کو بھی پورا کرنا تھا اور قبیلۂ رعل وذکوان کی امداد بھی مقصود تھی۔

چنانچہ یہ حضرات روانہ ہوئے، ان کا امیر آپ نے منذر بن عمروساعدیؓ کو مقرر فرمایا اور حضرت حرام بن ملحانؓ کو آپ نے ایک خط بنوعامر کے سردار عامر بن طفیل کے نام دیا یہ عامر بن طفیل عامر بن مالک کا بھتیجا تھا۔ حضرت حرام رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں پہنچے، اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم پیچھے

---

(۲۲) حضرت عاصم بن ثابت انصاری جلیل القدر صحابی تھے اور سابقین اولین میں سے تھے، غزوۂ بدر میں شرکت اور لیلۃ العقبہ میں بیعت کا شرف ان کو حاصل ہے، حالات کے لیے دیکھیے (الاصابۃ: ۲/ ۲۴۴)

(۲۳) طبقات بن سعد: ۲/ ۵۲ وسیرۃ ابن ہشام: ۳/ ۱۹۳۔ ۱۹۴

(۲۴) فتح الباری: ۷/ ۳۸۶

رہو، میں عامر بن طفیل کو خط دیتا ہوں، اگر مجھے اس نے امن دیدیا تو تم یہیں رہنا اور اگر مجھے قتل کردیا تو تم باقی ساتھیوں کے پاس چلے جانا۔ حضرت حرامؓ کو جیسا کہ آگے روایات میں تفصیل آرہی ہے شہید کردیا گیا اور بنی عامر کو باقی صحابہ کے قتل پر ابھارا، عامر بن طفیل کے چچا عامر بن مالک نے کہا میں نے ان حضرات کو امن دیا ہے لہٰذا ان کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے مگر عامر بن طفیل نے چچا کی بات نہیں مانی، تاہم بنو عامر نے کہا کہ جب ان کو امن دیا گیا ہے پھر غداری اور عہد شکنی نہیں ہونی چاہیئے۔ (۲۵) جب بنو عامر نے عامر بن طفیل کی بات نہیں مانی تو عامر نے رعل اور ذکوان سے مدد طلب کی، رعل اور ذکوان نے باوجود اس کے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کو بھیجنے کی درخواست کی تھی، عہد شکنی کی اور عامر بن طفیل کے ساتھ مل کر صحابہ کرام کو شہید کیا۔

صرف تین صحابہ بچے، ایک حضرت کعب بن زید انصاریؓ تھے، ان کے بارے میں یہ سمجھا گیا کہ یہ فوت ہوچکے ہیں حالانکہ وہ زندہ تھے، حضرت کعب بن زیدؓ بعد میں غزوۂ خندق کے موقع پر شہید ہوئے ہیں۔ دوسرے دو صحابہ میں ایک منذر بن محمدؓ تھے اور ایک عمرو بن امیہ ضمریؓ تھے، یہ دونوں مویشی چرانے جنگل گئے ہوئے تھے، اچانک انہیں آسمان میں پرندے اڑتے نظر آئے، پرندوں کو دیکھ کر یہ دونوں گھبرا گئے اور کہا کہ کوئی حادثہ ضرور پیش آیا ہے، جب قریب گئے تو دیکھا کہ تمام صحابہ شہید ہوگئے ہیں، دونوں نے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیئے، عمرو بن امیہ نے کہا کہ مدینہ چلیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبردیں، لیکن منذر بن محمد نے کہا، جہاں منذر بن عمرو (امیر جماعت) شہید کیے گئے وہاں سے میں کیوں بھاگوں؟ آگے بڑھے اور کفار سے لڑکر جام شہادت نوش فرمایا۔ عمرو بن امیہ کو لوگوں نے زندہ گرفتار کیا اور عامر بن طفیل کے حوالہ کیا، عامر نے ان کے سر کے بال کاٹے اور یہ کہہ کر ان کو آزاد کردیا کہ میری والدہ نے ایک غلام آزاد کرنیکی نذر مانی تھی یہ اس کی طرف سے آزاد ہے۔ (۲۶)

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ ایک ماہ تک رعل وذکوان کے حق میں قنوت نازلہ میں بددعا کرتے رہے، اس حادثہ سے آپ کو اس قدر صدمہ پہنچا کہ زندگی بھر اتنا صدمہ نہیں ہوا تھا۔ اب ذرا بخاری کی روایتیں دیکھ لو!

۳۸٦۰/۳۸٦۵ : حدثنا أَبُو مَعْمَرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ سَبْعِينَ رَجُلاً لِحَاجَةٍ ، يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ ، فَعَرَضَ

---

(۲۵) سیرۃ ابن ہشام: ۳/ ۱۹۴

(۲٦) دیکھیے تاریخ الطبری: ۲/ ۲۲۰ وسیرۃ ابن ہشام: ۳/ ۱۹۵

لَهُمْ حَيَّانِ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ ، رِعْلٌ وَذَكْوَانُ ، عِنْدَ بِئْرٍ يُقَالُ لَهَا بِئْرُ مَعُونَةَ ، فَقَالَ الْقَوْمُ : وَاللّٰهِ ما إِيَّاكُمْ أَرَدْنَا ، إِنَّمَا نَحْنُ مُجْتَازُونَ فِي حاجَةٍ لِلنَّبِيِّ ﷺ ، فَقَتَلُوهُمْ ، فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهِمْ شَهْرًا فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ ، وَذٰلِكَ بَدْءُ الْقُنُوتِ ، وَمَا كُنَّا نَقْنُتُ .

قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ : وَسَأَلَ رَجُلٌ أَنَسًا عَنِ الْقُنُوتِ : أَبَعْدَ الرُّكُوعِ ، أَوْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِنَ الْقِرَاءَةِ ؟ قَالَ : لَا ، بَلْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِنَ الْقِرَاءَةِ .

باب کی پہلی روایت میں غزوۂ رجیع کو بیان کیا گیا، اور باب کی دوسری روایت سے لے کر باب کے آخر تک کی تمام روایات غزوۂ بئرمعونہ سے متعلق ہیں۔

غزوۂ بئرمعونہ سے متعلق پہلی روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر آدمی کسی کام کے لیے بھیجے جن کو "قراء" کہا جاتا تھا، بنو سلیم کے دو قبیلے رعل اور ذکوان ان کے راستے میں ایک کنویں کے پاس جس کو "بئرمعونہ" کہا جاتا ہے آڑے آئے، صحابہؓ نے کہا تم ہمارا راستہ روکتے ہو، خدا کی قسم! ہم تمہارے ارادے سے نہیں آئے ہیں، ہم تو حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک کام سے جارہے ہیں، لیکن ان لوگوں نے صحابہ کو قتل کردیا، حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینے تک رعل اور ذکوان کے حق میں بددعا فرمائی اور یہیں سے قنوت نازلہ کا آغاز ہوا اس سے پہلے ہم قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے۔

حضرت عبدالعزیز بن صہیب کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت انسؓ سے سوال کیا کہ قنوت رکوع کے بعد ہے یا قرأت سے فارغ ہونے کے بعد رکوع سے پہلے ہے؟ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ "قرأت سے فارغ ہونے کے بعد رکوع سے پہلے ہے" اور ظاہر ہے کہ وتر کی قنوت رکوع سے پہلے ہی ہوتی ہے۔

(٣٨٦١) : حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ : حَدَّثَنَا قَتَادَةُ ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ : قَنَتَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوعِ ، يَدْعُو عَلَى أَحْيَاءٍ مِنَ الْعَرَبِ .

غزوۂ بئرمعونہ سے متعلق دوسری روایت بھی حضرت انسؓ سے مروی ہے البتہ یہاں قتادہ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں، اس میں ہے کہ رکوع کے بعد ایک مہینہ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت پڑھی، مراد قنوت نازلہ ہے، عرب کے چند قبائل کے لیے آپ اس میں بددعا فرمایا کرتے تھے۔

(٣٨٦٢) : حَدَّثَنِي عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ رِعْلًا وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ وَبَنِي لِحْيَانَ ، اسْتَمَدُّوا

رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى عَدُوٍّ ، فَأَمَدَّهُمْ بِسَبْعِينَ مِنَ الْأَنْصَارِ ، كُنَّا نُسَمِّيهِمُ الْقُرَّاءَ فِي زَمَانِهِمْ ، كَانُوا يَحْتَطِبُونَ بِالنَّهَارِ وَيُصَلُّونَ بِاللَّيْلِ ، حَتَّى كَانُوا بِبِئْرِ مَعُونَةَ قَتَلُوهُمْ وَغَدَرُوا بِهِمْ ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَنَتَ شَهْرًا يَدْعُو فِي الصُّبْحِ عَلَى أَحْيَاءٍ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ ، عَلَى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ وَبَنِي لِحْيَانَ ، قَالَ أَنَسٌ : فَقَرَأْنَا فِيهِمْ قُرْآنًا ، ثُمَّ إِنَّ ذَلِكَ رُفِعَ : بَلِّغُوا عَنَّا قَوْمَنَا أَنَّا لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا .

غزوۂ بئر معونہ سے متعلق تیسری روایت "سعید عن قتادۃ عن انس رضی اللہ عنہ" ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رعل، ذکوان، عصیہ اور بنی لحیان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمن کے خلاف مدد طلب کی تو آپ نے ستر انصار ان کی مدد کے لیے عنایت فرمائے جنہیں ہم "قراء" کہا کرتے تھے ان کے زمانے میں (یعنی اس زمانے میں جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بقید حیات تھے اور بڑے بڑے صحابہ بھی موجود تھے ان کو "قراء" کہا جاتا تھا) یہ لوگ دن میں لکڑیاں جمع کیا کرتے تھے (اور ان کو فروخت کرکے اپنی ضروریات پوری کیا کرتے تھے) اور رات میں نماز پڑھتے تھے۔"

یہاں روایت میں "بنولحیان" کا ذکر کردیا ہے حالانکہ بنولحیان کا تعلق غزوۂ رجیع سے ہے، اس لیے "بنولحیان" کے ذکر کو وہم قرار دیا گیا ہے کیونکہ یہ روایت غزوۂ رجیع سے نہیں غزوۂ بئر معونہ سے متعلق ہے۔ (۲۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ان قراء سبعین کے متعلق ہم نے قرآن کی آیت پڑھی لیکن پھر وہ آیت اٹھالی گئی (اور اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی....) وہ آیت ہے۔

بلغوا عنا قومنا، انا لقینا ربنا، فرضی عنا وارضانا

"ہماری طرف سے ہماری قوم (مسلمانوں) کو یہ اطلاع پہنچادیں کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کرلی ہے، سو وہ ہم سے راضی اور ہم اس سے راضی ہیں۔" اس آیت میں قراء سبعین کا قول نقل کیا گیا ہے

(۳۸۶۳) : وَعَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ حَدَّثَهُ : أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ قَنَتَ شَهْرًا فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ يَدْعُو عَلَى أَحْيَاءٍ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ ، عَلَى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ وَبَنِي لِحْيَانَ .

زَادَ خَلِيفَةُ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ، عَنْ قَتَادَةَ : حَدَّثَنَا أَنَسٌ : أَنَّ أُولٰئِكَ السَّبْعِينَ مِنَ الْأَنْصَارِ قُتِلُوا بِبِئْرِ مَعُونَةَ . قُرْآنًا : كِتَابًا . نَحْوَهُ .

---

(۲۷) دیکھیے فتح الباری: ج ۷ / ۳۸۷

اس روایت کی سند ماقبل کے ساتھ ملی ہوئی نہیں ہے، یہ علیحدہ ایک تعلیق ہے اس روایت کے بارے میں امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ میرے استاذ خلیفہ (بن خیاط) نے یہ اضافہ کیا کہ یزید بن زریع نے ہم سے بیان کیا کہ ان اولٰئک السبعین من الانصار قتلوا ببئر معونۃ "یہ ستر صحابہ جو بئر معونہ میں شہید کیے گئے تھے انصار میں سے تھے۔"

قرانا کتابا نحوہ: اوپر روایت میں حضرت انسؓ کا قول آیا تھا۔ وقرانا فیھم قرانا یہاں "قرانا کتابا" کہہ کر بتادیا کہ قرآن سے مراد کتاب اللہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ ان قراء کی شہادت کے بعد ان کے متعلق آیت نازل ہوئی تھی۔ (۲۸)

ان مذکورہ چاروں روایتوں میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت پڑھی ہے "عبدالعزیز عن انس" والی روایت میں اس کی تصریح ہے کہ یہ قنوت قبل الرکوع تھی اور "قتادہ عن انسؓ" والی روایت میں ہے کہ یہ قنوت بعد الرکوع تھی۔

دونوں روایتوں میں تطبیق واضح ہے کہ پہلی روایت میں جس قنوت کا ذکر ہے وہ قنوت وتر ہے اور دوسری روایت میں قنوت نازلہ مراد ہے اور قنوت نازلہ رکوع کے بعد ہوتی ہے، تیسری روایت میں "صلاۃ الصبح" کی تصریح ہے، آگے اسی باب میں ایک اور روایت آرہی ہے وہ فیصلہ کن درجہ میں ہے کہ فجر کی نماز میں قنوت صرف ایک مہینے تک پڑھی گئی اور وہ قنوت نازلہ تھی، اور اس کے علاوہ جو قنوت ہوا کرتی ہے وہ قنوت وتر کہلاتی ہے جو قبل الرکوع ہوتی ہے۔

(۳۸٦٤) : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ، عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ : حَدَّثَنِي أَنَسٌ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ خَالَهُ ، أَخًا لِأُمِّ سُلَيْمٍ ، فِي سَبْعِينَ رَاكِبًا ، وَكَانَ رَئِيسَ الْمُشْرِكِينَ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ ، خَيَّرَ بَيْنَ ثَلَاثِ خِصَالٍ ، فَقَالَ : يَكُونُ لَكَ أَهْلُ السَّهْلِ وَلِي أَهْلُ الْمَدَرِ ، أَوْ أَكُونُ خَلِيفَتَكَ ، أَوْ أَغْزُوكَ بِأَهْلِ غَطَفَانَ بِأَلْفٍ وَأَلْفٍ ؟ فَطُعِنَ عَامِرٌ فِي بَيْتِ أُمِّ فُلَانٍ ، فَقَالَ : غُدَّةٌ كَغُدَّةِ الْبَكْرِ ، فِي بَيْتِ امْرَأَةٍ مِنْ آلِ فُلَانٍ ، ائْتُونِي بِفَرَسِي . فَمَاتَ عَلَى ظَهْرِ فَرَسِهِ ، فَانْطَلَقَ حَرَامٌ أَخُو أُمِّ سُلَيْمٍ ، هُوَ وَرَجُلٌ أَعْرَجُ ، وَرَجُلٌ مِنْ بَنِي فُلَانٍ ، قَالَ : كُونَا قَرِيبًا حَتَّى آتِيَهُمْ فَإِنْ آمَنُونِي كُنْتُمْ ، وَإِنْ قَتَلُونِي أَتَيْتُمْ أَصْحَابَكُمْ ، فَقَالَ : أَتُؤْمِنُونَنِي

---

(۲۸) چنانچہ علامہ عینیؒ لکھتے ہیں:۔

"قرانا کتابا نحوہ" غرضہ تفسیر القرآن بالکتاب کما ذکرنا، قولہ "نحوہ" ای نحو روایۃ عبدالاعلی بن حماد عن یزید بن زریع الی آخرہ۔ (وانظر عمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۶۰)

أَبَلِّغُ رِسَالَةَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ : فَجَعَلَ يُحَدِّثُهُمْ ، وَأَوْمَؤُوا إِلَى رَجُلٍ ، فَأَتَاهُ مِنْ خَلْفِهِ فَطَعَنَهُ ، – قَالَ هَمَّامٌ أَحْسِبُهُ – حَتَّى أَنْفَذَهُ بِالرُّمْحِ ، قَالَ : اللّٰهُ أَكْبَرُ ، فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ ، فَلُحِقَ الرَّجُلُ ، فَقُتِلُوا كُلُّهُمْ غَيْرَ الْأَعْرَجِ ، كَانَ فِي رَأْسِ جَبَلٍ ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْنَا ، ثُمَّ كَانَ مِنَ الْمَنْسُوخِ : إِنَّا قَدْ لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا . فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهِمْ ثَلَاثِينَ صَبَاحًا ، عَلَى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَبَنِي لِحْيَانَ وَعُصَيَّةَ ، الَّذِينَ عَصَوُا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ ﷺ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ماموں کو جو ام سلیم کے بھائی تھے ستر سواروں میں بھیجا۔ مشرکین کا سردار عامر بن طفیل تھا یہ مدینہ منورہ آیا تھا اس نے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین باتوں میں سے ایک کا اختیار دیا تھا چنانچہ اس نے کہا۔

یکون لک اهل السهل ولی اهل المدر، او اکون خلیفتک، او اغزو باهل غطفان بالف والف

"دیہات پر آپ کی حکومت اور شہروں پر میری حکومت ہوگی یا آپ کے بعد آپ کا جانشین میں ہوں گا (اگر ان دونوں باتوں میں کوئی منظور نہیں تو) پھر غطفان کے ہزاروں لوگوں کو لے کر آپ سے جنگ کروں گا"۔

بالف والف

اس کا ایک مطلب تو یہ لیا جاتا ہے کہ ایک ہزار سوار ہوں گے اور ایک ہزار گھوڑے اور ایک مطلب یہ لیا جاتا ہے ایک ہزار گھوڑے سرخ ہوں گے اور ایک ہزار گھوڑے سرخ وسفید ہوں گے، اور ظاہر ہے کہ جب دو ہزار گھوڑے ہوں گے تو دو ہزار سوار بھی ہوں گے۔ (۲۹) مقصد یہ ہے کہ بڑی طاقتور فوج لے کر آپ سے جنگ کروں گا۔

فطعن عامر فی بیت ام فلان فقال: غدة کغدة البکر

"پھر عامر ام فلاں کے گھر میں طاعون میں مبتلا ہوا، کہنے لگا جیسے جوان اونٹ کے بدن میں بڑی گلٹی اور پھوڑا نکلتا ہے اس کے جسم میں بھی ایسا پھوڑا نکلا ہے۔"

فی بیت امراة من آل بنی فلان

یہاں تو وضاحت نہیں ہے لیکن اہل سیر نے روایت نقل کی ہے کہ آل سلول کی ایک عورت کے گھر میں اس کو طاعون کی گلٹی نکلی تھی۔ (۳۰) چنانچہ جب وہ مرنے کے قریب ہوگیا تو اس نے کہا "میرا گھوڑا

(۲۹) دیکھیے فتح الباری: ۷/ ۳۸۷۔ وعمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۲۱ (۳۰) فتح الباری: ۶/ ۳۸۷ وعمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۲۱

لاؤ (میں بستر پر نہیں مروں گا) اور سوار ہو کر گھوڑے کی پیٹھ پر ہی مرا۔ یہ روایت غزوۂ بئرمعونہ کے قصے سے متعلق ہے لیکن چونکہ بئرمعونہ میں شہید ہونے والے صحابہؓ کا اصل قاتل عامر بن طفیل تھا اس لیے جملہ معترضہ کے طور پر بیچ میں اس کا قصہ بیان کردیا گیا۔

فانطلق حرام۔اخوام سلیم۔وھو رجل اعرج ورجل من بنی فلان یہاں عبارت میں غلطی ہوگئی ہے، صحیح عبارت ہے: فانطلق حرام ھو ورجل اعرج ورجل من بنی فلان یہ "واو" "ھو" کے بعد ہے کیونکہ "وھو رجل اعرج" اگر پڑھیں گے تو دو خرابیاں لازم آئیں گی۔

❶ ایک یہ کہ اس صورت میں حضرت حرامؓ کا اعرج ہونا ثابت ہوگا حالانکہ حضرت حرام رضی اللہ عنہ اعرج نہیں تھے۔

❷ دوسری یہ کہ اس صورت میں ترجمہ ہوگا کہ ایک حضرت حرامؓ گئے جو کہ اعرج تھے اور ایک آدمی بنی فلاں میں سے گئے، حالانکہ جانے والے تین آدمی ہیں۔ ایک حضرت حرام بن ملحانؓ دوسرے رجل اعرج جن کا نام کعب بن زید بتایا گیا ہے اور تیسرے شخص منذر بن محمد تھے۔

چنانچہ آگے روایت میں حضرت حرامؓ کا قول "کونا قریبا" (تم دونوں قریب رہو) اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپؓ کے ساتھ دو آدمی اور تھے، نیز ایک دوسری روایت میں ہے۔ فانطلق حرام ورجلان معہ، رجل اعرج ورجل من بنی فلان اس لیے "واو" "ھو" کے بعد ہونا چاہیئے لیکن غلطی سے "واو" کو مقدم کردیا گیا۔ (۳۱)

آگے روایت میں وہی بات ہے کہ عامر بن طفیل کے پاس جب حضرت حرام بن ملحانؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لے کر پہنچے تو حضرت حرامؓ وہاں شہید کردیئے گئے اور رعل وذکوان اور عصیہ نے مل کر بئرمعونہ میں دیگر صحابہ کو بھی شہید کردیا۔

فلحق الرجل

❶ اس میں ایک صورت تو یہ ہے کہ "لحق" کو معروف پڑھا جائے اور "الرجل" سے مراد وہ کافر لیا جائے جس نے حضرت حرامؓ کو نیزہ مار کر شہید کیا اور پھر اپنے کافر ساتھیوں سے جا ملا یعنی "لحق الرجل بالمشرکین بعد قتل حرامؓ بن ملحان"

❷ دوسری صورت یہ ہے کہ "لحق الرجل" میں "الرجل" سے مراد حضرت حرامؓ کا رفیق ہو کہ وہ حضرت حرام رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد اپنے مسلمان ساتھیوں سے جا ملے یعنی "لحق الرجل

(۳۱) فتح الباری: ۷/ ۳۸۸، وعمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۷

بالمسلمین"

❸ تیسری صورت یہ ہے کہ "لحق" کو مجہول پڑھا جائے اور "الرجل" سے مراد حضرت حرامؓ ہوں اس صورت میں مطلب ہوگا کہ جب حضرت حرامؓ کو نیزہ مارا گیا تو آپ نے "اللہ اکبر، فزت، ورب الکعبة" کہہ کر انتقال فرمایا اور موت کی آغوش میں چلے گئے یعنی "لحق الرجل بالموت"

❹ ایک اور صورت ہے کہ "الرجْل" (جیم کے سکون کے ساتھ) "راجل" کی جمع ہو اور "رجل" سے مشرکین کی جماعت مراد لی جائے، اس صورت میں مطلب ہوگا۔ لحق الرجل المشرکون بالمسلمین فقتلوھم "یعنی مشرکین کی پیدل جماعت مسلمانوں کے ساتھ مل گئی اور ان کو شہید کردیا" ۔ (۲۲)

(٣٨٦٥) : حدَّثني حِبَّانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللّٰهِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قالَ : حَدَّثَني ثُمامَةُ بْنُ عَبْدِ ٱللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ : لَمَّا طُعِنَ حَرَامُ بْنُ مِلْحانَ ، وَكانَ خالَهُ ، يَوْمَ بِئْرِ مَعُونَةَ ، قالَ بِالدَّمِ هٰكَذا ، فَنَضَحَهُ عَلَى وَجْهِهِ وَرَأْسِهِ ، ثُمَّ قالَ : فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ . [ر : ٩٥٧ ، ٢٦٤٧]

اس روایت میں ہے کہ جب حضرت حرامؓ کو بئر معونہ کے موقع پر نیزہ مارا گیا۔

قال بالدم ھکذا' یعنی فعل بالدم ھکذا

خون کو انہوں نے اپنے چہرے اور سر پر مل لیا اور کہا کہ "فزت ورب الکعبة" حضرت حرامؓ نے اپنی مظلومیت کو اللہ کے سامنے ظاہر کرنے کے لیے اور خون آلود چہرے اور سر کے ساتھ اللہ کے دربار میں پیش ہونے کے لیے یہ صورت اختیار کی۔

٣٨٦٦/٣٨٦٧ : حدَّثنا عُبَيْدُ بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنا أَبُو أُسامَةَ ، عَنْ هِشامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْها قالَتْ : ٱسْتَأْذَنَ النَّبِيَّ ﷺ أَبُو بَكْرٍ في الخُرُوجِ حِينَ ٱشْتَدَّ عَلَيْهِ الأَذَى ، فَقالَ لَهُ : (أَقِمْ) . فَقالَ : يا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، أَتَطْمَعُ أَنْ يُؤْذَنَ لَكَ ، فَكانَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ يَقُولُ : (إِنِّي لَأَرْجُو ذٰلِكَ) . قالَتْ : فَٱنْتَظَرَهُ أَبُو بَكْرٍ ، فَأَتاهُ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ ذاتَ يَوْمٍ ظُهْرًا ، فَناداهُ فَقالَ : (أَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ) . فَقالَ أَبُو بَكْرٍ : إِنَّما هُما ٱبْنَتايَ ، فَقالَ : (أَشَعَرْتَ أَنَّهُ قَدْ أُذِنَ لِي في الخُرُوجِ) . فَقالَ : يا رَسُولَ ٱللّٰهِ الصُّحْبَةُ ، فَقالَ النَّبِيُّ ﷺ : (الصُّحْبَةُ)

(۲۲) دیکھیے فتح الباری: ۷/ ۴۸۸۔ وعمدة القاری: ۱۷/ ۱۸۲

قالَ : يَا رَسُولَ اللهِ ، عِنْدِي نَاقَتَانِ ، قَدْ كُنْتُ أَعْدَدْتُهُمَا لِلْخُرُوجِ ، فَأَعْطَى النَّبِيَّ ﷺ إِحْدَاهُمَا – وَهِيَ الجَدْعَاءُ – فَرَكِبَا ، فَانْطَلَقَا حَتَّى أَتَيَا الْغَارَ – وَهُوَ بِثَوْرٍ – فَتَوَارَيَا فِيهِ ، فَكَانَ عامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ غُلَامًا لِعَبْدِ اللهِ بْنِ الطُّفَيْلِ بْنِ سَخْبَرَةَ أَخِي عائِشَةَ لِأُمِّهَا ، وَكَانَتْ لِأَبِي بَكْرٍ مِنْحَةٌ ، فَكانَ يَرُوحُ بِهَا وَيَغْدُو عَلَيْهِمْ وَيُصْبِحُ ، فَيَدَّلِجُ إِلَيْهِمَا ثُمَّ يَسْرَحُ ، فَلَا يَفْطُنُ بِهِ أَحَدٌ مِنَ الرِّعاءِ ، فَلَمَّا خَرَجَ خَرَجَ مَعَهُمَا يُعْقِبَانِهِ حَتَّى قَدِمَا الْمَدِينَةَ ، فَقُتِلَ عامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ يَوْمَ بِئْرِ مَعُونَةَ .

(٣٨٦٧) : وَعَنْ أَبِي أُسامَةَ قالَ : قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ : فَأَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ : لَمَّا قُتِلَ الَّذِينَ بِبِئْرِ مَعُونَةَ ، وَأُسِرَ عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيُّ ، قالَ لَهُ عامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ : مَنْ هٰذَا ؟ فَأَشَارَ إِلَى قَتِيلٍ ، فَقَالَ لَهُ عمرُو بْنُ أُمَيَّةَ : هٰذَا عامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ ، فَقَالَ : لَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدَ ما قُتِلَ رُفِعَ إِلَى السَّمَاءِ ، حَتَّى إِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَى السَّماءِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْأَرْضِ ، ثُمَّ وُضِعَ ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ خَبَرُهُمْ فَنَعَاهُمْ ، فَقَالَ : (إِنَّ أَصْحَابَكُمْ قَدْ أُصِيبُوا ، وَإِنَّهُمْ قَدْ سَأَلُوا رَبَّهُمْ ، فَقَالُوا : رَبَّنَا أَخْبِرْ عَنَّا إِخْوَانَنَا بِمَا رَضِينَا عَنْكَ وَرَضِيتَ عَنَّا ، فَأَخْبَرَهُمْ عَنْهُمْ) . وَأُصِيبَ يَوْمَئِذٍ فِيهِمْ عُرْوَةُ بْنُ أَسْمَاءَ ابْنِ الصَّلْتِ فَسُمِّيَ عُرْوَةُ بِهِ ، وَمُنْذِرُ بْنُ عَمْرٍو سُمِّيَ بِهِ مُنْذِرًا . [ر : ٤٦٤]

حدثنا عبید بن اسماعیل حدثنا ابواسامة....

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق پر مکہ میں کفار کی جانب سے تکالیف اور ایذائیں سخت ہوگئیں تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ سے نکلنے اور ہجرت کرنے کی اجازت مانگی۔ یہ اس واقعہ کے بعد کا واقعہ ہے جب حضرت ابوبکرؓ مکہ سے نکلے تھے اور ابن الدغنہ آپ کو واپس لے کر آگئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا، "ٹھہرو، ابھی نہ جاؤ" حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ! کیا آپ کو اس بات کی امید ہے کہ اللہ کی طرف سے آپ کو مکہ سے نکلنے کی اجازت دی جائیگی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں مجھے امید ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ انتظار کرنے لگے، ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کے وقت حضرت ابوبکرؓ کے پاس گھر میں آئے اور فرمایا أَخْرِجْ أَخرِجْ من عندک

یہاں پہلے "أخرِج" ہے، اس کے بعد "أخرِج من عندک" ہے۔ لیکن حافظ اور عینی نے جو روایت نقل کی ہے اس میں صرف "أخرج من عندک" ہے (۳۳) اور یہی ظاہر ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ

(۳۳) دیکھیے فتح الباری: ۷/ ۲۸۹ حدیث نمبر ۳۰۹۲ وعمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۵۳ حدیث نمبر ۱۲۹۔

وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ آپ کے پاس ہیں، ان کو آپ نکالدیجئے اور اگر "أُخْرُجْ" والی روایت درست ہے تو کہا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ذرا باہر آؤ اور جو لوگ آپ کے پاس ہیں ان کو علیحدہ کردو" مقصد یہ تھا کہ ہماری بات کوئی اور آدمی نہ سن لے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ "حضرت! میرے پاس تو میری دو بیٹیاں ہیں" جو ہماری رازدار ہیں اور جن سے کسی بات کو چھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "آپ کو معلوم ہے کہ مجھے مکہ سے ہجرت کرنیکی اجازت دیدی گئی ہے" حضرت ابوبکرؓ نے کہا "الصحبة" یعنی میں رفاقت کی درخواست کرتا ہوں۔

پہلے بھی درخواست کر رکھی تھی اور پہلے سے یہ بات متعین تھی کہ ساتھ چلیں گے اور حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی واسطے بتانے آئے تھے کہ اب چلنا ہے لیکن ادب کی رو سے حضرت ابوبکرؓ نے دوبارہ درخواست پیش کی۔

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: الصحبة

"الصحبة" یا تو منصوب ہے یعنی اختر الصحبة اور یا مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور خبر اس کی محذوف ہے یعنی "لک الصحبة"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں، میں نے ان کو سفر کے لیے تیار کیا ہوا ہے چونکہ انتظار تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت ملے گی اور پھر ساتھ سفر کریں گے تو ایک اونٹنی آپ کے لیے اور ایک اونٹنی اپنے لیے انہوں نے تیار کی ہوئی تھی، چنانچہ ایک اونٹنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدی، یہاں نہیں ہے، دوسری جگہ آئے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس کی قیمت لے لو" حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قیمت کے قبول کرنے سے معذرت کی تو آپ نے اصرار کیا اور وجہ یہ تھی کہ آپ چاہتے تھے کہ ہجرت جیسا مقدس عمل اپنے خرچ اور ذاتی مال سے کیا جائے حضرت ابوبکرؓ کو تو چونکہ آپ کی خوشنودی مطلوب تھی اس لیے انہوں نے قیمت قبول کی۔

وهي الجدعاء

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں میں ایک اونٹنی کا نام "قصواء" آتا ہے بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے جو اونٹنی آپ کی خدمت میں پیش کی تھی وہی "ناقہ قصواء" تھی، (۱) لیکن

---

(۱) دیکھیے زاد المعاد: ۱/ ۱۳۴

یہاں روایت میں ہے کہ وہ "جدعاء" تھی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ "جدعاء" اس لیے تھی کہ اس کے کان کٹے ہوئے تھے۔ علامہ قسطلانی نے کہا کہ اس کے کان کٹے ہوئے نہیں تھے بلکہ اس کا نام ہی "جدعاء" تھا۔ چنانچہ اپنی اپنی اونٹنیوں پر دونوں رات کے وقت اندھیرے میں سوار ہوئے اور چلدیئے، جبل ثور کے ایک غار میں پہنچے اور دونوں حضرات اس میں چھپ گئے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے تحفظ کی غرض سے غار کے اندر روپوش ہوجانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اسباب کو اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے لیے حفاظت کا یہ طریقہ اختیار کیا چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں تین دن تک روپوش رہے۔ (۲)

مولانا قاسم نانوتویؒ کا جذبۂ اتباعِ سنت

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ان کی سوانح میں لکھا ہے کہ جب انگریزوں کے مقابلے میں ان حضرات نے جو جہاد کیا تھا اس میں ناکامی ہوئی تو انگریزوں نے کشت وخون کا بازار گرم کردیا، اس موقع پر انگریزوں نے ہزاروں علماء کو قتل کیا، چوراہوں پر ان کو سولی کے تختوں پر لٹکایا اور بعض کو خنزیر کی کھال میں زندہ سی کر زمین میں دفن کیا۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تو انگریزوں کے خلاف شمشیر برہنہ تھے اور انہوں نے عملی طور پر ان کے خلاف قتال اور جہاد کیا تھا، ان کی گرفتاری کے لیے انگریز نے کوشش شروع کی، لوگوں نے مولانا کو مشورہ دیا کہ آپ روپوش ہوجائیں چنانچہ لوگوں کے بہت اصرار پر مولانا نے صرف تین دن روپوشی اختیار کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تین دن کی ہے، اور تین دن کے بعد وہ پھر باہر آگئے، لوگ بہت اصرار کرتے تھے اور روپوشی کے جواز میں کوئی اشکال ہی نہیں تھا، لیکن اس کے باوجود اتباع سنت کا غلبہ اتنا تھا کہ انہوں نے تین دن سے زیادہ روپوشی کو برداشت نہیں کیا۔

ایک مرتبہ حکومت کو اطلاع دی گئی کہ مولوی قاسم صاحب فلاں جگہ موجود ہیں گرفتاری کے لیے سرکاری کارندے آگئے اور مولانا بھی مل گئے لیکن اللہ تعالی نے کیا جرأت عطا فرمائی تھی اور کیا حوصلہ اور دلیری ان کو ملی تھی کہ وہ اہلکار جب گرفتار کرنے کے لیے پہنچے تو چونکہ وہ مولانا کی شکل وصورت سے تو واقف تھے نہیں، اس لیے مولانا ہی سے آکر پوچھا کہ "مولوی قاسم کہاں ہیں؟" مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی جگہ سے ایک دو قدم آگے بڑھے اور فرمایا کہ ابھی تو یہاں تھے، وہ سمجھے کہ کسی دوسرے آدمی کے لیے یہ کہہ رہے ہیں اور اس دوسرے آدمی کو نہ پاکر وہ اہلکار ناکام واپس ہوئے اور اس طرح مولانا گرفتاری سے بچ گئے۔

(۲) ہجرت کے متعلق تفصیلات کے لیے دیکھیے ابواب الہجرہ بخاری جلد اول ص ۵۵۱

ایک مرتبہ مولانا دیوبند کے قریب اپنے کھیتوں میں ایک مکان میں مقیم تھے، اطلاع ہوگئی کہ مولانا فلاں جگہ موجود ہیں، گرفتار کرنے والا عملہ پہنچ گیا، مولانا موجود تھے، ملاقات ہوئی، ان لوگوں نے کہا کہ مولوی قاسم صاحب کہاں ہیں؟ مولانا قاسم نانوتویؒ نے فرمایا کہ "مولوی قاسم صاحب سے ملتے رہنا، بیٹھو چائے پیو، جلدی کس بات کی ہے۔" انہیں بٹھایا اور ان کی خاطر مدارات کی، وہ لوگ سمجھے کہ یہ شخص اس قدر بے جھجک ہم سے مل رہا ہے اور ہماری تواضع بھی کررہا ہے تو یقیناً یہ کوئی دوسرے آدمی ہے اور مولانا کوئی دوسرے آدمی ہوں گے، اس طرح وہ اٹھ کر چلے گئے اور مولانا گرفتار ہونے سے بچ گئے۔

بات مولانا قاسم نانوتوی کی اتباع سنت کی ہورہی تھی، حدیث میں آتا ہے کہ اگر کسی کو بخار ہوجائے تو وہ نہر میں جائے اور صبح سویرے پانی کے بہاؤ کے رخ پر کھڑے ہوکر غسل کرے تو چند مقررہ دنوں تک ایسا کرنے سے بخار سے افاقہ ہوجائے گا، مولانا کو جب بھی بخار آتا تھا تو باوجود اس کے کہ دیوبند کے قریب میں نہر نہیں تھی لیکن مولانا کئی میل دور جاکر نہر میں غسل کرتے تھے اور شفایاب ہوتے تھے کہ حدیث شریف میں یہ علاج بتایا گیا ہے لیکن یہ ہر ایک کا کام نہیں ہے، بلکہ یہ پختہ درجے کے یقین کی بات ہے وہ یقین اللہ سبحانہ وتعالی کسی کو عطا فرمادیں تو اس کے مطابق ثمرات اور آثار بھی ظاہر ہوتے ہیں۔

فکان عامر بن فهيرة غلاماً لعبد الله بن الطفيل

عامر بن فہیرہ عبداللہ بن طفیل بن سخبرہ کے غلام تھے۔ یہاں یہی نقل کیا گیا ہے لیکن رجال کی کتابوں میں عام طور پر یہ لکھا ہے کہ یہ عبداللہ بن طفیل نہیں ہیں بلکہ طفیل بن عبداللہ ہیں یہاں قلب ہوگیا ہے۔ (۴) یہ عبداللہ بن سخبرہ حضرت عائشہؓ کی والدہ حضرت ام رومان کے پہلے شوہر تھے، عبداللہ بن سخبرہ حضرت ابوبکرؓ کے حلیف تھے جب ان کا انتقال ہوگیا تو ام رومان سے حضرت ابوبکرؓ نے شادی کی، ان سے حضرت عائشہؓ اور حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ پیدا ہوئے۔ طفیل بھی ام رومان کے بطن سے پیدا ہوئے لیکن وہ پہلے شوہر عبداللہ بن سخبرہ کے بیٹے ہیں تو اس طرح طفیل حضرت عائشہؓ کے ماں شریک بھائی ہیں، عامر بن فہیرہ طفیل بن عبداللہ کے غلام تھے، حضرت ابوبکرؓ نے ان کو خرید لیا تھا اور پھر آزاد کردیا تھا، حضرت ابوبکرؓ کے یہاں دودھ والی اونٹنی تھی، عامر بن فہیرہ اس اونٹنی کو چرانے کے لیے شام کو جنگل کی طرف لے جایا کرتے تھے، رات بھر جنگل میں رہ کر صبح کو مکہ میں واپس لایا کرتے تھے، آخر شب میں اونٹنی سے دودھ نکال کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے پاس لے جاتے اور ان کو دودھ پلا کر واپس ہوتے، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین دن کے بعد غار ثور سے نکلے اور مدینہ کے لیے روانہ ہوئے تو عامر بن فہیرہ بھی سفر ہجرت میں ساتھ تھے اور یہ دونوں حضرات اپنی اپنی اونٹنیوں پر ان کو یکے بعد دیگرے بٹھایا کرتے تھے،

(۴) فتح الباری: ۷/ ۲۹۰

حضرت ابوبکر صدیقؓ ظاہر ہے کہ ان کو مستقل طور پر اپنی اونٹنی پر بٹھانے کے لیے راضی تھے مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ مجھے بھی اس کا اجر ملنا چاہیئے یہاں تک کہ تینوں حضرات مدینہ پہنچ گئے۔

فقتل عامر بن فهيرة يوم بئر معونة

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اصل مقصد یہی جملہ ہے کہ غزوۂ بئر معونہ میں حضرت عامر بن فہیرہ شہید کیے گئے تھے باقی ہجرت کے قصے کا تعلق غزوۂ بئر معونہ سے نہیں ہے۔

وعن ابی اسامة قال: قال هشام بن عروة فاخبرنی ابی قال: لما قتل الذين ببئر معونة.... الخ

یہ ماقبل کی سند کے ساتھ ہے لیکن اس کو علیحدہ ذکر اس لیے کیا کہ آگے جو واقعہ بیان کیا جارہا ہے اس میں بئر معونہ کا ذکر ہے اور ماقبل میں جو واقعہ بیان کیا گیا اس میں صرف ہجرت کا ذکر ہے، حضرت عامر بن فہیرہ ہجرت کے واقعہ میں بھی شریک تھے اور بئر معونہ کے واقعہ میں بھی۔ البتہ پہلی روایت موصولہ تھی اور یہ روایت مرسلہ ہے، یہاں ہشام بن عروہ حضرت عروہ سے نقل کررہے ہیں اور حضرت عروہ تابعی ہیں، صحابی کا واسطہ ذکر نہیں کیا گیا، ان دونوں روایتوں کے اس فرق کو بھی ظاہر کرنا مقصود تھا اس لیے علیحدہ طور پر "وعن ابی اسامة" سے سند کو ذکر کیا، حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ جب بئر معونہ میں ستّر قراء شہید کردیئے گئے اور عمرو بن امیہ ضمری قید کرلیے گئے، عامر بن طفیل نے ایک قتیل کی طرف اشارہ کرکے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا یہ حضرت عامر بن فہیرہؓ ہیں، عامر بن طفیل نے کہا۔

لقد رايته بعد ما قتل رفع الى السماء حتى انى لانظر الى السماء بينه وبين الارض، ثم وضع

"میں نے انہیں دیکھا جب یہ قتل کردیئے گئے تو ان کی لاش آسمان کی طرف اٹھائی گئی، یہاں تک کہ میں آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا کہ لاش اس کے اور زمین کے درمیان معلق ہے، پھر وہ لاش زمین پر رکھ دی گئی۔"

یہاں بخاری کی روایت میں ہے کہ وہ لاش زمین پر رکھ دی گئی، لیکن بعض اہل سیر نے نقل کیا ہے کہ وہ لاش پھر زمین کی طرف نہیں آئی۔ (۵)

واصيب فيهم يومئذ عروة بن اسماء بن الصلت فسمی عروة به ومنذر بن عمرو سمی به منذر

عروہ بن اسماء بن الصلت ان قراء سبعین میں شہید ہوئے تھے تو عروہ بن زبیر کا نام اسی عروہ بن اسماء کے نام پر رکھا گیا (اس لیے کہ بزرگوں کے نام پر بچوں کا نام تبرکاً رکھتے ہیں لیکن ایک نکتہ اور بھی ہے کہ وہ عروہ بن اسماء بن الصلت تھے اور حضرت عروہ کی والدہ کا نام بھی "اسماء بنت ابی بکر" تھا، ان کے والد کا نام اسماء تھا اور ان کی والدہ کا نام اسماء ہے) اسی طرح شہداء میں ایک منذر بن عمرو بھی تھے حضرت زبیرؓ

---

(۵) دیکھیے السیرۃ الحلبیۃ: ۱۶۳/۳ سریۃ القراء الی بئر معونۃ

کا ایک اور بیٹا ہوا انہوں نے اس کا نام (ان شہید کے نام پر) منذر رکھا۔

٣٨٦٨/٣٨٧٠ : حدَّثنا مُحَمَّدٌ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ : أَخْبَرَنَا سُلَيْمانُ التَّيْمِيُّ ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : قَنَتَ النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا ، يَدْعُو عَلَى رِعْلٍ وَذَكْوانَ وَيَقُولُ : (عُصَيَّةُ عَصَتِ اللهَ وَرَسُولَهُ).

(٣٨٦٩) . حدَّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنا مالِكٌ ، عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ قالَ : دَعا النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الَّذِينَ قَتَلُوا – يَعْنِي أَصْحابَهُ – بِبِئْرِ مَعُونَةَ ثَلَاثِينَ صَباحًا ، حِينَ يَدْعُو عَلَى رِعْلٍ وَلَحْيَانَ : (وَعُصَيَّةَ عَصَتِ اللهَ وَرَسُولَهُ ﷺ) . قالَ أَنَسٌ : فَأَنْزَلَ اللهُ تَعالَى لِنَبِيِّهِ ﷺ فِي الَّذِينَ قُتِلُوا – أَصْحابَ بِئْرِ مَعُونَةَ – قُرْآنًا قَرَأْنَاهُ حَتَّى نُسِخَ بَعْدُ : بَلِّغُوا قَوْمَنَا فَقَدْ لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَرَضِينَا عَنْهُ .

(٣٨٧٠) : حدَّثنا مُوسَى بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ : حَدَّثَنَا عاصِمٌ الْأَحْوَلُ قالَ : سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ الْقُنُوتِ فِي الصَّلَاةِ ؟ فَقَالَ : نَعَمْ ، فَقُلْتُ : كانَ قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ؟ قالَ : قَبْلَهُ ، قُلْتُ : فَإِنَّ فُلانًا أَخْبَرَنِي عَنْكَ أَنَّكَ قُلْتَ بَعْدَهُ ، قالَ : كَذَبَ ، إِنَّمَا قَنَتَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا : إِنَّهُ كانَ بَعَثَ نَاسًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ ، وَهُمْ سَبْعُونَ رَجُلًا ، إِلَى نَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ، وَبَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَهْدٌ قِبَلَهُمْ ، فَظَهَرَ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَهْدٌ ، فَقَنَتَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا يَدْعُو عَلَيْهِمْ . [ر : ٩٥٧ ، ٢٦٤٧]

قنوت فی الصلاۃ کے بارے میں یہ وہ فیصلہ کن روایت ہے جس کا ذکر ماقبل میں آیا تھا، اس میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد قنوت صرف ایک مہینہ تک پڑھی جس میں آپؐ ان مشرک قبائل کے حق میں بددعا کیا کرتے تھے جنہوں نے بئرمعونہ میں ستر صحابہ کو شہید کیا تھا۔ (قنوت کے متعلق فقہی اختلاف کے لیے کتاب الصلوۃ کی مراجعت فرمائیں۔)

باب : غَزْوَةُ الخَنْدَقِ ، وَهْيَ الأَحْزَابُ .

قالَ مُوسٰى بْنُ عُقْبَةَ : كانَتْ فِي شَوَّالٍ سَنَةَ أَرْبَعٍ .

۳۸۷۱ : حدّثنا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قالَ : أَخْبَرَنِي نَافِعٌ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَرَضَهُ يَوْمَ أُحُدٍ ، وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً ، فَلَمْ يُجِزْهُ ، وَعَرَضَهُ يَوْمَ الخَنْدَقِ ، وَهُوَ ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً ، فَأَجَازَهُ . [ر : ۲۵۲۱]

غزوۂ خندق

حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہود کے قبیلۂ بنونضیر کو مدینہ منورہ سے نکالا تو اس قبیلہ کی ایک جماعت جاکر خیبر میں آباد ہوئی اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف ہوگئی۔

مسلمانوں کو جب غزوۂ احد میں شکست ہوئی تو ان یہودیوں کو سازش کا بڑا اچھا موقع ملا، چنانچہ ان کے سرداروں میں سے حیی بن اخطب، سلام بن ابی الحقیق، کنانہ بن الربیع مکہ معظمہ گئے اور قریش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا، کنانہ بن ربیع نے جاکر بنی غطفان کے لوگوں سے کہا کہ خیبر کے نخلستانوں کی سالانہ کھجوروں میں سے نصف حصہ ہم تم کو دیا کریں گے بشرطیکہ تم مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے تیار ہوجاؤ۔ اس لالچ میں آکر یہ لوگ بھی جنگ پر آمادہ ہوگئے، بنواسد بنوغطفان کے حلیف تھے، بنوغطفان نے ان کو ساتھ دینے کے لیے کہا، وہ بھی تیار ہوگئے، اسی طرح بنو سلیم اور بنو سعید بھی تیار ہوگئے۔ (۱۰) چنانچہ یہ دس ہزار کے قریب ایک لشکر جرار تیار ہوگیا اور مدینہ کی طرف روانہ ہوا، اس میں قریش کے چار ہزار آدمی تھے، ان کے پاس تین سو گھوڑے اور ایک ہزار پانچ سو اونٹ تھے، ابوسفیان پورے لشکر کی قیادت کررہا تھا اور احد کے قریب جاکر انہوں نے پڑاؤ ڈالا۔ (۱۱)

حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا، مدینہ منورہ کے تین اطراف میں مکانات اور نخلستان تھے، ادھر سے حملہ کرنا تو کفار کے لیے مشکل تھا، صرف شام کی جانب والا حصہ کھلا ہوا تھا اور دشمن کو اسی طرف سے

---

(۱۰) دیکھیے الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۲۲۔ وطبقات ابن سعد: ۲/ ۶۵، وزادالمعاد ۳/ ۲۷۰ (۱۱) طبقات ابن سعد: ۲/ ۶۶

حملہ کرنا تھا چنانچہ آپ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے کو قبول کیا اور اس جانب خندق کھودنے کا آغاز ہوگیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین ہزار صحابہ خندق کی کھدائی میں شریک ہوئے، آپؐ نے خود اس کے حدود قائم فرمائے اور خط کھینچ کر دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم کی، خندق کا عمق پانچ گز کے قریب رکھا گیا اور اس کی لمبائی تقریباً ساڑھے تین میل تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود خندق کھودنے میں شریک تھے، انصار و مہاجرین سب ملکر رجزیہ اشعار پڑھتے اور اپنے اپنے حصہ کی کھدائی میں لگے رہتے، بعض صحابہ جب اپنے حصہ سے جلد فارغ ہوگئے تو وہ دوسرے صحابہ کے ساتھ ان کے حصے میں شریک ہوگئے۔ (۱۲) اس طرح ابن سعد کے بیان کے مطابق چھ دن میں یہ خندق تیار ہوئی (۱۳) اس میں اور بھی روایتیں ہیں، بعض کے نزدیک پندرہ دن، بعض کے نزدیک بیس دن ایک روایت میں چوبیس دن اور ایک روایت میں ایک ماہ کا عرصہ بھی بتایا گیا ہے۔ علامہ سمہودی فرماتے ہیں کہ اصل میں خندق کھودنے میں تو صرف چھ دن لگے تھے البتہ کل مدت حصار بیس دن ہے۔ (۱۴)

یہ سخت سردی کا موسم تھا، تیز ٹھنڈی ہواؤں کے جھکڑ چل رہے تھے اور قحط کا زمانہ تھا، کئی دن مسلمان فاقے سے رہے، خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم مبارک پر پتھر بندھے ہوئے تھے لیکن اسلام کے لیے قربانی کا ایک جذبہ تھا جس کی وجہ سے دنیا کی ہر تکلیف کو اسلام کی خاطر برداشت کرنا ان کے لیے آسان تھا۔

مسلمان خندق کھود کر فارغ ہوئے تو کفار کا لشکر پہنچ گیا اور احد کے قریب آکر کفار نے پڑاؤ ڈالا، مسلمان کوہ سلع کے قریب جاکر ٹھہرے، عورتوں اور بچوں کو محفوظ قلعوں میں بھیجنے کا حکم دیا گیا اور چند صحابہ کو ان کی حفاظت پر مامور فرمایا۔ (۱۵)

لشکر کفار نے آکر جب خندق دیکھی، اس چیز سے ان کو پہلے کبھی واسطہ نہیں پڑا تھا اس لیے ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ کیسے حملہ کیا جائے، صرف ایک صورت تھی تیراندازی کی، چنانچہ دونوں طرف سے تیراندازی ہوتی رہی اسی تیراندازی میں حضرت سعد بن معاذؓ زخمی ہوئے تھے جس کی وجہ سے وہ بعد میں انتقال فرماگئے تھے۔

یہ سلسلہ بیس دن تک اور بعض کے نزدیک ایک ماہ تک جاری رہا، کفار نے کئی تدبیریں سوچیں

---

(۱۲) ابن اثیر نے لکھا ہے کہ خندق کی کھدائی کی تقسیم کے وقت مہاجرین اور انصار میں حضرت سلمان فارسیؓ کے بارے میں اختلاف ہوگیا، ہر فریق ان کو اپنے ساتھ ملانے پر مصر تھا، مہاجرین کا دعوی تھا کہ وہ مہاجر ہیں لہذا ان کو ہمارے ساتھ ہونا چاہیے، انصار ان کو انصاری کہہ کر اپنے ساتھ رکھنا چاہ رہے تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "سلمان منا اهل البيت" سلمان ہم اہل بیت میں سے ہیں۔ (دیکھیے الکامل للابن اثیر: ۲/ ۱۲۲)

(۱۳) دیکھیے طبقات ابن سعد: ۲/ ۶۷ (۱۴) سیرۃ مصطفی: ۲/ ۱۱۳۔ بحوالہ زرقانی: ۲/ ۱۱۰۔ (۱۵) دیکھیے سیرۃ ابن ہشام: ۳/ ۲۳۱

لیکن کوئی کارگر نہ ہوئی، بالآخر ایک دن انہوں نے مشورہ کیا کہ آج مل کر ایک عام اور سخت حملہ کیا جائے۔ چنانچہ کفار نے ایک زبردست حملہ کیا تیروں اور پتھروں کی بارش کردی اور عرب کے مشہور پہلوان عمرو بن عبدود اور اس کے ساتھ عکرمہ بن ابی جہل، نوفل بن عبداللہ اور ضرار بن خطاب وغیرہ نے ایک جگہ سے خندق عبور کرکے مسلمانوں کو دعوت مبارزت دی، عمرو بن عبدود بدر میں زخمی ہوا تھا اور اس نے قسم کھائی تھی کہ جب تک مسلمانوں سے انتقام نہ لے لوں اس وقت تک سر میں تیل نہیں لگاؤں گا، عمرو بن عبدود کے مقابلے میں حضرت علیؓ نکلے (۱۶) عمرو نے کہا تم چھوٹے ہو، ابھی تمہیں زندگی کی کچھ بہاریں دیکھنی ہیں، اس لیے واپس چلے جاؤ، کسی بڑے آدمی کو میرے مقابلہ میں لاؤ میں تمہارے قتل کو پسند نہیں کرتا، حضرت علیؓ نے فرمایا "لیکن میں تو تمہارے قتل کو پسند کرتا ہوں" اس کی وجہ سے عمرو طیش میں آگیا اور گھوڑے سے اتر کر حضرت علیؓ پر وار کیا، حضرت علیؓ نے اس کا وار سپر سے روکا لیکن پیشانی پر زخم آیا، جواب میں حضرت علیؓ نے وار کیا، پہلے ہی وار میں اس کو جہنم رسید کیا اور نعرۂ تکبیر بلند کرکے فتح کا اعلان کیا۔ (۱۷) عمرو کی موت دیکھ کر اس کے ساتھ آنے والے باقی لوگ بھاگے، نوفل بن عبداللہ بھاگتے ہوئے خندق میں جاگرا، حضرت علیؓ نے اتر کر اس کا بھی کام تمام کیا۔ (۱۸) یہ دن بڑا سخت تھا، پورے دن تیراندازی ہوتی رہی، کفار تیروں اور پتھروں کا مینہ برسا رہے تھے، اس دن آپ سے مسلسل چار نمازیں قضا ہوئیں۔

محاصرہ بدستور جاری رہا کہ ایک دن نعیم بن مسعود اشجعیؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! میں ایمان لاچکا ہوں میری قوم کو میرے ایمان لانے کا علم نہیں، اگر آپ اجازت دیں تو میں کوئی تدبیر کروں، آپ نے اجازت دی اور فرمایا کہ "فان الحرب خدعة" "لڑائی تو حیلہ اور تدبیر ہی کا نام ہے (۱۹)" نعیم بن مسعود اشجعیؓ قبیلہ بنی غطفان کے سردار تھے، قریش اور یہود دونوں کا ان پر اعتماد تھا،

---

(۱۶) ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جب عمرو نے مسلمانوں کو دعوت مبارزت دی تو حضرت علیؓ کھڑے ہوکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگنے لگے کہ میں مقابلہ کے لیے جاتا ہوں، آپ نے فرمایا "یہ عمرو ہے" مقصد یہ تھا کہ آپ کم سن ہیں اور وہ مشہور اور تجربہ کار پہلوان ہے، اس نے دوبارہ مسلمانوں کو للکارا، حضرت علیؓ دوبارہ کھڑے ہوئے اور آپ سے اجازت چاہی، آپ نے دوبارہ وہی بات فرمائی، تیسری بار جب عمرو نے مقابلہ کی دعوت دی، تو حضرت علیؓ کھڑے ہوئے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ عمرو ہے" حضرت علیؓ نے کہا اگرچہ عمرو ہے تاہم میں اس کا مقابلہ کرنا چاہتا ہوں، آپؐ نے اجازت دیدی، حضرت علیؓ گئے اور اس کا کام تمام کرکے آئے (دیکھیے البدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۱۰۶)

(۱۷) دیکھیے الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۲۴

(۱۸) دیکھیے البدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۱۰۷۔ البتہ ابن سعد نے طبقات (۲/ ۶۸) میں لکھا ہے کہ حضرت زبیر بن العوامؓ نے نوفل پر تلوار سے حملہ کرکے اس کے دو ٹکڑے کردیئے تھے ممکن ہے حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ دونوں نے اس کو قتل کیا ہو۔

(۱۹) دیکھیے سیرۃ ابن ہشام: ۳/ ۲۴۰۔ وزاد المعاد: ۳/ ۲۷۳

انہوں نے یہودیوں اور قریش میں پھوٹ ڈالنے کی ایک عجیب تدبیر کی اس طرح کہ پہلے یہود بنی قریظہ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ تم لوگ لڑائی میں شریک تو ہوگئے ہو لیکن تم نے سوچا بھی ہے کہ اگر جنگ میں شکست ہوئی تو قریش اور غطفان کے لوگ تو اپنے گھروں کو چلے جائیں گے لیکن تم کہاں جاؤ گے، تمہارا واسطہ تو یہیں مدینے میں مسلمانوں کے ساتھ ہی رہے گا، اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا؟ بنی قریظہ نے کہا پھر کیا کرنا چاہیئے؟ حضرت نعیم بن مسعودؓ نے کہا کہ پہلے اطمینان کرلو، قریش اور غطفان کے چند آدمی اپنے پاس رہن رکھو، اگر وہ رہن میں اپنے آدمی آپ کے پاس رکھوادیں تو جنگ میں شرکت کرو ورنہ نہیں، بنی قریظہ کو ان کی یہ بات پسند آئی اور سب نے کہا کہ قریش سے آدمیوں کے رہن رکھنے کا مطالبہ کرنا چاہیئے، حضرت نعیمؓ وہاں سے پھر قریش کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ یہود مسلمانوں کے ساتھ جنگ پر پشیمان ہوچکے ہیں اور انہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پیغام بھیجا ہے کہ اگر ہم قریش اور غطفان کے کچھ سردار گرفتار کرکے آپ کے حوالے کردیں تو کیا آپ راضی ہوجائیں گے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے رضامندی ظاہر کردی ہے، چنانچہ اب یہودیوں کا ارادہ ہے کہ تم سے رہن میں کچھ آدمی طلب کریں گے اور ان کو مسلمانوں کے حوالے کردیں گے۔ (۲۰)

قریش اور غطفان نے عکرمہ بن ابی جہل کو بنی قریظہ کے پاس بھیجا کہ جنگ کا محاصرہ کافی طویل ہوگیا ہے اب تم باہر نکلو تاکہ مل کر حملہ کریں، عکرمہ وہاں گئے تو انہوں نے کہا کہ ہم جنگ میں اس وقت شرکت کریں گے جب تم اپنے کچھ آدمی ہمارے پاس بطور رہن رکھدو تاکہ ہمیں تمہاری طرف سے اطمینان ہوجائے اور کہیں تم ہمیں تنہا چھوڑ کر بھاگ نہ نکلو، اس جواب سے نعیم بن مسعودؓ کی بات کی صداقت کا قریش اور غطفان کو یقین ہوگیا کہ انہوں نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے، انہوں نے جواب دیا کہ ہم رہن میں اپنے آدمی نہیں رکھوا سکتے اگر جنگ لڑنی ہے تو آجاؤ، اس طرح احزاب کفار میں پھوٹ پڑگئی اور ان کے درمیان اختلافات پیدا ہوگئے۔

اس کے ساتھ ساتھ اللہ جل شانہ نے ایک تیز آندھی بھیجی جس نے لشکر کفار کے تمام خیمے اکھاڑ دیئے، ان کی طنابیں ٹوٹ گئیں، ہانڈیاں اور دیگر سازوسامان بکھر گیا جس کی وجہ سے کفار بدحواس ہوئے، گھبرا گئے اور بالآخر ابوسفیان نے اعلان کیا کہ بنوقریظہ نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے، ہمارے جانور ہلاک ہوگئے، آندھی نے ہمارے خیمے اور ان کی طنابیں اکھاڑ دیں لہذا فوراً واپس چلو، یہ کہتے ہی ابوسفیان اونٹ پر سوار ہوگیا اور اس طرح قریش اور دوسرے سب لوگ روانہ ہوگئے۔ (۲۱)

صبح ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ کہتے ہوئے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے لاالہ الااللہ

---

(۲۰) دیکھیے البدایۃ والنہایۃ: ۴/ ۱۱۱-۱۱۲ وسیرۃ ابن ہشام: ۳/ ۲۴۰ (۲۱) دیکھیے طبقات ابن سعد: ۲/ ۶۹

وحدہ لاشریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر، آئبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون، صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ یہ بدھ کا دن تھا اور ذی قعدہ کی ۲۳ تاریخ تھی۔ (۲۲)

اس غزوہ میں چھ مسلمانوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔ ❶ حضرت سعد بن معاذؓ ❷ حضرت عبداللہ بن سہلؓ ❸ حضرت انس بن اوسؓ ❹ حضرت طفیل بن نعمانؓ ❺ حضرت کعب بن زیدؓ ❻ حضرت ثعلبہ بن عنمہؓ

کفار کے تین آدمی قتل ہوئے۔ ❶ عمرو بن عبدود ❷ نوفل بن عبداللہ ❸ عثمان بن منبہ (۲۳) غزوۂ خندق میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب بنایا تھا۔ (۲۴) اس غزوہ میں مسلمانوں کا شعار (علامتی لفظ) "حٰمٓ،لاینصرون" تھا۔ (۲۵)

حضرت حسان بن ثابتؓ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ غزوۂ خندق میں اس قلعہ کی حفاظت پر مامور تھے جس میں عورتیں تھیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہؓ نے ایک یہودی کو قلعہ کے اردگرد چکر لگاتے دیکھا تو حضرت حسان سے کہا کہ اس کو قتل کردو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ہماری مخبری کردے، حضرت حسانؓ نے اس کو قتل کرنے سے معذرت کی، حضرت صفیہؓ خود خیمہ کی ایک لکڑی اٹھا کر اس یہودی کے تعاقب میں گئیں، اس کے سر پر وہ لکڑی مار کر اس کا کام تمام کیا اور آکر حضرت حسان سے کہا کہ اب اس کے ہتھیار تو اتار لاؤ، حضرت حسانؓ نے اس سے بھی معذرت کی اور کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ (۲۶)

لیکن علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں، ایک تو اس لیے کہ یہ منقطع الاسناد ہے اور دوسرے اس لیے کہ حضرت حسانؓ شعراء قریش کی مذمت میں شعر کہتے تھے اور جواب میں وہ بھی اشعار کہتے تھے تو حضرت حسانؓ اگر اتنے ہی بزدل تھے تو ان کے مخالف شعراء اشعار میں ان کی اس بزدلی کا ذکر ضرور کرتے جبکہ ان کے خلاف کہے گئے اشعار میں ان کی بزدلی کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔ (۲۷)

غزوۂ خندق کی تاریخ وقوع میں اختلاف

غزوۂ خندق کے بارے میں ابن اسحاق، قتادہ اور عام اہل سیرومغازی کی رائے یہ ہے کہ یہ سن ۵

---

(۲۲) طبقات بن سعد: ۲/ ۷۰ (۲۳) طبقات بن سعد: ۲/ ۷۰۔ وکامل ابن اثیر: ۲/ ۱۲۲

(۲۴) البدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۱۰۲ (۲۵) سیرۃ ابن ہشام: ۳/ ۲۲۷۔ نیز دیکھیے زادالمعاد: ۳/ ۲۷۳

(۲۶) دیکھیے سیرۃ ابن ہشام: ۳/ ۲۲۹ (۲۷) دیکھیے الروض الانف: ۲/ ۱۹۳۔ ۱۹۴

ھجری کو پیش آیا ہے۔ (۶) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے موسیٰ بن عقبہ کا قول نقل کیا ہے کہ یہ سن ۴ ھجری میں پیش آیا ہے اور محمد بن حزم ظاہری کی بھی یہی رائے ہے یہی قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔ (۷) اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے موسیٰ بن عقبہ کا قول نقل کیا ہے، ابن اسحاق کا قول نقل نہیں کیا۔

وجہ تسمیہ!

غزوۂ خندق کو غزوۂ خندق اس لیے کہا جاتا ہے کہ جبل سلع کے سامنے آپ نے خندق کھدوائی تھی، پیچھے جبل سلع تھا، سامنے خندق تھی، اور اس کے آگے مشرکین کی جماعتیں ٹھہری ہوئی تھیں، اہل عرب کے یہاں خندق کھود کر دشمن کا راستہ روکنے کا طریقہ نہیں تھا البتہ ایرانیوں میں یہ طریقہ رائج تھا اور حضرت سلمان فارسیؓ کا تعلق چونکہ ایران سے تھا اس لیے وہ اس سے واقف تھے، چنانچہ انہوں نے اس کا مشورہ دیا اور آپؐ نے قبول فرمایا۔

اس سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ دشمن کو مغلوب کرنے کے لیے اور اپنے دفاع کی خاطر اگر دوسری قوموں کے ایجاد کردہ اسلحہ اور تدابیر کو اختیار کیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ منوشہر بن ایرج بن افریدون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک شخص تھا، سب سے پہلے اس نے خندق کا طریقہ جاری کیا تھا اور اس کے بعد پھر یہ مختلف اقوام میں جاری ہوا۔ (۸)

غزوۂ خندق کو غزوۂ احزاب بھی کہتے ہیں، احزاب اس کو اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس غزوہ میں مشرکین مختلف قبائل کے لوگوں کو ساتھ لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے کے لیے آئے تھے جن کی تعداد دس ہزار تھی، جبکہ ان کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد کل تین ہزار تھی تو چونکہ احزابِ کفار کا بڑا اجتماع اس میں ہوا تھا اس لیے اس غزوہ کو غزوۂ احزاب بھی کہا جاتا ہے۔

حدثنا یعقوب بن ابراہیم حدثنا یحیی بن سعید.....

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ غزوۂ احد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوئے اس وقت ان کی عمر چودہ سال تھی آپؐ نے ان کو اجازت نہیں دی پھر غزوۂ خندق کے موقع پر آپ

---

(۶) زادالمعاد: ۲/۲۶۹ فصل فی غزوۃ الخندق

(۷) زادالمعاد: ۳/۲۶۹۔

(۸) چنانچہ علامہ سہیلی لکھتے ہیں۔ وحفر الخندق لم یکن من عادۃ العرب ولکنہ من مکاید الفرس و حروبھا..... و اول من خندق الخنادق من ملوک الفرس منوشہر بن ایرج بن افریدون..... (وانظر الروض الانف: ۲/۱۸۷)

کے سامنے پیش ہوئے اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی تو آپ ؐ نے اجازت دیدی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت نقل کی ہے، اس روایت میں غزوۂ احد کے موقع پر ان کی عمر چودہ سال بتائی گئی ہے اور غزوۂ احد بالاتفاق ۳ ھجری میں پیش آیا ہے، اس کے بعد غزوۂ خندق کے موقع پر ان کی عمر اس روایت میں پندرہ سال بتائی گئی ہے، معلوم ہوا کہ غزوۂ خندق ۴ ھجری میں پیش آیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے "کانت فی شوال سنۃ اربع" کی تائید میں اس روایت کو پیش کیا ہے۔

❶ لیکن جیسا کہ بتایا گیا کہ عام اہل سیر ومغازی ۵ ھجری میں اس غزوے کے وقوع کے قائل ہیں، وہ اس روایت کے جواب میں کہتے ہیں کہ غزوۂ احد کے وقت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی عمر کے چودھویں سال کی ابتدا تھی اور غزوۂ خندق کے موقع پر ان کی عمر کے پندرھویں سال کی انتہا تھی تو اس طرح دو سال کا فاصلہ ہوجائے گا اور ۵ ھجری میں اس کے وقوع سے روایت باب کے رو سے کوئی اعتراض لازم نہیں آئے گا۔

❷ بعض حضرات نے اس روایت کا یہ جواب دیا کہ غزوۂ خندق میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی عمر پندرہ سال سے زیادہ تھی لیکن شرکتِ جہاد کے لیے پندرہ سال کی عمر چونکہ شرط ہے اس لیے روایت میں پندرہ کا ذکر کردیا، تاہم اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی عمر پندرہ سے زائد نہ ہو، (۹)

❸ تیسری بات بعض حضرات نے یہ کہی کہ ہجرت ربیع الاول میں ہوئی اور اسی سال ربیع الاول سے پہلے جو محرم ہے اس سے سن ہجری کا حساب لگایا گیا، یہی عام علماء کا قول ہے البتہ یعقوب بن سفیان وغیرہ کا خیال ہے کہ تاریخ سن ہجری کی ابتدا کا حساب اگلے محرم سے لگایا گیا ہے، یعنی ہجرت کے دس ماہ بعد جو محرم ہے اس سے سن ہجری کی ابتدا ہوئی، اس لحاظ سے غزوۂ بدر ایک ھجری میں، غزوۂ احد ۲ ھجری میں اور غزوۂ خندق ۴ ھجری میں ہوگا۔ تو جو لوگ غزوہ خندق کے ۴ ھ میں وقوع کے قائل ہیں انہوں نے تاریخ ہجری کی ابتدا میں یعقوب بن سفیان کا قول اختیار کیا ہے اور جو حضرات ۵ ھجری میں اس کے وقوع کے قائل ہیں انہوں نے سن ھجری کی ابتداء میں جمہور علماء کا قول لیا ہے لہذا یہ کوئی حقیقی اختلاف نہیں ہے، سال وقوع کی تعیین پر تو سب متفق ہیں البتہ سن ہجری کی ابتدا میں اختلاف کی وجہ سے ۴ ھ اور ۵ ھ کا فرق پڑگیا۔ (۱۰)

لیکن سن ہجری کی ابتدا میں یعقوب بن سفیان کی رائے ٹھیک معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اس صورت میں ہجرت کے بعد کے دس ماہ سن ہجری میں شمار نہیں ہوں گے اور اس کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے، لہذا ٹھیک بات وہی ہے کہ سن ہجری کی ابتدا ہجرت کے مہینے یعنی ربیع الاول سے پہلے والے محرم سے کی جائے۔ (۱۱)

---

(۹) مذکورہ دونوں توجیہات کے لیے دیکھیے زاد المعاد ج ۳ ص ۲۷۰۔ ودلائل بیہقی: ۳/ ۳۹۶۔ ۳۹۷

(۱۰) دیکھیے تفصیل کے لیے دلائل بیہقی: ۳/ ۳۹۶، باب التاریخ لغزوۃ الخندق، نیز البدایۃ والنہایۃ: ۴/۹۳۔ ۹۴

(۱۱) البدایۃ والنہایۃ: ۴/ ۹۴

امام مالک کی رائے یہ ہے کہ تاریخ ہجری کا اعتبار ربیع الاول ہی سے کرنا چاہیئے کیونکہ یہی مہینہ ہجرت کا ہے۔ (۱۲) واللہ اعلم

٣٨٧٢ . حدّثنا قُتَيْبَةُ : حدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ، عَنْ أَبِي حازِمٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ في الخَنْدَقِ ، وَهُمْ يَحْفِرُونَ ، وَنَحنُ نَنْقُلُ التُّرَابَ عَلَى أَكْتَادِنَا ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (اللَّهُمَّ لا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الآخِرَهْ فَاغْفِرْ لِلْمُهَاجِرِينَ وَالأَنْصَارِ) .

[ر : ٢٦٨٦]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خندق میں ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ، صحابۂ خندق کھود رہے تھے اور ہم مٹی کو اپنے کندھوں پر رکھ کر منتقل کر رہے تھے ۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللهم لاعيش الاعيش الاخرة، فاغفر للمهاجرين والانصار۔

"اے اللہ! اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے ، آپ مہاجرین وانصار کی مغفرت فرما دیجیئے"۔

٣٨٧٤/٣٨٧٣ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ ، عَنْ حُمَيْدٍ : سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ : خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى الخَنْدَقِ ، فَإِذَا المُهَاجِرُونَ وَالأَنْصَارُ يَحْفِرُونَ في غَدَاةٍ بَارِدَةٍ ، فَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ عَبِيدٌ يَعْمَلُونَ ذٰلِكَ لَهُمْ ، فَلَمَّا رَأَى ما بِهِمْ مِنَ النَّصَبِ وَالجُوعِ ، قالَ : (اللَّهُمَّ إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الآخِرَهْ . فَاغْفِرْ لِلأَنْصَارِ وَالمُهَاجِرَهْ) . فَقَالُوا مُجِيبِينَ لَهُ :

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدا عَلَى الجِهَادِ ما بَقِينَا أَبَدَا

عبداللہ بن محمد مسندی بخاری کے استاذ ہیں "حدثنا ابواسحاق" یعنی "ابراہیم بن محمد بن حارث فزاری"

آپ نے دیکھا کہ صحابہ سخت سردی کی صبح میں خندق کھود رہے ہیں۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مشقت اور بھوک کو دیکھا تو فرمایا۔

اللهم لاعيش الا عيش الآخرة

فاغفر للانصار والمهاجرة

(۱۲) البدایہ والنہایہ ۳/۹۴

صحابہؓ اس کے جواب میں کہتے تھے:

نحن الذین بایعوا محمدا
علی الجهاد مابقینا ابدا

”ہم ہیں وہ لوگ جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے کہ جب تک ہم باقی اور زندہ رہیں گے، ہمیشہ آپ کے ساتھ ملکر جہاد کریں گے“

(۳۸۷٤) : حدّثنا أَبُو مَعْمَرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : جَعَلَ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ يَحْفِرُونَ الخَنْدَقَ حَوْلَ الْمَدِينَةِ ، وَيَنْقُلُونَ التُّرَابَ عَلَى مُتُونِهِمْ ، وَهُمْ يَقُولُونَ :

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدَا عَلَى الْإِسْلَامِ ما بَقِينَا أَبَدَا

قالَ : يَقُولُ النَّبِيُّ ﷺ ، وَهُوَ يُجِيبُهُمْ : (اللَّهُمَّ إِنَّهُ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الآخِرَهْ . فَبَارِكْ فِي الْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ) .

قالَ : يُؤْتَوْنَ بِمِلْءِ كَفِّي مِنَ الشَّعِيرِ ، فَيُصْنَعُ لَهُمْ بِإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ ، تُوضَعُ بَيْنَ يَدَيِ الْقَوْمِ ، وَالْقَوْمُ جِيَاعٌ ، وَهْيَ بَشِعَةٌ فِي الحَلْقِ ، وَلَهَا رِيحٌ مُنْتِنٌ . [ر : ۲٦۷۹]

یؤتون بملء کفی من الشعیر، فیصنع لہم باهالة سنخة توضع بین یدی القوم، والقوم جیاع وهی بشعة فی الحلق ولها ریح منتن

”حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مٹھی بھر کر جو ان صحابہ کو دیئے جاتے تھے اور اس جو کو بدبودار چربی میں پکا کر مسلمانوں کے سامنے رکھ دیا جاتا تھا وہ حضرات بھوکے ہوتے تھے اور وہ کھانا حلق میں ناگوار ہوتا تھا (لیکن بھوک کی وجہ سے پھر بھی مجبوراً کھاتے تھے ....) اور اس میں بدبو بھی ہوتی تھی۔“ یصنع: یعنی یطبخ۔ اهالة: چربی کو کہتے ہیں بشعة: (بفتح الباء وکسر الشین) ایسی سڑی ہوئی چیز جو حلق میں اٹکتی ہو۔ سَنِخَةٌ: (بفتح السین وکسر النون وفتح الخاء) بدبودار چیز کو کہتے ہیں۔

ایک شبہ اور اس کے جوابات

یہاں یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ قرآن شریف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے

"وماعلمناه الشعر وماینبغی لہ" اور یہاں حضور اکرم اشعار پڑھ رہے ہیں۔

❶ اس کا جواب امام بیہقی نے یہ دیا کہ اصل میں یہ اشعار نہیں ہیں رجز ہے اور علماء اشعار کے نزدیک رجز اشعار میں داخل نہیں اس لیے یہ آیت کے خلاف نہیں ہے۔ (۱۳)

❷ بعض حضرات نے کہا کہ آیت میں جو بات ارشاد فرمائی گئی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ انشاء شعر آپ کی شان کے مناسب نہیں ہے اور یہ انشاء شعر نہیں شعر خوانی ہے لہذا قرآن کی آیت سے اس کا کوئی تعارض نہیں ہے۔

۳۸۷۶/۳۸۷۵ : حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : أَتَيْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ : إِنَّا يَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ ، فَعَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيدَةٌ ، فَجَاؤُوا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالُوا : هٰذِهِ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الْخَنْدَقِ ، فَقَالَ : (أَنَا نَازِلٌ) . ثُمَّ قَامَ وَبَطْنُهُ مَعْصُوبٌ بِحَجَرٍ ، وَلَبِثْنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ لَا نَذُوقُ ذَوَاقًا ، فَأَخَذَ النَّبِيُّ ﷺ الْمِعْوَلَ فَضَرَبَ فِي الْكُدْيَةِ ، فَعَادَ كَثِيبًا أَهْيَلَ ، أَوْ أَهْيَمَ ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، ائْذَنْ لِي إِلَى الْبَيْتِ ، فَقُلْتُ لِامْرَأَتِي : رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ ﷺ شَيْئًا مَا كَانَ فِي ذٰلِكَ صَبْرٌ ، فَعِنْدَكِ شَيْءٌ ؟ قَالَتْ : عِنْدِي شَعِيرٌ وَعَنَاقٌ ، فَذَبَحْتُ الْعَنَاقَ ، وَطَحَنَتِ الشَّعِيرَ حَتَّى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ ، ثُمَّ جِئْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَالْعَجِينُ قَدِ انْكَسَرَ ، وَالْبُرْمَةُ بَيْنَ الْأَثَافِيِّ قَدْ كَادَتْ تَنْضَجُ ، فَقُلْتُ : طُعَيِّمٌ لِي ، فَقُمْ أَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَرَجُلٌ أَوْ رَجُلَانِ ، قَالَ : (كَمْ هُوَ) . فَذَكَرْتُ لَهُ ، قَالَ : (كَثِيرٌ طَيِّبٌ ، قَالَ : قُلْ لَهَا : لَا تَنْزِعِ الْبُرْمَةَ ، وَلَا الْخُبْزَ مِنَ التَّنُّورِ حَتَّى آتِيَ ، فَقَالَ : قُومُوا) . فَقَامَ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَى امْرَأَتِهِ قَالَ : وَيْحَكِ جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَمَنْ مَعَهُمْ ، قَالَتْ : هَلْ سَأَلَكَ ؟ قُلْتُ : نَعَمْ ، فَقَالَ : (ادْخُلُوا وَلَا تَضَاغَطُوا) . فَجَعَلَ يُكَسِّرُ الْخُبْزَ ، وَيَجْعَلُ عَلَيْهِ اللَّحْمَ ، وَيُخَمِّرُ الْبُرْمَةَ وَالتَّنُّورَ إِذَا أَخَذَ مِنْهُ ، وَيُقَرِّبُ إِلَى أَصْحَابِهِ ثُمَّ يَنْزِعُ ، فَلَمْ يَزَلْ يُكَسِّرُ الْخُبْزَ ، وَيَغْرِفُ حَتَّى شَبِعُوا وَبَقِيَ بَقِيَّةٌ ، قَالَ : (كُلِي هٰذَا وَأَهْدِي ، فَإِنَّ النَّاسَ أَصَابَتْهُمْ مَجَاعَةٌ) .

(۳۸۷٦) : حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ : أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ : أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ قَالَ : سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَمَّا حُفِرَ الْخَنْدَقُ

(۱۳) دیکھیے السیرۃ النبویۃ والآثار المحمدیۃ للسید احمد زینی دحلان: ۲/۱۰۵ ـ علی هامش السیرۃ الحلبیۃ

رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ ﷺ خَمَصًا شَدِيدًا ، فَانْكَفَأْتُ إِلَى امْرَأَتِي ، فَقُلْتُ : هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ ؟ فَإِنِّي رَأَيْتُ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ خَمَصًا شَدِيدًا ، فَأَخْرَجَتْ إِلَيَّ جِرَابًا فِيهِ صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ ، وَلَنَا بُهَيْمَةٌ دَاجِنٌ فَذَبَحْتُهَا ، وَطَحَنَتِ الشَّعِيرَ ، فَفَرَغَتْ إِلَى فَرَاغِي ، وَقَطَّعْتُهَا فِي بُرْمَتِهَا ، ثُمَّ وَلَّيْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ ، فَقَالَتْ : لَا تَفْضَحْنِي بِرَسُولِ اللهِ ﷺ وَبِمَنْ مَعَهُ ، فَجِئْتُهُ فَسَارَرْتُهُ ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَنَا وَطَحَنَّا صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ كَانَ عِنْدَنَا ، فَتَعَالَ أَنْتَ وَنَفَرٌ مَعَكَ . فَصَاحَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : (يَا أَهْلَ الخَنْدَقِ ، إِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُورًا ، فَحَيَّ هَلًا بِكُمْ) . فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ ، وَلَا تَخْبِزُنَّ عَجِينَكُمْ حَتَّى أَجِيءَ) . فَجِئْتُ وَجَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقْدُمُ النَّاسَ حَتَّى جِئْتُ امْرَأَتِي ، فَقَالَتْ : بِكَ وَبِكَ ، فَقُلْتُ : قَدْ فَعَلْتُ الَّذِي قُلْتِ ، فَأَخْرَجَتْ لَهُ عَجِينًا فَبَصَقَ فِيهِ وَبَارَكَ ، ثُمَّ عَمَدَ إِلَى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَكَ ، ثُمَّ قَالَ : (ادْعُ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعِي ، وَاقْدَحِي مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلَا تُنْزِلُوهَا) . وَهُمْ أَلْفٌ ، فَأُقْسِمُ بِاللهِ لَقَدْ أَكَلُوا حَتَّى تَرَكُوهُ وَانْحَرَفُوا ، وَإِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ ، وَإِنَّ عَجِينَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ . [ر : ۲۹۰۵]

حدثنا خلاد بن یحیی حدثنا عبدالواحد بن ایمن.... عبدالواحد بن ایمن عن ابیہ

"ابیہ" سے مراد "ایمن حبشی" ہیں، یہ ابن ابی عمر مخزومی کے آزاد کردہ غلام ہیں اور بخاری کے راویوں میں سے ہیں۔ یہ حدیث "من افراد البخاری" ہے، صحیح مسلم میں نہیں ہے۔ ایمن حبشی کہتے ہیں کہ میں حضرت جابرؓ کے پاس آیا۔

فقال: انا یوم الخندق نحفر، فعرضت کدیۃ شدیدۃ

"حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ ہم غزوۂ خندق میں خندق کھود رہے تھے کہ ایک سخت قسم کی چٹان سامنے آگئی۔" صحابہؓ سے یہ چٹان نہیں ٹوٹی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یہاں ایک چٹان خندق میں آگئی ہے (جو ٹوٹتی نہیں ہے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اترتا ہوں چنانچہ آپ کھڑے ہوئے اور آپ کے شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا روایت کے الفاظ ہیں۔ "وبطنہ معصوب بحجر" ابن حبان نے اس کو وہم قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ لفظ "معصوب بحجز" (زا کے ساتھ) ہے اور مطلب یہ ہے کہ آپ نے کمر کس رکھی تھی.... (۱۲) پتھر کے بندھنے کا آپ کے بطن پر کیا سوال ہے، آپ تو خود فرماتے ہیں۔ انی ابیت یطعمنی ربی و یسقینی

(۱۲) دیکھیے عمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۸۰

حافظ ضیاء الدین مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن حبان کی تردید کی لیکن ان سے قبل علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے بھی ان کی تردید کی ہے البتہ کرمانی نے ابن حبان کا نام ذکر نہیں کیا، انہوں نے کہا کہ بھوک کی شدت میں پیٹ کمر سے مل جاتا ہے اور کمر جھک جاتی ہے تو ایسی حالت میں اہل حجاز میں یہ طریقہ اور رواج تھا کہ وہ کف دست کے برابر پیٹ پر پتھر باندھتے تھے، اس پتھر کی برودت کی وجہ سے پیٹ میں بھوک کی حرارت ماند پڑتی تھی اور کمر کو سہارا ملتا تھا تو وہ سیدھی رہتی تھی۔ (۱۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح کا واقعہ پیش آجانا بعیداز قیاس نہیں ہے، تعجب ہے کہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں خود حضرت ابوایوب انصاریؓ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم خلاف عادت دوپہر کو گھر سے نکلے تو باہر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوگئی آپؐ نے ان سے پوچھا کہ کیوں گھر سے باہر آئے ہو؟ تو دونوں نے بھوک کی شکایت کی، حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بھی بھوک کی تکلیف کی وجہ سے گھر سے نکلا ہوں اس کے بعد آپ تینوں حضرات حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر گئے اور انہوں نے آپ کی ضیافت کی۔ (۱۶)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپؐ کو بھی بھوک کی شکایت ہوتی تھی، باقی رہا آپ کا ارشاد "انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی" تو وہ صوم وصال کے موقع پر ہے، عام حالات کے لیے نہیں ہے۔

ولبثنا ثلاثة ایام لانذوق ذواقا، فاخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم المعول فضرب فی الکدیة فعاد کثیبا اهیل او اهیم

"حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے تین دن سے کوئی چیز نہیں چکھی تھی، حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال کو ہاتھ میں لے کر اس چٹان پر مارا تو وہ چٹان ریت کا ڈھیر ہوگئی۔"

اهیل اور اهیم دونوں کے معنی ایک ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جیسے بہنے والی ریت ہوتی ہے، اس پر پاؤں رکھ دیا جائے تو وہ نیچے کو بہہ جاتی ہے، اسی طرح آپؐ کی ضرب سے وہ چٹان ریت کی طرح بہہ گئی۔ (۱۷)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے گھر جانے کی اجازت دیدیجیے، چنانچہ گھر آکر میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی حالت میں دیکھا ہے کہ صبر نہ ہوسکا تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ بیوی نے کہا میرے پاس کچھ جَو ہیں اور بکری کا ایک بچہ ہے چنانچہ میں نے بکری کا وہ بچہ ذبح کیا اور بیوی نے جَو پیسے، یہاں تک کہ گوشت کو ہم نے (پکنے کے لیے) ہانڈی میں رکھ دیا۔

---

(۱۵) دیکھیے شرح کرمانی: ۱۶/ ۲۰

(۱۶) دیکھیے الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان: ۸/ ۳۲۳، باب ذکر الامر بتحمید اللہ جل وعلا عند الفراغ من الطعام علی ما اسبغ وافضل وانعم

(۱۷) فتح الباری: ۷/ ۳۹۶۔

ثم جئت النبی صلی اللہ علیہ وسلم والعجین قد انکسر

"پھر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آٹا ٹوٹ چکا تھا" یعنی آٹے کو گوندھ کر رکھ دیا تھا اور اچھی خاصی دیر ہوگئی تھی، آٹے میں خمیر اٹھنے لگا تھا جب آٹے میں خمیر اٹھنے لگتا ہے تو اس کی اوپر کی سطح ٹوٹنے لگتی ہے اور اس میں درزیں پڑ جاتی ہیں "والعجین قد انکسر" سے اسی کو بیان کررہے ہیں۔

والبرمة بین الاثافی قد کادت ان تنضج

"ہانڈی چولہے پر تھی اور پکنے کے قریب تھی۔"

الاثافی: ان تین پتھروں کو کہتے ہیں جو چولہا بنانے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں، اس کا مفرد "الأُثفِية" ہے۔ (۱۸)

حضرت جابرؓ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا "مختصر سا کھانا ہے آپ تشریف لے چلیں، ایک یا دو آدمی آپ کے ساتھ ہوں" آپؐ نے پوچھا کتنا کھانا ہے؟ میں نے بتادیا تو آپؐ نے فرمایا۔ "کثیر طیب" اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ جب تک میں نہ آجاؤں بیوی سے کہہ دو کہ نہ ہانڈی چولہے سے اتارے نہ روٹیاں تنور میں لگائے، پھر آپ نے صحابہ میں اعلان فرمایا کہ جابرؓ کی دعوت ہے، سب چلو، ادھر حضرت جابرؓ گھر بیوی کے پاس پہنچے اور کہا کہ ویحک! (تیرا بھلا ہو) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو مہاجرین اور انصار سب کو اپنے ساتھ لارہے ہیں۔

یہ تو معلوم ہے کہ حضرت جابرؓ کی بیوی ناتجربہ کار نہیں تھی اس لیے انہوں نے حضرت جابرؓ سے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کھانے کے متعلق پوچھ لیا تھا؟ حضرت جابرؓ نے کہا ہاں پوچھ تو لیا تھا، اس سے ان کو اطمینان ہوگیا کہ پھر آپ اپنے اور اللہ کے اعتماد پر لے کر آرہے ہیں۔ (۱۹) آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا۔ ادخلوا ولا تضاغطوا "اندر چلو اور رش نہ کرو" چنانچہ آپ روٹیاں توڑنے لگے اور ان پر بوٹیاں رکھنے لگے اور ہانڈی سے گوشت اور تنور سے روٹی لیکر ان کو ڈھانک دیتے تھے، اسی طرح برابر آپ روٹی کے ٹکڑے کر کر کے دیتے رہے اور ہانڈی میں سے چمچ بھر بھر کر لیتے رہے یہاں تک کہ سب آسودہ ہوگئے اور کھانا کچھ بچ بھی گیا، پھر آپؐ نے حضرت جابرؓ کی بیوی سے مخاطب ہوکر فرمایا۔ کلی هذا واهدی فان الناس اصابتهم مجاعة

"یہ تم خود بھی کھاؤ اور محلے پڑوس میں بھی ہدیہ بھیجو اس لیے کہ لوگوں کو بھوک لاحق ہے" یعنی قحط کا زمانہ ہے لوگ فقر وفاقے میں مبتلا ہیں۔

---

(۱۸) دیکھیے شرح الکرمانی: ۸ / ۲۰

(۱۹) فتح الباری: ۷ / ۳۹۸۔

حدثنی عمرو بن علی، حدثنا ابو عاصم....

اس حدیث میں بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دعوت کا مذکورہ واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

ولنا بهيمة داجن فذبحتها

"داجن" اس بکری کو کہا جاتا ہے جس کی پرورش گھر میں کی جاتی ہے اور اس کو چراگاہ کی طرف نہیں بھیجا جاتا۔ (۲۰)

ان جابرا قد صنع سورا

"سور" اس دعوت کو کہتے ہیں جو شادی کے موقع پر کیجاتی ہے اور شادی میں ظاہر ہے بڑی دعوت کیجاتی ہے اس لیے یہاں کہا گیا کہ جابر نے بڑی دعوت کا اہتمام کیا ہے، ویسے "سور" قلعے کی چار دیواری کو بھی کہتے ہیں، یہ غیر عربی لفظ ہے۔ (۲۱)

فحیّ هلابکم "ای هلمّوا مسرعین" یعنی جلدی سے سب چلو۔ (۲۲)

۳۸۷۷ : حدّثني عُثْمانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا عَبْدَةُ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهَا : «إِذْ جاؤُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الحَنَاجِرَ» . قالَتْ : كانَ ذَاكَ يَوْمَ الخَنْدَقِ .

۳۸۷۸ : حدّثنا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ البَرَاءِ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ يَنْقُلُ التُّرَابَ يَوْمَ الخَنْدَقِ ، حَتَّى أَغْمَرَ بَطْنَهُ ، أَوِ اغْبَرَّ بَطْنَهُ ، يَقُولُ :

(وَٱللَّهِ لَوْلَا ٱللَّهُ ما اهْتَدَيْنَا   وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا   وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
إِنَّ الْأُلَى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا   إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا)

وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ : (أَبَيْنَا أَبَيْنَا) . [ر : ۲٦٨١]

۳۸۷۹ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ شُعْبَةَ قَالَ : حَدَّثَنِي الحَكَمُ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمَا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (نُصِرْتُ بِالصَّبَا ، وَأُهْلِكَتْ عادٌ بِالدَّبُورِ) . [ر : ۹۸۸]

---

(۲۰) شرح الکرمانی: ۸/ ۳۰ (۲۱) ایضاً (۲۲) فتح الباری: ۷/ ۳۹۹۔

حدثنی عثمان بن ابی شیبة حدثنا عبدة....

عبدہ: یہ راوی کا لقب ہے، ان کا نام "عبدالرحمن بن سلیمان کلابی" ہے۔ (۲۳)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ اذجاءوکم من فوقکم و من اسفل منکم.... (۲۴) اس آیت کا تعلق غزوۂ خندق سے ہے۔

حدثنا مسلم بن ابراہیم....

حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ غزوۂ خندق میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مٹی ڈھو رہے تھے یہاں تک کہ اس نے آپ کے پیٹ کو چھپالیا تھا یا آپ کا شکم مبارک گردآلود ہوگیا تھا۔ راوی کو شک ہے کہ "اغبر" کہا یا "اغبر" کہا۔ اس موقع پر آپ حضرت عبداللہ بن رواحہ کے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

والله لولا الله مااهتدينا
ولا تصدقنا ولاصلينا
فانزلن سكينة علينا
وثبت الاقدام ان لاقينا
ان الالى قد بغوا علينا
اذا ارادوا فتنة ابينا

❶ بخدا! اگر اللہ کی رحمت نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔
❷ اے اللہ! ہم پر سکینہ نازل فرما اور جنگ کے وقت ہم کو ثابت قدمی عطا فرما۔
❸ ان لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہے، جب یہ لوگ ہم کو فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کریں گے تو ہم انکار کریں گے۔ آخری کلمہ (ابینا) کو آپ بلند آواز سے بار بار دہراتے تھے۔

حدثنا مسدد....

حضرت ابن عباسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ باد صبا کے ذریعہ میری مدد کی گئی اور دبور کے ذریعہ قوم عاد ہلاک کی گئی، صبا پروا ہوا کو کہتے ہیں اور دبور پچھوا ہوا کو کہتے ہیں۔ (۲۵)

چونکہ غزوۂ خندق میں اللہ تعالیٰ نے پروا ہوا کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی

---

(۲۳) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۸۲

(۲۴) یہ سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۱۰ کا حصہ ہے، پوری آیت اس طرح ہے

اذجاءوکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا (۱۰)

"(اور یاد کرو اس وقت کو) جب وہ لوگ تم پر چڑھ آئے تھے اوپر کی طرف سے بھی اور نیچے کی طرف سے بھی، اور جب آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں، اور کلیجے منہ کو آنے لگے تھے اور تم لوگ اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کررہے تھے۔"

(۲۵) فیض الباری: ۴/ ۹۹، باب غزوة الخندق

مدد فرمائی تھی اس لیے امام بخاری نے یہ روایت اس باب میں ذکر فرمائی۔

۳۸۸۰ : حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ : حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ : سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ يُحَدِّثُ ، قَالَ : لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْأَحْزَابِ ، وَخَنْدَقَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ، رَأَيْتُهُ يَنْقُلُ مِنْ تُرَابِ الْخَنْدَقِ ، حَتَّى وَارَى عَنِّي الْغُبَارُ جِلْدَةَ بَطْنِهِ ، وَكَانَ كَثِيرَ الشَّعَرِ ، فَسَمِعْتُهُ يَرْتَجِزُ بِكَلِمَاتِ ابْنِ رَوَاحَةَ ، وَهُوَ يَنْقُلُ مِنَ التُّرَابِ يَقُولُ :

(اللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
إِنَّ الْأُلَى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا وَإِنْ أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا)

قَالَ : ثُمَّ يَمُدُّ صَوْتَهُ بِآخِرِهَا . [ر : ۲۶۸۱]

اس روایت میں وہی بات بیان کی گئی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق میں رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے، البتہ اس روایت میں ایک جملہ ہے ۔۔ وکان کثیر الشعر یعنی "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک پر بہت بال تھے۔" اس کا ظاہر شمائل ترمذی کی اس روایت سے تعارض معلوم ہوتا ہے جس میں ہے کہ آپ طویل المسربہ تھے، مسربہ بالوں کی اس باریک لکیر کو کہتے ہیں جو سینے سے ناف تک جاتی ہے، تو اس روایت کا تقاضہ ہے کہ بال کم ہوں جبکہ یہاں "کثیر الشعر" کہا گیا ہے۔

❶ دونوں روایتوں میں ایک تطبیق یوں کی گئی ہے کہ اگرچہ وہ لکیر تھی تو بہت باریک جیسا کہ شمائل ترمذی کی روایت میں ہے تاہم اس باریک لکیر میں بال بہت گھنے تھے، ان بالوں کے گھنے ہونے کو یہاں کثرت شعر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (۳۶)

❷ دوسری ایک بات حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی ہے کہ اس قسم کی چیزوں کو منضبط قرار نہیں دیا جاسکتا، ایک آدمی نے دیکھا، اس کو محسوس ہوا کہ بال زیادہ ہیں تو "کثیر الشعر" نقل کردیا، دوسرے آدمی نے دیکھا اس کو بال کم محسوس ہوئے تو اس نے اپنے مشاہدہ کے مطابق روایت نقل کردی اور ظاہر ہے کہ ہر آدمی کا مشاہدہ اور اس کا تأثر الگ الگ ہوتا ہے۔ (۳۷) واللہ اعلم

---

(۳۶) دیکھیے فتح الباری: ۷/ ۴۰۱

(۳۷) فیض الباری: ۴/۹۹۔ باب غزوۃ الخندق

٣٨٨١ : حدّثني عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قالَ : أَوَّلُ يَوْمٍ شَهِدْتُهُ يَوْمُ الخَنْدَقِ .

٣٨٨٢ : حدّثني إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ. قالَ : وَأَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوُسٍ ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خالِدٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قالَ : دَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ وَنَسْوَاتُهَا تَنْطُفُ ، قُلْتُ : قَدْ كانَ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ ما تَرَيْنَ ، فَلَمْ يُجْعَلْ لِي مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ . فَقالَتْ : الْحَقْ فَإِنَّهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ ، وَأَخْشٰى أَنْ يَكُونَ فِي احْتِبَاسِكَ عَنْهُمْ فُرْقَةٌ . فَلَمْ تَدَعْهُ حَتّٰى ذَهَبَ ، فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ خَطَبَ مُعَاوِيَةُ ، قالَ : مَنْ كانَ يُرِيدُ أَنْ يَتَكَلَّمَ فِي هٰذَا الْأَمْرِ فَلْيُطْلِعْ لَنَا قَرْنَهُ ، فَلَنَحْنُ أَحَقُّ بِهِ مِنْهُ وَمِنْ أَبِيهِ . قالَ حَبِيبُ بْنُ مَسْلَمَةَ : فَهَلَّا أَجَبْتَهُ ؟ قالَ عَبْدُ اللهِ : فَحَلَلْتُ حُبْوَتِي ، وَهَمَمْتُ أَنْ أَقُولَ : أَحَقُّ بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنْكَ مَنْ قاتَلَكَ وَأَبَاكَ عَلَى الْإِسْلَامِ ، فَخَشِيتُ أَنْ أَقُولَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الْجَمْعِ ، وَتَسْفِكُ الدَّمَ ، وَيُحْمَلُ عَنِّي غَيْرُ ذٰلِكَ ، فَذَكَرْتُ ما أَعَدَّ اللهُ فِي الْجِنَانِ . قالَ حَبِيبٌ : حُفِظْتَ وَعُصِمْتَ .

قالَ مَحْمُودٌ ، عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ : وَنَوْسَاتُهَا .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

دخلت علی حفصة ونسواتها تنطف۔ دخلت علی حفصة ونوساتها تنطف

"میں حضرت حفصہؓ کے پاس گیا، آپ کی زلفوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔" نوساة: نوسة کی جمع ہے، ناس، ینوس کے معنی متحرک ہونے کے ہیں یہاں زلفوں اور بالوں کو نوساة کہا گیا ہے، غالباً آپؓ نے سر دھویا تھا اور پانی بالوں سے ٹپک رہا تھا اس لیے ان پر نوساة کا اطلاق کیا گیا۔ (۱)

یہاں دو نسخے ہیں، ہمارے نسخہ میں "نوساتها" ہے اور بعض نسخوں میں "نسواتها" ہے، علامہ عینی اور قسطلانی نے "نسواتها" ہی نقل کیا ہے لیکن کرمانی نے کہا ہے کہ "نسواتها لیس بشئ"(۲)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کے آخر میں عبدالرزاق سے روایت نقل کی ہے اس میں ہے قال محمود عن عبدالرزاق "نوساتها" یہ تائید امام بخاری نے اس لیے پیش کی ہے کہ "نسوات" نقل کرنے والے بھی موجود ہیں اور یہ نقل صحیح نہیں ہے لہذا "نوسات" والے نسخے ہی کو صحیح کہا جائے گا۔

---

(۱) فتح الباری: ۷/ ۵۰۳ (۲) دیکھیے شرح الکرمانی: ۱۶/ ۲۳

حضرت ابن عمرؓ نے حضرت حفصہؓ سے کہا کہ لوگوں کا معاملہ آپ دیکھ رہی ہیں یعنی امارت کے بارے میں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان اختلاف آپ کے علم میں ہے مجھ سے اس معاملہ میں نہ مشورہ کیا گیا اور نہ کسی قسم کی بات کی گئی، حضرت حفصہؓ نے کہا آپ جائیے، وہ لوگ آپ کا انتظار کررہے ہیں اور مجھے ڈر ہے کہ اگر آپ نہ گئے اور رکے رہے تو مسلمانوں میں تفریق اور انتشار پیدا ہوگا؟ چنانچہ حضرت حفصہؓ نے ان کو جانے پر مجبور کردیا، حضرت ابن عمرؓ وہاں گئے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے کہا۔

من کان یرید ان یتکلم فی ھذا الامر فلیطلع لنا قرنہ فنحن احق بہ ومن ابیہ

”جو شخص اس خلافت کے معاملہ میں بات کرنا چاہتا ہے وہ اپنا چہرہ ہمارے سامنے لائے، ہم اس (ابن عمرؓ) سے اور اس کے باپ سے خلافت کے زیادہ حقدار ہیں۔“

اس جملہ میں حضرت معاویہؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ پر تعریض کی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حضرت معاویہ تو حضرت عمر بن الخطابؓ کی بڑی تعریف کرتے تھے بلکہ ان کی تعریف میں مبالغہ سے کام لیتے تھے، لہذا یہ بات ان کی شان سے بعید ہے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ پر تعریض کی ہو بلکہ بعض روایات میں ہے یہ تعریض حضرات حسنینؓ اور حضرت علیؓ پر تھی۔ (۳)

لیکن عبدالرزاق کی روایت میں حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عمرؓ پر تعریض کی تصریح ہے چنانچہ روایت کے الفاظ ہیں۔

﴿ فقام معاویۃ عشیۃ، فاثنی علی اللہ بما ھو اھلہ، ثم قال: امابعد، فمن کان متکلما فی ھذا الامر فلیطلع لی قرنہ، فو للہ لا یطلع فیہ احد الا کنت احق بہ منہ ومن ابیہ، قال: یعرض بعبداللہ بن عمر ﴾ (۴)

نیز آگے حبیب بن مسلمہ کا قول اسی روایت میں آرہا ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے دریافت کیا کہ ”آپ نے حضرت معاویہؓ کو جواب کیوں نہیں دیا“ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ ”میں نے اپنی چادر کو جو احتباء کے طور پر باندھ رکھی تھی کھولا تھا اور ارادہ کرلیا تھا کہ ان سے کہوں کہ ”احق بھذا الامر من قاتلک واباک علی الاسلام“ ”اس خلافت کا زیادہ حقدار وہ ہے جس نے تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام کی خاطر جنگ کی۔“ لیکن اس خوف کی وجہ سے کہ میری بات سے مسلمانوں میں انتشار پیدا ہوجائے گا اور خون ریزی ہوگی میں نے ان کو جواب نہ دیا، میں نے اس موقعے پر ان نعمتوں کو یاد کیا جو اللہ جل شانہ نے (صبر کرنے والوں کے لیے) تیار کی ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ تعریض حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عمرفاروقؓ پر کی تھی۔

(۳) فتح الباری: ۷/ ۴۰۳ (۴) دیکھیے مصنف عبدالرزاق، غزوۃ ذات السلاسل وخبر علی ومعاویۃ ج: ۵، ص: ۴۶۵

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ لغزش ہے ان کو حضرت عمرؓ کے بارے میں اس قسم کی تعریض کا حق حاصل نہیں ہے، ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے بارے میں بھی ان کو اس تعریض کا حق حاصل نہیں ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے مقام ورتبہ اور فضائل کے اعتبار سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بہت اونچے ہیں۔ باقی یہ کہ حضرت عثمانؓ کے قصاص کے بارے میں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان جو نزاع پیدا ہوا تو وہ دوسری بات ہے، تاہم خلافت کے بہرحال حضرت علیؓ زیادہ حقدار تھے، اگرچہ راجح یہی ہے کہ خلافت کا استحقاق ہو یا قصاص کا معاملہ، حق حضرت علیؓ کے ساتھ تھا اور حضرت معاویہؓ کے لیے ان کے اجتہاد میں خطا کے باوجود اجر ہے۔

اصل میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا خیال یہ تھا کہ خلافت کا زیادہ حقدار وہ آدمی ہے جو ذی رائے ہو، فضائل کا اس میں اعتبار نہیں ہے (۵) اور حضرت معاویہؓ بہرحال عرب کے مشہور مدبرین میں سے تھے، عرب کے چار "دہاۃ" مشہور ہیں۔ ❶ حضرت معاویہؓ ❷ حضرت عمرو بن العاصؓ ❸ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ ❹ اور زیاد بن ابی سفیان، یہ لوگ بلا کے ذہین اور سیاسی امور کے حد درجہ ماہر تھے۔

ترجمۃ الباب سے روایت کی مناسبت

چونکہ حضرت ابوسفیانؓ اور حضرت معاویہؓ غزوۂ خندق کے موقع پر مسلمانوں کے خلاف کفار کے ساتھ جنگ میں شریک تھے اور حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور دیگر صحابہؓ نے ان کا مقابلہ کیا تھا، روایت مذکورہ میں.... "احق بهذا الامر منک من قاتلک وایاک علی الاسلام" سے غزوۂ خندق کی طرف اشارہ ہے اور اسی مناسبت سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت یہاں تخریج کی ہے۔ (۶) واللہ اعلم۔

۳۸۸۳/۳۸۸٤ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الْأَحْزَابِ : (نَغْزُوهُمْ وَلَا يَغْزُونَنَا) .

(۳۸۸٤) : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ : سَمِعْتُ أَبَا إِسْحٰقَ يَقُولُ : سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ صُرَدٍ يَقُولُ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ ، حِينَ أُجْلِيَ الْأَحْزَابُ عَنْهُ : (الْآنَ نَغْزُوهُمْ وَلَا يَغْزُونَنَا ، نَحْنُ نَسِيرُ إِلَيْهِمْ) .

---

(۵) فتح الباری: ۷/ ۴۰۴

(۶) فتح الباری: ۷/ ۴۰۴

سلیمان بن صردؓ کی بخاری میں صرف دو روایتیں ہیں (۷) ایک یہ ہے اور ایک "باب صفۃ ابلیس" میں ہے، فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے دن فرمایا: نغزوهم ولا یغزوننا "اب ہم ان سے لڑیں گے وہ (اقدام کرکے) ہم سے نہیں لڑسکیں گے۔" چنانچہ یہی ہوا کہ غزوۂ خندق کے بعد کفار سے پھر اقدام نہ ہوسکا بلکہ مسلمانوں نے فتح مکہ میں اقدام کیا۔

۳۸۸۵ : حدّثنا إسْحٰق : حدَّثنا رَوْحٌ : حدَّثنا هِشَامٌ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنْ عَبِيدَةَ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّهُ قالَ يَوْمَ الخَنْدَقِ : (مَلَأَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا ، كما شَغَلُونَا عَنْ صَلَاةِ الْوُسْطَى حَتَّى غابَتِ الشَّمْسُ) . [ر : ۲۷۷۳]

۳۸۸۶ : حدّثنا المَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ يَحْيٰى ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ جابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ : أَنَّ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جاءَ يَوْمَ الخَنْدَقِ بَعْدَ ما غَرَبَتِ الشَّمْسُ ، جَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ ، وَقالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، ما كِدْتُ أَنْ أُصَلِّيَ ، حَتَّى كادَتِ الشَّمْسُ أَنْ تَغْرُبَ . قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (وَاللّٰهِ ما صَلَّيْتُهَا) . فَنَزَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بُطْحَانَ ، فَتَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ وَتَوَضَّأْنَا لَهَا ، فَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ ما غَرَبَتِ الشَّمْسُ ، ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا المَغْرِبَ . [ر : ۵۷۱]

حدثنا اسحاق حدثنا روح حدثنا هشام....

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق میں فرمایا کہ "اللہ ان کے گھروں کو اور ان کی قبور کو آگ سے بھرے کہ انہوں نے ہمیں صلوۃ وسطی سے روکے رکھا یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا (اور نماز عصر قضاء ہوگئی۔) یہ روایت اور اس سے اگلی والی روایت "مواقیت الصلاۃ" میں گزر چکی ہے۔

۳۸۸۷ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ قالَ : سَمِعْتُ جابِرًا يَقُولُ : قالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ الأَحْزَابِ : (مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ) . فَقَالَ الزُّبَيْرُ : أَنَا ، ثُمَّ قالَ : (مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ) . فَقَالَ الزُّبَيْرُ : أَنَا ، ثُمَّ قالَ : (مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ) . فَقَالَ الزُّبَيْرُ : أَنَا ، ثُمَّ قالَ : (إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا ، وَإِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ) . [ر : ۲۶۹۱]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احزاب کے موقع پر فرمایا کہ ہمارے پاس قوم کی خبر کون لائے گا؟ تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں" آپ صلی اللہ

---

(۷) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۱۸۶۔

علیہ وسلم نے پھر فرمایا "من یاتینابخبر القوم" حضرت زبیرؓ نے فرمایا "انا" تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان لکل نبی حواریا، وان حواری الزبیر "ہر نبی کے لیے ایک (خاص) حواری (مددگار) ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔"

صحیح مسلم کی روایت میں ہے (۸) کہ قوم کی خبر لانے کے لیے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے تھے اور یہاں بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جانے کے لیے تیار ہوئے تھے۔

❶ دونوں روایات میں تطبیق کے لیے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ممکن ہے یہ واقعہ ایک وقت کا ہو اور وہ واقعہ دوسرے وقت کا ہو۔

❷ لیکن واقعہ یوں ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کی خبر لانے کے لیے بھیجا تھا اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو کفار مکہ اور مشرکین غطفان کی خبر لانے کے لیے بھیجا تھا (۹) یہ دونوں بالکل الگ الگ واقعات ہیں اس لیے تعارض کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہونا چاہیے۔

٣٨٨٨ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كانَ يَقُولُ : (لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ ، أَعَزَّ جُنْدَهُ ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ ، وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ ، فَلَا شَيْءَ بَعْدَهُ) .

٣٨٨٩ : حدّثنا مُحَمَّدٌ : أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ وَعَبْدَةُ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خالِدٍ قالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : دَعا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى الْأَحْزَابِ فَقَالَ : (اللَّهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ ، سَرِيعَ الْحِسَابِ ، اهْزِمِ الْأَحْزَابَ ، اللَّهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ) .
[ر : ٢٧٧٥]

٣٨٩٠ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ ، عَنْ سَالِمٍ وَنَافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كانَ إِذَا قَفَلَ مِنَ الْغَزْوِ أَوِ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ يَبْدَأُ فَيُكَبِّرُ ثَلَاثَ مِرَارٍ ، ثُمَّ يَقُولُ : (لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ ، وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ . آيِبُونَ تَائِبُونَ ، عَابِدُونَ سَاجِدُونَ . لِرَبِّنَا حَامِدُونَ . صَدَقَ اللَّهُ وَعْدَهُ ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ) . [ر : ١٧٠٣]

---

(۸) دیکھیے صحیح مسلم، باب غزوۃ الاحزاب، کتاب الجهاد والسیر، رقم الحدیث: ۴۶۴۲

(۹) فتح الباری: ۷/ ۴۰۷

بَاب : مَرْجِعِ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْأَحْزَابِ ، وَمَخْرَجِهِ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ وَمُحَاصَرَتِهِ إِيَّاهُمْ .

غزوۂ بنی قریظہ!

یہاں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ غزوۂ بنی قریظہ بیان فرما رہے ہیں، یہود بنی قریظہ کے ساتھ مسلمانوں کا معاہدہ تھا کہ ایک دوسرے کے خلاف کسی کے ساتھ جنگ میں شریک نہیں ہوں گے، غزوۂ خندق کے موقع پر جب قریش دس ہزار کا لشکر لے کر مسلمانوں کے خلاف مدینہ پر چڑھائی کے ارادے سے آئے تو اس وقت بنی قریظہ نے اپنا عہد توڑا اور مسلمانوں کے خلاف قریش کے ساتھ جاملے۔ (۲۸)

۲۳ ذی قعدہ ۵ ھجری کو جب احزاب کفار واپس چلے گئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو لے کر مدینہ منورہ آگئے، تمام مسلمانوں نے ہتھیار کھولدیئے تو اسی دن ظہر کے قریب حضرت جبریل آئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ نے ہتھیار اتار دیئے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں" حضرت جبریل نے فرمایا کہ فرشتوں نے ابھی ہتھیار نہیں کھولے اور نہ وہ واپس ہوئے، ابھی فوراً بنی قریظہ کی طرف روانہ ہونا ہے۔

چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ تمام صحابہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں جاکر پڑھیں، مقصد یہ تھا کہ عصر تک وہاں پہنچ کر ان کا محاصرہ کرنا ہے، تین ہزار کا لشکر تھا اور اس میں چھتیس گھوڑے تھے، مسلمانوں کا یہ لشکر وہاں پہنچا اور تقریباً پچیس دن تک ان کا محاصرہ جاری رکھا، (۲۹) محاصرہ کے دوران بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے ان کو جمع کیا اور کہا کہ میں تین باتیں تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں، ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرو۔

❶ پہلی بات یہ ہے کہ تم پر یہ امر بالکل واضح ہوچکا ہے کہ یہ شخص (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے وہی نبی اور رسول ہیں جن کا تذکرہ تم اپنی کتاب توریت میں پاتے ہو، لہذا سب ایمان لے آؤ اور ان

---

(۲۸) چنانچہ حافظ ابن قیم اس غزوہ کے سبب کے متعلق لکھتے ہیں:۔

وکان سبب غزوهم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لما خرج الى غزوة الخندق، والقوم معه صلح، جاء حيي بن اخطب الى بني قريظة في ديارهم، فقال: قد جئتكم بعز الدهر، جئتكم بقريش على سادتها، وغطفان على قادتها، وانتم اهل الشوكة والسلاح، فهلم حتى نناجز محمدا ونفرغ منه، فقال لهم رئيسهم: بل جئتني والله بذل الدهر، جئتني بسحاب قد اراق ماءه، فهو يرعد ويبرق، فلم يزل حيي يخادعه ويعده.... حتى اجابه بشرط ان يدخل معه في حصنه، يصيبه ما اصابهم، ففعل، ونقضوا عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، واظهروا سبه، فبلغ رسول الله صلى الله عليه وسلم الخبر، فارسل يستعلم الامر، فوجدهم قد نقضوا العهد، فكبر وقال: "ابشروا يا معشر المسلمين" (وانظر زاد المعاد: ۳/۱۳۰)

(۲۹) الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۲۷۔ وفتح الباری: ۷/ ۴۱۳۔ ودلائل بیہقی: ۴/ ۲۰

کے متبع اور پیروکار بن جاؤ، اس سے تمہاری جان، مال، بچے اور عورتیں سب مامون و محفوظ ہوجائیں گے۔

❷ دوسری صورت یہ ہے کہ اپنے بچوں اور عورتوں سب کو قتل کردو اور بے محابا ہوکر بے جگری سے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے آگے بڑھو، اگر جنگ میں شکست ہوئی تو عورتوں اور بچوں کی کوئی فکر نہ ہوگی اور اگر فتح ہوئی تو عورتوں کی تو کوئی کمی ہے نہیں، وہ اور مل جائیں گی ان سے بچے بھی اور پیدا ہوجائیں گے۔

❸ تیسری صورت یہ ہے کہ آج ہفتہ کی رات ہے، ممکن ہے مسلمان یہ سمجھ کر کہ ہفتہ کا دن یہود کا محترم دن ہے اس میں وہ لڑتے جھگڑتے نہیں ہیں ہمارے حملہ سے مطمئن اور غافل ہوں لہذا سب مل کر آج مسلمانوں پر شب خون مارو اور ان کی غفلت سے فائدہ اٹھاؤ۔

لیکن بنی قریظہ نے کعب بن اسد کی تینوں باتیں تسلیم نہیں کیں، انہوں نے کہا کہ نہ تو ہم اپنا دین چھوڑ سکتے ہیں، نہ اپنی عورتوں اور بچوں کو قتل کرسکتے ہیں اور نہ ہی ہفتہ کی رات حملہ کرکے اس محترم دن کی بے حرمتی کرسکتے ہیں کہ اس دن کی بے حرمتی ہی کی وجہ سے تو ہمارے اسلاف سور اور بندر بنائے گئے تھے۔ (۳۰)

محاصرہ سے تنگ آکر بنی قریظہ اس بات پر آمادہ ہوگئے کہ ان کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جو فیصلہ صادر فرمائیں وہ انہیں منظور ہے، بنی قریظہ کے ساتھ انصار کے قبیلۂ اوس کے حلیفانہ تعلقات تھے، قبیلۂ اوس سے تعلق رکھنے والے صحابہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! قبیلۂ خزرج کے التماس پر آپ نے بنی نضیر کے ساتھ جس طرح معاملہ فرمایا اب ہماری درخواست پر اسی طرح معاملہ بنی قریظہ کے ساتھ فرمائیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ٹھیک ہے، قبیلۂ اوس کے صحابہ نے اس فیصلہ کا اختیار اپنے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو دیا اور کہا کہ جو فیصلہ وہ کردیں گے ہمیں منظور ہے۔

حضرت سعد بن معاذؓ زخمی تھے، ان کو بلایا گیا، انہوں نے فیصلہ کیا کہ بنی قریظہ کے لڑنے والے تمام مرد قتل کیے جائیں اور ان کی عورتوں اور بچوں کو لونڈی اور غلام بنایا جائے اور ان کا تمام مال مسلمانوں

---

(۳۰) سیرۃ ابن ہشام: ۳/ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ والبدایۃ والنہایۃ: ۴/ ۱۲۰۔ محاصرہ کے دوران یہود نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ حضرت ابولبابہ کو ان کے پاس بھیجدیا جائے تاکہ وہ ان سے مشورہ کرسکیں کیونکہ حضرت ابولبابہؓ کے بنو قریظہ سے حلیفانہ تعلقات تھے، حضرت ابولبابہؓ جب اندر گئے تو ان کو دیکھ کر سب بچے اور عورتیں جمع ہوکر رونے لگے، یہ منظر دیکھ کر ابولبابہؓ کا دل بھر آیا، بنو قریظہ نے ان سے پوچھا کہ کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اور فیصلہ منظور کرلیں، ابولبابہؓ نے کہا ہاں کرلو اور ساتھ حلق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ ذبح کیے جاؤ گے، ابھی ابولبابہ اپنی جگہ سے ہٹے بھی نہ تھے کہ اپنی غلطی اور خیانت کا احساس ہوا، سیدھے مسجد نبوی گئے اور اپنے کو ایک ستون سے باندھ کر قسم کھائی کہ جب تک اللہ میری توبہ قبول نہیں فرمائیں گے اپنی جگہ سے نہ ہٹوں گا یہاں تک کہ اللہ جل شانہ نے ان کی توبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی۔ (دیکھیے سیرۃ ابن ہشام: ۳/ ۲۲۷۔ ۲۲۸)

میں تقسیم کردیا جائے جس کی تفصیل آگے بخاری کی روایت میں آرہی ہے۔

چنانچہ بنی قریظہ کے تمام لوگ گرفتار کرکے مدینہ منورہ لائے گئے اور ایک انصاری خاتون کے مکان میں ان کو محبوس رکھا گیا، قتل گاہ کے طور پر ان کے لیے خندقیں کھودی گئیں، دو دو اور چار چار کو لایا جاتا اور ان خندقوں میں ان کی گردنیں ماری جاتیں، اس طرح چار سو یہودیوں کو قتل کیا گیا۔ (۳۱) حیی بن اخطب کو جو ان تمام سازشوں اور فتنوں کا سرخیل اور بانی تھا جب مقتل میں لایا گیا تو اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر اٹھا کر کہا۔ "اما واللہ مالمت نفسی فی عداوتک ولکنہ من یخذل اللہ یخذل" (۳۲)

"بخدا میں اپنے نفس کو آپ کی دشمنی کے بارے میں ملامت نہیں کرتا لیکن بات یہ ہے کہ خدا جس کی مدد نہیں کرتا اس کا کوئی مددگار نہیں۔" پھر لوگوں کی طرف مخاطب ہوکر کہنے لگا۔ ایھا الناس! انہ لا بأس بأمر اللہ، کتاب وقدر وملحمۃ، کتبھا اللہ علی بنی اسرائیل "اے لوگو! اللہ کے حکم کی تعمیل میں کچھ مضائقہ نہیں، یہ ایک لکھا ہوا فیصلہ تھا اور ایک سزا تھی جو اللہ نے بنی اسرائیل پر لکھی تھی۔" اس کے بعد اس کی گردن اڑا دی گئی۔ (۳۳)

عورتوں میں سے کسی کو بھی قتل نہیں کیا گیا سوائے ایک عورت کے جس کا نام سیر کی کتابوں میں

---

(۳۱) اس موقع پر قتل کئے جانے والے یہودیوں کی تعداد میں اختلاف ہے، ابن اسحاق نے چھ سو اور ابن اثیر نے اپنی تاریخ "الکامل" میں سات سو کی تعداد بتائی ہے، علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ اکثر کا قول یہ ہے کہ آٹھ اور نو سو کے درمیان ان کی تعداد تھی جبکہ امام ترمذی، امام نسائی اور ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ حضرت جابرؓ سے چار سو کی تعداد نقل کی ہے، حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ان مختلف روایات میں تطبیق دیتے ہوئے کہا ہے کہ ممکن ہے اصل یہودیوں کی تعداد تو چار سو ہو اور باقی ان کے اتباع ہوں۔
(دیکھیے فتح الباری: ۷/ ۴۱۴۔ وابن اثیر: ۲/ ۱۲۷)

(۳۲) سیرۃ ابن ہشام: ۲/ ۲۵۲

(۳۳) امام مغازی ابن اسحاق نے بنو قریظہ کے ان قیدیوں میں ایک قیدی "زبیر بن باطا" کا واقعہ لکھا ہے کہ اس نے زمانۂ جاہلیت کی مشہور جنگ "بُعاث" میں انصار کے مشہور صحابی حضرت ثابت بن قیس پر کچھ احسان کیا تھا، زبیر بن باطا اس وقت بوڑھا ہوکر اندھا ہوچکا تھا، حضرت ثابتؓ اس کے پاس آئے اور کہا "مجھے پہچانتے ہو؟" کہنے لگا، "مجھ جیسا آپ جیسے کو کہاں بھول سکتا ہے؟ حضرت ثابتؓ نے کہا میں چاہتا ہوں آج آپ کے احسان کا بدلہ دوں، کہنے لگا، "ان الکریم یجزی الکریم" حضرت ثابت حضورؐ کے پاس آئے اور زبیر کی آزادی کی درخواست کی، آپؐ نے ان کی درخواست پر اس کو آزاد کردیا، حضرت ثابتؓ نے آکر اطلاع دی، کہنے لگا، "ایسے بوڑھے کی حیات میں کیا لطف جس کے اہل وعیال نہ ہوں"، حضرت ثابت نے جاکر دربار نبوی سے اس کے اہل وعیال کی آزادی کا بھی پروانہ حاصل کیا، پاس آکر بتایا تو کہہ اٹھا "حجاز میں اہل خانہ ہوں لیکن مال نہ ہو تو گزران زندگی کیونکر؟" حضرت ثابتؓ نے جاکر اس کا مال واپس کروادیا تو اب اندھا یہودی حضرت ثابتؓ سے پوچھنے لگا، کعب بن اسد کا کیا ہوا؟ کہا "قتل ہوا" پھر پوچھا، حیی بن اخطب اور عزال بن شموال کا کیا بنا؟ فرمایا، قتل کیے گئے، دریافت کیا، باقی حضرات کا کیا حشر ہوا؟ حضرت ثابت نے کہا سب قتل کردیئے گئے، تو بوڑھے یہودی نے حضرت ثابتؓ سے کہا کہ میرا احسان کا بدلہ یہ ہے کہ آپ مجھے بھی میری قوم کے ساتھ ملادیں کہ اس کے بعد زندگی میں کیا خیر ہے، حضرت ثابتؓ نے اس کو آگے بڑھایا اور اس کی گردن بھی اڑا دی گئی.... (سیرۃ ابن ہشام: ۲/ ۲۵۳۔ ۲۵۴)

"بنانہ" بتایا گیا ہے چونکہ اس نے چھت سے چکی کا پاٹ گرا کر حضرت خلاد بن سویدؓ کو شہید کیا تھا اس لیے وہ قصاصاً قتل کی گئی۔ (۳)

۳۸۹۱ : حدَّثني عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قالَتْ : لَمَّا رَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الخَنْدَقِ ، وَوَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ ، أَتَاهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ، فَقَالَ : قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ ؟ وَاللّٰهِ ما وَضَعْنَاهُ ، فَاخْرُجْ إِلَيْهِمْ . قالَ : (فَإِلَى أَيْنَ) . قالَ : هَا هُنَا ، وَأَشَارَ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيْهِمْ . [ر : ٢٦٥٨]

پہلی روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے اس میں وہی واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب خندق سے واپس ہوئے اور آپ نے ہتھیار اتار دیئے تو حضرت جبریل آئے اور کہا کہ بخدا! ہم نے ابھی ہتھیار نہیں رکھے ، آپ قریظہ کی طرف نکلیں چنانچہ آپ بنی قریظہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

۳۸۹۲ : حدَّثنا مُوسَى : حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حازِمٍ ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى الْغُبَارِ سَاطِعًا فِي زُقَاقِ بَنِي غَنْمٍ ، مَوْكِبَ جِبْرِيلَ حِينَ سَارَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ . [ر : ٣٠٤٢]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔

"حضرت جبریل کی شاہانہ سواری سے بنو غنم کی گلیوں میں اٹھنے والے غبار کو گویا اب بھی میں دیکھ رہا ہوں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی قریظہ کی طرف روانہ ہوئے۔"

موکب جبریل

❶ موکب "ھو" محذوف کی خبر ہونیکی بنا پر مرفوع ہے۔ ❷ یا اس کو "الغبار" سے بدل کر قرار دے کر مجرور پڑھا جائے۔ ❸ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کو "اری" وغیرہ فعل محذوف کا مفعول تسلیم کرلیا جائے تو اس صورت میں منصوب ہوگا۔

(۳) اس عورت کو معلوم ہوچکا تھا کہ مقتولین کی فہرست میں اس کا نام بھی شامل ہے لیکن اس کے باوجود قتل سے چند ساعات قبل حضرت عائشہؓ کے ساتھ باتیں کرتی رہی اور بات بات پر ہنستی رہی، کہ اتنے میں اس کا نام پکارا گیا، اٹھ کر قتل گاہ کی طرف جانے لگی، حضرت عائشہؓ نے پوچھا، کہاں؟ کہنے لگی، قتل گاہ جارہی ہوں، میں نے ایک جرم کیا تھا اس کی سزا پانے جاتی ہوں چنانچہ اس کی گردن اڑائی گئی، حضرت عائشہؓ بعد میں فرمایا کرتی تھیں کہ قتل سے چند لمحے پہلے اس عورت کی ہنسی خوشی باتوں پر آج تک مجھے تعجب ہوتا ہے.... (دیکھیے البدایۃ والنہایۃ: ۴/ ۱۴۹)

حضرت شاہ صاحب نے "موکب" کا ترجمہ کیا ہے "شاہانہ سواری" (۳۵) یعنی شاہانہ سواری کی رفتار سے حضرت جبریل امین زقاق بنی غنم سے گزر رہے تھے اس سے غبار اڑ رہا تھا اور میں دیکھ رہا تھا۔

اس میں اختلاف ہے کہ حضرت جبرئیل کو نبی کے علاوہ کوئی اور دیکھ سکتا ہے یا نہیں ؟ بعض حضرات قول اول کے قائل ہیں اور بعض قول ثانی کے .... یہاں حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب انہوں نے اٹھنے والے غبار کو دیکھا اور کسی شخص کو نہیں دیکھا تو گمان یہ کیا کہ یہ حضرت جبرئیل ہیں۔ نہ دیکھنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت جبرئیل اپنی اصلی شکل میں تھے، کیونکہ جہاں حضرت جبرئیل کسی آدمی کی صورت میں متشکل ہوئے ہیں تو وہاں دوسروں نے انہیں دیکھا ہے، جیسا کہ کتاب الایمان میں گزرا "هذا جبرئیل جاء کم یعلمکم دینکم" (۳٦)

۳۸۹۳ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ : حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الْأَحْزَابِ : (لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ) . فَأَدْرَكَ بَعْضَهُمُ الْعَصْرُ فِي الطَّرِيقِ ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ : لَا نُصَلِّي حَتَّى نَأْتِيَهَا ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : بَلْ نُصَلِّي ، لَمْ يُرِدْ مِنَّا ذٰلِكَ . فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِنْهُمْ .
[ر : ۹۰٤]

یہ روایت بعینہ اسی سند اور متن کے ساتھ ابواب الخوف میں "باب صلاۃ الطالب والمطلوب" میں گزر چکی ہے، اس روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عصر کی نماز قریظہ ہی میں پڑھنی ہے جبکہ مسلم کی روایت میں عصر کی بجائے ظہر کی نماز کا ذکر ہے۔ (۳۷) عام روایات اور کتب حدیث سے ظہر کی تائید معلوم ہوتی ہے اور اہل سیر اور اہل مغازی عصر کا ذکر کرتے ہیں۔

دونوں میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ ممکن ہے لشکر دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہو ایک حصہ لشکر کا وہ ہو جو ظہر سے پہلے روانہ ہوا، ان کو کہا کہ ظہر بنوقریظہ میں پڑھنی ہے اور دوسرا حصہ وہ ہو جو ظہر کے بعد روانہ ہوا، ان کو کہا کہ عصر بنوقریظہ میں پڑھنی ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ لشکر میں ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے

---

(۳۵) فیض الباری: ۴/ ۱۰۰۔ باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب۔

(۳٦) چنانچہ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:

واختلفوا فی ان رؤیۃ جبرئیل هل تجوز لغیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم اولا؟ فمنهم من جوزها، ومنهم من انکرها، والظاهر من هذا اللفظ انه لما رأی الغبار ساطعاً ولم یر راکباً، ظن انه جبرئیل علیه السلام ولم یره، وذلک اذا کان فی صورته، اما اذا تمثل فی صورة رجل، فقد رآه آخرون ایضاً کما مر فی الایمان "هذا جبرئیل جاء کم یعلمکم دینکم" (فیض الباری: ۴/ ۱۰۰۔)

(۳۷) دیکھیے، صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب المبادرة بالغزو رقم الحدیث ۴۳٦۵۔

ظہر نہیں پڑھی تھی ان سے تو کہا کہ ظہر کی نماز وہاں پڑھنی ہے اور بقیہ جنہوں نے ظہر پڑھ لی تھی ان سے کہا کہ تم عصر وہاں پڑھنا۔

فادرک بعضهم العصر فی الطریق

"بعض صحابہ نے عصر کو راستہ میں پایا" یعنی عصر کا وقت راستے میں ہوا تو بعض نے کہا ہم تو بنی قریظہ جاکر عصر پڑھیں گے اور بعضوں نے کہا کہ ہم نماز پڑھ لیتے ہیں اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ نہیں تھا کہ اگر راستے میں عصر کا وقت ہوجائے تو بھی نماز نہیں پڑھنا بلکہ آپ کا مقصد تعجیل تھا کہ جلد از جلد بنوقریظہ پہنچنا ہے پھر بعد میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر ہوا تو آپ نے کسی پر بھی اظہار ناراضگی نہیں فرمایا۔

سوال یہ ہے کہ یہاں عمل کس کا بہتر ہے؟ راستے میں نماز پڑھنے والوں کا یا ان حضرات کا جنہوں نے بنوقریظہ جاکر نماز پڑھی، ابو محمد بن حزم ظاہری کہتے ہیں کہ ہم اگر وہاں ہوتے تو بنوقریظہ تک پہنچنے میں اگر کئی برس بھی لگ جاتے تب بھی عصر کی نماز بنوقریظہ سے پہلے نہ پڑھتے لیکن حافظ ابن قیمؒ نے "زادالمعاد" میں ان لوگوں کے فعل کو ترجیح دی ہے جنہوں نے راستے میں نماز پڑھی اور نماز عصر کو اپنے وقت پر ادا کیا کیونکہ ان لوگوں نے دو فضیلتیں حاصل کی ہیں، ایک فضیلت نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی اور دوسری فضیلت جہاد میں حصہ لینے کی، اور جلد سے جلد بنوقریظہ پہنچنے کی فکر تو ان کو بھی دامن گیر تھی، چنانچہ انہوں نے نماز راستے میں پڑھی اور پہنچتے ہی مورچہ بندی کا عمل شروع کیا اس لیے ان کے فعل کو ترجیح دی گئی ہے۔ (۳۸)

۳۸۹٤ : حدّثنا ابْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ : حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ . وَحَدَّثَنِي خَلِيفَةُ : حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ : سَمِعْتُ أَبِي ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ ﷺ النَّخَلَاتِ ، حَتَّى افْتَتَحَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرَ ، وَإِنَّ أَهْلِي أَمَرُونِي أَنْ آتِيَ النَّبِيَّ ﷺ فَأَسْأَلَهُ الَّذِي كَانُوا أَعْطَوْهُ أَوْ بَعْضَهُ ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ قَدْ أَعْطَاهُ أُمَّ أَيْمَنَ ، فَجَاءَتْ أُمُّ أَيْمَنَ فَجَعَلَتِ الثَّوْبَ فِي عُنُقِي تَقُولُ : كَلَّا وَالَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَا يُعْطِيكَهُمْ وَقَدْ أَعْطَانِيهَا ، أَوْ كَمَا قَالَتْ ، وَالنَّبِيُّ ﷺ

---

(۳۸) چنانچہ حافظ ابن قیم لکھتے ہیں:۔

بل الذین صلوها فی الطریق فی وقتها حازوا قصب السبق، وکانوا اسعد بالفضیلتین، فانهم بادروا الی امتثال امره فی الخروج، وبادروا الی مرضاته فی الصلاة فی وقتها ثم بادروا الی اللحاق بالقوم فحازوا فضیلة الجهاد، وفضیلة الصلاة فی وقتها، وفهموا ما یراد منهم، وکانوا افقه من الآخرین...

(وانظر زادالمعاد: ۳/۱۳۱)

يَقُولُ : (لَكَ كَذَا) . وَتَقُولُ : كَلَّا وَاللهِ ، حَتَّى أَعْطَاهَا – حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ – عَشْرَةَ أَمْثَالِهِ ، أَوْ كَمَا قَالَ . [ر : ۲۹٦۰]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ انصار کے آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھجور کے درخت متعین کردیتے تھے (اور آپ یہ درخت مہاجرین کو دیدیا کرتے تھے ....) یہاں تک کہ قریظہ اور نضیر کے قبائل فتح ہوگئے (تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان درختوں کو مہاجرین سے لے کر انصار کو واپس کردیا اور قریظہ اور نضیر کے اموال مہاجرین میں تقسیم فرمادیئے) اس وقت میرے گھروالوں نے مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ میں جاکر ان درختوں کے متعلق جو گھروالوں نے آپؐ کو دیئے تھے پوچھوں (کہ وہ درخت ہمیں واپس کردیئے جائیں گے یا نہیں؟) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ درخت حضرت ام ایمن کو دے دیئے تھے۔ اتنے میں حضرت ام ایمن آگئیں اور میری گردن میں چادر ڈال کر کہنے لگیں "ہرگز نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ درخت آپ کو نہیں دیں گے، یہ تو آپؐ مجھے دے چکے ہیں۔" اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام ایمنؓ سے فرماتے تھے، ہم تمہیں ان کے بدلے میں اتنے اور دیں گے، یہ تم واپس کردو، تو وہ کہتی تھیں "بخدا میں تو نہیں واپس کروں گی۔" حتی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ایمن کو ان درختوں کے دس گنا درخت اور دیئے تب وہ حضرت انسؓ والے درختوں کے واپس کرنے پر راضی ہوئیں۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضنہ (مربیہ) تھیں، انہوں نے بچپن میں آپ کو گود میں کھلایا تھا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کو "ماں" کہا کرتے تھے، ان کا احترام کیا کرتے تھے .... یہ حبشہ سے تعلق رکھتی تھیں اور عربی لہجہ صاف نہیں بولتی تھیں، ایک مرتبہ کسی جنگ کے موقع پر انہوں نے مسلمانوں سے دعا کے طور پر کہا۔ سبت اللہ اقدامکم "ثا" کے بجائے "سین" استعمال کیا، اس جملے کے معنی ہوتے ہیں "اللہ تمہارے پاؤں کاٹ ڈالیں" جبکہ وہ کہنا یہ چاہتی تھیں کہ اللہ تمہیں ثابت قدم رکھیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سنا تو فرمایا "اسکتی یاام ایمن! انک عفراء اللسان" (۳۹) "اے ام ایمن! آپ خاموش رہیئے، تمہاری زبان بڑی سخت ہے" یعنی کہنا کچھ چاہتی ہو،

---

(۳۹) حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کا نام برکۃ بنت ثعلبہ ہے • ایمن آپ کا بیٹا تھا جو آپ کے پہلے شوہر عبید بن زید سے پیدا ہوا• ایمن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی سعادت اور غزوۂ خیبر میں شرف شہادت حاصل ہے • عبید بن زید کے بعد حضرت ام ایمنؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنّٰی اور مشہور صحابی حضرت زید بن حارثہؓ سے نکاح کیا اور ان سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے حضرت ام ایمن نے چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کی تھی اس لیے آپ وقتاً فوقتاً حضرت ام ایمنؓ کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے، جب آپؐ . . .

نکلتا کچھ ہے۔

روایت مذکورہ سے حضرت گنگوہیؒ کا استدلال

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انصار نے یہ درخت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ھبہ کے طور پر پیش کئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے حضرت ام ایمنؓ کو بھی بطور ھبہ کے دیئے تھے، اب ان کی واپسی کرائی جارہی ہے معلوم ہوا کہ رجوع فی الھبہ جائز ہے جو حنفیہ کا مذہب ہے۔ حافظ ابن حجر چونکہ شافعی ہونے کی وجہ سے رجوع فی الھبہ کو جائز نہیں سمجھتے اس لیے وہ کہتے ہیں یہ عاریت تھی۔ (۴۰)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر یہ عاریت تھی تو عاریت کو آگے ھبہ کرنا کہاں درست ہے؟ جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے حضرت ام ایمن کو یہ ھبہ کئے تھے، اگر آپ کہیں کہ حضرت ام ایمن کو بھی عاریتاً دیئے گئے تھے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر ان کو یہ عاریت کے طور پر ہی دیئے گئے تھے تو پھر انہوں نے واپس کرنے سے انکار کیوں کیا؟ ان کا انکار دلالت کرتا ہے کہ یہ ھبہ تھا اور ھبہ کرکے واپس لینا دلیل ہے اس بات کی کہ رجوع فی الھبہ جائز ہے۔ (۴۱) واللہ اعلم۔

البتہ حنفیہ کے نزدیک رجوع فی الھبہ چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے عام نہیں۔

۳۸۹۵ : حدَّثني مُحمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ سَعْدٍ قالَ : سَمِعْتُ أَبَا أُمامَةَ قالَ : سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ : نَزَلَ أَهْلُ قُرَيْظَةَ عَلَى حُكْمِ

... کی وفات ہوئی تو حضرت صدیق اکبرؓ نے فاروق اعظمؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام ایمنؓ کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے چلیے آج ہم بھی ان کے ہاں چلتے ہیں، جب یہ دونوں حضرات ان کے گھر داخل ہوئے تو حضرت ام ایمن رونے لگیں، انہوں نے کہا کہ آپ کیوں رو رہی ہیں؟ اللہ کے ہاں اپنے رسول کے لیے جو کچھ ہے وہ اس دنیا سے بہتر ہے، فرمانے لگیں، میں اس لیے نہیں رو رہی ہوں کہ آپ کی وفات ہوگئی ہے بلکہ اس لیے رو رہی ہوں کہ وحی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہوگیا، یہ سن کر حضرت صدیق اور حضرت فاروق بھی رونے لگے، حضرت ام ایمن کی وفات حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں ہوئی۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے الاصابۃ: ۴/ ۴۳۲)

(۴۰) دیکھیے فتح الباری: ۷/ ۴۱۱

(۴۱) چنانچہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قوله: "فاسأله الذي كانوا أعطوه" فيه دلالة على جواز الرجوع في الهبة، وإن الموهوب له إذا وهبه الآخر لم يملك الواهب الأول ردها من الموهوب له الأول، ولذلك أمر النبي صلى الله عليه وسلم أم أيمن أن تردها إليهم، ولو ملك ردها بنفسه النفيسة لما افتقر إلى ذلك .... وجواز الرجوع في الهبة ظاهر برجوع الأنصار فيما كانوا أعطوه، ولا يمكن حمله على أنه كان عارية لا هبة، لأنه لو كان عارية لما أعطى النبي صلى الله عليه وسلم عطية أم أنس لأم أيمن إذ لا يجوز هبة العارية... (وانظر لامع الدراري: ۸/ ۳۲۲)

سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ ، فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى سَعْدٍ فَأَتَى عَلَى حِمَارٍ ، فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ لِلْأَنْصَارِ : (قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ ، أَوْ خَيْرِكُمْ) . فَقَالَ : (هٰؤُلَاءِ نَزَلُوا عَلَى حُكْمِكَ) . فَقَالَ : تَقْتُلُ مُقَاتِلَتَهُمْ ، وَتَسْبِي ذَرَارِيَّهُمْ ، قَالَ : (قَضَيْتَ بِحُكْمِ اللّٰهِ . وَرُبَّمَا قَالَ : بِحُكْمِ الْمَلِكِ) . [ر : ۲۸۷۸]

یہ روایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے، حضرت ابوسعد خدریؓ کا نام "سعید بن مالک" ہے، فرماتے ہیں کہ نزل اهل قريظة على حكم سعد بن معاذ "بنوقریظہ نے سعد بن معاذ کے حکم اور فیصلہ پر اترنا منظور کرلیا"

درحقیقت بنو قریظہ قلعوں سے اترنے کے لیے بالکل آمادہ نہ تھے لیکن جب ان کو معلوم ہوا کہ حضرت سعد بن معاذ ہمارا فیصلہ کریں گے تو قلعوں سے نکلنے پر آمادہ ہوگئے کیونکہ حضرت سعد بن معاذ قبیلۂ اوس کے سردار تھے اور قبیلۂ اوس اور بنوقریظہ کے درمیان حلیفانہ تعلقات تھے، بنوقریظہ کو خیال ہوا کہ اب ہمارا معاملہ سعد بن معاذ کے ہاتھ میں ہے اور وہ بہرحال ہمارے حق میں آسان سے آسان تر فیصلہ کریں گے اس لیے وہ لوگ اتر آئے ۔ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لیے آدمی بھیجا، حضرت سعد بن معاذ قریب ہی مسجد کے ایک خیمے میں مقیم تھے، (۱) چنانچہ وہ حمار پر سوار ہوکر آئے ۔

فلما دنا من المسجد

"سو جب وہ مسجد کے قریب ہوگئے" بعض لوگوں نے کہا کہ یہاں "مسجد" سے مراد مسجد نبوی ہے، یہ غلط ہے، بلکہ یہاں مسجد سے نماز کی وہ عارضی جگہ مراد ہے جو محاصرے کے دوران حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیار بنی سلمہ میں مسجد کے طور پر بنائی تھی، (۲) یہ جگہ بنوقریظہ کے قریب تھی، بنوقریظہ مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلے پر تھے ۔ (۳)

قال للانصار: قوموا الی سیدکم۔ او خیرکم

حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا "اپنے سردار کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو" یا اپنے میں بہتر کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو۔

---

(۱) یہ خیمہ حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے مسجد کے قریب لگایا تھا تاکہ ان کی عیادت آسانی سے آپ کرتے رہیں۔ (دیکھیے دلائل بیہقی: ۴ / ۲۶)

(۲) دیکھیے فتح الباری: ۷ / ۴۱۲

(۳) البدر الساری حاشیۂ فیض الباری: ۴ / ۱۰۱۔

مسئلۂ قیام تعظیم

کسی کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں، امام نووی رحمہ اللہ نے قیام تعظیمی کو ثابت کرنے کے لیے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے، ابن الحاج نے ان کی تردید کی اور ان کے موقف کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی اس طرح فریقین کی طرف سے اس مسئلے میں لکھا جاتا رہا۔

لیکن قول فیصل یہ ہے کہ اہل کرم اور اہل فضل کے احترام میں کھڑے ہونے کی نہ صرف یہ کہ اجازت ہے بلکہ بہتر اور افضل ہے، لیکن یہ اجازت دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے۔

❶ ایک یہ کہ جس کے لیے کھڑے ہورہے ہیں اس کے دل میں یہ طلب نہ ہو کہ لوگ میرے لیے کھڑے ہوں، اگر اس کے دل میں یہ خواہش ہے تو پھر کھڑا ہونا جائز نہیں۔

❷ دوسری شرط یہ ہے کہ کھڑے ہونے والے کے دل میں اس قیام کا داعیہ ہو، اگر دل میں اس کے اکرام کا داعیہ نہیں، محض ریاء اور تملق کی بناء پر کھڑا ہورہا ہے تو بھی جائز نہیں ہے۔ (۴)

---

(۴) کسی کے لیے قیام کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں جن میں صرف ایک صورت (قیام تعظیمی) کے حکم میں اختلاف ہے۔ باقی صورتوں کا حکم واضح اور متفق علیہ ہے۔

❶ پہلی صورت یہ ہے کہ سردار بیٹھا ہے اور حاضرین اس کی تعظیم وتکریم میں مسلسل مجلس میں کھڑے ہیں، یہ صورت بالاتفاق ناجائز ہے کیونکہ یہ مجمیوں کی متکبرانہ اور جاہلانہ رسم ہے۔

❷ دوسری صورت یہ ہے کہ آنے والے کے دل میں تکبر اور بڑائی ہو جس کی وجہ سے وہ چاہتا ہو کہ لوگ اس کے لیے کھڑے ہوں، یہ صورت بھی بالاتفاق ناجائز ہے۔

❸ تیسری صورت یہ ہے کہ آنے والے کے دل میں تکبر اور بڑائی تو نہ ہو، تاہم یہ ڈر ہو کہ لوگوں کے کھڑے ہونے کی وجہ سے اس کے دل میں تکبر پیدا ہوگا، ایسے شخص کے لیے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

❹ چوتھی صورت یہ ہے کہ کسی کی آمد پر خوشی اور مسرت کی وجہ سے انسان اس کے استقبال کے لیے کھڑا ہوجائے یہ صورت نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ مستحب اور مندوب ہے اور اس کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں۔

❺ پانچویں صورت یہ ہے کہ کسی شخص کو اللہ کی جانب سے کوئی نعمت ملی ہے، اس شخص کو اس نعمت پر مبارکباد دینے کے لیے آدمی کھڑا ہو، یہ صورت بھی مستحب اور مندوب ہے۔

❻ چھٹی صورت یہ ہے کہ کسی پر کوئی مصیبت آئی ہے، اس کی تسلی کے لیے کوئی کھڑا ہوگیا تو یہ بھی مستحب اور مندوب ہے۔

❼ ساتویں صورت یہ ہے کہ آنے والے کے اکرام میں کوئی آدمی کھڑا ہورہا ہے تاہم آنے والے کے دل میں نہ اپنے لیے اس قیام تعظیمی کی خواہش ہے اور نہ تمنا،

یہ ساتویں صورت مختلف فیہ ہے، طرفین کے دلائل آگے "کتاب الاستئذان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: قوموا الی سیدکم" کے تحت حافظ ابن حجر نے بیان کئے ہیں، ان شاء اللہ پوری تفصیل وہاں آئے گی۔

(مذکورہ سات صورتوں کے لیے دیکھیے تکملہ فتح الملہم ج ۳۔ ص ۱۲۶ - ۱۲۷)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جب آئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ یہ لوگ آپ کے فیصلہ پر راضی ہوئے ہیں، حضرت سعدؓ نے اس موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی دریافت کیا کہ میرا فیصلہ کس پر نافذ ہوگا؟ آپ ؐ نے فرمایا، سب پر نافذ ہوگا، عرض کیا، آپ پر بھی نافذ ہوگا، فرمایا کہ ہاں مجھ پر بھی نافذ ہوگا، (۵) اس وقت حضرت سعدؓ نے فیصلہ کیا کہ ان کے لڑنے والے مرد قتل کردیئے جائیں اور ان کی عورتیں اور بچے قیدی بنالیے جائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ سے فرمایا کہ آپ ؐ نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا۔

مولانا شبلی نعمانی مرحوم نے لکھا ہے کہ تورات، کتاب تیثنہ، اصحاح نمبر بیس، آیت نمبر دس میں ہے کہ "اگر کسی قوم کو محاصرہ کے دوران گرفتار کیا جائے تو اس میں جس قدر مرد ہوں سب کو قتل کردیا جائے اور بچے، عورتیں اور جو چیزیں ان کے پاس ہوں ان سب کو مال غنیمت شمار کیا جائے گا (۶)" تو چونکہ حضرت سعدؓ نے تورات کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ "قضیت بحکم اللہ"

لیکن ظاہر یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت وحی آئی تھی اور اس کے ذریعہ آپ ؐ کو اللہ سبحانہ وتعالی کا فیصلہ بتایا گیا تھا، حضرت سعدؓ نے جب ٹھیک اسی طرح فیصلہ کیا جس کی اطلاع آپ ؐ کو وحی کے ذریعہ دی گئی تھی تو آپ ؐ نے فرمایا "قضیت بحکم اللہ" واللہ اعلم

۳۸۹۶ : حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيَى : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : أُصِيبَ سَعْدٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ ، رَمَاهُ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ ، يُقَالُ لَهُ حِبَّانُ بْنُ الْعَرِقَةِ ، رَمَاهُ فِي الْأَكْحَلِ ، فَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ لِيَعُودَهُ مِنْ قَرِيبٍ ، فَلَمَّا رَجَعَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْخَنْدَقِ وَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ ، فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ يَنْفُضُ رَأْسَهُ مِنَ الْغُبَارِ ، فَقَالَ : قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ ، وَاللّٰهِ مَا وَضَعْتُهُ ، اخْرُجْ إِلَيْهِمْ . قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (فَأَيْنَ) . فَأَشَارَ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ ، فَأَتَاهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَنَزَلُوا عَلَى حُكْمِهِ ، فَرَدَّ الْحُكْمَ إِلَى سَعْدٍ ، قَالَ : فَإِنِّي أَحْكُمُ فِيهِمْ : أَنْ تُقْتَلَ الْمُقَاتِلَةُ ، وَأَنْ تُسْبَى النِّسَاءُ وَالذُّرِّيَّةُ ،

۔۔۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہم کی تقریر میں مذکورہ قیام تعظیمی سے یہی ساتویں صورت مراد ہے جس کو دو شرطوں کے ساتھ افضل اور بہتر کہا گیا اور اسی کو مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے اعلاء السنن میں "احق العمل" کہا ہے ... (دیکھیے اعلاء السنن ۱۷ / ۲۲۹) واللہ اعلم

(۵) السیرة الحلبیة: ۲ /۳۳۹۔

(۶) دیکھیے سیرت النبی ؐ از شبلی نعمانی ج ۱۔ ص ۲۵۳

وَأَنْ تُقْسَمَ أَمْوَالُهُمْ

رماه رجل من قریش یقال له حبان بن العرقة، رماه فی الاکحل

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ قریش کے، ایک شخص نے جس کو حبان بن عرقہ کہا جاتا تھا حضرت سعد بن معاذؓ کو تیر مارا اور تیر اس نے بازو کی رگ میں مارا"

مارگولوس ایک عیسائی پادری ہے، وہ کہتا ہے کہ چونکہ حضرت سعدؓ کو ایک قرظی نے تیر مارا تھا اس لیے انہوں نے بنوقریظہ کے خلاف سخت فیصلہ انتقام کے طور پر کیا لیکن یہ جھوٹ ہے، یہاں بخاری کی روایت میں تصریح ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ایک قریشی آدمی نے تیر مارا تھا۔

فاتاهم رسول الله صلی الله علیه وسلم فنزلوا علی حکمه

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بنوقریظہ کے پاس آئے (یعنی آپؐ نے ان کا محاصرہ کیا) چنانچہ بنو قریظہ آپؐ کے فیصلہ پر اترے" کہ جو فیصلہ آپؐ کریں گے ہمیں منظور ہے۔ یہ بھی روایتوں میں آتا ہے کہ یہود ابتداءً حضرت سعدؓ ہی کے فیصلہ پر راضی ہوئے تھے (۷) جبکہ یہاں بخاری کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر وہ راضی ہوئے تھے۔ دونوں قسم کی روایات میں تطبیق یوں ہوسکتی ہے کہ ممکن ہے ان کو اس بات کا علم ہوگیا ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا فیصلہ خود صادر نہیں فرمائیں گے بلکہ حضرت سعدؓ کے حوالہ کریں گے اس بناء پر وہ آپؐ کے فیصلے پر راضی ہوئے ہوں۔

قَالَ هِشَامٌ : فَأَخْبَرَنِي أَبِي ، عَنْ عائِشَةَ : أَنَّ سَعْدًا قَالَ : اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أُجاهِدَهُمْ فِيكَ ، مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوا رَسُولَكَ ﷺ وَأَخْرَجُوهُ ، اللَّهُمَّ فَإِنِّي أَظُنُّ أَنَّكَ قَدْ وَضَعْتَ الحَرْبَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ ، فَإِنْ كانَ بَقِيَ مِنْ حَرْبِ قُرَيْشٍ شَيْءٌ فَأَبْقِنِي لَهُ ، حَتَّى أُجاهِدَهُمْ فِيكَ ، وَإِنْ كُنْتَ وَضَعْتَ الحَرْبَ فَافْجُرْهَا وَاجْعَلْ مَوْتَتِي فِيهَا ، فَانْفَجَرَتْ مِنْ لَبَّتِهِ ، فَلَمْ يَرُعْهُمْ ، وَفِي المَسْجِدِ خَيْمَةٌ مِنْ بَنِي غِفَارٍ ، إِلَّا الدَّمُ يَسِيلُ إِلَيْهِمْ ، فَقَالُوا : يَا أَهْلَ الخَيْمَةِ ، مَا هٰذَا الَّذِي يَأْتِينَا مِنْ قِبَلِكُمْ ؟ فَإِذَا سَعْدٌ يَغْذُو جُرْحُهُ دَمًا ، فَمَاتَ مِنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

[ر : ٤٥١]

یہ تعلیق نہیں ہے بلکہ ماقبل سند کے ساتھ ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت سعدؓ نے یہ دعا کی تھی کہ "اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ اس بات سے زیادہ مجھے کوئی چیز عزیز نہیں ہے کہ میں تیرے

(۷) ان روایتوں کی تفصیل کے لیے دیکھیے دلائل بیہقی ج ۴، ص ۱۸ - ۲۵۔ باب نزول بنی قریظہ علی حکم سعد بن معاذ

راستہ میں اس قوم سے جہاد کروں جس نے تیرے رسول کی تکذیب کی اور ان کو اپنے وطن سے نکالا، اے اللہ! اب میرا خیال ہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان تو نے جنگ ختم کردی تاہم اگر قریش کے ساتھ کچھ جنگ باقی ہو تو مجھے اس کے لیے زندہ رکھیئے یہاں تک کہ میں تیرے راستے میں ان سے جہاد کرسکوں اور اگر آپ نے ان کے ساتھ ہماری جنگ ختم کردی ہے تو میرے اس زخم (کے خون) کو بہائیے اور اسی میں میری موت واقع کردیجئے۔"

فانفجرت من لبته فلم یرعهم۔ وفی المسجد خیمة من بنی غفار۔ الاالدم یسیل الیهم

"چنانچہ سینہ سے ان کا زخم بہہ پڑا، مسجد میں قبیلۂ بنوغفار کا ایک خیمہ تھا جب خون ان کی طرف بہہ کر آیا تو وہ گھبرائے۔"

لوگوں نے جب خون دیکھا تو پکار اٹھے یہ خون کہاں سے آرہا ہے؟ دیکھا تو حضرت سعدؓ کے زخم سے خون بہہ رہا تھا چنانچہ اسی کی وجہ سے آپ کی وفات ہوئی۔

یہاں کسی کو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جو دعا کی تھی وہ شاید قبول نہیں ہوئی کیونکہ انہوں نے دعا کی تھی کہ اگر قریش کے ساتھ جنگ کا کوئی سلسلہ باقی ہو تو مجھے زندہ رکھیئے جبکہ فتح مکہ کے موقع پر قریش کے ساتھ جنگ ہوئی ہے لیکن حضرت سعد بن معاذؓ اس زخم کی وجہ سے اسی وقت انتقال فرما گئے تھے۔

❶ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ ہر دعا کا دنیا میں قبول ہونا کوئی ضروری نہیں ہے، بعض دعائیں دنیا میں قبول نہیں ہوتیں لیکن اللہ سبحانہ وتعالی ان کو آخرت کی ترقی کا ذریعہ بنادیتے ہیں، حضرت سعدؓ کی اس دعا کو بھی اللہ سبحانہ وتعالی نے آخرت کی ترقی کا ذریعہ بنایا۔

❷ لیکن اس سے بہتر بات یہ ہے کہ حضرت سعدؓ کا مقصد یہ تھا کہ اگر جنگ کوئی ایسی ہو جس میں قریش اقدام کریں تو ایسی جنگ کے لیے مجھے باقی رکھیے، جبکہ فتح مکہ کے موقع پر قریش نے اقدام نہیں کیا تھا بلکہ مسلمان مکہ پر قبضہ کرنے گئے تھے اور اس میں بھی قریش کے ساتھ کسی زبردست جنگ کی نوبت نہیں آئی بلکہ حضرت خالد بن ولیدؓ کے ماتحت مسلمانوں کی ایک جماعت کو کفار کی معمولی سی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا تھا اس لیے حضرت سعد بن معاذؓ کی دعا اللہ سبحانہ وتعالی نے اس دنیا ہی میں قبول فرمائی اور ان کو اپنی طرف بلالیا۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک حاکم کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت سعدؓ کا جب انتقال ہوا تو ان کے لیے آسمان کے تمام دروازے کھولے گئے اور ان کی روح کی آمد سے فرشتے بڑے خوش ہوئے (۸)

(۸) فتح الباری: ۷/ ۱۲۴، باب مناقب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

اور حافظ ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ میں نقل کیا ہے کہ حضرت سعد بن معاذؓ کا جب انتقال ہوا تو ان کے جنازے میں شرکت کرنے کے لیے ستر ہزار فرشتے آسمان سے آئے۔ جو اس سے قبل کبھی آسمان سے نازل نہیں ہوئے تھے (۹)، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سعد بن معاذؓ کی موت سے عرش ہل گیا تھا۔ (۱۰)

۳۸۹۷ : حدثنا الحَجَّاجُ بْنُ مِنْهالٍ : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قالَ : أَخْبَرَنِي عَدِيٌّ : أَنَّهُ سَمِعَ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ لِحَسَّانَ : (اهْجُهُمْ - أَوْ هَاجِهِمْ - وَجِبْرِيلُ مَعَكَ) .

وَزَادَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قالَ : قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمَ قُرَيْظَةَ لِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ : (اهْجُ الْمُشْرِكِينَ ، فَإِنَّ جِبْرِيلَ مَعَكَ) .

[ر : ۳۰٤۱]

باب : غَزْوَةُ ذَاتِ الرِّقَاعِ .

وَهِيَ غَزْوَةُ مُحَارِبِ خَصَفَةَ مِنْ بَنِي ثَعْلَبَةَ مِنْ غَطَفَانَ ، فَنَزَلَ نَخْلاً ، وَهِيَ بَعْدَ خَيْبَرَ ، لِأَنَّ أَبَا مُوسَى جاءَ بَعْدَ خَيْبَرَ .

غزوۂ ذات الرقاع کی وجہ تسمیہ !

رقاع رقعۃ کی جمع ہے پٹی اور چیتھڑے کو کہتے ہیں۔ اس غزوے کی وجہ تسمیہ میں مختلف اقوال ہیں۔

❶ ایک بات اس سلسلہ میں یہ کہی گئی کہ چونکہ اس غزوے میں زیادہ چلنے کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کے پاؤں میں آبلے پڑ گئے تھے جس کی وجہ سے انہوں نے کپڑے کی پٹیاں اور چیتھڑے پاؤں پر لپیٹ لیے تھے اس لیے اس غزوے کو غزوۂ ذات الرقاع کہتے ہیں، چنانچہ اسی باب میں آگے حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت آرہی ہے، اس میں ہے۔ فسمیت غزوۃ ذات الرقاع لما کنا نعصب من الخرق علی ارجلنا

---

(۹) دیکھیے البدایۃ والنہایۃ: ۱۲۸/۴

(۱۰) دیکھیے الاصابۃ: ۲/ ۳۷۔ حافظ ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ میں اس قسم کی بہت سی روایات جمع کردی ہیں، دیکھیے البدایۃ والنہایۃ، باب وفاۃ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ: ۱۲۶/۴۔ ۱۳۰۔

❷ بعض حضرات نے کہا کہ اس کو غزوۂ ذات الرقاع اس لیے کہا جاتا ہے کہ "انهم رقعوا رایاتهم" یعنی اس غزوے میں صحابہ نے رنگارنگ کپڑوں کے جھنڈے بنائے تھے۔ (۱)

❸ واقدی اور ابن سعد نے کہا کہ "ذات الرقاع" ایک پہاڑ کا نام ہے جس میں مختلف رنگوں کے نشانات ہیں چونکہ اس غزوے کے موقع پر آپ نے وہاں قیام فرمایا تھا اس لیے اس غزوے کا نام غزوۂ ذات الرقاع پڑگیا۔ (۲)

❹ ابن حبان نے کہا کہ اس غزوے کا نام غزوۂ ذات الرقاع اس لیے رکھا گیا کہ ان کے گھوڑے مختلف رنگوں کے تھے، حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ ابن حبان کا یہ قول تصحیف پر مبنی ہے انہوں نے "جبل" کو "خیل" پڑھ لیا ہے۔ (۳)

❺ بعض علماء مالکیہ نے اس غزوے کے ذات الرقاع نام کی ایک عجیب وجہ بیان کی، انہوں نے کہا کہ اس کو "ذات الرقاع" اس لیے کہا کہ صحابہ نے اس غزوہ میں صلوۃ خوف ادا کی تھی اور نماز میں پیوندکاری ہوئی تھی کہ ایک جماعت ایک رکعت پڑھ کر چلی گئی پھر دوسری جماعت آئی، اس نے ایک رکعت پڑھی اور پھر وہ واپس چلی گئی اور پہلی جماعت آئی اس نے نماز پوری کی، اس کے بعد پھر دوسری جماعت نے آکر اپنی نماز مکمل کی تو چونکہ اس میں صحابہ نے نماز دو ٹکڑوں اور حصوں میں پڑھی اس لیے اس کو غزوۂ ذات الرقاع کہتے ہیں۔ (۴)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان تمام توجیہات میں کوئی تعارض نہیں، ان تمام اسباب اور وجوہ کی بناء پر اس غزوے کا یہ نام پڑگیا ہے۔ (۵) واللہ اعلم

غزوۂ ذات الرقاع کا سبب!

اس غزوے کا سبب یہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ غطفان کے دو قبیلے بنو

---

(۱) البدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۸۳

(۲) طبقات بن سعد: ۲/ ۶۱، والبدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۸۳

(۳) فتح الباری: ۷/ ۴۱۹

(۴) وفی الفتح: (۷/: ۴۱۹) واغرب الداودی فقال: سمیت ذات الرقاع لوقوع صلاۃ الخوف فیها فسمیت بذلك لترقیع الصلاۃ فیها

(۵) فتح الباری: ۷/ ۴۱۹

محارب اور بنو ثعلبہ نے لشکر جمع کیا ہے اور وہ لوگ مسلمانوں کے خلاف منظم ہو رہے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اس سے کہ وہ لوگ پیش قدمی کرتے چار سو صحابہ کو ساتھ لے کر پیش قدمی کی۔ (۶)

غزوۂ ذات الرقاع کی تاریخِ وقوع میں اختلاف!

اس غزوہ کی تاریخِ وقوع میں اہل سیر کا اختلاف ہے۔

1. ایک جماعت کی رائے ہے کہ یہ غزوہ ۴ھ میں پیش آیا۔ (۷)
2. بعض حضرات کا خیال ہے کہ ۵ھ میں پیش آیا ہے۔ (۸)
3. امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ یہ غزوہ ۷ھ میں غزوۂ خیبر کے بعد پیش آیا ہے اور دلائل سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ثابت کیا ہے، چنانچہ امام بخاری فرماتے ہیں: وھی بعد خیبر، لان اباموسی جاء بعد خیبر

1. امام بخاریؒ کی پہلی دلیل یہ ہے کہ اس غزوہ میں حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ شریک تھے جیسا کہ خود ان کی روایت اس باب میں آرہی ہے، دوسری طرف یہ بات متفق علیہ ہے کہ حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ فتح خیبر کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے تھے، لہذا غزوۂ ذات الرقاع میں ان کی شرکت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ غزوہ، خیبر کے بعد واقع ہوا ہے۔

ابن سید الناس نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس استدلال کو رد کرتے ہوئے کہا کہ حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے غزوۂ ذات الرقاع کے غزوۂ خیبر کے بعد وقوع پر کوئی دلالت نہیں ہوتی، حافظ ابن حجر نے ابن سید الناس کے اس قول پر تعجب کا اظہار کیا اور کہا کہ ابن سید الناس کا امام بخاری رحمہ اللہ کے اس استدلال کو رد کرنا ٹھیک نہیں، اس روایت سے امام بخاریؒ کا اپنے مدعا پر استدلال بالکل واضح اور صاف ہے۔ (۹)

2. امام بخاری رحمہ اللہ کا دوسرا استدلال حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے جو آگے امام بخاریؒ نے تعلیقاً ذکر کی ہے لیکن ابوداود، نسائی، طحاوی، مسند احمد اور صحیح ابن حبان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت موصولاً منقول ہے جس میں حضرت ابوہریرہؓ کی غزوۂ ذات الرقاع میں شرکت کا

---

(۶) طبقات ابن سعد: ۲/ ۶۱

(۷) البدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۸۳

(۸) الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۲۰

(۹) دیکھیے فتح الباری: ۷/ ۴۱۸

بیان ہے اور حضرت ابوہریرہؓ بالاتفاق غزوۂ خیبر کے بعد آئے ہیں، غزوۂ ذات الرقاع میں ان کی شرکت اس بات کی واضح دلیل ہے، کہ یہ غزوۂ خیبر کے بعد پیش آیا ہے، حافظ ابن قیم اور علامہ تقی الدین سبکیؒ بھی امام بخاری کی تائید کرتے ہیں۔

۲ انہوں نے یہ دلیل دی ہے کہ ابوداود کی ایک روایت میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے صلاۃ الخوف غزوۂ عسفان میں ادا کی اور غزوۂ عسفان غزوۂ حدیبیہ کے بعد واقع ہوا ہے اور یہاں بخاری کی روایت میں غزوۂ ذات الرقاع میں بھی صلاۃ الخوف کا ادا کرنا مصرح ہے، ظاہر ہے کہ یہ صلاۃ الخوف غزوۂ عسفان میں صلاۃ الخوف کے بعد ہے اور جب غزوۂ عسفان حدیبیہ کے بعد ہے تو یقیناً اب تین احتمال ہوں گے، ایک احتمال تو یہ ہوگا کہ غزوۂ ذات الرقاع ۶ھ کے بالکل آخر میں مانا جائے کہ ۶ھ میں غزوۂ حدیبیہ اور غزوۂ عسفان واقع ہوا ہے اور اس کے آخر میں اس غزوہ کو تسلیم کرلیا جائے دوسرا احتمال یہ ہوگا کہ اس غزوے کو ۷ھ کے اوائل محرم میں مان لیا جائے، ان دونوں احتمالات میں غزوۂ ذات الرقاع کا وقوع غزوۂ خیبر سے پہلے ہوگا، تیسرا احتمال یہ ہے کہ اس کو غزوۂ خیبر کے بعد مانا جائے، تو وہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہاں یہ تین احتمالات ہیں ان میں سے پہلے دو احتمالات ایسے ہیں کہ ان کی تائید کسی روایت سے نہیں ہوتی ہے، جبکہ تیسرے احتمال کی تائید حضرت ابوموسی اشعری اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایتوں سے ہورہی ہے لہذا یہی احتمال قابل قبول ہوگا اور کہا جائے گا کہ غزوۂ ذات الرقاع غزوۂ خیبر کے بعد ہے۔ (۱۰)

بعض حضرات نے کہا کہ درحقیقت غزوۂ ذات الرقاع دو ہیں، ایک وہ ہے جس کا ذکر اہل سیر اور اصحاب مغازی کرتے ہیں اور دوسرا وہ ہے جس میں حضرت ابوموسی اشعریؓ شریک ہوئے ہیں تو جس ذات الرقاع کا ذکر اصحاب سیر کرتے ہیں وہ تو خیبر سے پہلے واقع ہوا ہے اور جس میں حضرت ابوموسی اشعریؓ نے شرکت کی ہے وہ خیبر کے بعد پیش آیا ہے۔

غزوۂ ذات الرقاع کے تعدد پر انہوں نے یہ دلیل دی کہ حضرت ابوموسی اشعریؓ نے جس روایت میں غزوۂ ذات الرقاع میں اپنی شرکت کا ذکر کیا ہے اس میں انہوں نے کہا ہے کہ ہم چھ آدمی تھے اور ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے اور جس غزوۂ ذات الرقاع کا ذکر اصحاب مغازی نے کیا ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چار سو صحابہ کا مجمع تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو الگ الگ غزوے ہیں ایک میں چھ صحابہ اور دوسرے میں چار سو صحابہ تھے۔ (۱۱)

---

(۱۰) زاد المعاد ۳/ ۲۵۱۔ ۲۵۲ فتح الباری: ۷/ ۴۱۸

(۱۱) فتح الباری: ۷/ ۴۱۸۔ والبدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۸۳

لیکن غزوۂ ذات الرقاع کے تعدد پر یہ استدلال بہت ضعیف ہے کیونکہ حضرت ابوموسیٰؓ کے اس طرح کہنے سے کہ ہم چھ آدمی باری باری اونٹ پر سواری کرتے تھے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ ان کے ساتھ لشکر میں کوئی اور نہ ہو کیونکہ جب بڑا لشکر ہوتا ہے تو لوگ جاتے ہوئے مختلف ٹولیوں میں تقسیم ہوجاتے ہیں، پھر وہ علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی ٹولیوں میں چلتے ہیں اس لیے حضرت ابوموسیٰؓ نے جو یہ فرمایا کہ ہم چھ آدمی تھے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کل ہی چھ تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہماری ٹولی چھ آدمیوں کی تھی۔ (۱۲)

امام بخاریؒ نے غزوہ ذات الرقاع کو غزوۂ خیبر سے پہلے کیوں ذکر کیا؟

لیکن اشکال یہ ہوتا ہے کہ جب امام بخاریؒ غزوہ ذات الرقاع کو غزوۂ خیبر کے بعد تسلیم کررہے ہیں تو پھر اس کو غزوۂ خیبر کے بعد ذکر کرتے، غزوۂ خیبر سے پہلے کیوں ذکر کیا۔

❶ اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا کہ امام بخاریؒ نے غزوہ ذات الرقاع کو خیبر سے پہلے ذکر کرکے تاریخ وقوع میں عام اهل سیر کی بات تسلیم کرنے کی طرف اشارہ کیا۔

❷ دوسری وجہ یہ لکھی ہے کہ امام بخاری نے نہیں بلکہ ان سے صحیح بخاری کی روایت کرنے والے بعد کے راویوں نے اس کو خیبر سے پہلے ذکر کیا۔ (۱)

❸ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کے لیے امام بخاری نے ایسا کیا ہو۔ واللہ اعلم

وهی غزوة محارب خصفة من بنی ثعلبة من غطفان

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ الباب میں دو دعوے کیے ہیں، ایک یہ کہ غزوۂ ذات الرقاع غزوۂ خیبر کے بعد ہے اور دوسرا دعوی یہ کیا ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع اور غزوۂ محارب خصفہ دونوں ایک غزوہ ہیں، اور اس باب کے آخر تک امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان دو دعوں کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔

"محارب خصفہ" میں محارب کی اضافت خصفہ کی طرف اس لیے کی کہ عرب میں محارب نام کے اور بھی قبائل تھے، محارب عبدالقیس اور محارب فہر، ان سے تمییز کے لیے محارب خصفہ کہا۔ (۱۳)

---

(۱۲) فتح الباری: ۷/ ۴۱۹۔
(۱) دیکھیے ان دو توجیہات کے لیے فتح الباری: ۷/ ۴۱۷۔
(۱۳) فتح الباری: ۷/ ۴۱۸ وعمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۹۳

من بنی ثعلبة من غطفان

یہ عبارت امام بخاریؒ کے اوہام میں سے ہے، کیونکہ اس عبارت کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ محارب بن خصفہ ثعلبہ کی اولاد میں سے ہے اور ثعلبہ محارب کا جدامجد ہے حالانکہ یہ حقیقت کے خلاف ہے، ثعلبہ محارب کا جد نہیں ہے بلکہ خود ثعلبہ، غطفان کی اولاد میں داخل ہے اور غطفان اور محارب دونوں چچازاد بھائی ہیں کیونکہ غطفان سعد بن قیس کا بیٹا ہے اور محارب خصفہ بن قیس کا بیٹا ہے، اس طرح سعد اور خصفہ دونوں بھائی ہیں اور غطفان بن سعد بن قیس اور محارب خصفہ بن قیس آپس میں چچازاد بھائی ہیں اس لیے عبارت "من بنی ثعلبة" کے بجائے "وبنی ثعلبة" واوعاطفہ کے ساتھ ہونی چاہیئے چنانچہ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے ٹھیک عبارت اس طرح نقل کی ہے۔ وھی غزوة محارب خصفة وبنی ثعلبة من غطفان (۱۴)

فنزل نخلا

جب آپ غزوۂ ذات الرقاع کے لیے تشریف لے گئے تو مقام نخل میں آپ نے نزول فرمایا اس جگہ کو بطن نخل بھی کہتے ہیں اور نخل بھی، یہ جگہ بلادِ غطفان میں واقع ہے اور مدینہ منورہ سے دو دن کے فاصلے پر ہے، (۱۵) غالباً یہاں کھجوروں کے درخت بہت تھے اس لیے اس جگہ کو نخل کہا جانے لگا۔

۳۸۹۸ : قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ : وَقَالَ لِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ : أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ الْعَطَّارُ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِأَصْحَابِهِ فِي الْخَوْفِ فِي غَزْوَةِ السَّابِعَةِ ، غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ .

وقال عبد اللّٰه بن رجاء

عبداللہ بن رجاء دو ہیں، ایک عبداللہ بن رجاء مکی ہیں اور ایک عبداللہ بن رجاء بصری ہیں، عبداللہ بن رجاء بصری سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا سماع ہے البتہ عبداللہ بن رجاء مکی سے امام بخاری کا سماع نہیں ہے اور یہاں عبداللہ بن رجاء بصری مراد ہیں، ان سے امام بخاری کا سماع ہے لیکن "قال" کا صیغہ امام بخاری تعلیق کے لیے استعمال کرتے ہیں اس لیے بظاہر یہ تعلیق ہے، اس تعلیق کو ابوالعباس السراج نے اپنی مسند میں موصولاً نقل کیا ہے، البتہ بخاری کے ابوذر والے نسخہ میں "وقال عبد اللّٰه بن رجاء" کے بجائے ..... "وقال لی عبد اللّٰه بن رجاء" ہے، اس صورت میں یہ تعلیق نہیں ہوگی۔ (۱۶)

---

(۱۴) فتح الباری: ۷ / ۳۱۸، عمدۃ القاری ۱۷ / ۱۹۴

(۱۵) فتح الباری: ۷ / ۳۱۸، عمدۃ القاری ۱۷ / ۱۹۴

(۱۶) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۱۹۴

اخبرنا عمران القطان

یہ عمران بن داود القطان ہیں، امام بخاری ان کی روایات کو صرف استشہاد میں ذکر کرتے ہیں، یہ قوت وضبط کے اعتبار سے اتنے بلند مقام پر فائز نہیں ہیں کہ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ ان کی روایت سے استدلال کریں۔ (۱۷)

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی باصحابہ فی الخوف فی غزوۃ السابعۃ غزوۃ ذات الرقاع

"حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویں غزوے غزوۂ ذات الرقاع میں صحابہ کو صلاۃ خوف پڑھائی۔"

فی غزوۃ السابعۃ: میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہورہی ہے اصل میں ہے "فی الغزوۃ السابعۃ" اس روایت سے امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا اپنے اس دعوے پر کہ غزوۂ ذات الرقاع خیبر کے بعد ہے استشہاد مقصود ہے اس لیے کہ اس سے قبل چھ بڑے غزوات ہوئے ہیں، ❶ غزوۂ بدر ❷ احد ❸ خندق ❹ بنوقریظہ ❺ مریسیع ❻ اور خیبر... ان کے بعد ساتواں غزوۂ ذات الرقاع ہے۔

بعض لوگوں نے "غزوۃ السابعۃ" کی اضافت کو دیکھ کر یہ سمجھ لیا کہ اس سے مراد سن ۷ ھجری کا غزوۂ ذات الرقاع ہے اور انہوں نے کہا کہ اصل عبارت "غزوۃ السنۃ السابعۃ" ہے۔

حافظ ابن حجر نے کہا کہ اگر "غزوۃ السابعۃ" سے "غزوۃ السنۃ السابعۃ" مراد لیا جائے تو اس صورت میں یہ روایت نص بالمراد ہوجائے گی (یعنی یہ روایت اس بات پر صراحتاً دال ہوگی کہ غزوۂ ذات الرقاع خیبر کے بعد ہے کیونکہ غزوۂ خیبر سن سات کے پہلے ماہ محرم میں پیش آیا ہے تو ذات الرقاع کے سن سات میں ہونے کا واضح مطلب ہوگا کہ وہ خیبر کے بعد ہے) اور پھر امام بخاری کو حضرت ابوموسی اشعریؓ وغیرہ کی روایات سے استدلال کا تکلف نہیں کرنا چاہیئے لیکن امام بخاری اس قسم کی روایات سے آگے استدلال کررہے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کے نص بالمراد والے معنی (غزوۃ السنۃ السابعۃ) مراد نہیں ہے بلکہ "الغزوۃ السابعۃ" مراد ہے جو امام بخاری کے دعوے پر نص نہیں ہے البتہ امام کے دعوے کی تائید اس سے ضرور ہورہی ہے اس لیے امام بخاری آگے مزید دلائل پیش کررہے ہیں۔ (۱۸) واللہ اعلم۔

---

(۱۷) فتح الباری: ۷/ ۴۱۹

(۱۸) دیکھیے فتح الباری: ۷/ ۴۱۹

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الخَوْفَ بِذِي قَرَدٍ .

"حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قرد میں صلاۃ خوف ادا کی"

یہ تعلیق ہے، امام نسائیؒ اور طبرانی نے اس کو موصولا نقل کیا ہے۔ (۱۹) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دعوی ترجمۃ الباب میں یہ کیا ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع اور غزوۂ محارب خصفہ دونوں ایک ہیں، تعلیق مذکور سے امام اپنے اس دعوی کو ثابت کررہے ہیں اس طرح کہ ذی قرد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف ادا کی، ذی قرد مدینہ منورہ سے ایک دن کی مسافت پر بلادغطفان سے متصل ایک مقام کا نام ہے اور ذات رقاع بھی ذی قرد سے متصل بلادغطفان میں ایک پہاڑ ہے، ذی قرد میں غزوۂ محارب خصفہ ہوا ہے اور ذات رقاع میں غزوۂ ذات الرقاع ہوا ہے اور یہ دونوں مقامات ساتھ ساتھ ہیں جس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں غزوے کوئی الگ الگ غزوے نہیں ہیں بلکہ دونوں ایک ہیں ایک تو اس لیے کہ ذی قرد اور ذات الرقاع دونوں ایک دوسرے کے قریب ہیں، دوسرے اس لیے کہ دونوں میں صلاۃ الخوف کا پڑھنا روایتوں میں مذکور ہے، یہ دو چیزیں اس بات کی دلیل ہیں کہ غزوۂ محارب خصفہ اور ذات الرقاع دونوں ایک ہیں۔

لیکن امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ استدلال کمزور ہے ایک تو اس وجہ سے کہ صلاۃ الخوف متعدد بار ادا کی گئی، دونوں غزوات کے اتحاد پر صلاۃ الخوف کی ادائیگی سے استدلال اس وقت درست ہوتا جب وہ ایک مرتبہ ادا کیجاتی، دوسرے اس وجہ سے کہ اگر ذی قرد اور ذات الرقاع دو متصل مقامات کے نام ہیں تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ غزوۂ محارب اور ذات الرقاع ایک ہوں، عین ممکن ہے کہ ذی قرد میں مستقل غزوہ ہوا ہو اور ذات الرقاع کا غزوہ الگ ہو، اس لیے امام بخاری کی یہ دلیل کوئی قوی اور مضبوط دلیل نہیں ہے۔ واللہ اعلم

وَقَالَ بَكْرُ بْنُ سَوَادَةَ : حَدَّثَنِي زِيَادُ بْنُ نَافِعٍ ، عَنْ أَبِي مُوسَى : أَنَّ جَابِرًا حَدَّثَهُمْ : صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ بِهِمْ يَوْمَ مُحَارِبٍ وَثَعْلَبَةَ .

وقال بكر بن سوادة: بکر بن سوادہ بصری ہیں اور مصر کے فقہاء میں ان کا شمار ہوتا ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان کو افریقہ کی طرف فقہ کی تعلیم کی غرض سے بھیجا تھا، وہیں ان کا انتقال ۱۲۸ھ میں ہوا، ابن معین اور نسائیؒ نے ان کی توثیق کی ہے، ان کی کنیت ابو ثمامہ ہے۔ (۲۱)

---

(۱۹) فتح الباری ۷ / ۴۲۰ وعمدۃ القاری: ۱۷ / ۱۹۴

(۲۱) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۱۹۴ - ۱۹۵

حدثنی زیاد بن نافع: یہ مصری ہیں اور صغار تابعین میں ان کا شمار ہوتا ہے، اس مقام کے علاوہ بخاری میں ان کی کوئی اور روایت مذکور نہیں ہے۔ (۴۲)

عن ابی موسی: یہ ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نہیں ہیں، بلکہ ان کا نام "علی بن رباح" بتایا گیا ہے، ان کی فقط یہی ایک حدیث بخاری میں آئی ہے۔ (۴۳)

صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھم یوم محارب وثعلبۃ

اس عبارت سے امام بخاری کا وہی مقصد ہے کہ آپ نے غزوۂ محارب وثعلبہ میں نماز پڑھائی اور ذات الرقاع میں بھی صلاۃ خوف کی ادائیگی کا ذکر ہے ... معلوم ہوا کہ دونوں غزوے ایک ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ إِسْحٰقَ: سَمِعْتُ وَهْبَ بْنَ كَيْسَانَ: سَمِعْتُ جَابِرًا: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى ذَاتِ الرِّقَاعِ مِنْ نَخْلٍ، فَلَقِيَ جَمْعًا مِنْ غَطَفَانَ، فَلَمْ يَكُنْ قِتَالٌ، وَأَخَافَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، فَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ رَكْعَتَيِ الْخَوْفِ.

اس روایت کے ذکر کرنے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا منشاء یہ ہے کہ حضرت جابرؓ کی تمام روایات اس بات پر متفق ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ ذات الرقاع میں صلاۃ خوف ادا کی، تو جن روایات میں غزوۂ نخل میں صلاۃ خوف کی ادائیگی کا ذکر آتا ہے وہاں غزوۂ نخل سے غزوۂ ذات الرقاع مراد ہوتا ہے کیونکہ غزوۂ ذات الرقاع غطفان کے لوگوں سے ہوا اور غطفان بطن نخل میں رہتے تھے، البتہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق کے حوالہ سے یہ روایت یہاں ذکر کی ہے لیکن ابن اسحاق کی سیرت میں اس سند کے ساتھ یہ روایت سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔

بعض لوگوں نے کہا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے تسامح ہوگیا ہے، سیرت ابن اسحاق میں اس سند کے ساتھ حضرت جابرؓ کا ایک اور واقعہ اسی غزوہ سے متعلق مذکور ہے، امام نے غلطی سے صلاۃ خوف کی ادائیگی کا قصہ ذکر کردیا۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام بخاری کا تسامح ثابت کرنے والے کا حافظہ کیا امام بخاری سے زیادہ ہے؟ اگر سیرت ابن اسحاق میں یہ واقعہ اس سند کے ساتھ موجود نہیں ہے تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ کسی اور جگہ بھی موجود نہ ہو، عین ممکن ہے کہ امام بخاری نے ابن اسحاق کی اسی سند کے ساتھ یہ واقعہ کہیں اور دیکھا ہو۔ (۴۴)

---

(۴۲) فتح الباری: ۷/ ۴۲۰ و عمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۹۵

(۴۳) فتح الباری: ۷/ ۴۲۰ و عمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۹۵ (۴۴) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۹۵

وَقَالَ يَزِيدُ ، عَنْ سَلَمَةَ : غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ الْقَرَدِ . [۳۹۰۱ ، وانظر : ۲۷۵۳]

یہ یزید بن ابی عبیدہ ہیں، حضرت سلمۃ بن الاکوع کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ (۲۵) یہ حضرت سلمۃ بن الاکوع سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ ذی قرد میں شرکت کی۔

حضرت سلمۃ بن الاکوعؓ کی اس تعلیق سے امام بخاری کا منشاء غزوۂ محارب خصفہ اور ذاتُ الرقاع کو ایک ثابت کرنا ہے، اس طرح کہ ذی قرد میں غزوۂ محارب خصفہ ہوا اور ذی قرد اور ذاتُ الرقاع دو متصل جگہوں کے نام ہیں لہذا اس سے ان دونوں غزووں کا ایک ہونا ثابت ہوا، لیکن جیسا کہ بتایا گیا ہے امام کا یہ استدلال کمزور ہے کیونکہ جگہوں کے اتصال سے غزوات کا اتحاد لازم نہیں آتا۔

حافظ ابن حجرؒ کا خیال

حافظ ابن حجر حضرت سلمۃ بن الاکوعؓ کی اس روایت سے اور اس سے ماقبل حضرت ابن عباس کی اس روایت سے جس میں غزوۂ ذی قرد میں صلاۃ خوف کی ادائیگی کا ذکر ہے امام بخاری کا یہ منشاء سمجھے ہیں کہ امام بخاری غزوۂ ذات الرقاع اور ذی قرد کو ایک ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ (۲۶)

لیکن جیسا کہ بتایا گیا ہے امام بخاری کا مقصد غزوۂ محارب خصفہ اور غزوۂ ذات الرقاع کو ایک ثابت کرنا ہے، غزوۂ ذی قرد اور ذاتُ الرقاع کو ایک ثابت کرنا آپ کا منشاء ومقصد نہیں ہے جیسا کہ حافظ سمجھ رہے ہیں کیونکہ آگے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ غزوۂ ذی قرد کو مستقل بیان کررہے ہیں اور وہاں امام بخاری نے تصریح کی ہے کہ "وھی قبل خیبر بثلاث" یعنی غزوۂ ذی قرد خیبر سے تین دن پہلے ہوا ہے، اس لیے حافظ ابن حجر کا یہ کہنا کہ امام بخاری کا مقصد غزوۂ ذی قرد اور ذات الرقاع کو ایک بتانا ہے درست نہیں۔ واللہ اعلم

۳۸۹۹ : حدَّثنا مُحمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي غَزَاةٍ وَنَحْنُ سِتَّةُ نَفَرٍ ، بَيْنَنَا بَعِيرٌ نَعْتَقِبُهُ ، فَنَقِبَتْ أَقْدَامُنَا ، وَنَقِبَتْ قَدَمَايَ وَسَقَطَتْ أَظْفَارِي ، وَكُنَّا نَلُفُّ عَلَى أَرْجُلِنَا الْخِرَقَ ، فَسُمِّيَتْ غَزْوَةَ ذَاتِ الرِّقَاعِ ، لِمَا كُنَّا نَعْصِبُ مِنَ الْخِرَقِ عَلَى أَرْجُلِنَا . وَحَدَّثَ

---

(۲۵) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۹۵

(۲۶) فتح الباری: ۷/ ۴۲۱

أَبُو مُوسَى بِهٰذَا ، ثُمَّ كَرِهَ ذَاكَ ، قَالَ : مَا كُنْتُ أَصْنَعُ بِأَنْ أَذْكُرَهُ ، كَأَنَّهُ كَرِهَ أَنْ يَكُونَ شَيْءٌ مِنْ عَمَلِهِ أَفْشَاهُ .

یہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی وہی روایت ہے جس سے امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں استدلال کیا ہے، حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوے میں نکلے، ہم چھ آدمی تھے اور باری باری اونٹ پر سوار ہوتے تھے، میرے ساتھیوں کے پاؤں پھٹ گئے تھے جس کی وجہ سے ہم نے اپنے پاؤں پر کپڑے کی پٹیاں باندھ لی تھیں، حضرت ابوموسیٰؓ نے اس غزوے میں اپنی شرکت بیان تو کردی لیکن پھر انہوں نے پسند نہیں کیا کہ ان کے کسی نیک عمل کا افشا ہو کہ اس سے خواہ مخواہ ریا کا شبہ پیدا ہوگا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ حبشہ سے مدینہ منورہ فتح خیبر کے بعد آئے تھے تو غزوۂ ذات الرقاع میں ان کی شرکت اس بات کی دلیل ہے کہ یہ غزوہ، فتح خیبر کے بعد کا ہے اور یہی مقصد ہے امام بخاری کا!

٣٩٠٠ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ ، عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ ، عَمَّنْ شَهِدَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ ذَاتِ الرِّقَاعِ صَلَّى صَلَاةَ الْخَوْفِ : أَنَّ طَائِفَةً صَفَّتْ مَعَهُ وَطَائِفَةٌ وِجَاهَ الْعَدُوِّ ، فَصَلَّى بِالَّتِي مَعَهُ رَكْعَةً ، ثُمَّ ثَبَتَ قَائِمًا ، وَأَتَمُّوا لِأَنْفُسِهِمْ ثُمَّ انْصَرَفُوا ، فَصَفُّوا وِجَاهَ الْعَدُوِّ ، وَجَاءَتِ الطَّائِفَةُ الْأُخْرَى فَصَلَّى بِهِمِ الرَّكْعَةَ الَّتِي بَقِيَتْ مِنْ صَلَاتِهِ ثُمَّ ثَبَتَ جَالِسًا ، وَأَتَمُّوا لِأَنْفُسِهِمْ ، ثُمَّ سَلَّمَ بِهِمْ .

قَالَ مَالِكٌ : وَذٰلِكَ أَحْسَنُ مَا سَمِعْتُ فِي صَلَاةِ الْخَوْفِ . [٣٩٠٢]

حدثنا قتیبۃ بن سعید عن مالک عن یزید بن رومان.... یزید بن رومان حضرت زبیر بن العوامؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں (۲۷)۔

عن صالح بن خوات عمن شھد مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صالح بن خوات کی یہی ایک روایت بخاری میں آئی ہے (۲۸) .... "عمن شھد" کے مصداق کے بارے میں بعض حضرات نے کہا حضرت سہل بن ابی حثمہ مراد ہیں، (۲۹) لیکن امام غزالیؒ اور علامہ نوویؒ نے "خوات بن جبیر" کو اس کا مصداق قرار دیا جو صالح بن خوات کے والد ہیں، حافظ ابن حجرؒ نے اسی کو ترجیح

(۲۷) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۹۶۔

(۲۸) قال الحافظ: وصالح تابعی ثقۃ لیس لہ فی البخاری الا ھذا الحدیث الواحد۔ فتح الباری ۷/ ۴۲۲۔

(۲۹) فتح الباری: ۷/ ۴۲۲ وعمدۃ القاری: ۱۷/ ۱۹۷

دیتے ہوئے کہا کہ ابن مندہ اور بیہقی کی روایات میں "عن صالح بن خوات عن ابیہ" کی تصریح ہے جس سے یہ بات متعین ہوجاتی ہے کہ "عمن شهد" کا مصداق صالح بن خوات کے والد حضرت خوات بن جبیر ہیں۔ (۳۰)

اس روایت میں غزوۂ ذات الرقاع میں صلاۃ الخوف کی ادائیگی کی کیفیت بیان کی گئی ہے، کہ اولاً ایک جماعت نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صف بنائی اور دوسری جماعت دشمن کے مقابلہ میں کھڑی رہی، جو جماعت آپ کے ساتھ تھی اس کو ایک رکعت پڑھا کر آپ کھڑے رہے اور اس جماعت نے اپنی نماز پوری کرلی، نماز سے فارغ ہوکر یہ لوگ آکر دشمن کے مقابل صف آراء ہوگئے اور دوسرا طائفہ آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز کی باقی ایک رکعت اس طائفہ کو پڑھائی اور پھر آپ قعدے میں بیٹھے رہے اور طائفہ ثانیہ کے حضرات اپنی نماز پوری کرنے لگے، جب انہوں نے دوسری رکعت پڑھ لی اور التحیات میں بیٹھ کر تشہد وغیرہ سے فارغ ہوگئے تو پھر آپ نے ان کے ساتھ سلام پھیرا۔

قال مالک: وذلک احسن ماسمعت فی صلاۃ الخوف

مذکورہ روایت میں صلاۃ الخوف کی ادائیگی کی جو صورت بیان کی گئی ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ صلاۃ الخوف کے بارے میں جتنی صورتیں میں نے سنی ہیں ان میں یہ صورت سب سے اچھی ہے اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری رکعت پڑھنے کے بعد طائفہ ثانیہ کی نماز کی تکمیل کا انتظار کیا اور جب طائفہ ثانیہ نے اپنی نماز پوری کرلی تو ان کے ساتھ آپ نے سلام پھیرا۔

لیکن دارقطنی نے ابن وهب سے یہ نقل کیا ہے کہ امام مالک پہلے تو اسی صورت کو پسندیدہ قرار دیتے تھے لیکن بعد میں قاسم بن محمد کی وجہ سے ان کا یہ فیصلہ تھا کہ امام کو طائفہ ثانیہ کی نماز کی تکمیل کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے بلکہ امام سلام پھیر کر اپنی نماز مکمل کردے۔ (۳۱)

۳۹۰۱ : وَقالَ مُعاذٌ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ ، عَنْ جابِرٍ قالَ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِنَخْلٍ . فَذَكَرَ صَلَاةَ الخَوْفِ .

تَابَعَهُ اللَّيْثُ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ : أَنَّ القَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَهُ : صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ فِي غَزْوَةِ بَنِي أَنْمَارٍ . [ر : ۳۸۹۸]

اس سے قبل معاذ کی روایت گزری ، امام بخاری فرماتے ہیں کہ معاذ کی متابعت لیث نے کی ہے، یہاں یہ بات یاد رہے کہ اس متابعت سے مراد متابعت اصطلاحی نہیں ہے بلکہ اس متابعت سے "موافقة فی

---

(۳۰) فتح الباری ۷/ ۴۲۲

(۳۱) دیکھیے سنن دارقطنی: ۲/ ۶۱ - باب صفة صلاة الخوف واقسامها

صفة الصلاۃ" مراد ہے یعنی جس طرح معاذ کی روایت میں صلاۃ خوف کی ادائیگی کی کیفیت اور صورت بیان کی گئی ہے ٹھیک اسی طرح صلاۃ خوف کی ادائیگی کی وہی صورت اور کیفیت لیث نے بھی اپنی روایت میں بیان کی ہے، متابعت اصطلاحی اس لیے مراد نہیں ہے کہ معاذ کی روایت حضرت جابرؓ سے موصولاً منقول ہے اور لیث کی روایت مرسلاً منقول ہے اور متابعت اصطلاحی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی صحابی کی کوئی روایت ایک سند کے ساتھ منقول ہے وہی روایت اس صحابی سے کسی دوسری سند کے ساتھ آجائے اور یہاں ایسا نہیں ہے۔ (۳۲)

اس متابعت کو پیش کرنے سے امام بخاری کا مدعا یہ ہے کہ غزوۂ بنی انمار اور غزوۂ ذات الرقاع دونوں ایک ہیں ایک اس لیے کہ غزوۂ بنی انمار بلادغطفان میں ہوا ہے اور دوسرے اس لیے کہ غزوۂ ذات الرقاع اور غزوۂ بنی انمار کے متعلق روایات میں صلاۃ خوف کی ادائیگی کا ذکر آتا ہے۔ (۳۳) لیکن آپ کو بتایا جاچکا ہے کہ امام کا یہ استدلال ضعیف ہے۔

۳۹۰۲ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ قَالَ : يَقُومُ الْإِمَامُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ ، وَطَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَهُ ، وَطَائِفَةٌ مِنْ قِبَلِ الْعَدُوِّ ، وُجُوهُهُمْ إِلَى الْعَدُوِّ ، فَيُصَلِّي بِالَّذِينَ مَعَهُ رَكْعَةً ، ثُمَّ يَقُومُونَ فَيَرْكَعُونَ لِأَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً ، وَيَسْجُدُونَ سَجْدَتَيْنِ فِي مَكَانِهِمْ ، ثُمَّ يَذْهَبُ هٰؤُلَاءِ إِلَى مَقَامِ أُولٰئِكَ ، فَيَجِيءُ أُولٰئِكَ فَيَرْكَعُ بِهِمْ رَكْعَةً ، فَلَهُ ثِنْتَانِ ، ثُمَّ يَرْكَعُونَ وَيَسْجُدُونَ سَجْدَتَيْنِ .

حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : مِثْلَهُ .

حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ : حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ ، عَنْ يَحْيَى : سَمِعَ الْقَاسِمَ : أَخْبَرَنِي صَالِحُ بْنُ خَوَّاتٍ ، عَنْ سَهْلٍ : حَدَّثَهُ : قَوْلَهُ . [ر : ۳۹۰۰]

۳۹۰۳/۳۹۰۴ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي سَالِمٌ : أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قِبَلَ نَجْدٍ ، فَوَازَيْنَا الْعَدُوَّ ، فَصَافَفْنَا لَهُمْ .

---

(۳۲) متابعت کی تعریف اور اس کی قسموں کی تفصیل کے لیے دیکھیے، مقدمہ ابن الصلاح ص ۳۸ـ۳۹ النوع الخامس عشر: معرفۃ الاعتبار والمتابعات والشواهد، نیز دیکھیے نزهۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، ص: ۵۲ـ۵۳

(۳۳) دیکھیے فتح الباری: ۷/ ۴۲۴ـ ۴۲۵

(٣٩٠٤) : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ صَلَّى بِإِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ ، وَالطَّائِفَةُ الْأُخْرَى مُوَاجِهَةُ الْعَدُوِّ ، ثُمَّ انْصَرَفُوا ، فَقَامُوا فِي مَقَامِ أَصْحَابِهِمْ أُولٰئِكَ ، فَجَاءَ أُولٰئِكَ ، فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ، ثُمَّ قَامَ هٰؤُلَاءِ فَقَضَوْا رَكْعَتَهُمْ ، وَقَامَ هٰؤُلَاءِ فَقَضَوْا رَكْعَتَهُمْ .

[ر : ٩٠٠]

٣٩٠٦/٣٩٠٥ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : حَدَّثَنِي سِنَانٌ وَأَبُو سَلَمَةَ : أَنَّ جَابِرًا أَخْبَرَ : أَنَّهُ غَزَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قِبَلَ نَجْدٍ .

حدّثنا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي أَخِي ، عَنْ سُلَيْمَانَ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ سِنَانِ بْنِ أَبِي سِنَانٍ الدُّؤَلِيِّ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ غَزَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قِبَلَ نَجْدٍ ، فَلَمَّا قَفَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَفَلَ مَعَهُ ، فَأَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِي وَادٍ كَثِيرِ الْعِضَاهِ ، فَنَزَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الْعِضَاهِ يَسْتَظِلُّونَ بِالشَّجَرِ ، وَنَزَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ تَحْتَ سَمُرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ . قَالَ جَابِرٌ : فَنِمْنَا نَوْمَةً : ثُمَّ إِذَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَدْعُونَا فَجِئْنَاهُ ، فَإِذَا عِنْدَهُ أَعْرَابِيٌّ جَالِسٌ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (إِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ سَيْفِي وَأَنَا نَائِمٌ ، فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِي يَدِهِ صَلْتًا ، فَقَالَ لِي : مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي ؟ قُلْتُ : اللّٰهُ ، فَهَا هُوَ ذَا جَالِسٌ) . ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبْهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ .

حدثنا اسماعیل.... عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما....

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف غزا کے لیے گئے جب اس غزوہ سے واپسی ہوئی۔

فادرکتہم القائلۃ فی وادکثیر العضاہ

"تو قیلولہ کے وقت نے ان کو ایسی وادی میں پایا جس میں بڑے بڑے کانٹے دار درخت تھے ، ببول کے درخت مراد ہیں۔"

العضاہ: ایسے بڑے درخت کو کہتے ہیں جس میں کثرت سے کانٹے ہوتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نزول فرمایا اور لوگ ان بڑے بڑے کانٹے دار درختوں کے نیچے سایہ حاصل کرنے کی غرض سے پھیل گئے ، خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بڑے درخت کے نیچے

فروکش ہوئے اور اپنی تلوار اس درخت سے لٹکادی۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ابھی ہم کچھ دیر سوئے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلایا ہم آئے تو آپ کے پاس ایک اعرابی بیٹھا ہوا تھا، آپ نے فرمایا کہ اس شخص نے میری تلوار سونت لی تھی یعنی اولاً تلوار کو درخت سے اتارا اور پھر نیام سے نکال کر سونت کر کھڑا ہوگیا تھا، میں سورہا تھا جب میری آنکھ کھلی تو تلوار سونتی ہوئی اس کے ہاتھوں میں تھی، کہنے لگا تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا، اللہ! سو دیکھیے وہ بیٹھا ہوا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو معاف فرمایا اور اس کو سزا نہیں دی۔

(۳۹۰۶) : وَقَالَ أَبَانُ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِذَاتِ الرِّقَاعِ ، فَإِذَا أَتَيْنَا عَلَى شَجَرَةٍ ظَلِيلَةٍ تَرَكْنَاهَا لِلنَّبِيِّ ﷺ ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَسَيْفُ النَّبِيِّ ﷺ مُعَلَّقٌ بِالشَّجَرَةِ فَاخْتَرَطَهُ ، فَقَالَ : تَخَافُنِي ؟ قَالَ : (لَا) . قَالَ : فَمَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي ؟ قَالَ : (اللهُ) . فَتَهَدَّدَهُ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ ، فَصَلَّى بِطَائِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ تَأَخَّرُوا ، وَصَلَّى بِالطَّائِفَةِ الْأُخْرَى رَكْعَتَيْنِ ، وَكَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَرْبَعٌ ، وَلِلْقَوْمِ رَكْعَتَانِ .

وَقَالَ مُسَدَّدٌ ، عَنْ أَبِي عَوَانَةَ ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ : اسْمُ الرَّجُلِ غَوْرَثُ بْنُ الْحَارِثِ ، وَقَاتَلَ فِيهَا مُحَارِبَ خَصَفَةَ .

اس سے قبل حضرت جابرؓ کی روایت میں تھا کہ ہم نجد کی طرف غزوہ کرنے گئے تھے اور غزوۂ نجد سے مراد غزوۂ محارب خصفہ تھا، اب حضرت جابرؓ نے ذات الرقاع کا لفظ استعمال کیا، اس طرح اس سے امام بخاری کے اس دعوی کی تائید ہوجاتی ہے کہ غزوۂ محارب خصفہ اور غزوۂ ذات الرقاع ایک ہیں اور حضرت جابرؓ کی ان دو روایتوں کو پیش کرنے سے امام بخاری کا یہی مقصد ہے۔

امام بخاری نے ابان کی یہ روایت یہاں تعلیقاً ذکر کی ہے، امام مسلمؒ نے اس روایت کو موصولا نقل کیا ہے۔ (۴۴)

فتهدده اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

"آپؐ کے اصحاب نے اس اعرابی کو ڈانٹا" پہلے آچکا ہے کہ آپؐ نے اس کو معاف کردیا تھا، ظاہر ہے کہ جب صحابہ نے اس کو ڈانٹا تو آپؐ نے ان کو روک دیا ہوگا، واقدی نے نقل کیا ہے کہ یہ اعرابی

(۴۴) فتح الباری: ۷/ ۴۲۸

اس موقع پر مسلمان ہوگیا تھا اور اس نے اپنے قبیلہ میں جاکر اسلام کی دعوت دی جس سے بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ (۳۵)

فصلی بطائفة رکعتین، ثم تاخروا، وصلی بالطائفة الاخری رکعتین، وکان للنبی صلی اللہ علیه وسلم اربع وللقوم رکعتان

یہ روایت سب کے لیے اشکال کا سبب بنی ہوئی ہے، اس لیے کہ اس بات پر تقریباً تمام ائمہؒ کا اتفاق ہے کہ امام اور قوم دونوں مسافر ہوں تو امام کے ساتھ قوم ایک ایک رکعت پڑھے گی اس طرح امام کی بھی دو رکعتیں ہوں گی اور قوم بھی اپنی باقی ایک رکعت امام سے الگ مکمل کرکے دو رکعتیں پڑھے گی اور اگر امام اور قوم دونوں مقیم ہوں تو اس صورت میں امام ہر طائفہ کو دو دو رکعت پڑھائے گا، اس طرح امام کی چار رکعتیں ہوں گی اور قوم کی امام کے ساتھ دو رکعتیں ہوں گی، باقی دو رکعتیں وہ لوگ امام سے الگ پوری کریں گے۔

لیکن بخاری کی اس روایت میں جو صورتحال بیان کی گئی ہے اس کی رو سے حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسافر تھے اور قوم بھی مسافر! جس کا تقاضہ تو یہ تھا کہ آپ ہر طائفہ کو ایک ایک رکعت پڑھاتے لیکن آپ نے ایک رکعت پڑھانے کے بجائے ہر طائفہ کو دو دو رکعتیں پڑھائیں.... اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے گئے۔

❶ چونکہ امام شافعیؒ کے نزدیک اور ایک روایت میں امام احمد کے نزدیک اور ایک قول میں امام مالک کے نزدیک اقتداء مفترض خلف المتنفل جائز ہے اس لیے یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے طائفہ کو جو دو رکعتیں پڑھائیں ان میں آپ مفترض تھے اور طائفہ اولی بھی مفترض تھا اور طائفہ ثانیہ کو جو آپ نے دو رکعت پڑھائی ان میں طائفہ ثانیہ مفترض تھا البتہ آپ متنفل تھے، (۳۶) لیکن اس پر پھر یہ اشکال ہوگا کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر طائفہ اولی کو مفترض بن کر نماز پڑھائی اور طائفہ ثانیہ کو متنفل بن کر تو درمیان میں سلام کا فاصلہ ہونا چاہیئے، یہاں روایت میں اس کا ذکر نہیں، اس کے جواب میں یہ حضرات فرماتے ہیں کہ ایسی روایات موجود ہیں جن میں دو رکعت کے بعد حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کا ذکر ہے، اگرچہ ان میں بعض منقطع اور بعض ضعیف ہیں لیکن چونکہ ان کے طرق متعدد ہیں اس لیے ان سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ (۳۷)

❷ حنفیہ چونکہ اقتداء مفترض خلف المتنفل کے قائل نہیں اس لیے یہ جواب ان کے ہاں نہیں

---

(۳۵) دیکھیے سیرت مصطفیٰ ج۲ص ۲۷۵ (۳۶) دیکھیے شرح مسلم للنووی ۲۷۸/۱، باب صلاۃ الخوف۔
(۳۷) چنانچہ دارقطنی اور ابوداود کی روایات میں دو رکعت کے بعد آپ کے سلام پھیرنے کا ذکر ہے۔ (سنن دارقطنی: ۶۰/۲۔ سنن ابی داود: ۲/۱۰، کتاب الصلاۃ، باب من قال یصلی بکل طائفة رکعتین)

چل سکتا، انہوں نے اس روایت کے دوسرے انداز سے جوابات دیئے ہیں۔

امام طحاویؒ نے اس روایت کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب ایک فرض کو دو مرتبہ پڑھنا جائز تھا اور یہ شروع اسلام میں تھا بعد میں منسوخ ہوگیا۔ (۳۸)

● بعض حضرات نے کہا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی کہ آپ مفترضین کو بھی نفل کی نیت کے ساتھ نماز پڑھا سکتے تھے، (۳۹) لیکن یہ جواب اطمینان بخش نہیں ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی خصوصیت کے ثبوت کے لیے صریح نص اور دلیل کی ضرورت ہوتی ہے اور کوئی صریح دلیل ایسی موجود نہیں جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ثابت ہو۔

وقال مسدد... اسم الرجل غورث بن الحارث (۴۰)

یعنی اس اعرابی کا نام غورث بن الحارث تھا جس نے تلوار سونت لی تھی۔

---

(۳۸) چنانچہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:... والفریضة تصلی حینئذ مرتین فیکون کل واحدة منہا فریضة، وقد کان ذلک یفعل فی اول الاسلام، ثم نسخ۔ (وانظر شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۱۸/۱) (۳۹) دیکھیے بذل المجہود: ۲/ ۳۶۳۔ ۳۶۷۔

(۴۰) یہ شخص مسلمان ہوا تھا یا نہیں؟ واقدی کے حوالہ سے گزر چکا کہ اس اعرابی نے اس موقع پر اسلام قبول کیا تھا اور اپنے قبیلہ میں جاکر اسلام کی دعوت دینی شروع کی تھی جس کی وجہ سے کئی لوگ اسلام میں داخل ہوگئے تھے، مولانا ادریس کاندھلویؒ نے "سیرۃ مصطفیٰ" میں بھی یہی لکھا ہے، لیکن واقدی کی روایت کے سوا کوئی دوسری قطعی روایت ایسی نہیں ملتی جس سے اس اعرابی کے مسلمان ہونے کے متعلق کوئی حتمی بات کہی جاسکے بلکہ حافظ بیہقی نے "دلائل النبوۃ" میں اپنی سند کے ساتھ اس سلسلہ میں ایک روایت تخریج کی ہے اس میں اس موقع پر اس آدمی کے اسلام قبول نہ کرنے کی تصریح ہے، چنانچہ روایت کے الفاظ ہیں:۔

فجاء رجل منہم، یقال لہ: غورث بن الحارث، حتی قام علی راس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالسیف، فقال: من یمنعک منی؟ قال: اللہ، قال: فسقط السیف من یدہ، قال: فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السیف، فقال: من یمنعک منی؟ قال: کن خیر آخذ، قال: تشہد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ؟ قال: لا، ولکن اعاہدک علی ان لا اقاتلک، ولا اکون مع قوم یقاتلونک فخلی سبیلہ.... الخ (دلائل النبوۃ بیہقی: ۳۷۶/۳)

اس روایت سے یہ بات بالکل بے غبار ہوگئی کہ اس موقع پر یہ اعرابی مسلمان نہیں ہوا تھا، پھر دوسری بات یہ ہے کہ واقدی نے جس شخص کے مسلمان ہونے کا ذکر کیا ہے، اس کا نام واقدی نے "دعثور بن الحارث" بتایا ہے (فتح الباری: ۷/ ۴۲۸)۔ عین ممکن ہے کہ وہ کوئی اور آدمی ہو اور غزوۂ ذات الرقاع کے موقع پر پیش آنے والے مذکورہ واقعہ کا اس سے کوئی تعلق نہ ہو لیکن علامہ ذہبی کا میلان اسی طرف ہے کہ واقدی نے جو واقعہ بیان کیا ہے اور جس "دعثور بن الحارث" کے اسلام قبول کرنے کا ذکر کیا ہے، وہ ذات الرقاع کا ہی واقعہ ہے اور "دعثور" سے بھی "غورث بن الحارث" مراد ہے تاہم حافظ ابن حجرؒ علامہ ذہبی کی رائے پر تبصرہ کرتے ہوئے "الاصابۃ" میں لکھتے ہیں:۔

وکان الذہبی لما رای مافی ترجمۃ دعثور بن الحرث ان الواقدی ذکر لہ شبیہا بہذہ القصۃ وانہ ذکر انہ اسلم فجمع بین الروایتین، فاثبت اسلام غورث، فان کان کذلک ففیما صنعہ نظر من حیث انہ عزاہ للبخاری ولیس فیہ انہ اسلم، ومن حیث انہ یلزم منہ الجزم بکون القصتین واحدۃ مع احتمال کونہما واقعتین، ان کان الواقدی اتقن مانقل، وفی الجملۃ علی الاحتمال۔ (الاصابۃ: ۱۸۹/۳)

بعض حضرات نے "غورث بن الحارث" کے اسلام قبول کرنے کے بارے میں دلائل بیہقی کی اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے جس میں اس کے متعلق یہ الفاظ آئے ہیں۔ فجاء الی قومہ، فقال: جئتکم من عند خیر الناس (دلائل بیہقی: ۳۷۶/۳)

لیکن ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں "خیر الناس" کے الفاظ ایک غیر مسلم کی زبان سے بھی نکل سکتے ہیں اور نکلے ہیں، یہ الفاظ "غورث" کے اسلام قبول کرنے میں صریح نہیں ہیں البتہ ان سے اس کے قبول اسلام کے احتمال کی تائید ضرور ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ ، عَنْ جَابِرٍ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِنَخْلٍ ، فَصَلَّى الخَوْفَ .
وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي غَزْوَةِ نَجْدٍ صَلَاةَ الْخَوْفِ ، وَإِنَّمَا جَاءَ أَبُو هُرَيْرَةَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ أَيَّامَ خَيْبَرَ . [ر : ۲۷۵۳]

غزوۂ نجد سے غزوۂ ذات الرقاع مراد ہے، حضرت ابوہریرہؓ نے اس میں شرکت کی، اور حضرت ابوہریرہؓ فتح خیبر کے بعد مدینہ منورہ آئے ہیں، معلوم ہوا کہ غزوۂ ذات الرقاع فتح خیبر کے بعد ہے۔

احادیث صلاۃ الخوف سے متعلقہ دیگر مباحث بخاری جلد اول میں ابواب صلاۃ الخوف سے متعلق ہیں، وہیں ان پر تفصیلی کلام بھی ہے۔

باب : غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ مِنْ خُزَاعَةَ ، وَهِيَ غَزْوَةُ الْمُرَيْسِيعِ

بنو المصطلق قبیلۂ بنی خزاعہ کی شاخ ہے، مصطلق "جذیمہ بن سعد" کا لقب ہے، مصطلق "صلق" سے مشتق ہے، جس کے معنی "رفع الصوت" کے آتے ہیں، جذیمہ بن سعد کی آواز چونکہ بہت عمدہ اور اونچی تھی اس وجہ سے اس کا لقب "مصطلق" رکھا گیا۔ (۱)

امام بخاری رحمہ اللہ نے غزوۂ بنی المصطلق کا نام غزوۂ مریسیع بھی نقل کیا ہے، مریسیع ایک چشمے کا نام ہے (۲) جہاں یہ غزوہ ہوا، اس جگہ کی مناسبت سے اس کو غزوۂ مریسیع بھی کہا جاتا ہے اور بنو المصطلق قوم کا نام ہے جس کے ساتھ یہ غزوہ ہوا تھا اس لیے اس کو غزوۂ بنی المصطلق بھی کہتے ہیں۔

غزوۂ بنی المصطلق اور غزوۂ مریسیع ایک ہیں یا دو؟ امام بخاریؒ نے تو کہہ دیا ہے کہ یہ ایک ہی ہیں، لیکن ابوحاتم ابن حبان بستی نے اور ان کی اتباع میں علامہ محمد طاہر پٹنی "صاحب مجمع البحار" نے کہا ہے کہ یہ دو علیحدہ علیحدہ غزوے ہیں، غزوۂ مریسیع ۲ شعبان ۵ھ میں پیش آیا ہے اور غزوۂ بنی المصطلق ۶ھ کا ہے۔ (۳) لیکن ان کی یہ رائے درست نہیں، صحیح بات وہی ہے جو امام بخاریؒ نے کہی ہے یہ ایک ہی غزوے کے دو نام ہیں اور اسی پر تمام اہل سیرومغازی کا اتفاق ہے۔

عجیب بات یہ ہے کہ ابن حبان بستی اور محمد طاہر پٹنی ایک طرف تو کہہ رہے ہیں کہ غزوۂ بنی المصطلق اور غزوۂ مریسیع دونوں علیحدہ علیحدہ غزوے ہیں اور دوسری طرف حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے

---

(۱) فتح الباری: ۷/ ۴۳۰ـ وفی العمدة: ۱۷/ ۲۰۱ ـ واصلہ مصتلق، فابدلت الطاء من التاء لاجل الصاد

(۲) وفی الفتح: ۷/ ۴۳۰: واما المريسيع فبضم الميم وفتح الراء وسكون التحتانيتين بينهما مهملة مكسورة وآخره عين مهملة هو ماء لبنی خزاعة

(۳) دیکھیے مجمع بحار الانوار: ۵/ ۲۶۳، ۲۵۶۔

بارے میں کہتے ہیں کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوۂ بنی المصطلق میں حاصل ہوئیں اور پھر دونوں یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ آپ کو غزوۂ مریسیع میں حاصل ہوئیں، ظاہر ہے یہ اسی وقت درست ہوسکتا ہے کہ جب مریسیع اور بنو المصطلق کو ایک ہی غزوہ مانا جائے۔ (۴)

قالَ ابْنُ إسْحٰقَ : وَذٰلِكَ سَنَةَ سِتٍّ .

امام مغازی محمد بن اسحاق، ابن جریر طبریؒ، خلیفہ بن خیاط اور ابو محمد بن حزم ظاہری کی رائے یہ ہے کہ یہ غزوہ ٦ ھ کا ہے، (۵) ابن سعد، بیہقی، حاکم، قتادہ اور عروہ کی رائے یہ ہے کہ یہ غزوہ ۵ ھ کا ہے۔ (٦)

وَقالَ مُوسٰى بْنُ عُقْبَةَ : سَنَةَ أرْبَعٍ

یہ سبقت قلم ہے کیونکہ حاکم، ابوسعید اور دیگر اصحاب مغازی نے موسیٰ بن عقبہ کا قول "سنۃ خمس" نقل کیا ہے (۷) اور سب اس بات پر متفق ہیں کہ موسیٰ بن عقبہ کے نزدیک یہ غزوہ ۵ ھ میں واقع ہوا، حافظ ابن حجرؒ نے ۵ ھ میں اس غزوے کے وقوع کو راجح قرار دیا، وجہ اس کی یہ بیان کی کہ حضرت سعد بن معاذؓ کی اس غزوے میں شرکت بخاری میں مذکور ہے دوسری طرف احادیث صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت سعد بن معاذؓ نے غزوۂ بنی قریظہ کے زمانے میں وفات پائی ہے جس کی تفصیل گذر چکی اور غزوۂ بنی قریظہ ۵ ھ میں واقع ہوا ہے اب اگر غزوۂ مریسیع ٦ ھ میں غزوۂ بنی قریظہ کے ایک سال بعد تسلیم کیا جائے تو اس میں حضرت سعد بن معاذؓ کی شرکت کیسے صحیح ہوسکتی ہے۔ (۸)

وَقالَ النُّعْمانُ بْنُ راشِدٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : كانَ حَدِيثُ الإفْكِ فِي غَزْوَةِ المُرَيْسِيعِ .

یہ تعلیق ہے، امام بیہقی نے "دلائل النبوہ" میں اس کو موصولا ذکر کیا ہے، (۹) بتانا یہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے کا واقعہ غزوۂ مریسیع سے واپسی کے وقت پیش آیا تھا۔

---

(۴) چنانچہ صاحب مجمع بحار الانوار سن پانچ ھ میں غزوہ مریسیع بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ﴿وفیھا غزوۃ المریسیع فی ثانی شعبان فاقتتلوا، وقتل العشرۃ، واسر الباقون، وکانت فیھم جویریۃ بنت الحارث، فاعتقھا وتزوجھا﴾ اس کے بعد چھ ہجری میں غزوہ بنی المصطلق کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ﴿ثم غزا فی شعبان بنی المصطلق، فھزموا، فاغتنم ابناءھم ونساءھم واموالھم، واصاب جویریۃ بنت الحارث، فتزوجھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم﴾ دیکھیے مجمع بحار الانوار: ۵/ ۲۶۴، ۲۶۵

(۵) فتح الباری: ۷/ ۴۳۰

(٦) دیکھیے عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۰۱۔ نیز دلائل بیہقی: ۴/ ۴۴۔ وطبقات ابن سعد: ۲/ ۶۳۔

(۷) دیکھیے عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۰۱ (۸) فتح الباری: ۷/ ۴۳۰ (۹) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۰۱

غزوۂ مریسیع

اس کے وقوع کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ بنوالمصطلق کا سردار حارث بن ابی ضرار مسلمانوں کے مقابلے کے لیے لشکر جمع کر رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بُرَیدہ بن حُصَیب اسلمی کو صورتحال معلوم کرنے کے لیے روانہ فرمایا، انہوں نے آکر اطلاع دی کہ بات صحیح ہے اور وہ لوگ جنگ کے لیے جمع ہورہے ہیں، حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً صحابہ کی ایک بڑی جماعت لے کر ان کی طرف خروج کیا، ابن سعد کے بیان کے مطابق یہ دو شعبان بروز پیر ۵ ھ کا واقعہ ہے (۱۰) جب آپ پہنچے تو وہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلارہے تھے اور بالکل غافل تھے، حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اچانک حملے کی وہ تاب نہ لاسکے اور یوں انہوں نے شکست کھائی، دو سو گھرانے قید ہوئے، دوہزار اونٹ غنیمت میں ملے، پانچ ہزار بکریاں قبضے میں آئیں اور تقریباً ان کے دس آدمی مارے گئے۔ (۱۱)

حضرت جویریہ بنت حارثؓ

مال غنیمت میں حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بھی تھیں، وہ حضرت شماس بن قیسؓ کے حصے میں آئی تھیں، چند صحابہ نے حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا کہ حضرت جویریہؓ بنو مصطلق کے سردار کی بیٹی ہیں، وہ آپ ہی کے لیے مناسب ہیں، کسی دوسرے شخص کے پاس ان کو نہیں ہونا چاہیئے، اور بعض روایات میں آتا ہے کہ چونکہ حضرت جویریہؓ کو حضرت شماس بن قیسؓ نے مکاتبہ بنالیا تھا اس لیے وہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں سردار کی بیٹی ہوں، بدل کتابت میں میری امداد کیجائے، آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک بہترین بات بتاؤں، کہ تمہارا بدل کتابت میں ادا کردیتا ہوں اور اس کے بعد میں تمہیں اپنی زوجیت میں لے لیتا ہوں، حضرت جویریہؓ یہ سن کر بہت خوش ہوئیں اور آپ کی رائے پر اپنی رضامندی ظاہر کی چنانچہ آپ نے ان کا بدل کتابت ادا کردیا اور آزاد ہونے کے بعد ان کو اپنے عقد میں لے لیا۔ (۱۲)

حضرت جویریہؓ کے والد حارث بن ابی ضرار بہت سے اونٹ لے کر اپنی بیٹی کی آزادی کے لیے مدینہ منورہ آئے، ان اونٹوں میں دو اونٹ بہت عمدہ قسم کے تھے، پہلے تو اسی خیال سے لے کر چلے تھے کہ سب ہی پیش کروں گا اور ان کے عوض اپنی بیٹی آزاد کراؤں گا، لیکن راستے میں نیت خراب ہوگئی اور وہ دو اونٹ انہوں نے ایک گھاٹی میں چھپادیئے، بقیہ اونٹ لے کر حاضر ہوئے، حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض

---

(۱۰) دیکھیے طبقات ابن سعد: ۲/ ۶۳۔ واقدی نے لکھا ہے کہ آپ کے ساتھ سات سو آدمی تھے۔ (دلائل بیہقی: ۴/ ۴۹)

(۱۱) دیکھیے طبقات ابن سعد: ۲/ ۵۴ (۱۲) البدایۃ والنہایۃ: ۴/ ۱۵۹

مدعا کیا، آپ ؐ نے فرمایا، وہ دو اونٹ کہاں ہیں جو تم فلاں گھاٹی میں چھپا آئے ہو تو انہوں نے کہا "اشھد انک رسول اللّٰہ" واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں، ان دو اونٹوں کا کسی کو علم نہ تھا، آپ کو اللہ نے یقیناً وحی کے ذریعہ بتایا ہے اور اس طرح انہوں نے اسلام قبول کرلیا، اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم اپنی بیٹی سے معلوم کرلو، اگر وہ تمہارے ساتھ جانے کے لیے راضی ہے تو ٹھیک ہے۔

حارث نے حضرت جویریہ سے معلوم کیا، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں، اور پھر اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت حارثؓ کی بھی خواہش وہ نہ رہی کیونکہ ان کے لیے اس سے بہتر بات اور کیا ہوسکتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے داماد ہوں۔ (۱۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے جویریہؓ سے زیادہ کسی خاتون کو اپنی قوم کے حق میں بابرکت نہیں دیکھا اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو اپنی زوجیت میں لیا تو تمام صحابہ کرامؓ نے بنی المصطلق کے ان دو سو گھرانوں کو جو قید ہوکر ان کے پاس آئے تھے یہ کہہ کر آزاد کردیا کہ "انھم اصھار رسول اللّٰہ" یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی رشتہ دار ہیں۔ (۱۴)

اس غزوہ میں آپ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام بنایا تھا، ازواج مطہراتؓ میں حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ آپ کے ساتھ تھیں۔ (۱۵)

۳۹۰۷ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : أَخْبَرَنَا إِسْماعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ ، عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ أَنَّهُ قالَ : دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ ، فَرَأَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ ، فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْعَزْلِ ، قالَ أَبُو سَعِيدٍ : خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ ، فَأَصَبْنَا سَبْيًا مِنْ سَبْيِ الْعَرَبِ ، فَاشْتَهَيْنَا النِّسَاءَ ، وَاشْتَدَّتْ عَلَيْنَا الْعُزْبَةُ وَأَحْبَبْنَا الْعَزْلَ ، فَأَرَدْنَا أَنْ نَعْزِلَ ، وَقُلْنَا نَعْزِلُ وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ أَظْهُرِنَا قَبْلَ أَنْ نَسْأَلَهُ ، فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ ، فَقَالَ : (ما عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا ، ما مِنْ نَسَمَةٍ كائِنَةٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا وَهِيَ كائِنَةٌ) . [ر : ۲۱۱٦]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ بنی المصطلق میں گئے، ہمیں عرب کے قیدیوں میں سے کچھ قیدی ملے (جن میں عورتیں بھی تھیں) بُعد عن الازواج کی وجہ سے ہمیں عورتوں کی رغبت ہوئی اور مجرد رہنا ہمارے لیے بہت شاق ہوا، ہم نے عزل کرنا چاہا (مطلب یہ ہے کہ باندیاں تو ہمارے پاس ہیں ان سے وطی کریں گے اور عزل کریں گے کیونکہ عزل نہ کرنے

(۱۳) دیکھیے الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۱/۲۸۱۔ ترجمۃ الحارث بن ابی ضرار

(۱۴) دلائل بیہقی: ۴/ ۵۰ (۱۵) طبقات ابن سعد: ۲/ ۶۳، ۶۴

کی صورت میں حاملہ بننے کا احتمال ہے اور ام ولد ہونے کی بناء پر باندی کی بیع جائز نہیں اس لیے ہم نے چاہا کہ عزل کریں۔) چنانچہ ہم نے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا۔

ماعلیکم ان لاتفعلوا، مامن نسمة کائنة الی یوم القیمة الاوھی کائنة

"کوئی حرج نہیں ہے اس میں کہ تم عزل نہ کرو کیونکہ قیامت تک جس روح کو پیدا ہونا ہے وہ تو پیدا ہو کر رہے گی۔"

مقصد یہ ہے کہ اصل مدار اللہ جل شانہ کی جانب سے لکھی ہوئی تقدیر پر ہے اگر اللہ سبحانہ وتعالی نے آپ کو اولاد دینے کا فیصلہ کیا ہے تو وہ اولاد ہو کر رہے گی، آپ چاہے کمزور ہوں یا طاقتور، چاہے آپ عزل کریں یا نہ کریں۔ اس لیے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے .... "ماعلیکم ان تفعلوا" نہیں فرمایا بلکہ "ماعلیکم ان لاتفعلوا" فرمایا، مطلب یہی ہے کہ جس بچے کو ہونا ہے وہ تو ہو کر رہے گا، تمہارا عزل کرنا بے سود ہے، معلوم ہوا کہ آپ نے عزل کو پسند نہیں فرمایا۔

خاندانی منصوبہ بندی اور اس کا حکم!

یہ جو آج کل خاندانی منصوبہ بندی کا سلسلہ چلا ہے اس کے پیچھے درحقیقت انسان کی یہ غلط فکر کارفرما ہے کہ انسان نے اپنے آپ کو رزق کا ذمہ دار ٹھہرالیا ہے، رزق جس کی ذمہ داری اللہ جل شانہ نے لی ہے اور جس کی تصریح قرآن شریف میں کی گئی ہے "ومامن دابة فی الارض الاعلی اللہ رزقھا(۱٦) یہ ایک حقیقت ہے، لیکن جاہل انسان نے یہ حقیقت فراموش کردی اور یوں خاندانی منصوبہ بندی کے عنوان سے انسانی پیدائش کی شرح کم کرنے کے لیے ایک عوامی مہم سرکاری سرپرستی میں چلائی جارہی ہے، یہ شرعاً حرام اور ناجائز ہے، انفرادی مخصوص صورتوں اور شخصی واقعات میں شریعت نے عزل کی اجازت بھی دی ہے مثلاً بیوی بیمار ہے اور اس کی صحت ولادت کی تکلیف کی متحمل نہیں ہوسکتی ایسی حالت میں اگر مانع حمل تدابیر اختیار کی جائیں تو جائز ہے، ہمارا اعتراض منصوبہ بندی کے اس نظام پر ہے جس کو پورے ملک میں رائج کرنے کے لیے لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کئے جارہے ہیں اور کہا یہ جارہا ہے کہ ہمارے وسائل، رزق ومعاش کے لیے کافی نہیں ہیں لہذا اگر زندہ رہنا ہے تو خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کیا جائے، یہ ٹھیک نہیں ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی کئی خرابیوں کو جنم دیتی ہے، اس کی وجہ سے معاشرے میں زنا عام ہوجاتا ہے، بے حیائی پھیلتی ہے حتی کہ انسان کے عقیدے میں بھی فساد آجاتا ہے، خود وہ غیر مسلم قومیں جنہوں نے اس منصوبہ بندی پر عمل کیا وہ اس کے بھیانک نتائج بھگتنے کے بعد اب اپنی غلطی کا برملا اعتراف اور اقرار

---

(۱٦) سورۃ ہود/ ٦

کررہی ہیں بلکہ کئی ملکوں میں شرح پیدائش بڑھانے کے لیے انعامات بھی مقرر کیے گئے ہیں، معیشت کی صحیح منصوبہ بندی تو ہم کرتے نہیں، قدرتی وسائل معاش کی تلاش کے لیے ٹھوس اقدامات کرتے نہیں جو اصل کرنے کے کام ہیں اور سارا زور خاندانی منصوبہ بندی پر دیا ہوا ہے۔

روایت باب پر ایک اشکال اور اس کے جوابات!

روایت باب کے متعلق کسی کو یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ بنوالمصطلق کی جو خواتین باندیاں بن کر مسلمانوں کے قبضہ میں آئی تھیں وہ مشرکات تھیں اور جمہورایمہ کے نزدیک مشرکات سے وطی جائز نہیں ہے، ملک یمین کے ساتھ وطی کرنا صرف اس باندی سے جائز ہے جو مسلمان ہو یا کتابیہ ہو، پھر یہاں مسلمانوں نے بنوالمصطلق کی مشرکات باندیوں سے وطی کیوں کی؟ اس اعتراض کے مختلف جوابات دیے گئے ہیں۔

❶ قاضی ابوالولید باجی مالکی نے کہا ہے کہ یہ مشرکات نہیں تھیں، کتابیات تھیں لیکن یہ جواب درست نہیں ہے، وہ مشرکات ہی تھیں، کتابیات نہیں تھیں۔ (۱۷)

❷ ابن عبدالبرمالکی نے کہا ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب مشرکات سے وطی کرنے کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی، یہ نزول حرمت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ (۱۸)

❸ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ویحتمل انھن کن اسلمن یعنی ممکن ہے مسلمانوں کے قبضہ میں آنے کے بعد وہ خواتین مسلمان ہوگئی ہوں انہوں نے دیکھا کہ اب عزت کی زندگی گزارنے کی یہی صورت ہے کہ اسلام قبول کرلیا جائے اور مسلمان ہونے کے بعد ان سے وطی کرنے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں ہے، یہ جواب سب سے راجح معلوم ہوتا ہے۔ (۱۹)

۳۹۰۸ : حدّثنا مَحْمُودٌ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ جابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قالَ : غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ غَزْوَةَ نَجْدٍ ، فَلَمَّا أَدْرَكَتْهُ الْقَائِلَةُ ، وَهْوَ فِي وَادٍ كَثِيرِ الْعِضَاهِ ، فَنَزَلَ تَحْتَ شَجَرَةٍ وَاسْتَظَلَّ بِهَا وَعَلَّقَ سَيْفَهُ ، فَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الشَّجَرِ يَسْتَظِلُّونَ ، وَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ إِذْ دَعَانَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَجِئْنَا ، فَإِذَا أَعْرَابِيٌّ قاعِدٌ بَيْنَ يَدَيْهِ ، فَقَالَ : (إِنَّ هٰذَا أَتَانِي وَأَنَا نَائِمٌ ، فَاخْتَرَطَ سَيْفِي ، فَاسْتَيْقَظْتُ وَهْوَ قَائِمٌ عَلَى رَأْسِي ، مُخْتَرِطٌ صَلْتًا ، قالَ : مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي ؟ قُلْتُ اللهُ ، فَشَامَهُ ثُمَّ قَعَدَ ، فَهْوَ هٰذَا) . قالَ : وَلَمْ يُعَاقِبْهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ . [ر : ۲۷۵۳]

(۱۷) اوجز المسالک: ۱۰/۲۶۳ ـ ماجاء فی العزل (۱۸) دیکھیے التمہید لابن عبدالبر: ۳/۱۳۵ ـ (۱۹) فتح الباری: ۹/۳۱۰ ـ باب العزل

اس روایت میں اعرابی کا جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ تفصیل کے ساتھ غزوۂ ذات الرقاع میں گذر چکا ہے علامہ عینی کی رائے یہ ہے کہ یہاں کاتب کی غلطی سے اس کو ذکر کیا ہے، (۲۰) پہلے امام بخاریؒ نے اس واقعہ کو دوسری سند سے بیان کیا تھا اور یہاں کسی اور سند سے بیان کیا اور ایک ہی حدیث کو مختلف سندوں سے بیان کرنا امام کی عام عادت اور اسلوب ہے البتہ اس کا محل غزوۂ ذات الرقاع تھا۔

باب : غَزْوَةُ أَنْمَارٍ.

۳۹۰۹ : حدثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ : حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سُرَاقَةَ ، عَنْ جابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي غَزْوَةِ أَنْمَارٍ ، يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ ، مُتَوَجِّهًا قِبَلَ الْمَشْرِقِ ، مُتَطَوِّعًا . [ر : ۳۹۱]

اس غزوہ کے بارے میں بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ غزوہ اَمر ہے اور یہ واقدی وغیرہ کے نزدیک ربیع الاول ۳ھ میں پیش آیا، ابن اسحاق کی رائے یہ ہے کہ یہ صفر ۳ھ میں پیش آیا لیکن اکثر اصحاب سیر کے نزدیک غزوۂ انمار اور غزوۂ ذات الرقاع ایک ہی ہے، اور یہاں اس کا ذکر بے موقع ہے، اس لیے کہ غزوۂ مریسیع میں افک کا واقعہ پیش آیا ہے اور اس کے بعد "باب حدیث الافک" آرہا ہے، درمیان میں غزوۂ انمار کا ذکر ترتیب کے خلاف ہے، حافظ نے لکھا ہے والذی یظهر ان التقدیم والتاخیر فی ذلک من النساخ (۲۱)

باب : حَدِيثِ الْإِفْكِ.

وَالْإِفْكُ وَالْأَفَكُ ، بِمَنْزِلَةِ النِّجْسِ وَالنَّجَسِ ، يُقَالُ : «إِفْكُهُمْ» /الصافات : ۱۵۱/ و /الأحقاف : ۲۸/ . وَأَفَكَهُم ، فَمَنْ قَالَ : أَفَكَهُمْ ، يَقُولُ : صَرَفَهُمْ عَنِ الْإِيمَانِ وَكَذَّبَهُمْ ، كَمَا قَالَ : «يُؤْفَكُ عنه مَنْ أُفِكَ» / الذاريات : ۹/ : يُصْرَفُ عَنْهُ مَنْ صُرِفَ .

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث افک کو تین جگہ مطولاً ذکر کیا ہے، ایک کتاب الشہادات میں دوسری جگہ یہاں مغازی میں اور تیسری جگہ کتاب التفسیر میں سورۃ نور کے ضمن میں، حافظ ابن حجرؒ نے کتاب التفسیر میں حدیث افک پر تفصیلی کلام کیا ہے، ان تین مقامات کے علاوہ امام بخاریؒ نے اس حدیث کو مختصراً بھی بہت سے مقامات میں ذکر کیا ہے اور جہاں ذکر کرتے ہیں وہاں مختلف مسائل ان کے پیش نظر

(۲۰) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۰۲ (۲۱) فتح الباری: ۷/ ۴۲۹

ہوتے ہیں، ان مسائل کو اجزاء حدیث سے ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے (۲۲)

الإفک والأفک بمنزلة النِجس والنَجَس

یعنی یہ لفظ إفک (ہمزہ کے کسرہ اور فاء کے سکون کے ساتھ) بھی ہے اور أفَک (ہمزہ اور فاء کے فتحہ کے ساتھ) بھی ہے جیسے "نِجس" اور "نَجَس" ہے۔

یقال: إفکهم، أفکهم وأفّکهم

اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مشہور لغت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ قرآن مجید کی آیت بل ضلوا عنهم وذلک إفکهم وما کانوا یفترون" میں مشہور قرات بکسر الهمزہ وسکون الفاء ہی ہے، البتہ اس میں افکَهم، مجرد سے ماضی کا صیغہ اور افّکهم باب تفعیل سے ماضی کا صیغہ بھی مستعمل ہے لیکن یہ دونوں قراتیں شاذ ہیں۔ (۲۳)

۳۹۱۰ : حدَّثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ صَالِحٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قالَ : حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ ، وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ ، وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ ، وَعُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ، حِينَ قالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ ما قالُوا ، وَكُلُّهُمْ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِنْ حَدِيثِهَا ، وَبَعْضُهُمْ كانَ أَوْعَى لِحَدِيثِهَا مِنْ

---

(۲۲) امام بخاری نے اس حدیث کو مذکورہ تین مقامات میں بالتفصیل ذکر کیا ہے، ان تین مقامات کے علاوہ پندرہ مقامات میں مختصراً ذکر کیا ہے، اس طرح کل اٹھارہ مقامات میں اس کو بیان کیا، ان مقامات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

❶ کتاب الهبة، باب الهبة المرأة لغیر زوجها، رقم الحدیث ۲۵۹۳ ❷ کتاب الشهادات، باب إذا عدل رجل رجلا، رقم الحدیث ۲۶۳۷ ـ ❸ کتاب الشهادات، باب تعدیل النساء بعضهن بعضا، رقم الحدیث ۲۶۶۱ ❹ کتاب الشهادات، باب القرعة فی المشکلات، رقم الحدیث ۲۶۸۸ ـ ❺ کتاب الجهاد، باب حمل الرجل امرأته فی الغزو، رقم الحدیث ۲۸۷۹ ❻ کتاب المغازی، غزوة بدر، رقم الحدیث ۴۰۲۵ ❼ کتاب المغازی، باب حدیث الأفک ❽ کتاب التفسیر، باب (قال بل سولت لکم أنفسکم فصبر جمیل) رقم الحدیث ۴۶۹۰ ـ ❾ کتاب التفسیر، باب (إن الذین جاء وا بالأفک عصبة منکم ..) رقم الحدیث ۴۷۴۹ ❿ کتاب التفسیر، باب (لولا إذ سمعتموه قلتم ما یکون لنا....) رقم الحدیث ۴۷۵۰ ـ ⓫ کتاب التفسیر، باب (إن الذین یحبون أن تشیع الفاحشة ....) رقم الحدیث ۴۷۵۷ ⓬ کتاب النکاح، باب المرأة تهب یومها من زوجها لضرتها.... رقم الحدیث ۵۲۱۲ ⓭ کتاب الأیمان والنذور، باب قول الرجل: لعمر الله.... رقم الحدیث ۶۶۶۲ ⓮ کتاب الأیمان والنذور، باب الیمین فیما لا یملک، رقم الحدیث ۶۶۷۹ ⓯ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول الله تعالی: (وأمرهم شوری بینهم) رقم الحدیث ۷۳۶۹ ⓰ وأیضا، رقم الحدیث ۷۳۷۰ ⓱ کتاب التوحید، باب قول الله تعالی (یریدون أن یبدلوا کلام الله) رقم الحدیث ۷۵۰۰ ⓲ کتاب التوحید، باب قول النبی صلی الله علیه وسلم، الماهر بالقرآن مع سفرة الکرام البررة، وزینوا القرآن بأصواتکم، رقم الحدیث ۷۵۴۵

مذکورہ مقامات میں نمبر ❻، نمبر ❼، اور نمبر ❿ میں حدیث افک امام نے بالتفصیل ذکر کی ہے۔ حافظ ابن حجر نے اس حدیث پر کتاب التفسیر میں سورۃ نور کے ضمن میں تقریباً ستائیس صفحات پر مشتمل تفصیلی کلام کیا ہے۔ دیکھیے فتح الباری: ۸/ ۴۵۵- ۴۸۱

(۲۳) عمدۃ القاری، ۱۷/ ۲۰۲

بَعْضٍ ، وَأَثْبَتَ لَهُ اقْتِصَاصًا ، وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْ كُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمُ الْحَدِيثَ الَّذِي حَدَّثَنِي عَنْ عَائِشَةَ ، وَبَعْضُ حَدِيثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا ، وَإِنْ كَانَ بَعْضُهُمْ أَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضٍ . قَالُوا : قَالَتْ عَائِشَةُ : كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ أَزْوَاجِهِ ، فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَعَهُ ، قَالَتْ عَائِشَةُ : فَأَقْرَعَ بَيْنَنَا فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ فِيهَا سَهْمِي ، فَخَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ بَعْدَ مَا أُنْزِلَ الْحِجَابُ ، فَكُنْتُ أُحْمَلُ فِي هَوْدَجِي وَأُنْزَلُ فِيهِ ، فَسِرْنَا حَتَّى إِذَا فَرَغَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ غَزْوَتِهِ تِلْكَ وَقَفَلَ ، وَدَنَوْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ قَافِلِينَ ، آذَنَ لَيْلَةً بِالرَّحِيلِ ، فَقُمْتُ حِينَ آذَنُوا بِالرَّحِيلِ ، فَمَشَيْتُ حَتَّى جَاوَزْتُ الْجَيْشَ ، فَلَمَّا قَضَيْتُ شَأْنِي أَقْبَلْتُ إِلَى رَحْلِي ، فَلَمَسْتُ صَدْرِي فَإِذَا عِقْدٌ لِي مِنْ جَزْعِ ظَفَارِ قَدِ انْقَطَعَ ، فَرَجَعْتُ فَالْتَمَسْتُ عِقْدِي فَحَبَسَنِي ابْتِغَاؤُهُ ، قَالَتْ : وَأَقْبَلَ الرَّهْطُ الَّذِينَ كَانُوا يَرْحَلُونَ لِي ،فَاحْتَمَلُوا هَوْدَجِي فَرَحَلُوهُ عَلَى بَعِيرِي الَّذِي كُنْتُ أَرْكَبُ عَلَيْهِ ، وَهُمْ يَحْسِبُونَ أَنِّي فِيهِ ، وَكَانَ النِّسَاءُ إِذْ ذَاكَ خِفَافًا لَمْ يُهَبَّلْنَ ، وَلَمْ يَغْشَهُنَّ اللَّحْمُ ، إِنَّمَا يَأْكُلْنَ الْعُلْقَةَ مِنَ الطَّعَامِ ، فَلَمْ يَسْتَنْكِرِ الْقَوْمُ خِفَّةَ الْهَوْدَجِ حِينَ رَفَعُوهُ وَحَمَلُوهُ ، وَكُنْتُ جَارِيَةً حَدِيثَةَ السِّنِّ ، فَبَعَثُوا الْجَمَلَ فَسَارُوا ، وَوَجَدْتُ عِقْدِي بَعْدَ مَا اسْتَمَرَّ الْجَيْشُ ، فَجِئْتُ مَنَازِلَهُمْ وَلَيْسَ بِهَا مِنْهُمْ دَاعٍ وَلَا مُجِيبٌ ، فَتَيَمَّمْتُ مَنْزِلِي الَّذِي كُنْتُ فِيهِ ، وَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ سَيَفْقِدُونَنِي فَيَرْجِعُونَ إِلَيَّ ، فَبَيْنَا أَنَا جَالِسَةٌ فِي مَنْزِلِي غَلَبَتْنِي عَيْنِي فَنِمْتُ ، وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ السُّلَمِيُّ ثُمَّ الذَّكْوَانِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْجَيْشِ ، فَأَصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِي ، فَرَأَى سَوَادَ إِنْسَانٍ نَائِمٍ فَعَرَفَنِي حِينَ رَآنِي ، وَكَانَ رَآنِي قَبْلَ الْحِجَابِ ، فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِينَ عَرَفَنِي ، فَخَمَّرْتُ وَجْهِي بِجِلْبَابِي ، وَوَاللّٰهِ مَا تَكَلَّمْنَا بِكَلِمَةٍ ، وَلَا سَمِعْتُ مِنْهُ كَلِمَةً غَيْرَ اسْتِرْجَاعِهِ ، وَهَوَى حَتَّى أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ ، فَوَطِئَ عَلَى يَدِهَا ، فَقُمْتُ إِلَيْهَا فَرَكِبْتُهَا ، فَانْطَلَقَ يَقُودُ بِيَ الرَّاحِلَةَ حَتَّى أَتَيْنَا الْجَيْشَ مُوغِرِينَ فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ وَهُمْ نُزُولٌ ، قَالَتْ : فَهَلَكَ فِيَّ مَنْ هَلَكَ ، وَكَانَ الَّذِي تَوَلَّى كِبْرَ الْإِفْكِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ . قَالَ عُرْوَةُ : أُخْبِرْتُ أَنَّهُ كَانَ يُشَاعُ وَيُتَحَدَّثُ بِهِ عِنْدَهُ ، فَيُقِرُّهُ وَيَسْتَمِعُهُ وَيَسْتَوْشِيهِ . وَقَالَ عُرْوَةُ أَيْضًا : لَمْ يُسَمَّ مِنْ أَهْلِ الْإِفْكِ أَيْضًا إِلَّا حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ ، وَمِسْطَحُ بْنُ أُثَاثَةَ ، وَحَمْنَةُ بِنْتُ جَحْشٍ ، فِي نَاسٍ آخَرِينَ لَا عِلْمَ لِي بِهِمْ ، غَيْرَ أَنَّهُمْ عُصْبَةٌ ، كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى ، وَإِنَّ كِبْرَ ذٰلِكَ يُقَالُ لَهُ : عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ

ٱبْنُ سَلُولَ .

قَالَ عُرْوَةُ : كَانَتْ عَائِشَةُ تَكْرَهُ أَنْ يُسَبَّ عِنْدَهَا حَسَّانُ ، وَتَقُولُ : إِنَّهُ الَّذِي قَالَ :

فَإِنَّ أَبِي وَوَالِدَهُ وَعِرْضِي لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ

قَالَتْ عائِشَةُ : فَقَدِمْنَا المَدِينَةَ ، فَٱشْتَكَيْتُ حِينَ قَدِمْتُ شَهْرًا ، وَالنَّاسُ يُفِيضُونَ فِي قَوْلِ أَصْحَابِ الْإِفْكِ ، لَا أَشْعُرُ بِشَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ ، وَهُوَ يَرِيبُنِي فِي وَجَعِي أَنِّي لَا أَعْرِفُ مِنْ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ اللُّطْفَ الَّذِي كُنْتُ أَرَى مِنْهُ حِينَ أَشْتَكِي ، إِنَّمَا يَدْخُلُ عَلَيَّ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ فَيُسَلِّمُ ، ثُمَّ يَقُولُ : (كَيْفَ تِيكُمْ) . ثُمَّ يَنْصَرِفُ ، فَذٰلِكَ يَرِيبُنِي وَلَا أَشْعُرُ بِالشَّرِّ ، حَتَّى خَرَجْتُ حِينَ نَقَهْتُ ، فَخَرَجْتُ مَعَ أُمِّ مِسْطَحٍ قِبَلَ المَنَاصِعِ ، وَكَانَ مُتَبَرَّزَنَا ، وَكُنَّا لَا نَخْرُجُ إِلَّا لَيْلًا إِلَى لَيْلٍ ، وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ نَتَّخِذَ الْكُنُفَ قَرِيبًا مِنْ بُيُوتِنَا ، قَالَتْ : وَأَمْرُنَا أَمْرُ الْعَرَبِ الْأُوَلِ فِي الْبَرِّيَّةِ قِبَلَ الْغَائِطِ ، وَكُنَّا نَتَأَذَّى بِالْكُنُفِ أَنْ نَتَّخِذَهَا عِنْدَ بُيُوتِنَا ، قَالَتْ : فَٱنْطَلَقْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ ، وَهِيَ ٱبْنَةُ أَبِي رُهْمِ بْنِ المُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ ، وَأُمُّهَا بِنْتُ صَخْرِ بْنِ عَامِرٍ خَالَةُ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ ، وَٱبْنُهَا مِسْطَحُ بْنُ أُثَاثَةَ بْنِ عَبَّادِ بْنِ المُطَّلِبِ ، فَأَقْبَلْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ بَيْتِي حِينَ فَرَغْنَا مِنْ شَأْنِنَا ، فَعَثَرَتْ أُمُّ مِسْطَحٍ فِي مِرْطِهَا فَقَالَتْ : تَعِسَ مِسْطَحٌ ، فَقُلْتُ لَهَا : بِئْسَ مَا قُلْتِ ، أَتَسُبِّينَ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا ؟ فَقَالَتْ : أَيْ هَنْتَاهْ أَوَلَمْ تَسْمَعِي مَا قَالَ ؟ قَالَتْ : وَقُلْتُ : وَمَا قَالَ ؟ فَأَخْبَرَتْنِي بِقَوْلِ أَهْلِ الْإِفْكِ ، قَالَتْ : فَٱزْدَدْتُ مَرَضًا عَلَى مَرَضِي ، فَلَمَّا رَجَعْتُ إِلَى بَيْتِي دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ فَسَلَّمَ ، ثُمَّ قَالَ : (كَيْفَ تِيكُمْ) . فَقُلْتُ لَهُ : أَتَأْذَنُ لِي أَنْ آتِيَ أَبَوَيَّ ؟ قَالَتْ : وَأُرِيدُ أَنْ أَسْتَيْقِنَ الْخَبَرَ مِنْ قِبَلِهِمَا ، قَالَتْ : فَأَذِنَ لِي رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ، فَقُلْتُ لِأُمِّي : يَا أُمَّتَاهْ ، مَاذَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ ؟ قَالَتْ : يَا بُنَيَّةُ ، هَوِّنِي عَلَيْكِ ، فَوَٱللهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ ٱمْرَأَةٌ قَطُّ وَضِيئَةٌ عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا ، لَهَا ضَرَائِرُ ، إِلَّا أَكْثَرْنَ عَلَيْهَا . قَالَتْ : فَقُلْتُ : سُبْحَانَ ٱللهِ ، أَوَلَقَدْ تَحَدَّثَ النَّاسُ بِهٰذَا ؟ قَالَتْ : فَبَكَيْتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتَّى أَصْبَحْتُ لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ ، ثُمَّ أَصْبَحْتُ أَبْكِي ، قَالَتْ : وَدَعَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَأُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ ، حِينَ ٱسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ ، يَسْأَلُهُمَا وَيَسْتَشِيرُهُمَا فِي فِرَاقِ أَهْلِهِ ، قَالَتْ : فَأَمَّا أُسَامَةُ فَأَشَارَ عَلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ بِالَّذِي يَعْلَمُ مِنْ بَرَاءَةِ أَهْلِهِ ، وَبِالَّذِي يَعْلَمُ لَهُمْ فِي نَفْسِهِ ، فَقَالَ أُسَامَةُ : أَهْلُكَ ، وَلَا نَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا . وَأَمَّا عَلِيٌّ فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، لَمْ يُضَيِّقِ ٱللهُ عَلَيْكَ ، وَالنِّسَاءُ

سِواهَا كَثِيرٌ ، وَسَلِ الجَارِيَةَ تَصْدُقْكَ . قالَتْ : فَدَعا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَرِيرَةَ ، فَقَالَ : (أَيْ بَرِيرَةُ ، هَلْ رَأَيْتِ مِنْ شَيْءٍ يَرِيبُكِ) . قالَتْ لَهُ بَرِيرَةُ : وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ ، مَا رَأَيْتُ عَلَيْهَا أَمْرًا قَطُّ أَغْمِصُهُ أَكْثَرَ مِنْ أَنَّهَا جارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ ، تَنَامُ عَنْ عَجِينِ أَهْلِهَا ، فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ ، قالَتْ : فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ يَوْمِهِ فَاسْتَعْذَرَ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ ، وَهُوَ عَلَى المِنْبَرِ ، فَقَالَ : (يَا مَعْشَرَ المُسْلِمِينَ ، مَنْ يَعْذِرُنِي مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِي عَنْهُ أَذَاهُ فِي أَهْلِي ، وَاللّٰهِ ما عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا ، وَلَقَدْ ذَكَرُوا رَجُلًا ما عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا ، وَما يَدْخُلُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا مَعِي) . قالَتْ : فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ أَخُو بَنِي عَبْدِ الأَشْهَلِ فَقَالَ : أَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَعْذِرُكَ ، فَإِنْ كَانَ مِنَ الأَوْسِ ضَرَبْتُ عُنُقَهُ ، وَإِنْ كَانَ مِنْ إِخْوَانِنَا مِنَ الخَزْرَجِ ، أَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا أَمْرَكَ . قالَتْ : فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الخَزْرَجِ ، وَكانَتْ أُمُّ حَسَّانَ بِنْتَ عَمِّهِ مِنْ فَخِذِهِ ، وَهُوَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ ، وَهُوَ سَيِّدُ الخَزْرَجِ ، قالَتْ : وَكانَ قَبْلَ ذٰلِكَ رَجُلًا صَالِحًا ، وَلٰكِنِ احْتَمَلَتْهُ الحَمِيَّةُ ، فَقَالَ لِسَعْدٍ : كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ لا تَقْتُلُهُ ، وَلَا تَقْدِرُ عَلَى قَتْلِهِ ، وَلَوْ كانَ مِنْ رَهْطِكَ ما أَحْبَبْتَ أَنْ يُقْتَلَ . فَقَامَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ ، وَهُوَ ابْنُ عَمِّ سَعْدٍ ، فَقَالَ لِسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ : كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ لَنَقْتُلَنَّهُ ، فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ المُنَافِقِينَ . قالَتْ : فَثَارَ الحَيَّانِ الأَوْسُ وَالخَزْرَجُ ، حَتَّى هَمُّوا أَنْ يَقْتَتِلُوا ، وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قائِمٌ عَلَى المِنْبَرِ ، قالَتْ : فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُخَفِّضُهُمْ ، حَتَّى سَكَتُوا وَسَكَتَ ، قالَتْ : فَبَكَيْتُ يَوْمِي ذٰلِكَ كُلَّهُ لا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ ، قالَتْ : وَأَصْبَحَ أَبَوَايَ عِنْدِي ، وَقَدْ بَكَيْتُ لَيْلَتَيْنِ وَيَوْمًا ، لا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ ، حَتَّى إِنِّي لَأَظُنُّ أَنَّ الْبُكاءَ فالِقٌ كَبِدِي ، فَبَيْنَا أَبَوَايَ جالِسَانِ عِنْدِي وَأَنَا أَبْكِي ، فَاسْتَأْذَنَتْ عَلَيَّ امْرَأَةٌ مِنَ الأَنْصارِ فَأَذِنْتُ لَهَا ، فَجَلَسَتْ تَبْكِي مَعِي ، قالَتْ : فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذٰلِكَ دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَيْنَا فَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ ، قالَتْ : وَلَمْ يَجْلِسْ عِنْدِي مُنْذُ قِيلَ ما قِيلَ قَبْلَهَا ، وَقَدْ لَبِثَ شَهْرًا لا يُوحَى إِلَيْهِ فِي شَأْنِي بِشَيْءٍ ، قالَتْ : فَتَشَهَّدَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حِينَ جَلَسَ ، ثُمَّ قالَ : (أَمَّا بَعْدُ ، يَا عائِشَةُ ، إِنَّهُ بَلَغَنِي عَنْكِ كَذَا وَكَذَا ، فَإِنْ كُنْتِ بَرِيئَةً ، فَسَيُبَرِّئُكِ اللّٰهُ ، وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ ، فَاسْتَغْفِرِي اللّٰهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ ، فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تابَ ، تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ) . قالَتْ : فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَقَالَتَهُ قَلَصَ دَمْعِي حَتَّى ما أُحِسُّ مِنْهُ قَطْرَةً ، فَقُلْتُ لِأَبِي : أَجِبْ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنِّي فِيما قالَ ، فَقَالَ أَبِي : وَاللّٰهِ ما أَدْرِي ما أَقُولُ لِرَسُولِ

ٱللهِ ﷺ ، فَقُلْتُ لِأُمِّي : أَجِيبِي رَسُولَ ٱللهِ ﷺ فِيما قالَ ، قالَتْ أُمِّي : وَٱللهِ ما أَدْرِي ما أَقُولُ لِرَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، فَقُلْتُ ، وَأَنَا جارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ لَا أَقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ كَثِيرًا : إِنِّي وَٱللهِ لَقَدْ عَلِمْتُ : لَقَدْ سَمِعْتُمْ هٰذَا الحَدِيثَ حَتَّى ٱسْتَقَرَّ فِي أَنْفُسِكُمْ وَصَدَّقْتُمْ بِهِ ، فَلَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ : إِنِّي بَرِيئَةٌ ، لَا تُصَدِّقُونَنِي ، وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِأَمْرٍ ، وَٱللهُ يَعْلَمُ أَنِّي مِنْهُ بَرِيئَةٌ ، لَتُصَدِّقُنِّي ، فَوَٱللهِ لَا أَجِدُ لِي وَلَكُمْ مَثَلًا إِلَّا أَبَا يُوسُفَ حِينَ قالَ : «فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَٱللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى ما تَصِفُونَ» . ثُمَّ تَحَوَّلْتُ وَٱضْطَجَعْتُ عَلَى فِرَاشِي ، وَٱللهُ يَعْلَمُ أَنِّي حِينَئِذٍ بَرِيئَةٌ ، وَأَنَّ ٱللهَ مُبَرِّئِي بِبَرَاءَتِي ، وَلٰكِنْ وَٱللهِ ما كُنْتُ أَظُنُّ أَنَّ ٱللهَ مُنْزِلٌ فِي شَأْنِي وَحْيًا يُتْلَى ، لَشَأْنِي فِي نَفْسِي كانَ أَحْقَرَ مِنْ أَنْ يَتَكَلَّمَ ٱللهُ فِيَّ بِأَمْرٍ ، وَلٰكِنِّي كُنْتُ أَرْجُو أَنْ يَرَى رَسُولُ ٱللهِ ﷺ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا يُبَرِّئُنِي ٱللهُ بِهَا ، فَوَٱللهِ ما رَامَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ مَجْلِسَهُ ، وَلَا خَرَجَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ ، حَتَّى أُنْزِلَ عَلَيْهِ ، فَأَخَذَهُ مَا كَانَ يَأْخُذُهُ مِنَ الْبُرَحَاءِ ، حَتَّى إِنَّهُ لَيَتَحَدَّرُ مِنْهُ مِنَ الْعَرَقِ مِثْلُ الْجُمَانِ ، وَهُوَ فِي يَوْمٍ شَاتٍ ، مِنْ ثِقَلِ الْقَوْلِ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَيْهِ ، قالَتْ : فَسُرِّيَ عَنْ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ وَهُوَ يَضْحَكُ ، فَكانَتْ أَوَّلَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا أَنْ قالَ : (يَا عائِشَةُ ، أَمَّا ٱللهُ فَقَدْ بَرَّأَكِ) . قالَتْ : فَقَالَتْ لِي أُمِّي : قُومِي إِلَيْهِ ، فَقُلْتُ : وَٱللهِ لَا أَقُومُ إِلَيْهِ ، فَإِنِّي لَا أَحْمَدُ إِلَّا ٱللهَ عَزَّ وَجَلَّ ، قالَتْ : وَأَنْزَلَ ٱللهُ تَعالَى : «إِنَّ الَّذِينَ جاؤُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ» . الْعَشْرَ الآيَاتِ ، ثُمَّ أَنْزَلَ ٱللهُ هٰذَا فِي بَرَاءَتِي ، قالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ ، وَكانَ يُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحِ بْنِ أُثَاثَةَ لِقَرَابَتِهِ مِنْهُ وَفَقْرِهِ : وَٱللهِ لَا أُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحٍ شَيْئًا أَبَدًا ، بَعْدَ الَّذِي قالَ لِعَائِشَةَ ما قالَ . فَأَنْزَلَ ٱللهُ : «وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ – إِلَى قَوْلِهِ – غَفُورٌ رَحِيمٌ» . قالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ : بَلَى وَٱللهِ إِنِّي لَأُحِبُّ أَنْ يَغْفِرَ ٱللهُ لِي ، فَرَجَعَ إِلَى مِسْطَحٍ النَّفَقَةَ الَّتِي كانَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ ، وَقَالَ : وَٱللهِ لَا أَنْزِعُهَا مِنْهُ أَبَدًا ، قالَتْ عائِشَةُ : وَكانَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ سَأَلَ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ عَنْ أَمْرِي ، فَقَالَ لِزَيْنَبَ : (مَاذَا عَلِمْتِ ، أَوْ رَأَيْتِ) . فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ ٱللهِ أَحْمِي سَمْعِي وَبَصَرِي ، وَٱللهِ ما عَلِمْتُ إِلَّا خَيْرًا ، قالَتْ عائِشَةُ : وَهِيَ الَّتِي كانَتْ تُسَامِينِي مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ فَعَصَمَهَا ٱللهُ بِالْوَرَعِ . قالَتْ : وَطَفِقَتْ أُخْتُهَا حَمْنَةُ تُحَارِبُ لَهَا ، فَهَلَكَتْ فِيمَنْ هَلَكَ

قالَ ٱبْنُ شِهَابٍ : فَهٰذَا الَّذِي بَلَغَنِي مِنْ حَدِيثِ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطِ .

ثُمَّ قَالَ عُرْوَةُ : قَالَتْ عائِشَةُ : وَٱللّٰهِ إِنَّ الرَّجُلَ الَّذِي قِيلَ لَهُ مَا قِيلَ لَيَقُولُ : سُبْحَانَ ٱللّٰهِ ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ما كَشَفْتُ مِنْ كَنَفِ أُنْثَىٰ قَطُّ ، قالَتْ : ثُمَّ قُتِلَ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي سَبِيلِ ٱللّٰهِ .
[ر : ۲٤٥۳]

یہاں سند میں ابن شہاب زہری کے چار اساتذہ ہیں، ❶ حضرت عروہ بن زبیر ❷ حضرت سعید بن المسیب ❸ حضرت علقمۃ بن وقاص ❹ اور حضرت عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، یہ چاروں کے چاروں جلیل القدر تابعی ہیں، اور ان کی شہرت، امامت اور عظمت وجلالت مسلّم ہے۔ ان چاروں حضرات سے امام زہریؒ نے حدیث افک روایت کی ہے اور یہ سب حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں، امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ ان چاروں اساتذہ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اس حدیث کا ایک ایک حصہ مجھ سے بیان کیا، مطلب یہ ہے کہ کسی نے ایک حصہ بیان کیا، کسی نے دوسرا حصہ، پوری حدیث کسی ایک نے بیان نہیں کی اور ان اصحاب اربعہ میں بعض حضرات حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اس حدیث کو زیادہ محفوظ کرنے والے تھے یعنی ان کے پاس اس کا حصہ زیادہ تھا اور وہ نہایت ہی پختگی اور مضبوطی کے ساتھ اس حدیث کو بیان کرتے تھے، ایک تو ان حضرات کی عظمت اور جلالتِ شان اور پھر امام زہریؒ کا ان کے بارے میں اعتراف اور اقرار کہ یہ حدیث ان کو خوب یاد تھی، وقدوعیت.... اور بے شک میں نے ان تمام حضرات سے وہ حدیث محفوظ کی جو انہوں نے حضرت عائشہؓ کے واسطے سے مجھ سے بیان کی، اگرچہ وہ حدیث بعض حضرات کو بعض کے مقابلے میں زیادہ بہتر طریقے پر یاد تھی (لیکن یہ نہ سمجھیے کہ ایک کی بیان کردہ حدیث دوسرے کی حدیث کے ساتھ متعارض تھی بلکہ) ان میں ایک کی حدیث دوسرے کی حدیث کی تصدیق وتائید کرتی ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیثِ افک امام زہریؒ کی سند کے ساتھ پیش کی ہے، امام زہریؒ اپنے جن چار اساتذہ سے یہ حدیث نقل کرتے تھے ان کے متعلق انہوں نے یہ تصریح کردی ہے کہ وہ یہ حدیث پوری بیان نہیں کرتے تھے، ایک ایک حصہ بیان کرتے تھے، کچھ حصہ ایک استاذ نے بیان کیا اور کچھ دوسرے نے اس طرح یہ پوری حدیث ان تمام حضرات کے بیان سے مرتب ہوگئی۔

حدیث افک کا ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تھے تو ازواج مطہراتؓ کے مابین قرعہ اندازی کرتے تھے، جس کا نام قرعہ میں نکلتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اپنے ساتھ لے جاتے، چنانچہ ایک غزوے میں آپ نے ہمارے درمیان قرعہ ڈالا جس میں میرا نام نکلا،

تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلی، نزول حجاب کے بعد کا یہ واقعہ ہے، میں ہودج سمیت اٹھائی جاتی اور ہودج میں بیٹھے ہوئے ہونے کی حالت میں اتاری جاتی تھی، ہم روانہ ہوئے، حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوے سے فارغ ہوکر لوٹے، واپسی میں ہم لوگ مدینے کے قریب تھے (کہ قافلے نے پڑاؤ ڈالا)، آخر شب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانگی کا اعلان کیا (آپ کا مقصد یہ تھا کہ لوگ اپنی اپنی ضرورتوں سے فارغ ہوکر تیار ہوجائیں کہ قافلہ روانہ ہونے والا ہے) چنانچہ اعلان سن کر میں اٹھی اور (قضائے حاجت کے لیے) چلی گئی یہاں تک کہ میں لشکر سے تجاوز کر گئی (اور کافی دور نکل گئی) چنانچہ جب میں اپنی ضرورت سے فارغ ہوگئی اور اپنی سواری کے پاس آئی تو میں نے اپنے سینے کو ہاتھ لگایا تو دیکھا کہ میرا وہ ہار گرگیا ہے جو شہر "ظفار" کے مونگوں سے بنایا گیا تھا، میں اپنے ہار کی تلاش کے لیے واپس گئی، اس کی تلاش نے مجھے روکے رکھا (اور مجھ کو دیر ہوگئی) ادھر وہ لوگ جو مجھے سوار کیا کرتے تھے انہوں نے میرے ہودج کو اٹھایا اور میری سواری کے اونٹ پر رکھ دیا، وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ میں ہودج کے اندر موجود ہوں، چونکہ عورتیں اس زمانے میں دبلی پتلی ہوا کرتی تھیں، موٹی بھاری نہیں ہوتی تھیں، اور نہ ہی ان پر زیادہ گوشت چڑھا ہوتا تھا کیونکہ وہ بہت معمولی کھانا کھاتی تھیں اس لیے ہودج کو اٹھاتے ہوئے لوگوں کو اس کے ہلکے پن میں اجنبیت کا اندازہ نہیں ہوا۔ نیز اس وقت میں کم عمر بھی تھی، پس انہوں نے اونٹ کو ہانکا اور روانہ ہوگئے۔ میں نے اپنا ہار لشکر کی روانگی کے بعد پالیا، پڑاؤ کی جگہ پر جب میں آئی تو وہاں کوئی داعی تھا نہ کوئی مجیب (کہ سب لوگ چلے گئے تھے) میں نے اس خیال سے اپنی پرانی منزل ہی (میں بیٹھنے) کا ارادہ کرلیا کہ وہ لوگ جب مجھے نہیں پائیں گے تو تلاش کرنے کے لیے یہاں لوٹیں گے (اگر میں کہیں ادھر ادھر چلی گئی تو ان کو تلاش میں مشقت ہوگی) میں اپنی جگہ پر بیٹھی تھی کہ مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا اور میں سوگئی، صفوان بن المعطل سلمی لشکر کے پیچھے رہا کرتے تھے (تاکہ اگر لشکر سے کوئی چیز رہ جائے تو وہ اٹھا لائیں) وہ صبح کے وقت میری جگہ کے پاس پہونچے، انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کی پرچھائیں دیکھیں، جب انہوں نے قریب آکر مجھے دیکھا تو پہچان لیا کیونکہ پردہ کے حکم نازل ہونے سے قبل وہ مجھے دیکھ چکے تھے میں ان کے استرجاع (اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھنے) سے بیدار ہوگئی، میں نے اپنا چہرہ اپنی چادر میں ڈھانپ لیا اور خدا کی قسم! ہم نے کوئی ایک بات بھی نہیں کی اور نہ ہی ان کے استرجاع کے علاوہ کوئی کلمہ میں نے ان سے سنا، وہ سواری سے اترے اور اپنی سواری (اونٹ) کو بٹھایا اور اس کی اگلی ٹانگ کو دبایا (تاکہ مجھے سوار ہونے میں آسانی ہو) میں اٹھ کر سوار ہوگئی، چنانچہ وہ سواری کو آگے سے کھینچتے ہوئے روانہ ہوئے، حتی کہ ہم کڑکتی دوپہر میں لشکر کے پاس آئے اور لشکر نے پڑاؤ کیا تھا، پس میرے متعلق جس کو ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوا اور جس شخص نے تہمت میں بڑا حصہ لیا وہ عبداللہ بن ابی بن سلول تھا.... حضرت عروہ فرماتے تھے

کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ عبداللہ بن ابی، تہمت کی اشاعت کرتا تھا؛ اس کے پاس تہمت کے متعلق گفتگو ہوتی تھی، وہ اس کی تصدیق کرتا، اس کو سنتا اور بڑھا چڑھا کر پیش کرتا، نیز تہمت لگانے والے دوسرے لوگوں میں صرف حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش کا نام لیا گیا ہے، باقی حضرات کا مجھے علم نہیں (کہ اور کون لوگ اس میں شامل تھے) البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ یہ ایک پوری جماعت تھی جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ﴿ ان الذین جاء وا بالافک عصبة منکم ﴾ "بے شک جن لوگوں نے تہمت لگائی ہے وہ تم ہی میں سے ایک جماعت ہے ...." حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کو یہ بات پسند نہیں تھی کہ ان کے سامنے حضرت حسان کو برا بھلا کہا جائے، فرماتی تھیں کہ حسان ہی نے تو یہ شعر کہا ہے ....

فان ابی ووالده وعرضی
لعرض محمد منکم وقاء

"میرا باپ اور میرے باپ کے والد اور میری عزت محمدؐ کی عزت کی خاطر تمہارے سامنے ڈھال بنی رہے گی"۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پھر ہم مدینہ آئے، مدینہ پہنچنے کے بعد میں ایک ماہ بیمار رہی؛ لوگوں نے اصحاب افک کے قول کو موضوع سخن بنالیا تھا تاہم مجھے اس سلسلے میں کوئی علم نہیں تھا۔ البتہ بیماری کے دوران مجھے یہ بات شک میں ڈالتی تھی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ لطف وکرم اپنے ساتھ نہیں دیکھتی تھی جو بیماری کے وقت پہلے دیکھا کرتی تھی، صرف اتنا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لاتے، سلام کرتے اور پوچھ لیتے کہ کیا حال ہے؟ اور پھر واپس تشریف لیجاتے، بس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف اس طرز عمل سے مجھے قدرے شک ہوتا لیکن شر کا مجھے کوئی علم نہیں تھا، جب میں کچھ صحتمند ہوئی، تو اس وقت میں حضرت ام مسطح کے ساتھ "مناصع" کی طرف نکلی، وہ ہماری قضاء حاجت کی جگہ تھی اور ہم قضاء حاجت کے لئے صرف رات کو نکلتے تھے یہ اس وقت کی بات ہے جب گھروں کے قریب بیت الخلاء بنانے کا رواج نہیں تھا، ہمارا دستور عرب اول کا دستور تھا جو قضاء حاجت کے لیے (گھروں سے دور) صحرا میں جاتے تھے، گھروں کے پاس بیت الخلاء بنانے سے ہمیں تکلیف ہوتی تھی، چنانچہ میں اور ام مسطح نکلیں، ام مسطح، ابورھم بن المطلب بن عبدمناف کی بیٹی ہیں اور ان کی ماں صخر بن عامر کی بیٹی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خالہ ہیں اور مسطح بن اثاثہ بن عباد بن المطلب، ام مسطح کے بیٹے ہیں۔

چنانچہ ہم دونوں قضاء حاجت سے فارغ ہوکر گھر کی طرف آرہی تھیں کہ ام مسطح اپنی بڑی چادر میں الجھ کر گر پڑیں تو بولیں، تعس مسطح "مسطح ہلاک ہو" میں نے ام مسطح سے کہا، تم نے بہت برا جملہ کہہ دیا، کیا تم ایسے آدمی کو برا بھلا کہہ رہی ہو جو بدر میں شریک ہوا ہے، اس پر ام مسطح نے کہا، اے بھولی!

تونے نہیں سنا کہ مسطح کیا کہتا پھرتا ہے ؟ میں نے پوچھا، وہ کیا کہتا ہے ؟ تب انہوں نے تہمت لگانے والوں کی بات مجھ سے بیان کی، جس کی وجہ سے میرا مرض اور بڑھ گیا، جب میں گھر لوٹ آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور سلام کرنے کے بعد فرمایا کہ آپ کی طبیعت کیسی ہے ؟ میں نے آپؐ سے عرض کیا کہ کیا آپ مجھے اپنے والدین کے ہاں جانے کی اجازت دیں گے ؟ میرا مقصد یہ تھا کہ ان سے اس معاملہ کی تحقیق کروں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دیدی، تو میں نے اپنی والدہ سے پوچھا، اماں جی! یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا، بیٹی! پریشان نہ ہو، بخدا، بہت ہی کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی عورت خوبصورت ایسے مرد کے پاس ہو جو اس سے محبت کرتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں پھر بھی اس پر عیب نہ لگتے ہوں میں نے کہا، سبحان اللہ! کیا واقعی لوگ اس قسم کی باتیں کررہے ہیں، چنانچہ میں اس رات صبح تک روتی رہی، پوری رات نہ میرے آنسو تھمے اور نہ مجھے نیند آئی۔

دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت اسامہ بن زید کو بلایا اس وقت تک وحی رکی رہی (چونکہ یہ دونوں گھر کے آدمی تھے اس لیے) آپؐ نے ان دونوں سے پوچھا اور اپنی بیوی سے جدائی (طلاق) کے متعلق ان سے مشورہ کیا، اسامہ بن زید نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اہلیہ کی پاکدامنی کے متعلق اپنے علم کے مطابق اور اہل بیت کے بارے میں وہ جو کچھ جانتے تھے اسی کے موافق مشورہ دیا، چنانچہ انہوں نے کہا "آپ کی اہلیہ ہیں، ہم ان کے متعلق صرف خیر ہی جانتے ہیں"۔ البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ یارسول اللہ! اللہ نے آپ پر کچھ تنگی نہیں فرمائی (اگر افواہوں کی بناء پر عائشہؓ کی طرف سے کچھ تکدر طبعی ہوگیا ہے تو) عورتیں اور بہت ہیں (اور آپ کا یہ تکدر اس طرح بھی رفع ہوسکتا ہے کہ) باندی (حضرت بریرہؓ جو حضرت عائشہؓ کے پاس رہتی ہیں اور ان کے حالات جانتی ہیں) سے آپ پوچھ لیجیئے وہ آپ کو صحیح صحیح بات بتلاویں گی، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہؓ کو بلایا اور ان سے فرمایا۔ "بریرہ! (عائشہؓ سے) کوئی ایسی چیز تو نے دیکھی ہے جس نے تجھے شک میں ڈالا ہو" حضرت بریرہؓ نے جواب دیا "قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں نے کبھی کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی جو معیوب ہو، بس اتنی سی بات دیکھی ہے کہ وہ کمسن بچی ہیں، اپنے گھر کے آٹے کو کھلا چھوڑ کر سوجاتی ہیں اور بکری آکر وہ آٹا کھا جاتی ہے، (وہ تو اتنی سیدھی سادی ہیں ان کی پاکدامنی اور عفت میں کیا شک ہوسکتا ہے ....)

چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دن عبداللہ بن ابی کے خلاف مدد طلب کرتے ہوئے برسر منبر خطاب فرمایا، یامعشر المسلمین! کون ہے جو اس شخص کے مقابلہ میں میری مدد کرے جس کی جانب سے مجھے میرے اہل خانہ کے متعلق تکلیف پہنچی ہے، خدا کی قسم! میں اپنے اہل کے بارے میں صرف خیر کو

جانتا ہوں اور ان لوگوں نے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا ہے جس کے متعلق بھی میں صرف نیکی اور خیر کا علم رکھتا ہوں اور وہ تو میرے گھر میں داخل ہی نہیں ہوتے مگر میرے ساتھ ....

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطاب سن کر حضرت سعد بن معاذؓ کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! میں آپ کی مدد کرونگا، اگر اس شخص کا تعلق قبیلۂ اوس سے ہے تو میں اس کی گردن اڑادوں گا اور اگر وہ ہمارے خزرجی بھائیوں کے قبیلے سے تعلق رکھتا ہے تو آپ جو حکم فرمائیں گے ہم آپ کا حکم بجا لائیں گے، اس پر قبیلۂ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ کھڑے ہوئے، حضرت حسان کی والدہ ان کی چچازاد بہن لگتی تھی (اور چونکہ حضرت حسانؓ اس تہمت میں شریک تھے اس لیے حضرت سعد بن عبادہ سمجھے کہ حضرت سعد بن معاذؓ نے یہ ہم پر تعریض کی ہے) وہ اس سے پہلے نیک آدمی تھے لیکن اس وقت خاندانی حمیت ان پر غالب آگئی، چنانچہ انہوں نے حضرت سعد بن معاذؓ سے کہا کہ "تم نے غلط کہا، بخدا، نہ تم اس کو قتل کرسکتے ہو اور نہ تم اس کے قتل پر قدرت رکھتے ہو، اگر وہ (تہمت لگانے والا) تمہارے قبیلے سے ہوتا تو تم اس کا قتل ہرگز نہ چاہتے" (لیکن چونکہ اس کا تعلق ہمارے قبیلہ سے ہے اس لیے تم قتل کی بات کررہے ہو.....)

اتنے میں حضرت سعد بن معاذؓ کے چچازاد بھائی حضرت اسید بن حضیر کھڑے ہوئے اور حضرت سعد بن عبادہؓ سے کہا "غلط بات تو تم نے کہی ہے"، بخدا! ہم اس کو ضرور قتل کریں گے تو منافق ہے تب ہی تو منافقوں کی طرف سے لڑتا ہے" اس تو تکار کی وجہ سے اوس اور خزرج دونوں قبیلے بھڑک اٹھے، حتی کہ آپس میں انہوں نے لڑنے کا ارادہ کرلیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر سے انہیں خاموش کراتے رہے، حتی کہ سب خاموش ہوگئے اور آپؐ بھی خاموش ہوئے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، میں اس روز بھی پورے دن روتی رہی، کسی طرح نہ میرے آنسو تھمے اور نہ ہی مجھے نیند آئی، صبح کے وقت میرے والدین میرے پاس آئے، دو راتیں اور ایک دن میں مسلسل روتی رہی، اس عرصے میں نہ میرے آنسو بند ہوئے اور نہ نیند آئی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ روتے روتے میرا کلیجہ پھٹ جائے گا، میرے والدین میرے پاس بیٹھے تھے اور میں رو رہی تھی، اتنے میں ایک انصاری خاتون نے میرے پاس آنے کی اجازت طلب کی۔ میں نے انہیں اجازت دیدی، وہ بھی میرے پاس آکر رونے لگی، ہم اسی حال میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، سلام کرکے تشریف فرما ہوئے، جب سے مجھ پر تہمت لگائی گئی تھی اس وقت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس نہیں بیٹھے تھے، ایک مہینہ تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے سلسلے میں کوئی وحی نازل نہیں ہوئی.... آپ نے تشریف فرمانے کے بعد کلمۂ شہادت پڑھا، پھر فرمایا....

"امابعد! عائشہ! آپ کے بارے میں مجھے یہ بات پہنچی ہے، اگر تم بری ہو تو اللہ تعالی ضرور تمہیں بری کردیں گے، اور اگر تم سے کوئی گناہ سرزد ہوگیا ہے تو اللہ سے توبہ

واستغفار کرو، کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کرکے توبہ کرتا ہے تو اللہ جل شانہ اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔"

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات پوری کی تو میرے آنسو ایسے خشک ہوگئے کہ ایک قطرہ بھی محسوس نہیں ہورہا تھا.... چنانچہ میں نے اپنے والد سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دیجیے، انہوں نے کہا، بخدا، میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں، پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا آپ جواب دیجیے انہوں نے بھی معذرت کرتے ہوئے کہا میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں؟ اب مجبورا مجھے خود عرض کرنا پڑا، اس وقت میں ایک کمسن لڑکی تھی اور قرآن شریف بھی میں نے زیادہ نہیں پڑھا تھا میں نے کہا۔

"بخدا، مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ آپ لوگوں نے یہ بات سنی، یہاں تک کہ وہ آپ کے دلوں میں بیٹھ گئی اور آپ نے اس کی تصدیق بھی (ایک حد تک) کردی اب اگر میں آپ سے کہوں کہ میں بری ہوں تو آپ لوگ میری تصدیق نہیں کریں گے اور اگر میں اس تہمت کا اعتراف کرلوں.... جس سے میرا بری ہونا اللہ کو خوب معلوم ہے، تو آپ لوگ کہیں گے اس نے صحیح بات کہدی، واللہ! اب میں اپنے اور آپ کے معاملے کی کوئی مثال بجز اس کے نہیں پاتی جو یوسف علیہ السلام کے والد (یعقوب علیہ السلام) نے (اپنے بیٹوں کی غلط بات سن کر) فرمائی تھی کہ فصبر جمیل، واللہ المستعان علی ماتصفون " اب میں صبر جمیل ہی کو اختیار کرتی ہوں اور جو کچھ آپ کہہ رہے ہو اس سلسلے میں اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے"....

یہ کہہ کر میں گئی اور اپنے بستر پر لیٹ گئی اور مجھے یہ یقین تھا کہ اللہ جل شانہ کو میری براءت کا علم ہے اور وہ میری براءت فرمائیں گے لیکن خدا کی قسم! یہ بات تو میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھی کہ اللہ جل شانہ میرے معاملے میں وحی متلو نازل فرمائیں گے کیونکہ میں اپنے آپ کو اس سے کمتر سمجھتی تھی کہ اللہ جل شانہ میرے معاملے میں خود کلام فرمائیں، ہاں، مجھے یہ امید ضرور تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی خواب دیکھیں گے جس کے ذریعہ اللہ تعالی میری براءت کردیں گے، پس خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی اپنی اس مجلس سے نہیں اٹھے تھے اور نہ ہی گھر والوں میں کوئی اٹھا تھا کہ آپ پر وحی نازل ہونے لگی چنانچہ آپ کو اس شدت نے پکڑلیا جو (نزول وحی کے وقت) آپ پر طاری ہوتی تھی، یہاں تک کہ آپ (کی پیشانی مبارک) سے موتیوں کی طرح پسینے کے قطرے گرنے لگے، حالانکہ دن سردی کا تھا، یہ اس کلام الہی کے ثقل کی وجہ سے تھا جو آپ پر نازل کیا گیا، صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

جب یہ کیفیت دور ہوئی تو آپؐ مسکرا رہے تھے چنانچہ سب سے پہلا کلمہ جو آپ نے فرمایا وہ یہ تھا۔ "عائشہ! اللہ جلّ شانہ نے تمہاری براءت نازل کردی" پس میری والدہ نے مجھ سے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑی ہوجاؤ (تعظیم کے طور پر.....) میں نے کہا، خدا کی قسم! میں نہیں کھڑی ہوں گی میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی حمد وشکر بجالاؤں گی (کہ اسی نے میری براءت کا اعلان فرمایا....) اللہ جل شانہ نے "ان الذین جاءوا بالافک عصبة منکم....الخ" سے دس آیات (میری براءت میں) نازل فرمائیں۔

جب اللہ جل شانہ نے میری براءت کا اعلان ان آیات میں کردیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا اور وہ حضرت مسطح بن اثاثہ پر قرابت اور ان کی غربت کی وجہ سے خرچ کیا کرتے تھے کہ بخدا، میں آئندہ مسطح پر کچھ بھی خرچ نہ کروں گا کہ اس نے بھی عائشہ پر تہمت لگائی ہے، اس پر قرآن مجید کی آیت ولا یاتل اولوا الفضل منکم.... سے غفور رحیم.... تک نازل ہوئی، اس آیت کے نزول کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے کہا، کیوں نہیں، میری تو یہی خواہش ہے کہ اللہ جل شانہ میری مغفرت فرمائیں.... چنانچہ آپ حضرت مسطح کو ان کا خرچ دوبارہ دینے لگے اور کہا واللہ! ان کا یہ نفقہ میں کبھی بند نہیں کروں گا....

حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے معاملے میں حضرت زینب بنت جحش سے بھی دریافت کیا تھا کہ عائشہ کے متعلق تم کیا جانتی ہو تو ام المؤمنین زینبؓ نے کہا تھا۔ "احمی سمعی وبصری، واللہ، ماعلمت الاخیرا" یعنی میں اپنے کانوں کو ایسی فضول باتیں سننے سے اور اپنی نگاہ کو ناپسندیدہ مناظر دیکھنے سے محفوظ رکھتی ہوں، خدا کی قسم! مجھے عائشہؓ کے بارے میں کوئی بات سوائے بھلائی اور خیر کے معلوم نہیں.... حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ازواج مطہراتؓ میں سے ایک زینبؓ ہی ایسی تھیں جو میرا مقابلہ (حسن وجمال، عقل وذکاوت وغیرہ میں) کرتی تھیں.... لیکن اللہ تعالیٰ نے ورع وتقویٰ کی وجہ سے ان کی حفاظت فرمائی اور ان کی بہن حمنہ بنت جحش ان کی جانب سے لڑنے لگی.... (تاکہ میرا رتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں گھٹ جائے اور ان کی بہن زینب بنت جحشؓ کا رتبہ بڑھ جائے ....) چنانچہ ہلاک ہونے والوں میں وہ بھی ہلاک ہوئی۔

حدیث افک کے بعض جملوں کی تشریح

قالت عائشة: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا ارادسفرا اقرع بين ازواجه

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرمایا کرتے تھے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کیا کرتے تھے۔"

ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی اور اس کا حکم!

اس مسئلہ میں حضرات حنفیہ کا موقف یہ ہے کہ قرعہ اندازی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب نہیں تھی، آپؐ ازواج مطہراتؓ کی تطییب قلوب کے لیے قرعہ اندازی کرتے تھے کیونکہ اگر آپ اپنی مرضی ہی سے کسی کو متعین کر لیتے تو اس سے دوسری ازواجؓ کو ملال اور غم ہوتا کہ ہمیں کیوں نظر انداز فرمایا، شوافع میں سے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے "خلاصہ" میں اسی کو اختیار فرمایا اور علامہ زرقانی نے "شرح مواهب" میں اکثر مالکیہ کا مختار اسی کو قرار دیا ہے۔

اکثر حنابلہ اور اکثر شافعیہ کی رائے یہ ہے کہ "قسم بین الازواج" آپ پر واجب تھا اور یہ قرعہ اندازی بھی بطور واجب آپ کرتے تھے۔ (۲۴)

فاقرع بيننا في غزوة غزاها فخرج فيها سهمي

ابن اسحاق اور طبرانی کی روایت میں یہ تصریح آئی ہے کہ یہ غزوہ جس کا حضرت عائشہؓ یہاں ذکر کر رہی ہیں یہ غزوۂ مریسیع تھا (۲۵) جس کو غزوۂ بنی المصطلق بھی کہتے ہیں، قرعہ میں حضرت عائشہؓ کا نام نکلا۔

فخرجت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد ما انزل الحجاب

"چنانچہ میں نکلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، یہ نزول حجاب کے بعد کا واقعہ ہے"

نزول حجاب کا حکم کب آیا؟ اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

❶ واقدی، قتادہ، ابن جریر اور حافظ ابن کثیر کی رائے یہ ہے کہ یہ ۵ھ کا واقعہ ہے۔

❷ حافظ شرف الدین دمیاطی کا خیال ہے کہ یہ ۴ھ کا واقعہ ہے، حافظ ابن حجر اور علامہ ابن قیمؒ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔

---

(۲۴) اس مسئلہ کی تفصیل کے لیے دیکھیے فتح القدیر مع الکفایۃ: ۳/۲۹۹۔۳۰۲۔باب القسم، والمغنی لابن قدامۃ: ۷/۲۳۸۔

(۲۵) فتح الباری: ۸/ ۴۵۸

❸ اور ابوعبیدہ وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ یہ ۲ھ کا واقعہ ہے۔ (۲۶)

فکنت احمل فی ھودجی وانزل فیه

"چنانچہ میں ہودج سمیت اٹھائی جاتی اور ہودج میں بیٹھے ہوئے ہونے کی حالت ہی میں اتاری جاتی تھی"

ھودج: ایک خاص قسم کا پردہ ہوتا ہے جو سواری کے اوپر نصب کردیا جاتا ہے تاکہ عورت اس میں باپردہ رہے، (۲۷) اس محل کو بھی "ھودج" کہہ دیا جاتا ہے جس پر وہ پردہ بندھا ہوا ہوتا ہے۔

فاذا عقدلی من جزع ظفار قد انقطع

"اچانک میں نے دیکھا کہ میرا ہار جو ظفار کے مونگے کا تھا ٹوٹ کر گر پڑا ہے"

جزع: مونگے اور منکے (نگینے یا مہرے) کو کہتے ہیں۔

ظفار: یمن کے علاقے کے ایک شہر کا نام ہے، چونکہ وہ مونگے اور مہرے اس شہر سے آئے ہوئے تھے اس لیے "جزع" کی اضافت اس کی طرف کردی، ابن التین نے اس کی قیمت بارہ درہم نقل کی ہے، بعض نسخوں میں "من جزع اظفار" آیا ہے، اظفار ظفر کی جمع ہے اور ظفر ایک خاص قسم کی خوشبو ہوتی ہے، جزع اظفار کا مطلب یہ ہوگا کہ اس خوشبو سے نگ کی شکل میں وہ مونگے بنائے گئے تھے اور پھر ان سے ہار تیار کیا گیا تھا۔ (۲۸)

وکان النساء اذ ذاک خفافا لم یھبلن ولم یغشھن اللحم

"عورتیں اس زمانے میں دبلی پتلی ہوا کرتی تھیں، موٹی بھاری نہیں ہوتی تھیں اور نہ ہی ان پر زیادہ گوشت چڑھا ہوا ہوتا تھا"

لم یھبلن: باء پر تینوں اعراب پڑھے گئے ہیں، نیز باب افعال اور تفعیل سے بھی پڑھا گیا ہے اور معنی یہاں سب کے یہ ہیں کہ وہ بھاری نہیں ہوتی تھیں۔ (۲۹)

حتی اتینا الجیش موغرین فی نحر الظھیرۃ وھم نزول

"یہاں تک کہ ہم کڑکتی دوپہر میں لشکر کے پاس آئے اور لشکر نے پڑاؤ کیا تھا۔"

موغرین: باب افعال اور باب تفعیل دونوں سے مستعمل ہے، دونوں صورتوں میں "موغرین" کے معنی "داخلین فی وقت الظھیرۃ" کے ہیں، "وغرۃ" دوپہر کے وقت کو کہتے ہیں۔ (۳۰)

---

(۲۶) ان تین اقوال کے لیے دیکھیے، فتح الباری: ۷/ ۴۳۰۔ نیز فتح الباری: ۸/ ۴۶۲۔ ۴۶۳

(۲۷) فتح الباری: ۸/ ۴۵۸ (۲۸) فتح الباری: ۸/ ۴۵۹

(۲۹) فتح الباری: ۸/ ۴۶۰ (۳۰) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۰۷

ویستمعہ ویستوشیہ "عبداللہ بن ابی اس بہتان کو سنتا اور اس کو بڑھاتا تھا"
استیشاء کے معنی ہوتے ہیں کسی مسئلے کے متعلق استفسار کرنا تاکہ اس کو موضوع سخن بنایا جائے۔ (۳۱)

فدعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بریرۃ فقال: ای بریرۃ، هل رایت من شی یریبک؟

یہاں یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا اس وقت تک جاریہ تھیں، ان کے مولی نے انہیں مکاتبہ بنایا تھا اور حضرت عائشہؓ نے ان کا بدل کتابت ادا کیا تھا، اس کے بعد حضرت عائشہؓ کے پاس رہا کرتی تھیں لیکن ان کی آزادی کا یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد کا ہے جبکہ واقعہ افک ۵ھ میں پیش آیا ہے، واقعۂ افک کے وقت حضرت بریرہؓ حضرت عائشہؓ کے پاس نہیں رہا کرتی تھیں تو ان سے تحقیق حال کیوں کی جارہی ہے؟

باقی رہی اس بات کی دلیل کہ حضرت بریرہؓ کی آزادی کا واقعہ فتح مکہ کے بعد پیش آیا ہے تو وہ یہ ہے کہ حضرت بریرہؓ نے جب خیار عتق کی بنیاد پر اپنے شوہر مغیث سے علیحدگی اختیار کرلی تھی تو حضرت مغیث مدینے کی گلیوں میں حضرت بریرہؓ کے پیچھے روتے روتے پھرتے تھے اور کہتے تھے کہ تم مجھ سے علیحدگی مت اختیار کرو لیکن حضرت بریرہؓ ان کے ساتھ رہنے پر آمادہ اور تیار نہ تھیں، اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا تھا کہ دیکھیے مغیث کو بریرہ سے کتنی محبت ہے اور بریرہ کو مغیث سے کس قدر بغض ہے۔ (۳۲) اور حضرت عباسؓ مدینے میں فتح مکہ کے بعد آئے ہیں، معلوم ہوا کہ حضرت بریرہؓ کی آزادی کا قصہ فتح مکہ کے بعد کا ہے تو ۵ھ کے واقعہ افک میں حضرت عائشہؓ کے متعلق ان سے تحقیق حال کا کیا مطلب ہے؟

حافظ ابن قیمؒ نے فرمایا کہ روایت میں "بریرہ" کا نام وہم ہے (۳۳) اور علامہ زرکشی نے بھی حافظ ابن قیم کی تائید کی ہے۔ (۳۴)

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس کو وہم کہنے کی ضرورت نہیں ہے، حضرت بریرہؓ اگرچہ واقعۂ افک کے وقت آزاد نہ تھیں اور اپنے مولا ہی کے ہاں رقیقہ کی حیثیت سے رہا کرتی تھیں لیکن چونکہ مسلمان تھیں اور حضرت عائشہؓ کو کمسنی کی وجہ سے کسی تجربہ کار خاتون کی اعانت کی ضرورت تھی تو عین ممکن ہے کہ وہ اپنے مولا کے ہاں رہتے ہوئے بھی حضرت عائشہ صدیقہؓ کی مدد کے لیے ان کے ہاں آیا کرتی ہوں، اس

(۳۱) وفی شرح الکرمانی: ۱٦/ ۵۳: یستوشیہ ای یستخرجہ بالبحث عنہ ثم یفشیہ ولا یدعہ یخمد

(۳۲) ولفظہ: یاعباس، الاتعجب من حب مغیث بریرۃ، ومن بغض بریرۃ مغیثا؟ الحدیث، اخرجہ البخاری فی کتاب الطلاق، باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی زوج بریرۃ، رقم الحدیث ۵۲۸۳

(۳۳) زاد المعاد، ۳/ ۲٦٤۔ فصل، (ماوقع فی حدیث الافک من الوهم)

(۳۴) فتح الباری: ۸/ ۴٦۹

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقہؓ کے متعلق ان سے پوچھا۔ (۳۵)

غیر انها جارية حديثة السن تنام عن عجين اهلها فتأتي الداجن فتاكله

"بس اتنی سی بات ہے کہ وہ کم سن بچی ہیں اپنے گھر کے آٹے کو کھلا چھوڑ کر سو جاتی ہیں اور بکری آکر وہ آٹا کھا جاتی ہے۔"

اس جملے سے حضرت بریرہؓ نے حضرت عائشہؓ کی عفت کی مزید تاکید کی ہے کہ وہ تو اتنی بھولی بھالی ہیں اور اتنی سیدھی سادی ہیں کہ ان کو اپنے گھر کے آٹے کے بارے میں بھی کئی مرتبہ خیال نہیں رہتا، ایسی معصومہ پر یہ الزام۔ (۳۶)

فقام سعد بن معاذ، فقال: انا يا رسول الله اعذرك

تو سعد بن معاذ کھڑے ہوئے اور کہا یارسول اللہ میں آپ کی مدد کروں گا یہاں اشکال ہوتا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا تو غزوۂ بنی قریظہ میں انتقال ہوچکا تھا اور غزوۂ بنی قریظہ ۴ھ یا ۵ھ میں پیش آیا ہے جبکہ افک کے واقعہ کا تعلق غزوۂ مریسیع اور بنوالمصطلق سے ہے جو ۶ھ میں ہوا ہے تو روایت میں حضرت سعد بن معاذ کا نام کیسے آگیا ہے؟ اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

❶ ابن عبدالبر مالکی اور قاضی ابوبکر بن العربی نے فرمایا کہ یہاں حضرت سعد بن معاذؓ کا نام غلط ہے اور یہ وہم راوی ہے اور حسبِ عادت قاضی ابوبکر "بن العربی" نے یہ بھی کہہ دیا کہ سعد بن معاذ کے نام کے غلط ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ (۳۷)

❷ قاضی اسماعیل مالکی وغیرہ نے فرمایا کہ غزوۂ مریسیع غزوۂ خندق سے پہلے پیش آیا ہے (۳۸) اور جب غزوۂ مریسیع کو غزوۂ خندق سے پہلے تسلیم کرلیا جائے تو واقعۂ افک میں حضرت سعد بن معاذؓ کی موجودگی پر کوئی اشکال ہی نہیں رہتا۔

البتہ غزوۂ مریسیع کو خندق سے مقدم ماننے کی صورت میں ایک اور اشکال ہوگا اور وہ یہ کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو سب سے پہلے جس غزوے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ میں شرکت کی اجازت دی وہ غزوۂ خندق ہے، دوسری طرف یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے غزوۂ مریسیع میں شرکت کی ہے، اب اگر غزوۂ مریسیع کو خندق سے پہلے مانا جائے تو خندق کے بجائے مریسیع ان کی شرکت کا پہلا غزوہ ہوگا۔ (۳۹)

بعض علماء نے اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ غزوۂ مریسیع میں اپنے والد کے ساتھ تبعاً گئے تھے انہوں نے جنگ میں حصہ نہیں لیا تھا، مستقلاً جس غزوے میں آپ نے

---

(۳۵) فتح الباری: ۸/ ۴۶۹ (۳۶) فتح الباری: ۸/ ۴۷۰ (۳۷) دیکھیے فتح الباری: ۸/ ۴۷۲
(۳۸) فتح الباری: ۸/ ۴۷۲ (۳۹) فتح الباری: ۸/ ۴۷۲

شرکت کی اور جس میں آپ کو اجازت دی گئی تھی وہ غزوۂ خندق ہی تھا۔ (۴۰)

● امام بیہقی نے ایک اور جواب دیا ہے اور وہ یہ کہ غزوۂ مریسیع غزوۂ خندق کے بعد اور حضرت سعد بن معاذؓ کی وفات سے پہلے پیش آیا ہے، حضرت سعد بن معاذؓ ابھی زخمی ہی تھے کہ غزوۂ مریسیع اور اس میں واقعۂ افک پیش آیا اور افک کے واقعہ پیش آنے کے بعد آپ کا انتقال ہوا (۴۱) لہذا حدیث افک میں حضرت سعد بن معاذؓ کا نام آنے پر کوئی اشکال نہیں ہوگا۔

فقال ابی: واللہ ما ادری ما اقول لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے رگ وریشے میں صدق اس طرح پیوست ہوچکا تھا کہ حضرت عائشہؓ جیسی پاکدامن بیٹی کے دفاع اور ان کی براءت ظاہر کرنے پر بھی آمادہ نہیں ہوئے اس لیے کہ ان کو حقیقت حال کا علم نہیں تھا، بعد میں جب حضرت صدیقہؓ کی براءت کا اعلان اللہ جل شانہ نے قرآن میں فرمایا تو حضرت عائشہؓ نے اپنے والد سے کہا کہ آپ نے کیوں میری طرف سے عذر پیش نہیں کیا تھا؟ حضرت صدیق اکبرؓ نے جواب دیا۔ أیُّ سماء تظلنی وأیّ ارض تقلنی اذا قلت مالم اعلم "کونسا آسمان میرے اوپر سایہ کرتا اور کونسی زمین مجھے اپنے اوپر اٹھاتی جب میں کہہ دیتا وہ بات جو مجھے معلوم نہیں تھی" (۴۲)

فاخذہ ماکان یاخذہ من البرُحاء حتی انہ لیتحدر منہ من العرق مثل الجمان وھو فی یوم شات من ثقل القول الذی انزل علیہ

"پس پکڑلیا آپؐ کو اس شدت نے جو (نزول وحی کے وقت) آپ پر طاری ہوتی تھی حتی کہ آپؐ (کے چہرے مبارک) سے موتیوں کی طرح پسینے کے قطرے گرنے لگے حالانکہ سردی کا دن تھا یہ اس کلام الہی کے بوجھ کی وجہ سے تھا جو آپ پر نازل کیا گیا۔"

البرُحاء "برح" اس گری کی شدت کو کہتے ہیں جو بخار کی وجہ سے یا سخت موسم کی حرارت کی وجہ سے پسینے کا سبب بنے "برحاء" (باء کے ضمہ اور راء کے فتحہ کے ساتھ) اسی سے ہے۔ (۴۳)

الجُمان (بضم الجیم وتخفیف المیم) موتیوں کو کہتے ہیں۔ (۴۴)

فقلت: لا، واللہ لا اقوم الیہ فانی لا احمد الا اللہ عزوجل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قسم کھا کر کہا کہ میں آپؐ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے نہیں کھڑی ہوں گی، میں صرف اللہ کا شکریہ ادا کروں گی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بیخودی کی وہ کیفیت طاری ہوئی کہ اللہ کے ماسوا سے نظر ہٹ گئی اور صرف اللہ پر نظر باقی رہی، ان پر تو قیامت گذر گئی اور اللہ جل شانہ نے وحی کے

---

(۴۰) فتح الباری: ۸ / ۴۷۲ (۴۱) دیکھیے دلائل النبوۃ بیہقی: ۴ / ۸۸۔ باب حدیث الافک (۴۲) فتح الباری: ۸ / ۴۷۷

(۴۳) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۲۰۹ (۴۴) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۲۰۹

ذریعے ان کی براءت کا اعلان کیا، ایسی حالت میں اللہ پر نظر کا جم جانا اور ماسوا سے نظر کا ہٹ جانا کوئی بعید بات نہیں، دوسری بات یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے یہ ناز میں کہا، ناز میں ہوتا یہ ہے کہ دل میں جو کیفیت راسخ اور جاگزیں ہوتی ہے ظاہر میں اس کے خلاف اس کا اظہار ہوتا ہے، حضرت عائشہؓ کے دل میں بھی حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ومحبت بے انتہاء موجود تھی لیکن ان پر اس وقت ناز کی کیفیت طاری ہوئی اور انہوں نے اس کے خلاف کا اظہار کیا، بظاہر ناز ہے اور دل میں صد ہزار نیاز موجود ہے (۴۵) ورنہ اس میں کیا شک ہے اور خود حضرت عائشہؓ بھی یہ بات بخوبی جانتی ہیں کہ یہ سب کچھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل انہیں ملا ہے۔

قالت عائشة: واللہ ان الرجل الذی قیل لہ ماقیل، لیقول: سبحان اللہ فوالذی نفسی بیدہ ماکشفت من کنف انثی قط

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جس شخص پر یہ الزام لگایا گیا تھا وہ یہ الزام سن کر کہتے تھے سبحان اللہ ! اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں نے کبھی کسی عورت کا پردہ نہیں کھولا" ان کا نام حضرت صفوان بن معطل ہے۔

یہاں اشکال ہوتا ہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ابوداود، طحاوی، حاکم، احمد اور ابن حبان نے نقل کی ہے اس میں ہے کہ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کی بیوی حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور شکایت کی کہ میں نماز پڑھتی ہوں تو یہ مجھے مارتے ہیں، میں روزہ رکھتی ہوں تو یہ تڑوا دیتے ہیں اور خود یہ فجر کی نماز طلوع آفتاب کے بعد پڑھتے ہیں۔

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفوان سے پوچھا تو حضرت صفوان نے تفصیلی صورتحال بتاکر اپنی صفائی پیش کی، اس روایت سے معلوم ہوا کہ ان کی بیوی تھی تو پھر ان کا یہ کہنا "ماکشفت من کنف انثی قط" کیسے درست ہوسکتا ہے؟ اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

❶ ابوبکر بزاز نے کہا کہ حضرت ابوسعید خدریؓ کی یہ روایت منکر ہے کیونکہ یہ روایت اعمش نے ابوصالح سے صیغہ "عن" کے ساتھ نقل کی ہے اور اعمش کا عنعنہ مقبول نہیں کیونکہ وہ تدلیس کرتے ہیں لیکن حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ ابن سعد کی روایت میں "عن ابی صالح" کے بجائے "سمعت اباصالح" ہے، سماع کی تصریح ہے اور اعمش ایسے مدلس ہیں کہ جب وہ سماع کی تصریح کردیں تو محدثین ان کی روایت کا اعتبار کرتے ہیں، لہذا ابوبکر بزاز کا یہ کہنا کہ یہ روایت منکر ہے اور اس میں تدلیس ہوئی ہے صحیح نہیں ہے۔ (۱)

(۴۵) قال ابن الجوزی: انما قالت ذلک ادلالاً کمایدل الحبیب علی حبیبہ۔ (فتح الباری: ۸/۴۷۷)۔ (۱) فتح الباری: ۸/۴۶۲

❷ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ حضرت صفوانؓ کی مراد ہے کہ "ماکشفت من کنف انثی قط علی وجہ الحرام" کہ میں نے حرام طریقے سے کسی عورت کا پردہ نہیں کھولا لیکن علامہ قرطبی کے اس جواب پر اشکال ہوتا ہے کہ ابوعوانہ کی روایت میں الفاظ اس طرح آئے ہیں، "ماکشفت من کنف انثی قط علی وجہ الحلال ولا علی وجہ الحرام" (۲)

❸ امام بیہقی نے فرمایا کہ جو واقعہ بخاری میں بیان کیا ہے یہ شادی سے پہلے کا ہے اس وقت تک شادی نہیں ہوئی تھی اور ابوداود والا واقعہ بعد کا ہے جبکہ شادی ہوچکی تھی لہذا کوئی تعارض نہیں۔ (۳)

حضرت صفوان بن المعطلؓ

یہ مدینہ منورہ کے باشندہ ہیں، خندق، یا مریسیع ان کا پہلا غزوہ ہے جس میں انہوں نے شرکت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا۔ "ماعلمت علیہ الاخیرا" ان کی وفات کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے کہا ان کی وفات حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں ہوئی، ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ ۱۹ ھ میں جہاد آرمینیا میں شہید ہوئے ہیں، بعض حضرات نے سن وفات ۵۸ ھ اور بعضوں نے ۶۰ ھ بھی بتایا ہے۔ (۴) واللہ اعلم

۳۹۱۱ : حدَّثني عَبْدُ ٱللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قالَ : أَمْلَى عَلَيَّ هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ مِنْ حِفْظِهِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : قَالَ لِيَ الْوَلِيدُ بْنُ عَبْدِ المَلِك : أَبَلَغَكَ أَنَّ عَلِيًّا كانَ فِيمَنْ قَذَفَ عائِشَةَ ؟ قُلْتُ : لَا ، وَلٰكِنْ قَدْ أَخْبَرَنِي رَجلَانِ مِنْ قَوْمِكَ ، أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ وَأَبُو بَكْرِ ٱبْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الحَارِثِ : أَنَّ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَهُمَا : كَانَ عَلِيٌّ مُسَلِّمًا فِي شَأْنِهَا . فَرَاجَعُوهُ فَلَمْ يَرْجِعْ . وقَالَ : مُسَلِّمًا ، بِلَا شَكٍّ فِيهِ وَعَلَيْهِ ، كانَ فِي أَصْلِ الْعَتِيقِ كَذٰلِكَ .

حدثنی عبداللہ بن محمد یہ عبداللہ بن محمد مسندی ہیں، اور ان کی کنیت ابوجعفرؒ ہے۔ (۵)

عن الزہری قال: قال لی الولید بن عبدالملک ابلغک ان علیا کان فیمن قذف عائشۃ؟

بنوامیہ میں بعد میں ایسے لوگ آئے جو حضرت علیؓ کی شان میں ادب واحترام کی رعایت نہیں کرتے تھے تو یہ ولید بن عبدالملک بن مروان اموی امام زہری سے پوچھتا ہے کہ کیا حضرت عائشہؓ پر تہمت

---

(۲) فتح الباری: ۸/ ۳۶۲ (۳) فتح الباری: ۸/ ۳۶۲ (۴) دیکھیے الاصابۃ: ۲/ ۹۱ (۵) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۰۹

لگانے والوں میں حضرت علیؓ بھی داخل ہیں؟ (۶) امام زہریؒ کا جواب ملاحظہ ہو، فرمایا کہ میرے پاس اس قسم کی کوئی خبر نہیں پہنچی ہے ۔ بلکہ خود تمہاری قوم کے دو آدمیوں ابوسلمۃ بن عبدالرحمن اور ابوبکر بن عبدالرحمن نے مجھے بتایا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ان دونوں سے کہا....

کان علی مسلما فی شانہا

یہ "مسلما" اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں طریقوں سے پڑھا گیا ہے ، اسم فاعل کی صورت میں ترجمہ ہوگا کہ حضرت علیؓ حضرت عائشہؓ کے متعلق سکوت اختیار کرنے والے تھے ، اس صورت میں "تسلیم" سکوت کے معنی میں ہے ، (۷) اور مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ نہ حضرت عائشہؓ کی براءت کا ذکر کرتے تھے اور نہ تہمت کا.... بلکہ خاموش تھے ، اور اسم مفعول کی صورت میں معنی ہوں گے .... کان علیا سالما من الخوض فی شانہا یعنی حضرت عائشہؓ کے سلسلے میں وہ غوروفکر اور خوض نہیں کرتے تھے ، ان کے نزدیک یہ معاملہ ایسا نہیں تھا جس کو سوچا جائے اور اس میں غور وفکر کیا جائے کیونکہ حضرت صدیقہؓ کی براءت غور وفکر کی محتاج ہی نہیں تھی۔ (۸) یا مسلّما صیغہ اسم مفعول محفوظا کے معنی میں ہے یعنی وہ تہمت لگانے سے محفوظ تھے ۔

عبدالرزاق نے معمر بن راشد سے "مسلما" کے بجائے "مسیئا" کا لفظ نقل کیا ہے ۔ (۹) اس صورت میں معنی ہوں گے کہ حضرت علیؓ حضرت صدیقہؓ کی شان میں برائی کا ارتکاب کرنے والے تھے ، اس سے یہ مطلب نکلے گا کہ العیاذباللہ حضرت علیؓ تہمت میں دلچسپی رکھتے تھے اور یہ بداہتہً غلط ہے اس لیے امام بخاری نے عبدالرزاق کی روایت کی بجائے ہشام بن یوسف کی روایت نقل کرکے عبدالرزاق کی روایت کی تردید کی ہے ۔

درحقیقت بعض ناصبیوں نے بنوامیہ کا قرب حاصل کرنے کی غرض سے حضرت علیؓ کی شان گھٹانے کے لیے اس روایت میں تحریف کی اور "کان علی مسلما فی شانہا" میں تصحیف کرکے "کان علی مسیئا فی شانہا" بنادیا۔ (۱۰) لیکن امام زہری رحمہ اللہ جیسے جلیل القدر محدث نے اس تصحیف کی تردید کی اور فرمایا کہ یہ لفظ "مسلما" ہی ہے ، چنانچہ آگے روایت کے الفاظ ہیں۔ فراجعوہ فلم یرجع وقال: مسلما بلاشک

---

(۶) وفی ترجمۃ الزہری عن "حلیۃ الاولیاء" من طریق ابن عیینۃ عن الزہری: "کنت عندالولید بن عبدالملک، فتلا ہذہ الآیۃ (والذی تولی کبرہ منہم لہ عذاب عظیم) فقال: نزلت فی علی بن ابی طالب، فقال الزہری: اصلح اللہ الامیر، لیس الامر کذلک.... اخبرنی عروۃ عن عائشۃ، انہا نزلت فی عبداللہ بن ابی ابن سلول" (فتح الباری: ۷/ ۴۳۶)

(۷) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۰۹

(۸) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۰۹۔ وشرح الکرمانی: ۱۶/ ۹۱۔

(۹) فتح الباری: ۷/ ۴۳۷

(۱۰) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۱۰

فيه یعنی امام زہری سے لوگوں نے مراجعت کی کہ یہ لفظ "مسلما" ہے یا "مسیئا" تو آپ نے اس کے علاوہ کچھ نہیں کہا (یعنی مسیئاً کی تائید نہیں کی) اور آپ نے فرمایا یہ لفظ "مسلما" ہی ہے، کرمانی اور عینی کے مطابق یہ مراجعت زہری سے کی گئی ہے، حافظ صاحب کا خیال ہے کہ ہشام بن یوسف کے شاگردوں نے ہشام سے یہ مراجعت بغرض تحقیق کی ہے۔

اس طرح بادشاہ وقت "ولید بن عبدالملک" کی رائے کے خلاف امام زہریؒ نے حق بات بیان کی اور روایت میں تصحیف کرنے والوں کی تصحیف کی نشاندہی کی، فجزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزاء (۱۱)

۳۹۱۲ : حَدَّثَنا مُوسَى بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ حُصَيْنٍ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ قالَ : حَدَّثَنِي مَسْرُوقُ بْنُ الْأَجْدَعِ قالَ : حَدَّثَتْنِي أُمُّ رُومانَ ، وَهْيَ أُمُّ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُما ، قالَتْ : بَيْنَا أَنَا قاعِدَةٌ أَنَا وَعائِشَةُ ، إِذْ وَلَجَتْ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصارِ فَقالَتْ : فَعَلَ اللهُ بِفُلَانٍ وَفَعَلَ ، فَقالَتْ أُمُّ رُومانَ : وَما ذَاكَ ؟ قالَتْ : ابْنِي فِيمَنْ حَدَّثَ الحَدِيثَ ، قالَتْ : وَما ذَاكَ ؟ قالَتْ : كَذَا وَكَذَا ، قالَتْ عائِشَةُ : سَمِعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ؟ قالَتْ : نَعَمْ ، قالَتْ : وَأَبُو بَكْرٍ ؟ قالَتْ : نَعَمْ ، فَخَرَّتْ مَغْشِيًّا عَلَيْهَا ، فَما أَفاقَتْ إِلَّا وَعَلَيْهَا حُمَّى بِنافِضٍ ، فَطَرَحْتُ عَلَيْهَا ثِيابَها فَغَطَّيْتُها ، فَجاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَقالَ : (مَا شَأْنُ هٰذِهِ) . قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ أَخَذَتْها الحُمَّى بِنافِضٍ ، قالَ : (فَلَعَلَّ فِي حَدِيثٍ تُحُدِّثَ بِهِ) . قالَتْ : نَعَمْ ، فَقَعَدَتْ عائِشَةُ فَقالَتْ : وَاللهِ لَئِنْ حَلَفْتُ لَا تُصَدِّقُونَنِي ، وَلَئِنْ قُلْتُ لَا تَعْذِرُونَنِي ، مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَيَعْقُوبَ وَبَنِيهِ : «وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى ما تَصِفُونَ» . قالَتْ : وَانْصَرَفَ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا ، فَأَنْزَلَ اللهُ عُذْرَها ، قالَتْ : بِحَمْدِ اللهِ لَا بِحَمْدِ أَحَدٍ وَلَا بِحَمْدِكَ . [ر : ۲٤٥۳]

حدثنا موسى بن اسماعيل حدثنا ابو عوانة ابوعوانہ کا نام "وضاح بن عبداللہ یشکری" ہے۔ (۱۲)

اذولجت امراة من الانصار.... قالت: ابنى فيمن حدث الحديث

---

(۱۱) ولید بن عبدالملک کی طرح ہشام بن عبدالملک کی بھی رائے یہ تھی کہ حضرت عائشہؓ پر العیاذ باللہ تہمت لگانے والوں میں سب سے بڑا کردار حضرت علیؓ کا تھا، ہشام کے پاس ایک مرتبہ مشہور محدث سلیمان بن یسار آئے، ہشام نے ان سے پوچھا "سلیمان! ذرا بتاؤ کہ "والذی تولی کبره" کا مصداق کون ہے؟" سلیمان نے کہا "عبداللہ بن ابی" ہشام نے جھٹ سے کہا "جھوٹ" اس کا مصداق علیؓ ہیں۔ سلیمان نے عرض کیا "امیر المؤمنین اعلم بمایقول" اتنے میں امام زہری آگئے، ہشام نے ان سے بھی یہی سوال کیا "یاابن شہاب! من الذی تولی کبره؟" زہریؒ نے فرمایا، "عبداللہ بن ابی" ہشام نے کہا "کذبت" تو نے جھوٹ بولا، اس کا مصداق علی ہیں۔ امام زہریؒ نے جواب دیا، اور کیا ہی اچھا جواب دیا، فرمایا۔ انا اکذب، لاابالک، واللہ لونادی منادمن السماء ان اللہ احل الکذب، ماکذبت "ارے تیرا ناس ہو! میں جھوٹ بول رہا ہوں، خدا کی قسم! اگر کوئی پکارنے والا آسمان سے پکار اٹھے کہ اللہ نے جھوٹ بولنا حلال کردیا ہے تب بھی میں جھوٹ نہیں بولوں گا" (فتح الباری: ۷/ ۴۳۷)

(۱۲) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۱۰

یہاں اشکال ہوتا ہے کہ افک کی باتیں کرنے والوں میں انصار سے ایک حضرت حسان بن ثابت تھے اور دوسرا عبداللہ بن ابی منافق تھا، اور ان میں سے کسی کی بھی اس وقت والدہ موجود نہیں تھی تو پھر اس انصاری خاتون نے یہ کیسے کہہ دیا کہ میرے بیٹے نے بھی افک کی باتیں کی ہیں، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ممکن ہے رضاعت کے تعلق سے انصاری خاتون نے اس کو اپنا بیٹا کہہ دیا ہو۔

اس روایت پر ایک دوسرا اشکال یہ ہوتا ہے کہ یہ روایت مسروق بن الاجدع حضرت ام رومان سے نقل کررہے ہیں اور مسروق بن الاجدع تابعی ہیں، جبکہ حضرت ام رومان کا انتقال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں ہوچکا تھا، پھر مسروق بن الاجدع کی ملاقات ان سے کیسے ہوئی، چنانچہ خطیب بغدادی اور دوسرے کئی لوگوں نے اس روایت کو منقطع قرار دیا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ خطیب بغدادی اور دوسرے حضرات نے روایت پر انقطاع کا جو حکم لگایا ہے یہ درحقیقت واقدی کے کلام پر مبنی ہے کہ انہوں نے کہا ام رومان کی وفات حضورؐ کی حیات میں ہوئی ہے اور واقدی اس درجے کے آدمی نہیں ہیں جن کی وجہ سے روایات صحیحہ کو معلول قرار دیا جائے، اس لیے روایت پر انقطاع کا اعتراض قابل قبول نہیں ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے تاریخ کبیر اور تاریخ اوسط میں نقل کیا ہے کہ حضرت ام رومانؓ کا انتقال ۱۵ھ میں ہوا ہے، لہذا مسروق کے تابعی ہونے کے باوجود ان کی ملاقات ام رومان سے ہوسکتی ہے۔ (۱۴)

۳۹۱۳ : حَدَّثَنِي يَحْيَىٰ : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ نَافِعِ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا : كانَتْ تَقْرَأُ : إِذْ تَلِقُونَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُ : الْوَلْقُ الْكَذِبُ . قَالَ ٱبْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ : وَكَانَتْ أَعْلَمَ مِنْ غَيْرِهَا بذٰلِكَ ، لِأَنَّهُ نَزَلَ فِيهَا . [۴۴۷۵]

یحیی.... یہ یحیی بن جعفر بن اعین ہیں، ابوزکریا ان کی کنیت ہے اور بخارا بیکند کے رہنے والے ہیں۔ (۱۵)

عن نافع بن عمر یہ نافع عبداللہ بن عمرؓ کے بیٹے نہیں ہیں بلکہ یہ عمر بن عبداللہ جمحی قریشی کے صاحبزادے ہیں۔ (۱۶)

قرآن شریف کی آیت "اذتلقونہ بالسنتکم" میں مشہور قرات، "تلقّونہ" (قاف کی تشدید کے ساتھ)

---

(۱۴) دیکھیے فتح الباری: ۷/ ۴۳۸۔ علامہ ابن قیم نے بھی زادالمعاد میں اس بات کو راجح قرار دیا ہے کہ حضرت ام رومانؓ کا انتقال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہوا ہے۔ (زادالمعاد: ۳/ ۲۶۶۔ ۲۶۸)

(۱۵) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۱۱

(۱۶) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۱۱

ہے لیکن حضرت عائشہؓ اسے "تَلِقُون" پڑھتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ "ولق" کے معنی جھوٹ کے ہیں، آیت کے معنی ہوں گے کہ "جب تم اپنی زبانوں سے یہ جھوٹی بات بول رہے تھے" ابن ابی ملیکہ نے فرمایا کہ چونکہ یہ آیت حضرت عائشہؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس لیے ان کو اس سلسلے میں زیادہ علم ہے۔ لہذا اگر انہوں نے "تَلِقُون" پڑھا ہے تو یہ بھی درست اور صحیح ہے۔ (۱۷)

۳۹۱٤ : حدَّثنا عُثْمانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا عَبْدَةُ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : ذَهَبْتُ أَسُبُّ حَسَّانَ عِنْدَ عائِشَةَ ، فَقَالَتْ : لَا تَسُبَّهُ ، فَإِنَّهُ كانَ يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ . وَقَالَتْ عائِشَةُ : ٱسْتَأْذَنَ النَّبِيَّ ﷺ فِي هِجَاءِ الْمُشْرِكِينَ ، قالَ : (كَيْفَ بِنَسَبِي) . قالَ : لَأَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كما تُسَلُّ الشَّعَرَةُ مِنَ الْعَجِينِ .

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عُقْبَةَ : حَدَّثَنَا عُثْمانُ بْنُ فَرْقَدٍ : سَمِعْتُ هِشَامًا ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : سَبَبْتُ حَسَّانَ ، وَكانَ مِمَّنْ كَثَّرَ عَلَيْهَا . [ر : ۳۳۳۸]

حضرت ہشام اپنے والد حضرت عروہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت حسان کو برا بھلا کہنے لگا، حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آپ انہیں برا بھلا نہ کہیں کیونکہ حضرت حسان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دفاع کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین مکہ کی ہجو بیان کرنے کی اجازت طلب کی، آپؐ نے فرمایا میرے نسب کا کیا بنے گا کیونکہ قریش کے تمام بطون اور شاخوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داریاں تھیں، اس پر حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

لأَسُلَّنَّكَ منهم كما تُسَلُّ الشعرة من العجين

"میں آپ کو ان سے اس طرح نکال لوں گا جیسے آٹے میں سے بال نکالا جاتا ہے۔"

یعنی جس طرح آٹے میں سے بال نکالتے ہیں اور بال پر آٹے کا کوئی اثر نہیں ہوتا اسی طرح میں آپ کو ان ہجویہ اشعار میں سے ایسا صاف نکال لوں گا کہ آپ پر اس مذمت اور ہجو کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

---

(۱۷) حضرت عائشہؓ کی قرأت درست اور صحیح تو ضرور ہے لیکن راجح مشہور قرأت ہی ہے، باقی ابن ابی ملیکہ کا یہ کہنا کہ یہ آیت حضرت عائشہؓ کے متعلق نازل ہوئی ہے لہذا انہیں اس کی قرأت کے بارے میں زیادہ علم ہوگا، یہ کوئی قوی بات نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہؓ کے بارے میں اس آیت کا نزول اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ ان کا علم بھی اس آیت کے متعلق زیادہ ہو چنانچہ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں قولہ: «لانہ نزل فیہا» وانت تعلم ان نزولہا فیہا لایستلزم مزیۃ فی علمہابہا دیکھیے، لامع الدراری: ۸/ ۲۲۷

حضرت حسان بن ثابتؓ!

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں، آپ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "الاصابۃ" میں ابوعبیدہ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے،

فضل حسان بن ثابت علی الشعرا. بثلاث، کان شاعر الانصار فی الجاهلية، وشاعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ایام النبوۃ وشاعر الیمن کلہا فی الاسلام....(۱۸)

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک مرتبہ آپ مسجد نبوی میں بیٹھے اشعار پڑھ رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگئے، انہوں نے آپ کو غصے سے دیکھتے ہوئے کہا.... افی مسجد رسول اللہ تنشد الشعر "آپ مسجد نبوی میں شعر پڑھ رہے ہیں"؟ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "قدکنت انشد وفیہ من هو خیر منک" یعنی میں مسجد نبوی میں شعر پڑھا کرتا تھا اور اس وقت آپ سے بہتر انسان (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) اس میں موجود ہوتے تھے.... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے مسجد نبوی میں ایک منبر رکھوایا تھا، آپ اس پر بیٹھ کر مشرکین مکہ کے قصائد کا جواب دیا کرتے تھے، آپؐ نے ان کے لیے دعا بھی کی تھی "اللهم ایده بروح القدس" (۱۹)

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے مشرکین مکہ کی خوب مذمت کی ہے انہوں نے اپنے اشعار میں بڑے بلیغ انداز واسلوب کے ساتھ ان کی ہجو بیان کی ہے اور کمال یہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس ہجو ومذمت کی پرچھائیں بھی نہیں پڑنے دیں، آپؐ کے ایک چچازاد بھائی ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب تھے، ان کی حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بچپن اور جوانی میں بڑی دوستی تھی لیکن جب حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا تو یہ آپؐ کے درپے آزار ہوگئے اور چونکہ شاعر تھے اس لیے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں مذمت اور ہجو کے اشعار کہا کرتے تھے، بڑی ایذاء رسانی انہوں نے کی ہے، بعد میں فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوگئے تھے اور پھر انہوں نے اپنی تمام کوتاہیوں اور غلطیوں کی تلافی کی۔ (۲۰) حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ان کی ہجو کی، ان کی ہجو میں مشکل یہ تھی کہ یہ حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے، شاعر کا قصہ یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی کی مذمت اور ہجو پر اتر آتا ہے تو باپ، دادا سب کو سمیٹ لیتا ہے، جب حضرت حسانؓ ابوسفیان بن حارث کے ہجویہ قصائد کا جواب دینے لگے تو ضرورت اس بات کی تھی کہ ان کی ہجو بھی ہوجائے اور حضوراکرم صلی اللہ

---

(۱۸) الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۱/ ۳۶۲

(۱۹) الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۱/ ۳۲۶

(۲۰) آگے فتح مکہ کے بیان میں ان کا تذکرہ آرہا ہے۔

علیہ وسلم پر اس کا کوئی اثر بھی نہ پڑے، یہ کافی مشکل کام تھا لیکن حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ایسا کر کے دکھایا، انہوں نے کہا۔

وان سنام المجد من آل هاشم
بنو بنت مخزوم ووالدک العبد
ومن ولدت ابناء زهرة منکم
کرام ولم یقرب عجائزک المجد

❶ بے شک بڑی شرافت وبزرگی بنو ہاشم میں بنو بنت مخزوم میں ہے اور اے ابوسفیان! تیرا باوا غلام ہے۔

❷ اور زہرہ کی اولاد نے جنہیں جنا ہے وہ تو شریف لوگ ہیں لیکن تیری بوڑھیوں (امہات) کو بزرگی نے چھوا بھی نہیں ہے۔

"بنت مخزوم" سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دادی فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم مراد ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد عبداللہ اور ابوطالب کی والدہ تھیں، حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شرافت اور بزرگی بنت مخزوم یعنی فاطمہ کی اولاد میں ہے اور ابوسفیان بن حارث سے کہا، "ووالدک العبد" درحقیقت ابوسفیان کے والد "حارث" کی والدہ کا نام "سمیہ" تھا، وہ "موہب" کی بیٹی تھی، موہب، بنوعبدمناف کا غلام تھا تو اس طرح ابوسفیان کے باپ کے نسب میں غلامی کا ذکر موجود ہے، "ووالدک العبد" سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے، خود ابوسفیان کی ماں کا بھی یہی حال تھا کہ اس کا والد (ابوسفیان کا نانا) غلام تھا اس طرح ابوسفیان کے ددھیال اور ننھیال ہر دونوں میں غلامی کا ذکر ہے، حضرت حسان بن ثابتؓ نے اپنے قول "ولم یقرب عجائزک المجد" سے یہی مراد لیا ہے کہ تیری دادیوں اور نانیوں کے قریب سے بھی شرافت وبزرگی نہیں گزری اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ننھیال کا تعلق "بنوزہرہ" سے ہے اور بنو زہرہ سارے احرار اور آزاد ہیں اس لیے ان کی ساری اولاد کرام ہے اور بزرگانہ صفات کے ساتھ متصف ہے۔ (۲۱)

لکھا ہے کہ جب ابوسفیان بن حارث نے اپنی ہجو میں حضرت حسانؓ کا یہ قصیدہ سنا تو کہا، "هذا شعر لم یغب عنه ابن ابی قحافة" (۲۲) یعنی یہ قصیدہ حضرت ابوبکرؓ کی موجودگی ہی میں کہا گیا ہے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ انساب قریش کے بڑے زبردست عالم تھے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو حضور اقدس

(۲۱) مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے شرح مسلم للامام النووی ۲ / ۳۰۰۔ باب فضائل حسان بن ثابتؓ

(۲۲) شرح دیوان حسان بن ثابت الانصاری لعبد الرحمن البرقوقی، ص: ۲۱۷

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قریش مکہ کے متعلق شعر کہنے سے قبل حضرت ابوبکرؓ سے انساب کی تحقیق کرلیا کریں۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی وفات کے سن میں روایات مختلف ہیں، بعض روایات میں ۴۰ھ آپ کا سن وفات بتایا گیا ہے، بعض میں ۵۰ھ اور بعض روایات میں ۵۴ھ میں آپ کی وفات کا ذکر ہے۔ (۲۳) حافظ ابن حجر نے "الاصابۃ" میں لکھا ہے کہ آپ نے ایک سو بیس سال عمر پائی۔ (۲۴)

۳۹۱۵ : حدَّثني بِشْرُ بْنُ خالِدٍ : أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ سُلَيْمانَ ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى ، عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ : دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ، وَعِنْدَهَا حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ يُنْشِدُهَا شِعْرًا ، يُشَبِّبُ بِأَبْيَاتٍ لَهُ ، وَقَالَ :

حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيبَةٍ وَتُصْبِحُ غَرْثَى مِنْ لُحُومِ الْغَوَافِلِ

فَقَالَتْ لَهُ عائِشَةُ : لٰكِنَّكَ لَسْتَ كَذٰلِكَ . قالَ مَسْرُوقٌ : فَقُلْتُ لَهَا لِمَ تَأْذَنِينَ لَهُ أَنْ يَدْخُلَ عَلَيْكِ ؟ وَقَدْ قالَ اللّٰهُ تَعَالَى : «وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيم» . فَقَالَتْ : وَأَيُّ عَذَابٍ أَشَدُّ مِنَ الْعَمٰى ؟ قالَتْ لَهُ : إِنَّهُ كَانَ يُنَافِحُ ، أَوْ : يُهَاجِي عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ . [۴۴۷۷ ، ۴۴۷۸]

حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ میں حضرت صدیقہؓ کے پاس گیا، وہاں حضرت حسان بن ثابتؓ موجود تھے اور حضرت ام المومنینؓ کو شعر سنا رہے تھے، وہ تشبیب کے ابیات پڑھ رہے تھے، تشبیب کے اشعار وہ ہوتے ہیں جو قصیدے کی ابتدا میں شاعر ذکر کیا کرتا ہے، ان میں محبوبہ کے حسن وجمال اور جوانی کی محبت کی داستانیں ہوتی ہیں، چنانچہ حضرت حسانؓ نے تشبیب کے اشعار پڑھتے ہوئے یہ شعر پڑھا۔

حصان رزان ماتزن بريبة

وتصبح غرثى من لحوم الغوافل

حصان: کے معنی عفیف اور پاکدامن کے ہیں۔

رزان: باوقار کو کہتے ہیں، "امرأۃ رزان" باوقار عورت۔

غرثی: کے معنی "جائعۃ" کے ہیں۔

شعر کا ترجمہ ہے۔ "میری محبوبہ پاکدامن اور بڑی باوقار ہے، اس پر کسی شک وشبہ کی تہمت نہیں لگائی جاسکتی، اور وہ صبح کرتی ہے اس حال میں کہ وہ بھوکی ہوتی ہے بے خبر عورتوں کے گوشت سے" یعنی وہ

---

(۲۳) الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۱/ ۳۲۶

(۲۴) الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۱/ ۳۲۶

عورتیں جو زنا اور دواعی زنا سے بالکل بے خبر ہیں ان کی وہ کوئی غیبت نہیں کرتی۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ شعر سن کر حضرت حسانؓ سے کہا "مگر آپ تو ایسے نہیں ہیں" (کیونکہ حضرت حسانؓ حضرت عائشہ پر تہمت لگانے والوں میں شامل ہوگئے تھے ....)

مسروق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت صدیقہؓ سے عرض کیا، لِمَ تاذنی له ان یدخل علیک آپ ان کو اپنے پاس آنے کی اجازت کیوں دیتی ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، "والذی تولی کبرہ منھم له عذاب عظیم" اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا "وای عذاب اشد من العمی" نابینا ہونے سے اور کون سا عذاب سخت ہوگا، حضرت حسانؓ آخر عمر میں نابینا ہوگئے تھے۔

حضرت عائشہؓ کا یہ جواب علی سبیل التنزل ہے کیونکہ "والذی تولی کبرہ...." کا مصداق عبداللہ بن ابی ہے، حضرت حسان نہیں، حضرت عائشہؓ نے مسروق کو علی سبیل التنزل جواب دیا کہ بالفرض تمہاری بات مان بھی لی جائے کہ حضرت حسانؓ "الذی تولی کبرہ" کا مصداق ہیں تو اندھا ہونے سے اور سخت عذاب کیا ہوسکتا ہے۔ (۲۵)

باب : غَزْوَةِ الحُدَيْبِيَةِ .

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى : «لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ» /الفتح : ۱۸/

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الشروط کی پانچویں جلد میں غزوۂ حدیبیہ پر بڑی تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیبیہ کا واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ کتاب الشروط ہی میں بیان کیا ہے (۱) اس کو غزوۂ حدیبیہ اور عمرۃ الحدیبیہ کہتے ہیں، ابتداءً یہ سفر عمرے کے لیے ہوا تھا اس لیے اس کو عمرۃ الحدیبیہ کہا جاتا ہے اور آگے جاکر بیعت رضوان کا واقعہ چونکہ پیش آیا اور جنگ کا نقشہ بنا اس لیے اس کو غزوۃ الحدیبیہ بھی کہتے ہیں۔

غزوۂ حدیبیہ کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ میں اور میرے اصحاب کی ایک جماعت امن کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے ہیں اور عمرہ ادا کیا ہے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کے سامنے اس خواب کا ذکر کیا تو صحابہ جو مکہ مکرمہ اور بیت اللہ کی محبت میں پہلے ہی سے

---

(۲۵) لامع الدراری: ۸/ ۲۲۸

(۱) چنانچہ حافظ ابن حجر نے تقریباً بیس صفحات پر مشتمل حدیث حدیبیہ پر تفصیلی کلام کیا ہے (دیکھیے فتح الباری: ۵/ ۳۳۲-۳۵۲۔ باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب وکتابۃ الشروط)

اس بات کے خواہشمند تھے کہ وہاں جائیں اور طواف وعمرہ کریں۔ وہاں جانے کے لیے بے تاب ہوگئے، چنانچہ حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم یکم ذی قعدہ بروز پیر ۶ھ صحابہ کرام کو لے کر بقصد عمرہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوگئے، (۲) ہشام بن عروہ نے ماہ شوال میں آپ کی روانگی نقل کی ہے۔ (۳) لیکن یہ درست نہیں، صحیح قول اول ہی ہے، آپ کے ساتھ کتنے صحابہ تھے؟ اس بارے میں روایات مختلف ہیں، تیرہ سو سے لے کر اٹھارہ سو تک کی تعداد نقل کی گئی ہے، خود بخاری میں حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت میں چودہ سو اور عبداللہؓ بن ابی اوفی کی روایت میں تیرہ سو کا عدد منقول ہے، البتہ مشہور قول چودہ سو کا ہے۔

ذوالحلیفہ پہنچ کر آپ نے احرام باندھا اور بسر بن سفیان کو آپؐ نے جاسوس بناکر آگے بھیجا کہ وہ قریش کے حالات کی خبر لیں اور ہمیں بتائیں کہ ان پر ہمارے اس سفر کا ردعمل کیا ہے، جب آپ "غدیر اشطاط" پر پہنچے تو بسر بن سفیان نے آکر آپ کو اطلاع دی کہ قریش لشکر جمع کررہے ہیں اور انہوں نے یہ تہیا کیا ہے کہ آپ کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ (۴) قریش نے مقدمۃ الجیش کے طور پر حضرت خالد بن ولید کو دو سو سواروں کا دستہ دے کر مسلمانوں کی طرف بھیجا، حضرت خالد بن ولید جب مقام غمیم تک پہنچے تو حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی آمد کا علم ہوا چنانچہ آپ نے وہ راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ پر سفر شروع کیا۔

مکہ مکرمہ کے قریب جب ایک مقام پر آپ پہنچے تو وہاں آپؐ کی اونٹنی "قصواء" بیٹھ گئی اس کو اٹھانے کی بڑی کوشش کی گئی لیکن وہ کسی طرح اپنی جگہ سے نہیں اٹھی، صحابہؓ نے کہا "خلأت القصواء، خلأت القصواء" یعنی قصواء اَڑ گئی، حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ماخلأت القصواء وماذاک لها بخلق ولکن حبسها حابس الفیل (۵)" اس کے بعد آپؐ نے فرمایا خدا کی قسم میں قریش کی ہر اس بات کو قبول کروں گا جس میں حرم کی تعظیم ہو۔ اس کے بعد قصواء کو اٹھایا تو اٹھ کر چلنے لگی اور حدیبیہ میں جاکر آپ نے قیام فرمایا۔ (۶) حدیبیہ میں ایک کنواں تھا جس میں تھوڑا بہت پانی تھا وہ مسلمانوں کے پہلے ہی استعمال سے ختم ہوگیا۔ پانی کی قلت ہوئی جبکہ شدید گرمی کا زمانہ تھا، صحابہؓ نے آپؐ سے پانی کی کمی کی شکایت کی آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکال کر دیا کہ اسے اس کنویں میں گاڑدو، صحابہؓ نے حکم کی تعمیل کی جس

---

(۲) البدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۱۶۴۔ وسیرۃ حلبیہ: ۳/ ۹

(۳) البدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۱۶۴۔ وسیرۃ حلبیہ: ۳/ ۹

(۴) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۲۵

(۵) زادالمعاد: ۳/ ۲۸۹۔ ودلائل النبوۃ بیہقی: ۴/ ۱۰۲

(۶) صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد، رقم الحدیث: ۲۷۳۱

کی وجہ سے اس کنویں میں اس قدر پانی آگیا کہ سب لوگ سیراب ہونے لگے۔ (۷)

حدیبیہ سے حضرت خراش بن امیہ خزاعی رضی اللہ عنہ کو آپؐ نے اہل مکہ کی طرف بھیجا کہ جاکر ان سے کہہ دیں کہ ہم فقط عمرے کی غرض سے آئے ہیں، جنگ کرنا ہمارا مقصود نہیں، مطلب آپ کا یہ تھا کہ بیت اللہ پر تو کسی کی اجارہ داری نہیں ہے، آخر تمام عرب آتے ہیں عمرہ اور حج کرتے ہیں تو ہم بھی اگر عمرے کے لیے آگئے تو روکنے کی کیا وجہ ہے؟ خراش بن امیہ مکہ گئے تو قریش نے ان کا اونٹ ذبح کردیا اور انہیں قتل کرنا چاہا لیکن درمیان میں کچھ لوگوں نے بیچ بچاؤ کراکر انہیں چھڑایا، وہ کسی طرح نکل کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور آپ کو تمام قصے سے آگاہ کیا۔ (۸) اس کے بعد آپؐ نے حضرت عمرؓ کو اہل مکہ کے پاس بھیجنا چاہا لیکن حضرت عمرؓ نے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ یارسول اللہ! اہل مکہ کا میرے ساتھ جو بغض اور دشمنی ہے وہ آپ کو معلوم ہے اور مکہ میں میرا ایسا کوئی قریبی رشتہ دار بھی نہیں ہے جس کے ہاں میں پناہ لوں، اگر حضرت عثمانؓ کو آپ بھیجدیں تو زیادہ بہتر ہوگا کیونکہ مکہ میں ان کے کافی رشتہ دار موجود ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پیام دیکر روانہ فرمایا۔ (۹)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے اور مکہ میں ابان بن سعید کے ہاں ٹھہرے، قریش سے بات کی لیکن قریش حضور اکرم صلی اللہ علیہ کے مکہ مکرمہ میں داخلے پر راضی نہ ہوئے البتہ انہوں نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ آپ اگر چاہیں تو طواف کرسکتے ہیں لیکن حضرت عثمان نے فرمایا کہ میں آپؐ کے بغیر طواف نہیں کروں گا، قریش نے حضرت عثمانؓ کو مکہ میں روکے رکھا اور عام طور پر یہ خبر مشہور ہوگئی کہ وہ شہید کردیئے گئے۔ (۱۰)

بیعت رضوان

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب یہ خبر پہنچی تو آپؐ بہت رنجیدہ ہوئے اور فرمایا کہ

---

(۷) دلائل النبوۃ للبیہقی: ۴/۱۱۲ـ باب ماظهر فی البئر التی دعا فیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہی الحدیبیۃ من دلالات النبوۃ۔

(۸) طبقات ابن سعد: ۲ / ۹۱

(۹) سیرۃ ابن ہشام: ۳ / ۳۲۹

(۱۰) سیرۃ ابن ہشام: ۳ / ۳۲۹ـ بعض صحابہ نے حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ عثمانؓ نے مکہ جاکر طواف کرلیا ہوگا، حضورؐ نے فرمایا، نہیں، وہ ہمارے بغیر طواف نہیں کریں گے، جب حضرت عثمانؓ مکہ سے حدیبیہ آئے تو صحابہؓ نے ان سے پوچھا کہ آپ نے طواف کیا، فرمایا "اگر سال بھر مجھے احرام عمرہ کی حالت میں رہنا پڑتا تب بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر طواف نہ کرتا۔"
(سیرۃ حلبیہ: ۳/۱۶)

حضرت عثمانؓ کے خون کا قصاص لینا ضروری ہے، یہ کہہ کر وہیں ایک کیکر کے درخت کے سایہ میں بیٹھ کر آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے جانثاری کی بیعت لی، تمام صحابہؓ نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ عہد کیا کہ جب تک جان میں جان ہے کفار سے ہم جہاد و قتال جاری رکھیں گے، یہ اسلامی تاریخ کا ایک عظیم الشان واقعہ ہے، سب سے پہلے ابوسنان اسدیؓ نے بیعت کی۔ (۱۱) جب تمام صحابہؓ بیعت سے فارغ ہوگئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے۔ (۱۲)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ میں روکنے کی وجہ یہ تھی کہ قریش نے اپنے پچاس آدمی اس سازش پر لگائے تھے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچیں اور موقع دیکھ کر آپؐ کو (معاذاللہ) شہید کردیں، یہ لوگ اسی تاک میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ محمد بن سلمہؓ نے ان سب کو گرفتار کرکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کردیا، ادھر قریش کو جب اپنے ان پچاس آدمیوں کی گرفتاری کی خبر ملی تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابہ سے بیعت لینے کی اطلاع جب قریش کو ہوئی تو وہ بڑے مرعوب ہونے اور مصالحت و مفاہمت کی طرف مائل ہونے لگے۔ (۱۳) قبیلۂ خزاعہ کے سردار بدیل بن ورقاء اپنے قبیلہ کے چند آدمیوں کو لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، قبیلۂ خزاعہ اگرچہ اب تک مشرف باسلام نہیں ہوا تھا لیکن اسلام اور مسلمانوں کا خیرخواہ تھا، مشرکین مکہ مسلمانوں کے خلاف جو سازشیں اور منصوبے بناتے تھے اس قبیلہ کے لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع کردیا

---

(۱۱) زادالمعاد: ۳/ ۲۹۱

(۱۲) یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ یہ بیعت حضرت عثمانؓ کی شہادت کی اطلاع ملنے کی وجہ سے شروع کی گئی تھی کہ کفار قریش سے ان کا قصاص لیا جائے گا تو پھر حضرت عثمانؓ کی طرف سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کیسے کی؟ کیونکہ بیعت تو کسی زندہ کی طرف سے ہوسکتی ہے، مردہ کی جانب سے بیعت کیسے ممکن ہے؟

اس کا جواب علامہ حلبی نے یہ دیا کہ حضرت عثمانؓ کی طرف سے بیعت آپ نے اس وقت کی جب آپ کو معلوم ہوا کہ ان کی شہادت کی خبر درست نہیں ہے اور وہ زندہ ہیں۔

لیکن پھر اشکال ہوگا کہ اس بیعت کا سبب حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر ملنے کے بعد ان کا قصاص لینا تھا تو جب یہ تصدیق ہوگئی کہ وہ زندہ ہیں تو پھر حضرت عثمانؓ کی طرف سے بیعت کس چیز پر کی گئی؟

علامہ حلبیؒ نے فرمایا کہ اس بیعت کا سبب صرف حضرت عثمانؓ کا قصاص لینا نہیں تھا بلکہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ دس صحابہ بھی مکہ گئے تھے اور ان کے متعلق بھی یہ خبر ملی تھی کہ وہ سب شہید کردیئے گئے ہیں، ان کا قصاص لینا بھی اس بیعت میں داخل تھا، جب آپ کو یہ خبر ملی کہ حضرت عثمانؓ زندہ ہیں تو آپؐ نے حضرت عثمان کی طرف سے ان کے ساتھیوں کا قصاص لینے پر بیعت کی۔ واللہ اعلم۔ (دیکھیے السیرۃ الحلبیۃ: ۳/۱۷۔)

(۱۳) السیرۃ الحلبیۃ: ۳/۱۹

کرتے تھے، بدیل بن ورقاء نے آکر آپ سے عرض کیا کہ قریش مکہ پوری قوت کے ساتھ مقابلے کے لیے نکل آئے ہیں اور انہوں نے اردگرد پانی کے تمام چشموں پر قبضہ کرلیا ہے، وہ لوگ آپ کو مکہ میں ہرگز داخل نہیں ہونے دیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم کسی سے جنگ کے قصد وارادے سے نہیں آئے، ہم عمرے کی نیت سے آئے ہیں، متعدد جنگوں نے قریش کو کمزور کردیا ہے اگر وہ چاہیں تو کسی متعین مدت تک کے لیے ہم سے صلح کرلیں اور ہمیں اور باقی عرب کو چھوڑ دیں، اگر باقی عرب ہم پر غالب آگئے تو ان کی مراد گھر بیٹھے پوری ہوجائے گی اور اگر ہمیں غلبہ حاصل ہوجائے تو ان کو اختیار ہوگا کہ وہ اسلام قبول کریں یا پھر ہمارے ساتھ جنگ کریں اور اس عرصے میں وہ اپنی قوت کو بھی مجتمع اور مرتب کرلیں گے، تاہم اگر قریش اس بات کو نہیں تسلیم کرتے تو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں ان سے اس وقت تک جہاد وقتال کرتا رہوں گا جب تک میری گردن سر سے الگ نہ ہوجائے۔ (۱۴)

بدیل، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے اٹھ کر قریش کے پاس گیا اور آپ کی یہ بات انہیں سنانی چاہی، قریش کے جذباتی نوجوانوں نے تو اولاً آپ کی کسی قسم کی بات سننے سے انکار کردیا البتہ سنجیدہ اور ذی رائے حضرات نے کہا کہ بات تو سن لینی چاہیئے، چنانچہ بدیل نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کا مقصد ان کو بتایا اور آپ کی وہ بات بھی انہیں سنائی جو قریش کی صلح کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی، قریش نے کہا، بے شک وہ لڑائی کی نیت سے نہیں آئے تاہم ان کو ہم مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ (۱۵)

قبیلۂ بنی ثقیف کے سردار عروہ بن مسعود نے قریش سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو بات کی ہے وہ تمہاری بہتری اور بھلائی کی بات ہے اس کو قبول کرلو اور مجھے اجازت دو کہ میں جاکر ان سے اس سلسلے میں بات کرلوں، چنانچہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، قریش کا پیغام سنایا اور کہا کہ فرض کرلو آپ قریش کا خاتمہ ہی کردیں تو یہ کونسی اچھی بات ہوگی، آپ نے کبھی سنا ہے کہ کسی شخص نے اپنی ہی قوم کو ہلاک وبرباد کیا ہو، علاوہ ازیں اگر لڑائی کا رخ بدلا اور قریش کو غلبہ حاصل ہوا تو یہ ادھر ادھر کے اوباش آپ کے اردگرد جمع ہوگئے ہیں، زیادہ عرصہ نہیں گزرنے پائے گا کہ یہ آپ کو تنہا چھوڑ کر چلے جائیں گے، حضرت صدیق اکبرؓ کو عروہ کی اس بدگمانی پر سخت غصہ آیا اور عروہ کو گالی دی۔ اُمْصُصْ بظر اللات انفر عنه وندعه "تو جاکر اپنے لات کی شرم گاہ کو چاٹ، کیا ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟" لات قبیلۂ ثقیف کے بت کا نام ہے، عربوں کے یہاں یہ سخت قسم کی گالی تھی عروہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا "ابوبکر ہیں" عروہ نے کہا

(۱۴) سیرت ابن ہشام: ۲/۲۲۵

(۱۵) البدایۃ والنھایۃ: ۴/۱۶۶

میں ان کی سخت کلامی کا جواب ضرور دیتا لیکن ان کا ایک احسان میری گردن پر ہے جس کا بدلہ میں اب تک نہیں دے سکا اس لیے کچھ نہیں کہتا۔ (۱۶) عروہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گفتگو کے دوران آپ کی داڑھی مبارک کو ہاتھ لگاتا، یہ بے تکلفانہ گفتگو میں عرب کا ایک انداز ہے، عروہ کے بھتیجے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو اپنے چچا کی یہ جرأت گوارا نہ ہوسکی کہ یہ ناپاک ہاتھ اس مقدس داڑھی تک پہنچے، مغیرہ بن شعبہ تلوار کا دستہ عروہ کے ہاتھ پر مارتے تاکہ وہ ہاتھ آپ کی داڑھی سے الگ رکھے، حضرت مغیرہؓ چونکہ خود اور زرہ میں ملبوس تھے اس وجہ سے عروہ آپ کو نہ پہچان سکا، عروہ نے پوچھا یہ کون ہیں؟ بتایا گیا: یہ مغیرہ تیرا بھتیجا ہے، عروہ نے جب پہچانا تو کہا، "او غدار! تجھے یاد نہیں کہ میں نے تیرے غدر کی تلافی کی تھی"

اس کا واقعہ یہ ہوا تھا کہ شاہ مقوقس کے دربار میں حضرت مغیرہ بن شعبہ اور چند دوسرے لوگ ایک ساتھ گئے، شاہ مقوقس نے کچھ تحائف پیش کیے، بادشاہ نے مغیرہ کی بہ نسبت ان کے ساتھیوں کو تحائف کچھ زیادہ دیئے۔ حضرت مغیرہؓ کو اس پر بڑا طیش تھا، واپسی میں ایک مقام پر سب رکے، کھانا پینا کیا اور خوب شراب پی کر سو گئے، حضرت مغیرہؓ نے اس موقع پر سب کو قتل کر ڈالا اور ان کا مال لے کر مدینہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا اسلام تو قبول کرلیا اور مال کو یہ کہہ کر رد کردیا کہ یہ غدر ودھوکے کا مال ہے، ان مقتولین کا خون بہا عروہ نے اپنے پاس سے ادا کیا تھا، عروہ نے اپنے جملہ او غدار کہہ کر اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (۱۷)

عروہ بن مسعود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گفتگو کے دوران آپ پر صحابہ کرامؓ کی جانثاری کا مشاہدہ کرتا رہا یہاں تک کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوکا بھی تو صحابہ اس کو اپنے ہاتھوں میں لے کر چہروں سے مل لیتے، جب آپ وضو کرتے تو آپ کے وضو سے گرنے والے پانی پر صحابہ کرامؓ ٹوٹ پڑتے اور وہ پانی لے کر اپنے چہروں پر ملتے تھے، جب آپ بات شروع فرماتے تو صحابہ کرامؓ اپنی آوازیں پست کردیتے اور ہمہ تن گوش بن کر آپؐ کی بات سنتے، عروہ نے جب صحابہ کرامؓ کے دربار نبوت میں آداب وجانثاری کا یہ عالم دیکھا تو بڑا متأثر ہوا اور واپس جاکر قریش سے کہا۔

یامعشر قریش! انی قد جئت کسری فی ملکہ، وقیصر فی ملکہ، والنجاشی فی ملکہ، وانی واللہ مارایت ملکا فی قومہ قط مثل محمد فی اصحابہ، ولقد رایت قوما لا یسلمونہ لشیٔ ابدا، فروا رایکم (۱۸)

---

(۱۶) وہ احسان یہ تھا کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے ایک مرتبہ دیت کے سلسلہ میں دس اونٹ دیکر عروہ کی مدد کی تھی (فتح الباری: ۵/ ۳۴۰)

(۱۷) سیرۃ ابن ہشام ۲/ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ وزاد المعاد: ۲/ ۲۹۳

(۱۸) البدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۱۶۸

"اے قریشیو! میں کسریٰ وقیصر اور نجاشی کے درباروں میں ان کے پاس گیا ہوں لیکن خدا کی قسم! میں نے کسی بادشاہ کو اپنی قوم میں ایسا معزز نہیں دیکھا جیسا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب میں ہیں، میں نے ان کے پاس ایک ایسی قوم دیکھی جو ان کو کسی بھی چیز میں کبھی بھی تنہا نہیں چھوڑیگی لہذا تم سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو۔"

اس کے بعد قریش کے حلیف ایک حبشی سردار حلیس بن علقمہ نے بھی چاہا کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرے اور دیکھے کہ آپ کا کیا ارادہ ہے، یہ لوگ قربانی کے جانوروں کی بڑی تعظیم کیا کرتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا اس لیے جب آپ نے دیکھا کہ حلیس آرہا ہے تو صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ قربانی کے جانور جو تم مدینہ منورہ سے لائے ہو سب کو قطار میں کھڑا کردو، حلیس نے جب قربانی کے جانور قطار میں کھڑے دیکھے تو حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے بغیر راستے ہی سے واپس ہوگئے اور جاکر قریش سے کہا، واللہ! وہ لوگ تو عمرہ کرنیکی نیت سے آئے ہیں، ان کے پاس ہدی کے جانور موجود ہیں، ان کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے ہرگز نہیں روکنا چاہیئے، بعض لوگوں نے ان سے کہا تو گنوار اور جنگلی آدمی ہے، بات سمجھتا نہیں اور رائے دیتا ہے، بیچارا چونکہ حبشی تھا اس لیے قریش کے مغرور لوگوں نے اس کی بے عزتی کی، حلیس نے ان سے کہا کہ ہم نے آپ کے ساتھ حلف یا معاہدہ اس لیے نہیں کیا کہ آپ بیت اللہ کا طواف کرنے والوں کو روکیں گے، اگر آپ لوگوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو عمرہ کرنے سے روکا تو میں اپنے سارے آدمیوں کو یہاں سے لے جاؤں گا اور ہمارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں رہے گا، اس کی ناراضگی کو دیکھ کر قریش کے بعض سنجیدہ لوگوں نے اس سے کہا کہ آپ تشریف رکھیں، ناراض نہ ہوں، غور وفکر کیا جارہا ہے، چنانچہ وہ بیٹھ گیا۔ (۱۹)

بالآخر قریش نے صلح کے لیے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سہیل بن عمرو کو بھیجا اور ان سے کہا کہ صلح صرف اس شرط پر ہوسکتی ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سال واپس چلے جائیں، تاکہ قبائل عرب میں یہ مشہور نہ ہو کہ مسلمان مکہ میں زبردستی داخل ہوگئے ہیں، سہیل کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آتے دیکھا تو فرمایا۔ "قد سھل اللہ لکم من امرکم" اب اللہ نے تمہارے لیے معاملہ کچھ آسان کردیا، آپ نے ان کے نام سے فال نیک لی۔ (۲۰)

صلح حدیبیہ اور اس کے شرائط

سہیل بن عمرو حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ادب کے ساتھ آپ

---

(۱۹) سیرۃ ابن ہشام: ۳/ ۳۲۶۔ ودلائل النبوۃ: ۴/ ۱۰۴

(۲۰) سیرۃ ابن ہشام: ۳/ ۳۳۱

کے سامنے بیٹھ گئے، طرفین سے بات چیت شروع ہوئی، سہیل نے قریش کا پیغام آپؐ کو سنایا، قریش نے صلح کے لیے سب سے پہلی شرط یہ رکھی تھی کہ مسلمانوں کو اس سال عمرے کی اجازت نہیں دی جائیگی، اکثر صحابہ کرام اس پر ہرگز راضی نہ تھے کہ عمرہ کیے بغیر احرام کھول دیں اور واپس مدینہ چلے جائیں۔ صحابہؓ نے سہیل سے سخت گفتگو کی، درمیان میں طرفین ؓ سے آوازیں بلند اور پست ہوتی رہیں۔ (۲۱) حضرت عباد بن بشر نے سہیل کو ڈانٹا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آواز بلند مت کر، طویل گفتگو کے بعد شرائط صلح طے ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بلایا کہ وہ صلحنامہ لکھیں، آپ نے حضرت علیؓ کو فرمایا، لکھو، "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سہیل نے کہا کہ "الرحمن" اور "الرحیم" ہمارے ہاں مستعمل نہیں، ہمارے قدیم طریقہ کے مطابق "باسمک اللھم" لکھو، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ ایسا ہی لکھو، اور آگے کا فقرہ آپؐ نے یہ لکھوایا۔ "ھذاماقاضی علیہ محمد رسول اللّٰہ" یعنی یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد اللہ کے رسول نے صلح کی ہے، سہیل نے اس جملہ پر بھی اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول سمجھتے تو پھر ہمارے اور آپ کے درمیان جھگڑا کس بات کا تھا، آپ صرف "محمد بن عبداللّٰہ" لکھوائیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انا محمد رسول اللّٰہ وانا محمد بن عبداللّٰہ، اکتب محمد بن عبداللّٰہ" یعنی خالی میرا نام لکھو اور "رسول اللّٰہ" کا لفظ مٹادو، لیکن حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں آپ کا نام ہرگز نہیں مٹاسکتا۔ (۲۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ظاہراً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کی لیکن یہ خلاف ورزی جس پاک جذبے اور جس عظیم عقیدت و محبت کی بنیاد پر ہورہی ہے اس محبت کی قدروقیمت پہچاننے والے جانتے ہیں کہ یہ بے ادبی نہیں تھی، اس میں اختلاف ہے کہ "الأمر فوق الادب" صحیح ہے یا "الادب فوق الامر" صحیح ہے، بعض حضرات الامر فوق الادب کو اولی کہتے ہیں اور بعض الادب فوق الامر کی اولیت کے قائل ہیں لیکن اس میں یہ ضروری ہے کہ رعایت ادب میں آمر کی ناراضگی کا اندیشہ نہ ہو، حضرت ابوبکرؓ نے بھی (جب وہ نماز پڑھا رہے تھے اور آپؐ تشریف لے آئے تھے تو آپؐ نے ان کو نماز پڑھاتے رہنے کا اشارہ کیا تھا) الادب فوق الامر پر عمل کیا تھا، دونوں طرف دلائل ہیں، یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے "الامر فوق الادب" کے بجائے "الادب فوق الامر" پر عمل کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انکار پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ناراض نہیں ہوئے بلکہ ان سے فرمایا کہ اچھا مجھے بتاؤ کہ میرا نام کہاں ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس جگہ پر انگلی رکھدی چنانچہ آپ نے خود اپنے ہاتھ سے "رسول اللّٰہ" کا لفظ مٹایا۔ (۲۳) اس کے بعد روایات میں اختلاف ہے کہ محمد بن عبداللہ آپ نے خود لکھا یا حضرت علی نے لکھا،

---

(۲۱) سیرۃ ابن ہشام: ۳/ ۳۳۱ (۲۲) سیرۃ حلبیۃ: ۳/ ۲۰۔ وصحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب صلح الحدیبیہ، رقم الحدیث: ۴۳۹۵
(۲۳) سیرۃ حلبیہ: ۳/ ۲۰

قاضی عیاض کی رائے ہے کہ بطور معجزہ آپ نے خود لکھا اور حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت علی نے لکھا اور فکتب رسول اللہ ﷺ میں اسناد مجازی ہے جیسا کہ کتب الی قیصر و کسریٰ میں اسناد مجازی ہے۔

جن شرائط پر صلح ہوئی وہ یہ تھے:

① مسلمان اس سال واپس چلے جائیں، عمرے کے لیے آئندہ سال آئیں اور صرف تین دن قیام کرکے واپس چلے جائیں، جنگی ہتھیار لگا کر نہ آئیں، عام عرب مسافروں کی طرح صرف نیام میں بند تلوار ساتھ لائیں۔

② قریش میں سے اگر کوئی شخص اپنے ولی و آقا کی اجازت کے بغیر مدینہ جائے تو وہ واپس کردیا جائے گا چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر لیکن اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص مدینہ سے مکہ آجائے تو اس کو واپس نہ کیا جائے گا۔

③ دیگر قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ وہ فریقین میں سے جس کے ساتھ معاہدہ میں شریک ہونا چاہیں، شریک ہوجائیں یہ صلح دس سال کے لیے ہوگی۔ (۳۴)

چنانچہ بنو خزاعہ آپ کے عہد میں اور بنوبکر قریش کے عہد میں شریک ہوگئے، اس طرح بنوخزاعہ آپ کے حلیف ہوگئے اور بنوبکر قریش کے حلیف بن گئے۔

چونکہ یہ شرطیں بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں اس لیے صحابہ کرامؓ کو سخت ناگواری ہورہی تھی۔

ابھی معاہدہ لکھا جارہا تھا کہ سہیل بن عمرو کے بیٹے ابوجندلؓ (۳۵) جو مسلمان ہوچکے تھے اور مکہ میں قید تھے، کفار ان کو طرح طرح کی سخت اذیتیں دیتے تھے کسی طرح بھاگ کر پاؤں میں بیڑیاں پہنے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر گرپڑے اور آپ سے پناہ مانگی، کچھ مسلمان بڑھے اور انہیں اپنی پناہ میں لے لیا، سہیل نے کہا، "محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) معاہدہ کے مطابق اس کو واپس کرو" حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی معاہدہ مکمل طور پر قلمبند نہیں ہوا، مطلب یہ تھا کہ صلحنامہ مکمل طور پر قلمبند ہو اور فریقین کے دستخط اس پر ہوجائیں اس کے بعد اس پر عمل شروع ہونا چاہیئے، لیکن سہیل نے کہا کہ اگر ابوجندل کو واپس نہیں کرتے ہو تو صلح نامنظور ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجندل کو اپنے

---

(۳۴) مذکورہ شرائط کے لیے دیکھیے البدایۃ والنہایۃ: ۲/ ۱۶۸-۱۶۹

(۳۵) ابوجندلؓ کا نام "عاص" تھا، حافظ ابن حجر نے ان کا نام "عبداللہ" لکھا ہے، یہ سابقین اولین میں سے ہیں اور ان صحابہؓ میں شامل ہیں جنہیں اسلام قبول کرنے کی وجہ سے سخت اذیتیں دی گئیں، یہ صلح حدیبیہ کے وقت مکہ واپس کردیئے گئے تھے، لیکن کچھ عرصہ بعد یہ مکہ سے نکل کر ابوبصیرؓ کے ساتھ مل گئے تھے اور ساحل سمندر کے قریب ڈیرہ جا کر انہوں نے قریش کے تجارتی قافلوں پر حملوں کا سلسلہ شروع کیا تھا جن سے تنگ آکر خود اہل مکہ نے کہا کہ یہ لوگ مدینہ میں مسلمانوں کے ساتھ رہیں۔ حضرت ابوجندلؓ اڑتیس سال کی عمر میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ (الاصابۃ: ۴/ ۳۴ وسیرۃ حلبیہ ۳/ ۲۶).

پاس رکھنے کے لیے سہیل سے بہت اصرار کیا لیکن وہ نہ مانا، نہایت ہی مجبور ہوکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجندل کو کفار کے حوالہ کیا، حضرت ابوجندل پر کفار نے ظلم وستم کے جو پہاڑ ڈھائے تھے اس کے کچھ نشان ان کے جسم پر موجود تھے، مسلمانوں کو انہوں نے اپنے زخم دکھائے اور سسکیوں سے بھری آواز میں مسلمانوں کو پکار کر کہنے لگے۔ یامعشر المسلمین! اردالی المشرکین، یفتنونی فی دینی (۲۶) یہ بڑا دلسوز منظر تھا، ایک طرف شرائط صلح سے مسلمانوں کے جذبات سخت مجروح تھے، عمرہ کئے بغیر واپس جانے کا غم تھا، دوسری طرف ابوجندل کی یوں واپسی، ان پر ڈھائے جانے والے مظالم اور پھر مسلمانوں کو پکار کر ان کی اس صدائے دردناک سے صحابہ کے جذبات کا عالم کیا ہوگا اس کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں، تمام مسلمان اس وقت تڑپ اٹھے، (۲۷)

درحقیقت یہ موقع مسلمانوں کے لیے سخت آزمائش کا تھا، ایک طرف صلح کی شرطوں سے مسلمان دل برداشتہ تھے اور پھر حضرت ابوجندل کی بیڑیوں سمیت آمد، ان کی مظلومیت کی داستان اور مسلمانوں سے پناہ طلب کرنے کی ان کی صدا نے مسلمانوں کو تڑپا دیا لیکن سرور دوعالم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے معاہدہ پر برقرار رہے اور ابوجندل سے فرمایا۔

یااباجندل! اصبر، واحتسب، فان اللہ جاعل لک ولمن معک من المستضعفین فرجا ومخرجا، اناعقدنابیننا وبین قومنا صلحا وانالانغدربھم

"ابوجندل! صبر کرو اور اللہ سے ثواب کی امید رکھو، اللہ جل شانہ تمہارے لیے اور تمہارے ساتھ دیگر مظلومین کے لیے آسانی کی کوئی راہ نکال دے گا، چونکہ ہمارے اور ان کے درمیان صلح ہوچکی ہے اس لیے ہم اب بدعہدی نہیں کرسکتے۔"

صلح کی کارروائی ہونے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو قربانی کرنے اور سرمنڈانے کا حکم دیا لیکن صحابہ کرامؓ اس قدر دل شکستہ تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار حکم دیا لیکن کوئی بھی نہ اٹھا جس کی وجہ سے آپؐ رنجیدہ خاطر ہوئے۔

اس سفر میں ازواج مطہراتؓ میں سے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ تھیں، آپؐ ان کے پاس تشریف لے گئے اور اپنے اس رنج کا ذکر کیا، حضرت ام سلمہؓ نے بہت ہی صائب اور مناسب مشورہ دیتے ہوئے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! یہ صلح مسلمانوں پر بہت شاق ہے جس کی وجہ سے وہ

---

(۲۶) البدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۱۶۹

(۲۷) لکھا ہے کہ حضرت ابوجندلؓ کو جب واپس کیا جانے لگا تو حضرت فاروقؓ ان کے ساتھ ساتھ جانے لگے اور اپنی تلوار ان کے قریب کرکے کہنے لگے "ان دم الکافر عنداللہ کدم الکلب" حضرت فاروقؓ چاہتے تھے کہ ابوجندل تلوار لے کر سہیل کو قتل کردیں لیکن حضرت ابوجندلؓ اپنے والد سہیل کو قتل کرنے کی تاب نہیں رکھتے تھے۔ (البدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۱۶۹ وتاریخ الخمیس ۲/ ۲۲۔)

افسردہ اور کبیدہ خاطر ہیں اس لیے آپ ان سے کچھ نہ کہیں، باہر جائیں اور حجام کو بلا کر خود اپنا حلق کر کے احرام کھولدیں، صحابہ ازخود آپ کی اتباع کریں گے، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے خود پہلے اپنا سر منڈایا اور قربانی ذبح کی، صحابہ کرامؓ نے جب دیکھا تو سب کھڑے ہوئے اور حلق وقربانی کرنے لگے، آپ نے سب کے لیے دعا فرمائی۔ (۲۸)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حدیبیہ میں تقریبا بیس دن قیام فرمایا (۲۹) اور اس کے بعد آپؐ نے مدینہ منورہ کا رخ کیا، راستے میں جب واپسی ہورہی تھی حضرت عمرؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا، یارسول اللہ! کیا آپ اللہ کے نبی برحق نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا، کیوں نہیں، حضرت عمرؓ نے کہا، کیا ہم حق پر اور وہ لوگ باطل پر نہیں؟ آپؐ نے فرمایا، کیوں نہیں، حضرت عمرؓ نے پھر عرض کیا کہ کیا ہمارے مقتولین جنت میں اور ان کے مقتولین جہنم میں نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا، کیوں نہیں اس پر حضرت عمرؓ نے کہا "پھر دین میں ہم یہ ذلت کیوں گوارا کر رہے ہیں؟" حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وانا عبداللہ ورسولہ لن اخالف امرہ ولن یضیعنی "میں خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں اور خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کرسکتا، اللہ جل شانہ مجھے ہرگز ضائع نہیں کریں گے" حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ یارسول اللہؐ! کیا آپؐ نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور طواف کریں گے، آپؐ نے فرمایا، "بے شک یہ کہا تھا لیکن یہ تو نہیں کہا تھا کہ اسی سال یہ کام کریں گے" وہاں سے حضرت عمرؓ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور حضرت صدیقؓ سے وہی گفتگو کی، حضرت ابوبکرؓ نے ان سے فرمایا کہ "او بندۂ خدا! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، وہ جو کچھ فیصلہ کرتے ہیں، اللہ جل شانہ کے حکم کے مطابق کرتے ہیں اس لیے انہیں کی رکاب تھامے رہیے" (۳۰)

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ بعد میں مجھے اپنی ان گستاخانہ باتوں پر سخت ندامت ہوتی رہی اور میں مسلسل توبہ واستغفار کرتا رہا، نمازیں پڑھتا رہا اور تلافی کے لیے صدقہ وخیرات کرتا رہا (۳۱) اسی واپسی کے سفر میں سورۂ فتح نازل ہوئی... "انا فتحنالک فتحا مبینا" حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہؐ! کیا یہ فتح ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، یہ فتح مبین ہے۔ (۳۲) یہ تو غزوۂ حدیبیہ کی تاریخی تفصیل تھی،

---

(۲۸) بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد: رقم الحدیث: ۲۷۳۲

(۲۹) طبقات بن سعد: ۲/ ۹۸

(۳۰) بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد، رقم الحدیث: ۲۷۳۲

(۳۱) زادالمعاد: ۳/ ۲۹۵

(۳۲) دلائل النبوۃ، بیہقی: ۴/ ۲۲۹ باب غزوۂ خیبر

صلح حدیبیہ کے نتائج پر ایک نظر

صلح حدیبیہ کا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فراست نبوت کا شاہکار واقعہ ہے، اس وقت جب آپ اس سفر میں مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے تو آپ کی سواری ناقۂ قصواء بیٹھ گئی، آگے مکے کی جانب بڑھنے سے اس نے انکار کردیا، اس وقت بڑے اعتماد کے ساتھ آپ نے فرمایا تھا کہ اگر قریش نے کوئی بھی ایسی تجویز پیش کی جس میں اللہ کی حدود وحرمات کی تعظیم پائی جائے اور شعائر اللہ کے ادب کے وہ منافی نہ ہو تو میں اسکو قبول کرونگا۔ یہ فرمانا تھا کہ اونٹنی کھڑی ہوگئی اور آپ نے بجائے مکہ کے حدیبیہ کا رخ فرمایا اور پھر صلح ہوئی جو بظاہر دب کر کی گئی تھی، صحابہ کرام بہت آزردہ ہوئے تھے اور حضرت عمر تو رسول اللہ کی محبت کے جوش اور اسلام کی عظمت کی خاطر اپنے قابو میں نہ رہے تھے، وہ تو آپ سے کہہ رہے تھے ہم حق پر ہیں پھر کس لیے اپنے دین کے واسطے اس صلح کے ذریعہ ہم ذلت کو قبول کریں، چونکہ منجملہ شرائط کے یہ بھی تھا کہ عمرہ کئے بغیر واپس ہوجائیں گے اور اگلے سال عمرے کے لیے آئیں گے، ادھر ابوجندل کو واپس کردیا گیا تھا، پھر یہ بھی آپ نے قبول کرلیا تھا کہ اگر کوئی آدمی مکے سے مسلمان ہوکر مدینے جائے گا تو اس کو کفار کی طرف واپس کردیا جائے گا اور مدینے سے کوئی مرتد ہوکر مکے جائے گا تو وہ واپس نہیں بلایا جائے گا۔

جب آپ نے صلح کی تو اگرچہ بظاہر وہ صلح دب کر کی گئی تھی لیکن اس کے شاندار اور حیرتناک نتائج ظاہر ہونے۔

اول تو سیاسی طور پر ایک فائدہ ہوا کہ قریش جو مسلمانوں کی کوئی قانونی حیثیت نہیں مانتے تھے ان کا خیال تھا کہ یہ چند سر پھرے نوجوان ہیں، انہوں نے انتشار اور تشویش کو جنم دیا ہے، باپ کو بیٹے سے، بیوی کو شوہر سے اور بھائی کو بھائی سے لڑوادیا ہے، یہ دہشت گردی پر اتر آئے ہیں کچھ دن میں اپنے انجام کو پہنچ کر یہ ختم ہوجائیں گے، آج صلح کے ذریعے کفار قریش نے مسلمانوں کو اپنے مدمقابل ایک فریق کی حیثیت سے تسلیم کیا اور باقاعدہ صلح کی۔

دوئم اس صلح کے ذریعے سے مسلمانوں کی تعداد میں غیرمعمولی اضافہ ہوا، عمرے کے لیے کل ۱۴۔ ۱۵ سو کی تعداد آپ کے ہمراہ تھی اتنے ہی یا کم وبیش اور مسلمان تھے جو اس سفر میں ہمراہ نہ تھے لیکن صرف دو سال سے بھی کم عرصے میں ۸ ھ کو جب فتح مکہ کے لیے آپ نے سفر کیا تو دس ہزار کا لشکر آپ کے ہمراہ تھا۔ پھر تبوک کے موقعہ پر ۹ ھ میں تیس ہزار یا اس سے بھی زیادہ مجاہدین آپ کے ہمراہ تھے اور اس کے ایک سال بعد ۱۰ ھ میں ایک لاکھ پچیس ہزار افراد حجۃ الوداع میں شامل ہوئے۔ حدیبیہ کا واقعہ

۶ھ کا ہے، ۱۳سال مکے کے، ۶ سال مدینے کے، اہل اسلام کی کل تعداد ان ۱۹ سال میں ۳، ۴ ہزار تک پہنچ پائی ہے، لیکن صلح حدیبیہ کے بعد صرف چار سال میں یہ تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی۔ وجہ یہ تھی کہ صلح سے پہلے جنگ کی حالت تھی آپس کی کشیدگی اور نفرت کی وجہ سے اس میں اختلاط کی نوبت ہی نہیں آتی تھی اور اگر کبھی یہ نوبت آتی بھی تھی تو نفرتوں کی وجہ سے صحیح طریقے پر غور وفکر نہیں کیا جاتا تھا۔ اول تو صلح سے آپس کی نفرتیں کم ہوئیں اور اختلاط کی صورتیں پیش آنے لگیں۔ مسلمان مکے جانے لگے، کفار کی مدینے میں آمدورفت شروع ہوئی، جب یہ ہوا تو کافروں نے دیکھا اور بار بار دیکھا اور آزمایا کہ یہ ہمارے بھائی بند اسلام میں داخل ہونے کے بعد بالکل ہی بدل گئے ان میں تو عجیب وغریب انقلاب آیا ہے، یہ صدق ووفا کے پیکر بن گئے، امانت ودیانت ان کی سرشت میں داخل ہوگئی، شرافت وعظمت ان کی علامت اور پہچان قرار پائی، یہ زیردست اور کمزوروں کے محافظ اور ظالموں اور سرکشوں کی سرکوبی اور سرزنش کے لیے طاقتور اور مضبوط ہیں تو اس مشاہدے کے بعد وہ اسلام کی طرف مائل ہوئے اور بکثرت اسلام میں داخل ہونے لگے۔

سوئم حدیبیہ کے واقعے سے پہلے صورت حال یہ تھی کہ مدینہ منورہ کے جنوب میں مکہ تھا اور وہاں قریش اسلام کے دشمن رہتے تھے جن سے کئی جنگیں بھی ہوچکی تھیں اور شمال میں خیبر تھا جہاں یہود آباد تھے، اہل کتاب ہونے کی وجہ سے وہ بھی برتری کے زعم میں مبتلا تھے اور دینی سیادت وقیادت کا استحقاق اپنے سوا کسی کے لیے نہیں مانتے تھے ادھر بنونضیر کے اخراج من المدینہ کا واقعہ پیش آچکا تھا اور یہ لوگ مدینے سے نکل کر خیبر ہی میں آباد ہوئے تھے، بنو قریظہ کے غدر کے نتیجے میں مدینہ منورہ کے اندر ان کے قتل عام کا واقعہ پیش آچکا تھا تو ایک طرف قریش مکہ اسلام اور مسلمانوں کے جانی دشمن تھے جن کے ساتھ بدر، احد اور خندق جیسے معرکے پیش آچکے تھے اور وہ بدر وخندق کی شکست کا غم نہ بھولے تھے دوسری طرف خیبر کے یہود تھے جن کو بنی نضیر کی جلاوطنی اور بنوقریظہ کے قتل کا رنج وغم کھائے جارہا تھا اور اسلام کی ترقی ان کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی پھر قریش اور یہود میں مسلمانوں کے خلاف آپس کا گٹھ جوڑ بھی رہا کرتا تھا جیسا کہ بدر کے بعد یہود نے قریش کو جنگ کے لیے اشتعال دلایا اور احد کا واقعہ پیش آیا، پھر خندق کے موقع پر بھی یہود خیبر اور بنوقریظہ نے مسلمانوں کے خلاف قریش کے ساتھ سازباز کی، ان حالات میں آپ ؐ نے خیال فرمایا کہ مدینہ بیچ میں ہے اور دونوں طرف شمال وجنوب میں دشمن موجود ہے یہ بھی خطرہ رہتا تھا کہ یہ دونوں مل کر کے یکبارگی مدینے پر حملہ آور نہ ہوجائیں اور اس صورت میں یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ آپ ؐ مکے پر لشکر کشی کرکے قریش کا کوئی بندوبست کریں۔ اسلئے کہ اس صورت میں خیبر سے یہود کے حملے کا اندیشہ تھا وہ مدینے کو خالی پاکر مدینے پر حملہ آور ہوسکتے تھے۔ اگر آپ ؐ یہود کے شر کو رفع کرنے کے لیے خیبر پر چڑھائی کرتے ہیں تو خطرہ ہے کہ مدینے کو خالی دیکھ کر قریش حملہ نہ کر بیٹھیں۔ عجیب تشویش ناک صورت تھی۔ اس لیے آپ ؐ

نے فیصلہ کیا کہ دونوں میں سے کسی ایک فریق سے صلح کی جائے خواہ وہ کسی بھی صورت میں کتنی بھی مدت کے لیے ہو، آپ ؐ نے صلح کے لیے قریش کو ترجیح دی، اول تو اس لیے کہ ان سے رشتے داریاں تھیں، وہ ہم وطن بھی تھے ان کا خبث باطن بھی شاید یہود سے کچھ کم تھا، یہود کا غدر بھی پہلے واقع ہوچکا تھا اور خیال یہ تھا کہ اس صلح کے فوراً بعد بشرطیکہ اس میں حرمات اللہ کی تعظیم میں خلل نہ آئے یہود پر چڑھائی کرکے ان کے شر سے محفوظ ہونے کا انتظام کرلیا جائے پھر قریش رہ جائیں گے وہ جب تک صلح کی پابندی کرتے ہیں ٹھیک ہے صلح رہے گی اور جب وہ صلح کی خلاف ورزی کریں گے تو ان کا انتظام پھر مشکل نہ رہے گا، چنانچہ اس مصلحت کے پیش نظر آپ ؐ نے دب کر صلح کی اور ابھی اس صلح نامے کی سیاہی خشک نہ ہونے پائی تھی کہ آپ ؐ نے مکے سے واپس آکر محرم میں صلح حدیبیہ میں شریک ہونے والے صحابہؓ ہی کو لے کر خیبر پر چڑھائی کردی اور یہود کا ایسا انتظام کردیا کہ وہ پھر سر نہ اٹھا سکیں۔ ذی قعدہ کے آخر میں صلح حدیبیہ ہوئی ہے اور ایک ماہ بیچ میں ہے کہ محرم میں یہود پر فتح حاصل کرلی گئی۔ اب قریش رہ گئے کچھ عرصے تک انہوں نے صلح کی پاسداری کی، دو سال نہیں ہوئے تھے کہ قریش نے صلح کی خلاف ورزی کی اور رمضان ۸ ھ میں مکے پر لشکر کشی کرکے آپ ؐ نے مکہ اس طرح فتح کرلیا جیسے کہ وہ کوئی مشکل کام تھا ہی نہیں اور اس طرح پورے عرب کو بشمول یمن دارالاسلام بنالیا گیا۔ اسی لئے فتح مبین کا مصداق بجائے فتح مکہ کے صلح حدیبیہ کو قرار دیا گیا چونکہ یہی صلح درحقیقت فتح مکہ کا پیش خیمہ بنی اور دیگر مصالح پر بھی یہ مشتمل تھی۔

٣٩١٦ : حدثنا خالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قالَ : حَدَّثَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ عَامَ الحُدَيْبِيَةِ ، فَأَصَابَنَا مَطَرٌ ذَاتَ لَيْلَةٍ ، فَصَلَّى لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ صَلَاةَ الصُّبْحِ ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ : (أَتَدْرُونَ مَاذَا قالَ رَبُّكُمْ) . قُلْنَا : اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، فَقَالَ : (قَالَ اللّٰهُ : أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِي ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ : مُطِرْنَا بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَبِرِزْقِ اللّٰهِ وَبِفَضْلِ اللّٰهِ ، فَهُوَ مُؤْمِنٌ بِي ، كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ . وَأَمَّا مَنْ قَالَ : مُطِرْنَا بِنَجْمِ كَذَا وَكَذَا ، فَهُوَ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ كَافِرٌ بِي) . [ر : ٨١٠]

یہ خالد بن مخلد بجلی ہیں، کوفہ کے رہنے والے ہیں، یہ امام مسلم کے بھی استاذ ہیں یہ روایت "کتاب الصلوۃ" میں گزر چکی ہے۔ (۳۳)

(۳۳) بخاری، کتاب الصلوۃ، باب قول اللہ عزوجل: وتجعلون رزقکم انکم تکذبون، ۱/۱۴۱

۳۹۱۷ : حدّثنا هُدْبَةُ بْنُ خالِدٍ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ، عَنْ قَتَادَةَ : أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ قَالَ : اِعْتَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَرْبَعَ عُمَرٍ ، كُلُّهُنَّ فِي ذِي الْقَعْدَةِ ، إِلَّا الَّتِي كَانَتْ مَعَ حَجَّتِهِ : عُمْرَةً مِنَ الحُدَيْبِيَةِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ ، وَعُمْرَةً مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ ، وَعُمْرَةً مِنَ الْجِعْرَانَةِ ، حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ فِي ذِي الْقَعْدَةِ ، وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهِ . [ر : ١٦٨٧]

یہ روایت کتاب الحج میں حسان بن حسان کے طریق سے گزر چکی ہے۔ (۳۴)

۳۹۱۸ : حدّثنا سَعِيدُ بْنُ الرَّبِيعِ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ : أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ قَالَ : انْطَلَقْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَامَ الحُدَيْبِيَةِ ، فَأَحْرَمَ أَصْحَابُهُ وَلَمْ أُحْرِمْ . [ر : ١٧٢٥]

یہ سعید بن الربیع عامری ہیں، علی بن مبارک بصری سے روایت کرتے ہیں اور وہ یحیی بن ابی کثیر یمامی طائی سے نقل کرتے ہیں۔

عن عبداللہ بن ابی قتادۃ....

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں ان کے نام کے بارے میں اختلاف ہے، واقدی اور کلبی نے ان کا نام "نعمان" بتایا ہے بعض حضرات نے "عمرو" کہا، لیکن زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ ان کا نام "حارث" ہے ان کے والد کا نام "ربعی" ہے، ان کو "فارس رسول صلی اللہ علیہ وسلم" کہا جاتا تھا، ستر سال کے قریب عمر پائی، کوفہ یا مدینہ میں حضرت علیؓ یا حضرت معاویہؓ کے زمانے میں ان کی وفات ہوئی۔ (۳۵) یہ حدیث "ابواب العمرۃ" میں مفصل گزر چکی ہے۔ (۳۶)

۳۹۲۰/۳۹۱۹ : حدّثنا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسَى ، عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : تَعُدُّونَ أَنْتُمُ الْفَتْحَ فَتْحَ مَكَّةَ ، وَقَدْ كَانَ فَتْحُ مَكَّةَ فَتْحًا ، وَنَحْنُ نَعُدُّ الْفَتْحَ بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ يَوْمَ الحُدَيْبِيَةِ ، كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً ، وَالْحُدَيْبِيَةُ بِئْرٌ ، فَنَزَحْنَاهَا فَلَمْ نَتْرُكْ فِيهَا قَطْرَةً ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَأَتَاهَا ، فَجَلَسَ عَلَى شَفِيرِهَا ، ثُمَّ دَعَا بِإِنَاءٍ مِنْ مَاءٍ فَتَوَضَّأَ ، ثُمَّ مَضْمَضَ وَدَعَا ثُمَّ صَبَّهُ فِيهَا ، فَتَرَكْنَاهَا غَيْرَ بَعِيدٍ ، ثُمَّ إِنَّهَا أَصْدَرَتْنَا مَا شِئْنَا نَحْنُ وَرِكَابُنَا .

---

(۳۴) بخاری، کتاب الحج، ابواب العمرۃ، باب کم اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۱/۲۳۹

(۳۵) الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۴/ ۱۵۸ (۳۶) بخاری، ابواب العمرۃ، باب جزاء الصید، ۱/ ۲۴۵

تعدون انتم الفتح، فتح مکة.... ونحن نعد الفتح بیعة الرضوان

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ فتح مکہ کو فتح شمار کرتے ہو لیکن ہم بیعت رضوان کو فتح شمار کرتے ہیں۔ درحقیقت صلح حدیبیہ ہی اسلام کی وسیع اشاعت اور تبلیغ کا پیش خیمہ بنی، اس سے قبل عام عرب اسلام کی اعلیٰ اخلاقی قدروں سے بالکل ناواقف تھے، آئے دن مسلمانوں اور اہل مکہ کے درمیان جنگی معرکوں کی وجہ سے عام قبائل عرب کو مسلمانوں سے قریب ہونے اور ان کے اخلاق دیکھنے کے مواقع کم سے کم ملتے تھے جب صلح حدیبیہ ہوئی، اور راستے پرامن ہوگئے، تو قبائل عرب کو براہ راست مسلمانوں کی معاشرت، ان کے اخلاق اور ان کی زندگی کے طور وطریقے دیکھنے کو ملے اور وہ اسلام اور مسلمانوں سے متأثر ہوکر جوق درجوق اسلام میں داخل ہونے لگے، یہی وجہ تھی کہ غزوۂ حدیبیہ کے موقع پر آپ کے ساتھ صرف چودہ سو صحابہ تھے لیکن دو سال بعد جب فتح مکہ کے ارادے سے آپ جارہے تھے تو آپ کے ساتھ قبائل عرب کا دس ہزار افراد پر مشتمل لشکر جرار تھا، جب فتح مکہ کے موقع پر بیت اللہ شریف کی چابی آپ کے ہاتھ میں آئی تو آپ نے سب صحابہ کو اور خصوصاً حضرت عمرؓ کو خطاب کرکے فرمایا کہ یہ ہے وہ فتح جو میں آپ سے کہہ رہا تھا، حضرت عمرؓ نے فرمایا بے شک صلح حدیبیہ سے زیادہ کوئی عظیم اور بہتر فتح نہیں ہے۔

کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربع عشرة مائة

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے "الفا واربع مائة" نہیں کہا، بلکہ اربع عشرة مائة" کہا جو عام اسلوب کے خلاف ہے، علماء نے لکھا ہے کہ اصل میں صحابہ کرامؓ "مئات" میں تقسیم تھے، سو کی ایک جماعت تھی، سو کی دوسری جماعت تھی تو "مئات" کی اس تقسیم کی طرف اشارہ کرنے کے لیے یہ تعبیر اختیار کی گئی، اگر "الفا واربعمائة" فرماتے تو "مئات" کی اس تقسیم کی طرف اشارہ نہ ہوتا۔ (۳۸)

آگے فرماتے ہیں کہ حدیبیہ ایک کنواں ہے، ہم نے اس کا پانی کھینچا (چودہ سو آدمی تھے، پانی اس میں تھوڑا تھا) ایک قطرہ بھی ہم نے اس میں نہیں چھوڑا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی، آپ کنویں پر آکر اس کے کنارے پر تشریف فرما ہوئے، پھر آپ نے پانی کا ایک برتن منگوایا، وضو فرمایا، پھر کلی کی اور دعا فرمائی اور اس وضو اور کلی والے پانی کو آپ نے اس کنویں میں ڈالا۔

فترکناها غیر بعید

پس تھوڑی دیر ہم نے اس کنویں کو چھوڑے رکھا یعنی فوراً ہی پانی کھینچنا شروع نہیں کیا، ایک روایت میں ہے کہ آپ نے صحابہ سے فرمایا "دعوها ساعة" تھوڑی دیر کے لیے اس کو چھوڑے رکھو (۳۹)

---

(۳۸) عمدة القاری: ۱۷/ ۲۱۲۔ وشرح الکرمانی: ۱۶/ ۹۶

(۳۹) فتح الباری: ۷/ ۴۴۲

ثم انها اصدرتنا ماشئنا نحن ورکابنا

پھر اس کنویں نے ہمیں اتنا پانی دیکر لوٹایا جتنا ہم نے چاہا اور ہماری سواریوں نے چاہا "اصدرتنا" کے معنی "ارجعتنا" کے ہیں، کہا جاتا ہے، اصدرتہ فصدر ای ارجعتہ فرجع،(۴۰) "صادر الماء" اس شخص کو کہتے ہیں جو پانی کے گھاٹ سے واپس لوٹ کر جارہا ہو، مقصد اس جملہ کا یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کلی کرنے کے بعد اس کنویں میں اتنا پانی آگیا جو ہماری ضرورت کے لیے بھی کافی تھا اور ہماری سواریوں کی ضرورت بھی اس سے پوری ہوگئی، یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔

(۳۹۲۰) : حدَّثني فَضْلُ بْنُ يَعْقُوبَ : حَدَّثَنَا الحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَعْيَنَ أَبُو عَلِيٍّ الحَرَّانِيُّ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ قَالَ : أَنْبَأَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّهُمْ كَانُوا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ الحُدَيْبِيَةِ أَلْفًا وَأَرْبَعَمِائَةٍ أَوْ أَكْثَرَ ، فَنَزَلُوا عَلَى بِئْرٍ فَنَزَحُوهَا ، فَأَتَوْا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ، فَأَتَى الْبِئْرَ وَقَعَدَ عَلَى شَفِيرِهَا ، ثُمَّ قَالَ : (ائْتُونِي بِدَلْوٍ مِنْ مَائِهَا) . فَأُتِيَ بِهِ ، فَبَصَقَ فَدَعَا ، ثُمَّ قَالَ : (دَعُوهَا سَاعَةً) . فَأَرْوَوْا أَنْفُسَهُمْ وَرِكَابَهُمْ حَتَّى ارْتَحَلُوا . [ر : ٣٣٨٤]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت پہلے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن موسیٰ کے طریق سے نقل کی اور یہاں فضل بن یعقوب کے طریق سے نقل کررہے ہیں۔

٣٩٢٣/٣٩٢١ : حدَّثنا يُوسُفُ بْنُ عِيسٰى : حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ : حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الحُدَيْبِيَةِ ، وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا ، ثُمَّ أَقْبَلَ النَّاسُ نَحْوَهُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (مَا لَكُمْ) . قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَيْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ نَتَوَضَّأُ بِهِ وَلَا نَشْرَبُ إِلَّا مَا فِي رَكْوَتِكَ ، قَالَ : فَوَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهُ فِي الرَّكْوَةِ فَجَعَلَ المَاءُ يَفُورُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ كَأَمْثَالِ الْعُيُونِ ، قَالَ : فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا ، فَقُلْتُ لِجَابِرٍ : كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ : لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَكَفَانَا ، كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً .

(٣٩٢٢) : حدَّثنا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ ، عَنْ سَعِيدٍ ، عَنْ قَتَادَةَ : قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ المُسَيَّبِ : بَلَغَنِي أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ يَقُولُ : كَانُوا أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً ، فَقَالَ لِي سَعِيدٌ : حَدَّثَنِي جَابِرٌ : كَانُوا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً ، الَّذِينَ بَايَعُوا النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ الحُدَيْبِيَةِ . قَالَ أَبُو دَاوُدَ : حَدَّثَنَا قُرَّةُ ، عَنْ قَتَادَةَ . تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ .

---

(۴۱) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۱۰

(۳۹۲۳) : حدّثنا عَلِيٌّ : حدَّثنا سُفْيَانُ : قالَ عَمْرٌو : سَمِعْتُ جابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قالَ : قالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ الحُدَيْبِيَةِ : (أَنْتُمْ خَيْرُ أَهْلِ الأَرْضِ) . وَكُنَّا أَلْفًا وَأَرْبَعَمِائَةٍ ، وَلَوْ كُنْتُ أُبْصِرُ الْيَوْمَ لَأَرَيْتُكُمْ مَكانَ الشَّجَرَةِ .

تَابَعَهُ الأَعْمَشُ : سَمِعَ سَالِمًا : سَمِعَ جابِرًا : أَلْفًا وَأَرْبَعَمِائَةٍ . [ر : ۳۳۸۳]

۳۹۲٤ : وَقالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قالَ : كانَ أَصْحَابُ الشَّجَرَةِ أَلْفًا وَثَلَاثَمِائَةٍ ، وَكانَتْ أَسْلَمُ ثُمُنَ الْمُهَاجِرِينَ .

تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ .

حدثنا یوسف بن عیسی....

یہ یوسف بن عیسیٰ مروزی ہیں، ان کا لقب ابویعقوب ہے اور یہ امام مسلمؒ کے بھی شیخ ہیں۔ (۴۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ حدیبیہ کے موقع پر لوگوں کو پیاس لگی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک "رکوہ" یعنی چمڑے کا ایک ظرف موجود تھا جس میں کچھ پانی تھا، آپؐ نے اس سے وضو فرمایا، پھر لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف (پانی کی خاطر) متوجہ ہوئے، آپؐ نے لوگوں کو دیکھ کر فرمایا مالکم؟ تمہیں کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا، ہمارے پاس پانی نہیں ہے کہ ہم اس سے وضو کرلیں اور پی لیں سوائے اس پانی کے جو آپ کے رکوہ (چھاگل، چمڑے کے برتن) میں ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس رکوہ (چھاگل) میں رکھا تو پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے اس طرح نکلنے لگا جیسا کہ چشمے سے نکلا کرتا ہے،چنانچہ ہم نے پانی پیا اور وضو کیا، میں (سالم) نے جابر سے پوچھا کہ اس وقت آپ کتنے آدمی تھے تو انہوں نے کہا کہ اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تب بھی وہ پانی ہمارے لیے کافی ہوجاتا، ویسے ہم پندرہ سو تھے۔

ایک سوال اور اس کے جوابات

یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت اس سے ماقبل حضرت براء بن عازب والی روایت سے بظاہر متعارض ہے کیونکہ اس میں ہے کہ آپؐ نے کنویں میں کلی کی، جس کے بعد اس میں پانی بھر آیا اور حضرت جابرؓ کی اس روایت میں آپؐ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی پھوٹنے کا ذکر ہے۔

(۴۰) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۱۲

❶ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت جابرؓ کی یہ روایت "کتاب الاشربہ" میں مفصل ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابرؓ کی روایت کا واقعہ نمازعصر کے وقت کا ہے اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت کا واقعہ نماز کے وقت سے متعلق نہیں، یہ دو الگ الگ واقعے ہیں لہذا کوئی تعارض نہیں۔ (۴۲)

❷ اور دوسرا جواب یہ بھی دیا جاسکتا ہے کہ آپؐ نے اپنا ہاتھ جب چھاگل میں رکھا اور آپؐ کی انگلیوں سے پانی پھوٹ پھوٹ کر نکلنے لگا تو صحابہؓ نے اس پانی سے اپنی ضرورت پوری کرلی، اس کے بعد پھر آپؐ نے حکم دیا کہ جو کچھ پانی بچا ہے اس کو کنویں میں ڈالدو، چنانچہ جب وہ کنویں میں ڈالدیا گیا تو وہ خشک کنواں پانی سے بھر گیا لہذا واقعہ ایک ہی وقت کا ہے البتہ معجزے کا ظہور دو مرتبہ ہوا، حضرت جابرؓ کی روایت میں پہلے معجزے کا ذکر ہے اور حضرت براءؓ کی روایت میں دوسرے معجزے کا بیان ہے، اس طرح دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں رہے گا۔ (۴۳)

اصحاب حدیبیہ کی تعداد میں اختلاف روایات اور اس کا حل

حضرت جابرؓ کی اس روایت میں صلح حدیبیہ میں صحابہؓ کی تعداد پندرہ سو بتائی گئی ہے اور اس روایت کے متصل اگلی روایت میں حضرت جابرؓ ہی سے چودہ سو کا عدد منقول ہے، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی چودہ سو کا ذکر تھا اور آگے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ کی روایت آرہی ہے اس میں تیرہ سو کا عدد منقول ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ اصل تعداد چودہ سو سے زیادہ تھی جیسا کہ حضرت براءؓ کی روایت میں "الفا واربعمائة" کے بعد "اواکثر" کا لفظ آیا ہے۔ تو جس نے کسر کو پورا کیا اس نے پندرہ سو کہا اور جس نے کسر کا اعتبار نہیں کیا اس نے چودہ سو کہا، یہ تو جمع بین الروایات کی صورت تھی جو امام نوویؒ نے اختیار کی۔ (۴۴) امام بیہقی نے ترجیح کا طریقہ اختیار کر کے فرمایا کہ چودہ سو کی تعداد راجح ہے۔ (۴۵)

جہاں تک تعلق عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ کی روایت کا ہے جس میں تیرہ سو کا ذکر ہے تو اس کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے انہوں نے اپنے علم کے مطابق کہا ہو، باقی جن حضرات کو تیرہ سو سے زیادہ کا علم تھا انہوں نے اپنے علم کے مطابق زیادہ تعداد روایت کی، یا یوں کہا جائے کہ مدینہ سے نکلتے وقت تعداد تیرہ سو تھی لیکن بعد میں یہ تعداد بڑھ گئی، عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ نے مدینہ منورہ سے خروج کے وقت کی تعداد

(۴۲) فتح الباری: ۷/ ۴۴۲ (۴۳) فتح الباری: ۷/ ۴۴۲

(۴۴) شرح الکرمانی: ۱۶/ ۶۷ (۴۵) دلائل بیہقی: ۴/ ۹۸

بتائی ہے ۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اصل مجاہدین کی تعداد تو تیرہ سو تھی اور جن روایات میں زیادہ کا ذکر ہے ان میں خدام، عورتوں اور بچوں کا بھی اعتبار کیا گیا ہے (۴۶)

حدثنا الصلت بن محمد...

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت اس سے قبل یوسف بن عیسی کے طریق سے آئی ہے اور اب امام بخاری حضرت جابر کی روایت کو "الصلت بن محمد" کے طریق سے بیان کررہے ہیں، یہ صلت بن محمد بصری ہیں اس روایت میں پندرہ سو کا ذکر ہے ۔

تابعہ ابوداود

یعنی ابوداود طیالسی نے صلت بن محمد کی متابعت کی ہے، یہ متابعت اسماعیلی نے موصولاً ذکر کی ہے ۔(۴۷)

تابعہ محمد بن بشار

حافظ ابن حجرؒ نے اس متابعت کو یہاں نقل کیا ہے لیکن اس پر کوئی کلام نہیں کیا اور علامہ عینی نے یہاں اس کو نقل ہی نہیں کیا، ہمارے نسخے میں یہ موجود ہے، مطلب یہ ہے کہ ابوداود طیالسی کی طرح.... محمد بن بشار نے بھی صلت بن محمد کی متابعت کی ہے ۔

حدثنا علی حدثنا سفیان....

حضرت جابرؓ ہی کی روایت کو امام نے ایک اور طریق سے بیان کیا، اس روایت میں تعداد چودہ سو بتائی گئی ہے ۔

تابعہ الاعمش سمع سالما، سمع جابرا

"تابعہ" کی ضمیر "سفیان" کی طرف لوٹ رہی ہے، یعنی اعمش نے سفیان بن عیینہ کی متابعت کی ہے، سفیان روایت کرتے تھے "عمرو بن دینار عن جابرؓ" سے اور اعمش نقل کرتے ہیں "سالم عن جابرؓ" سے ....

وقال عبید اللہ بن معاذ

یہ تعلیق ہے، اس تعلیق کو ابو نعیم نے "مستخرج علی مسلم" میں موصولاً نقل کیا ہے ۔ (۴۸) یہ عبداللہ بن ابی اوفی کی وہی روایت ہے جس میں تیرہ سو کی تعداد بیان کی گئی ہے ۔

وکانت اسلم ثمن المہاجرین

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی فرماتے ہیں کہ صلح حدیبیہ میں قبیلۂ اسلم کے لوگ مہاجرین کا آٹھواں

---

(۴۶) دیکھیے فتح الباری: ۷/ ۴۴۰ (۴۷) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۱۲ (۴۸) فتح الباری: ۷/ ۴۴۲

حصہ تھے، اب مہاجرین کی تعداد معلوم ہو تب اسلم کی تعداد کی آٹھویں حصے کی شکل میں تعیین کی جاسکے گی لیکن مہاجرین کی تعداد کا صحیح اندازہ نہیں، البتہ واقدی نے نقل کیا ہے کہ قبیلۂ اسلم کی تعداد ایک سو تھی، اس لحاظ سے مہاجرین کی تعداد آٹھ سو بنے گی۔ (۴۹)

۳۹۲۵ : حدَّثنا إبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى : أَخْبَرَنَا عِيسى ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ ، عَنْ قَيْسٍ : أَنَّهُ سَمِعَ مِرْدَاسًا الْأَسْلَمِيَّ يَقُولُ ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ : (يُقْبَضُ الصَّالِحُونَ ، الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ ، وَتَبْقَى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ التَّمْرِ وَالشَّعِيرِ ، لَا يَعْبَأُ اللّٰهُ بِهِمْ شَيْئًا) . [٦٠٧٠]

قیس بن حازم حضرت مرداس اسلمی سے روایت کررہے ہیں، امام بخاری، ابو حاتم رازی اور امام مسلم نے اس روایت کو وحدان میں شمار کیا ہے، مطلب یہ ہے کہ حضرت مرداس اسلمی سے قیس بن حازم کے علاوہ اس روایت کو اور کوئی نقل کرنے والا نہیں ہے، لیکن حافظ جمال الدین مزی اور حافظ شمس الدین ذہبی فرماتے ہیں کہ اس روایت کو مرداس اسلمی سے نقل کرنے والے "زیاد بن علاقہ" بھی ہیں، لہذا اس روایت کا شمار وحدان میں نہیں ہوگا، لیکن حافظ ابن حجرؒ نے حافظ مزی اور حافظ ذہبی کے قول کی تردید کرتے ہوئے کہا (۵۰) کہ مرداس دو ہیں، ایک مرداس اسلمی ہیں جن کا یہاں ذکر ہے اور دوسرے مرداس بن عروہ ہیں۔ زیاد بن علاقہ مرداس بن عروہ سے روایت کرتے ہیں، مرداس اسلمی سے نہیں، لہذا مرداس اسلمی سے روایت کرنے والے قیس بن حازم تنہا ہیں اور یہ روایت وحدان میں سے ہے جیسا کہ ابن حبان، حافظ ابن مندہ، ابن ابی حاتم اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

باقی یہ کہ مرداس اسلمی اور مرداس بن عروہ دو الگ الگ شخص ہیں یا یہ ایک ہیں، حافظ ابن حجرؒ نے "الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ" میں تحقیق فرمائی ہے اور بتایا ہے کہ یہ دو ہیں ایک نہیں۔ (۵۱) حضرت مرداس اسلمیؓ اصحاب حدیبیہ میں سے ہیں، اسی مناسبت سے اس روایت کو یہاں نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ نیک ہیں، وہ "الاول فالاول" کے قاعدے کے مطابق دنیا سے رخصت ہوتے رہیں گے اور جیسے کھجور اور شعیر کا ردی اور فضول بھوسہ آخر میں رہ جاتا ہے، اسی طرح آدمی بھی آخر میں ایسے ہی فضول اور ردی قسم کے رہ جائیں گے، اللہ جل شانہ کو ان لوگوں کی کوئی پروا نہیں ہوگی۔

۳۹۲۶ : حدَّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَا : خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ عامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةً مِنْ أَصْحَابِهِ ،

(۴۹) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۱۶

(۵۰) حافظ ابن حجر نے یہ تردید "ابن السکن" کے حوالہ سے کی ہے (دیکھیے فتح الباری: ۷/ ۴۴۵)

(۵۱) دیکھیے الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۳/ ۴۰۱

فَلَمَّا كَانَ بِذِي الحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَ وَأَحْرَمَ مِنْهَا ، لَا أُحْصِي كَمْ سَمِعْتُهُ مِنْ سُفْيَانَ ، حَتَّى سَمِعْتُهُ يَقُولُ : لَا أَحْفَظُ مِنَ الزُّهْرِيِّ الْإِشْعَارَ وَالتَّقْلِيدَ ، فَلَا أَدْرِي ، يَعْنِي مَوْضِعَ الْإِشْعَارِ وَالتَّقْلِيدِ ، أَوِ الحَدِيثَ كُلَّهُ . [ر : ١٦٠٨]

یہ علی بن عبداللہ مدینی ہیں، امام بخاری اور امام مسلم کے شیخ ہیں، روایت میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقام "ذوالحلیفہ" میں پہنچے تو آپ نے ہدی کو قلادہ پہنایا اور اشعار کیا اور وہاں سے آپ نے احرام باندھا۔

لااحصی کم سمعتہ من سفیان

یہ علی بن عبداللہ مدینی کا قول ہے، وہ فرماتے ہیں میں شمار نہیں کرسکتا کہ میں نے یہ حدیث سفیان سے کتنی بار سنی، اس جملے کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں۔

❶ ایک مطلب یہ ہے کہ علی مدینی فرماتے ہیں میں نے یہ حدیث سفیان سے اتنی کثرت سے سنی کہ مجھے صحیح تعداد یاد نہیں، مقصود یہ ہے کہ بہت مرتبہ سنی۔

❷ دوسرا مطلب علامہ کرمانی نے بیان کیا کہ حضرت مدینی یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ سفیان نے اصحاب حدیبیہ کی کتنی تعداد بیان کی تھی؟ مجھے یاد نہیں، لیکن یہ مطلب درست نہیں اس لیے کہ ابن شہاب زہری سے یہ روایت متعدد طرق سے منقول ہے اور تمام طرق میں "بضع عشرۃ مائۃ" کا لفظ منقول ہے، پھر یہ کہنا کہ مجھے یاد نہیں کہ میرے استاذ نے تعداد کتنی بیان کی تھی درست نہیں ہوگا۔ (۵۲)

حتی سمعتہ یقول: لااحفظ من الزہری الاشعار والتقلید

علی بن عبداللہ مدینی فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان کو یہ کہتے سنا کہ وہ فرما رہے تھے کہ مجھے زہری سے اشعار اور تقلید یاد نہیں ہے، یعنی اس حدیث میں "قلد الهدی واشعر" کے جو الفاظ آئے ہیں، یہ مجھے زہری سے یاد نہیں ہیں۔

فلاادری یعنی موضع الاشعار والتقلید، والحدیث کلہ

علی بن عبداللہ مدینی فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ حضرت سفیان کی اس سے مراد حدیث میں صرف اشعار وتقلید ہے یا پوری حدیث، یعنی سفیان نے جو کہا تھا کہ مجھے زہری سے اشعار اور تقلید یاد نہیں

---

(۵۲) واغرب الكرمانی فحمل قول علی بن المدینی "لااحصی کم سمعتہ من سفیان" علی انہ شک فی العدد الذی سمع منہ.... ویکفی فی التعقب علیہ، ان حدیث سفیان هذا لیس فیہ تعرض للتردد فی عددهم، بل الطرق کلها جازمة بان الزهری قال فی روایتہ: "کانوا بضع عشرة مائة" (وانظر فتح الباری: ۷/۴۴۵)

ہے، علی مدینی فرماتے ہیں کہ معلوم نہیں اس سے سفیان کی مراد پوری حدیث کے متعلق عدم حفظ کی تصریح کرنی ہے یا صرف اشعار اور تقلید کے بارے میں بتانا ہے کہ وہ یاد نہیں، باقی حدیث یاد ہے، علی بن عبداللہ مدینی نے تو یہاں یہ فرمایا۔ لیکن آگے یہی روایت عبداللہ بن محمد جعفی کے طریق سے آئی ہے، اس میں سفیان فرماتے ہیں "حفظت بعضه وثبتني معمر" یعنی اس حدیث کا بعض حصہ تو مجھے یاد ہے اور بعض حصہ معمر نے مجھے یاد کرایا، جس سے یہ بات بے غبار ہوجاتی ہے کہ سفیان پوری حدیث کے بارے میں نہیں کہہ رہے ہیں کہ مجھے یاد نہیں بلکہ بعض حصہ کے بارے میں کہہ رہے ہیں، عبداللہ بن محمد جعفی کی روایت سے علی بن عبداللہ مدینی کو پیش آنے والا تردد دور ہوجاتا ہے۔ (۵۳)

۳۹۲۷ : حدّثنا الحَسَنُ بْنُ خَلَفٍ قالَ : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ يُوسُفَ ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ وَرْقاءَ ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ ، عَنْ مُجاهِدٍ قالَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ رَآهُ وَقَمْلُهُ يَسْقُطُ عَلَى وَجْهِهِ ، فَقَالَ : (أَيُؤْذِيكَ هَوامُّكَ) قَالَ : نَعَمْ ، فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَحْلِقَ ، وَهُوَ بِالحُدَيْبِيَةِ ، لَمْ يَتَبَيَّنْ لَهُمْ أَنَّهُمْ يَحِلُّونَ بِها ، وَهُمْ عَلَى طَمَعٍ أَنْ يَدْخُلُوا مَكَّةَ ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ الْفِدْيَةَ ، فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (أَنْ يُطْعِمَ فَرَقًا بَيْنَ سِتَّةِ مَساكِينَ ، أَوْ يُهْدِيَ شَاةً ، أَوْ يَصُومَ ثَلاثَةَ أَيَّامٍ) . [ر : ۱۷۱۹]

حسن بن خلف واسطی امام بخاریؒ کے صغار شیوخ میں سے ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جن اساتذہ سے استفادہ کیا ہے ان میں یہ بہت کم عمر اور کم سن تھے اور بخاری میں ان کی فقط یہی ایک روایت ہے۔ (۵۴)
یہ روایت کتاب الحج میں "باب النسک بشاة" کے تحت گزر چکی ہے۔ (۵۵)

۳۹۲۸ : حدّثنا إِسْماعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكٌ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلَى السُّوقِ ، فَلَحِقَتْ عُمَرَ امْرَأَةٌ شابَّةٌ ، فَقالَتْ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ، هَلَكَ زَوْجِي وَتَرَكَ صِبْيَةً صِغَارًا ، وَاللّٰهِ ما يُنْضِجُونَ كُراعًا ، وَلَا لَهُمْ زَرْعٌ وَلَا ضَرْعٌ ، وَخَشِيتُ أَنْ تَأْكُلَهُمُ الضَّبُعُ ، وَأَنَا بِنْتُ خُفَافِ بْنِ إِيْماءَ الْغِفَارِيِّ ، وَقَدْ شَهِدَ أَبِي الحُدَيْبِيَةَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ . فَوَقَفَ مَعَهَا عُمَرُ وَلَمْ يَمْضِ ، ثُمَّ قالَ : مَرْحَبًا بِنَسَبٍ قَرِيبٍ ، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى بَعِيرٍ ظَهِيرٍ كَانَ مَرْبُوطًا فِي الدَّارِ ، فَحَمَلَ عَلَيْهِ غِرارَتَيْنِ مَلَأَهُما طَعَامًا ، وَحَمَلَ بَيْنَهُما نَفَقَةً وَثِيَابًا ، ثُمَّ نَاوَلَهَا بِخِطَامِهِ ، ثُمَّ قالَ : اقْتادِيهِ ، فَلَنْ يَفْنَى حَتَّى يَأْتِيَكُمُ اللّٰهُ بِخَيْرٍ ،

---

(۵۳) دیکھیے فتح الباری: ۷/ ۴۴۵ (۵۴) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۱۷ (۵۵) کتاب الحج، بخاری: ۱/ ۲۴۴

فَقَالَ رَجُلٌ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ، أَكْثَرْتَ لَهَا ؟ قَالَ عُمَرُ : ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ ، وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرَى أَبَا هٰذِهِ وَأَخَاهَا ، قَدْ حَاصَرَا حِصْنًا زَمَانًا فَافْتَتَحَاهُ ، ثُمَّ أَصْبَحْنَا نَسْتَفِيءُ سُهْمَانَهُمَا فِيهِ .

زید بن اسلم اپنے والد اسلم سے روایت کررہے ہیں، اسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے، یہ یمن کے قیدیوں میں آئے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مکہ مکرمہ میں خریدا اور پھر آزاد کردیا تھا۔ (۵٦)

اس روایت میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت اسلم فرماتے ہیں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار کی طرف نکلا، وہاں ایک نوجوان عورت حضرت عمرؓ سے ملی اور کہنے لگی میرا شوہر مرگیا، اس نے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں، مجھے ان بچوں پر فقر وفاقہ کا ڈر ہے، میں "خفاف بن ایماء غفاری" کی بیٹی ہوں اور میرے والد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلح حدیبیہ میں حاضر تھے، حضرت عمرؓ نے جب ان کی یہ بات سنی تو اس عورت کے پاس کھڑے ہوگئے اور آگے نہیں بڑھے، پھر آپ اپنے اونٹ کی طرف پھرے اور دو بوریاں اس پر لاد دیں جن میں کھانا، خرچ کا سامان اور کپڑے وغیرہ تھے اور اونٹ کی مہار خاتون کو پکڑا دی اور اس سے فرمایا، یہ تم لیجاؤ، یہ ختم نہیں ہوا ہوگا کہ اللہ جل شانہ تمہارے پاس مزید مال پہنچادے گا، مطلب یہ تھا کہ اس مال کے ختم ہونے تک ہم تمہارے پاس اور مال بھیج دیں گے۔ ایک آدمی نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ امیرالمومنین! آپ نے اس عورت کو بہت دیدیا، امیرالمومنین نے فرمایا ثکلتک امک! تیری ماں تجھے گم کرے، خدا کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں (یعنی آج بھی وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے) کہ اس خاتون کے باپ اور بھائی نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا ایک زمانے تک چنانچہ دونوں نے اس قلعے کو فتح کرلیا، (۵۷) اور پھر ہم نے اس حال میں صبح کی کہ ہم اس قلعے میں اپنے حصوں کو وصول کررہے تھے، مطلب یہ ہے کہ انہوں نے جو قلعہ فتح کیا تھا، اس کا مال غنیمت کے طور پر تقسیم کیا گیا اور ہم آج تک اس قلعہ سے استفادہ کرتے چلے آرہے ہیں، لہذا اگر اس عورت کو ہم نے کچھ زیادہ دے ہی دیا تو یہ بات ہمیں ناگوار نہیں ہونی چاہئے۔

ترجمۃ الباب سے اس حدیث کی مطابقت اس خاتون کا یہ قول ہے .... وقد شهد ابی الحديبية مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی میرے والد غزوۂ حدیبیہ میں شریک تھے .... روایت کے مندرجہ ذیل جملوں کو بھی ذرا سمجھ لو۔

---

(۵٦) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۲۱۸

(۵۷) حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ کس غزوے کا واقعہ ہے، بہت ممکن ہے، یہ غزوۂ خیبر کا واقعہ ہو، کیونکہ قلعوں کا محاصرہ غزوۂ خیبر ہی میں ہوا تھا۔ (فتح الباری: ۷ / ۴۴۲)

والله ماينضجون كراعا ولالهم زرع ولاضرع

"اور بخدا! وہ بچے کراع (بکری کا پائے) نہیں پکا سکتے اور نہ ان کے کھیت ہیں اور نہ دودھ"

اس جملہ کے دو مطلب ہوسکتے ہیں، ایک یہ کہ وہ بچے اس قدر فقیر اور مسکین ہیں کہ بکری کے پایہ پکانے پر بھی قادر نہیں ہیں جن کی عرب میں کوئی اہمیت نہیں، ایسی بے قدر وقیمت چیز کے پکانے پر ان کو قدرت نہیں تو اس سے ان کی غربت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور اس جملہ کا دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ بچے ایسے کم عمر ہیں کہ ان کو پائے پکانے کا سلیقہ بھی اپنی کم عمری کی وجہ سے نہیں آتا جبکہ پائے پکانے میں کسی خاص تدبیر کی ضرورت نہیں پڑتی، پہلے معنی کی رو سے بچوں کی غربت کا بیان مقصود ہوگا اور دوسرے معنی کے لحاظ سے بچوں کی، کم عمری بتانا مقصود ہوگی۔ (۱)

وخشيت ان تاكلهم الضَّبُعُ

الضبع (ضاد کے فتحہ اور باء کے ضمہ کے ساتھ) بجو اور کفتار کو کہتے ہیں، اصل میں "ضبع" قحط سالی کو کہتے ہیں، قحط سالی میں لوگ مرتے بہت ہیں، کثرت موتی کی وجہ سے اس کی نوبت نہیں آتی کہ سب کے لیے قبر اور دفن کا بندوبست کیا جائے، لاشیں باہر پڑی رہتی ہیں تو یہ کفتار آکر ان لاشوں کا گوشت کھاتا ہے، اس مناسبت کی وجہ سے اس کو بھی "ضبع" کہا جانے لگا۔ (۲)

مرحبا بنسب قريب

یہ جملہ حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا، اس سے اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ تم بنوغفار سے تعلق رکھتی ہو اور ہم قریش سے تعلق رکھتے ہیں اور قریش اور بنوغفار کا نسب آگے "کنانہ" میں جاکر مل جاتا ہے۔ (۳)

بعير ظهير

اس اونٹ کو کہتے ہیں جو مضبوط کمر والا اور طاقتور ہو۔

۳۹۳۲/۳۹۲۹ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ : حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ أَبُو عَمْرٍو الْفَزَارِيُّ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : لَقَدْ رَأَيْتُ الشَّجَرَةَ ، ثُمَّ أَتَيْتُهَا بَعْدُ فَلَمْ أَعْرِفْهَا . قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ : قَالَ مَحْمُودٌ : ثُمَّ أُنْسِيتُهَا بَعْدُ .

حضرت سعید بن المسیب اپنے والد مسیب بن حزم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے وہ درخت دیکھا تھا (جس کے نیچے صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی تھی) بعد میں پھر میں اس درخت کے پاس آیا تو میں اسے پہچان نہ سکا کہ وہ کیکر کا درخت کونسا تھا جس کے نیچے

(۱) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۲۱۸ (۲) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۲۱۸ (۳) فتح الباری: ۷ / ۵۰۶

ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

قال محمود: ثم انسیتھا بعد

یہ محمود بن غیلان امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ ہیں، ان کی روایت میں لقد رایت الشجرة ثم أتیتُها بعد فلم اعرفها کے بجائے لقد رایت الشجرة ثم انسیتھا بعد ہے۔

(۳۹۳۰) : حدثنا مَحْمُودٌ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اَللهِ ، عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِ اَللهِ قالَ : اَنْطَلَقْتُ حاجًّا ، فَمَرَرْتُ بِقَوْمٍ يُصَلُّونَ ، قُلْتُ : ما هٰذَا الْمَسْجِدُ ؟ قالُوا : هٰذِهِ الشَّجَرَةُ ، حَيْثُ بَايَعَ رَسُولُ اَللهِ ﷺ بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ ، فَأَتَيْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ فَأَخْبَرْتُهُ ، فَقَالَ سَعِيدٌ : حَدَّثَنِي أَبِي : أَنَّهُ كانَ فِيمَنْ بَايَعَ رَسُولَ اَللهِ ﷺ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ، قالَ : فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ أُنْسِينَاهَا ، فَلَمْ نَقْدِرْ عَلَيْهَا .

فَقَالَ سَعِيدٌ : إِنَّ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ لَمْ يَعْلَمُوهَا ، وَعَلِمْتُمُوهَا أَنْتُمْ ، فَأَنْتُمْ أَعْلَمُ ؟

(۳۹۳۱) : حدثنا مُوسَى : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ : حَدَّثَنَا طَارِقٌ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّهُ كانَ مِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ، فَرَجَعْنَا إِلَيْهَا الْعَامَ الْمُقْبِلَ فَعَمِيَتْ عَلَيْنَا .

(۳۹۳۲) : حدثنا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ طَارِقٍ قالَ : ذُكِرَتْ عِنْدَ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ الشَّجَرَةُ فَضَحِكَ ، فَقَالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي : وَكانَ شَهِدَهَا .

حدثنا محمود.....

طارق بن عبدالرحمن بجلی کہتے ہیں کہ میں حج کے لیے گیا تو ایک قوم کے پاس گزرا جو نماز پڑھ رہی تھی میں نے دریافت کیا "یہ کونسی مسجد ہے؟" لوگوں نے کہا یہ وہی درخت ہے جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان لی تھی (یعنی چونکہ یہ مقدس مقام ہے، بیعت رضوان یہاں ہوئی ہے، اس کے متبرک ہونے کی بناء پر یہاں لوگ نماز پڑھ رہے ہیں) پھر میں حضرت سعید بن المسیب کے پاس آیا، میں نے ان کو یہ واقعہ بتایا تو سعید نے کہا کہ میرے والد نے مجھے بتایا کہ وہ ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے "تحت الشجرہ" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، میرے والد فرماتے تھے کہ جب ہم اگلے سال (دوبارہ اس مقام پر) گئے تو ہم اس درخت کو بھول گئے اور تلاش و جستجو کے باوجود ہمیں اس درخت کا علم نہ ہوسکا، پھر سعید بن المسیب نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تو اس درخت کو جانتے نہیں تھے اور تم جانتے ہو (اور وہاں مسجد بنا کر تم نے نماز پڑھنا شروع کردی) اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے بھی زیادہ جاننے والے ہو۔

یہ درخت اللہ جل شانہ نے صحابہ سے بھلادیا اور وہ باوجود تلاش کے اس درخت کو معلوم نہ کرسکے اس میں یہ حکمت بیان کی گئی ہے کہ اگر یہ درخت متعین اور موجود ہوتا تو اس بات کا اندیشہ رہتا کہ کہیں لوگ اس کی پوجا شروع نہ کردیں اور حد شرع سے تجاوز نہ کرنے لگیں کیونکہ عربوں میں ایک رواج یہ بھی تھا کہ وہ بعض درختوں کو کسی وجہ سے متبرک قرار دیتے اور پھر اس کی پرستش اور پوجا میں لگ جایا کرتے تھے۔ اس لیے اللہ جل شانہ نے اس درخت کی پہچان دلوں سے نکال دی۔

لیکن اسی باب میں حضرت جابرؓ کی روایت گذری ہے ولوکنت ابصر الیوم لاریتکم الشجرۃ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابرؓ زمانہ دراز گذرنے کے باوجود مکان شجرہ سے واقف تھے اور پھر بعد میں تو وہاں مسجد بھی بنادی گئی تھی جیسا کہ خود اس روایت میں مسجد کا ذکر موجود ہے، اس لیے سعید بن مسیب کا یہ انکار محل نظر ہے۔

ابن سعد نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عمرؓ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات کی اطلاع ملی کہ کچھ لوگ اس درخت کے پاس آتے ہیں اور وہاں نماز پڑھتے ہیں، حضرت عمرؓ نے ان لوگوں کو ڈانٹا اور اس درخت کے کاٹنے کا حکم دیا چنانچہ وہ کاٹ دیا گیا' (۵) فاروق اعظمؓ نے کاٹنے کا یہ حکم اسی اندیشہ کی وجہ سے دیا تھا کہ کہیں لوگ اس درخت کی عبادت شروع نہ کردیں۔ واللہ اعلم

۳۹۳۳ : حدَّثنا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ ابْنَ أَبِي أَوْفَى ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ ، قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَةٍ قَالَ : (اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ) . فَأَتَاهُ أَبِي بِصَدَقَتِهِ فَقَالَ : (اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى) .
[ر : ١٤٢٦]

وکان من اصحاب الشجرۃ....

اس روایت کا یہی جزء ترجمۃ الباب سے متعلق ہے اور یہ روایت "کتاب الزکوۃ" میں گزر چکی ہے (۶)۔

۳۹۳٤ : حدَّثنا إِسْمَاعِيلُ ، عَنْ أَخِيهِ ، عَنْ سُلَيْمَانَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى ، عَنْ عَبَّادِ ابْنِ تَمِيمٍ قَالَ : لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْحَرَّةِ ، وَالنَّاسُ يُبَايِعُونَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْظَلَةَ ، فَقَالَ ابْنُ زَيْدٍ : عَلَى مَا يُبَايِعُ ابْنُ حَنْظَلَةَ النَّاسَ ؟ قِيلَ لَهُ : عَلَى الْمَوْتِ ، قَالَ : لَا أُبَايِعُ عَلَى ذٰلِكَ أَحَدًا بَعْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ ، وَكَانَ شَهِدَ مَعَهُ الْحُدَيْبِيَةَ . [ر : ٢٧٩٩]

---

(۵) طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۰۰ (۶) بخاری، کتاب الزکوۃ، باب صلوۃ الامام ودعائہ لصاحب الصدقۃ: ۱/ ۲۰۳

وکان شهد معه الحدیبیة

"یعنی عبداللہ بن زید، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں حاضر تھے"

اس آخری جملہ کی وجہ سے اس روایت کو یہاں بیان کردیا، یہ روایت کتاب الجہاد میں گزر چکی ہے۔ (۷)

اس روایت کی سند کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تمام کے تمام راوی مدنی ہیں۔ (۸) اس روایت میں واقعہ حرہ کا کچھ تذکرہ ہے جس کی تفصیل گزر چکی، یہاں یہ بیان کیا ہے کہ لوگ عبداللہ بن حنظلہ کے ہاتھ پر بیعت کررہے تھے تو عبداللہ بن زید نے پوچھا کہ یہ ابن حنظلہ کس بات پر بیعت لے رہے ہیں، ان کو بتایا گیا کہ موت پر بیعت لے رہے ہیں تو حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم نے فرمایا کہ میں کسی اور کے ہاتھ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد موت پر بیعت کے لیے تیار نہیں، آپ حدیبیہ میں حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

۳۹۳۵ : حدثنا يَحْيَى بْنُ يَعْلَى الْمُحَارِبِيُّ قالَ : حَدَّثَنِي أَبِي : حَدَّثَنَا إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ ابْنِ الْأَكْوَعِ قالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ ، قالَ : كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْجُمُعَةَ ثُمَّ نَنْصَرِفُ ، وَلَيْسَ لِلْحِيطَانِ ظِلٌّ نَسْتَظِلُّ فِيهِ

یہ یحییٰ بن یعلی کوفی ہیں، امام بخاری کے قدماء شیوخ میں داخل ہیں، ۲۱۶ھ میں ان کا انتقال ہوا (۹)

یہ روایت حضرت سلمۃ بن الاکوع سے ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھا کرتے تھے اور پھر واپس آتے تھے تو دیواروں کا اتنا سایہ نہیں ہوتا تھا کہ اس میں بیٹھ کر راحت حاصل کی جاسکے، چونکہ حجاز خط استواء سے قریب ہے اس لیے زوال کے وقت وہاں سایہ اصلی بہت کم ہوتا ہے جس میں بیٹھ کر سستایا نہیں جاسکتا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ جمعہ کی نماز زوال سے پہلے پڑھی جاسکتی ہے لیکن جمہور ائمہ ان کے استدلال کو قبول نہیں کرتے، جمہور کہتے ہیں کہ اس روایت کا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ ہم جمعہ کی نماز میں تعجیل کیا کرتے تھے، یہ مطلب نہیں کہ اسکو زوال سے پہلے پڑھ لیا کرتے تھے۔ (۱۰)

۳۹۳۶ : حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا حَاتِمٌ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قالَ : قُلْتُ لِسَلَمَةَ ابْنِ الْأَكْوَعِ : عَلَى أَيِّ شَيْءٍ بَايَعْتُمْ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ ؟ قالَ : عَلَى الْمَوْتِ

[ر : ۲۸۰۰]

---

(۷) صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب البیعة فی الحرب: ۱/۴۱۵۔

(۸) عمدۃ القاری: ۱۷/۲۲۰۔ (۹) عمدۃ القاری: ۱۷/۲۲۱ (۱۰) فتح الباری: ۷/۴۵۰

حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ لوگوں نے حدیبیہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کس چیز پر بیعت کی تھی تو وہ فرمانے لگے، "علی الموت" ہم نے موت پر بیعت کی تھی، بعض روایات میں آیا ہے کہ ہم نے بیعت کی تھی "علی ان لانفر" یعنی ہم بھاگیں گے نہیں، دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں، نہ بھاگنے کا مطلب بھی یہی ہے کہ مرجائیں گے لیکن ساتھ چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ (۱۱)

۳۹۳۷ : حدثني أحمد بن إشكاب : حدثنا محمد بن فضيل ، عن العلاء بن المسيب ، عن أبيه قال : لقيت البراء بن عازب رضي الله عنهما ، فقلت : طوبى لك ، صحبت النبي ﷺ وبايعته تحت الشجرة ، فقال : يا ابن أخي ، إنك لا تدري ما أحدثنا بعده .

حضرت مسیب فرماتے ہیں کہ میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے کہا طوبی لک صحبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبایعتہ تحت الشجرۃ "مبارک ہو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی اور ان سے تحت الشجرہ شرف بیعت حاصل کیا۔" تو حضرات براءؓ فرمانے لگے، انک لاتدری مااحدثنا بعدہ یعنی آپ کو نہیں معلوم کہ ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیا کیا نئی چیزیں نکالیں۔

یہ حضرت براءؓ کی تواضع اور انکساری ہے جس کی بناء پر وہ کہتے ہیں کہ ہم نے بعد میں کوتاہیاں کی ہیں، ہم سے بعد میں قصور ہوتے ہیں، معلوم نہیں کہ صحبت اور بیعت کے وہ فضائل جو ہمیں حاصل ہوئے تھے ان کے اثرات باقی بھی رہیں گے یا نہیں اور یہ اصل میں ان واقعات کی طرف اشارہ تھا جو حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان، نیز حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان پیش آئے تھے، اگرچہ صحابہ کرامؓ میں ہر ایک کی نیت حمایتِ حق اور حفاظتِ دین کی تھی لیکن یہ کہ بہرحال مقابلہ بھی ہوا اور تصادم بھی ہوا اور اس میں جانوں کا اتلاف بھی ہوا اس لیے حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں، انک لاتدری مااحدثنا بعدہ

۳۹۳۸ : حدثنا إسحق : حدثنا يحيى بن صالح قال : حدثنا معاوية ، هو ابن سلام ، عن يحيى ، عن أبي قلابة : أن ثابت بن الضحاك أخبره : أنه بايع النبي ﷺ تحت الشجرة . [٤٥٦٢]

۳۹۳۹ : حدثني أحمد بن إسحق : حدثنا عثمان بن عمر : أخبرنا شعبة ، عن قتادة ، عن أنس بن مالك رضي الله عنه : «إنا فتحنا لك فتحا مبينا» . قال : الحديبية ، قال أصحابه : هنيئا مريئا ، فما لنا ؟ فأنزل الله : «ليدخل المؤمنين والمؤمنات جنات تجري من تحتها الأنهار» .

---

(۱۱) فتح الباری: ۷/ ۴۵۰

قَالَ شُعْبَةُ : فَقَدِمْتُ الْكُوفَةَ ، فَحدَّثْتُ بِهٰذَا كُلِّهِ عَنْ قَتَادَةَ ، ثُمَّ رَجَعْتُ فَذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ : أَمَّا : «إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ» . فَعَنْ أَنَسٍ ، وَأَمَّا هَنِيئًا مَرِيئًا ، فَعَنْ عِكْرِمَةَ . [٤٥٥٤]

قتادہ بن دعامہ حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا "انا فتحنالک فتحامبینا " سے مراد "حدیبیہ" ہے .... چونکہ اس آیت میں خطاب حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اس لیے صحابہ اکرمؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا "هنيئا مريئا؛ فمالنا" یعنی آپ کے لیے مبارک ہو، خوشگوار ہو کیونکہ اللہ جل شانہ نے سورۃ فتح کی اس پہلی آیت کے بعد حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی ہے۔ "ليغفرلک الله ماتقدم من ذنبک وماتأخر" صحابہؓ نے کہا "فمالنا" یعنی ہمارے لیے کیا ہے ہمارے حق میں تو کوئی بشارت نہیں آئی تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ليدخل المؤمنين والمؤمنات جنات تجري من تحتها الانهار....(۱۲) مؤمنین کے لیے بھی بشارت آگئی۔

قتادہ کے شاگرد شعبہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث قتادہ سے سنکر میں کوفہ آگیا اور یہ پوری حدیث میں نے ان کی سند "یعنی قتادہ عن انس " سے بیان کی، پھر جب میں دوبارہ قتادہ کے پاس گیا اور یہ حدیث ان سے ذکر کی تو اس وقت قتادہ نے کہا کہ "انا فتحنالک فتحامبینا" کی تفسیر تو حضرت انسؓ سے میں نے بلاواسطہ روایت کی ہے اور "هنيئا مريئا " کو میں عکرمہ کے واسطے سے روایت کرتا ہوں۔

دراصل قتادہ نے پہلے تدلیس کی تھی، اس حدیث کے دو جزء ہیں، پہلے جزء میں "فتحامبینا" کی تفسیر بیان کی گئی ہے کہ اس سے مراد "صلح حدیبیہ " ہے اور دوسرے جزء میں....ليدخل المؤمنين والمؤمنات.... کا سبب نزول بیان کیا گیا ہے کہ صحابہ نے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہمارے لیے تو کوئی بشارت نازل نہیں ہوئی تو اللہ جل شانہ نے یہ آیت اتاری، حدیث کا پہلا جزء قتادہ براہ راست حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں اور دوسرا جزء وہ براہ راست حضرت انسؓ سے روایت نہیں کرتے بلکہ درمیان میں "عکرمہؒ" کا واسطہ ہے ، قتادہ نے جب پہلی بار شعبہ کو یہ حدیث سنائی تو عکرمہ کا واسطہ ذکر نہیں کیا پھر جب وہ دوبارہ ان کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ حدیث کا یہ دوسرا جزء میں عکرمہ سے روایت کرتا ہوں۔

قتادہ مدلسین میں مشہور ہیں لیکن امام بخاری اور امام مسلم ان مدلسین کی وہی روایت نقل کرتے ہیں جن میں "سماع" کی تصریح ہو۔

٣٩٤٠ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا أَبُو عامِرٍ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ، عَنْ مَجْزَأَةَ بْنِ زَاهِرٍ الْأَسْلَمِيِّ ، عَنْ أَبِيهِ ، وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ الشَّجَرَةَ ، قَالَ : إِنِّي لَأُوقِدُ تَحْتَ الْقِدْرِ بِلُحُومِ

(۱۲) سورۃ الفتح: ۵/

الْحُمُرِ ، إِذْ نَادَى مُنَادِي رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ : إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَنْهَاكُمْ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ
وَعَنْ مَجْزَأَةَ ، عَنْ رَجُلٍ مِنْهُمْ ، مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ ، اسْمُهُ أُهْبَانُ بْنُ أَوْسٍ ، وَكَانَ اشْتَكَى رُكْبَتَهُ ، فَكَانَ إِذَا سَجَدَ جَعَلَ تَحْتَ رُكْبَتِهِ وِسَادَةً

مجزاہ بن زاہر اسلمی کی بخاری میں صرف دو روایتیں ہیں، ایک یہ اور ایک اس سے متصل اگلی روایت۔ (۱۳) یہ اپنے والد زاہر اسلمیؓ سے روایت کرتے ہیں ﴿وکان ممن شهد الشجرة﴾ "اور وہ صلح حدیبیہ میں حاضر تھے" اسی جملے کی مناسبت سے اس روایت کو یہاں امام بخاری ذکر کررہے ہیں، روایت میں "لحوم حمر" (گدھوں کے گوشت) کی حرمت بیان کی گئی ہے جس کی تفصیل آگے غزوۂ خیبر کے بیان میں آئے گی کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لحوم حمر کی حرمت کا اعلان غزوۂ خیبر میں کیا تھا۔

وعن مجزاة عن رجل منهم من اصحاب الشجرة اسمه أهبان بن اوس

یہ ماقبل سند کے ساتھ متصل ہے، مجزاہ ایک اور آدمی سے روایت کرتے ہیں جو اصحاب الشجرہ میں سے ہیں، ان کا نام "اُہبان بن اوس ہے" (۱۴) ان کو گھٹنے میں تکلیف تھی تو سجدہ کرتے وقت گھٹنے کے نیچے وسادہ رکھ لیا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ عذر کی وجہ سے ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

۳۹۴۱ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ : كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ أُتُوا بِسَوِيقٍ ، فَلَاكُوهُ
تَابَعَهُ مُعَاذٌ ، عَنْ شُعْبَةَ . [ر : ۲۰۶]

حضرت سوید بن النعمانؓ جو "اصحاب شجرہ" میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ستو لایا گیا تو انہوں نے اس کو گھول کر پیا۔

تابعه معاذ عن شعبة

یعنی معاذ نے شعبہ سے روایت کرکے، ابن ابی عدی کی متابعت کی ہے، اس متابعت کو اسماعیلی نے موصولا نقل کیا ہے۔ (۱۵)

---

(۱۳) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۲۲۳

(۱۴) اهبان (بضم الهمزة وسكون الهاء) بن اوس الاسلمي، الصحابي، وكان ابتنى داراً في الكوفة، ومات بها في صدر ايام معاوية.... يقال: انه هو الذي كلمه الذئب۔ (وانظر عمدة القاري: ۱۷/۲۲۳)

(۱۵) فتح الباری: ۷ / ۴۵۳

۳۹٤۲ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيعٍ : حَدَّثَنَا شَاذَانُ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ : سَأَلْتُ عَائِذَ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ ، هَلْ يُنْقَضُ الْوِتْرُ ؟ قَالَ : إِذَا أَوْتَرْتَ مِنْ أَوَّلِهِ فَلَا تُوتِرْ مِنْ آخِرِهِ .

"شاذان" کے معنی فرحان کے آتے ہیں، یہ لقب ہے، نام ان کا "اسود بن عامر" ہے، (۱٦) یہ شعبہ سے نقل کرتے ہیں اور شعبہ "ابوجمرہ" سے روایت کرتے ہیں، ابوجمرہ کا نام "نصر بن عمران" ہے۔

انہوں نے عائذ بن عمرو سے سوال کیا اور یہ اصحاب الشجرہ میں سے ہیں کہ کیا نقض وتر کیا جاسکتا ہے ؟ تو انہوں نے فرمایا جب اول لیل میں تم نے وتر کو پڑھ لیا تو آخر لیل میں پھر وتر نہ پڑھو۔

مسئلہ نقض وتر!

اسحاق بن راھویہ نقض وتر کے قائل ہیں اور بعض صحابہ سے بھی نقض وتر کی روایت منقول ہے لیکن حضرات حنفیہ فرماتے ہیں کہ نقض وتر کوئی چیز نہیں ہے، امام مالک اور امام شافعی کے یہاں بھی نقض وتر کوئی چیز نہیں ہے، امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اصل یہی ہے کہ نقض وتر نہ کیا جائے لیکن اگر کوئی کرلے تو میرا خیال ہے کہ اس کے لیے جواز کی گنجائش نکل سکتی ہے کیونکہ بعض صحابہؓ سے نقض وتر منقول ہے۔ (۱۸)

نقض وتر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اول لیل میں کوئی وتر پڑھ کر سوگیا، آخر لیل میں اس کی آنکھ کھلی اور اب وہ تہجد پڑھنا چاہتا ہے تو چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے .... "اجعلوا اخر صلوتکم باللیل وترا" (۱۹) (رات میں وتر کو آخری نماز بناؤ) اس لیے اول لیل میں جو وتر پڑھا تھا اس کا نقض کردیا جائے اور یہ نقض وتر اس طرح ہوگا کہ تہجد پڑھنے سے پہلے ایک رکعت، عشا کے بعد پڑھے ہوئے وتر کی ان تین رکعات کے ساتھ ملانے کی نیت سے پڑھ لی جائے تو یہ چار رکعت ہوکر نفل بن جائیں گی اور اول لیل میں پڑھا ہوا وتر منقوض ہوجائے گا۔

روایت باب میں نقض وتر کی نفی مذکور ہے، باقی "اجعلوا اخر صلوتکم باللیل وترا" کا مطلب یہ ہے اگر کسی کو یقین ہے کہ وہ تہجد کے وقت بیدار ہوگا تو وہ وتر اس وقت کے لیے چھوڑ دے اور تہجد کے بعد

---

(۱٦) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۲۲

(۱۸) چنانچہ مسند احمد میں حضرت ابن عمرؓ سے نقض وتر منقول ہے دیکھیے مجمع الزوائد: ۲/ ۲۴۶

(۱۹) صحیح بخاری، باب لیجعل آخر صلوتہ وترا، کتاب الصلوۃ: ۱/ ۱۳٦ ـ و صحیح مسلم، باب صلاۃ اللیل و عدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۱/ ۲۵٤

اس کو ادا کرے لیکن اگر کسی نے اول لیل میں وتر پڑھ لیا ہے تو تہجد کے وقت دوبارہ نہیں پڑھے گا کیونکہ طلق بن علی رضی اللہ عنہ کی روایت ابوداود میں موجود ہے اور اس کو نسائی اور ترمذی نے بھی نقل کیا ہے، امام ترمذی نے اس کو "حسن" قرار دیا ہے، ابن حبان اور ابن خزیمہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، آپؐ نے فرمایا۔ "لاوتران فی لیلة" (۲۰) یعنی ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں۔

۳۹۴۳ : حدَّثني عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَسِيرُ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ ، وَعُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ يَسِيرُ مَعَهُ لَيْلاً ، فَسَأَلَهُ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ عَنْ شَيْءٍ فَلَمْ يُجِبْهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ، ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ ، ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ : ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا عُمَرُ ، نَزَرْتَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ كُلَّ ذٰلِكَ لَا يُجِيبُكَ ، قَالَ عُمَرُ : فَحَرَّكْتُ بَعِيرِي ثُمَّ تَقَدَّمْتُ أَمَامَ المُسْلِمِينَ ، وَخَشِيتُ أَنْ يَنْزِلَ فِيَّ قُرْآنٌ ، فَمَا نَشِبْتُ أَنْ سَمِعْتُ صَارِخًا يَصْرُخُ بِي ، قَالَ : فَقُلْتُ : لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ قَدْ نَزَلَ فِيَّ قُرْآنٌ ، وَجِئْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ، فَقَالَ : «لَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ سُورَةٌ ، لَهِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَرَأَ : «إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا»» [۴۵۵۳ ، ۴۷۲۵]

حضرت اسلمؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تشریف لے جارہے تھے یہاں اس سفر کی تعیین نہیں ہے، طبرانی کی روایت میں تصریح ہے کہ یہ حدیبیہ کا سفر تھا، (۲۱) حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے واپس آرہے تھے، حضرت عمرؓ آپ کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے، رات کا وقت تھا، حضرت فاروقؓ نے آپ سے کوئی بات پوچھی، آپؐ نے ان کو جواب نہیں دیا، جواب آپؐ نے اس لیے نہیں دیا کہ ذکر قلبی میں آپ مشغول تھے اور التفات نہیں ہوا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت آپؐ پر وحی نازل ہورہی ہو، اس لیے جواب نہیں دیا، حضرت عمرؓ یہ سمجھے کہ آپؐ نے ان کا سوال سنا نہیں، چنانچہ دوبارہ سوال کیا لیکن آپؐ نے جواب نہیں دیا تیسری مرتبہ پوچھنے پر بھی آپؐ نے جواب نہیں دیا، جب تین مرتبہ سوال کیا اور آپؐ کی طرف سے جواب نہیں ملا تو حضرت عمرؓ نے کہا۔

ثکلتک امک، یاعمر، نزرت (۲۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث مرات، کل ذلک لایجیبک

یعنی اے عمر! تیری ماں تجھے گم کردے، تونے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین مرتبہ (سوال کے جواب

(۲۰) رواہ ابوداود، رقم ۱۴۳۹ فی الصلاۃ، باب فی نقض الوتر، والترمذی، رقم ۴۷۰، فی الصلاۃ، باب ما جاء لاوتران فی لیلۃ والنسائی ۳/۲۲۹، ۲۳۰ فی قیام اللیل، باب نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الوتر فی لیلۃ، وانظر تفصیل المسئلۃ فی الفتح: ۲/۴۸۱ کتاب الوتر۔

(۲۱) فتح الباری: ۸/ ۵۸۳ (۲۲) نزرت (بفتح النون وتشدید الزاء) ای: الححت وضیقت علیہ حتی احرجتہ (عمدۃ القاری: ۱۶/۲۲۵)

کے لیے) اصرار کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بار بھی تجھے جواب نہیں دیا، حضرت عمرؓ کو تشویش اور پریشانی لاحق ہوئی، عمرؓ فرماتے ہیں، میں نے اپنے اونٹ کو ایڑ لگائی اور میں مسلمانوں سے آگے چلا گیا، حضرت عمرؓ اس سے قبل چونکہ کچھ جذباتی گفتگو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیقؓ سے کر چکے تھے اس لیے ڈر گئے اور انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ میرے بارے میں قرآن کی کوئی آیت اترے گی، عمرؓ فرماتے ہیں ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ میں نے ایک پکارنے والے کو سنا کہ وہ مجھے پکار رہا ہے، کہتے ہیں کہ مجھے ڈر ہوا کہ میرے بارے میں قرآن نازل ہوگیا ہے (اور اس میں مجھ پر عتاب آگیا ہے) چنانچہ میں آپؐ کے پاس آیا، سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آج رات مجھ پر ایک ایسی سورۃ نازل ہوئی ہے کہ وہ مجھے ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس کے اوپر سورج طلوع ہوتا ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ سورۃ مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب اور عزیز ہے، اس کے بعد آپؐ نے سورۃ فتح کی تلاوت فرمائی۔

٣٩٤٤ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قالَ : سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ حِينَ حَدَّثَ هٰذَا الحَدِيثَ ، حَفِظْتُ بَعْضَهُ ، وَثَبَّتَنِي مَعْمَرٌ ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ ، عَنِ الْمِسْوَرِ بنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ بنِ الحَكَمِ : يَزِيدُ أَحَدُهُما عَلَى صَاحِبِهِ قالَا : خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ عامَ الحُدَيْبِيَةِ في بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةً مِنْ أَصْحَابِهِ ، فَلَمَّا أَتَى ذَا الحُلَيْفَةِ ، قَلَّدَ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَهُ وَأَحْرَمَ مِنْهَا بِعُمْرَةٍ ، وَبَعَثَ عَيْنًا لَهُ مِن خُزَاعَةَ ، وَسَارَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى كانَ بِغَدِيرِ الْأَشْطَاطِ أَتَاهُ عَيْنُهُ ، قالَ : إِنَّ قُرَيْشًا جَمَعُوا لَكَ جُمُوعًا ، وَقَدْ جَمَعُوا لَكَ الْأَحابِيشَ ، وَهُمْ مُقَاتِلُوكَ ، وَصَادُّوكَ عَنِ الْبَيْتِ ، وَمانِعُوكَ . فَقَالَ : (أَشِيرُوا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيَّ ، أَتَرَوْنَ أَنْ أَمِيلَ إِلَى عِيَالِهِمْ وَذَرَارِيِّ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَصُدُّونَا عَنِ الْبَيْتِ ، فَإِنْ يَأْتُونَا كانَ ٱللهُ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ قَطَعَ عَيْنًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ، وَإِلَّا تَرَكْنَاهُمْ مَحْرُوبِينَ) . قالَ أَبُو بَكْرٍ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، خَرَجْتَ عامِدًا لِهٰذَا الْبَيْتِ ، لَا تُرِيدُ قَتْلَ أَحَدٍ ، وَلَا حَرْبَ أَحَدٍ ، فَتَوَجَّهْ لَهُ ، فَمَنْ صَدَّنَا عَنْهُ قاتَلْنَاهُ . قالَ : (امْضُوا عَلَى ٱسْمِ ٱللهِ) .

[ر : ١٦٠٨]

حفظت بعضه وثبتني معمر

اس جملے کے متعلق تفصیل سے کلام گزر چکا۔

وبعث عینا له من خزاعة

اس خزاعی جاسوس کا نام میں نے "بسر بن سفیان" بتایا تھا، (۲۳) بعض حضرات نے "بشر بن

(۲۳) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۲۵۔ ۲۲۶

سفیان" ان کا نام نقل کیا ہے ۔ (۲۴)

حتی کان بغدیر الاشطاط اتاہ عینه....

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ مقام عسفان میں جاسوس آیا تھا (۲۵) اور بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ "غدیر اشطاط" میں جاسوس آیا، لیکن ان میں کوئی تعارض نہیں ہے ۔ امام احمد بن حنبل نے جو روایت نقل کی ہے اس سے وضاحت ہوجاتی ہے ، "اتاہ عینه بغدیر الاشطاط وھو قریب من عسفان" چونکہ غدیر اشطاط اور عسفان قریب قریب ہیں اس لیے ایک روایت میں ایک کا نام اور دوسری روایت میں دوسرے مقام کا نام ذکر کردیا۔ (۲۶)

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ بخاری کتاب الشروط کی روایت سے تو پتہ چلتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام غمیم میں خالد بن ولید کے آنے کی اطلاع صحابہؓ کو دی تھی، (۲۷) چنانچہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "جزء الحج والعمرۃ" میں بھی نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع علی الغیب کے طور پر یہ بات اللہ نے بتائی تھی، جہاں تک جاسوس کا تعلق ہے تو جاسوس نے صرف قریش کے جمع ہونے کی خبر آپ کو دی تھی، خالد بن ولید کی آمد کی اطلاع اس نے نہیں دی.... لیکن ابن اسحاق کی روایت میں یہ صراحت موجود ہے کہ اس جاسوس نے حضرت خالد کی آمد کی خبر بھی دی اور قریش کے لشکر جمع کرنے کی اطلاع بھی دی۔ (۲۸)

ان روایات میں تطبیق کی صورت یہی ہوسکتی ہے کہ اصل میں اس جاسوس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں باتیں بتائی تھیں اور اس کی خبر سے مطلع ہونے کے بعد پھر آپؐ نے صحابہ کرامؓ کے سامنے اس کا ذکر کیا، لہذا جن روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولیدؓ کی اطلاع صحابہؓ کو دی اس کا مطلب یہ ہے کہ جاسوس کے اطلاع دینے کے بعد پھر آپؐ نے صحابہؓ کو بتایا، واللہ اعلم

وقد جمعوا لک الاحابیش الاشطاط

---

(۲۴) فتح الباری: ۷/ ۴۵۴

(۲۵) دیکھیے ، سیرۃ ابن ہشام: ۲/ ۲۲۲

(۲۶) فتح الباری: ۵/ ۳۳۲

(۲۷) چنانچہ بخاری، کتاب الشروط کی روایت میں ہے ﴿ حتی اذا کانوا ببعض الطریق، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ان خالد بن ولید بالغمیم فی خیل لقریش طلیعة، فخذوا ذات الیمین.... ﴾ صحیح بخاری، کتاب الشروط ، باب الشروط فی الجہاد، رقم ۲۷۳۱

(۲۸) دیکھیے ، سیرۃ ابن ہشام: ۲/ ۲۲۲

"احابیش" "احبوش" کی جمع ہے (۲۹) بعض حضرات نے کہا کہ اصل میں احبوش جماعت کو کہتے ہیں تو "احابیش" کے معنی ہوئے "جماعات" اور ابن درید نے کہا کہ "حبشی" ایک پہاڑ کا نام ہے، اس کے نیچے جمع ہوکر مختلف قبائل نے آپس میں عہد کیا تھا کہ مسلمانوں کے خلاف مشترکہ جنگ لڑیں گے، اس "حبشی" پہاڑ کی مناسبت سے ان لوگوں کو "احابیش" کہا گیا۔ (۳۰)

الاشطاط: یہ لفظ بخاری کے اکثر نسخوں میں نہیں ہے اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہم ہے، اس کو اگر درست تسلیم کیا جائے تو پھر کہنا پڑے گا کہ یہ "شطط" کی جمع ہے جس کے معنی تجاوز کے آتے ہیں[۳۱]

"الاحابیش الاشطاط" کے معنی ہوں گے ایسی جماعتیں جو تعداد اور شمار سے متجاوز ہیں اور یہ کنایہ ہوگا ان کی کثرت سے تو معنی ہوں گے۔ "جمعوالک الجماعات الکثیرۃ"

فقال: اشیروا، ایھاالناس علیّ، اترون ان امیل الی عیالھم وذراری ھؤلاء الذین یریدون ان یصدوناعن البیت

"چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لوگو! مجھے مشورہ دو، تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ جو لوگ ہمیں بیت اللہ سے روکنا چاہتے ہیں ان کے عیال اور بچوں کا میں رخ کروں۔"

فان یاتونا کان اللہ عزوجل قد قطع عینا من المشرکین والا ترکناھم محروبین

"پس اگر یہ لوگ ہمارے پاس (اپنے بچوں کی حفاظت کے لیے لڑنے) آگئے تو اللہ جل شانہ مشرکین سے ایک "جماعت" قطع کردے گا اور اگر وہ لوگ ہمارے پاس نہ آئیں تو ہم ان کو شکست خوردہ کرکے چھوڑ دیں گے۔"

فان یاتونا کان اللہ عزوجل قد قطع عینا من المشرکین

"عین" کے معنی جس طرح جاسوس کے آتے ہیں اسی طرح اس کے معنی "جماعت" کے بھی آتے ہیں، یہاں دونوں معنی مراد ہوسکتے ہیں اس جملے کے مختلف مطلب بیان کئے گئے ہیں۔

❶ ایک مطلب اس کا یہ بیان کیا گیا ہے کہ قریش کے ساتھ عرب کے مختلف قبائل جمع ہوگئے ہیں اور پیچھے ان کے اہل وعیال سب غیر محفوظ ہیں لہذا ہم ان قبائل کے گھروں پر حملہ کردیں، حملہ کی اطلاع پاکر قبائل کے یہ لوگ اپنے بچوں کی حفاظت کے لیے یا تو ہم سے لڑنے آجائیں گے تو قریش کی طاقت

---

(۲۹) تعلیقات لامع الدراری للشیخ زکریا: ۸/ ۲۲۷

(۳۰) دیکھیے النہایۃ لابن الاثیر: ۱/ ۳۳۰

(۳۱) وفی مختار الصحاح: ۳۳۷۔ ۳۳۸: الشطط بفتحتین، مجاوزۃ القدر فی کل شیئ، وفی الحدیث «لہا مہر مثلہا، لاوکس ولاشطط» ای لانقصان ولازیادۃ

کمزور ہوجائے گی کیونکہ ان کا جمع کیا ہوا لشکر منتشر ہوجائے گا اور یہی مطلب ہے۔ کان اللہ عز وجل قطع عینا من المشرکین کا، "ای کان اللہ عز وجل قطع من المشرکین جماعة" یعنی اللہ جل شانہ مشرکین سے ایک جماعت کو قطع اور جدا کردیں گے اور اگر وہ لوگ اپنے بچوں اور اہل وعیال کی حفاظت کے لیے نہیں آئے تو ہم ان کو شکست خوردہ کرکے چھوڑیں گے کہ ان کے بچوں، عورتوں اور گھروں پر قبضہ کرلیں گے۔

اس صورت میں "عین" کے معنی جماعت کے لیے گئے ہیں، یہ مطلب زادالمعاد میں حافظ ابن قیمؒ نے امام احمد بن حنبل کی روایت کے حوالہ سے متعین کیا ہے، وہاں روایت کے الفاظ ہیں.... ﴿ وان یجیئووا، تکن عنقا قطعها اللہ﴾ (۳۲) "عنق" جماعت کو کہتے ہیں اور چونکہ "عین" کے معنی "جماعت" کے بھی آتے ہیں (۳۳) اس لیے اس روایت کی وجہ سے یہاں بھی "عین" سے جماعت مراد ہوگی اور یہی مطلب مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے لامع الدراری میں بیان فرمایا، چنانچہ وہ فرماتے ہیں ﴿ ومعنی قوله: قطع عینا من المشرکین، ای جماعة من المشرکین؟ فان الکفار لما رجعوا الی اهلیهم، لم یبق مع اهل مکة منهم احد، فتقل جماعتهم....﴾ (۳۴)

❷ لیکن "قطع عینا من المشرکین" میں "عین" سے مراد اگر جاسوس لیں تو اس وقت مطلب ہوگا، جب ہم ان کفار کے گھروں پر حملہ کردیں اور وہ اپنے اہل وعیال کی حفاظت کے لیے ہمارے پاس آئیں تو پھر ہمیں اہل مکہ کی طرف جاسوس بھیجنے کی ضرورت نہیں رہے گی، کیونکہ جاسوس دشمن کی تعداد وغیرہ معلوم کرنے کے لیے بھیجا جاتا ہے اور جب ہمیں معلوم ہوگا کہ وہاں صرف قریش ہیں باقی قبائل چلے گئے ہیں تو جاسوس کی ضرورت نہیں رہے گی، "قطع عینا من المشرکین" کا مطلب ہوگا اللہ جل شانہ نے مشرکین کی طرف جاسوس بھیجنے کی ضرورت ہم سے قطع اور ختم کی، چنانچہ اس دوسرے مطلب کو بیان کرتے ہوئے صاحب لامع الدراری فرماتے ہیں۔ ﴿ ویمکن ان یکون المعنی انهم اذا رجعوا الیهم لم تحتج الی بعث جاسوس الی مکة لیعلم لنا علم من اجتمع فیها من الکفار، اذ لا یبقی هناک غیر قریش، فلا یحتاج الی بعث جاسوس، لحصول العلم بانه لیس فیها احد ممن سواهم ﴾ (۳۵)

❸ قطع عینا من المشرکین" میں "عینا" کو جاسوس کے معنی میں لیتے ہوئے اس جملے کا ایک مطلب علامہ عینی، قسطلانی اور محشی نے بھی بیان کیا ہے اور وہ یہ کہ اگر یہ مشرکین ہمارے پاس جنگ لڑنے آئیں تو اس صورت میں ہم نے جو جاسوس ان کی جانب بھیجا اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، جاسوس کے خبر لانے کے بعد پھر بھی مشرکین سے اگر قتال کی نوبت آگئی تو اس کا مطلب ہوگا کہ گویا ہم نے جاسوس بھیجا ہی نہیں، اللہ نے ہمارے جاسوس کو جو مشرکین کی خبر لانے کے لیے ہم نے بھیجا تھا قطع کردیا یعنی بے

---

(۳۲) زادالمعاد: ۳/ ۲۸۹ (۳۳) تعلیقات لامع الدراری: ۸/ ۲۲۵ (۳۴) لامع الدراری: ۸/ ۲۲۵ (۳۵) لامع الدراری: ۸/ ۲۲۶ - ۲۲۷

فائدہ اور بے اثر بنادیا (۳۶)۔

لیکن اس جملے کا یہ مطلب ٹھیک نہیں ہے کیونکہ اس مطلب کی بنیاد اس مفروضہ پر ہے کہ "جاسوس کا فائدہ جنگ سے بچنا ہوتا ہے، لہذا اگر جنگ ہوگئی تو جاسوس کا کوئی فائدہ نہیں" حالانکہ یہ مفروضہ ٹھیک نہیں، کیونکہ کئی مرتبہ جاسوس بھیجنے کے باوجود بھی جنگ چھڑ جاتی ہے لیکن جاسوس کی خبروں سے دوسری احتیاطی تدابیر میں مدد ملتی ہے اور جاسوس کا فائدہ ہوتا ہے۔

٣٩٤٥ : حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ : أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ : حَدَّثَنِي ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَمِّهِ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : أَنَّهُ سَمِعَ مَرْوَانَ بْنَ الحَكَمِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ : يُخْبِرَانِ خَبَرًا مِنْ خَبَرِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي عُمْرَةِ الحُدَيْبِيَةِ ، فَكَانَ فِيمَا أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْهُمَا : أَنَّهُ لَمَّا كَاتَبَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ سُهَيْلَ بْنَ عَمْرٍو يَوْمَ الحُدَيْبِيَةِ عَلَى قَضِيَّةِ الْمُدَّةِ ، وَكَانَ فِيمَا اشْتَرَطَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو أَنَّهُ قَالَ : لَا يَأْتِيكَ مِنَّا أَحَدٌ وَإِنْ كَانَ عَلَى دِينِكَ إِلَّا رَدَدْتَهُ إِلَيْنَا ، وَخَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ . وَأَبَى سُهَيْلٌ أَنْ يُقَاضِيَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ إِلَّا عَلَى ذٰلِكَ ، فَكَرِهَ الْمُؤْمِنُونَ ذٰلِكَ وَامَّعَضُوا ، فَتَكَلَّمُوا فِيهِ ، فَلَمَّا أَبَى سُهَيْلٌ أَنْ يُقَاضِيَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ إِلَّا عَلَى ذٰلِكَ ، كَاتَبَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ، فَرَدَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَبَا جَنْدَلِ بْنَ سُهَيْلٍ يَوْمَئِذٍ إِلَى أَبِيهِ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو ، وَلَمْ يَأْتِ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَحَدٌ مِنَ الرِّجَالِ إِلَّا رَدَّهُ فِي تِلْكَ الْمُدَّةِ ، وَإِنْ كَانَ مُسْلِمًا ، وَجَاءَتِ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ ، فَكَانَتْ أُمُّ كُلْثُومٍ بِنْتُ عُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ مِمَّنْ خَرَجَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، وَهِيَ عَاتِقٌ ، فَجَاءَ أَهْلُهَا يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَرْجِعَهَا إِلَيْهِمْ ، حَتَّى أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى فِي الْمُؤْمِنَاتِ مَا أَنْزَلَ

٣٩٤٦ : قَالَ ابْنُ شِهَابٍ : وَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ ، قَالَتْ : إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَمْتَحِنُ مَنْ هَاجَرَ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ بِهٰذِهِ الآيَةِ : «يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ» .

وَعَنْ عَمِّهِ قَالَ : بَلَغَنَا حِينَ أَمَرَ اللّٰهُ رَسُولَهُ ﷺ أَنْ يَرُدَّ إِلَى الْمُشْرِكِينَ مَا أَنْفَقُوا عَلَى مَنْ هَاجَرَ مِنْ أَزْوَاجِهِمْ ، وَبَلَغَنَا أَنَّ أَبَا بَصِيرٍ : فَذَكَرَهُ بِطُولِهِ . [ر : ١٦٠٨]

حدثنی اسحاق.... حدثنی ابن اخی بن شہاب

ابن شہاب کے بھتیجے کا نام "محمد بن عبداللہ ہے" ۔ (۳۷)

---

(۳۶) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۳۶ (۳۷) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۳۶

فکرہ المؤمنون ذلک وامعضوا، فتکلموا فیہ

امعضوا، اصل میں "انمعضوا" تھا، نون کا میم میں ادغام ہوکر "امّعضوا" بنا، اس کے معنی ہیں، بے مزہ ہونا، ناپسند کرنا، مطلب یہ ہے کہ اہل ایمان اس صلح سے بے مزہ ہوئے اور دل ہی دل میں کڑھتے رہے۔

وجاءت المؤمنات مهاجرات....

مسلمان عورتیں صلح حدیبیہ کے بعد آپ ؐ کے پاس آئیں، مشرکین نے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو واپس کردینے سے انکار کردیا.... ایک تو اس لیے کہ صلح میں "رجل" کا لفظ تھا، لہذا عورت شرائط صلح کی پابندی میں داخل نہیں تھی اور دوسرے اس لیے کہ قرآن نے حکم دیدیا تھا۔ "فلاترجعوهن الی الکفار" (۳۸)

یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ "فلا ترجعوهن" کا حکم صلح کے حکم عام میں تخصیص تھی یا صلح کے حکم کا نسخ تھا، اس سلسلے میں ابن عربی اور دوسرے حضرات کی رائے یہ ہے کہ حکم قرآنی سے صلح کے حکم عام میں تخصیص ہوئی ہے، البتہ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ حکم قرآنی اس حکم کے لیے ناسخ ہے۔

اس صورت میں یہ مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا قرآن سنت کے لیے ناسخ ہوسکتا ہے؟ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول مشہور یہ ہے کہ قرآن سنت کے لیے ناسخ نہیں ہوسکتا، لیکن دوسرے حضرات فرماتے ہیں جس طرح قرآن کی ایک آیت دوسری آیت کے لیے ناسخ بن سکتی ہے اسی طرح قرآن حدیث کے لیے بھی ناسخ ہوسکتا ہے۔ (۳۹)

۳۹٤۷/۳۹٤۹ : حدّثنا قُتَيْبَةُ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا خَرَجَ مُعْتَمِرًا فِي الْفِتْنَةِ ، فَقَالَ : إِنْ صُدِدْتُ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْنَا كما صَنَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ ، فَأَهَلَّ بِعُمْرَةٍ ، مِنْ أَجْلِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كانَ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ عامَ الحُدَيْبِيَةِ .

(۳۹٤۸) : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ : أَنَّهُ أَهَلَّ وَقَالَ : إِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَعَلْتُ كما فَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ ، حِينَ حَالَتْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ ، وَتَلَا : «لَقَدْ كانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ» .

(۳۹٤۹) : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْماءَ : حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ ابْنَ عَبْدِ اللهِ وَسَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَاهُ : أَنَّهُمَا كَلَّمَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ . وَحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْماعِيلَ :

---

(۳۸) سورۃ الممتحنۃ / ۱۰

(۳۹) دیکھیے، کشف الاسرار علی اصول فخر الاسلام: ۳/۱۷۵ ـ ۱۷۶ ـ باب تقسیم الناسخ۔

حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ بَعْضَ بَنِي عَبْدِ اللّٰهِ قالَ لَهُ : لَوْ أَقَمْتَ الْعَامَ ، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ لَا تَصِلَ إِلَى الْبَيْتِ ، قالَ : خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُونَ الْبَيْتِ ، فَنَحَرَ النَّبِيُّ ﷺ هَدَايَاهُ ، وَحَلَقَ وَقَصَّرَ أَصْحَابُهُ . وَقالَ : أُشْهِدُكُمْ أَنِّي أَوْجَبْتُ عُمْرَةً ، فَإِنْ خُلِّيَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْبَيْتِ طُفْتُ ، وَإِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْبَيْتِ صَنَعْتُ كَمَا صَنَعَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ، فَسَارَ سَاعَةً ، ثُمَّ قالَ : ما أُرَى شَأْنَهُمَا إِلَّا وَاحِدًا ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ حَجَّةً مَعَ عُمْرَتِي ، فَطَافَ طَوَافًا وَاحِدًا ، وَسَعْيًا وَاحِدًا ، حَتَّى حَلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا . [ر : ۱۵۵۸]

حدثنا قتیبۃ عن مالک....

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فتنہ کے زمانے میں عمرہ کے ارادے سے نکلے (فتنہ سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حجاج بن یوسف کا قضیہ مراد ہے) فرمانے لگے اگر مجھے بیت اللہ جانے سے روک دیا گیا تو پھر ہم وہی طریقہ اختیار کریں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا تھا، چنانچہ آپؓ نے عمرے کا احرام باندھا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حدیبیہ کے سال عمرے کا احرام باندھا تھا۔

حدثنا مسدد....

اس روایت میں بھی حضرت ابن عمرؓ کے عمرے کا مذکورہ واقعہ ہے۔

حدثنا عبداللہ بن محمد....

یہ تیسری سند سے امام بخاریؒ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا واقعہ ذکر کررہے ہیں اور یہ **مفصل** ہے۔

۳۹۵۰/۳۹۵۱ : حدّثني شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ : سَمِعَ النَّضْرَ بْنَ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا صَخْرٌ ، عَنْ نَافِعٍ قالَ : إِنَّ النَّاسَ يَتَحَدَّثُونَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَسْلَمَ قَبْلَ عُمَرَ ، وَلَيْسَ كَذٰلِكَ ، وَلٰكِنْ عُمَرُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ أَرْسَلَ عَبْدَ اللّٰهِ إِلَى فَرَسٍ لَهُ عِنْدَ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ ، يَأْتِي بِهِ لِيُقَاتِلَ عَلَيْهِ ، وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُبَايِعُ عِنْدَ الشَّجَرَةِ ، وَعُمَرُ لَا يَدْرِي بِذٰلِكَ ، فَبَايَعَهُ عَبْدُ اللّٰهِ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَى الْفَرَسِ ، فَجَاءَ بِهِ إِلَى عُمَرَ ، وَعُمَرُ يَسْتَلْئِمُ لِلْقِتَالِ ، فَأَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يُبَايِعُ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ، قالَ : فَانْطَلَقَ ، فَذَهَبَ مَعَهُ حَتَّى بَايَعَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ، فَهِيَ الَّتِي يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَسْلَمَ قَبْلَ عُمَرَ

شجاع بن الولید امام بخاری کے اقران میں سے ہیں اور ان کی بخاری میں صرف یہی ایک روایت ہے، (۴۰)

---

(۴۰) عمدۃ القاری: ۲۲۸/۱۷۔

یہ "نضر بن محمد" سے روایت کرتے ہیں، نضر بن محمد کی بھی بخاری میں صرف یہی ایک روایت ہے (۴۱)۔
نافع کہتے ہیں کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ، حضرت عمرؓ سے پہلے مسلمان ہوئے حالانکہ یہ بات ٹھیک نہیں بلکہ ہوا یہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدیبیہ کے موقع پر عبداللہ بن عمرؓ کو ایک انصاری کے پاس اپنا گھوڑا لانے کے لیے بھیجا تھا، اس دوران حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تحت الشجرہ بیعت لینا شروع کردیا، حضرت عمرؓ کو ابھی معلوم نہیں تھا کہ بیعت کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے، عبداللہ بن عمرؓ نے پہلے بیعت کی، پھر گھوڑا لانے گئے، جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس گھوڑا لائے تو آپؓ جنگ کے لیے زرہ پہن رہے تھے، حضرت ابن عمرؓ نے ان کو بتلایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیعت لے رہے ہیں، چنانچہ حضرت عمرؓ گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، بس اتنی سی بات تھی کہ لوگوں نے چرچا شروع کردیا کہ ابن عمرؓ حضرت عمرؓ سے پہلے مسلمان ہوئے ہیں۔

(۳۹۵۱) : وَقَالَ هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ : حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعُمَرِيُّ : أَخْبَرَنِي نَافِعٌ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّاسَ كَانُوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ ، تَفَرَّقُوا فِي ظِلَالِ الشَّجَرِ ، فَإِذَا النَّاسُ مُحْدِقُونَ بِالنَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ : يَا عَبْدَ اللّٰهِ ، انْظُرْ مَا شَأْنُ النَّاسِ قَدْ أَحْدَقُوا بِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ؟ فَوَجَدَهُمْ يُبَايِعُونَ ، فَبَايَعَ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى عُمَرَ ، فَخَرَجَ فَبَايَعَ .

یہ تعلیق ہے، اسماعیلی نے اس کو موصولاً نقل کیا ہے، (۴۲) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ میں جو لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے وہ وہاں درختوں کے سایہ میں منتشر ہوگئے تھے۔ اچانک میں نے دیکھا لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گھیرا ڈالے ہوئے ہیں تو حضرت عمرؓ نے کہا، عبداللہ! ذرا دیکھو یہ کیا قصہ ہے؟ ابن عمرؓ جب گئے تو دیکھا کہ لوگ بیعت کررہے ہیں، چنانچہ خود بیعت کرلی، پھر آکر حضرت عمرؓ کو اطلاع دی تو آپؓ بھی گئے اور بیعت کی۔

اس سے پہلی روایت میں تھا کہ حضرت عمرؓ نے عبداللہؓ سے کہا تھا کہ انصاری کے پاس میرا گھوڑا ہے وہ لیتے آؤ اور اس روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ذرا دیکھو کہ یہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد کیوں جمع ہورہے ہیں۔

لیکن ان دونوں باتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ ممکن ہے حضرت عمرؓ نے ابن عمرؓ سے دونوں باتیں کہی ہوں کہ گھوڑا لیتے آؤ اور دیکھو یہ لوگ کیوں جمع ہورہے ہیں، ایک راوی نے ایک بات بیان

---

(۴۱) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۲۸ (۴۲) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۲۹

کردی اور دوسرے راوی نے دوسری بات ذکر کر دی۔ (۴۳) واللہ اعلم

۳۹۵۲ : حدثنا ابن نمير : حدثنا يعلى : حدثنا إسماعيل قال : سمعت عبد الله بن أبي أوفى رضي الله عنهما قال : كنا مع النبي ﷺ ، حين اعتمر ، فطاف فطفنا معه ، وصلى فصلينا معه ، وسعى بين الصفا والمروة ، فكنا نستره من أهل مكة لا يصيبه أحد بشيء .

[ر : ۱۵۲۳]

یہ محمد بن عبداللہ بن نمیر ہیں، فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ نے فرمایا کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمرۃ القضاء کرنے گئے، آپؐ نے طواف کیا اور ہم نے بھی آپؐ کے ساتھ طواف کیا، آپؐ نے نماز پڑھی، ہم نے بھی آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر آپؐ نے صفا و مروہ کے درمیان سعی کی، ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مکہ کے شر اور ان کی ایذاء رسانی کے خوف سے چھپائے ہوئے تھے، یعنی آپؐ کو گھیرے میں لے کر چل رہے تھے کہ آپؐ کو کوئی تکلیف نہ پہنچاوے۔

اس روایت میں "عمرۃ القضاء" کا واقعہ ہے، اس کا تعلق بظاہر صلح حدیبیہ سے نہیں ہے لیکن چونکہ "عمرۃ القضاء" کا فیصلہ حدیبیہ کے موقع پر ہوا تھا اس مناسبت کی بناء پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت یہاں ذکر فرمائی۔

۳۹۵۳ : حدثنا الحسن بن إسحق : حدثنا محمد بن سابق : حدثنا مالك بن مغول قال : سمعت أبا حصين قال : قال أبو وائل : لما قدم سهل بن حنيف من صفين أتيناه نستخبره ، فقال : اتهموا الرأي ، فلقد رأيتني يوم أبي جندل ولو أستطيع أن أرد على رسول الله ﷺ أمره لرددت ، والله ورسوله أعلم ، وما وضعنا أسيافنا على عواتقنا لأمر يفظعنا إلا أسهلن بنا إلى أمر نعرفه قبل هذا الأمر ، ما نسد منها خصما إلا انفجر علينا خصم ما ندري كيف نأتي له

[ر : ۳۰۱۰]

حسن بن اسحاق کی بخاری میں فقط یہی ایک روایت آئی ہے۔ (۴۴)

قال ابو وائل: لما قدم سهل بن حنيف من صفين، اتيناه نستخبره

ابو وائل کا نام شقیق بن سلمہ ہے، فرماتے ہیں کہ جب سہل بن حنیف صفین سے آئے تو ہم ان کے پاس آئے تاکہ ان سے خبریں پوچھیں۔

---

(۴۳) فتح الباری: ۷/ ۴۵۷

(۴۴) وكان حسن بن اسحاق من اصحاب ابن المبارك، ومات سنة احدى واربعين ومائتين ، ومالهفي البخاري سوى هذا الحديث۔ (وانظر فتح الباری: ۷/ ۴۵۸)

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں اشکال ہوتا ہے کہ اس روایت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ابووائل جنگ صفین میں شریک نہیں تھے، حضرت سہل بن حنیف جنگ صفین میں شریک تھے، جب وہ جنگ صفین سے واپس ہوئے تو ان سے حالات معلوم کرنے کے لیے ابووائل ان کے پاس گئے جبکہ امام بخاریؒ نے اس روایت کو "کتاب الجہاد" میں نقل کیا ہے، اس میں یہ تصریح موجود ہے کہ ابووائل جنگ صفین میں بذات خود موجود تھے (۴۵) اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ سہل بن حنیف سے سوال ابووائل نے جنگ صفین ہی میں کیا تھا۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ جنگ صفین میں ابووائل موجود تھے اس میں کوئی شک نہیں، اسی طرح جن روایات میں ہے کہ ابووائل نے سہل بن حنیف سے جنگ صفین میں سوال کیا تھا وہ بھی ٹھیک ہے البتہ یہاں روایت باب میں حضرت ابووائل کا یہ فرمانا کہ سہل بن حنیف جب صفین سے واپس آئے تو ہم نے ان سے پوچھا، اس کے متعلق آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ جنگ سے واپسی کے بعد ابووائل کا ان سے سوال کرنا دوسرے لوگوں کو سنوانے کے لیے تھا، خود تو انہوں نے صفین ہی میں ان سے سوال کیا تھا لیکن اب سوال اس لیے کررہے ہیں تاکہ اور لوگ بھی سوال جواب سن سکیں۔

دراصل حضرت سہل بن حنیف پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کا یہ اعتراض تھا کہ آپ قتال میں اہل شام کے مقابلے میں زیادہ دلچسپی کا مظاہرہ نہیں کررہے ہیں، (۴۶) یہ سوال جب حضرت سہیل بن حنیف سے کیا گیا تو انہوں نے فرمایا۔

اتهموا الرای فلقد رایتنی یوم ابی جندل ولو استطیع ان ارد علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امره لرددت، واللہ ورسولہ اعلم

"تم اپنی رائے کو متہم سمجھو، میں نے یوم ابی جندل (صلح حدیبیہ) میں اپنے آپ کو دیکھا اگر اس دن میرے لیے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ رد کرنا ممکن ہوتا تو میں ضرور رد کردیتا لیکن اللہ اور اس کے رسولؐ زیادہ جانتے ہیں (کہ فائدہ کس چیز میں ہے)

حضرت سہیل بن حنیف کے اس جواب کا مطلب، اور پس منظر یہ ہے کہ جب حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان جنگ شروع ہوئی تو حضرت علیؓ کے ساتھیوں کو جنگ میں غلبہ حاصل ہونے لگا، حضرت معاویہؓ کے ساتھی زیادہ قتل ہونے لگے اور قریب تھا کہ جنگ میں انہیں مکمل شکست ہو، اس دوران

---

(۴۵) چنانچہ روایت کے الفاظ ہیں "الاعمش قال: سالت اباوائل اشهدت صفين؟ قال: نعم...." کتاب الجہاد، باب اثم من عاهد ثم غدر، رقم الحدیث ۳۱۸۱۔

(۴۶) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۳۱۰

حضرت عمرو بن العاص ؓ نے حضرت معاویہؓ کو مشورہ دیا کہ ایک صورت ایسی ہے کہ اگر ہم اس کو اختیار کریں تو یہ خونریزی رک سکتی ہے اور ان کا غلبہ موقوف ہوسکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس قرآن بھیجیں اور کہیں کہ یہ ہمارے اور آپ کے درمیان فیصلہ کرے گا، مجھے امید ہے کہ حضرت علیؓ اس پیشکش کو قبول کریں گے اور اس طرح قتال رک ف ہوجائے گا۔

چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن ا اص کے مشورے پر عمل کیا اور حضرت علیؓ سے کہا کہ ہمارے اور آپ کے درمیان فیصلہ قرآن کرے گا، حضرت علیؓ نے فرمایا، اس سے بہتر اور کیا صورت ہوسکتی ہے، اس موقع پر حضرت علیؓ کے بعض ساتھیوں نے حضرت علیؓ سے اختلاف کیا اور کہا کہ آپ قرآن کو اس وقت حکم تسلیم نہ کریں، اس وقت قتال جاری رکھنا چاہیئے کیونکہ ہمارا پلڑا بھاری ہے اور ہم مکمل غلبہ حاصل کرسکتے ہیں، اس پر حضرت سہل بن حنیفؓ نے لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا۔ ایها الناس، اتهموا انفسكم.... یعنی اے لوگو! تم اپنے آپ (اور اپنی رائے) کو بھی متہم سمجھو، یہ مت سمجھو کہ صرف تمہاری ہی رائے صحیح ہے، ہوسکتا ہے فریق مخالف کی رائے درست ہو، کیونکہ صلح حدیبیہ میں میں موجود تھا اور اس وقت میری بھی رائے تھی کہ جنگ ہونی چاہیئے، صلح نہیں ہونی چاہیئے لیکن اس وقت ہم نے اپنی رائے چھوڑ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے پر عمل کیا جس کا نتیجہ اچھا اور انجام بخیر ہوا جبکہ وہاں معاملہ کفر اور اسلام کا تھا اور یہاں تو مسلمانوں کے آپس کا مسئلہ ہے، لہذا اس میں اپنی ہی رائے کو درست سمجھ کر قتل مسلم کو بے دریغ جاری رکھنے پر اصرار نہیں ہونا چاہیئے۔

اس روایت کی یہ تفصیل امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں بیان کی ہے، یہاں بخاری کی روایت مختصر ہے۔ (۴۷)

وما وضعنا اسيافنا على عواتقنا لامر يفظعنا (۴۸) الا اسهلن بنا الى امر نعرفه قبل هذا الامر، ما نسد منها (۴۹) خصما الا انفجر علينا خصم ما ندري كيف ناتي له.

”اور ہم نے اپنے کاندھوں پر کسی ایسے امر کے لیے جو ہمیں گھبراہٹ میں ڈالتا ہو تلواریں نہیں اٹھائیں مگر یہ کہ وہ تلواریں ہمارے لیے اس معاملے کو آسان کردیتی تھیں لیکن جنگ صفین کا یہ معاملہ اتنا گنجلک اور پیچیدہ بن گیا ہے کہ ابھی ہم اس کی ایک جانب بند (اور درست) نہیں کرتے ہیں کہ دوسری جانب

(۴۷) دیکھیے، تعلیقات لامع الدراری: ۸ / ۵۰۔

(۴۸) الامر الفظيع: الشنيع الشديد، وقوله: يفظعنا اي: يوقعنا في امر فظيع شديد علينا؛ خصما: الخصم: الطرف، وخصم كل شئ: طرفه۔ (وانظر جامع الاصول: ۸/ ۳۲۱)

(۴۹) منها کی ضمیر "الامر" کی طرف راجع ہے، قواعد کے لحاظ سے بظاہر "منه" ہونا چاہیئے، چنانچہ ایک روایت میں "منه" ہے۔ (عمدۃ القاری: ۱۷ / ۲۲۰)۔

اس کی پھٹ پڑتی ہے، سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح اس معاملے کو سلجھائیں۔"

حضرت سہل بن حنیف کے اس جملے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں فتنے کا جو دروازہ کھلا ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ اس دروازے کو کس طرح بند کیا جائے، اس سے پہلے جب ہم جہاد کے لیے تلوار اٹھاتے اور کسی فتنے کو ختم کرنے جاتے تو وہ فتنہ ختم ہوجاتا تھا لیکن موجودہ فتنہ کی نوعیت اس سے بالکل مختلف ہے۔

چونکہ اس روایت میں حضرت سہل بن حنیف نے صلح حدیبیہ میں اپنی موجودگی کا ذکر کیا ہے اس مناسبت سے امام بخاریؒ نے یہ روایت یہاں تخریج کی ہے۔ واللہ اعلم

٣٩٥٤/٣٩٥٥ : حدّثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : أَتَى عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ ، وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلَى وَجْهِي ، فَقَالَ : (أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّ رَأْسِكَ) . قُلْتُ : نَعَمْ ، قَالَ : (فَاحْلِقْ ، وَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ، أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِينَ ، أَوِ انْسُكْ نَسِيكَةً) . قَالَ أَيُّوبُ : لَا أَدْرِي بِأَيِّ هٰذَا بَدَأَ .

(٣٩٥٥) : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ هِشَامٍ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ : كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَنَحْنُ مُحْرِمُونَ ، وَقَدْ حَصَرَنَا الْمُشْرِكُونَ . قَالَ : وَكَانَتْ لِي وَفْرَةٌ ، فَجَعَلَتِ الْهَوَامُّ تَسَّاقَطُ عَلَى وَجْهِي ، فَمَرَّ بِي النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : (أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّ رَأْسِكَ) . قُلْتُ : نَعَمْ ، قَالَ : وَأُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ : «فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ» . [ر : ١٧١٩]

باب : قِصَّةُ عُكْلٍ وَعُرَيْنَةَ .

٣٩٥٦/٣٩٥٧ : حدّثني عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ، عَنْ قَتَادَةَ : أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُمْ : أَنَّ نَاسًا مِنْ عُكْلٍ وَعُرَيْنَةَ ، قَدِمُوا الْمَدِينَةَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَتَكَلَّمُوا بِالْإِسْلَامِ ، فَقَالُوا : يَا نَبِيَّ اللَّهِ ، إِنَّا كُنَّا أَهْلَ ضَرْعٍ ، وَلَمْ نَكُنْ أَهْلَ رِيفٍ ،

وَاسْتَوْخَمُوا الْمَدِينَةَ ، فَأَمَرَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِذَوْدٍ وَرَاعٍ ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَخْرُجُوا فِيهِ فَيَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا ، فَانْطَلَقُوا حَتَّى إِذَا كَانُوا نَاحِيَةَ الْحَرَّةِ كَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ ، وَقَتَلُوا رَاعِيَ النَّبِيِّ ﷺ وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَبَعَثَ الطَّلَبَ فِي آثَارِهِمْ ، فَأَمَرَ بِهِمْ فَسَمَرُوا أَعْيُنَهُمْ ، وَقَطَعُوا أَيْدِيَهُمْ ، وَتُرِكُوا فِي نَاحِيَةِ الْحَرَّةِ حَتَّى مَاتُوا عَلَى حَالِهِمْ .

قَالَ قَتَادَةُ : بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعْدَ ذٰلِكَ كَانَ يَحُثُّ عَلَى الصَّدَقَةِ ، وَيَنْهَى عَنِ الْمُثْلَةِ .

وَقَالَ شُعْبَةُ وَأَبَانُ وَحَمَّادُ عَنْ قَتَادَةَ : مِنْ عُرَيْنَةَ . وَقَالَ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَأَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ : قَدِمَ نَفَرٌ مِنْ عُكْلٍ

۶ھ میں عکل اور عرینہ کا واقعہ پیش آیا، آٹھ آدمیوں کی جماعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی جن میں چار آدمیوں کا تعلق قبیلۂ عرینہ سے تھا، تین آدمی قبیلۂ عکل کے تھے اور ایک آدمی کسی دوسرے قبیلہ کا تھا (۱) انہوں نے آکر مدینہ میں اسلام قبول کیا اور وہاں رہنے لگے لیکن مدینہ منورہ کی آب وہوا ان کو موافق نہیں آئی اور یہ لوگ بیمار ہوگئے، آپ سے شکایت کی، آپ نے مدینہ سے باہر اپنے اونٹوں کے پاس انہیں جانے کی ہدایت کی اور فرمایا کہ اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پی لو، ٹھیک ہوجاؤ گے، یہ لوگ گئے اور دودھ وپیشاب کے استعمال سے بالکل تندرست ہوگئے۔

جب صحتمند ہوگئے تو ان اونٹوں کے نگہبان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راعی حضرت یسارؓ کو انہوں نے قتل کیا اور اونٹ لے کر بھاگے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ نے بیس آدمی حضرت کرز بن جابرؓ فہری کی قیادت میں ان کے تعاقب میں روانہ فرمائے، حضرت کرز بن جابرؓ فہری نے ان سب کو گرفتار کیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قتل کا حکم دیا، چنانچہ ان کی آنکھوں میں سلائی پھیری گئی اور ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر حرہ (پتھریلی زمین) کی ایک جانب میں ان کو ڈالدیا گیا اور اس طرح سب وہیں مرگئے۔ (۲)

واستوخموا المدینة

یعنی مدینہ کو انہوں نے آب وہوا کے اعتبار سے اپنے لیے موافق نہیں پایا، "ارض وخیمة" اس زمین کو کہتے ہیں جہاں کی آب وہوا موافق نہیں ہوتی۔

---

(۱) فتح الباری: ۱/ ۳۳۶۔ باب ابوال الابل

(۲) تفصیل کے لیے دیکھیے فتح الباری: ۱/ ۳۳۷۔ ۳۳۸ واقدی کے نزدیک یہ شوال ۶ھ کا، ابن اسحاق کے نزدیک جمادی الثانیۃ ۶ھ کا واقعہ ہے۔

اناکنا اهل ضرع ولم نکن اهل ریف

"ہم اہل ضرع تھے اہل ریف نہیں.... تھے" ضرع تھن کو کہتے ہیں اور "ریف" سرسبز کھیت کو کہتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ ہم جنگل اور دیہات کے رہنے والے ہیں وہاں جانور پالتے تھے اور ان کے دودھ پر گزارا ہوتا تھا شہری نہیں ہیں کہ کھیت اور کاشت کرتے ہوں (مدینہ منورہ کے لوگ کھیتی باڑی کرتے تھے)

فسمروا اعینهم وقطعوا ایدیهم

یہاں اشکال ہوتا ہے کہ اسلام میں "مثلہ" جائز نہیں ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلہ سے منع فرمایا ہے تو پھر ان لوگوں کا مثلہ کیوں کیا گیا؟ اس کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

❶ ابن شاہین اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ مثلہ کی حرمت سے پہلے کا ہے ابھی تک مثلہ کی حرمت کا اعلان نہیں ہوا تھا، بعد میں مثلہ کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ (۳)

❷ علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وقت تک عام مثلہ تو منسوخ ہوچکا تھا لیکن ابھی تک مثلہ کے بدلے مثلہ کا جواز برقرار تھا اور چونکہ ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راعی کو قتل کرکے ان کا مثلہ کیا تھا اس لیے قصاصاً ان کا بھی مثلہ کیا گیا، بعد میں قصاصا مثلہ بھی حرام کردیا گیا اور اب مثلہ کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے۔ (۴)

قال ابو عبداللہ: وقال شعبة وابان وحماد عن قتادة: من عرینة

امام بخاری فرماتے ہیں کہ شعبہ، ابان اور حماد نے قتادہ سے صرف "من عرینة" نقل کیا ہے قبیلۂ عکل کا نام ان حضرات نے نہیں لیا۔ شعبہ کی تعلیق کو امام بخاری نے کتاب الزکوۃ میں موصولا نقل کیا ہے، ابان بن زید کی تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے موصولا نقل کیا ہے اور حماد کی تعلیق کو امام ابوداود نے موصولا نقل کیا ہے۔ (۵)

وقال یحیی بن ابی کثیر وایوب عن ابی قلابة عن انس قدم نفر من عکل

یحیی اور ایوب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابوقلابہ کے واسطے سے جو روایت نقل کی ہے اس میں صرف قبیلۂ عکل کا نام ہے، عرینہ کا نام نہیں۔ یحیی بن کثیر کی اس تعلیق کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المحاربین میں موصولاً نقل کیا ہے (۶) اور ایوب کی روایت کو امام بخاری نے کتاب الطہارت میں موصولاً نقل کیا

---

(۳) فتح الباری: ۱/ ۳۴۰۔ ۳۴۱ (۴) فتح الباری: ۱/ ۳۴۰۔ ۳۴۱

(۵) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۲۳۔

(۶) صحیح بخاری، کتاب الردة والمحاربین، باب لم یحسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المحاربین من اهل الردة حتی هلکوا، رقم الحدیث ۶۸۰۳

ہے۔ (۷)

(٣٩٥٧) : حدثني مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ : حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ ، أَبُو عُمَرَ الحَوْضِيُّ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ وَالحَجَّاجُ الصَّوَّافُ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو رَجَاءٍ مَوْلَى أَبِي قِلَابَةَ ، وَكَانَ مَعَهُ بِالشَّامِ : أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ اسْتَشَارَ النَّاسَ يَوْمًا ، قَالَ : مَا تَقُولُونَ فِي هٰذِهِ الْقَسَامَةِ ؟ فَقَالُوا : حَقٌّ قَضَى بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَقَضَتْ بِهَا الخُلَفَاءُ قَبْلَكَ ، قَالَ : وَأَبُو قِلَابَةَ خَلْفَ سَرِيرِهِ ، فَقَالَ عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيدٍ : فَأَيْنَ حَدِيثُ أَنَسٍ فِي الْعُرَنِيِّينَ ؟ قَالَ أَبُو قِلَابَةَ : إِيَّايَ حَدَّثَهُ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ .

قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ ، عَنْ أَنَسٍ : مِنْ عُرَيْنَةَ وَقَالَ أَبُو قِلَابَةَ ، عَنْ أَنَسٍ : مِنْ عُكْلٍ ، ذَكَرَ الْقِصَّةَ . [ر : ٢٣١]

حدثنی ابورجاء مولی ابی قلابة....

اس سند پر اشکال ہوتا ہے کہ حماد بن زید کے دو استاذ ہیں، ایوب اور حجاج صواف تو "حدثنی" کے بجائے "حدثانی" تثنیہ کا صیغہ ہونا چاہیئے، علامہ عینی نے اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ایوب کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا وہ یہ روایت ابوقلابہ سے بلاواسطہ نقل کرتے ہیں یا ابورجاء کے واسطہ سے نقل کرتے ہیں جبکہ حجاج صواف کے متعلق یہ بات متعین ہے کہ وہ ابورجاء کے واسطہ سے نقل کرتے ہیں، اس لیے "حدثنی" مفرد کا صیغہ استعمال کیا کہ ضمیر حجاج صواف کی طرف راجع ہے، ایوب اس میں شامل نہیں۔ (۸) واللہ اعلم

وکان معہ بالشام

یعنی ابورجاء ابوقلابہ کے ساتھ شام میں تھے یہ روایت یہاں انتہائی اختصار کے ساتھ نقل کی گئی ہے، آگے کتاب الدیات میں مفصل آئے گی، انشاءاللہ وہیں اس پر تفصیلی گفتگو ہوگی۔

باب : غَزْوَةُ ذَاتِ الْقَرَدِ .

وَهِيَ الْغَزْوَةُ الَّتِي أَغَارُوا عَلَى لِقَاحِ النَّبِيِّ ﷺ قَبْلَ خَيْبَرَ بِثَلَاثٍ

---

(۷) صحیح بخاری، کتاب الطہارۃ، باب ابوال الابل، رقم ۲۳۳

(۸) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۲۳

"ذی قرد" یا "ذات قرد" ایک چشمے کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے ایک دن کی مسافت پر بلادِ غطفان میں واقع ہے۔

یہ غزوہ کب پیش آیا؟ اہل سیر اور مغازی کا اس پر اتفاق ہے کہ غزوۂ ذی قرد ۶ ھ میں حدیبیہ سے پہلے پیش آیا ہے، ابن سعد نے طبقات میں ربیع الاول ۶ ھ میں (۹) بعض حضرات نے جمادی الاولی ۶ ھ میں اور محمد بن اسحاق نے شعبان ۶ ھ میں اس کا وقوع بتایا ہے (۱۰) یہ تمام اقوال اس پر دلالت کررہے ہیں کہ غزوۂ ذی قرد حدیبیہ سے پہلے ہے کیونکہ حدیبیہ ذی قعدہ ۶ ھ میں پیش آیا ہے اور جب غزوۂ ذی قرد کا وقوع حدیبیہ سے پہلے ہے تو ظاہر ہے خیبر سے بھی پہلے ہوگا کیونکہ غزوۂ خیبر حدیبیہ کے بعد ۷ ھ میں پیش آیا ہے۔

لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے ہیں کہ یہ غزوۂ خیبر سے صرف تین دن پہلے واقع ہوا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ امام بخاریؒ اس کو حدیبیہ کے بعد مان رہے ہیں، حافظ ابن قیم اور علامہ بیہقی نے بھی امام بخاری کی مطابقت کی ہے، وہ بھی اس کو حدیبیہ کے بعد اور خیبر سے پہلے مانتے ہیں، (۱۱) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلمۃ بن الاکوع کی ایک مفصل روایت ذکر کی ہے اس سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہ خیبر سے تین دن پہلے ہے۔ (۱۲)

❶ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ نے تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت سلمۃ بن الاکوع کی مفصل روایت میں جس خیبر کا ذکر ہے ممکن ہے وہ مشہورہ غزوۂ خیبر نہ ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی طرف کئی بار لشکر روانہ فرمایا ہے، لیکن ان کی یہ بات وزنی اس لیے نہیں ہے کہ اس روایت میں یہ بھی ذکر ہے کہ حضرت علیؓ نے "مرحب یہودی" سے مقابلہ کیا، اور یہ مقابلہ مشہور غزوۂ خیبر ہی میں ہوا تھا لہٰذا اس کو کسی دوسرے غزوۂ خیبر پر محمول کرنا بلادلیل درست نہیں ہے۔ (۱۳)

❷ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں قسم کی روایات میں تطبیق کے لیے غزوۂ خیبر کو متعدد ماننے کے بجائے غزوۂ ذی قرد کو متعدد مانا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ عبدالرحمن بن حفص فزاری نے مقام ذی قرد میں آپ کی اونٹنیوں پر کئی بار شبخون مارا ہے، پس جس ذی قرد کو عام اہل سیر ذکر کرتے ہیں وہ حدیبیہ سے پہلے

---

(۹) طبقات ابن سعد: ۱/ ۸۰۔ ۸۱۔ غزوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الغابۃ

(۱۰) فتح الباری: ۷/ ۴۶۰

(۱۱) قال ابن القیم: (وهذه الغزوة كانت بعد الحديبية، وقد وهم فيها جماعة من اهل المغازي والسير، فذكروا انها كانت قبل الحديبية....) وانظر زاد المعاد ۳/ ۲۷۹۔ امام بیہقی نے بھی اس کو حدیبیہ کے بعد ذکر کیا ہے (دیکھیے دلائل بیہقی: ۴/ ۱۴۸)

(۱۲) کیونکہ اُس روایت کے آخر میں ہے "فرجعنا۔ ای من غزوة ذات قرد۔ الی المدینة، فواللہ ما لبثنا بالمدینة الا ثلاث ليال حتى خرجنا الى خيبر، صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب غزوة ذی قرد وغیرها

(۱۳) فتح الباری: ۷/ ۴۶۰۔ ۴۶۱

پیش آیا ہے اور امام بخاریؒ نے جس غزوۂ ذی قرد کو خیبر سے صرف تین دن پہلے بتایا ہے یہ دوسرا واقعہ ہے اور یہ حدیبیہ کے بعد پیش آیا ہے لہذا اب دونوں قسم کے اقوال میں کوئی تعارض نہیں رہے گا۔ (۱۴)
غزوۂ ذی قرد کی تفصیل آگے روایت میں آرہی ہے۔

٣٩٥٨ : حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا حاتِمٌ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ : سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ يَقُولُ : خَرَجْتُ قَبْلَ أَنْ يُؤَذَّنَ بِالْأُولَى ، وَكَانَتْ لِقَاحُ رَسُولِ اللهِ ﷺ تَرْعَى بِذِي قَرَدٍ ، قالَ : فَلَقِيَنِي غُلَامٌ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَالَ : أُخِذَتْ لِقَاحُ رَسُولِ اللهِ ﷺ ، قُلْتُ : مَنْ أَخَذَهَا ؟ قالَ غَطَفَانُ ، قالَ : فَصَرَخْتُ ثَلَاثَ صَرَخاتٍ : يَا صَبَاحَاهُ ، قَالَ : فَأَسْمَعْتُ ما بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِينَةِ ، ثُمَّ انْدَفَعْتُ عَلَى وَجْهِي حَتَّى أَدْرَكْتُهُمْ وَقَدْ أَخَذُوا يَسْتَقُونَ مِنَ الْمَاءِ ، فَجَعَلْتُ أَرْمِيهِمْ بِنَبْلِي ، وَكُنْتُ رَامِيًا ، وَأَقُولُ :

أَنَا ابْنُ الْأَكْوَعْ وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعْ

وَأَرْتَجِزُ ، حَتَّى اسْتَنْقَذْتُ اللِّقَاحَ مِنْهُمْ ، وَاسْتَلَبْتُ مِنْهُمْ ثَلَاثِينَ بُرْدَةً . قَالَ : وَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ وَالنَّاسُ ، فَقُلْتُ : يَا نَبِيَّ اللهِ ، قَدْ حَمَيْتُ الْقَوْمَ الْمَاءَ وَهُمْ عِطَاشٌ ، فَابْعَثْ إِلَيْهِمُ السَّاعَةَ ، فَقَالَ : (يَا ابْنَ الْأَكْوَعِ ، مَلَكْتَ فَأَسْجِحْ) . قالَ : ثُمَّ رَجَعْنَا وَيُرْدِفُنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى نَاقَتِهِ حَتَّى دَخَلْنَا الْمَدِينَةَ [ر : ٢٨٧٦]

حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ اس روایت میں واقعہ ذی قرد بیان فرما رہے ہیں کہ میں صبح کی اذان سے قبل مدینہ منورہ سے باہر غابہ (صحرا) کی طرف نکلا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں ذی قرد میں چر رہی تھیں تو عبدالرحمان بن عوفؓ کا غلام مجھے ملا، یہاں غلام کا نام نہیں بتایا، مسلم شریف کی روایت میں ان کا نام "رباح" آیا ہے لیکن مسلم کی روایت میں اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام کہا ہے۔ تاہم اس میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ عین ممکن ہے کہ غلام تو عبدالرحمن بن عوفؓ کا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے بھی حاضر ہوا کرتا ہو اس لیے اس کو آپؐ کا غلام بھی کہہ دیا گیا۔ (۱۵)

رباح نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں پکڑ لی گئی ہیں، میں نے کہا، کس نے؟ کہا، غطفان نے، چنانچہ میں نے تین مرتبہ "یاصباحاہ" بلند آواز سے پکارا اور مدینہ کی دو پتھریلی زمینوں کے درمیان کی پوری آبادی کو میں نے اپنی آواز سنا دی (ممکن ہے آپؓ کی آواز بہت بلند ہو اور یا ہوسکتا ہے کہ یہ

(۱۴) فتح الباری: ۷/ ۴۶۱ (۱۵) فتح الباری: ۷/ ۴۶۰

آپ کی کرامت ہو) اور پھر میں آگے کی طرف روانہ ہوگیا۔ حتی کہ میں نے ان شبخون مارنے والوں کو پالیا، وہ پانی پینا چاہ رہے تھے چنانچہ میں ان پر تیر برسانے لگا اور میں ایک بہترین تیرانداز تھا، یہ رجز بھی پڑھ رہا تھا

انا ابن الاکوع اليوم يوم الرضع

"میں اکوع کا بیٹا ہوں، آج کمینوں کی بربادی کا دن ہے۔"

رُضَّع: یہ "راضع" کی جمع ہے، راضع دودھ پینے والے کو کہتے ہیں لیکن کمینے اور ذلیل کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، اس معنی میں استعمال ہونے کا پس منظر یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک بخیل آدمی اپنا منہ اونٹنیوں کے تھن سے لگا کر دودھ پیتا تھا، اس کو یہ خوف رہتا تھا کہ اگر دودھ برتن میں نکالے گا تو پڑوسی دودھ دوہنے کی آواز سن کر کہیں مانگنے نہ آجائیں، چونکہ اس طرح دودھ پینا ایک کمینہ حرکت تھی اس لیے "راضع" کمینے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ (۱۶)

حضرت سلمہ فرماتے ہیں کہ میں یہ رجز پڑھ رہا تھا حتی کہ میں نے ان سے تمام اونٹنیاں چھڑوالیں اور تیس چادریں بھی میں نے ان سے چھین لیں (کہ بدحواسی کے عالم میں چادر بھی انہیں بوجھ محسوس ہورہی تھی اس لیے چادریں چھوڑ کر بھاگے جارہے تھے) اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ آگئے، میں نے کہا، اے اللہ کے نبیؐ! میں نے ان لوگوں کو پانی نہیں پینے دیا اور وہ پیاسے ہیں لہذا آپ ان کی طرف ابھی لشکر روانہ کیجیے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یاابن الاکوع ملکت فاسجح۔ اے ابن الاکوع! جب تم نے قابو پالیا ہے تو پھر اب نرمی سے کام لو، فرماتے ہیں کہ پھر ہم لوٹے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت کی بناء پر مجھے اپنا ردیف بنایا حتی کہ ہم مدینہ منورہ میں داخل ہوگئے۔

باب: غَزْوَةُ خَيْبَرَ

غزوۂ خیبر کے بارے میں جمہور اہل سیر ومغازی کی رائے یہ ہے کہ یہ ۷ھ میں پیش آیا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ سے واپس ہوئے تو ذی الحجہ اور اوائل محرم میں آپ مدینہ منورہ میں رہے اور آخر محرم میں آپ نے خیبر کی طرف خروج فرمایا، (۱۷) خیبر مدینہ منورہ سے آٹھ منزل (یعنی تقریباً دوسو میل) کے فاصلہ پر شام کی طرف واقع ایک جگہ کا نام ہے۔ (۱۸)

---

(۱۶) فتح الباری: ۷/ ۴۶۳

(۱۷) البدایۃ والنہایۃ: ۴/ ۱۸۱

(۱۸) طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۰۶۔ وسیرت النبی ۱/ ۴۷۵۔ بعض حضرات نے ۹۶ میل اور بعض نے ۱۸۰ کلومیٹر یعنی تقریباً سوا سو میل فاصلہ لکھا ہے۔

غزوۂ خیبر کا سبب

یہود کو جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلاوطن کرکے مدینہ منورہ سے نکالا تو یہ لوگ جاکر خیبر میں آباد ہوگئے اور وہاں مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف ہوگئے، ایک طرف تو یہ مشرکین مکہ کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنے کی کوششیں کرتے تھے اور دوسری جانب مدینہ میں منافقین کو مسلمانوں کے خلاف شہ دیتے تھے، اس لیے اب ضرورت تھی کہ ان پر حملہ کرکے ان کی طاقت کو ختم کیا جائے اور دعوت اسلام کی راہ میں ان کی رکاوٹوں کا سدباب کیا جائے، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ سے واپس تشریف لارہے تھے تو راستہ میں سورۃ فتح کی آیت نازل ہوئی، "وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونہا فعجل لکم ھذہ" "ھذہ" کا اشارہ غزوۂ خیبر ہی کی طرف ہے۔ (۱۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی!

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ سولہ سو صحابہؓ لیے، جن میں دو سو سوار تھے اور چودہ سو پیدل تھے، (۲۰) اس غزوہ میں جانے سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعۂ وحی اللہ جل شانہ نے حکم دیا کہ منافقین کو اپنے ساتھ اس سفر میں جانے کی اجازت نہ دیں کیونکہ صلح حدیبیہ میں یہ لوگ آپ کے ساتھ نہیں گئے تھے، بعض نے معذرت کرلی تھی اور بعض نے صاف انکار کردیا تھا اس لیے اس غزوے میں منافقین کو شامل سفر نہیں کیا گیا۔ (۲۱) ازواج مطہراتؓ میں سے آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لیا (۲۲) اور مدینہ منورہ میں صحیح روایت کے مطابق حضرت سباع بن عرفطہ کو آپؐ نے اپنا قائم مقام بنایا[۲۳]

آپؐ نے جاکر مقام "رجیع" میں پڑاؤ ڈالا، یہ مقام خیبر اور غطفان کے درمیان واقع ہے، یہاں قیام کی وجہ یہ تھی کہ غطفانی اہل خیبر کے حلیف تھے اور انہوں نے یہود خیبر کی مدد کے لیے لشکر بھی جمع کرلیا تھا، اگر مسلمان سیدھے جاکر خیبر پر حملہ آور ہوتے تو یہ لوگ مسلمانوں کے خلاف یہود کی مدد کے لیے پہنچ جاتے اس لیے انہیں مرعوب کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجیع میں قیام فرمایا اور ان لوگوں کو یہ خطرہ ہوا کہ اگر ہم یہود کی مدد کے لیے خیبر جائیں گے تو مسلمان پیچھے ہمارے گھروں پر حملہ کردیں گے چنانچہ یہ لوگ خود اپنا خطرہ محسوس کرکے واپس ہوئے اور یہود خیبر کی مدد کا ارادہ انہوں نے ترک کردیا۔ (۲۴)

---

(۱۹) دلائل النبوۃ بیہقی: ۴/ ۱۹۷

(۲۰) سیرت النبیؐ: ۲/ ۱۵ء۔ بحوالۂ زرقانی: ۲/ ۲۱۷۔

(۲۱) دیکھیے الدر المنثور فی التفسیر الماثور: ۶/ ۷۵۔ (۲۲) طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۰۶۔

(۲۳) طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۰۶ (۲۴) الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۴۷

جب آپؐ خیبر کے قریب پہنچے تو داخل ہونے سے قبل صحابہؓ سے فرمایا "ٹھہرو" اور یہ دعا پڑھی
اللھم رب السموات وما اظللن، ورب الارضین وما اقللن، ورب الشیاطین وما اضللن، ورب الریاح وما اذرین، نسالک خیر ھذہ القریة وخیر اھلھا، وخیر مافیھا، ونعوذبک من شرھا وشر اھلھا وشر ما فیھا، اقدموا بسم اللہ
روایات میں ان الفاظ سے مختصر الفاظ بھی آئے ہیں، لیکن ابن اثیر نے مذکورہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ (۲۵)

خیبر پر حملہ اور محاصرہ!

خیبر آپؐ رات کے وقت پہنچے اور چونکہ آپؐ کی عادت مبارکہ رات کے وقت حملہ کرنے کی نہیں تھی بلکہ آپؐ صبح کا انتظار کرتے تھے، اگر صبح اذان کی آواز سنائی دیتی تو حملہ نہیں کرتے اور اگر اذان کی آواز سنائی نہ دیتی تو آپ حملہ کردیتے اس لیے آپ نے صبح تک انتظار کیا جب اذان کی آواز نہیں آئی تو آپ نے حملہ کا ارادہ فرمایا، یہودی صبح اپنے باغات اور کھیتوں میں کام کرنے کے لیے نکلے جب آپؐ کو آتے دیکھا تو پکار اٹھے، "محمد والخمیس" اور جاکر قلعوں میں محصور ہوئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا۔ "اللہ اکبر! خربت خیبر، انا اذا نزلنا بساحة قوم فساء صباح المنذرین" (۲٦)

خیبر میں کئی قلعے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان قلعوں کی طرف بڑھے اور انہیں یکے بعد دیگرے فتح کرتے رہے، ان قلعوں کی تعداد اور ان میں فتح کی ترتیب میں روایات مختلف ہیں لیکن اکثر اہل مغازی نے چھ قلعوں کا ذکر کیا ہے۔

❶ سب سے پہلے "قلعۂ ناعم" فتح ہوا، اس قلعہ کی فتح میں ایک صحابی محمود بن سلمہؓ شہید ہوئے، حضرت محمود بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے بڑی دلیری اور جانبازی کے ساتھ حملہ کیا اور دیر تک لڑتے رہے، تھک کر کچھ دیر دم لینے کے لیے قلعہ کی دیوار کے سایہ میں بیٹھے، کنانہ بن ربیع نے قلعہ کی فصیل سے چکی کا پاٹ ان پر گرایا اور وہ شہید ہوگئے، لیکن یہ قلعہ بہت جلد فتح ہوا۔ (۲۷)

❷ قلعۂ ناعم کے بعد مسلمان "قلعۂ قموص" کی طرف بڑھے، یہ قلعہ تمام قلعوں میں سب سے زیادہ مضبوط اور مستحکم تھا، یہود کا مشہور پہلوان "مرحب" اسی قلعہ میں تھا جو ایک ہزار سواروں کے برابر سمجھا جاتا تھا، اس قلعہ کا محاصرہ تقریباً بیس روز تک جاری رہا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم درد شقیقہ کی وجہ سے خود میدان میں نہ آسکے، آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو جھنڈا دے کر بھیجا لیکن اس دن قلعہ فتح نہ ہوسکا، پھر آپؐ نے دوسرے دن حضرت فاروق اعظمؓ کو جھنڈا دے کر روانہ فرمایا لیکن اس روز بھی باوجود شدید جنگ

(۲۵) الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۲۷ (۲٦) البدایة والنہایة: ۴/ ۱۸۳
(۲۷) الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۲۸۔ وسیرۃ ابن ہشام: ۲/ ۳۳۲

کے قلعہ فتح نہ ہوسکا، ایک دن شام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اما واللہ، لاعطینها غدا رجلا یحب اللہ ورسوله ویحبه اللہ ورسوله یاخذها عنوة " بخدا کل میں ایسے آدمی کو علم دوں گا جو اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسولؐ اس سے محبت کرتے ہیں، وہ اس قلعہ کو زبردستی فتح کرلے گا۔ " اس رات ہر صحابی کو انتظار تھا کہ آپؐ کس کو جھنڈا عنایت فرمائیں گے اور ہر ایک کی خواہش تھی کہ جھنڈا اس کو ملے، اگلے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو طلب فرمایا، حضرت علیؓ آشوب چشم کی وجہ سے وہاں موجود نہ تھے، آپؐ نے انہیں بلایا اور ان کی آنکھوں پر لعاب دہن لگایا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کو شفا بخشی، پھر آپؐ نے ان کو جھنڈا عنایت فرمایا، چنانچہ حضرت علیؓ گئے، یہود کا مشہور پہلوان "مرحب" یہ رجز پڑھتا ہوا میدان میں اترا۔

قد علمت خیبر انی مرحب

شاکی السلاح بطل مجرب

"خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، سلاح پوش اور تجربہ کار ہوں"

حضرت سلمۃ بن الاکوع کے بھائی عامر بن الاکوع اس کے مقابلہ میں یہ رجز پڑھتے ہوئے نکلے۔

قد علمت خیبر انی عامر

شاکی السلاح، بطل مغامر

مرحب نے ان پر وار کیا، حضرت عامرؓ نے اپنی ڈھال سے اس کو روکا، پھر عامرؓ نے تلوار سے اس پر وار کیا، تلوار پلٹ کر خود آپ کے گھٹنے پر آکر لگی جس سے آپ شہید ہوئے، اس کے بعد حضرت علیؓ یہ رجز پڑھتے ہوئے مرحب کے مقابلے کے لیے خود تشریف لائے۔

انا الذی سمتنی امی حیدرہ

کلیث غابات کریہ المنظرہ

"میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے، جنگل کے شیر کی طرح نہایت ہی مہیب ہوں۔"

مرحب بڑے جوش سے آیا لیکن حضرت علیؓ نے تلوار اس زور سے ماری کہ اس کے سر کے دو ٹکڑے کردیئے، پھر مرحب کا بھائی "یاسر" آیا، مسلمانوں کی جانب سے حضرت زبیرؓ نے جاکر اس کا کام تمام کیا اور اس طرح بالآخر اللہ جل شانہ نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر قموص کا یہ مضبوط قلعہ فتح فرمایا۔ (۲۸)

(۲۸) دیکھیے البدایۃ والنهایۃ: ۴/ ۱۸۵۔ ۱۹۰ البدایۃ والنهایۃ میں یہ ذکر نہیں ہے کہ جس قلعہ کو حضرت علیؓ نے فتح کیا تھا وہ "قموص" تھا بلکہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ یہ قلعہ "وطیح وسلالم" تھا، البتہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے جس قلعہ کو فتح کیا وہ "قموص" تھا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ وکان اسم الحصن الذی فتحه علیؓ القموص وهو من اعظم حصونهم۔ (فتح الباری: ۷/۴۷۸)

اس قلعہ سے بہت سے قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے، ان ہی قیدیوں میں بنو نضیر کے سردار حیی بن اخطب کی بیٹی حضرت صفیہؓ تھیں جو بعد میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح میں آئیں۔ (۲۹)

❸ قلعۂ قموص کے فتح کرنے کے بعد مسلمان "قلعۂ صعب بن معاذ" کی طرف بڑھے، یہ قلعہ اشیاء خوردونوش کے لحاظ سے تمام قلعوں میں سب سے بڑا تھا، یہاں یہود نے خوراک کا بہت بڑا ذخیرہ جمع کر رکھا تھا چنانچہ مسلمانوں نے آسانی کے ساتھ اس کو بھی فتح کرلیا اور اس سے لشکر اسلام میں اشیاء خوردونوش کی کمی کی شکایت دور ہوئی۔ (۳۰)

❹ اس کے بعد مسلمان "قلّہ" نامی قلعہ کی طرف بڑھے، یہ پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا اور اسی وجہ سے اس کو "حصن قلّہ" کہتے تھے، یہ قلعہ بھی کافی مستحکم تھا، تین روز تک آپؐ نے اس کا محاصرہ جاری رکھا، اس اثناء میں ایک یہودی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اگر آپ ایک ماہ بھی ان کا محاصرہ کیے رہیں تب بھی یہ قلعہ فتح نہیں ہوگا کیونکہ کھانے کا سامان ان کے پاس وافر مقدار میں موجود ہے اور پانی یہ لوگ رات کے وقت اتر کر چوٹی کے دامن میں واقع چشمے سے بھر لیتے ہیں، لہذا اگر آپؐ قلعہ کو فتح کرنا چاہتے ہیں تو ان کے پانی کا راستہ بند کردیجیے چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا پانی بند کردیا جس کی وجہ سے مجبور ہو کر وہ لوگ باہر جنگ کے لیے نکلے، جنگ ہوئی، تقریباً دس یہودی مارے گئے اور بعض مسلمان بھی شہید ہوئے اور قلعہ پر مسلمانوں نے بالآخر قبضہ کرلیا۔ (۳۱)

❺ اس کے بعد مسلمانوں نے دوسرے چھوٹے قلعوں کو بھی فتح کرلیا اور سب سے آخر میں "قلعۂ وطیح" اور "قلعۂ سلالم" کی طرف متوجہ ہوئے، یہود دوسرے قلعوں سے نکل کر ان دو میں جمع ہوگئے تھے، مسلمانوں نے تقریباً چودہ دن ان دو قلعوں کا محاصرہ جاری رکھا، بالآخر یہود نے مجبور ہو کر سلام بن ابی الحقیق کو صلح کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صلح ہوسکتی ہے لیکن شرط یہ ہوگی کہ خیبر کو خالی کرنا پڑے گا، دوسری شرط یہ ہوگی کہ یہاں سے نہ سونا ساتھ لے جاسکتے ہو اور نہ چاندی، تیسری شرط یہ ہے کہ کوئی ہتھیار اور سامان حرب اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں ہوگی اور نہ ہی کوئی چیز چھپانے کی اجازت ہوگی۔ (۳۲)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تمام باتوں کو یہود نے قبول کیا لیکن درمیان میں یہود نے بدعہدی کرتے ہوئے زیورات کے ایک تھیلے کو کہیں چھپادیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کنانہ بن الربیع کو بلایا اور اس تھیلے کے بارے میں اس سے دریافت کیا، کنانہ نے کہا کہ وہ تو لڑائی میں خرچ ہوگیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں مال زیادہ تھا جبکہ لڑائی کی مدت اتنی طویل نہیں رہی، اس

---

(۲۹) فتح الباری: ۷/ ۴۶۸ (۳۰) سیرۃ ابن ہشام: ۲/ ۳۳۶ (۳۱) دلائل النبوۃ للبیہقی: ۴/ ۲۲۴ (۳۲) دلائل النبوۃ للبیہقی: ۴/ ۲۳۱

طرح آپ نے ایک دو اور یہودیوں سے بھی دریافت کیا لیکن کسی نے حقیقت ظاہر نہیں کی، چنانچہ آپ نے ایک انصاری صحابیؓ کو حکم دیا کہ جاؤ، فلاں جگہ ایک درخت کی جڑ کھودو، تھیلا وہاں ہے، رہ گئے، وہاں زمین کھودی تو دس ہزار دینار کی قیمت پر مشتمل زیورات کا تھیلا وہاں سے برآمد ہوا، چونکہ ان لوگوں نے مال چھپا کر شرائط صلح کی خلاف ورزی کی تھی اس لیے ان کو قتل کردیا گیا۔ کنانہ بن الربیع تو اس لیے بھی قتل کا مستحق تھا کہ اس نے قلعۂ ناعم کی فتح کے وقت محمود بن سلمہؓ کو شہید کیا تھا۔ (۳۳)

اہلِ فدک کو جب اطلاع ملی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح کرلیا ہے تو انہوں نے محیصہ بن مسعود کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا جس میں انہوں نے مذکورہ شرائط پر صلح کے لیے آمادگی ظاہر کی تھی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل فدک سے نصف اموال پر صلح کرلی اور فرمایا کہ جب بھی ہم چاہیں گے تو تمہیں نکال دیں گے اور اس طرح فدک بھی فتح ہوگیا۔ (۳۴)

غزوۂ خیبر میں تقریباً چودہ پندرہ صحابہؓ شہید ہوئے اور ۹۳ یہودی مارے گئے۔ (۳۵)

۳۹۵۹ : حدَّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنْ يَحْيىٰ بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسارٍ : أَنَّ سُوَيْدَ بْنَ النُّعْمانِ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عامَ خَيْبَرَ ، حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالصَّهْباءِ ، وَهِيَ مِنْ أَدْنَى خَيْبَرَ ، صَلَّى الْعَصْرَ ، ثُمَّ دَعا بِالْأَزْوادِ فَلَمْ يُؤْتَ إِلَّا بِالسَّوِيقِ ، فَأَمَرَ بِهِ فَثُرِّيَ ، فَأَكَلَ وَأَكَلْنا ، ثُمَّ قامَ إِلَى الْمَغْرِبِ ، فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنا ، ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ . [ر : ۲۰۶]

کتاب الوضوء میں یہ روایت گذر چکی ہے۔ (۱)

۳۹۶۰ : حدَّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ : حَدَّثَنا حاتِمُ بْنُ إِسْماعِيلَ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : خَرَجْنا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى خَيْبَرَ ، فَسِرْنا لَيْلاً ، فَقالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ لِعامِرٍ : يا عامِرُ أَلَا تُسْمِعُنا مِنْ هُنَيْهاتِكَ ؟ وَكانَ عامِرٌ رَجُلاً شاعِرًا حَدَّاءً ، فَنَزَلَ يَحْدُو بِالْقَوْمِ يَقُولُ :

---

(۳۳) سیرۃ حلبیہ: ۳/ ۴۲

(۳۴) دلائل النبوۃ للبیہقی: ۴/ ۲۲۶۔ فدک حجاز کے شمال میں مدینہ منورہ سے دو تین دن کے فاصلے پر خیبر کے قریب یہودیوں کی بستی تھی (دیکھیے معجم البلدان: ۴/ ۲۳۸۔)

(۳۵) سیرت مصطفیٰ: ۲/ ۴۲۳۔

(۱) صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب من مضمض من السویق ولم یتوضأ ۱/ ۳۳۔

اللَّهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا ... وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاغْفِرْ فِدَاءً لَكَ مَا اتَّقَيْنَا ... وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
وَأَلْقِيَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا ... إِنَّا إِذَا صِيحَ بِنَا أَبَيْنَا
وَبِالصِّيَاحِ عَوَّلُوا عَلَيْنَا

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (مَنْ هٰذَا السَّائِقُ). قَالُوا : عَامِرُ بْنُ الْأَكْوَعِ ، قَالَ : (يَرْحَمُهُ اللَّهُ). قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ : وَجَبَتْ يَا نَبِيَّ اللَّهِ ، لَوْلَا أَمْتَعْتَنَا بِهِ؟ فَأَتَيْنَا خَيْبَرَ فَحَاصَرْنَاهُمْ حَتَّى أَصَابَتْنَا مَخْمَصَةٌ شَدِيدَةٌ ، ثُمَّ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى فَتَحَهَا عَلَيْهِمْ ، فَلَمَّا أَمْسَى النَّاسُ مَسَاءَ الْيَوْمِ الَّذِي فُتِحَتْ عَلَيْهِمْ ، أَوْقَدُوا نِيرَانًا كَثِيرَةً ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مَا هٰذِهِ النِّيرَانُ؟ عَلَى أَيِّ شَيْءٍ تُوقِدُونَ). قَالُوا : عَلَى لَحْمٍ ، قَالَ : (عَلَى أَيِّ لَحْمٍ). قَالُوا : لَحْمُ حُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَهْرِيقُوهَا وَاكْسِرُوهَا). فَقَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، أَوْ نُهَرِيقُهَا وَنَغْسِلُهَا؟ قَالَ : (أَوْ ذَاكَ). فَلَمَّا تَصَافَّ الْقَوْمُ كَانَ سَيْفُ عَامِرٍ قَصِيرًا ، فَتَنَاوَلَ بِهِ سَاقَ يَهُودِيٍّ لِيَضْرِبَهُ ، وَيَرْجِعُ ذُبَابُ سَيْفِهِ ، فَأَصَابَ عَيْنَ رُكْبَةِ عَامِرٍ فَمَاتَ مِنْهُ ، قَالَ : فَلَمَّا قَفَلُوا قَالَ سَلَمَةُ : رَآنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِي قَالَ : (مَا لَكَ). قُلْتُ لَهُ : فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي ، زَعَمُوا أَنَّ عَامِرًا حَبِطَ عَمَلُهُ؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (كَذَبَ مَنْ قَالَهُ ، إِنَّ لَهُ لَأَجْرَيْنِ – وَجَمَعَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ – إِنَّهُ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ ، قَلَّ عَرَبِيٌّ مَشَى بِهَا مِثْلَهُ). حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا حَاتِمٌ ، قَالَ : (نَشَأَ بِهَا). [ر : ۲۳٤٥]

یہ روایت حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کی ہے ، آگے روایت میں عامر بن الاکوع کی شہادت کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے ، حضرت عامر بن الاکوع حضرت سلمۃ بن الاکوعؓ کے بھائی نہیں بلکہ ان کے چچا ہیں، حضرت سلمہؓ کے والد کا نام "عمرو" ہے ، عمرو بن الاکوع حضرت عامر بن الاکوع کے بھائی ہیں، لیکن عام طور پر حضرت سلمہؓ کی نسبت ان کے دادا "الاکوع" کی طرف کرکے .... "سلمۃ بن الاکوعؓ" کہتے ہیں، "الاکوع" لقب ہے ، ان کا نام "سنان" تھا۔ (۲)

الا تسمعنا من هنيهاتك

هنيهات، هُنَيْهَةٌ کی جمع ہے اور هنيهة هَنَةٌ کی تصغیر ہے جیسے سُنَيْهَةٌ سنةٌ کی تصغیر ہے ، یہ

(۲) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۲۶۔ وفتح الباری: ۷/ ۴۶۵

لفظ کنایہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے جیسے "فلان بن فلاں" کنایہ ہے اسی طرح "ھن بن ھن" اور "ھنتہ بن ھنتہ" بھی اہل عرب استعمال کرتے ہیں، یہاں **"ھنیھات"** سے **مراد رجزیہ اشعار ہیں۔ (۳)**
حضرت عامر بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے کسی آدمی نے کہا کہ آپ ہمیں کچھ رجزیہ اشعار نہیں سنائیں گے چنانچہ حضرت عامر نے سواری سے اتر کر قوم کے سامنے حدی خوانی شروع کردی....

اللھم لولا انت مااھتدینا
ولاتصدقنا ولاصلینا
فاغفر فداءً لک ما ابقینا
وثبت الاقدام ان لاقینا
والقین سکینة علینا
انا اذا صیح بنا اتینا
وبالصیاح عولوا علینا

اے اللہ! اگر تیری توفیق نہ ہوتی تو ہم ہدایت یافتہ نہ ہوتے اور نہ ہی ہم کوئی صدقہ کرتے اور نہ نماز پڑھتے۔
اور ہم نے جو گناہ اپنے پیچھے چھوڑے ہیں وہ معاف فرما اور جنگ کے وقت ہمارے قدموں کو ثابت رکھ، ہماری جانیں آپ کی رضاء کے لیے قربان ہیں۔
مسلم شریف کی روایت میں "مابقینا" کی بجائے "مااقتفینا" ہے (۴) اور اسی کو اس رجز میں اشہر الروایات قرار دیا گیا ہے، "اقتفاء" کے معنی اتباع کے آتے ہیں، "مااقتفینا" کے معنی ہوں گے "ماتبعنا من الخطایا وماارتکبنا من الذنوب" یعنی جن گناہوں کے پیچھے ہم گئے اور جن معاصی کا ہم نے ارتکاب کیا اے اللہ تو ہمیں وہ معاف فرما۔ (۵) بعض روایات میں "مااتقینا" بھی ہے، اس وقت معنی ہوں گے "ماترکنا من الاوامر" یعنی ہم نے جن اوامر اور احکام خداوندی کی تعمیل نہیں کی وہ ہمیں معاف فرما۔ (۶)
اور ہم پر سکینہ نازل فرما، اگر کوئی اپنی مدد کے لیے چیختا پکارتا ہمیں بلائے گا تو ہم فوراً مدد کے لیے آجائیں گے۔ بعض روایات میں "اتینا" کی بجائے "ابینا" ہے، اس صورت میں معنی ہوں گے، اگر یہ کافر شور اور ہنگامہ کرکے ہمیں کفر کی طرف لوٹنے پر مجبور کریں گے تو ہم انکار کریں گے۔ (۷)
اور ہمیں مدد کے لیے بلانے والوں کا اپنی پکار پر اعتماد ہے، یعنی جو لوگ ہمیں مدد کے لیے بلاتے

---

(۳) عمدة القاری: ۱۷/ ۲۲۵ (۴) صحیح مسلم، باب غزوۂ خیبر، رقم الحدیث ۴۶۶۲ (۵) فتح الباری: ۷/ ۴۶۵- ۴۶۶
(۶) فتح الباری: ۷/ ۴۶۵- ۴۶۶ (۷) فتح الباری: ۷/ ۴۶۶

ہیں ان کو یہ اعتماد اور بھروسہ ہوتا ہے کہ ان کی آواز پر ہم ان کی مدد کے لیے حاضر ہوں گے، اس صورت میں "عوّلوا" تعویل سے ماخوذ ہے، تعویل کے معنی اعتماد اور بھروسہ کے ہوتے ہیں، علامہ خطابی نے "وبالصیاح عولوا علینا" کے معنی "اجلبوا علینا بصوت" بیان کئے ہیں یعنی وہ کفار شور وہنگامہ کے ساتھ ہمارے خلاف میدان میں آج آئے ہیں، اس صورت میں یہ "عویل" سے ماخوذ ہوگا، عویل کے معنی شور اور رفع الصوت کے آتے ہیں لیکن ابن التین نے ان پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر یہ "عویل" سے ہے تو پھر "اعولوا" ہونا چاہئے، جبکہ روایت میں "عولوا" ہے۔ (۸) ایک ترجمہ اس کا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ "ان کافروں نے شور مچا کر ہمارے مقابلہ میں مدد طلب کی ہے" "عوّل" کے صلہ میں جب حرف "باء" آجائے تو اس کے معنی مدد طلب کرنے کے آتے ہیں تو "بالصیاح عولوا علینا" کا مطلب ہوگا "استغاثوا بالصیاح من اعدائنا علینا" واللہ اعلم

ایک اشکال اور اس کے جوابات

یہاں دوسرے شعر میں "فداء لک" کہا ہے، اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ تفدیہ وہاں ہوتا ہے جہاں فنا اور موت متصور ہو، جب کہا جاتا ہے "میں آپ پر قربان ہوں" تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ پر موت آنے کی بجائے مجھ پر آجائے اور میری زندگی آپ کو مل جائے اور یہ بات مسلم ہے کہ اللہ تبارک وتعالی کے لیے نہ موت متصور ہے اور نہ فنا، پھر "فداء لک" کہنا کیسے ٹھیک ہوگا؟ اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

❶ ایک جواب یہ دیا گیا ہے "فداء لک" کے ظاہری معنی یہاں مراد نہیں ہیں بلکہ یہاں اس سے اللہ تعالی کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار اور اللہ جل شانہ کی تعظیم کا بیان مقصود ہے۔ (۹)

❷ دوسرا جواب علامہ مازری نے دیا کہ "فداء لک" میں مضاف محذوف ہے۔ ای "فداء لرضاک" آپ کی رضا کے لیے ہماری جانیں فدا ہیں اور اللہ کی رضا فوت ہوسکتی ہے، کتنے کفار ہیں جنہیں اللہ کی رضا حاصل نہیں ہے ان کے حق میں اللہ کی رضا فوت شدہ ہے۔ (۱۰)

❸ تیسری بات اس سلسلے میں یہ کہی گئی ہے کہ "فداء لک" میں خطاب اللہ جل شانہ سے نہیں ہے بلکہ سامع سے یہ خطاب، جملہ معترضہ کے طور پر کیا گیا ہے، سامع کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے کے لیے

---

(۸) فتح الباری: ۷/ ۴۶۶

(۹) فتح الباری: ۷/ ۴۶۵۔ وعمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۲۵۔

(۱۰) فتح الباری: ۷/ ۴۶۵۔ وعمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۲۵۔

شعراء ایسا کرتے ہیں۔ (۱۱) واللہ اعلم

جب حضرت عامر رضی اللہ عنہ یہ رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من ھذا السائق؟ یہ اونٹ ہانکنے والا کون ہے؟ لوگوں نے کہا "عامر ہے" آپؐ نے فرمایا "یرحمہ اللہ" اللہ ان پر رحم فرمائیں اور ایاس بن سلمہ کی روایت میں الفاظ ہیں.... "غفرلک ربک"

قال رجل من القوم: وجبت یانبی اللہ لولا امتعتنا به

قوم میں سے ایک آدمی نے کہا یہ حضرت عمرؓ تھے جیسا کہ ایاس کی روایت میں تصریح ہے (۱۲) "اے اللہ کے نبیؐ! جنت اس کے لیے واجب ہوگئی، آپؐ نے اس کی بہادری سے ہمیں مزید فائدہ اٹھانے کا موقع کیوں نہیں دیا"۔ جہاد وغیرہ کے موقع پر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے متعلق اس قسم کے الفاظ استعمال فرماتے تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ وہ شہید ہوجائے گا چونکہ حضرت عمرؓ کو یہ بات معلوم تھی اس لیے انہوں نے آپؐ سے یہ جملہ کہا۔ چنانچہ جب قوم نے صف بندی کی تو عامر نے ایک یہودی کی ساق پر مارنے کے لیے اپنی تلوار اٹھائی، تلوار چھوٹی تھی، جب وار کیا تو تلوار کی نوک پلٹ کر حضرت عامرؓ کے گھٹنے کے کنارے کو آلگی جس کی وجہ سے ان کا انتقال ہوا۔

حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب صحابہؓ خیبر سے لوٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (غمگین) دیکھا تو میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، لوگ کہہ رہے ہیں کہ عامر کا عمل حبط (ضائع) ہوگیا ہے (کہ انہوں نے خودکشی کی ہے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے یہ کہا ہے اس نے غلط کہا ہے، عامر کو تو دوہرا اجر ملے گا، دونوں انگلیوں کو آپ نے جمع کرکے اشارہ سے فرمایا کہ اس کو دوہرا ثواب ملے گا وہ تو کفار کے مقابلہ میں مشقت اٹھانے والا ایک مجاہد آدمی تھا۔

قلّ عربی مشی بها مثله

"ایسا عربی جو زمین پر چلا ہو عامر کی طرح بہت کم ہے۔" اور بعض نسخوں میں "مشابها مثله" ہے یعنی کوئی دوسرا عربی عامر کے مشابہ اور مماثل نہیں ہے وہ تو بے مثال آدمی تھا، اس سے ان کی فضیلت

---

(۱۱) فتح الباری: ۷/ ۴۶۵۔ وعمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۲۵۔ یہاں کسی کو یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ کتاب الجہاد میں گذرا ہے کہ یہ اشعار عبداللہ بن رواحہؓ کے ہیں اور روایت باب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت عامرؓ کے ہیں، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ممکن ہے دونوں کو توارد ہوا ہو اور ایسا ہوتا ہے کہ بسا اوقات ایک شاعر ایسے اشعار نظم کرلیتا ہے جو دوسرے نے پہلے سے نظم کئے ہوتے ہیں اور دوسرا جواب حافظ ابن حجر نے یہ دیا کہ ممکن ہے حضرت عامرؓ نے اپنے ان اشعار میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے اشعار بھی شامل کرلیے ہوں یعنی ان میں چند شعر تو حضرت عامرؓ کے ہیں اور باقی حضرت ابن رواحہؓ کے ہیں۔ (فتح الباری: ۷/ ۴۶۵)

(۱۲) فتح الباری: ۷/ ۴۶۶

اور فوقیت بیان کرنا مقصود ہے۔ (۱۳)

۳۹۶۲/۳۹۶۱ : حدّثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَتَى خَيْبَرَ لَيْلاً ، وَكَانَ إِذَا أَتَى قَوْمًا بِلَيْلٍ لَمْ يُغِرْ بِهِمْ حَتَّى يُصْبِحَ ، فَلَمَّا أَصْبَحَ خَرَجَتِ الْيَهُودُ بِمَسَاحِيهِمْ وَمَكَاتِلِهِمْ ، فَلَمَّا رَأَوْهُ قَالُوا : مُحَمَّدٌ وَاللّٰهِ ، مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (خَرِبَتْ خَيْبَرُ ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ) .

المساحی: "مِسحاۃ" کی جمع ہے، کدال کو کہتے ہیں۔
المکاتل: "مکتل" کی جمع ہے، ٹوکری کو کہتے ہیں۔

قالوا: محمد، واللہ، محمد والخمیس

یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بمعہ لشکر آگئے، لشکر کو "خمیس" کہتے ہیں اس لیے کہ لشکر پانچ حصوں میں تقسیم ہوتا ہے ❶ میمنہ ❷ میسرہ ❸ قلب ❹ مقدمہ ❺ اور ساقہ (۱۴)

(۳۹۶۲) : أَخبَرَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ : أَخبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ سِيرِينَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : صَبَّحْنَا خَيْبَرَ بُكْرَةً ، فَخَرَجَ أَهْلُهَا بِالْمَسَاحِي ، فَلَمَّا بَصُرُوا بِالنَّبِيِّ ﷺ قَالُوا : مُحَمَّدٌ وَاللّٰهِ ، مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (اللّٰهُ أَكْبَرُ ، خَرِبَتْ خَيْبَرُ ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ) . فَأَصَبْنَا مِنْ لُحُومِ الْحُمُرِ ، فَنَادَى مُنَادِي النَّبِيِّ ﷺ : (إِنَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ ، فَإِنَّهَا رِجْسٌ) .

[ر : ۳۶٤]

حمر کی دو قسمیں ہیں ایک اھلیہ والسیہ اور دوسری وحشیہ، حُمروحشیہ کا گوشت بالاتفاق جائز ہے، حمراھلیہ کا گوشت جمہور صحابہؓ اور ایمہ کے نزدیک حرام ہے البتہ حضرت ابن عباسؓ اور امام مالک سے ایک روایت میں اس کی حلت منقول ہے، طرفین کے دلائل آگے "کتاب الصید والذبائح" میں "باب لحوم الحمر الاھلیہ" کے تحت آئیں گے۔

حمراھلیہ میں حرمتِ لحم کی مختلف علتیں صحابہؓ نے بیان کی ہیں، کسی نے اس کی علت یہ بیان کی کہ

(۱۳) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۲۳۷

(۱۴) عمدۃ القاری: ۷ / ۲۳۷

یہ باربرداری کا جانور ہے، اگر اس کا گوشت کھانا شروع کردیا جائے گا تو سواری اور باربرداری کے کام میں مشکل پیش آئے گی، کسی نے کہا کہ وہ گندگی کھاتا ہے اس وجہ سے حرام قرار دیا گیا لیکن اصل علت وہی ہے جو حدیث مذکور میں بیان کی گئی ہے "فانها رجس" کہ یہ نجس ہے اس وجہ سے حرام ہے۔ (۱۵)

۳۹۶۳ : حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ جَاءَهُ جَاءٍ فَقَالَ : أُكِلَتِ الْحُمُرُ ، فَسَكَتَ ، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ ، فَقَالَ : أُكِلَتِ الْحُمُرُ ، فَسَكَتَ ، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ : أُفْنِيَتِ الْحُمُرُ ، فَأَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادَى فِي النَّاسِ : (إِنَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ) . فَأُكْفِئَتِ الْقُدُورُ ، وَإِنَّهَا لَتَفُورُ بِاللَّحْمِ . [۵۲۰۸ ، وانظر : ۳۶٤]

اس روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور دو مرتبہ آپ ؐ سے گدھوں کا گوشت کھانے کے متعلق دریافت کیا لیکن آپ ؐخاموش رہے، تیسری مرتبہ جب آیا تو آپ ؐ نے اس کی حرمت کا اعلان کیا۔

پہلی اور دوسری مرتبہ خاموش رہنے کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اس وقت آپ ؐ کسی شغل میں مشغول تھے ان کے سوال کی طرف التفات نہیں ہوا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت وحی نازل نہیں ہوئی تھی اس لیے آپ ؐخاموش رہے، بعد میں وحی کے ذریعہ اس کی حرمت آئی تو آپ ؐ نے اعلان فرمادیا۔

۳۹۶۵/۳۹٦٤ : حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ ثَابِتٍ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الصُّبْحَ قَرِيبًا مِنْ خَيْبَرَ بِغَلَسٍ ، ثُمَّ قَالَ : (اللّٰهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ) . فَخَرَجُوا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ ، فَقَتَلَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُقَاتِلَةَ وَسَبَى الذُّرِّيَّةَ ، وَكَانَ فِي السَّبْيِ صَفِيَّةُ ، فَصَارَتْ إِلَى دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ ، ثُمَّ صَارَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا . فَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ لِثَابِتٍ : يَا أَبَا مُحَمَّدٍ ، آنْتَ قُلْتَ لِأَنَسٍ : مَا أَصْدَقَهَا ؟ فَحَرَّكَ ثَابِتٌ رَأْسَهُ تَصْدِيقًا لَهُ

(۳۹٦۵) : حدثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ : سَبَى النَّبِيُّ ﷺ صَفِيَّةَ ، فَأَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا . فَقَالَ ثَابِتٌ لِأَنَسٍ :

---

(۱۵) دیکھیے زاد المعاد: ۳/ ۳۴۲-۳۴۳

ما أصدقها ؟ قال : أصدقها نفسها ، فأعتقها [ر : ٣٦٤]

حدثنا سليمان بن حرب.... فجعل عتقها صداقها

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ کے عتق کو مہر مقرر کیا" مذہب احناف کے لحاظ سے اس کی تاویل یہ ہوسکتی ہے کہ اولاً ان کو مکاتبہ بنایا اور پھر بدل کتابت کو ان کا مہر مقرر کیا اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت پر بھی محمول کرسکتے ہیں، یہ بحث کتاب النکاح میں آئے گی۔

٣٩٦٦ : حدّثنا قُتيبة : حدّثنا يعقوب ، عن أبي حازم ، عن سهل بن سعد السّاعدي رضي الله عنه : أنّ رسول الله ﷺ التقى هو والمشركون فاقتتلوا ، فلمّا مال رسول الله ﷺ إلى عسكره ومال الآخرون إلى عسكرهم : وفي أصحاب رسول الله ﷺ رجلٌ لا يدعُ لهم شاذّةً ولا فاذّةً إلّا اتّبعها بضربها بسيفه ، فقيل : ما أجزأ منّا اليوم أحدٌ كما أجزأ فلانٌ ، فقال رسول الله ﷺ : (أما إنّه من أهل النّار) . فقال رجلٌ من القوم : أنا صاحبه ، قال : فخرج معه كلّما وقف وقف معه ، وإذا أسرع أسرع معه ، قال : فجُرح الرّجل جرحًا شديدًا ، فاستعجل الموت ، فوضع سيفه بالأرض وذُبابه بين ثدييه ، ثمّ تحامل على سيفه فقتل نفسه ، فخرج الرّجل إلى رسول الله ﷺ فقال : أشهد أنّك رسول الله ، قال : (وما ذاك) . قال : الرّجل الّذي ذكرت آنفًا أنّه من أهل النّار ، فأعظم النّاس ذلك ، فقلت : أنا لكم به ، فخرجت في طلبه ، ثمّ جُرح جرحًا شديدًا ، فاستعجل الموت ، فوضع سيفه في الأرض وذُبابه بين ثدييه ، ثمّ تحامل عليه فقتل نفسه . فقال رسول الله ﷺ عند ذلك : (إنّ الرّجل ليعمل عمل أهل الجنّة ، فيما يبدو للنّاس ، وهو من أهل النّار . وإنّ الرّجل ليعمل عمل أهل النّار ، فيما يبدو للنّاس ، وهو من أهل الجنّة) . [ر : ٢٧٤٢]

٣٩٦٧ : حدّثنا أبو اليمان : أخبرنا شعيب ، عن الزّهري قال : أخبرني سعيد بن المسيّب : أنّ أبا هريرة رضي الله عنه قال : شهدنا خيبر ، فقال رسول الله ﷺ لرجلٍ ممّن معه يدّعي الإسلام : (هذا من أهل النّار) . فلمّا حضر القتال قاتل الرّجل أشدّ القتال حتّى كثرت به الجراحة ، فكاد بعض النّاس يرتاب ، فوجد الرّجل ألم الجراحة ، فأهوى بيده إلى كنانته ، فاستخرج منها أسهمًا فنحر بها نفسه ، فاشتدّ رجالٌ من المسلمين فقالوا : يا رسول الله ، صدّق الله حديثك ، انتحر فلانٌ فقتل نفسه ، فقال : (قم يا فلان ، فأذّن أنّه لا يدخل الجنّة إلّا

مُؤْمِنٌ ، إِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ)

تَابَعَهُ مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ . وَقَالَ شَبِيبٌ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ : أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ : شَهِدْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ خَيْبَرَ . وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ سَعِيدٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . تَابَعَهُ صَالِحٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ . وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ : أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ : أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ كَعْبٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي مَنْ شَهِدَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ خَيْبَرَ .

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ : وَأَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ، وَسَعِيدٌ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ۲۸۹۷]

حدثنا قتيبة.... عن سهل بن سعد الساعدی....

اس روایت میں حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ ایک آدمی کی خودکشی کا واقعہ نقل کررہے ہیں اور اس روایت سے متصل اگلی روایت میں حضرت ابوہریرہؓ بھی ایک آدمی کی خودکشی کا واقعہ نقل کررہے ہیں، دونوں روایتوں کو پیش نظر رکھنے سے صاف نظر آئے گا کہ سہل بن سعد کی روایت میں "خیبر" کا ذکر نہیں ہے اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں "شهدنا خیبر" کی تصریح موجود ہے۔

حضرت سہل بن سعد کی روایت کے متعلق ابن التین کی رائے یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ خیبر سے متعلق نہیں ہے، یہ کسی دوسرے غزوے کا واقعہ ہے، علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "مشکل الصحیحین" میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ حضرت سہلؓ کی روایت کا یہ واقعہ غزوۂ احد سے متعلق ہے، لیکن حافظ ابن حجرؒ کی رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت سہلؓ کی روایت کا واقعہ غزوۂ خیبر ہی سے متعلق ہے، وہ فرماتے ہیں حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت سہلؓ دونوں کی روایتوں میں درحقیقت ایک ہی واقعہ بیان کیا گیا ہے جو خیبر سے متعلق ہے، البتہ دونوں روایات میں معمولی سا فرق یہ ہے کہ حضرت سہلؓ کی روایت میں ہے کہ اس آدمی نے تلوار سے خودکشی کی تھی اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ اس نے تیر سے اپنے آپ کو ختم کیا تھا لیکن حافظ فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے پہلے اس نے تیر سے خودکشی کی کوشش کی ہو جب اس سے کامیابی نہ ہوئی ہو تو پھر تلوار سے اپنے آپ کو ختم کردیا ہو، ایک حدیث میں ایک چیز کا ذکر ہوا اور دوسری حدیث میں دوسری چیز کا۔ (۱۶)

امام بخاریؒ نے حضرت سہل کی روایت غزوۂ خیبر میں بیان کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا

---

(۱۶) فتح الباری: ۷ / ۴۷۳

رحجان بھی یہی ہے کہ یہ واقعہ خیبر کا ہے۔ واللہ اعلم۔

فقیل: مااجزامناالیوم احد کمااجزافلان

حضرت شیخ الہند کا استدلال

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جب اس مقام پر پہنچتے تھے تو تبسم فرمایا کرتے تھے اور اس کے بعد آگے بڑھ جایا کرتے تھے، ایک مرتبہ اس تبسم کی وجہ بیان فرمائی کہ حدیث میں آتا ہے .... ﴿ لاتجزی صلاۃ الابفاتحۃ الکتاب ﴾ حضرات شوافع اس حدیث کو نص فی ایجاب الفاتحہ قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ نماز بغیر فاتحہ کے درست ہی نہیں ہوتی، حضرات حنفیہ کہتے ہیں کہ "لاتجزی صلاۃ" میں "اجزاء" سے اجزاء کامل مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ نماز بغیر فاتحہ کے کامل نہیں ہے۔ حنفیہ کی یہ توجیہ حدیث باب میں سب کے نزدیک متفق علیہ ہے، یہاں سب یہی کہتے ہیں کہ "مااجزامنا" کے اندر جس اجزاء کا ذکر ہے اس سے اجزاء کامل مراد ہے ورنہ قتال تو اور لوگوں نے بھی کیا تھا، یہودیوں کو دوسرے لوگوں نے بھی قتل کیا تھا لیکن یہاں مطلب یہ ہے کہ جس طرح کامل طور پر مکمل بہادری کے ساتھ قتال اس شخص نے کیا ہم میں سے کسی اور نے اس طرح قتال نہیں کیا۔ (۱۷)

جس آدمی نے خودکشی کی تھی اس کا نام "قزمان ظفری" تھا اور اس کی کنیت "ابوالغیداق" تھی، (۱۸) کتاب المغازی کے شروع میں "جہاد کے اغراض ومقاصد" میں یہ قصہ میں آپ کو بتاچکا ہوں۔

فقال رجل من القوم: اناصاحبہ

اس آدمی کا نام حافظ ابن حجر نے "اکثم بن ابی الجون خزاعی" بتایا ہے، (۱۹) انہوں نے فرمایا میں اس شخص کے ساتھ رہوں گا۔

حدثنا ابوالیمان اخبرنا شعیب عن الزہری.... ان اللہ یؤید الدین بالرجل الفاجر

اگر فاجر سے مراد فاسق ہے تو بات ہلکی ہے، ایک آدمی گنہگار اور فاسق ہوتا ہے لیکن اللہ تعالی اپنے دین کی خدمت اس سے لے لیتے ہیں، اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کوئی آدمی اگر دین کی خدمت میں لگا ہوا ہے تو ضروری نہیں کہ وہ اللہ کے ہاں مقبول بھی ہے۔ اور اگر فاجر سے مراد کافر ہے تو پھر بات بہت سخت ہے یعنی وہ آدمی جو کبھی بھی جنت میں نہیں جائے گا، اللہ تعالی اس سے بھی اپنے دین کا کام لے لیتے ہیں، اس لیے بہت ڈرتے رہنا چاہیئے، دین کی کوئی خدمت اگر ہم سے اور آپ سے ہورہی ہے تو یہ ضروری نہیں کہ

---

(۱۷) فیض الباری: ۴/ ۱۳۳۔

(۱۸) فتح الباری: ۷/ ۴۷۴ (۱۹) فتح الباری: ۷/ ۴۷۳

یہ اللہ کے ہاں مقبولیت کی دلیل ہو، وہ تو اپنے دین کی تائید فاسقوں اور کافروں سے بھی کرادیتے ہیں۔

تابعہ معمر عن الزھری

اس سے پہلی روایت شعیب نے زہری سے نقل کی ہے، امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ شعیب کی متابعت معمر نے کی ہے، معمر نے بھی یہ روایت زہری سے نقل کی ہے، اس متابعت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابواب القدر میں موصولاً نقل کیا ہے، کتاب الجہاد میں بھی امام بخاریؒ نے یہ متابعت موصولاً ذکر کی ہے البتہ وہاں زہری سے معمر تنہا روایت نہیں کرتے بلکہ معمر اور شعیب دونوں زہری سے روایت کرتے ہیں۔ (۲۰)

وقال شبیب عن یونس عن ابن شھاب.... ان اباھریرۃ قال شھدنا مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم حنینا

اس تعلیق سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ابن شہاب زہری سے یونس بن یزید نے بھی حضرت ابوہریرہؓ کی مذکورہ روایت نقل کی ہے لیکن یونس کی روایت شعیب عن الزہری اور معمر عن الزہری دونوں کی روایت کے خلاف ہے، کیونکہ شعیب اور معمر دونوں نے اپنی روایت میں "خیبر" کی تصریح کی ہے جبکہ یونس کی اس روایت میں "خیبر" کے بجائے "حنین" کی تصریح ہے۔

وقال ابن المبارک عن یونس عن الزھری عن سعید عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم

اس سے پہلی تعلیق "شبیب عن یونس" تھی، یہ "تعلیق ابن المبارک عن یونس" ہے، البتہ وہ موصولاً تھی اور یہ مرسلاً ہے کیونکہ "سعید" کے بعد صحابی کا ذکر نہیں ہے۔

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح "شبیب عن یونس" کی روایت میں "حنین" کا ذکر ہے اسی طرح "ابن المبارک عن یونس" کی روایت میں بھی "حنین" کا ذکر ہے۔

تابعہ صالح عن الزھری

یعنی ابن المبارک کی متابعت صالح بن کیسان نے کی ہے، مطلب یہ ہے کہ "ابن المبارک عن یونس عن الزہری" کی روایت مرسلاً منقول ہے اسی طرح زہری سے صالح بھی اس روایت کو مرسلاً ذکر کرتے ہیں، اس متابعت کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں موصولاً نقل کیا ہے۔ (۲۱)

وقال الزبیدی: اخبرنی الزھری: ان عبدالرحمن بن کعب، اخبرہ ان عبیداللّٰہ بن کعب، قال: اخبرنی من شھد مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم خیبر

اس سے پہلے ایک تعلیق "قال شبیب" گذری ہے، امام بخاری "قال الزبیدی" سے دونوں کے درمیان فرق بیان کرنا چاہتے ہیں، پہلی تعلیق میں "عبدالرحمن بن عبداللہ بن کعب" ہے، زبیدی کی اس

---

(۲۰) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۴۰ (۲۱) فتح الباری: ۷/ ۴۷۳

تعلیق میں "عبدالرحمن بن کعب" ہے یہاں "عبداللہ" جو "عبدالرحمن" کے والد ہیں ان کا نام اختصارا حذف کردیا اور "عبدالرحمن بن کعب" کہہ دیا حالانکہ "عبدالرحمن بن عبداللہ بن کعب" ہونا چاہیئے تھا، نیز اُس تعلیق میں عبدالرحمن براہ راست حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں اور یہاں عبیداللہ بن کعب سے نقل کررہے ہیں، اسی طرح وہاں ابوہریرہؓ کے نام کی تصریح ہے اور یہاں کسی صحابی کے نام کی تصریح نہیں بلکہ "من شهد مع النبي صلى الله عليه وسلم خيبر" کہا ہے البتہ وہاں "حنین" کی تصریح تھی اور یہاں "خیبر" کی تصریح ہے۔

قال الزهري: وأخبرني عبيدالله بن عبدالله وسعيد عن النبي صلى الله عليه وسلم

بعض نے "عبیداللہ بن عبداللہ" کے بجائے "عبداللہ بن عبداللہ" نقل کیا ہے، یہ دونوں حضرت عمرؓ کے پوتے ہیں، یہ روایت بھی مرسل ہے۔

ان تعلیقات سے امام بخاری رحمہ اللہ اس روایت کے مختلف طرق کی طرف اشارہ کرکے معمر اور شعیب کی روایت کو ترجیح دینا چاہتے ہیں، معمر اور شعیب کی روایت میں خیبر کی تصریح آئی ہے، "یونس عن الزہری" کی روایت میں "حنین" کا ذکر ہے، یونس کی وہ روایت عبدالرحمن کے واسطہ سے حضرت ابوہریرہؓ سے موصولا منقول ہے، امام بخاری نے اس کے بعد زبیدی کی تعلیق ذکر کی جس میں عبدالرحمن نے خیبر کی تصریح کی ہے، تو جن روایات میں "حنین" کا ذکر آیا ہے وہ موصولاً بھی منقول ہیں اور مرسلاً بھی، پھر ان میں بعض طرق میں "حنین" کے بجائے "خیبر" کا ذکر ہے اس لیے معمر اور شعیب کی روایت ہی صحیح اور راجح ہے، علامہ ذہلی نے بھی معمر اور شعیب کی روایت کو راجح قرار دیا ہے۔ (۲۲) اور امام نوویؒ نے مسلم شریف کی شرح میں قاضی عیاض کا قول نقل کیا کہ حنین کے بجائے "خیبر" ہی صحیح ہے۔ (۲۳) امام بخاریؒ نے حنین والی روایات تعلیقاً ذکر کرکے لفظ "حنین" کی غلطی پر تنبیہ فرمائی ہے۔

۳۹۶۸ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ ، عَنْ عَاصِمٍ ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : لَمَّا غَزَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ خَيْبَرَ ، أَوْ قَالَ : لَمَّا تَوَجَّهَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ، أَشْرَفَ النَّاسُ عَلَى وَادٍ ، فَرَفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِالتَّكْبِيرِ : اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (ارْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ ، إِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا ، إِنَّكُمْ تَدْعُونَ سَمِيعًا قَرِيبًا ، وَهُوَ مَعَكُمْ) . وَأَنَا خَلْفَ دَابَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، فَسَمِعَنِي وَأَنَا أَقُولُ : لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ، فَقَالَ لِي : (يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ) . قُلْتُ : لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ،

---

(۲۲) فتح الباری: ۷/ ۴۷۴ (۲۳) شرح مسلم للنووی: ۱/ ۷۳

قَالَ : (أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى كَلِمَةٍ مِنْ كَنْزٍ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ) . قُلْتُ : بَلَى يَا رَسُولَ ٱللهِ ، فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي ، قَالَ : (لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ) . [ر : ٢٨٣٠]

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خیبر سے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف آنے لگے تو راستہ میں ایک وادی میں صحابہؓ نے بلند آواز سے تکبیر کہنی شروع کی، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ "اربعوا (۲۴) انفسکم، انکم لاتدعون اصم ولا غائبا، انکم تدعون سمیعا قریبا، وھومعکم" یعنی اپنے ساتھ نرمی اختیار کرو (زیادہ زور سے نعرہ مت لگاؤ) کیونکہ تم بہرے یا غائب کو تو پکار نہیں رہے ہو، جس ذات کو تم پکار رہے ہو وہ سمیع اور قریب ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔

حضرت ابوموسی اشعری فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پیچھے تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے "لاحول ولاقوۃ الاباللہ" کہتے سنا تو فرمایا، عبداللہ بن قیس! میں تمہیں ایسا کلمہ نہ بتادوں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، میں نے کہا، کیوں نہیں یارسول اللہؐ! آپ نے فرمایا "لاحول ولاقوۃ الاباللہ"…. ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ "لاحول ولاقوۃ الاباللہ" کا ورد ۹۹ بیماریوں کے لیے شفا ہے اور ان میں سے ہلکی اور کم سے کم بیماری "ہم" ہے۔ (۲۵) جس میں آدمی کو پریشانی ہوتی ہے اور انسان کے دل کا سکون زائل ہوجاتا ہے، ہم کی وجہ سے اور بھی بہت سی بیماریاں لاحق ہوجاتی ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جنت کا خزانہ کہا ہے یہ بہت بڑی چیز ہے۔

اس روایت کے شروع میں ہے "لماتوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" اس سے خیبر کی طرف متوجہ ہونا مراد نہیں ہے بلکہ خیبر فتح کرنے کے بعد مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہونا مراد ہے کیونکہ حضرت ابوموسی اشعریؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے عقب میں تھا اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت ابوموسی اشعریؓ فتح خیبر کے بعد حبشہ سے آئے تھے جیسا کہ آگے روایت آرہی ہے، اس لیے روایت میں "توجہ الی خیبر" مراد لینا درست نہیں ہے۔ (۲۶)

٣٩٦٩ : حدّثنا المَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ قالَ : رَأَيْتُ أَثَرَ ضَرْبَةٍ فِي سَاقِ سَلَمَةَ ، فَقُلْتُ : يَا أَبَا مُسْلِمٍ ، مَا هٰذِهِ الضَّرْبَةُ ؟ فَقَالَ : هٰذِهِ ضَرْبَةٌ أَصَابَتْنِي يَوْمَ خَيْبَرَ ، فَقَالَ النَّاسُ : أُصِيبَ سَلَمَةُ ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَنَفَثَ فِيهِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ ، فَمَا اشْتَكَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَةِ

---

(۲۴) اربعوا: معناه ارفقوا، یقال: ربع علیہ یربع ربعا، اذاکف عنہ، واربع علی نفسہ کف عنہا وارفق بہا (عمدۃ القاری: ۱۷/۲۴۱)

(۲۵) دیکھیے مستدرک حاکم: ۱/۵۴۲۔ نیز اتحاف السادۃ المتقین: ۹/۳۶۶۔

(۲۶) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۴۱

حضرت یزید بن ابی عبید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمۃ بن الاکوع کی پنڈلی میں تلوار کی ضرب کا نشان دیکھا تو ان سے میں نے دریافت کیا کہ یہ کس چیز کا نشان ہے؟ فرمانے لگے، جنگ خیبر میں تلوار کی یہ ضرب لگی تھی، اس وقت لوگوں نے کہا سلمہ زخمی ہوگیا (یعنی اب بچنا مشکل ہے یہ ضرب جان لیوا ثابت ہوگی) میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، آپؐ نے تین بار اس پر دم فرمایا تو میری تکلیف ایسی ختم ہوئی کہ آج تک پھر کبھی شکایت نہیں ہوئی۔

۳۹۷۰ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حازِمٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ سَهْلٍ قالَ : اَلْتَقَى النَّبِيُّ ﷺ وَالْمُشْرِكُونَ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ ، فَاقْتَتَلُوا ، فَمَالَ كُلُّ قَوْمٍ إِلَى عَسْكَرِهِمْ ، وَفِي الْمُسْلِمِينَ رَجُلٌ لَا يَدَعُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ شَاذَّةً وَلَا فاذَّةً إِلَّا اتَّبَعَهَا فَضَرَبَهَا بِسَيْفِهِ ، فَقِيلَ : يَا رَسُولَ اللهِ ، مَا أَجْزَأَ أَحَدٌ مَا أَجْزَأَ فُلَانٌ ، فَقَالَ : (إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ) . فَقَالُوا : أَيُّنَا مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ ، إِنْ كانَ هٰذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ؟ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ : لَأَتَّبِعَنَّهُ ، فَإِذَا أَسْرَعَ وَأَبْطَأَ كُنْتُ مَعَهُ ، حَتَّى جُرِحَ ، فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ ، فَوَضَعَ نِصَابَ سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ، ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ ، فَجَاءَ الرَّجُلُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللهِ ، فَقَالَ : (وَمَا ذَاكَ) . فَأَخْبَرَهُ ، فَقَالَ : (إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الجَنَّةِ ، فِيما يَبْدُو لِلنَّاسِ ، وَإِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ . وَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ ، فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ ، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ) .

[ر : ۲۷٤۲]

۳۹۷۱ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ الخُزَاعِيُّ : حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ الرَّبِيعِ ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ قالَ : نَظَرَ أَنَسٌ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الجُمُعَةِ ، فَرَأَى طَيَالِسَةً ، فَقَالَ : كَأَنَّهُمُ السَّاعَةَ يَهُودُ خَيْبَرَ

محمد بن سعید خزاعی کی بخاری میں صرف دو روایتیں آئی ہیں، ایک یہ اور ایک کتاب الجہاد میں گذری ہے (۲۷) اور زیاد بن الربیع کی فقط یہی ایک روایت بخاری میں ہے۔ (۲۸)

نظر انس الی الناس یوم الجمعة، فرای طیالسة، فقال: کانهم الساعة یهود خیبر

"حضرت انسؓ نے جمعہ کے دن لوگوں کو دیکھا کہ سب چادریں لیے ہوئے ہیں فرمایا یہ لوگ اس وقت خیبر کے یہودیوں کی طرح لگ رہے ہیں۔"

طیالسة "طیلسان" کی جمع ہے، چادر کو کہتے ہیں، چونکہ یہ ایک خاص قسم کی سیاہ چادر تھی جو یہود

---

(۲۷) فتح الباری: ۷/ ۴۷۵ (۲۸) فتح الباری: ۷/ ۴۷۵

استعمال کرتے تھے اس لیے حضرت انسؓ کو یہ بات اچھی نہیں معلوم ہوئی کہ ان کے ساتھ مسلمان مشابہت اختیار کریں، جہاں تک مطلق چادر کے استعمال کا تعلق ہے تو اس میں کوئی حرج اور کراہت نہیں ہے۔

۳۹۷۲ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ : حَدَّثَنَا حَاتِمٌ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ ، عَنْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي خَيْبَرَ ، وَكَانَ رَمِدًا ، فَقَالَ : أَنَا أَتَخَلَّفُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ، فَلَحِقَ بِهِ ، فَلَمَّا بِتْنَا اللَّيْلَةَ الَّتِي فُتِحَتْ ، قَالَ : (لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا ، أَوْ : لَيَأْخُذَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلٌ يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ ، يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيْهِ) . فَنَحْنُ نَرْجُوهَا ، فَقِيلَ : هٰذَا عَلِيٌّ ، فَأَعْطَاهُ ، فَفُتِحَ عَلَيْهِ . [ر : ۲۸۱۲]

اس روایت میں حضرت علیؓ کو جھنڈا دینے کا واقعہ نقل کیا ہے جس کی تفصیل قلعۂ قموص کی فتح میں گذر چکی۔

۳۹۷۳ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ : (لَأُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَى يَدَيْهِ ، يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ) . قَالَ : فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوكُونَ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا ، فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ كُلُّهُمْ يَرْجُو أَنْ يُعْطَاهَا ، فَقَالَ : (أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ) . فَقِيلَ : هُوَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ ، قَالَ : (فَأَرْسِلُوا إِلَيْهِ) . فَأُتِيَ بِهِ فَبَصَقَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ ، فَبَرَأَ حَتَّى كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ ، فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ ، فَقَالَ عَلِيٌّ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، أُقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا ؟ فَقَالَ : (انْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِيهِ ، فَوَاللّٰهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا ، خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ) .

[ر : ۲۷۸۳]

انفذعلی رسلک یونہی اسی حال میں چلے جاؤ، ثم ادعهم الی الاسلام، پھر انہیں اسلام کی دعوت دو۔

جہاد سے قبل اسلام کی دعوت

اس مسئلہ میں ایمہ کا اختلاف ہے کہ کفار کے ساتھ اسلام کی دعوت دینے سے قبل جہاد کرنا جائز ہے

یا نہیں، عام طور پر اس مسئلہ میں تین مذاہب بیان کئے جاتے ہیں۔

❶ دعوت الی اسلام مطلقاً واجب ہے اس وقت تک کافروں سے قتال جائز نہیں ہے جب تک انہیں اسلام کی دعوت نہ دی جائے، چاہے ان کو اسلام کی دعوت اس سے پہلے پہنچی ہو یا نہیں، حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ امام مالک کا مذہب ہے۔ (۲۹)

❷ دعوت الی الاسلام مطلقاً واجب نہیں، یعنی چاہے اسلام کی دعوت کافروں تک پہنچی ہو یا نہ پہنچی ہو تاہم ان کے ساتھ قتال کرنے سے قبل ان کو اسلام کی دعوت دینا کوئی ضروری نہیں، یہ مذہب امام شافعی سے ایک روایت میں منقول ہے۔ (۳۰)

❸ تیسرا مذہب جمہور ایمہ کا ہے اور وہ یہ کہ اگر کسی قوم کو قتال سے پہلے اسلام کی دعوت نہیں پہنچی تو ایسی صورت میں دعوت الی الاسلام واجب ہے اور بغیر دعوت کے قتال جائز نہیں ہے اور اگر اس قوم کو اسلام کی دعوت، قتال سے پہلے پہنچی ہے تو قتال سے قبل اس کو اسلام کی دعوت دینا مستحب ہے، یہی صحیح اور جمہور ایمہ کا مذہب ہے۔ (۳۱)

تنبیہ

حافظ ابن حجر نے حضرات حنفیہ کا مذہب یہ نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک دعوت الی الاسلام مستحب ہے اور اگر بغیر دعوت کے قتال کیا جائے تو جائز ہے (۳۲) لیکن حافظ نے حنفیہ کا مذہب صحیح نقل نہیں کیا ہے، حنفیہ کا مذہب وہی ہے جو جمہور کا ہے، چنانچہ صاحب ہدایہ نے تصریح فرمائی ہے، «لایجوز ان یقاتل من لم تبلغه الدعوة الی الاسلام الا ان یدعوه.... ویستحب ان یدعو من بلغته الدعوة» (۳۳) واللہ اعلم

۳۹۷۶/۳۹۷٤ : حدَّثنا عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ دَاوُدَ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ (ح) وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عِيسٰى : حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الزُّهْرِيُّ ، عَنْ عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَدِمْنَا خَيْبَرَ ، فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْحِصْنَ ، ذُكِرَ لَهُ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ ، وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا وَكَانَتْ عَرُوسًا ، فَاصْطَفَاهَا النَّبِيُّ ﷺ لِنَفْسِهِ ، فَخَرَجَ بِهَا حَتّٰى بَلَغْنَا سَدَّ الصَّهْبَاءِ حَلَّتْ ، فَبَنٰى بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ،

---

(۲۹) فتح الباری: ۷/ ۴۷۸ (۳۰) فتح الباری: ۷/ ۴۷۸ (۳۱) فتح الباری: ۶/ ۱۰۸

(۳۲) چنانچہ حافظ لکھتے ہیں وعن الحنفیة تجوز الاغارة علیهم مطلقاً وتستحب الدعوة (فتح الباری: ۷/۴۷۸)۔

(۳۳) ہدایہ، کتاب السیر، بشرح فتح القدیر: ۵/ ۱۹۷۔

ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِي نِطَعٍ صَغِيرٍ ، ثُمَّ قَالَ لِي : (آذِنْ مَنْ حَوْلَكَ) فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيمَتَهُ عَلَى صَفِيَّةَ ، ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى المَدِينَةِ ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُحَوِّي لَهَا وَرَاءَهُ بِعَبَاءَةٍ ، ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيرِهِ فَيَضَعُ رُكْبَتَهُ ، وَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلَى رُكْبَتِهِ حَتَّى تَرْكَبَ

(٣٩٧٥) : حدثنا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي أَخِي ، عَنْ سُلَيْمَانَ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ : سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَقَامَ عَلَى صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ بِطَرِيقِ خَيْبَرَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ، حَتَّى أَعْرَسَ بِهَا ، وَكَانَتْ فِيمَنْ ضُرِبَ عَلَيْهَا الْحِجَابُ .

(٣٩٧٦) : حدثنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ : أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ : أَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ خَيْبَرَ وَالمَدِينَةِ ثَلَاثَ لَيَالٍ يُبْنَى عَلَيْهِ بِصَفِيَّةَ ، فَدَعَوْتُ المُسْلِمِينَ إِلَى وَلِيمَتِهِ ، وَمَا كَانَ فِيهَا مِنْ خُبْزٍ وَلَا لَحْمٍ ، وَمَا كَانَ فِيهَا إِلَّا أَنْ أَمَرَ بِلَالًا بِالْأَنْطَاعِ فَبُسِطَتْ ، فَأَلْقَى عَلَيْهَا التَّمْرَ وَالْأَقِطَ وَالسَّمْنَ ، فَقَالَ المُسْلِمُونَ : إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ ، أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِينُهُ ؟ فَقَالُوا : إِنْ حَجَبَهَا فَهِيَ إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ ، وَإِنْ لَمْ يَحْجُبْهَا فَهِيَ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِينُهُ . فَلَمَّا ارْتَحَلَ وَطَّأَ لَهَا خَلْفَهُ ، وَمَدَّ الْحِجَابَ [ر : ٣٦٤]

حدثنا عبدالغفار

یہ روایت اور اس کے ساتھ آگے کی دو روایتیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں، ان تینوں روایات میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کے واقعے کو بیان کیا ہے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

یہ سردار بنی نضیر حُیی بن اخطب کی صاحبزادی ہیں، پہلے ان کا نکاح سلام بن مشکم نامی ایک یہودی سے ہوا، اس کے انتقال کے بعد کنانہ بن ابی الحقیق کے عقد نکاح میں آئیں، جب قلعۂ قموص فتح ہوا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی دیگر قیدیوں کے ساتھ قید ہوکر آئیں، کنانہ بعد میں اپنی بدعہدی کی وجہ سے قتل کیا گیا (جس کی تفصیل گذر چکی) حضرت دحیہ کلبی نے آکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک باندی طلب کی تو آپ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ان کے حوالہ کیں، لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے کہا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سردار کی بیٹی ہیں اور حسن وجمال کے اعتبار سے بھی ممتاز ہیں اس لیے آپ ﷺ ان کو اپنے پاس رکھیں، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہ کو دوسری باندی دی اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ نے خود نکاح کرلیا۔ (۴۴)

(۴۴) السیرۃ الحلبیۃ: ۳/ ۴۴

واپسی پر جب مقامِ صہباء پر آپؐ پہنچے تو حضرت صفیہؓ (ماہواری سے) پاک ہوگئیں، اس مقام پر آپؐ نے ان کے ساتھ شب زفاف گزاری اور تین دن وہاں قیام فرمایا، سادہ سا ولیمہ کیا گیا، دسترخوان بچھا کر کھجور، پنیر اور گھی سے بنا ہوا "خیس" صحابہؓ نے کھایا۔

حضرت صفیہؓ بڑی عاقلہ، حلیمہ اور فاضلہ خاتون تھیں، حافظ ابن حجر نے "الاصابۃ" میں لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ صہباء سے پہلے ان کے پاس تشریف لائے تو حضرت صفیہؓ کی خواہش یہ ہوئی کہ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف نہ لائیں، چنانچہ آپؐ واپس ہوئے، بعد میں جب ان سے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمانے لگیں، چونکہ وہ مقام یہود خیبر کے قریب تھا، آپ کو میرے قریب پاکر یہودی آپؐ کے خلاف سازش کرسکتے تھے، اس خطرہ کی وجہ سے میں نے چاہا تھا کہ آپؐ میرے قریب وہاں نہ رہیں۔ (۳۵)

امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے حضرت صفیہؓ کو اختیار دیا کہ وہ اگر چاہیں تو آزاد ہوکر اپنے گھر چلی جائیں اور اگر چاہیں تو آپؐ کے نکاح میں آنا قبول کریں، حضرت صفیہؓ نے دوسری صورت اختیار کرکے آپؐ کے نکاح میں آنا قبول کیا۔ (۳۶)

ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں نقل کیا ہے کہ حضرت صفیہؓ نے فتح خیبر سے قبل خواب دیکھا تھا کہ چاند میرے گود میں آگیا ہے، جب یہ خواب اپنے شوہر کنانہ کو سنایا تو اس نے طمانچہ رسید کرتے ہوئے کہا کہ تو بادشاہ مدینہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی تمنا کرتی ہے، اس طمانچہ کا نشان حضرت صفیہؓ کے چہرے پر تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نشان کے متعلق پوچھا تو انہوں نے یہ قصہ سنایا۔ (۳۷)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الوفات میں تھے تو تمام امہات المؤمنینؓ آپؐ کے اردگرد جمع ہوئیں، حضرت صفیہؓ نے آپؐ کی تکلیف دیکھ کر کہا، واللّٰہ، یانبی اللّٰہ لوددت ان الذی بک بی "اے اللہ کے نبی! بخدا میں چاہتی ہوں کہ جو تکلیف آپؐ کو ہے، یہ مجھے ہوتی" اس جملے پر باقی ازواج مطہراتؓ نے ان کو گھور کر دیکھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی ازواجؓ کے اس گھورنے کو ناپسند کیا اور فرمایا، "واللّٰہ، انہا لصادقۃ" آپؐ کا مطلب یہ تھا کہ یہ جملہ انہوں نے کسی تصنع کی وجہ سے نہیں کہا بلکہ سچ کہا اور دل سے کہا ہے۔ (۳۸) حضرت صفیہؓ کا انتقال ۵۰ھ یا ۵۲ھ میں حضرت معاویہؓ کے دور خلافت میں ہوا۔ (۳۹) اب ذرا روایات کے مشکل الفاظ دیکھ لو۔

---

(۳۵) الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۳۴۷/۴ (۳۶) مسند امام احمد بن حنبل: ۱۳۸/۲۔

(۳۷) سیرت ابن ھشام: ۲/ ۳۵۰۔ ۳۵۱ (۳۸) الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۳۴۷/۴۔ ۳۴۸ (۳۹) الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۳۴۷/۴۔ ۳۴۸

فاصطفاها النبی صلی اللہ علیہ وسلم لنفسہ

اس جملہ کا ایک مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ کو اپنے لیے مال غنیمت کے حصے میں منتخب کیا، عام مسلمانوں کو مال غنیمت میں جتنا حصہ ملتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خمس کے علاوہ مال غنیمت میں اتنا ہی حصہ ملتا تھا تو جو حصہ خیبر کے عام مال غنیمت سے آپؐ کو ملنا تھا اسی میں آپؐ نے حضرت صفیہؓ کا انتخاب کیا اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپؐ نے "صفی" کے طور پر ان کو اپنے لیے متعین کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مال غنیمت کی تقسیم سے قبل یہ اختیار ہوتا تھا کہ جو چیز آپؐ کو پسند ہو وہ آپؐ لے لیں جس کو اصطلاح میں صفی کہا جاتا ہے، حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ حضرت صفیہؓ کا نام "زینب" تھا جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صفی کے طور پر ان کا انتخاب اپنے لیے کیا تو اس وقت سے ان کا نام "صفیہ" ہوگیا۔ (۴۰)

ثم صنع حیسا فی نطع صغیر

حیس، کھجور، پنیر اور گھی سے بنا ہوا ایک مخصوص کھانا ہوتا تھا جو عربوں کے ہاں بہت پسندیدہ ہوتا تھا۔ نطع: چمڑے کے دسترخوان کو کہتے ہیں، اس کی جمع "انطاع" آتی ہے۔

فرایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحوی لہا وراءہ بعباءۃ

یعنی میں نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صفیہؓ کے لیے اپنے پیچھے چادر کے ذریعہ جگہ بنارہے تھے، مطلب یہ ہے کہ آپؐ حضرت صفیہؓ کو اپنے پیچھے بٹھانے کے لیے چادر درست کررہے تھے تاکہ وہ اس پر بیٹھیں۔ یحوی لہا، کے معنی ہیں، یجعل لہا حویۃ، حویہ، اس چادر کو کہتے ہیں جو اونٹ وغیرہ پر سوار شخص اپنے اردگرد بچھاتا ہے، (۴۱) عباءۃ، سے مراد بھی چادر ہے۔

۳۹۷۷ : حدثنا أبو الوليد : حدَّثنا شُعْبَةُ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا وَهْبُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ حُمَيْدِ بنِ هِلَالٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا مُحَاصِرِي خَيْبَرَ ، فَرَمَى إِنْسَانٌ بِجِرَابٍ فِيهِ شَحْمٌ ، فَنَزَوْتُ لِآخُذَهُ ، فَالْتَفَتُّ فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ فَاسْتَحْيَيْتُ .

[ر : ۲۹۸۴]

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے خیبر کا محاصرہ کیا ہوا تھا، ایک آدمی نے ایک تھیلی پھینکی جس میں چربی تھی اس کو لینے کے لیے میں نے چھلانگ لگائی، اچانک دیکھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قریب ہی تشریف فرما تھے تو میں شرمندہ ہوا، چونکہ بھوک کی شکایت عام ہوگئی تھی اس لیے حضرت عبداللہؓ

(۴۰) فتح الباری: ۷/ ۴۸۰

(۴۱) فتح الباری: ۷/ ۴۸۰

اس چربی کی تھیلی کی طرف بڑھے ، اس روایت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اشیاء خوردونوش کی اگر کسی کو ضرورت ہو تو مال غنیمت کی تقسیم سے قبل بقدر ضرورت لینا جائز ہے ، اسی طرح اسلحہ وغیرہ اگر جہاد میں استعمال کرنے کے لیے مال غنیمت کی تقسیم سے قبل لے لیا جائے تو مضائقہ نہیں لیکن بعد میں انہیں واپس کرنا ہوگا۔

٣٩٧٨ : حدّثني عُبَيْدُ بْنُ إِسماعِيلَ ، عَنْ أَبِي أُسامَةَ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ ، عَنْ نَافِعٍ وَسَالِمٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ نَهٰى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ أَكْلِ الثُّومِ ، وَعَنْ لُحُومِ الحُمُرِ الأَهْلِيَّةِ

نَهٰى عَنْ أَكْلِ الثُّومِ : هُوَ عَنْ نَافِعٍ وَحْدَهُ . وَلُحُومِ الحُمُرِ الأَهْلِيَّةِ : عَنْ سَالِمٍ

[٣٩٨٠ ، ٣٩٨١ ، ٥٢٠٢ ، وانظر : ٨١٥]

اس روایت کو عبیداللہ نافع اور سالم سے نقل کرتے ہیں، آگے جاکر انہوں نے بتایا کہ اکل ثوم کا مسئلہ میں نے نافع سے روایت کیا ہے اور لحوم الحمر الاھلیہ کا مسئلہ میں نے سالم سے روایت کیا ہے ، دونوں کو چونکہ پہلے جمع کردیا تھا تو کسی کو شبہ ہوسکتا تھا کہ دونوں سے دونوں مسئلے منقول ہیں اس لیے آگے وضاحت کردی۔

جمہور کے نزدیک لہسن کھانا جائز ہے البتہ اس بات کی احتیاط ہونی چاہیئے کہ پکاکر اس کو استعمال کیا جائے تاکہ اس کی بدبو اذیت کا سبب نہ ہو۔

٣٩٧٩ : حدّثني يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ : حَدَّثَنَا مالِك ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ وَالحَسَنِ ٱبْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ أَبِيهِمَا ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ نَهٰى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ ، وَعَنْ أَكْلِ لُحُومِ الحُمُرِ الإِنْسِيَّةِ . [٤٨٢٥ ، ٥٢٠٣ ، ٦٥٦]

یہ روایت حضرات اہل بیت سے منقول ہے ، حضرت ابن شہاب کے بعد کے سارے راوی اہل بیت سے تعلق رکھتے ہیں۔

نکتہ

اس روایت کے ایک راوی "حضرت محمد بن علی" ہیں، ان کی والدہ کا نام حنفیہ ہے اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں، عام طور سے والدہ کی طرف نسبت کرکے ان کو "محمد بن حنفیہ" ہی

کہا جاتا ہے ، حنفیہ حضرت علیؓ کی باندی تھیں۔

رافضی ان کو "الہ اصغر" مانتے ہیں، عجیب بات یہ ہے کہ محمد بن حنفیہ جس باندی سے پیدا ہوئے ہیں، وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جہاد میں مال غنیمت میں آئی تھیں اور حضرت علیؓ کو ملی تھیں، پھر ان سے حضرت علیؓ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ پیدا ہوئے تو اگر العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ حضرت ابوبکر صدیقؓ حق بجانب نہیں تھے ، اور معاذاللہ وہ ایمان سے خارج تھے اور وہ غاصب اور ظالم تھے تو پھر ان کا جہاد بھی اسلامی جہاد نہیں ہوسکتا اور اس جہاد میں جو مال غنیمت ہاتھ آئے گا اس کو بھی اسلامی غنیمت نہیں کہہ سکتے ہیں، چنانچہ اس غنیمت میں جو باندی ملے گی اس پر بھی ملک یمین صحیح ثابت نہیں ہوگی تو اس طرح الہ اصغر کا نسب مشکوک ہوجائے گا اس لیے روافض کو خیال رکھنا چاہیئے کہ حضرت صدیقؓ کی شان میں گستاخیاں کرنے سے مآل اور انجام کیا نکلتا ہے ، ان کے الہ اصغر کے نسب میں اس سے طعن کا موقع پیدا ہوتا ہے۔

حرمت متعہ

اس روایت میں متعہ کی حرمت بیان کی گئی ہے ۔ یہ بات تو آگے آئے گی کہ متعہ کو خیبر میں حرام قرار دیا گیا یا فتح مکہ میں یا غزوۂ اوطاس میں یا حجۃ الوداع میں یا تبوک میں البتہ متعہ کی حرمت جو باجماع امت ایک متفق علیہ مسئلہ ہے ، اس سلسلہ میں چند باتیں عرض کرنی ہیں۔

روافض کے نزدیک متعہ اور اس کا رتبہ

اہل تشیع اور روافض کے نزدیک متعہ نہ صرف ں ہے بلکہ عظیم ترین عبادت ہے ، ان کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی آدمی ایک مرتبہ متعہ کرتا ہے تو اس کا درجہ حضرت حسینؓ کے برابر ہوجاتا ہے اور اگر یہ سعادت اس کو دوسری بار بھی حاصل ہوجائے تو وہ حضرت حسنؓ کے مرتبہ کے مساوی ہوجاتا ہے اور جو تین مرتبہ متعہ کرے تو اس کا درجہ حضرت علیؓ کے برابر ہوجاتا ہے اور جو چار مرتبہ متعہ کرے اس کا درجہ (نعوذباللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہوجاتا ہے ، کہتے ہیں کہ متعہ کرنے والا جب متعہ کے بعد غسل کرتا ہے تو غسل کے دوران گرنے والے قطرات میں ہر ہر قطرہ سے فرشتہ پیدا ہوتا ہے اور وہ اس متعہ کرنے والے کے

لیے مغفرت اور رفع درجات کی دعا کرتا رہتا ہے، متعہ کی یہ فضیلت خود ان کی کتابوں میں درج ہے۔ (۱)

متعۂ روافض خالص زنا ہے

روافض کے ہاں جو متعہ رائج ہے یہ خالص زنا ہے، ان کے متعہ میں گواہ نہیں ہوتے، ولی نہیں ہوتا، نفقہ واجب نہیں ہوتا، سکنی، عدت، میراث اور نسب نام کی کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی، بس ایک مرد ایک عورت سے تمتع حاصل کرنے کے لیے اجرت کے عوض معاہدہ کرلیتا ہے (۲) اور ظاہر ہے کہ اسی باہمی رضامندی سے عام طور پر زنا بھی ہوتا ہے یہ اور بات ہے کہ زنا میں اجرت کا طے ہونا کوئی ضروری نہیں، زنا بغیر اجرت کے بھی ہوتا ہے اور اجرت کے ساتھ بھی، اور متعہ میں اجرت ہوتی ہے، کسی بھی دین سماوی میں کبھی بھی جس طرح زنا حلال نہیں ہوا اسی طرح روافض کا مذکورہ متعہ بھی حلال نہیں ہوا۔

حلت متعہ پر آیت قرآنیہ سے روافض کا غلط استدلال

متعہ کی حلت پر روافض قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فريضة، ولاجناح عليكم فيما تراضيتم به من بعد الفريضة،ان الله كان عليماً حكيماً (۳)

روافض کہتے ہیں کہ اس آیت میں متعہ کا بھی ذکر ہے اور اجرت کا بھی، نیز حضرت ابی بن کعب اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی قراءت میں "الی اجل مسمی" کا اضافہ بھی ہے ان کی قراءت ہے ﴿فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی....﴾ (۴) اجل، متعہ اور اجرت تینوں چیزوں کا ذکر ہے اور اسی کا نام "متعہ" ہے، لہذا متعہ کا ثبوت قرآن میں موجود ہے۔

---

(۱) چنانچہ شیعوں کی مشہور کتاب "تفسیر منہاج الصادقین" جس کو شیعہ تفسیر کبیر کہتے ہیں اور جس کا مفسر فتح اللہ کاشانی شیعہ مجتہد ہے اس میں فضائل متعہ بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب یہ روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

من تمتع مرة كان درجته كدرجة الحسين، ومن تمتع مرتين فدرجته كدرجة الحسن، ومن تمتع ثلاث مرات كان درجته كدرجة علی بن ابی طالب ومن تمتع اربع مرات فدرجته كدرجتی۔ (منہاج الصادقین: ۴۹۳)

اسی طرح شیعہ مجتہد سید ابوالقاسم اپنی کتاب "برہان المتعہ" میں امام جعفر صادق سے یہ روایت نقل کرتا ہے۔

قال ابو عبدالله: مامن رجل تمتع ثم اغتسل الاخلق الله من كل قطرة تقطر منه سبعين ملكا، يستغفرون له الى يوم القيامة۔ (شیعیت کا اصلی روپ صفحہ ۳۰۱ بحوالہ برہان المتعہ: ۵۰)

(۲) دیکھیے شیعیت کا اصلی روپ ۲۹۸ بحوالہ تہذیب الاحکام ۷/ ۲۵۱، ۲۵۵، ۲۵۶۔ طبع تہران

(۳) سورۃ النساء / ۲۴

(۴) دیکھیے الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ۵/ ۱۳۰۔ ومعالم السنن للخطابی: ۳/ ۱۹۔

آیت کا صحیح مفہوم

لیکن یہ تلبیس ہے، قرآن کی اس آیت کے سیاق وسباق میں اگر غور کیا جائے تو بات بے غبار ہوجاتی ہے اور آیت کریمہ کا صحیح مفہوم واضح ہوجاتا ہے۔ اس آیت سے پہلی آیت میں اللہ جل شانہ نے محرمات کی تفصیل بیان فرمائی ہے حرمت علیکم امھاتکم وبناتکم الخ اس کے بعد متصل دوسری آیت میں ان عورتوں کی نشاندہی فرمائی گئی ہے جن سے نکاح حلال اور جائز ہے چنانچہ فرمایا گیا۔ ﴿ واحل لکم ماوراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین ﴾ یعنی مذکورہ محرمات کے علاوہ باقی عورتوں سے نکاح جائز ہے، پھر "واحل لکم" پر تفریع کرتے ہوئے فرمایا گیا، فما استمتعتم بہ.... الخ یعنی جب تم نے ان حلال عورتوں میں سے کسی کے ساتھ نکاح کرلیا اور اس سے استمتاع بھی کرلیا تو اس کا پورا مہر اس کو دو۔ اس سیاق وسباق کو دیکھنے سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ "فما استمتعتم بہ...." سے کسی مستقل چیز کا حکم نہیں دیا جارہا ہے بلکہ یہ ماقبل کلام پر تفریع اور اس کا تتمہ ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ اس میں "اجورھن" کا لفظ آیا ہے تو اطلاعاً عرض ہے کہ یہاں "اجورھن" بالاتفاق "مھورھن" کے معنی میں ہے، مہر کے لیے قرآن نے دوسری آیات میں بھی "اجر" کا لفظ استعمال کیا ہے، جیسے ﴿ فانکحوھن باذن اھلھن وآتوھن اجورھن ﴾ (۵) اور ﴿ لاجناح علیکم ان تنکحوھن اذا اتیتموھن اجورھن.... ﴾ (٦) ان دونوں آیات میں "اجورھن" بالاتفاق "مھورھن" کے معنی میں ہے۔

مہر کے لیے لفظ "اجرت" کے استعمال کی وجہ یہ ہے کہ مہر عورت کے منافع کا عوض ہوتا ہے، اس کی ذات کا عوض نہیں ہوتا اور جو چیز منافع کے عوض میں ہوتی ہے اس کو اجرت کہتے ہیں۔

جہاں تک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ کی قراءت کا تعلق ہے تو ان کی وہ قراءت شاذہ ہے جس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ (۷)

فما استمتعتم بہ.... سے اگر رافضیوں کا متعہ مراد لیا جائے تو اس سے ایک اور خرابی یہ لازم آئے گی کہ آیت کے اول اور آخر حصے میں تعارض پیدا ہوجائے گا کیونکہ آیت کے ابتدائی حصہ میں کہا گیا ہے محرمات کے علاوہ جن عورتوں سے تم نکاح کرو تو اس نکاح سے عفت اور پاکدامنی کے طلبگار بنو، نکاح سے شہوت رانی مقصد نہیں ہونی چاہیئے چنانچہ فرمایا گیا "محصنین غیر مسافحین" اب اگر "فما استمتعتم بہ...." سے روافض کا متعہ مراد لیا جائے تو وہ تو ہوتا ہی شہوت رانی کے لیے ہے جس کی پہلے ممانعت کی گئی، تو اس طرح اول اور آخر کلام میں تعارض پیدا ہوگا۔

---

(۵) سورۃ النساء / ۲۵ (٦) سورۃ الممتحنۃ / ۱۰ (۷) تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے تفسیر قرطبی: ۵/ ۱۲۹۔ ۱۳۲۔

حرمت متعہ پر قرآنی آیات

حدیث کے علاوہ قرآن مجید کی بھی کئی آیات متعہ کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں، چنانچہ سورۃ معارج میں فرمایا گیا، والذین هم لفروجهم حافظون ٥ الاعلی ازواجهم او ماملکت ایمانهم فانهم غیر ملومین ٥ فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک هم العادون (۸)

ان آیات میں دو قسم کی عورتوں کے ساتھ ہمبستری کی اجازت دی گئی ہے، ایک ازواج یعنی وہ عورتیں جن سے عقد نکاح کے ذریعہ انسان تمتع حاصل کرسکتا ہے اور دوسری ملک یمین کے ذریعہ سے انسان کی ملکیت میں آنے والی باندیاں، ان دو قسموں کے علاوہ کسی اور سے اپنی شہوت پوری کرنے والوں کے بارے میں کہا گیا کہ ایسے لوگ سرکش اور باغی ہیں اور ظاہر ہے جس عورت سے متعہ کیا جاتا ہے وہ ان دو قسموں میں سے کسی میں بھی داخل نہیں ہے، اس کو آپ زوجہ نہیں کہہ سکتے کہ زوجہ کے لیے میراث، سکنیٰ، عدت اور اس سے پیدا ہونے والے بچہ کا نسب ثابت ہوتا ہے جبکہ متعہ میں عورت کے لیے ان میں سے کسی چیز کا ثبوت روافض نہیں مانتے، اسی طرح اس پر باندی کا اطلاق بھی نہیں کیا جاسکتا کہ باندی فروخت کی جاسکتی ہے لیکن جس عورت سے متعہ کیا جاتا ہے اس کو فروخت نہیں کرسکتے اس لیے متعہ کرنے والے لوگ فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک هم العادون میں داخل ہیں اور اس آیت سے حرمت متعہ بالکل صاف طور پر ثابت ہورہی ہے۔

اسی طرح قرآن کی سورۃ نساء کی اس آیت سے بھی متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے وان خفتم ان لاتقسطوا فی الیتامی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلاث ورباع، فان خفتم ان لاتعدلوا فواحدة او ماملکت ایمانکم (۹)

یہاں بھی اجازت یا نکاح کی ہے یا ملک یمین کی اور متعہ نہ نکاح ہے اور نہ اس میں ملک یمین کی شکل پائی جاتی ہے، نیز یہاں یہ قید ہے کہ نکاح بیک وقت صرف چار عورتوں کے ساتھ کیا جاسکتا ہے، عدد مقرر ہے جبکہ متعہ بیک وقت روافض کے ہاں دس عورتوں سے بھی کیا جاسکتا ہے بلکہ ہزار عورتوں سے بھی کیا جاسکتا ہے۔ (۱۰)

اسی طرح قرآن مجید کی اس آیت سے بھی متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔

ولیستعفف الذین لایجدون نکاحا حتی یغنیهم اللہ من فضله (۱۱)

"اور جن لوگوں کو نکاح پر قدرت نہیں وہ اپنے آپ کو قابو میں رکھیں حتی کہ جب اللہ ان کو اپنے

(۸) سورۃ المعارج / ۲۹، ۳۰، ۳۱

(۹) سورۃ النساء / ۳

(۱۰) چنانچہ شیعوں کی کتاب "تہذیب الاحکام" میں ہے تزوج منهن الفا فانهن مستاجرات (ص: ۱۴۵۲)

(۱۱) سورۃ النور / ۳۳

فضل سے غنی کردے۔" (تب نکاح کرلیں)

یہ آیت صاف صاف بتارہی ہے کہ اگر کسی شخص کی مالی استطاعت اتنی نہیں ہے کہ وہ نکاح اور نفقہ وغیرہ کے اخراجات برداشت کرسکے تو اس کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ عفیف رہنے کی کوشش کرے اور اپنے نفس کو ضبط وقابو میں رکھے، جب اللہ جل شانہ اس کی مالی حالت مستحکم فرمادیں گے تب وہ نکاح کرے اگر متعہ کے جواز کی کوئی صورت اسلام میں جائز ہوتی تو آیت میں اس اسلوب کو اختیار کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی، غناء سے قبل اس کو عفیف اور قابو میں رہنے کے بجائے متعہ کا حکم دے دیا جاتا۔ (۱۲)

اسی طرح قرآن کی سورۂ فرقان کی آیت ﴿ھوالذی خلق لکم من الماء بشرا فجعلہ نسبا وصھرا﴾ (۱۳) میں نسب اور مصاہرت کے سلسلہ کو اللہ کی نعمتوں میں شمار کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ نسب اور مصاہرت کا ترتب نکاح پر ہوتا ہے متعہ پر نہیں ہوتا پھر اگر متعہ بقول روافض عظیم عبادت ہے تو جس طرح نکاح میں اظہار اور اعلان ہوتا ہے، تہنیت ومبارکبادی پیش کی جاتی ہے تو یہ لوگ متعہ میں ایسا کیوں نہیں کرتے۔ آج تک کسی رافضی کو فخر سے یہ کہتے کسی نے نہیں سنا ہوگا کہ اس نے اپنی مادر محترمہ یا بہن کے متعوں کا ذکر کیا ہو اور اس عظیم عبادت کے اظہار پر خوشی کا اظہار کیا ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ ان کے دل خود اندر سے اس پر مطمئن نہیں ہیں، لیکن شہوت رانی اور دین اسلام سے برگشتگی اور انحراف کی وجہ سے انہوں نے خالص زنا کو متعہ کا نام دے کر اس کے جواز کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کیا، اللہ ہمیں دین اسلام کی صحیح سمجھ عطا فرمائیں اور شیطان کے ہتھکنڈوں سے ہمیں بچائیں۔ (آمین)

ابتدائے اسلام میں جو متعہ حلال تھا وہ درحقیقت نکاح موقت تھا!

یہاں روایت میں جس متعہ کی حرمت کا ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ سے ممانعت فرمائی اس متعہ سے رافضیوں کا متعہ مراد نہیں، جیسا کہ بتادیا گیا کہ متعۂ روافض زنا ہے اور زنا کی اجازت اسلام میں کبھی بھی نہیں دی گئی، ابتدائے اسلام میں جس متعہ کی اجازت تھی وہ درحقیقت نکاح موقت تھا، نکاح موقت، زنا اور نکاح صحیح کے درمیان کی چیز ہے، نکاح موقت پر نہ نکاح صحیح کا اطلاق درست ہے اور نہ اس کو زنا کہہ سکتے ہیں، نکاح صحیح اس کو اس لیے نہیں کہہ سکتے کہ نکاح صحیح میں میراث

---

(۱۲) لیکن قرآن کے اس حکم کے بالکل برعکس ایران کے صدر کا یہ حکم ملاحظہ ہو "ایران کے صدر مسٹر علی اکبر ہاشمی رفسنجانی نے ایران میں رہنے والی تمام بیوہ اور کنواری عورتوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ جنسی خواہش کو پورا کرنے کے لیے عارضی مدت کی غیر رسمی شادیاں کریں، اس نے یہ بات تہران یونیورسٹی میں جمعہ والے خطبہ میں کہی، اس نے یہ بھی کہا کہ یہ شادیاں صرف وہ آدمی کریں جو غیر شادی شدہ ہیں" (شیعیت کا اصلی روپ بحوالہ روزنامہ خادم وطن سندھی، مورخہ دسمبر ۱۹۹۰ء کا اردو ترجمہ۔)

(۱۳) سورۃ الفرقان / ۵۴

اور فرقت کے بعد عدت ہوتی ہے جبکہ نکاح موقت میں یہ چیزیں نہیں ہوتیں، تاہم اس کو زنا بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ عقد گواہوں کی موجودگی میں ہوتا ہے اور اس میں استبراء بھی ہوتا ہے نیز ولی کی اجازت بھی ہوتی ہے اس لیے اس کو زنا نہیں کہہ سکتے۔

نکاح موقت اور متعۂ روافض میں فرق!

یہ بات تو آپ کے سامنے آگئی کہ ابتدائے اسلام میں جس متعہ کا جواز تھا وہ نکاح موقت تھا لیکن جو متعہ روافض کے ہاں رائج ہے یہ نکاحِ موقت نہیں، زنا ہے، نکاح موقت اور متعۂ روافض میں فرق یہ ہے کہ نکاح موقت میں گواہ ہوتے ہیں، ولی کی اجازت ہوتی ہے، استبراء (بحیضۃ واحدہ) ہوتا ہے جبکہ روافض کے ہاں رائج متعہ میں نہ گواہ ہوتے ہیں، نہ اذن ولی ہے اور نہ ہی استبراء۔

متعہ یا نکاحِ موقت کا جواز ابتدائے اسلام میں بالکل اسی طرح تھا جیسے سود اور شراب کا جواز ابتدا میں تھا، لیکن جس طرح سود اور شراب کی حرمت کے بعد اس کے جواز کی کوئی صورت نہیں رہی اسی طرح نکاح موقت یا متعہ کے جواز کا بھی اس کی حرمت کے اعلان کے بعد کوئی تصور نہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کی طرف جواز متعہ کی نسبت!

حضرت ابن عباسؓ کی طرف یہ بات بعض روایات میں منسوب ہے کہ وہ جوازِ متعہ کے قائل تھے، لیکن ان کی طرف یہ نسبت ان کے اقوال شاذہ کی بنیاد پر ہے لہذا اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، نیز حضرت ابن عباسؓ سے رجوع بھی ثابت ہے (۱۴) حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ آپ نے کیا فتوی دیا ہے "سارت بها الركبان وقالت فيها الشعراء" یعنی آپ کے اس فتوے کو لوگ شہرت دے رہے ہیں، شعراء نے بھی اس فتوے کے بارے میں طبع آزمائی کی ہے، حضرت ابن عباسؓ نے دریافت کیا کہ شعراء نے کیا کہا ہے تو سعید بن جبیر نے کسی شاعر کے یہ شعر سنائے۔

وقد قلت للشيخ لما طال محبسه
یاصاح هل لک فی فتیاابن عباس
هل لک فی رخصة الاطراف آنسة
تکون مثواک حتی مصدر الناس

(۱۴) چنانچہ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: «وانما روی عن ابن عباس شئی من الرخصة فی المتعة ثم رجع عن قوله حیث اخبر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم» الجامع الصحیح للترمذی: ۱/۲۱۳ـ باب ماجاء فی نکاح المتعة)

"میں نے شیخ سے کہا جب اس کا ٹھہرنا کافی طویل ہوگیا کہ صاحب! آپ کو (جواز متعہ کے متعلق) ابن عباسؓ کے فتوی میں کوئی دلچسپی ہے اور کیا نرم ونازک اطراف والی دوشیزہ میں آپ کو کچھ رغبت ہے جو لوگوں کے جانے پر آپ کا ٹھکانا بنے" (اور آپ اسے متعہ کریں)

حضرت ابن عباسؓ نے جب یہ شعر سنے تو استغفار پڑھنے کے بعد فرمایا وماھی الاکالمیتة والدم والخنزیر (۱۵) غرضیکہ ان سے رجوع ثابت ہے۔

باقی یہ کہ متعہ کی حلت کے وہ ابتداءً کیوں قائل تھے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی حرمت کا جس وقت اعلان فرمایا اس وقت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کم عمر تھے اس لیے ان کو اس کی اطلاع نہ ہوسکی، اس کے ساتھ ساتھ یہاں یہ بات یاد رہے کہ حضرت ابن عباسؓ جس متعہ کے جواز کے قائل تھے وہ نکاح موقت تھا، رافضیوں والا متعہ نہیں تھا۔

نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن متعة النساء یوم خیبر

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں غزوۂ خیبر کے موقع پر متعہ کی حرمت بتلائی گئی ہے، نسخ کی روایات پر تو اتفاق ہے کہ متعہ منسوخ ہوچکا ہے البتہ اس میں روایات مختلف ہیں کہ کب اور کس موقع پر یہ منسوخ ہوا؟ بعض روایات سے غزوۂ خیبر میں (۱۶)، بعض سے فتح مکہ میں (۱۷)، بعض سے غزوۂ اوطاس میں (۱۸) بعض سے تبوک میں (۱۹) اور کچھ روایات سے حجۃ الوداع (۲۰) میں اس کی حرمت کا اعلان معلوم ہوتا ہے۔

لیکن تبوک والی روایات ضعیف ہونے کی وجہ سے قابل اعتبار نہیں ہیں، (۲۱) جن روایات میں حجۃ الوداع کے موقع پر متعہ کی حرمت کے اعلان کا ذکر ہے وہ روایات صحیح ہیں، تاہم حجۃ الوداع کے موقع پر چونکہ مسلمانوں کا مجمع بہت بڑا تھا اس لیے اعلاناً للناس آپؐ نے اس کی حرمت کا دوبارہ اعلان فرمایا، حرمت کا

---

(۱۵) دیکھیے التعلیق الصبیح علی مشکاۃ المصابیح: ۲۶/۴۔ ۲۷۔ ومعالم السنن للخطابی: ۱۹/۳۔

(۱۶) جیساکہ حدیث باب میں ہے،

(۱۷) چنانچہ کنزالعمال کی روایت میں ہے: «عن سبرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی عن متعة النساء فی حجة الوداع» (کنزالعمال ۱۶/ ۵۲۵، رقم ۴۵۷۳۶)

(۱۸) چنانچہ حضرت سلمۃ بن الاکوع فرماتے ہیں .... «رخص رسول الله صلی الله علیه وسلم عام اوطاس فی المتعة ثلاثا ثم نهی عنها» (صحیح مسلم ۱/ ۴۵۱، باب ماجاء فی متعة النکاح)

(۱۹) وفی روایة اسحاق بن راشد عن الزهری .... «ان النبی صلی الله علیه وسلم نهی فی غزوة تبوک عن نکاح المتعة» (فتح الباری: ۹/ ۱۶۸)

(۲۰) عن محمد بن الحنفیة، قال: «تکلم علی وابن عباس فی متعة النساء قال له علی: انک امرؤ تائه، ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی عن متعة النساء فی حجة الوداع» (کنز العمال: ۱۶/ ۶۲۸)

(۲۱) دیکھیے فتح الباری: ۹/ ۱۷۰

اعلان تو آپ پہلے کرچکے تھے اس موقع پر تحریم سابق سے لوگوں کو خبردار کرنے کے لیے دوبارہ اعلان فرمایا، (۲۲)
جہاں تک ان روایات کا تعلق ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ اوطاس میں متعہ کی حرمت کا اعلان کیا گیا ہے تو ان روایات میں غلط فہمی کا دخل ہے چونکہ غزوۂ اوطاس فتح مکہ کے متصل بعد واقع ہوا ہے اس لیے بعض راویوں نے فتح مکہ کے بجائے غزوۂ اوطاس کا ذکر کردیا۔ (۲۳)

اب دو قسم کی روایات رہ جاتی ہیں جن میں بعض سے غزوۂ خیبر میں اس کی حرمت کا اعلان معلوم ہوتا ہے اور بعض میں فتح مکہ کے موقع پر متعہ کی حرمت کے اعلان کا ذکر ہے۔

امام شافعی اور ان کے بعض اصحاب کی رائے یہ ہے کہ متعہ کی حرمت اولاً خیبر میں ہوئی، اس کے بعد فتح مکہ کے موقع پر تین دن کے لیے اس کو مباح قرار دیا گیا اور تین دن کے بعد ابدالآباد تک اس کو حرام کردیا گیا، اس طرح اس کی حرمت واباحت دونوں مکرر ہوئیں اور قبلہ کی طرح اس میں بھی دو مرتبہ نسخ ہوا (۲۴)
امام نووی نے اسی کو راجح اور مختار قرار دیا ہے۔ (۲۵) واللہ اعلم

۳۹۸۱/۳۹۸ : حدثنا مُحَمَّدُ بنُ مُقَاتِلٍ : أَخبرَنَا عَبدُ اَللّهِ : حَدَّثَنَا عُبَيدُ اَللّهِ بنُ عُمَرَ ، عَن نَافِعٍ ، عَنِ ٱبنِ عُمَرَ : أَنَّ رَسُولَ اَللّهِ ﷺ نَهٰى يَومَ خَيبَرَ عَن لُحُومِ الحُمُرِ الأَهلِيَّةِ

(۳۹۸۱) : حدثني إِسحٰقُ بنُ نَصرٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ عُبَيدٍ : حَدَّثَنَا عُبَيدُ اَللّهِ ، عَن نَافِعٍ وَسَالِمٍ ، عَنِ ٱبنِ عُمَرَ رَضِيَ اَللّهُ عَنهُمَا قَالَ : نَهٰى النَّبِيُّ ﷺ عَن أَكلِ لُحُومِ الحُمُرِ الأَهلِيَّةِ . [ر : ۳۹۷۸]

۳۹۸۲ : حدثنا سُلَيمانُ بنُ حَربٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بنُ زَيدٍ ، عَن عَمرٍو ، عَن مُحَمَّدِ بنِ عَلِيٍّ ، عَن جابِرِ بنِ عَبدِ اَللّهِ رَضِيَ اَللّهُ عَنهُمَا قالَ : نَهٰى رَسُولُ اَللّهِ ﷺ يَومَ خَيبَرَ عَن لُحُومِ الحُمُرِ الأَهلِيَّةِ ، وَرَخَّصَ في الخَيلِ . [۵۲۰۱ ، ۵۲۰۴]

۳۹۸۶/۳۹۸۳ : حدثنا سَعِيدُ بنُ سُلَيمانَ : حَدَّثَنَا عَبَّادٌ ، عَنِ الشَّيبَانِيِّ قالَ : سَمِعتُ ابنَ أَبِي أَوفَى رَضِيَ اَللّهُ عَنهُمَا يَقُولُ : أَصابَتنَا مَجَاعَةٌ يَومَ خَيبَرَ ، فَإِنَّ القُدُورَ لَتَغلِي ، قالَ : وَبَعضُهَا نَضِجَت ، فَجَاءَ مُنَادِي النَّبِيِّ ﷺ : (لَا تَأكُلُوا مِن لُحُومِ الحُمُرِ شَيئًا ، وَأَهرِيقُوهَا) . قالَ ٱبنُ أَبِي أَوفَى : فَتَحَدَّثنَا أَنَّهُ إِنَّمَا نَهٰى عَنهَا لِأَنَّهَا لَم تُخَمَّس ، وَقالَ بَعضُهُم : نَهٰى عَنهَا أَلبَتَّةَ ، لِأَنَّهَا كانَت تَأكُلُ العَذِرَةَ .

---

(۲۲) فتح الباری: ۹/ ۱۷۰ (۲۳) فتح الباری: ۹/ ۱۷۰
(۲۴) زادالمعاد: ۳/ ۳۴۴ (۲۵) دیکھیے شرح مسلم للنووی: ۱/ ۴۵۰

(٣٩٨٤) : حدثنا حجاج بن منهال : حدثنا شعبة قال : أخبرني عدي بن ثابت ، عن البراء وعبد الله بن أبي أوفى رضي الله عنهم : أنهم كانوا مع النبي ﷺ فأصابوا حمرا فطبخوها ، فنادى منادي النبي ﷺ : (أكفئوا القدور) .

(٣٩٨٥) : حدثني إسحٰق : حدثنا عبد الصمد : حدثنا شعبة : حدثنا عدي بن ثابت : سمعت البراء وابن أبي أوفى رضي الله عنهم يحدثان ، عن النبي ﷺ أنه قال يوم خيبر ، وقد نصبوا القدور : (أكفئوا القدور) .

حدثنا مسلم : حدثنا شعبة ، عن عدي بن ثابت ، عن البراء قال : غزونا مع النبي ﷺ ، نحوه .

(٣٩٨٦) : حدثني إبراهيم بن موسى : أخبرنا ابن أبي زائدة : أخبرنا عاصم ، عن عامر ، عن البراء بن عازب رضي الله عنهما قال : أمرنا النبي ﷺ في غزوة خيبر : أن نلقي الحمر الأهلية نيئة ونضيجة ، ثم لم يأمرنا بأكله بعد . [ر : ٢٩٨٦]

٣٩٨٧ : حدثني محمد بن أبي الحسين : حدثنا عمر بن حفص : حدثنا أبي ، عن عاصم ، عن عامر ، عن ابن عباس رضي الله عنهما قال : لا أدري أنهى عنه رسول الله ﷺ من أجل أنه كان حمولة الناس ، فكره أن تذهب حمولتهم ، أو حرمه في يوم خيبر : لحم الحمر الأهلية .

حدثنا سلیمان بن حرب....ورخص فی الخیل

گھوڑے کے گوشت کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

❶ امام شافعیؒ، امام ابویوسفؒ، امام محمدؒ اور اکثر علماء کے نزدیک اس کا گوشت جائز اور مباح ہے۔ (۲۶)

❷ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہے، (۲۷) بعض مالکیہ نے اس کو مکروہ تحریمی کہا اور بعض نے مکروہ تنزیہی، (۲۸) حنفیہ میں صاحب ہدایہ لحم خیل کے مکروہ تحریمی ہونے کی طرف مائل ہیں اور امام ابوبکر جصاصؒ کا میلان کراہت تنزیہی کی طرف ہے۔ (۲۹)

جمہور کا استدلال حدیث باب سے ہے اور امام اعظمؒ اور امام مالکؒ کا استدلال حضرت خالد بن ولیدؓ

---

(۲۶) دیکھیے شرح المہذب ۹/ ۴۔ (۲۷) شرح المہذب ۹/ ۴

(۲۸) دیکھیے اوجز المسالک ۹/ ۱۸۰ (۲۹) اوجز المسالک: ۹/ ۱۸۱

کی روایت سے ہے جس کو ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے .... ﴿ نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن اكل لحوم الخيل والبغال والحمر... ﴾ (۳۰)

امام ابوحنیفہ سے صاحبین کے قول کی طرف رجوع بھی نقل کیا گیا ہے۔ (۳۱)

۳۹۸۸ : حدثنا الحَسَنُ بنُ إسحٰقَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ : حَدَّثَنَا زَائِدَةُ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ بْنِ عُمَرَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : قَسَمَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا . قالَ : فَسَّرَهُ نَافِعٌ فَقَالَ : إِذَا كانَ مَعَ الرَّجُلِ فَرَسٌ فَلَهُ ثَلَاثَةُ أَسْهُمٍ ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ فَرَسٌ فَلَهُ سَهْمٌ . [ر : ۲۷۰۸]

قسم رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم خيبر: للفرس سهمين وللراجل سهما یہ **مشہور اختلافی** مسئلہ ہے۔

❶ جمہور اور صاحبین کے نزدیک فارس کے لیے تین حصے ہیں، دو حصے گھوڑے کے اور ایک فارس کا اپنا اور راجل کے لیے ایک حصہ ہے۔

❷ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک فارس کے دو اور راجل کا ایک حصہ ہے۔ (۳۲)

غنائم خیبر کی تقسیم

غنائم خیبر کے اولاً چھتیس حصے کئے گئے تھے جن میں اٹھارہ حصے مسلمانوں کی عام ضروریات کے لیے مختص کردیئے گئے اور باقی اٹھارہ حصے مجاہدین میں تقسیم کئے گئے۔ (۳۳)

مجاہدین میں یہ اٹھارہ حصے کس طرح تقسیم کیے گئے ہیں؟ اس سلسلے میں روایات مختلف ہیں مشہور یہی ہے کہ کل چودہ سو صحابہؓ تھے جن میں دو سو فارس تھے، چودہ سو صحابہؓ کے چودہ حصے ہوگئے، ایک حصے میں سو افراد شریک رہے اور باقی چار حصے گھوڑوں کے ہوئے کیونکہ ہر گھوڑے کے دو حصے ملتے ہیں تو دو سو گھوڑوں کے چار سو حصے ہوگئے، اس طرح یہ اٹھارہ حصے تقسیم ہوئے۔ (۳۴)

---

(۳۰) اعلاء السنن ۱۷/ ۱۴۴

(۳۱) اوجز المسالک: ۹/ ۱۸۰

(۳۲) بذل المجهود في حل ابي داود: ۱۲/ ۲۳۴ ـ نیز منح الباری ۶/ ۶۸، کتاب الجهاد، باب سهام الفرس

(۳۳) وفي زاد المعاد (۳/ ۳۲۸): وقسم رسول الله صلى الله عليه وسلم خيبر على ستة وثلاثين سهما، جمع كل سهم مائة سهم فكانت ثلاثة آلاف وستمائة سهم فكان لرسول الله صلى الله عليه وسلم وللمسلمين النصف من ذلك وهو الف وثمانمائة سهم وعزل النصف الآخر وهو الف وثمانمائة سهم لنوائبه وما ينزل به من امور المسلمين

(۳۴) زاد المعاد: ۳/ ۳۳۰

یہ تقسیم جمہور اور صاحبین کے مذہب کے مطابق ہے کہ فارس کو تین اور راجل کو ایک حصہ ملا لیکن امام ابوداود نے اپنی سنن میں مجمع بن جاریہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ خیبر میں مجاہدین کی تعداد پندرہ سو تھی جن میں تین سو سوار تھے، آپؐ نے ہر سوار کو دو دو حصے دیئے اور ہر پیادہ کو ایک ایک حصہ دیا تو اٹھارہ حصوں میں سے چھ حصے تین سو سواروں نے لیے اور باقی بارہ حصے بارہ سو راجلین کو ملے۔ (۳۵)

اس روایت کے رو سے غنائم خیبر کی تقسیم امام اعظمؒ کے مذہب کے مطابق ہوئی ہے، اس مسئلہ کی مکمل تحقیق اور طرفین کے دلائل، کتاب الجہاد، باب سہام الفرس میں گذر چکے ہیں۔

۳۹۸۹ : حدَّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ سَعِيدِ ٱبْنِ الْمُسَيَّبِ : أَنَّ جُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ أَخْبَرَهُ قَالَ : مَشَيْتُ أَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَقُلْنَا : أَعْطَيْتَ بَنِي الْمُطَّلِبِ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ وَتَرَكْتَنَا ، وَنَحْنُ بِمَنْزِلَةٍ وَاحِدَةٍ مِنْكَ . فَقَالَ : (إِنَّمَا بَنُو هَاشِمٍ وَبَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَاحِدٌ) . قَالَ جُبَيْرٌ : وَلَمْ يَقْسِمِ النَّبِيُّ ﷺ لِبَنِي عَبْدِ شَمْسٍ وَبَنِي نَوْفَلٍ شَيْئًا . [ر : ۲۹۷۱]

حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عثمانؓ دونوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے شکایت کی کہ آپ نے خیبر کے مال خمس میں سے بنوالمطلب کو حصہ دیا اور ہمیں چھوڑ دیا حالانکہ وہ اور ہم آپ سے قرابت میں برابر ہیں۔

دراصل عبدمناف کے چار بیٹے تھے ❶ ہاشم ❷ مطلب ❸ عبدشمس ❹ نوفل، حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہاشم کی اولاد میں سے ہیں، حضرت جبیرؓ نوفل کی اولاد میں اور حضرت عثمان غنیؓ عبدشمس کی اولاد میں سے ہیں تو رشتہ داری اور قرابت کی حیثیت سے بنوہاشم کے لیے بنوالمطلب، بنوعبدشمس اور بنونوفل ایک جیسے ہیں اس لیے حضرت جبیر اور حضرت عثمانؓ نے آکر شکایت کی کہ جب قرابت میں ہم سب برابر ہیں تو پھر ہمیں بھی مال خمس میں سے حصہ ملنا چاہیئے تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انما بنوهاشم وبنو المطلب شئ واحد

ابوداود وغیرہ کی روایت میں اس کے بعد یہ اضافہ بھی ہے، ﴿ انا وبنو المطلب لم نفترق فی جاهلية ولا فی اسلام ﴾ یہ اشارہ اس طرف تھا کہ جب قریش نے بنوہاشم کا مقاطعہ کیا تھا تو اس وقت بنوالمطلب نے بنوہاشم کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا تھا لیکن بنونوفل اور بنوعبدشمس نے ساتھ نہیں دیا تھا تو چونکہ بنوہاشم اور بنوالمطلب قرابت کے ساتھ ساتھ نصرت ومدد میں بھی باہم شریک رہے اس لیے آپؐ نے ان کو "شئ واحد"

(۳۵) دیکھیے سنن ابی داود، کتاب الجہاد، باب فی من اسہم لہ سہم، رقم ۲۷۳۶

فرمایا۔ (۳۶)

۳۹۹۰/۳۹۹۲ : حدّثني مُحَمَّدُ بنُ العَلَاءِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ : حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : بَلَغَنَا مَخْرَجُ النَّبِيِّ ﷺ وَنَحنُ بِالْيَمَنِ ، فَخَرَجْنَا مُهَاجِرِينَ إِلَيْهِ أَنَا وَأَخَوَانِ لِي أَنَا أَصغَرُهُمْ ، أَحَدُهُما أَبُو بُرْدَةَ وَالآخَرُ أَبُو رُهمٍ ، إِمَّا قَالَ : فِي بِضْعٍ ، وَإِمَّا قَالَ : فِي ثَلَاثَةٍ وَخَمْسِينَ ، أَوِ : اثْنَيْنِ وَخَمسِينَ رَجلاً مِن قَومِي ، فَرَكِبْنَا سَفِينَةً ، فَأَلْقَتْنَا سَفِينَتُنَا إِلَى النَّجَاشِيِّ بِالحَبَشَةِ ، فَوَافَقْنَا جَعْفَرَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ ، فَأَقَمْنَا مَعَهُ حَتَّى قَدِمْنَا جَمِيعًا ، فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ ﷺ حِينَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ ، وَكَانَ أُنَاسٌ مِنَ النَّاسِ يَقُولُونَ لَنَا ، يَعْنِي لِأَهلِ السَّفِينَةِ : سَبَقْنَاكُم بِالْهِجْرَةِ . وَدَخَلَتْ أَسْمَاءُ بِنتُ عُمَيسٍ ، وَهِيَ مِمَّن قَدِمَ مَعَنَا ، عَلَى حَفصَةَ زَوجِ النَّبِيِّ ﷺ زَائِرَةً ، وَقَدْ كَانَتْ هَاجَرَت إِلَى النَّجَاشِيِّ فِيمَنْ هَاجَرَ ، فَدَخَلَ عُمَرُ عَلَى حَفْصَةَ ، وَأَسْمَاءُ عِندَهَا ، فَقَالَ عُمَرُ حِينَ رَأَى أَسْمَاءَ : مَن هٰذِهِ ؟ قَالَت : أَسْمَاءُ بِنتُ عُمَيسٍ ، قَالَ عُمَرُ : آلحَبَشِيَّةُ هٰذِهِ ، آلبَحرِيَّةُ هٰذِهِ؟ قَالَت أَسْمَاءُ : نَعَم ، قَالَ : سَبَقْنَاكُمْ بِالْهِجْرَةِ ، فَنَحْنُ أَحَقُّ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ مِنكُم ، فَغَضِبَتْ وَقَالَت : كَلَّا وَاللهِ ، كُنْتُمْ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ يُطْعِمُ جَائِعَكُمْ ، وَيَعِظُ جَاهِلَكُمْ ، وَكُنَّا فِي دَارٍ – أَوْ فِي أَرضٍ – البُعَدَاءِ البُغَضَاءِ بِالحَبَشَةِ ، وَذٰلِكَ فِي اللهِ وَفِي رَسُولِهِ ﷺ ، وَايْمُ اللهِ لَا أَطعَمُ طَعَامًا وَلَا أَشرَبُ شَرَابًا ، حَتَّى أَذكُرَ مَا قُلْتَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ ، وَنَحْنُ كُنَّا نُؤْذَى وَنُخَافُ ، وَسَأَذكُرُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ وَأَسْأَلُهُ ، وَاللهِ لَا أَكْذِبُ وَلَا أَزِيغُ وَلَا أَزِيدُ عَلَيهِ . فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَت : يَا نَبِيَّ اللهِ إِنَّ عُمَرَ قَالَ كَذَا وَكَذَا ؟ قَالَ : (فَمَا قُلْتِ لَهُ) . قَالَت : قُلْتُ لَهُ : كَذَا وَكَذَا ، قَالَ : (لَيْسَ بِأَحَقَّ بِي مِنكُم ، وَلَهُ وَلِأَصْحَابِهِ هِجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ، وَلَكُم أَنْتُم – أَهلَ السَّفِينَةِ – هِجرَتَانِ) . قَالَت : فَلَقَدْ رَأَيتُ أَبَا مُوسَى وَأَصحَابَ السَّفِينَةِ يَأْتُونَنِي أَرْسَالاً ، يَسْأَلُونَنِي عَنْ هٰذَا الحَدِيثِ ، مَا مِنَ الدُّنيَا شَيْءٌ هُمْ بِهِ أَفرَحُ وَلَا أَعْظَمُ فِي أَنْفُسِهِمْ مِمَّا قَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ أَبُو بُردَةَ : قَالَتْ أَسْمَاءُ : فَلَقَد رَأَيتُ أَبَا مُوسَى وَإِنَّهُ لَيَستَعِيدُ هٰذَا الحَدِيثَ مِنِّي

(۳۹۹۱) : وَقَالَ أَبُو بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي مُوسَى : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنِّي لَأَعْرِفُ أَصوَاتَ

---

(۳۶) دیکھیے فتح الباری: ۶/ ۴۴۵

رُفْقَةِ الْأَشْعَرِيِّينَ بِالْقُرْآنِ حِينَ يَدْخُلُونَ بِاللَّيْلِ ، وَأَعْرِفُ مَنَازِلَهُم مِنْ أَصْوَاتِهِم بِالْقُرْآنِ بِاللَّيْلِ ، وَإِنْ كُنْتُ لَمْ أَرَ مَنَازِلَهُم حِينَ نَزَلُوا بِالنَّهَارِ ، وَمِنْهُمْ حَكِيمٌ ، إِذَا لَقِيَ الْخَيْلَ ، أَوْ قَالَ : الْعَدُوَّ ، قَالَ لَهُم : إِنَّ أَصْحَابِي يَأْمُرُونَكُمْ أَنْ تَنْظُرُوهُمْ)

حدثنا محمد بن علاء....

اس روایت میں حضرت ابوموسی اشعریؓ نے اپنی ہجرت کا واقعہ بیان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی خبر سن کر میں اور میرے ساتھ میرے دو بھائی مدینہ کے ارادہ سے ہجرت کے لیے نکلے ، لیکن دریا میں سفر کرتے ہوئے کشتی ہمیں حبشہ کی طرف لے گئی، وہاں حضرت جعفر طیارؓ سے ملاقات ہوئی اور پھر ہم سب مل کر مدینہ آئے اور فتح خیبر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔

اس سفر میں حضرت جعفر طیارؓ کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیسؓ بھی تھیں، وہ ہجرت کے بعد حضرت حفصہؓ کے پاس ملاقات کی غرض سے گئی ہوئی تھیں کہ اتنے میں حضرت عمر فاروقؓ حضرت حفصہؓ کے پاس آئے ، حضرت اسماء کو ان کے پاس دیکھ کر پوچھا "من هذه" یہ کون ہیں؟ حضرت حفصہؓ نے فرمایا "اسماء بنت عمیس ہیں" حضرت عمرؓ نے فرمایا آلحبشية هذه؟ آلبحرية؟ یعنی یہ وہی ہے جس نے حبشہ سے بحری سفر کیا؟ حضرت اسماء نے کہا "جی ہاں" حضرت عمرؓ نے فرمایا "سبقناكم بالهجرة، فنحن احق برسول الله منكم" حضرت عمرؓ کے اس جملے پر حضرت اسماء بہت غصہ ہوئیں اور کہنے لگیں، ہرگز نہیں، تم لوگ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ، تم میں بھوکے کو وہ کھانا کھلاتے تھے اور جاہل وناواقف کو وعظ ونصیحت فرماتے تھے "وكنا فى دار البعداء البغضاء بالحبشة" جبکہ ہم حبشہ میں ایک دور دراز دشمنوں کی زمین میں تھے اور یہ سب تکلیف ہم اللہ اور اس کے رسولؐ کے لیے برداشت کرتے رہے ۔

اس کے بعد حضرت اسماء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمرؓ کے اس قول کا ذکر کیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم لوگوں نے دو ہجرتیں کیں، تمہارا حق اس اعتبار سے زیادہ بنتا ہے ۔

ومنهم حكيم، اذا لقى الخيل: قال لهم: ان اصحابى يامرونكم ان تنظروهم

اور ان اشعریین میں سے ایک صاحب حکیم ہیں (حکیم یا تو ان کا نام ہے یا صفت ہے) جب وہ سواروں سے ملتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں "میرے ساتھی تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم ان کا انتظار کرو"

اگر خیل سے مراد دشمنوں کا لشکر ہے جیسا کہ بعض روایات میں "اذا لقى الخيل" کے بجائے "اذا لقى العدو" کا لفظ آیا ہے تو اس صورت میں اس جملے کے دو مطلب ہوسکتے ہیں۔

❶ ایک یہ کہ جب وہ حکیم دشمنوں سے ملتے ہیں تو ان کو غیرت دلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرے

ساتھیوں کا حکم ہے کہ ٹھہرو، تم بھاگے کہاں جارہے ہو، یعنی وہ حکیم اتنے شجاع ہیں کہ جنگ پر آمادہ کرنے کے لیے دشمنوں کو للکارتے اور غیرت دلاتے ہیں۔ (۳۷)

❷ اور دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ دشمنوں کو مرعوب کرنے کے لیے وہ ان سے خطاب کرکے کہتے ہیں کہ میرے ساتھیوں کا حکم ہے کہ بھاگو نہیں، رکو، ہم بھی آرہے ہیں، اس جملے سے وہ دشمنوں کو یہ تأثر دینا چاہتے ہیں کہ میں اکیلا نہیں ہوں، میرے ساتھی بھی آرہے ہیں۔

اور اگر خیل سے مراد دشمنوں کا لشکر نہیں بلکہ "خیل المسلمین" مراد ہے تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ "اے مسلمان شہسوارو! میرے پیدل آنے والے ساتھی تم سے یہ التماس کرتے ہیں کہ تم ان کا انتظار کرو، ان کو ساتھ لے کر چلو، سواری پر اکیلے آگے مت دوڑو" (۳۸) واللہ اعلم

(۳۹۹۲) : حدّثني إسْحٰقُ بْنُ إبْرَاهِيمَ : سَمِعَ حَفْصَ بْنَ غِيَاثٍ : حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ ٱللّٰهِ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي مُوسٰى قَالَ : قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَ أَنِ ٱفْتَتَحَ خَيْبَرَ فَقَسَمَ لَنَا ، وَلَمْ يَقْسِمْ لِأَحَدٍ لَمْ يَشْهَدِ الْفَتْحَ غَيْرَنَا . [ر : ۲۹٦۷]

حضرت ابوموسی اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ہم فتح خیبر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپؐ نے ہمیں حصہ عنایت فرمایا اور ہمارے علاوہ کسی بھی ایسے شخص کو حصہ نہیں دیا جو فتح خیبر میں شریک نہ رہا ہو۔

غنیمت میں جہاد کے بعد آنے والا کا حصہ

اگر کوئی شخص شریک غزوہ ہوتا ہے وہ تو مال غنیمت میں حصہ پاتا ہی ہے، اسی طرح جہاد ختم ہونے سے پہلے اگر کوئی آدمی غانمین کے ساتھ آکر مل جاتا ہے تو بالاتفاق اس کا بھی مال غنیمت میں حصہ ہوتا ہے لیکن اگر کوئی شخص جہاد ختم ہونے کے بعد اور مال غنیمت کی تقسیم سے قبل غانمین سے آکر مل جاتا ہے تو اس کو مال غنیمت میں حصہ دیا جائے گا یا نہیں؟ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس شخص کو حصہ نہیں دیا جائے گا اس لیے کہ وہ جہاد میں شریک نہیں ہوا دوسرا قول یہ ہے کہ اس کو حصہ ملے گا کیونکہ وہ مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے پہنچا ہے (۳۹) لیکن

---

(۳۷) فتح الباری: ۷ / ۳۸۷

(۳۸) فتح الباری: ۷ / ۳۸۷۔ وعمدۃ القاری: ۱۷ / ۲۵۳۔ وتعلیقات لامع الدراری: ۸ / ۲۵٦

(۳۹) دیکھیے فتح الباری: ٦ / ۲۲۳۔ کتاب فرض الخمس، وبذل المجہود ۱۲ / ۲۱٦۔ باب من جاء بعد الغنیمۃ، کتاب الجہاد، وعمدۃ القاری: ۱۷ / ۲۵۳

توابع کا مشہور قول پہلا ہی ہے۔

حضرات حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ جب تک مال غنیمت دارالاسلام کی سرحدوں میں داخل نہیں ہوجاتا اس سے پہلے پہلے اگر کوئی آکر غانمین سے مل جائے تو اس کو حصہ دیا جائے گا ورنہ نہیں۔ (۴۰)

حنفیہ کے مذہب پر حدیث باب سے اشکال ہوتا ہے کہ اس میں فرمایا گیا ہے۔ ”ولم یقسم لاحدلم یشھدالفتح غیرنا“ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ جہاد کے اختتام کے بعد مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے خیبر میں آگئے تھے آپ نے ان کو حصہ نہیں دیا۔

حنفیہ کی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ ممکن ہے جن لوگوں کے بارے میں حضرت ابوموسیٰؓ فرمارہے ہیں کہ انہیں حصہ نہیں دیا گیا وہ دارالاسلام کی حدود میں پہنچنے کے بعد آئے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے ان کو حصہ عنایت فرمایا ہو لیکن حضرت ابوموسیٰؓ کو اس کا علم نہ ہوسکا ہو اس لیے انہوں نے ”ولم یقسم لاحد“ فرمادیا۔ (۴۱) واللہ اعلم

۳۹۹۳ : حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ محمدٍ : حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ قالَ : حَدَّثَنِي ثَوْرٌ قالَ : حَدَّثَنِي سَالِمٌ مَوْلَى ابْنِ مُطِيعٍ : أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ : افْتَتَحْنَا خَيْبَرَ ، وَلَمْ نَغْنَمْ ذَهَبًا وَلَا فِضَّةً ، إِنَّمَا غَنِمْنَا الْبَقَرَ وَالْإِبِلَ وَالْمَتَاعَ وَالْحَوَائِطَ ، ثُمَّ انْصَرَفْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِلَى وَادِي الْقُرَى ، وَمَعَهُ عَبْدٌ لَهُ يُقَالُ لَهُ مِدْعَمٌ ، أَهْدَاهُ لَهُ أَحَدُ بَنِي الضِّبَابِ ، فَبَيْنَمَا هُوَ يَحُطُّ رَحْلَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِذْ جَاءَهُ سَهْمٌ عَائِرٌ ، حَتَّى أَصَابَ ذٰلِكَ الْعَبْدَ ، فَقَالَ النَّاسُ : هَنِيئًا لَهُ الشَّهَادَةُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (بَلْ ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ، إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي أَصَابَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ : لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ ، لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا) . فَجَاءَ رَجُلٌ حِينَ سَمِعَ ذٰلِكَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ بِشِرَاكٍ أَوْ بِشِرَاكَيْنِ ، فَقَالَ : هٰذَا شَيْءٌ

---

(۴۰) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۲۵۳۔ وبذل المجہود: ۱۲ / ۳۲۰

(۴۱) حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جن حضرات کو مال غنیمت میں سے کچھ نہیں دیا گیا دراصل یہ حضرات فتح خیبر کے بعد آئے تھے اور فتح خیبر کے بعد خیبر دارالاسلام بن گیا تھا اور دارالاسلام میں مال غنیمت صرف غانمین کو ملتا ہے جو لوگ جہاد میں شریک نہیں ہوتے ہوتے انہیں نہیں ملتا۔

اس پر اشکال ہوگا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بھی فتح خیبر کے بعد آئے تھے اگر خیبر دارالاسلام بن گیا تھا تو پھر ان کو حصہ کیسے ملا؟

اس کا جواب حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے یہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خمس میں سے دیا تھا عام مال غنیمت میں سے نہیں دیا تھا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ غانمین کی رضامندی سے عام مال غنیمت میں سے انہیں دیا ہو اور جب غانمین راضی ہوں تو ایسے شخص کو غنیمت میں سے حصہ دینا جائز ہے جو جہاد میں شریک نہ رہا ہو۔ (دیکھیے بذل المجہود: ۱۲ / ۳۲۰۔ باب من جاء بعد الغنیمۃ)

كَنْتُ أَصَبْتُهُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (شِرَاكٌ - أَوْشِرَا كَانِ - مِن نار) .[٦٣٢٩]

حدثنی عبداللہ بن محمد.....

یہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے خیبر فتح کیا، مالِ غنیمت میں وہاں ہمیں سونا یا چاندی نہیں ملی بلکہ گائے، اونٹ، گھریلو سامان اور باغات وغیرہ ملے، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم وادیٔ قری کی طرف لوٹے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غلام تھا جس کو "مدعم" کہا جاتا تھا جو قبیلۂ بنوضباب کے ایک آدمی نے آپ کو ہدیہ کے طور پر دیا تھا (اس آدمی کا نام رفاعہ بن زید بن وھب خزاعی نقل کیا ہے [۴۲]) وہ غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کجاوا اتار رہا تھا کہ اچانک ایک "سہم عائر" آکر اس کو لگا ("سہم عائر" اس تیر کو کہتے ہیں جس کا پھینکنے والا معلوم نہ ہو) جس کی وجہ سے وہ انتقال کرگیا، لوگوں نے کہا "هنيئاله الشهادة" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

كلا، والذی نفسی بیده، ان الشملة التی اصابها یوم خیبر من المغانم لم تصبها المقاسم لتشتعل علیه ناراً

یعنی: "ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، وہ چادر جو اس نے خیبر میں مالِ غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے لی تھی وہ اس کے اوپر آگ بن کر مشتعل ہو رہی ہے"

یہاں ہمارے نسخوں میں "کلا" کے بجائے "بلی" ہے، حموی اور سرخسی کی روایت میں "بل" ہے حافظ ابن حجر اور قسطلانی نے "بل" کو صحیح قرار دیا، موطا امام مالک کی روایت میں "کلا" ہے [۴۳]

"کلا" اور "بل" دونوں صورتوں میں مفہوم اور معنی صحیح بنتے ہیں، لیکن "بلی" کی صورت میں معنی صحیح نہیں ہوتے، اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اس کی شہادت پر مبارکبادی دینے کی تردید کرنا چاہتے ہیں اور ظاہر ہے وہ تردید "کلا" اور "بل" کی صورت میں ہوسکتی ہے۔ لفظ "بلی" اگر ہوگا تو یہ تردید نہیں ہوگی بلکہ تائید ہوگی جو آپ کے مدعا اور مقصد کے خلاف ہے اس لیے جن نسخوں میں "بلی" ہے اس کو وہم قرار دیا گیا۔

"مدعم" کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ جملہ فرمایا تو ایک صحابی نے جوتے کا ایک یا دو تسمے لاکر آپ کی خدمت میں پیش کیے اور کہا کہ یہ میں نے مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے لیے ہیں، آپ نے فرمایا یہ ایک یا دو تسمے بھی آگ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تو نہ دیتا تو یہ تسمہ آگ بن کر تجھے جلاتا۔

---

(۴۲) فتح الباری: ۷/ ۴۸۹ وعمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۵۴۔ ۲۵۵

(۴۳) فتح الباری: ۷/ ۴۸۹۔ وعمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۵۵

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں روایت باب میں حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں "افتتحنا خیبر" یہ جمع متکلم کا صیغہ ہے، حالانکہ حضرت ابوہریرہؓ فتح خیبر کے بعد آئے تھے، فتح خیبر میں شریک نہیں تھے چنانچہ امام دارقطنی نے موسیٰ بن ہارون سے نقل کیا ہے کہ "افتتحنا خیبر" کے الفاظ وہم ہیں۔ (۴۴)

حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ "افتتح المسلمون خیبر" کے معنی میں ہے، (۴۵) جس طرح ذوالیدین کے قصہ میں حضرت ابوہریرۃؓ نے "صلینا خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کہا ہے، حالانکہ وہ قصہ بدر سے پہلے کا ہے اور حضرت ابوہریرۃؓ اس وقت شریک صلوۃ نہیں تھے۔ وہاں بھی صلینا کے معنی صلی المسلمون ہیں، مسلمانوں کے فعل کو حضرت ابوہریرۃؓ بسااوقات جمع متکلم کے صیغے سے تعبیر کرتے ہیں۔

۳۹۹۴/۳۹۹۵ : حدَّثنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ : أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قالَ : أَخْبَرَنِي زَيْدٌ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ : أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْلَا أَنْ أَتْرُكَ آخِرَ النَّاسِ بَبَّانًا لَيْسَ لَهُمْ شَيْءٌ، ما فُتِحَتْ عَلَيَّ قَرْيَةٌ إِلَّا قَسَمْتُهَا : كما قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ، وَلٰكِنِّي أَتْرُكُهَا خِزَانَةً لَهُمْ يَقْتَسِمُونَهَا.

(۳۹۹۵) : حدَّثني مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : لَوْلَا آخِرُ الْمُسْلِمِينَ، ما فُتِحَتْ عَلَيْهِم قَرْيَةٌ إِلَّا قَسَمْتُهَا، كما قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ. [ر : ۲۲۰۹]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب بلادکفار کو فتح فرمایا کرتے تھے تو وہ زمینوں کو غانمین میں تقسیم نہیں کیا کرتے تھے، ان کا خیال تھا کہ اگر میں زمینوں کو غانمین میں تقسیم کردوں تو جو گاؤں یا زمین جس کے حصے میں آئیگی وہ اسی کا مالک ہوگا اور اس کے بعد وہ اس کے ورثہ کو ملے گی اور دوسرے لوگوں کا اس میں کوئی حق نہ ہوگا اس لیے انہوں نے اس کو ہمیشہ کے لیے وقف کردیا تاکہ قیامت تک ان کی آمدنی سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچتا رہے۔ (۴۶)

---

(۴۴) فتح الباری: ۷/ ۴۸۸

(۴۵) فتح الباری: ۷/ ۴۸۸

(۴۶) روایت کے الفاظ یہ ہیں: ﴿لولا ان اترک آخر الناس ببانا لیس لھم شئی....﴾ قال العینی: قولہ: ببانا معناہ شیئا واحدا، وقال الخطابی: ولا احسب ھذہ اللفظۃ عربیۃ ... قال الازھری: بل ھی لغۃ صحیحۃ لکنھا غیر فاشیۃ، وقال صاحب العین: یقال ھم علی ببان واحد ای علی طریقۃ واحدۃ، قال الطبری. لولا ان اترکھم فقراء معدومین لاشئی لھم ای متساوین فی الفقر۔ (وانظر التفصیل فی عمدۃ القاری: ۱۷/۲۵۵)

سب سے پہلے فتح شام کے وقت یہ قصہ پیش آیا، شام کی زمینوں کے بارے میں حضرت عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ انہیں تقسیم نہ کیا جائے، حضرت بلالؓ کا اصرار تھا کہ آپ تقسیم فرمائیں، حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ بے شک جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمینیں غانمین میں تقسیم فرمائی تھیں میں بھی اسی طرح ساری اراضی تقسیم کردیتا لیکن مجھے بعد میں آنے والے مسلمانوں کا خیال ہے، آج اگر غانمین میں یہ اراضی تقسیم ہوگئیں تو یہ مالک بن بیٹھیں گے اور بعد میں آنے والے مسلمان ان اراضی سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔

حضرت بلالؓ کا اصرار تھا کہ فتح تو ہم نے کیا ہے اور آپ ان اراضی کو وقف کررہے ہیں اور غانمین کو حصہ نہیں دے رہے، حضرت عمرؓ تنگ ہوگئے اور دعا کی "اللهم اکفنی بلالاً وأصحابه" "اے اللہ! آپ ہی بلال اور ان کے ساتھیوں کی جانب سے میرے لیے کافی ہوجایئے" راوی کا بیان ہے کہ "ماحال حول ومنهم عين تطرف" ابھی ایک سال بھی نہیں گذرا تھا کہ بلال اور ان کے ساتھیوں میں سے کسی کی آنکھ بھی حرکت کرتی ہوئی باقی نہیں رہی تھی سب اللہ کو پیارے ہوگئے تھے۔ (۴۷)

حضرت عمرؓ کی دعا قبول ہوئی، حضرت بلالؓ بھی حق پر تھے اور حضرت عمرؓ بھی حق پر تھے، حضرت بلالؓ کی نظر میں غانمین کا فائدہ تھا اور حضرت عمرؓ کے پیش نظر پوری امت کا فائدہ تھا اور اللہ جلّ شانہ کے نزدیک وہ آدمی زیادہ محبوب ہے جو پوری انسانیت اور پوری امت کا فائدہ چاہتا ہے اس شخص کے مقابلے میں جو ایک فرد یا ایک جماعت کا فائدہ چاہتا ہے حضرت عمرؓ کے دل میں پوری امت کا غم اور فکر تھا۔

فائدہ

بَبَّان: پہلی باء پر فتحہ ہے اور دوسری باء پر تشدید ہے اس کے معنی ہیں یکساں یا ایک جیسا یا محتاج اور نادار، علامہ خطابی نے کہا ہے، یہ لفظ عربی زبان کا نہیں ہے بعض لوگوں نے اس کو یمنی زبان کا لفظ کہا ہے۔

۳۹۹۶/۳۹۹۷ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قالَ : سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ ، وَسَأَلَهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ ، قالَ : أَخْبَرَنِي عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيدٍ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَسَأَلَهُ ، قالَ لَهُ بَعْضُ بَنِي سَعِيدِ بْنِ العاصِ : لَا تُعْطِهِ ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : هٰذَا قاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ ، فَقَالَ : وَاعَجَبَاهْ لِوَبْرٍ ، تَدَلَّى مِنْ قَدُومِ الضَّأْنِ .

وَيُذْكَرُ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيدٍ : أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ

(۴۷) دیکھیے السنن الکبری للبیہقی: ۹/۱۳۸ ۔ کتاب السیر، باب من رأى قسمة الاراضی المغنومة ومن لم یرها

يُخْبِرُ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ قَالَ : بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَبَانَ عَلَى سَرِيَّةٍ مِنَ الْمَدِينَةِ قِبَلَ نَجْدٍ ، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : فَقَدِمَ أَبَانُ وَأَصْحَابُهُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِخَيْبَرَ بَعْدَ مَا افْتَتَحَهَا ، وَإِنَّ حُزْمَ خَيْلِهِمْ لَلِيفٌ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، لَا تَقْسِمْ لَهُمْ ، قَالَ أَبَانُ : وَأَنْتَ بِهٰذَا يَا وَبْرُ ، تَحَدَّرَ مِنْ رَأْسِ ضَأْنٍ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (يَا أَبَانُ اجْلِسْ) . فَلَمْ يَقْسِمْ لَهُمْ

(۳۹۹۷) : حدثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي جَدِّي : أَنَّ أَبَانَ بْنَ سَعِيدٍ أَقْبَلَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، هٰذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ ، فَقَالَ أَبَانُ لِأَبِي هُرَيْرَةَ : وَاعَجَبًا لَكَ ، وَبْرٌ تَدَأْدَأَ مِنْ قَدُومِ ضَأْنٍ ، يَنْعَى عَلَيَّ امْرَأً أَكْرَمَهُ اللَّهُ بِيَدِي ، وَمَنَعَهُ أَنْ يُهِينَنِي بِيَدِهِ . [ر : ۲٦٧٢]

حدثنا علی بن عبداللہ....

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور غنائم خیبر میں سے اپنے لیے حصہ طلب کیا تو سعید بن العاص کے ایک بیٹے (ابان) نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا "لاتعطہ" اسے نہ دیجئے، تو حضرت ابوہریرہؓ نے کہا یہ نعمان بن قوقل کا قاتل ہے۔ (اس کی بات نہ مانیئے گا) تو ابان نے کہا۔

واعجبالوبر تدلی من قدوم الضان

"تعجب ہے اس بجو پر! جو ضان پہاڑی کی چوٹی سے اتر کر آیا ہے"

وبر (بفتح الواو وسکون الباء) بلی کی طرح ایک جانور ہوتا ہے جس کو اردو میں شاید بجو کہتے ہیں۔

تدلی: اس روایت میں "تدلی من قدوم" ہے، اس سے اگلی تعلیق میں "تحدر من قدوم الضان" ہے اور موسیٰ بن اسماعیل کی روایت میں "تدأدأ من قدوم الضان" ہے، معنی تقریباً تمام کے گرنے، اترنے اور لٹکنے کے ہیں۔

قدوم: چوٹی، طرف، الضان: یہ قبیلۂ دوس کے علاقہ میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔ (۴۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب ابان بن سعید کے بارے میں کہا کہ یہ نعمان بن قوقل کا قاتل ہے کیونکہ ابان بن سعید نے جنگ احد میں حضرت نعمان بن قوقلؓ انصاری بدری کو شہید کیا تھا اس وقت ابان اسلام نہیں لائے تھے، تو حضرت ابوہریرہؓ کے اس جملے پر ابان کو غصہ آیا اور ان کی تحقیر کرتے ہوئے کہا "واعجباً وبر، تدلی من قدوم الضان" اور موسیٰ بن اسماعیل کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے، "ینعی

(۴۸) فتح الباری: ۷/ ۴۹۳۔ وعمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۵۶

علیٰ امرأ اکرمه الله بیدی، ومنعه ان یهیننی بیده" یعنی یہ مجھ پر ایک ایسے شخص کے متعلق عیب لگاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ سے عزت (شہادت) دی اور اس کو روک دیا کہ وہ مجھے اپنے ہاتھ سے ذلیل کرتا۔

حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اگر نعمان بن قوقل رضی اللہ عنہ کو اپنے زمانۂ کفر میں شہید کیا تو وہ اس کی وجہ سے شہادت کے رتبۂ بلند پر فائز ہوئے اور ساتھ ساتھ اللہ کا یہ احسان وفضل ہوا کہ اللہ نے مجھے ان سے بچایا اگر وہ مجھے اس وقت قتل کردیتے تو آخرت میں میں ذلیل ہوتا لیکن اللہ نے مجھے اس ذلت سے بچالیا تو اس میں طعنہ دینے کی کیا بات ہے۔

یہ حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ وہی ہیں جنہوں نے صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ میں پناہ دی تھی اور انہیں اپنے ہاں مہمان رکھا تھا، یہ صلح حدیبیہ کے بعد اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ (۴۹)

ویذکر عن الزبیدی....

یہ تعلیق ہے، امام ابوداود نے اس کو اپنی سنن میں موصولاً نقل کیا ہے۔ (۱) اس میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابان بن سعید کو مدینہ منورہ سے نجد کی جانب کسی خاص مہم پر روانہ کیا، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

فقدم ابان واصحابه علی النبی صلی الله علیه وسلم بخیبر بعد ما افتتحها وان حزم خیلهم للیف

"یعنی ابان اور ان کے ساتھی فتح خیبر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس مہم سے واپس ہوکر حاضر ہوئے، اس حال میں کہ ان کے گھوڑوں کے تنگ کھجور کی چھال کے بنے ہوئے تھے"

حُزُم (بضم الحاء وسکون الزاء) "حزام" کی جمع ہے، حزام رسی کو کہتے ہیں جو کمر کے ساتھ باندھی جاتی ہے اور "لیف" کھجور کی شاخ اور چھال کو کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ گھوڑے کے پیٹ سے جو رسی کمر کی طرف باندھی جاتی ہے وہ کھجور کی چھال کی بنی ہوئی تھی اور بالکل بے سروسامان اور شکستہ حالت میں یہ حضرات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یارسول اللہ! ان کو غنیمت میں سے حصہ نہ دیجیے، تو اس پر ابان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا.... ﴿ وانت بهذا، یاوبر تحدر من راس ضان ﴾ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابان! بیٹھ جاؤ، اور ان کو غنیمت میں سے حصہ نہیں دیا۔

یہاں اشکال ہوتا ہے کہ زبیدی کی اس تعلیق سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ابان نے حصہ مانگا تھا اور

(۴۹) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۵۶

(۱) سنن ابی داود، کتاب الجهاد، باب من جاء بعد الغنیمة لاسهم له، رقم ۲۷۲۳

حضرت ابوہریرہؓ نے حضورؐ سے حصہ نہ دینے کے لیے کہا تھا جبکہ اس سے قبل علی بن عبداللہ کی روایت سے اس کے برعکس معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے حصہ مانگا تھا اور حضرت ابان نے حضورؐ سے کہا تھا کہ نہ دیں، بظاہر دونوں روایتوں میں تعارض ہے۔

محمد بن یحیی ذہلی کی رائے یہ ہے کہ زبیدی والی روایت راجح ہے جس میں ابوہریرہؓ کا منع کرنا مذکور ہے۔ (۲) اور حافظ ابن حجر نے کہا کہ ممکن ہے دونوں نے ایک دوسرے کے لیے منع کیا ہو، ابانؓ کے لیے حضرت ابوہریرہؓ نے یہ دلیل دیکر منع کیا کہ یہ ابن قوقل کا قاتل ہے اور ابوہریرہؓ کے لیے ابانؓ نے یہ دلیل پیش کی کہ یہ جنگ وجہاد کے لائق نہیں کہ اس کو حصہ دیا جائے۔ (۳) لہذا دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں۔

تنبیہ

امام ابوداودؒ نے یہ روایت نقل کی ہے اور اس میں "ابان" کے بجائے "سعید بن العاص" کا نام ہے کہ سعید بن العاص نے حضرت ابوہریرہؓ کو حصہ دینے سے منع کیا، (۴) لیکن سعید کا نام درست نہیں، یہ مغالطہ یا امام ابوداود کو لگا ہے یا ان کے کسی استاذ کو، صحیح روایت بخاری ہی کی ہے جس میں "ابانؓ" کا ذکر ہے۔

دوسری بات یہ سمجھ لیں کہ بخاری کی ان روایات میں "من قدوم الضان" کے الفاظ آئے ہیں، ابوعبید بکری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے معجم میں ہمدانی کی روایت کے حوالہ سے "ضان" کے بجائے "ضال" کا لفظ نقل کیا ہے اور اسی کو صحیح قرار دیا ہے، (۵) "ضال" جھڑبیری کو کہتے ہیں جس میں گھونس رہا کرتا ہے۔

لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ "ضان" ہی صحیح ہے اور یہ قبیلۂ دوس کے علاقہ میں ایک پہاڑ کا نام ہے جہاں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آئے تھے۔ واللہ اعلم

۳۹۹۸ : حدّثنا يَحيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ

---

(۲) فتح الباری [illegible]

(۳) فتح الباری [illegible] ۴۲

(۴) [illegible] ابی داود، کتاب الجہاد [illegible] ۲۷۲۳

(۵) عمدۃ القاری ۱۳/ ۱۲۵ ـ کتاب الجہاد باب الکافر یقتل المسلم۔

عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ : أَنَّ فاطِمَةَ بِنتَ النَّبِيِّ ﷺ ، أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ ، مِمَّا أَفاءَ اللهُ عَلَيهِ بِالْمَدِينَةِ وَفَدَكٍ ، وَما بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ : (لَا نُورَثُ ، ما تَرَكْنَا صَدَقَةٌ ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ - ﷺ - في هٰذَا الْمَالِ) . وَإِنِّي وَاللهِ لا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَنْ حَالِهَا الَّتِي كانَتْ عَلَيْهَا في عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ ، وَلَأَعْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَدْفَعَ إِلَى فَاطِمَةَ مِنْهَا شَيْئًا ، فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ في ذٰلِكَ ، فَهَجَرَتْهُ فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتَّى تُوُفِّيَتْ ، وَعاشَتْ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ سِتَّةَ أَشْهُرٍ ، فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِيٌّ لَيْلًا ، وَلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا أَبَا بَكْرٍ وَصَلَّى عَلَيْهَا ، وَكانَ لِعَلِيٍّ مِنَ النَّاسِ وَجْهٌ حَيَاةَ فاطِمَةَ ، فَلَمَّا تُوُفِّيَتِ اسْتَنْكَرَ عَلِيٌّ وُجُوهَ النَّاسِ ، فَالْتَمَسَ مُصَالَحَةَ أَبِي بَكْرٍ وَمُبَايَعَتَهُ ، وَلَمْ يَكُنْ يُبَايِعُ تِلْكَ الْأَشْهُرَ ، فَأَرْسَلَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ : أَنِ ائْتِنَا وَلَا يَأْتِنَا أَحَدٌ مَعَكَ ، كَرَاهِيَةً لِمَحْضَرِ عُمَرَ ، فَقَالَ عُمَرُ : لَا وَاللهِ لَا تَدْخُلُ عَلَيْهِمْ وَحْدَكَ ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : وَما عَسَيْتَهُمْ أَنْ يَفْعَلُوا بِي ، وَاللهِ لَآتِيَنَّهُمْ ، فَدَخَلَ عَلَيْهِمْ أَبُو بَكْرٍ ، فَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ ، فَقَالَ : إِنَّا قَدْ عَرَفْنَا فَضْلَكَ وَما أَعْطَاكَ اللهُ ، وَلَمْ نَنْفَسْ عَلَيْكَ خَيْرًا سَاقَهُ اللهُ إِلَيْكَ ، وَلٰكِنَّكَ اسْتَبْدَدْتَ عَلَيْنَا بِالْأَمْرِ ، وَكُنَّا نَرَى لِقَرَابَتِنَا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ نَصِيبًا ، حَتَّى فَاضَتْ عَيْنَا أَبِي بَكْرٍ ، فَلَمَّا تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ قالَ : وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ، لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي ، وَأَمَّا الَّذِي شَجَرَ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ مِنْ هٰذِهِ الْأَمْوَالِ ، فَلَمْ آلُ فِيهَا عَنِ الْخَيْرِ ، وَلَمْ أَتْرُكْ أَمْرًا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَصْنَعُهُ فِيهَا إِلَّا صَنَعْتُهُ . فَقَالَ عَلِيٌّ لِأَبِي بَكْرٍ : مَوْعِدُكَ الْعَشِيَّةُ لِلْبَيْعَةِ . فَلَمَّا صَلَّى أَبُو بَكْرٍ الظُّهْرَ رَقِيَ عَلَى الْمِنْبَرِ ، فَتَشَهَّدَ ، وَذَكَرَ شَأْنَ عَلِيٍّ وَتَخَلُّفَهُ عَنِ الْبَيْعَةِ ، وَعُذْرَهُ بِالَّذِي اعْتَذَرَ إِلَيْهِ ، ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ ، فَعَظَّمَ حَقَّ أَبِي بَكْرٍ ، وَحَدَّثَ : أَنَّهُ لَمْ يَحْمِلْهُ عَلَى الَّذِي صَنَعَ نَفَاسَةً عَلَى أَبِي بَكْرٍ ، وَلَا إِنْكَارًا لِلَّذِي فَضَّلَهُ اللهُ بِهِ ، وَلٰكِنَّا نَرَى لَنَا فِي هٰذَا الْأَمْرِ نَصِيبًا ، فَاسْتَبَدَّ عَلَيْنَا ، فَوَجَدْنَا فِي أَنْفُسِنَا . فَسُرَّ بِذٰلِكَ الْمُسْلِمُونَ وَقالُوا : أَصَبْتَ ، وَكانَ الْمُسْلِمُونَ إِلَى عَلِيٍّ قَرِيبًا ، حِينَ رَاجَعَ الْأَمْرَ الْمَعْرُوفَ . [ر : ۲۹۲۶]

یہ روایت متفق علیہ ہے، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کتاب الجہاد میں محمد بن رافع سے اس کیا ہے[ح]، محمد بن رافع حجین سے روایت کرتے ہیں اور حجین لیث سے روایت کرتے ہیں، لیث بن سعد بخاری اور مسلم دونوں کی سندیں مل جاتی ہیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔

ح مسلم، کتاب الجہاد، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لانورث ماترکنا فهو صدقة، رقم ۴۳۴۳۔

ان فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارسلت الی ابی بکر الصدیق تسالہ میراثھا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مما افاء اللہ علیہ بالمدینۃ وفدک، ومابقی من خمس خیبر

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو غنیمت مدینہ اور فدک میں ملی تھی اور خیبر کے خمس میں جو بچا ہے اس سے ان کا حصہ میراث دے دیدیں۔"

حضرت فاطمہؓ کا میراث طلب کرنا مال کی محبت کے سبب نہ تھا بلکہ تبرکات نبوی کا حصول پیش نظر تھا، چونکہ ان اموال کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھی اور یہ متروکات درحقیقت تبرکات نبوی تھے اس لیے حضرت فاطمہؓ کی خواہش ہوئی کہ یہ تبرکات ان کے حصے میں آئیں اور انہوں نے میراث کا مطالبہ کیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں تین قسم کے اموال تھے، ایک مدینہ میں اموال بنی نضیر جو اللہ جل شانہ نے آپ کو بطور فئی عطا فرمائے تھے، اور دوسرے نمبر پر فدک کی زمینیں تھیں، اہل فدک سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف اراضی پر صلح کی تھی، نصف اراضی اہل فدک کے پاس رہی تھی اور نصف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تھی اور چونکہ یہ مال فئی تھا اس لیے فدک کی وہ اراضی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں رہی، تیسرے نمبر پر خیبر کی وہ زمینیں اور باغات جو خمس خیبر میں سے بچے ہوئے تھے اور خود آپ کا وہ سہم جو عام مسلمانوں کی طرح آپ کو ملا تھا۔ (۷)

خیبر اور فدک کی زمینوں سے جو آمدنی ہوتی تھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام مسلمانوں کی ضرورتوں اور مصلحتوں میں خرچ فرمایا کرتے تھے، اور مدینہ منورہ میں اموال بنی نضیر جو آپ کو فئی کے طور پر ملے تھے ان سے عام طور پر آپ ازواج مطہرات کے نفقہ وغیرہ کا انتظام فرماتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب وصال ہوا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکرؓ سے میراث کا مطالبہ کیا، حضرت ابوبکر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لانورث ماترکنا صدقۃ "ہمارا کوئی وارث نہیں بنایا جاتا جو چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے" البتہ آل محمد اس سے اپنی ضروریات پوری کریں گے اور بخدا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ کئے ہوئے مال میں اپنی طرف سے کوئی تصرف نہیں کرسکتا اور جیسا کہ آپ کی زندگی میں تھا اسی حال میں رکھوں گا اور وہی کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، چنانچہ حضرت فاطمہ کو میراث دینے سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انکار کردیا۔

---

(۷) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۲۵۸

فوجدت فاطمة علی ابی بکر فی ذلک فھجرتہ فلم تکلمہ حتی توفیت
"پس حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکرؓ پر ناراض ہوگئیں اور ان سے ترک تعلق کرلیا چنانچہ وفات تک ان سے گفتگو نہیں کی۔"

ایک اشکال اور اس کے جوابات

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے میراث کا مطالبہ کیا، حضرت صدیق اکبرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کی وجہ سے ان کو میراث دینے سے انکار کیا کہ نبیوں کے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی اور فرمایا کہ میں ان اموال میں ٹھیک اسی طرح تصرف کروں گا جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تصرف فرمایا کرتے تھے اور میں ان میں وہی عمل کروں گا۔ جو آپؐ کا اپنی زندگی میں معمول تھا، تو حضرت صدیقؓ نے حق بات کہی اور حضور اکرم صلی علیہ وسلم ہی کے ارشاد مبارک کی وجہ سے میراث تقسیم کرنے سے انکار کیا اس میں ان کی کوئی ذاتی منفعت نہیں تھی تو اس پر حضرت فاطمہؓ ناراض کیوں ہوئیں، خصوصاً جبکہ حضرت صدیقؓ نے آپؐ کا صریح ارشاد مبارک "لانورث ماترکنا صدقة" انہیں سنادیا، اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ پر ان کی ناراضگی کا کیا جواز ہے کہ ان سے قطع تعلق کرلیا اور وفات تک ان سے کلام نہیں کیا؟ اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

❶ "وجدت فاطمة علی ابی بکر...." کے معنی بعض حضرات نے "حزنت فاطمة" بیان کئے ہیں جس طرح "وجدت" کے معنی غصہ ہونے اور ناراض ہونے کے آتے ہیں اسی طرح اس کے معنی غمگین ہونے کے بھی آتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے جب حضرت صدیقؓ سے میراث طلب کی اور جواب میں حضرت صدیقؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا تو حضورؐ کے اس ارشاد مبارک سے ناواقفیت کی وجہ سے حضرت فاطمہؓ غمگین ہوئیں اور انہیں دکھ ورنج ہوا کہ حدیث نبوی سے لاعلمی میں کیوں میراث کا مطالبہ کیا۔ (۸)

لیکن اس پر اشکال ہوتا ہے کہ آگے کا جملہ "فھجرتہ فلم تکلمہ حتی توفیت" سے تو اس معنی کی تائید نہیں ہورہی ہے تو اس کے متعلق مولانا انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ "ھجرتہ" کی ضمیر "مطالبۂ میراث" کی طرف عائد ہے اور مطلب یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے میراث کا مطالبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک سننے کے بعد ترک کردیا اور وفات تک میراث کے متعلق پھر کوئی بات نہیں کی۔ (۹)

---

(۸) لیکن "وجدت" کے صلے میں "علی" کی موجودگی اس معنی کی تائید نہیں کرتی۔

(۹) فیض الباری: ۴/ ۱۲۱

البتہ بخاری ہی کی ایک روایت میں "وجدت فاطمة" کے بجائے "غضبت فاطمة" آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں "وجدت" "غضبت" کے معنی میں ہے۔

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے لامع الدراری میں فرمایا کہ درحقیقت راوی نے اپنی سمجھ کے مطابق روایت بالمعنی کرتے ہوئے "غضبت فاطمة" کہہ دیا۔ (۱۰)

اس توجیہ کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو عمر بن شبہ نے "تاریخ مدینہ" میں نقل کی ہے اس کے الفاظ ہیں ﴿ فلم تکلمه فی ذلک المال حتی ماتت.... ﴾ (۱۱) اس سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہؓ نے وفات تک اس مال اور میراث کے سلسلہ میں پھر مطالبہ نہیں کیا یہ مطلب نہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت صدیق سے مطلقاً قطع کلامی کرلی۔

❷ بعض علماء کا خیال یہ ہے "فوجدت فاطمةؓ علی ابی بکر... الخ" یہ اصل روایت کا حصہ نہیں ہے بلکہ یہ امام زہری کی طرف سے "مدرج" ہے اور امام زہریؒ ادراج میں مشہور ہیں، وہ حدیث بیان کرتے کرتے درمیان میں اپنی رائے داخل کردیتے ہیں اور اس کی وضاحت وہ بسا اوقات نہیں کرتے جس کی وجہ سے ان کے ادراج کو بھی روایت کا حصہ سمجھا جانے لگتا ہے۔ امام مالک کے شیخ ربیعة الرای زہری سے کہا کرتے تھے۔ ﴿ یاابابکر، اذا حدثت الناس برایک فاخبرهم انه رایک، واذا حدثت الناس بشئی من السنة فاخبرهم انه سنة فلا یظنون انه رایک ﴾ (۱۲) حافظ نے بھی "النکت علی ابن الصلاح" میں لکھا ہے۔

﴿ وکذا کان الزهری یفسر الاحادیث کثیراً، وربما اسقط اداة التفسیر ﴾ (۱۳)

ان الفاظ کے مدرج ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی طرف حضرت فاطمہؓ کا میراث کے سلسلہ میں مراجعت کا یہ واقعہ تقریباً چھتیس طرق سے مروی ہے، ان چھتیس میں پچیس طرق کا مدار "زہری" پر ہے اور گیارہ طرق زہری کے علاوہ دوسرے راویوں سے مروی ہیں، زہری کے علاوہ جو گیارہ طرق ہیں ان میں کہیں بھی حضرت فاطمہؓ کی ناراضگی اور حضرت ابوبکرؓ سے ان کے قطع تعلق کا ذکر نہیں ہے، زہری سے مروی پچیس طرق میں سے بھی نو طرق میں اس ناراضگی کا ذکر نہیں ہے البتہ زہری کے باقی سولہ طرق میں حضرت فاطمہؓ کی ناراضگی کا ذکر ہے تو اس طرح بیس طرق میں ناراضگی کا ذکر نہیں ہے اور جن میں ہے وہ صرف زہری سے مروی ہیں اس لیے ظاہر یہی ہے کہ یہ زہری کی طرف سے ادراج ہے ورنہ ان کے علاوہ جن

---

(۱۰) لامع الدراری: ۶/۲۹۰۔ باب مایکرہ من ذبح الابل

(۱۱) تاریخ المدینة لابن شبة: ۱/۱۹۷

(۱۲) الفقیہ والمتفقہ للخطیب البغدادی: ۲/۱۴۸

(۱۳) النکت علی ابن الصلاح: ۱/۸۲۹

کیارہ طرق سے یہ قصہ منقول ہے ان میں کسی ایک میں بھی تو اس کا ذکر ہوتا۔ (۱۴)

اب اگر یہ ادراج زھری نے اپنی طرف سے کیا ہے تب تو اس کا اعتبار نہیں اور اگر انہوں نے کسی سے سن کر یہ ادراج کیا ہے تو اس صورت میں یہ "ارسال" ہوگا اور مراسیل زھری محدثین کے نزدیک کوئی زیادہ قوی اور معتبر نہیں خصوصاً جب اس کے خلاف روایات موجود ہوں۔ (۱۵)

چنانچہ ابن سعد نے "طبقات" میں اور محب طبری نے "الریاض النضرۃ" میں روایت نقل کی ہے جس میں تصریح ہے، "ان فاطمۃ لم تمت الا راضیۃ عن ابی بکر" اسی طرح بیہقی نے اپنی "سنن" میں بھی اس مفہوم کی روایت "شعبی" سے نقل کی ہے۔ (۱۶) تو ان روایات کی موجودگی میں زھری کے ادراج کی کوئی خاص حیثیت نہیں رہتی۔

● وجدت فاطمۃ علی ابی بکر.... کی ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا خیال تھا کہ انبیاء کے مال میں وراثت جاری نہ ہونے کا مطلب مال منقول (درہم ودینار وغیرہ) میں وراثت جاری نہ ہونا ہے چنانچہ ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں، « لا یقتسم ورثتی دینارا ولا درھما » (۱۷) لیکن یہاں معاملہ مال غیر منقول (زمین) کا تھا اس لیے ممکن ہے حضرت فاطمہ کا یہ خیال ہو کہ اس میں وراثت جاری ہوسکتی ہے جبکہ حضرت ابوبکرؓ اس حکم کو عام سمجھتے تھے اس لیے انہوں نے اس کی تقسیم بھی صحیح نہیں سمجھی۔ (۱۸)

● لیکن تمام روایات کو پیش نظر رکھ کر جو بات صحیح، دل لگتی اور فیصلہ کن معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے اولاً میراث کا مطالبہ کیا اور جب حضرت صدیقؓ نے انہیں حضورؐ کا ارشاد سنایا تو وہ میراث کے مطالبہ سے تو دستبردار ہوگئیں تاہم انہوں نے ان اموال کی تولیت کا مطالبہ کیا کہ اموال بنی نضیر وغیرہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت کے سالانہ نفقات ادا کیا کرتے تھے اور اہل بیت کی ضروریات کا جتنا خود اہل بیت کو علم ہوسکتا ہے دوسروں کو اتنا نہیں ہوسکتا اس لیے بعد میں حضرت فاطمہؓ کا مطالبہ حضرت صدیقؓ سے یہ تھا کہ آپ ان اموال کی تولیت، ان کا انتظام اور ان کی دیکھ بھال علیؓ اور عباسؓ

---

(۱۴) دیکھیے مولانا محمد نافع صاحب زید مجدھم کی کتاب "رحماء بینھم" ۱/۱۲۶-۱۲۷

(۱۵) دیکھیے تہذیب التہذیب: ۹/ ۳۵۱

(۱۶) دیکھیے طبقات ابن سعد: ۸/ ۲۷- والریاض النضرۃ: ۱/ ۱۵۶- اور بیہقی کی روایت کے الفاظ ہیں۔ « لما مرضت فاطمۃ أتاہ ابوبکر الصدیق فاستأذن علیھا، فقال علی: یا فاطمۃ، ھذا ابوبکر یستأذن علیک، فقالت: اتحب ان آذن لہ؟ قال: نعم، فأذنت لہ، فدخل علیھا یترضاھا، وقال: واللہ ماترکت الدار والمال والاھل والعشیرۃ الا ابتغاء مرضاۃ اللہ ومرضاۃ رسولہ، ومرضاتکم اھل البیت، ثم ترضاھا حتی رضیت » (سنن بیھقی: ۶/ ۳۰۱- کتاب قسم الفیء والغنیمۃ)

(۱۷) دیکھیے التمھید لابن عبدالبر: ۸/۱۶۳-

(۱۸) دیکھیے المرتضی للشیخ ابی الحسن علی الندوی: ۱۳۷-

کے حوالہ کردیں۔ (۱۹) لیکن حضرت صدیقؓ نے یہ تولیت ان کے سپرد کرنے سے اس لیے انکار کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا حادثہ ابھی تازہ تھا ان کا خیال تھا کہ اگر اہل بیت ان اموال کے منتظم بن جائیں گے تو بہت سے دور کے لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہوجائیں گے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہوئی ہے، لوگوں کو اس مغالطہ سے بچانے کے لیے آپؓ نے تولیت ان کے سپرد کرنے سے انکار کردیا اور یہ کہا کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اہل بیت کی ضروریات ان سے پوری کرتے تھے میں بھی اسی نہج اور طریقہ کے مطابق اہل بیت کے اخراجات ان سے پورے کروں گا۔

تولیت کے انکار کردینے سے حضرت فاطمہؓ حضرت صدیقؓ سے ناراض ہوئیں حضرت فاطمہؓ کا خیال تھا کہ خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گنجائش اور جواز اس بات کا ہے کہ وہ ان کی ایک جائز خواہش پوری کرسکیں لیکن حضرت صدیقؓ اس کو مذکورہ مصلحت کے خلاف سمجھتے تھے، دونوں اپنی رائے میں مجتہد تھے اور دونوں کے لیے اپنا اپنا عذر تھا اور دونوں حق بجانب تھے۔

لیکن حضرت فاطمہؓ کی ناراضگی ایسی نہیں تھی جیسا کہ یہاں زھریؒ کے ادراج میں ہے کہ وفات تک بات نہیں کی بلکہ کسی مسئلہ میں اجتہادی رائے کے اختلاف سے بسااوقات انسان کے دل میں جو تھوڑی بہت شکررنجی پیدا ہوجاتی ہے بس اس ناراضگی کی حیثیت بھی اس سے زیادہ نہیں تھی۔

لیکن سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری صاحبزادی کی اس معمولی سی ناراضگی نے بھی حضرت صدیق اکبرؓ کو بے چین کردیا اور صدیق اکبرؓ نے جب تک انہیں راضی نہیں کیا اس وقت تک وہ بے چین رہے، چنانچہ ابن شاہین کی روایت حافظ ابن کثیر نے "البدایہ والنہایہ" میں اور شاہ ولی اللہؒ نے "ازالۃ الخفاء" میں نقل کی ہے کہ ﴿ ان ابابکر قال لفاطمة: یابنت رسول اللّٰہ! ماخیر عیش حیاۃ اعیشھا وانت علیّ ساخطة، فان کان عندک فی ذٰلک عھد من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فانت الصادقة، المصدقة، المامونة علی ماقلت، قال: فماقام ابوبکر حتی رضیت ورضی ﴾ (۲۰) اسی طرح بیہقی نے اپنی سنن میں، ابن سعد نے طبقات میں اور محب طبری نے "الریاض النضرہ" میں وہ روایات نقل کی ہیں جن میں حضرت صدیقؓ کے حضرت فاطمہؓ کو راضی کرنے کی تصریح کی گئی ہے (۲۱) اور یہی بات حضرت صدیق اکبرؓ کے بلند مقام، ان کے منصب اور خاندان نبوت کے ساتھ ان کی غیر معمولی محبت اور وفاداری کے مطابق اور سزاوار ہے اور جس کا اعلان انہوں نے خود حضرت علیؓ کے سامنے کرتے ہوئے کہا کہ "والذی نفسی بیدہ لقرابة رسول اللّٰہ

(۱۹) البدایہ والنہایہ: ۵/ ۲۸۹

(۲۰) البدایہ والنہایہ: ۵/ ۲۸۹

(۲۱) سنن بیہقی: ۶/ ۳۰۱۔ وطبقات ابن سعد: ۸/ ۲۷۔ والریاض النضرہ: ۱/ ۱۵۶

صلی اللہ علیہ وسلم احب الی ان اصل من قرابتی، واما الذی شجر بینی وبینکم من ھذہ الاموال، فانی لم آل فیھا عن الخیر، ولم اترک امرا رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنعہ فیھا الا صنعتہ (۲۲)"

پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت صدیق اکبرؓ سے رضامندی کا ذکر صرف یہ نہیں کہ اہلسنت کی کتابوں میں ہے بلکہ خود روافض اور شیعہ علماء نے بھی اپنی معتبر اور مستند کتب میں ایسی روایات نقل کی ہیں جن میں حضرت فاطمہؓ کی رضامندی کی تصریح کی گئی ہے، چنانچہ ابن ابی الحدید اور ابن میثم بحرانی دونوں شیعہ عالموں نے نہج البلاغہ کی شرح میں ان روایات کی تخریج کی ہے (۲۳) بلکہ ابن ابی الحدید نے نہج البلاغہ کی شرح میں شیعوں کے مشہور امام زید بن علی رحمہ اللہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ ﴿ لورجع الامر الیّ، لقضیت فیھا بقضاء ابی بکر ﴾ (۲۴)

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ حضرت علیؓ نے بھی اپنی خلافت کے زمانے میں ان اراضی کو اہل بیت پر تقسیم نہیں کیا جس سے صاف معلوم ہورہا ہے کہ حضرت علیؓ بھی حضرت صدیق اکبرؓ کی طرح "لانورث ماترکنا صدقۃ" کو عام سمجھتے تھے اور انہوں نے حضرت صدیق اکبرؓ کی بتائی ہوئی حدیث پر اعتماد فرمایا تھا۔

رافضی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ان اموال کو اپنے دور خلافت میں اس لیے تقسیم نہیں کیا کہ ان اموال کو حضرت صدیقؓ اور حضرت عمرؓ نے اپنے زمانے میں غصب کرلیا تھا اور جو چیز غصب کرلی جاتی ہے، امام معصوم پھر اس کو واپس نہیں لیا کرتے۔

سوال یہ ہے کہ پھر امام معصوم کو تولیت بھی قبول نہیں کرنی چاہیئے تھی کیونکہ تصرف جس طرح مالک بننے کے بعد انسان کرتا ہے اسی طرح متولی بننے کے بعد بھی کرتا ہے جبکہ حضرت علیؓ نے ان اموال کی تولیت قبول کی تھی نیز حضرت علیؓ کو پھر خلافت بھی قبول نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ روافض کے نزدیک حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ نے خلافت بھی غصب کی تھی تو اگر روافض کے بقول مغصوبہ چیز کو امام معصوم واپس نہیں لیا کرتے تو پھر خلافت انہوں نے کیونکر قبول کی؟

خرد کا نام جنوں رکھدیا جنوں کا نام خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

فلما توفیت، دفنھا زوجھا علیؓ لیلا

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی تھی کہ انہیں رات کے وقت دفن کیا جائے کیونکہ دن کی

---

(۲۲) جیسا کہ روایت باب کے آخر میں یہ الفاظ آرہے ہیں۔

(۲۳) شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید: ۴/۷۹۔۸۰۔ وشرح نہج البلاغۃ لابن میثم البحرانی: ۵/۱۰۷

(۲۴) دیکھیے شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید: ۴/۸۲

بہ نسبت رات میں تستّر زیادہ ہوتا ہے اور رات کے وقت دفن کرنے کی وصیت سے حضرت فاطمہؓ کا یہی مقصد تھا جیسا کہ حافظ نے فتح الباری میں تصریح کی ہے بلکہ بعض روایات میں ہے کہ انہوں نے یہ وصیت بھی کی تھی کہ میرے جنازے کے اوپر جنازہ پوش رکھا جائے اور پھر اس کے اوپر چادر ڈالی جائے تاکہ کسی کو میرے قد اور جسم وغیرہ کا اندازہ نہ ہوسکے (۲۵) اس سے حضرت فاطمہؓ کی حیا کے بلند مقام کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ولم یؤذن بھا ابابکر

حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو حضرت فاطمہؓ کی وفات کی اطلاع نہیں دی، اس وجہ سے نہیں کہ حضرت علیؓ ناراض تھے بلکہ اس وجہ سے کہ حضرت علیؓ کو یقین تھا کہ وفات کے حادثہ کی اطلاع ان کو ہوچکی ہوگی اور دلیل اس کی یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی بیماری سے لے کر وفات تک ان کی تیمارواری جس طرح حضرت علیؓ کرتے رہے اسی طرح حضرت صدیق اکبرؓ کی زوجہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ بھی برابر ان کی تیمارداری اور خدمت کرتی رہیں حتی کہ وفات کے بعد خود حضرت فاطمہؓ کی وصیت کے مطابق ان کی میت کو حضرت علیؓ اور حضرت اسماء بنت عمیسؓ نے ہی غسل دیا چنانچہ حاکم نے "مستدرک" میں (۲۶)، ابن سعد نے "طبقات" میں (۲۷)، عبدالرزاق نے "مصنف" (۲۸)، میں اور بیہقی نے اپنی "سنن" میں (۲۹) وہ روایات نقل کی ہیں جن میں حضرت اسماء بنت عمیسؓ کی حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری کرنے اور وفات کے بعد ان کو غسل دینے کا ذکر ہے بلکہ خود شیعہ عالم ابوجعفر طوسی نے "امالی" میں لکھا ہے۔ ﴿ وکان علی رضی اللہ عنہ یمرضھا بنفسہ، وتعینہ علی ذلک اسماء بنت عمیس علی استمرار بذلک ﴾ (۳۰) باقر مجلسی نے بھی "جلاء العیون" میں اس کی تصریح کی ہے۔ (۳۱)

اب ظاہر ہے کہ حضرت صدیقؓ کی زوجہ جب حضرت فاطمہؓ کی تیمارواری سے لے کر وفات تک تمام مراحل میں شریک ہیں تو حضرت صدیقؓ کو وفات کی اطلاع ہونا ایک بدیہی اور یقینی بات تھی اس لیے حضرت علیؓ نے اس خیال سے کہ ان کو اطلاع ہوگئی ہوگی اپنی طرف سے مزید مستقلاً اطلاع نہیں دی۔

اسی طرح روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ کی بیماری کے دوران پانچوں نمازوں کے لیے مسجد نبوی میں آتے تھے اور حضرت صدیقؓ ور حضرت عمرؓ برابر ان سے حضرت فاطمہؓ کی بیمار پرسی کرتے اور ان کی حالت پوچھتے تھے۔ (۳۲)

---

(۲۵) فتح الباری: ۷/ ۴۹۴ (۲۶) مستدرک حاکم: ۳/ ۱۶۳ (۲۷) دیکھیے طبقات بن سعد: ۸/ ۲۸

(۲۸) مصنف عبدالرزاق ۳/ ۴۱۰ (۲۹) دیکھیے سنن بیہقی: ۳/ ۳۹۶ (۳۰) الامالی: ۱/ ۱۰۷

(۳۱) جلاء العیون: ۱۷۰

(۳۲) تکملۃ فتح الملہم: ۳/ ۱۰۲۔ بحوالۂ کتاب سلیم بن قیس العامری: ۲۲۳۔ ۲۲۵

وصلی علیہا علی رضی اللہ تعالی عنہ

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں، یہاں تو ہے کہ حضرت علیؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت عباسؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی ہے (۳۳) اور بہت سی روایات میں آتا ہے کہ خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبرؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

چنانچہ ابن سعد نے "طبقات" میں روایت نقل کی ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا انتقال مغرب اور عشاء کے درمیان ہوا، انتقال کی خبر سن کر حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ تشریف لائے، جب جنازہ نماز پڑھنے کے لیے لایا گیا تو حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ نماز پڑھایئے، انہوں نے فرمایا کہ آپ کی موجودگی میں؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ "ہاں! آگے بڑھیے، واللہ آپ کے سوا کوئی نماز نہیں پڑھائے گا" چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نماز پڑھائی اور رات ہی کو تدفین عمل میں آئی (۳۴)

طبقات کے علاوہ امام بیہقی نے "جنائز" میں، خطیب بغدادی کے حوالہ سے علی متقی نے "کنزالعمال" میں اور محب طبری نے "الریاض النضرہ" میں بھی ایسی روایات نقل کی ہیں جن میں حضرت صدیق اکبرؓ کے بارے میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی نماز جنازہ انہوں نے پڑھائی۔ (۳۵)

ابونعیم نے "حلیۃ الاولیاء" میں میمون بن مہران کے تذکرہ میں روایت نقل کی ہے جس میں ہے

﴿وکبّر ابوبکر علی فاطمة اربعا﴾ (۳۶)

اور قیاس کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ نماز جنازہ حضرت صدیق اکبرؓ نے پڑھائی ہے کیونکہ بنوہاشم اس بات کا اہتمام کرتے تھے کہ ان کی اموات کی نماز جنازہ خلیفہ اور والیٔ شہر پڑھائیں۔ چنانچہ ابوسفیان بن الحارث کی نماز جنازہ حضرت عمرؓ نے پڑھائی (۳۷)، حضرت عباسؓ کی نماز جنازہ حضرت عثمانؓ نے پڑھائی (۳۸)، حضرت حسنؓ کی نماز جنازہ سعید بن العاص نے پڑھائی (۳۹)، کہ وہ اس وقت مدینہ کے امیر تھے، اور محمد بن الحنفیہ کی نماز جنازہ امیر مدینہ ابان بن عثمان نے پڑھائی (۴۰) اس لیے اس پس منظر میں وہ روایات زیادہ راجح معلوم ہوتی ہیں جن میں حضرت صدیق اکبرؓ کے نماز جنازہ پڑھانے کا ذکر ہے۔ واللہ اعلم

---

(۳۳) چنانچہ طبقات بن سعد کی روایت ہے: ﴿صلی العباس بن عبدالمطلب علی فاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم﴾ (طبقات ابن سعد: ۲۸/۱)

(۳۴) طبقات بن سعد ۲۹/۸۔

(۳۵) دیکھیے سنن بیہقی: ۲۹/۴۔ وکنز العمال: ۳۱۸/۶۔ رقم ۵۲۹۹۔ والریاض النضرة: ۱۵۶/۱

(۳۶) حلیۃ الاولیاء: ۹۶/۴۔ (۳۷) دیکھیے اسد الغابة: ۲۱۴/۵۔ ۲۱۵ (۳۸) الاستیعاب: ۱۰۰/۳۔ ۱۰۱

(۳۹) دیکھیے الاستیعاب: ۳۶۳/۱۔ (۴۰) دیکھیے طبقات ابن سعد: ۹۱/۵۔

ولم یکن یبایع تلک الاشھر

حضرت فاطمہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد چھ ماہ حیات رہیں، راوی کہتا ہے کہ ان چھ ماہ میں حضرت علیؓ نے حضرت صدیقؓ سے بیعت نہیں کی تھی۔

امام بیہقی نے اپنی کتاب "الاعتقاد علی مذھب السلف" میں تصریح کی ہے کہ یہ جملہ زھری کا ہے، اصل روایت سے اس کا کوئی تعلق نہیں، بعد میں راویوں نے زھری کے اس جملہ کو اصل روایت میں درج کردیا۔ (۴۱) وجہ اس کی یہ ہے کہ ابوداود طیالسی، ابن سعد، ابن جریر، ابن ابی شیبہ، بیہقی اور ابن حبان نے روایات نقل کی ہیں جن میں تصریح ہے کہ سقیفۂ بنی ساعدہ کی بیعت کے اگلے دن مسجد نبوی میں جو عام بیعت ہوئی اس وقت حضرت علیؓ نے بیعت کرلی تھی، حافظ ابن کثیر نے "البدایہ والنھایہ" اور حضرت شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفاء میں بھی یہ واقعہ ذکر کیا ہے کہ جب عام بیعت ہونے لگی تو حضرت صدیقؓ نے دیکھا کہ حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ دونوں حضرات موجود نہیں ہیں، آپ نے ان دونوں کو طلب کیا، یہ حضرات تشریف لائے، تو انہوں نے کہا کہ ہمیں سوائے اس کے اور کوئی شکایت نہیں ہے کہ کل سقیفۂ بنی ساعدہ میں معاملہ طے ہوگیا اور آج یہاں مسجد نبوی میں بیعت ہورہی ہے لیکن اس سلسلے میں ہم سے کوئی مشورہ نہیں کیا گیا اور ہم جانتے ہیں کہ خلافت کا سب سے زیادہ حق حضرت ابوبکرؓ کا ہے۔ حضرت علیؓ کا ایک قول ملا علی قاری نے "شرح شمائل" میں بھی نقل کیا ہے۔ ﴿ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رضی ابابکر لدیننا افلا نرضاہ لدنیانا﴾ اسی طرح ابن حبان نے حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت نقل کی ہے ﴿ان علیا بایع ابابکر فی اول الامر﴾

یہ تمام روایات اور اقوال اس بات پر صراحتاً دلالت کررہے ہیں کہ حضرت علیؓ نے حضرت صدیقؓ سے بیعت کرنے میں تاخیر نہیں کی ہے بلکہ دوسرے روز عام لوگوں کے ساتھ آپ نے بیعت کرلی تھی۔

باقی رہی یہ بات کہ جب ایک مرتبہ بیعت کرلی تھی تو حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد دوبارہ بیعت کرنے کا کیا مقصد تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت فاطمہؓ کی بیماری کے دوران حضرت علیؓ ان کی تیمارداری میں مشغول رہے اور حضرت صدیق اکبرؓ سے ربط وملاقات میں کمی آگئی تھی اس لیے پہلی بیعت کی توثیق وتجدید کے لیے آپ نے دوبارہ بیعت کی، اکثر اہل علم کا رجحان اسی طرف ہے اور اسی کو حافظ ابن کثیر نے البدایۃ والنھایہ میں حق اور حقیقت قرار دیا ہے۔ (۴۲)

البتہ اتنی بات رہ جاتی ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے بیعت کے سلسلہ میں حضرت علیؓ سے مشورہ

---

(۴۱) والذی روی ان علیا لم یبایع ابابکر ستۃ اشھر لیس من قول عائشۃ، انما ھو من قول الزھری، فادرجہ بعض الرواۃ فی الحدیث عن عائشۃ فی قصۃ (وانظر الاعتقاد علی مذھب السلف للبیہقی: ۱۸۰)

(۴۲) دیکھیے البدایۃ والنھایۃ: ۵/ ۲۴۹۔ نیز ۶/ ۳۰۲

کیوں نہیں کیا؟ تو اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صورتحال بہت ہی کٹھن اور پیچیدہ ہوگئی تھی، حضرات انصار سقیفۂ بنی ساعدہ میں پہلے سے جمع ہوگئے تھے اور قریب تھا کہ اوس اور خزرج میں سے کسی ایک قبیلہ کے سردار کے ہاتھ پر بیعت ہوجائے اور اس طرح مسلمانوں کے اتفاق واتحاد کا شیرازہ ہی بکھر جائے کیونکہ اوس اور خزرج میں سے کسی بھی ایک کے ہاتھ میں زمام کار آجاتی تو دوسرا قبیلہ اس پر رضامند نہ ہوتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خداداد بصیرت، بالغ نظری اور دور بینی سے اس نازک صورتحال کا اندازہ کرلیا اور سمجھ لیا کہ مسلمان جس صورتحال سے دوچار ہیں اس میں ایک دن کی تاخیر کی بھی گنجائش نہیں ہے، حضرت عمرؓ یہ بھی جانتے تھے کہ جزیرۃ العرب کے لوگ صرف قریش ہی کو اپنا سربراہ مان سکتے تھے کہ قریش کی قائدانہ حیثیت مسلم تھی اس لیے انہوں نے انتہائی عجلت میں اپنی خداداد ذہانت سے کام لیتے ہوئے سقیفۂ بنی ساعدہ میں انصار کو حضرت ابوبکرؓ کی بیعت پر جمع کرلیا اور دوسرے دن مسجد نبوی میں عام بیعت ہوئی تو چونکہ صورتحال نے انتہائی پیچیدہ شکل اختیار کرلی تھی اس لیے حضرت علیؓ اور دوسرے کئی حضرات سے مشورے کا وقت اور موقع نہیں ملا، واللہ اعلم۔ آگے روایت میں حضرت علیؓ کی دوبارہ بیعت کا ذکر ہے۔

فائدہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد «لانورث ماترکنا صدقة» میں حکمت کیا ہے؟ اس کی ایک وجہ تو ظاہر ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام زندگی بھر یہ اعلان کرتے ہیں.... «لااسئلکم علیہ اجرا» ہم تمہاری جو خدمت کررہے ہیں، تمہیں صراط مستقیم کی دعوت دیتے اور اس پر لانے کے لیے جو کوشش اور سعی کرتے ہیں یہ کسی عوض اور دنیوی منفعت کے لیے نہیں ہے، حضرات انبیاء کی یہ روش رہی ہے اور اسی کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد تقسیم میراث سے منع کیا اور فرمایا کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی میراث جاری نہیں ہوتی (۴۴) اور ساتھ ساتھ یہ بات بھی ہے کہ جس منصب پر وہ فائز ہوتے ہیں وہ لوگوں کی محبت کا مرکز ہوتا ہے اس لیے لوگ تحائف، عطیات، ہدایا ان کی خدمت میں بکثرت پیش کرتے ہیں، ان ہدایا اور تحائف کو اگر وہ جمع کریں اور ان کے انتقال کے بعد ورثاء میں اسے تقسیم کیا جائے تو دشمنوں کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ نبوت کا کاروبار اس لیے چلایا گیا تھا کہ ان کی بعد میں آنے والی نسلیں نبوت کے زمانہ میں جمع کردہ اموال سے پھلتی پھولتی رہیں اور ان کی پرورش کا ایک معقول بندوبست اور انتظام

(۴۴) فتح الباری: ۱۲ / ۸

ہوجائے (۴۴) تو جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جو کچھ آیا آپ نے تقسیم کیا اسی طرح جو اموال اللہ نے آپ کو عطا کئے تھے ان کے متعلق آپ نے وصیت کی کہ وہ آپ کی وفات کے بعد بھی مصالح مسلمین میں خرچ کئے جائیں اور میراث کے طور پر وہ تقسیم نہ کئے جائیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی حیثیت پوری امت کے لیے ابوت کا درجہ رکھتی ہے لہذا اگر میراث تقسیم ہو تو پوری امت میں ہونی چاہیئے اور ظاہر ہے کہ یہ ممکن نہیں اس لیے وہ اموال عامۃ المسلمین کی ضروریات کے لیے وقف رہتے ہیں۔ (۴۵)

تیسری بات یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی شان اللہ سبحانہ وتعالی کے تعلق کے حوالے سے ایسی ہوتی ہے کہ وہ کسی چیز پر اپنی ملکیت تصور نہیں کرتے کیونکہ ہر چیز کی حقیقی ملکیت اللہ جل شانہ ہی کی ہے، ہم سے اللہ جل شانہ کی ملک کا وہ تصور بہت دفعہ نظرانداز ہوجاتا ہے لیکن حضرات انبیاء علیہم السلام کی نگاہوں سے وہ تصور کبھی نظرانداز نہیں ہوتا "الانبیاء لایشھدون لانفسھم ملکا مع اللہ" لہذا جن چیزوں کے وہ مالک بنائے جاتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا قبضہ ان پر بحیثیت متولی کے ہے بحیثیت مالک کے نہیں، اس بناء پر انہوں نے منع کیا کہ ہمارے انتقال کے بعد کسی مال کو میراث میں تقسیم نہ کیا جائے۔

قرآن شریف میں ﴿وورث سلیمان داود﴾ اور ﴿رب ھب لی من لدنک ولیا یرثنی﴾ وارد ہوا ہے جس سے انبیاء کی وراثت کا ثبوت ہوتا ہے لیکن اکثر علماء کا خیال یہ ہے کہ ان آیات میں وراثت سے وراثت علم وسلطنت مراد ہے وراثت مال مراد نہیں۔ (۴۶)

۳۹۹۹ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا حَرَمِيٌّ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُمَارَةُ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ قُلْنَا : الآنَ نَشْبَعُ مِنَ التَّمْرِ

۴۰۰۰ : حَدَّثَنَا الْحَسَنُ : حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ حَبِيبٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ ٱللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : مَا شَبِعْنَا حَتَّى فَتَحْنَا خَيْبَرَ

بَابٌ : ٱسْتِعْمَالُ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى أَهْلِ خَيْبَرَ .

۴۰۰۱ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ ، عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ بْنِ سُهَيْلٍ ، عَنْ سَعِيدِ ٱبْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ ٱللَّهِ ﷺ ٱسْتَعْمَلَ

(۴۴) فتح الباری ۱۲/ ۸ (۴۵) فتح الباری: ۱۲/ ۹ (۴۶) التمہید لابن عبد البر: ۸/ ۱۷۳- ۱۷۵ - وفتح الباری: ۱۲/ ۸

رَجُلاً عَلَى خَيْبَرَ ، فَجَاءَهُ بِتَمْرٍ جَنِيبٍ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا) . قَالَ : لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَيْنِ ، بِالثَّلَاثَةِ ، فَقَالَ : (لَا تَفْعَلْ ، بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ، ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيبًا) .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر ایک آدمی کو عامل بنایا، یہ قبیلۂ بنی عدی کے حضرت سواد بن غزیہ تھے (۱) یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک خاص قسم کی کھجور جس کو "جنیب" کہتے تھے اور جو بہت عمدہ ہوتی ہے، وہ لے کر آئے، آپ نے فرمایا کہ کیا خیبر کی ساری ہی کھجوریں ایسی (عمدہ) ہوتی ہیں؟ انہوں نے کہا، نہیں، ہم اس قسم کی عمدہ کھجور کا ایک صاع دوسری کھجوروں کے دو صاع کے بدلے لیتے ہیں اور دو صاع تین صاع کے بدلے میں لیتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ چونکہ یہ کھجور عمدہ ہے اس لیے اس کا ایک صاع اور دوسری معمولی قسم کی کھجوروں کے دو صاع برابر ہیں، اسی طرح جب یہ ہم دو صاع لیتے ہیں تو دوسری کھجوریں تین صاع دینی پڑتی ہیں، آپ نے فرمایا ایسا مت کرو (کیونکہ یہ تو ربا ہے، متحد الجنس میں تفاضل جائز نہیں) بلکہ ناقص کھجور پہلے درہم کے عوض بیچو اور پھر ان دراہم سے عمدہ کھجور خرید لیا کرو۔

وَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ ، عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ ، عَنْ سَعِيدٍ : أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ وَأَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَاهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ أَخَا بَنِي عَدِيٍّ مِنَ الْأَنْصَارِ إِلَى خَيْبَرَ ، فَأَمَّرَهُ عَلَيْهَا .

اس تعلیق کو ابو عوانہ اور دارقطنی نے موصولاً نقل کیا ہے۔ (۲)

وَعَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ : مِثْلَهُ . [ر : ۲۰۸۹]

یہ بھی عبدالعزیز کی سند کے ساتھ ہے، وہاں عبدالمجید سعید بن المسیب سے نقل کر رہے تھے اور یہاں ابوصالح سمان سے نقل کر رہے ہیں۔

باب : مُعَامَلَةُ النَّبِيِّ ﷺ أَهْلَ خَيْبَرَ

۴۰۰۲ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : أَعْطَى النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ الْيَهُودَ : أَنْ يَعْمَلُوهَا وَيَزْرَعُوهَا ، وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا . [ر : ۲۱۶۵]

---

(۱) فتح الباری: ۷/ ۴۹۹۔ عمدۃ القاری: ۱۷/ ۳۶۰

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے وقت یہ طے کیا تھا کہ یہود کو خیبر خالی کرنا پڑے گا، جب خیبر فتح ہوگیا اور آپؐ نے یہود کو خیبر سے نکلنے کے لیے کہا تو انہوں نے درخواست کی کہ آپؐ ہمیں خیبر کی زمینوں اور باغات میں کام کی اجازت دیجئے اور جو پیداوار ہوگی اس کو ہم اور آپؐ تقسیم کریں گے، یہ معاملہ "مخابرہ" کہلاتا ہے، اس لیے کہ خیبر سے اس کی ابتداء ہوئی ہے، بٹائی کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن رواحہ کو بھیجتے وہ پیداوار کو دو حصوں میں تقسیم کردیتے اور یہود کو اختیار دیتے کہ جو حصہ پسند ہو وہ لے لو، یہود یہ انصاف دیکھ کر کہتے کہ زمین و آسمان ایسے ہی عدل پر قائم ہیں۔ (۲)

باب : الشَّاةِ الَّتِي سُمَّتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ بِخَيْبَرَ

رَوَاهُ عُرْوَةُ ، عَنْ عَائِشَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

٤٠٠٣ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي سَعِيدٌ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ أُهْدِيَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ شَاةٌ فِيهَا سُمٌّ . [ر : ٢٩٩٨]

خیبر فتح کرنے کے بعد چند روز تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر ہی میں قیام فرمایا، اس دوران سلام بن مشکم کی بیوی زینب بنت حارث نے ایک بھنی ہوئی بکری آپؐ کے پاس بطور ہدیہ ارسال کی، اور اس میں زہر ملادیا تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب چکھا تو فرمایا رک جاؤ، اس میں زہر ملادیا گیا ہے، البتہ حضرت بشر بن براء نے کچھ کھالیا تھا، زینب کو بلا کر اس سازش کا سبب دریافت کیا تو اعتراف کرکے کہنے لگی کہ زہر اس لیے ملادیا گیا تھا کہ میرا خیال تھا کہ آپؐ اگر نبی برحق ہیں تو اللہ تعالی آپؐ کو مطلع کردے گا اور اگر آپؐ نبی برحق نہیں ہیں تو لوگوں کو آپ سے نجات مل جائے گی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیتے تھے اس لیے آپؐ نے زینب کو کچھ نہیں کہا لیکن بعد میں جب اس زہر کے اثر سے حضرت بشر بن براء انتقال کر گئے تو زینب بشر کے وارثوں کے حوالہ کردی گئی اور انہوں نے اس کو قصاص میں قتل کردیا۔ (۳)

حدیث باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسی واقعہ کو بیان کیا ہے، یہ روایت مفصلاً اسی سند کے ساتھ "کتاب الجزیہ" میں گزری ہے۔ (۴)

---

(۲) سنن ابی داود، ۲/ ۲۶۴، رقم الحدیث ۳۴۱۰، باب فی المساقات، کتاب البیوع

(۳) دیکھیے فتح الباری: ۷/ ۴۹۷، وزاد المعاد: ۳/ ۳۳۵، ۳۳۶

(۴) کتاب الجزیة والموادعة، باب اذا غدر المشرکون بالمسلمین هل یعفی عنهم، ۳۱۶۹

باب : غَزْوَةُ زَيْدِ بْنِ حارِثَةَ .

٤٠٠٤ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ دِينَارٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قالَ : أَمَّرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أُسَامَةَ عَلَى قَوْمٍ فَطَعَنُوا فِي إِمارَتِهِ ، فَقَالَ : (إِنْ تَطْعَنُوا فِي إِمَارَتِهِ فَقَدْ طَعَنْتُمْ فِي إِمارَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلِهِ ، وَايْمُ اللهِ لَقَدْ كانَ خَلِيقًا لِلْإِمارَةِ ، وَإِنْ كانَ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ ، وَإِنَّ هٰذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ) .

[ر : ٣٥٢٤]

حضرت زید بن حارثہ کو آپ نے کئی مواقع پر امیر مقرر فرمایا ہے (۵) اس لیے یہ تعیین مشکل ہوگئی ہے کہ یہاں جس غزوے کا امام بخاری ذکر کررہے ہیں یہ کونسے سن میں واقع ہوا ہے اور کونسا غزوہ ہے؟ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ رمضان ۶ھ میں پیش آنے والا وہ غزوہ ہے جس میں بنو فزارہ کے ساتھ مقابلہ ہوا۔ اس غزوہ میں "ام قرفہ" کو قتل کیا گیا ہے، ام قرفہ قبیلۂ بنی فزارہ کی سردار تھی، حضرت زید بن حارثہ تجارت کی غرض سے شام گئے تھے، صحابہ کا مال بھی ساتھ تھا، واپسی پر بنی فزارہ نے حملہ کیا، سارا مال چھین لیا اور آپؓ کو زخمی کیا، حضرت زید مدینہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ کیا جس نے بنی فزارہ پر حملہ کرکے کچھ لوگوں کو قتل کیا جن میں ان کی سردار "ام قرفہ" بھی تھی (۶) ام قرفہ کے قتل کا ذکر کئی جگہ آتا ہے، حافظ ابن حجر نے "تلخیص الحبیر" میں نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام قرفہ کو قتل کیا ہے، اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے "یوم الردہ" میں ام قرفہ کے قتل کا حکم دیا اور مذکورہ غزوۂ بنی فزارہ میں بھی ام قرفہ کے قتل کا ذکر ہے، ممکن ہے ام قرفہ نامی کئی عورتیں ہوں جن کو مختلف اوقات میں مسلمانوں نے قتل کیا ہو۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں جو روایت ذکر کی ہے اس میں "جیش اسامہؓ" کا تذکرہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے چند روز قبل حضرت اسامہؓ کو ایک لشکر کا امیر بناکر روانہ فرمایا، اس پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ یہ کمسن لڑکا ہے (حضرت اسامہؓ کی عمر اس وقت

---

(۵) وقد تتبعت ماذكره اهل المغازي من سرايا زيد بن حارثة فبلغت سبعا.... (فاولها) جمادى الاخيرة سنة خمس قبل نجد في مائة راكب، (والثانية) في ربيع الآخر سنة ست الى بني سليم (والثالثة) في جمادى الاولى منها.... (والرابعة) في جمادى الآخرة منها الى بني ثعلبة (والخامسة) الى حسمى في خمس مائة الى اناس من بني جذام (والسادسة) الى وادي القرى (والسابعة) الى ناس من بني فزارة ولعل هذه الاخيرة مراد المصنف۔ (وانظر فتح الباري: ۷/ ۴۹۸۔۴۹۹)

(۶) فتح الباری: ۷/ ۴۹۸۔ وعمدۃ القاری: ۱۷/ ۳۶۱

اکیس سال تھی) اور ان کو کبار مہاجرین کا امیر بنادیا گیا، یہ بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ ناراض ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے لوگوں سے کہا۔ ان تطعنوا فی امارتہ فقد طعنتم فی امارۃ ابیہ من قبلہ آج تم اسامہ کی امارت پر اعتراض کررہے ہو سو تم اس سے قبل اس کے والد (زید بن حارثہ) کی امارت پر بھی اعتراض کرچکے ہو، حالانکہ وہ مجھے لوگوں میں زیادہ محبوب تھے اور اس کے بعد مجھے یہ زیادہ محبوب وعزیز ہیں۔

چونکہ اس روایت میں حضرت زید بن حارثہ کی امارت کا ذکر بھی ضمناً آگیا ہے اس مناسبت سے امام نے یہ روایت اس باب میں ذکر کی۔ واللہ اعلم

باب : عُمْرَةِ الْقَضَاءِ

ذَكَرَهُ أَنَسٌ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

٤٠٠٥ : حدَّثني عُبَيْدُ ٱللّٰهِ بْنُ مُوسٰى ، عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : لَمَّا ٱعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ في ذِي الْقَعْدَةِ ، فَأَبٰى أَهْلُ مَكَّةَ أَنْ يَدَعُوهُ يَدْخُلُ مَكَّةَ ، حَتّٰى قاضَاهُمْ عَلٰى أَنْ يُقِيمَ بِهَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ، فَلَمَّا كَتَبُوا الْكِتَابَ ، كَتَبُوا : هٰذَا ما قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ ٱللّٰهِ ، قَالُوا . لَا نُقِرُّ لَكَ بِهٰذَا ، لَوْ نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ما مَنَعْنَاكَ شَيْئًا ، وَلٰكِنْ أَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ ٱللّٰهِ . فَقَالَ : (أَنَا رَسُولُ ٱللّٰهِ ، وَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ ٱللّٰهِ) . ثُمَّ قَالَ لِعَلِيِّ ٱبْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ : (ٱمْحُ رَسُولَ ٱللّٰهِ) . قَالَ عَلِيٌّ : لَا وَٱللّٰهِ لَا أَمْحُوكَ أَبَدًا ، فَأَخَذَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ الْكِتَابَ ، وَلَيْسَ يُحْسِنُ يَكْتُبُ ، فَكَتَبَ : هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ ٱللّٰهِ ، لَا يُدْخِلُ مَكَّةَ السِّلَاحَ إِلَّا السَّيْفَ فِي الْقِرَابِ ، وَأَنْ لَا يَخْرُجَ مِنْ أَهْلِهَا بِأَحَدٍ إِنْ أَرَادَ أَنْ يَتْبَعَهُ ، وَأَنْ لَا يَمْنَعَ مِنْ أَصْحَابِهِ أَحَدًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُقِيمَ بِهَا . فَلَمَّا دَخَلَهَا وَمَضَى الْأَجَلُ أَتَوْا عَلِيًّا ، فَقَالُوا : قُلْ لِصَاحِبِكَ : ٱخْرُجْ عَنَّا ، فَقَدْ مَضَى الْأَجَلُ . فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ ، فَتَبِعَتْهُ ٱبْنَةُ حَمْزَةَ ، تُنَادِي : يَا عَمِّ يَا عَمِّ ، فَتَنَاوَلَهَا عَلِيٌّ فَأَخَذَ بِيَدِهَا ، وَقَالَ لِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ : دُونَكِ ٱبْنَةَ عَمِّكِ ٱحْمِلِيهَا ، فَٱخْتَصَمَ فِيهَا عَلِيٌّ وَزَيْدٌ وَجَعْفَرٌ ، قَالَ عَلِيٌّ : أَنَا أَخَذْتُهَا ، وَهِيَ بِنْتُ عَمِّي . وَقَالَ جَعْفَرٌ : ٱبْنَةُ عَمِّي وَخَالَتُهَا تَحْتِي . وَقَالَ زَيْدٌ : ٱبْنَةُ أَخِي . فَقَضٰى بِهَا النَّبِيُّ ﷺ لِخَالَتِهَا ، وَقَالَ : (الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ) . وَقَالَ لِعَلِيٍّ : (أَنْتَ مِنِّي وَأَنَا مِنْكَ) . وَقَالَ

لِجَعْفَرٍ : (أَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي) . وَقَالَ لِزَيْدٍ . (أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا) . وَقَالَ عَلِيٌّ : أَلَا تَتَزَوَّجُ بِنْتَ حَمْزَةَ ؟ قَالَ : (إِنَّهَا ٱبْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ) . [ر : ۱٦٨٩]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عمرۃ القضاء کا باب یہاں کتاب المغازی میں قائم کیا ہے حالانکہ یہ کتاب الحج سے متعلق ہے وہیں اس کا ذکر ہونا چاہیے تھا۔

اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ چونکہ غزوۂ حدیبیہ کے نتیجہ میں عمرۃ القضاء کی نوبت آئی تھی، غزوۂ حدیبیہ ہی اس عمرے کا پیش خیمہ بنا اس لیے امام بخاری نے مغازی میں اس کا ذکر کیا۔ (۷)

لیکن دوسرا سوال پھر یہ ہوگا کہ ایسی صورت میں تو اس کو غزوۂ حدیبیہ کے ساتھ ہی بیان کرنا چاہیے تھا اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ یہ ۷ھ میں واقع ہوا ہے اور غزوۂ حدیبیہ ٦ھ کا ہے اس لیے حدیبیہ کے ساتھ اس کو ذکر نہیں کیا، ۷ھ کے واقعات میں اس کو ذکر کیا۔ یہ عمرہ چار ناموں کے ساتھ معروف ہیں۔

❶ اس کا ایک نام "عمرۃ القضاء" ہے چونکہ آپ حدیبیہ کے سال عمرہ ادا نہ کرسکے تھے یہ عمرہ اس کی قضاء کے طور پر آپ نے ادا کیا اس لیے اس کو "عمرۃ القضاء" کہتے ہیں، بعض حضرات اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہاں قضاء "اداء" کے مقابلہ میں نہیں ہے بلکہ "قضاء" کے معنی "فیصلہ" کے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اس عمرے کا فیصلہ غزوۂ حدیبیہ کے موقع پر ہوا تھا کہ آئندہ سال آپ عمرہ ادا کرنے کے لیے تشریف لائیں گے اس لیے اس کو "عمرۃ القضاء" کہتے ہیں۔ (۸)

❷ اس کا دوسرا نام "عمرۃ القصاص" ہے، قصاص کے معنی بدل کے آتے ہیں اور یہ عمرہ چونکہ عمرۃ الحدیبیہ کے بدلے میں تھا اس لیے اس کو "عمرۃ القصاص" بھی کہتے ہیں۔ (۹)

❸ تیسرا نام اس کا "عمرۃ الصلح" ہے اس لئے کہ صلح حدیبیہ میں اس عمرے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ (۱۰)

❹ چوتھا نام اس کا "عمرۃ القضیہ" ہے، قضیہ کے معنی بھی فیصلہ کے ہیں اور یہ عمرہ فیصلہ کے بموجب کیا گیا۔ (۱۱)

---

(۷) فتح الباری: ۷/ ۵۰۰

(۸) فتح الباری: ۷/ ۵۰۰۔ والروض الانف: ۲/ ۲۵۴

(۹) علامہ سہیلی نے اسی نام کو راجح قرار دیا، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ﴿ یقال لها: عمرة القصاص، وهذا الاسم اولی بها لقوله تعالی: الشهر الحرام بالشهر الحرام والحرمات قصاص، وهذه الآية فيها نزلت، فهذا الاسم اولی بها۔ ﴾

(۱۰) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲٦۲

(۱۱) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲٦۲

عمرے کی ادائیگی

صلح حدیبیہ میں کفار مکہ سے معاہدہ ہوا تھا کہ آئندہ سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آکر عمرہ ادا کریں گے اور تین دن قیام کرکے واپس چلے جائیں گے نیز مسلمان مکہ میں اپنے ساتھ ہتھیار نہیں لائیں گے ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قعدہ کا چاند دیکھنے کے بعد عمرے کی ادائیگی کا اعلان کردیا اور یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ حدیبیہ میں شریک تھے ان میں سے کوئی رہ نہ جائے ۔ (۱۲) آپ ؐ نے احتیاطاً اسلحہ بھی ساتھ لیا کہ کہیں مشرکین کی جانب سے جنگ کی نوبت پیش آجائے تو مسلمان خالی ہاتھ نہ ہوں، مکہ مکرمہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر واقع "بطن یاجج" میں جنگ کا وہ اسلحہ آپ ؐ نے چھوڑا اور اس کی حفاظت کے لیے دوسو سواروں کا دستہ متعین کیا۔ (۱۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لبیک کہتے ہوئے حرم مکہ میں داخل ہوئے ، مشہور انصاری صحابی حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بلند آواز سے یہ شعر پڑھ رہے تھے ۔

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ
الیوم نضرب کم علی تنزیلہ
ضربا یزیل الھام عن مقیلہ
ویذھل الخلیل عن خلیلہ

حضرت عمرؓ نے ان کو یہ شعر پڑھتے سنا تو کہا کہ اللہ کے رسول ؐ کے سامنے اور اللہ کے حرم میں تو شاعری کر رہا ہے ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پڑھنے دو، یہ اشعار ان کافروں کے لیے تیروں سے بھی زیادہ اذیت ناک ہیں۔ (۱۴)

رؤسائے قریش بغض وعداوت کی وجہ سے حرم مکہ میں مسلمانوں کی آمد کے اس منظر کو دیکھنے کی تاب نہیں رکھتے تھے اس لیے اکثر لوگ مکہ چھوڑ کر پہاڑوں پر چلے گئے اور تین دن کے بعد قریش نے آپ ؐ کی خدمت میں اس پیغام کے ساتھ چند آدمی بھیجے "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہہ دو کہ معاہدہ کی مدت پوری ہوچکی ہے ، اب نکل جاؤ" چنانچہ آپ ؐ حسب معاہدہ اسی وقت روانہ ہوگئے (۱۵) اس عمرے میں تقریباً دو ہزار صحابہؓ نے آپ ؐ کے ساتھ ادائیگیٔ عمرہ کا شرف حاصل کیا۔ (۱۶)

---

(۱۲) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۲۶۲

(۱۳) دیکھیے السیرۃ الحلبیۃ: ۳/ ۶۲۔ عمرۃ القضاء۔ ودلائل النبوۃ للبیہقی: ۴/ ۳۲۱

(۱۴) شمائل ترمذی باب ما جاء فی صفۃ کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الشعر: ۱۶

(۱۵) السیرۃ الحلبیۃ: ۳/ ۶۳

(۱۶) السیرۃ الحلبیۃ: ۳/ ۶۲۔ وفتح الباری: ۷/ ۵۰۰

فاخذرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکتاب۔ ولیس یحسن یکتب، فکتب: ھذا ماقاضی علیہ محمد بن عبداللہ....

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا پڑھنا جانتے تھے؟

جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ امی تھے، لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے اس لیے یہاں لکھنے کی جو نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے یہ اسناد مجازی ہے، آپؐ نے خود کتابت نہیں فرمائی تھی لیکن چونکہ آپؐ نے کتابت کا حکم دیا تھا اس لیے نسبت آپؐ کی طرف کردی گئی، اس طرح اور بھی کئی روایات میں آتا ہے، ﴿کتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی قیصر والی کسری....﴾ ان تمام میں آپؐ کی طرف اسناد مجازی ہے۔ (۱۷)

البتہ ابوالولید باجیؒ روایت کے ظاہر سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بے شک امی تھے مگر بطور معجزہ آپؐ کاتب بھی ہوگئے تھے اور قاری بھی ہوگئے تھے۔ (۱۸)

ابوالولید باجی کی اس رائے سے ان کے قریب رہنے والے علماء نے سخت اختلاف کیا، ابوبکر بن الصائغ، عبداللہ بن سہل، ابو محمد بن مسعود وغیرہ علماء نے ان پر تنقید کی حتی کہ بعض علماء نے ان پر زندیق ہونے کا فتوی بھی لگایا اور کہا کہ یہ قرآن کی آیت ﴿ وماکنت تتلومن قبلہ من کتاب ولاتخطہ بیمینک اذًالارتاب المبطلون﴾ (۱۹) کی صریح مخالفت ہے، بعض نے ان کے خلاف یہ شعر بھی پڑھا۔

برئت ممن شری دنیا بآخرۃ
وقال: ان رسول اللہ قد کتبا

کہا جاتا ہے کہ اس وقت کے امیر نے ابوالولید باجی اور ان کے مخالف علماء کو جمع کیا، مناظرہ ہوا اور باجی اپنے دلائل کی وجہ سے غالب رہے، باجی نے کہا کہ میری رائے قرآن کے خلاف نہیں ہے، قرآن کی آیت سے آپ کا امی ہونا ثابت ہے لیکن امی ہونے کے باوجود اور کسی سے تعلیم حاصل کئے بغیر لکھنے پڑھنے پر آپؐ کی قدرت آپؐ کی نبوت کا دوسرا معجزہ ہے، ابوذرھروی، ابوالفتح نیسابوری اور دیگر کئی علماء نے آپ کی تائید بھی کی ہے، یہ حضرات عون بن عبداللہ کی اس روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں جو ابن ابی شیبہ نے نقل کی ہے۔ ﴿ مامات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی کتب وقرأ﴾ (۲۰)

لیکن امام بیہقی نے اس روایت پر دو اعتراض کئے ہیں ایک یہ کہ اس روایت کی سند میں مجاہیل اور ضعفاء ہیں اور دوسرے یہ کہ اس میں انقطاع ہے، طبرانی نے اس روایت کو "منکر" کہا ہے اس لیے

---

(۱۷) فتح الباری: ۷/ ۵۰۴ (۱۸) فتح الباری: ۷/ ۵۰۳ (۱۹) سورۃ العنکبوت/ ۴۸ (۲۰) دیکھیے فتح الباری: ۷/ ۵۰۳- ۵۰۴

یہ قابل استدلال نہیں ہے۔ (۲۱)

بعض حضرات نے کہا کہ مذکورہ روایت میں "حتی کتب وقرأ" کی ضمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف عائد نہیں ہے بلکہ یہ "عون" کے والد "عبداللہ بن عتبہ" کی طرف عائد ہے اور مطلب یہ ہے کہ عبداللہ بن عتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال سے پہلے ہوشیار اور سمجھدار ہوگئے تھے اور لکھنا پڑھنا سیکھ گئے تھے۔

امام تقی الدین ابن دقیق العید کے سامنے جب ابوالولید باجی کا نقطۂ نظر پیش کیا گیا تو انہوں نے اس کی طرف کوئی خاص التفات نہیں فرمایا اور کہا کہ باجی کے پاس اپنے اس نظریے کے لیے کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے اس لیے یہ قابل قبول نہیں۔

حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ سے "میزان الاعتدال" میں نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے لیکن چونکہ آپ کے پاس بہت سے خطوط اور کئی تحریریں آتی رہتی تھیں اس لیے آپ اپنا نام لکھنا سیکھ گئے تھے جیسے بہت سے عامی لوگ اپنا دستخط سیکھ لیتے ہیں لہذا صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ کے اپنا نام لکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ امی نہیں تھے، نہ ہی اس کو کسی معجزہ پر محمول کیا جاسکتا ہے (۲۲)

آپ امی تھے اور امی ہی رہے، یہی تو وہ بات ہے جس کی وجہ سے مخالفین کی کمر ٹوٹ جاتی ہے کہ ایک ایسا شخص جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتا، چالیس سال اسی حالت میں گزار دیئے اور اچانک اب وہ علوم کے دریا بہا رہا ہے، حقائق بیان کررہا ہے، حکم، معارف اور رموز کی تلقین کررہا ہے، اس نے نہ کوئی کتاب پڑھی اور نہ ہی وہ مطالعہ کرنا جانتا ہے لیکن اس کی ہر بات علم ومعرفت کا چشمہ ہے۔

نگار من بمکتب نرفت وخط نہ نوشت
بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

(میرا محبوب (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جو نہ کبھی کسی مکتب میں گئے اور نہ ہی کبھی لکھا، لیکن ایک ہی اشارے میں وہ سینکڑوں مدرسین کو مسائل سمجھا دیتے ہیں۔)

فتبعتہ ابنۃ حمزۃ تنادی: یاعم، یاعم

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے روانہ ہونے لگے تو حضرت حمزہؓ کی کمسن صاحبزادی آپؐ کے پیچھے پیچھے آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو "یاعم، یاعم" کہہ کر پکارنے لگیں یہ رشتہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چچازاد بہن تھیں اس کے باوجود ان کا عم کہنا عرب کے محاورے کے مطابق تھا کہ چھوٹا

---

(۲۱) دیکھیے سنن کبری للبیہقی ج ۷ ص ۵۰۴-۵۰۵

(۲۲) میزان الاعتدال کے تمام ممکنہ مقامات میں تلاش کے باوجود احقر کو علامہ ذہبی کا یہ قول نہ مل سکا۔ واللہ اعلم۔

بڑے کو عم کہتا ہے۔ (۲۳) اور "عم" کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نسبی طور پر اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے تاہم رضاعت کے تعلق سے وہ آپؐ کے بھائی تھے اس لیے ان کی صاحبزادی نے آپ کو "یاعم" کہہ کر پکارا۔ (۲۴)

فاختصم فیہا علی وزید وجعفر

حضرت علیؓ نے کہا کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے میں اس کا زیادہ حقدار ہوں، حضرت جعفرؓ نے کہا کہ یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس کی خالہ میری زوجہ ہے اس لیے میں لوں گا، حضرت زیدؓ کہتے تھے کہ حمزہؓ میرے دینی بھائی تھے، اس رشتہ سے یہ میری بھتیجی ہے لہذا میرا حق بنتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفرؓ کی زوجہ حضرت اسماء بنت عمیس کے حق میں فیصلہ فرماتے ہوئے کہا کہ "خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے"

تمام ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ باب حضانت (پرورش) میں عمہ کے مقابلہ میں خالہ کو ترجیح ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی اس صاحبزادی کے نام کے بارے میں مختلف اقوال ہیں ❶ عمارہ ❷ فاطمہ ❸ امامہ ❹ امۃ اللہ ❺ سلمی، یہ پانچ نام ذکر کئے گئے ہیں البتہ مشہور پہلا قول ہے۔ (۲۵) واللہ اعلم

وقال لجعفر: اشبہت خلقی وخلقی

حضرت جعفرؓ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اخلاق کے اعتبار سے بھی مجھ جیسے ہو، میرے ساتھ تمہیں جسمانی مشابہت بھی حاصل ہے، اور یہ بہت بڑی فضیلت اور منقبت ہے۔

کہتے ہیں کہ عرب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شکل وصورت میں مشابہت رکھنے والے تیرہ اصحابؓ تھے جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد چار رہ گئے تھے اور باقی اللہ کو پیارے ہوگئے تھے۔ (۲۶)

٤٠٠٦ : حدّثني مُحَمَّدٌ هُوَ ٱبْنُ رَافِعٍ : حَدَّثَنَا سُرَيْجٌ : حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ (ح). قَالَ : وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي : حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ خَرَجَ مُعْتَمِرًا ، فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ ، فَنَحَرَ هَدْيَهُ وَحَلَقَ رَأْسَهُ بِالْحُدَيْبِيَةِ ، وَقَاضَاهُمْ عَلَى أَنْ يَعْتَمِرَ الْعَامَ الْمُقْبِلَ ، وَلَا

(۲۳) فتح الباری: ۷/ ۵۰۵۔ وعمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۶۲ (۲۴) فتح الباری: ۷/ ۵۰۵۔ وعمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۶۲

(۲۵) فتح الباری: ۷/ ۵۰۵ (۲۶) فتح الباری: ۷/ ۵۰۵

يَحْمِلَ سِلَاحًا عَلَيْهِمْ إِلَّا سُيُوفًا ، وَلَا يُقِيمَ بِهَا إِلَّا مَا أَحَبُّوا ، فَاعْتَمَرَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ ، فَدَخَلَهَا كَمَا كَانَ صَالَحَهُمْ ، فَلَمَّا أَنْ أَقَامَ بِهَا ثَلَاثًا ، أَمَرُوهُ أَنْ يَخْرُجَ فَخَرَجَ [ر : ۲٥٥٤]

٤٠٠٧ : حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ : دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ ، فَإِذَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا جَالِسٌ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ ، ثُمَّ قَالَ : كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ ، قَالَ : أَرْبَعًا ، ثُمَّ سَمِعْنَا اسْتِنَانَ عَائِشَةَ ، قَالَ عُرْوَةُ : يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ ، أَلَا تَسْمَعِينَ مَا يَقُولُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ ، فَقَالَتْ : مَا اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ عُمْرَةً إِلَّا وَهُوَ شَاهِدُهُ ، وَمَا اعْتَمَرَ فِي رَجَبٍ قَطُّ

[ر : ١٦٦٥]

یہ روایت "ابواب العمرہ" اور "غزوۃ الحدیبیہ" میں گزر چکی ہے، ہمارے نسخوں میں ہے کم اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال: اربعا، مصری نسخوں میں "اربعا" کے بعد "احداھن فی رجب" کا اضافہ ہے اگر یہ اضافہ نہ ہو تو آگے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بیان پر جو نکیر اور تردید کی ہے وہ درست نہیں ہوگی، ہمارے ہندوستانی نسخوں میں یہ سقم ہے اور مصری نسخے درست ہیں کیونکہ حضرت عائشہؓ نے حضرت عبداللہ کی روایت میں "احداھن فی رجب" کے الفاظ کی تردید کی ہے جبکہ ہمارے نسخوں حضرت ابن عمرؓ سے یہ الفاظ منقول ہی نہیں ہیں[1]

٤٠٠٨ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ : سَمِعَ ابْنَ أَبِي أَوْفَى يَقُولُ : لَمَّا اعْتَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ سَتَرْنَاهُ مِنْ غِلْمَانِ الْمُشْرِكِينَ وَمِنْهُمْ ، أَنْ يُؤْذُوا رَسُولَ اللهِ ﷺ . [ر : ١٥٢٣]

٤٠٠٩ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، هُوَ ابْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ ، فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ : إِنَّهُ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ وَفْدٌ وَهَنَتْهُمْ حُمَّى يَثْرِبَ ، وَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَرْمُلُوا الْأَشْوَاطَ الثَّلَاثَةَ ، وَأَنْ يَمْشُوا مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ ، وَلَمْ يَمْنَعْهُ أَنْ يَأْمُرَهُمْ أَنْ يَرْمُلُوا الْأَشْوَاطَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِبْقَاءُ عَلَيْهِمْ .

---

[1] ہمارے اختیار کردہ ڈاکٹر مصطفی دیب البغا کے تحقیقی نسخے میں بھی "احداھن فی رجب" کے الفاظ نہیں ہیں البتہ حافظ اور علامہ عینی کے نسخوں میں ہیں۔

وزَادَ ٱبْنُ سَلَمَةَ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ سَعِيدِ بنِ جبيرٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ قالَ : لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ لِعَامِهِ الَّذِي ٱسْتَأْمَنَ ، قالَ : (ٱرْمُلوا) . لِيَرَى الْمُشرِكونَ قُوَّتَهُمْ ، وَالْمُشْرِكُونَ مِنْ قِبَلِ قُعَيْقِعَانَ . [ر : ١٥٢٥]

یہ روایت کتاب الحج میں گزر چکی ہے ۔ (۲۷)

٤٠١٠ : حدّثني مُحَمَّدٌ ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ عَطَاءٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا قالَ : إِنَّمَا سَعَى النَّبِيُّ ﷺ بِالْبَيْتِ ، وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ، لِيُرِيَ الْمُشْرِكِينَ قُوَّتَهُ [ر : ١٥٦٦]

٤٠١١ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ قالَ : تَزَوَّجَ النَّبِيُّ ﷺ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ ، وَبَنَى بِهَا وَهُوَ حَلَالٌ ، وَمَاتَتْ بِسَرِفَ

وَزَادَ ٱبْنُ إِسْحٰقَ : حَدَّثَنِي ٱبْنُ أَبِي نَجِيحٍ وَأَبَانُ بْنُ صَالِحٍ ، عَنْ عَطَاءٍ وَمُجَاهِدٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ قالَ : تَزَوَّجَ النَّبِيُّ ﷺ مَيْمُونَةَ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ . [ر : ١٧٤٠]

اس روایت میں نکاح المحرم کا مسئلہ آیا ہے اور کتاب الحج میں گزر چکا ہے ۔ (۲۸)

باب : غَزْوَةُ مُؤْتَةَ مِنْ أَرْضِ الشَّأْمِ .

موتہ ملک شام کے علاقے بلقاء میں واقع ایک مقام کا نام ہے (۲۹) جہاں یہ غزوہ پیش آیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مختلف امراء اور سلاطین کے نام دعوت اسلام کے خطوط روانہ فرمائے تو ایک خط حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کو دیکر قیصر روم کی جانب روانہ فرمایا، عرب اور شام کے سرحدی علاقوں میں جو عرب رؤسا حکمران تھے ، ان میں ایک شرحبیل بن عمرو بھی تھا جو علاقۂ بلقاء کا رئیس اور قیصر کا ماتحت تھا، شرحبیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر حضرت حارثؓ کو شہید کردیا (۳۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو ان کے قصاص کے لیے آپؐ نے تین ہزار کا لشکر روانہ فرمایا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا اور فرمایا کہ اگر زید قتل ہوجائیں تو جعفر بن ابی طالب امیر ہوں گے اور اگر جعفر بھی قتل ہوجائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے اور اگر وہ بھی قتل

(۲۷) صحیح بخاری، کتاب الحج، کیف کان بدء الرمل: ۱/ ۲۱۸ (۲۸) صحیح بخاری، کتاب الحج، باب تزویج المحرم: ۱/ ۲۴۸

(۲۹) فتح الباری: ۷/ ۵۱۱۔ آج کل یہ علاقہ مملکت اردن میں شامل ہے (۳۰) فتح الباری: ۷/ ۵۱۱۔ والسیرۃ الحلبیۃ: ۳/ ۶۶

ہوجائیں تو پھر مسلمانوں کو اختیار ہوگا جس کو چاہیں اپنا امیر بنالیں۔ (۳۱)

حضرت زید بن حارثہؓ کو ایک سفید جھنڈا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا اور ثنیۃ الوداع تک آپ خود ان کے ساتھ گئے اور انہیں وعظ و نصیحت کرنے کے بعد رخصت فرمایا۔ (۳۲)

ادھر شرحبیل کو جب مسلمانوں کے لشکر کی اطلاع ملی تو اس نے تقریباً ایک لاکھ افراد پر مشتمل لشکر مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے جمع کیا اور مزید ایک لاکھ فوج لے کر ہرقل خود شرحبیل کی مدد کے لیے پہنچا، مقام معان پر پہنچ کر جب مسلمانوں کو خبر ملی کہ دو لاکھ سپاہیوں کا لشکر مقابلے کے لیے آیا ہے تو مسلمان متردد ہوئے کہ تین ہزار کی قلیل تعداد کے ساتھ ان کے مقابلہ میں جانا چاہیئے یا نہیں؟ لشکر اسلام دو دن تک معان میں ٹھہر کر مشورہ کرتا رہا، اکثر صحابہؓ کی رائے یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صورتحال سے آگاہ کرنے کے لیے اطلاع دی جائے اور آپؐ کے حکم کا انتظار کیا جائے لیکن عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے صحابہؓ کو جنگ پر آمادہ کرنے کے لیے ایک پرجوش تقریر کی جس میں انہوں نے کہا کہ ہماری جنگ کا دارومدار قوت اور تعداد کی کثرت پر نہیں ہے بلکہ اس دین کی بنیاد پر ہے جس سے اللہ جل شانہ نے ہمیں سرفراز فرما کر عزت بخشی ہے لہٰذا، چل پڑو، دو نیکیوں میں سے ایک تو ضرور حاصل ہوگی یا کفار پر غلبہ حاصل ہوگا اور یا شہادت سے سرفرازی نصیب ہوگی، ابن اثیر نے تقریر کے الفاظ اس طرح نقل کئے ہیں:

یاقوم، واللہ ان التی تکرھون 'لتی خرجتم ایاھا تطلبون الشھادۃ، ومانقاتل الناس بعدد ولاقوۃ ولاکثرۃ، ما نقاتلھم الابھذا الدین الذی اکرمنا اللہ بہ، فانطلقوا فما ھی

---

(۳۱) طبقات ابن سعد: ۲ / ۶۶

(۳۲) اصحاب سیر نے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو رخصت کرنے لگے تو وہ رونے لگے، لوگوں نے دریافت کی تو فرمایا میں دنیا سے محبت یا تم سے عشق کی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں بلکہ اس لیے رو رہا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے .... ﴿وان منکم الا واردھا کان علی ربک حتماً مقضیا﴾ یعنی "تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو جہنم پر گزرے نہ ہو، یہ اللہ جل شانہ کا حتمی اور اٹل فیصلہ ہے" معلوم نہیں کہ اس پر گزرتے ہوئے میرا کیا بنے گا؟

مسلمانوں نے انہیں تسلی دی اور کہا اللہ آپ کو ہماری طرف صحیح وسلامت لوٹائیں، اس پر حضرت عبداللہؓ نے یہ اشعار پڑھے جن میں انہوں نے اپنے لیے شہادت کی دعا مانگی ہے:

لکنی أسال الرحمن مغفرۃ
وضربۃ ذات فرغ تقذف الزبدا
او طعنۃ بیدی حران مجھزۃ
بحربۃ تنفذ الاحشاء والکبدا
حتی یقولوا: اذا مروا علی جدثی
ارشدک اللہ من غاز وقد رشدا

(دیکھیے کامل ابن اثیر: ۲ / ۱۵۴۔ وتاریخ طبری: ۳ / ۳۱۹)

الا احدی الحُسْنَیَین "اما ظہور واما شہادۃ (۳۳)

لوگوں نے ان کی تقریر سن کر کہا "صدق واللہ" اور تین ہزار پر مشتمل لشکر اسلام دو لاکھ ٹڈی دل کی طرف بڑھا۔ (۳۴)

موتہ کے میدان میں جنگ کا آغاز ہوا، اسلام کا جھنڈا حضرت زیدؓ کے ہاتھ میں تھا، وہ آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے انہوں نے جام شہادت نوش کیا، ان کے بعد حضرت جعفرؓ نے جھنڈا اٹھایا، جب دشمن چاروں طرف سے حملہ آور ہوئے تو وہ گھوڑے سے اتر گئے اور اس بے جگری سے لڑے کہ تیروں، نیزوں اور تلواروں سے چور چور ہوکر گر پڑے، اسی باب میں بخاری کی روایت ہے کہ ان کے جسم میں نوے سے زیادہ زخم لگے تھے اور سب کے سب سامنے کی جانب تھے، پشت کی جانب کوئی زخم نہیں تھا، حضرت جعفرؓ کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے علم ہاتھ میں لیا اور آگے بڑھے، چند لمحوں کے لیے کچھ متردد ہوئے لیکن اس کے بعد تلوار لے کر کفار میں گھسے اور داد شجاعت دیکر شہید ہوئے ان کی شہادت کے بعد حضرت ثابت بن ارقم انصاری رضی اللہ عنہ نے علم ہاتھ میں لیا اور مسلمانوں سے کہا یا معشر المسلمین! اصطلحوا علی رجل منکم (مسلمانو! اپنے میں سے کسی آدمی پر اتفاق کرلو) لوگوں نے کہا، آپ ہی پر ہم راضی ہیں، فرمایا میں یہ کام نہیں کرسکتا، مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو امیر بنایا وہ علم اسلام لے کر بڑھے اور بڑی شجاعت سے لڑتے رہے (۳۵) آگے اسی باب میں ان سے روایت ہے کہ موتہ میں لڑتے لڑتے میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں۔

حضرت خالد بن ولیدؓ میدان جنگ کو سمجھنے اور لشکر کو ترتیب دینے میں غیر معمولی صلاحیت، ومہارت کے مالک تھے، جنگ کے دوسرے روز انہوں نے لشکر کے مختلف حصوں میں تبدیلیاں کیں اور ایک دستہ میدان جنگ سے باہر رکھا کہ وہ دوران جنگ نمودار ہوکر اس طرح میدان میں آئے جس سے دشمن کو یہ تأثر ملے کہ نئی امداد اور کمک آپہنچی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا لشکر میں تبدیلی دیکھ کر اور پھر مقرر کردہ دستہ کی آمد سے دشمن سمجھے کہ شاید ان کے پاس نئی مدد آپہنچی ہے اس لیے مرعوب ہوکر میدان چھوڑنے لگے، حضرت خالدؓ نے ان کا تعاقب مناسب نہیں سمجھا اور مسلمانوں کی جماعت لیکر مدینہ منورہ واپس ہوئے، اس طرح حضرت خالد بن ولیدؓ مسلمانوں کی جان بچانے میں کامیاب ہوگئے اور یہی بات سب سے بڑی فتح تھی (۳۶)

روایت میں ہے کہ غزوۂ موتہ سے جب لوگ واپس آئے تو مدینہ منورہ کے حضرات ان کے استقبال کے لیے باہر نکلے اور ان سے کہا "انتم الفرارون" تم شکست کھانے کے بعد بھاگ کر آئے ہو۔ حضور اکرم صلی

---

(۳۳) الکامل لابن اثیر: ۲ / ۱۵۹ (۳۴) الکامل لابن اثیر: ۲ / ۱۵۹

(۳۵) دیکھیے الکامل لابن اثیر ۲ / ۱۶۰، وتاریخ الطبری: ۳ / ۲۲۱-۲۲۴ (۳۶) دیکھیے فتح الباری ۷ / ۵۱۲

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بل انتم العکارون" (۳۷) یعنی تم بھگوڑے نہیں ہو بلکہ تم دوبارہ حملہ کی تیاری کے لیے آئے ہو۔

اس روایت کو شبلی نعمانی مرحوم نے دیکھ کر فیصلہ کیا کہ غزوۂ موتہ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تھی[۳۸] لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ بات درست نہیں ہے، دراصل ایک دستہ کو شکست ہوئی تھی اور اس نے پسپائی اختیار کرلی تھی، دوسرا دستہ مسلمانوں کا وہ بھی تھا جس نے غنیمت کا مال حاصل کیا تھا اور اس نے کفار کی ایک جماعت کو شکست دی تھی، علی الاطلاق یہ کہنا کہ غزوۂ موتہ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی یہ درست نہیں ہے۔ (۳۹)

غزوۂ موتہ جمادی الاولی ۸ ھ میں پیش آیا ہے، ابن اسحاق اور موسیٰ بن عقبہ کی یہی رائے ہے، خلیفہ بن خیاط کا خیال ہے کہ یہ ۷ ھجری کا واقعہ ہے لیکن راجح اول ہی ہے۔ (۴۰) اس غزوے میں تقریبًا بارہ مسلمان شہید ہوئے۔ (۴۱)

۴۰۱۲/۴۰۱۳ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ وَهْبٍ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي هِلَالٍ قَالَ : وَأَخْبَرَنِي نَافِعٌ : أَنَّ ٱبْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ وَقَفَ عَلَى جَعْفَرٍ يَوْمَئِذٍ ، وَهُوَ قَتِيلٌ ، فَعَدَدْتُ بِهِ خَمْسِينَ ، بَيْنَ طَعْنَةٍ وَضَرْبَةٍ ، لَيْسَ مِنْهَا شَيْءٌ فِي دُبُرِهِ . يَعْنِي فِي ظَهْرِهِ .

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت ابن عمرؓ جاکر ان کے پاس کھڑے ہوئے، ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ میں نے ان کے جسم میں برچھوں اور نیزوں کے پچاس زخم شمار کئے اور ایک بھی پشت کی جانب نہیں تھا۔

(۴۰۱۳) : أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ : حَدَّثَنَا مُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ عَبْدِ ٱللّٰهِ ٱبْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : أَمَّرَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ مُؤْتَةَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ : (إِنْ قُتِلَ زَيْدٌ فَجَعْفَرٌ ، وَإِنْ قُتِلَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ ٱللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ) .قَالَ عَبْدُ ٱللّٰهِ : كُنْتُ فِيهِمْ فِي تِلْكَ ٱلْغَزْوَةِ ، فَٱلْتَمَسْنَا جَعْفَرَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ ، فَوَجَدْنَاهُ فِي ٱلْقَتْلَى ، وَوَجَدْنَا مَا فِي جَسَدِهِ بِضْعًا وَتِسْعِينَ ، مِنْ طَعْنَةٍ وَرَمْيَةٍ

اس سے پہلی روایت میں "خمسین بین طعنة وضربة" تھا، دونوں میں بظاہر تعارض ہے۔

❶ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ عدد اقل عدد اکثر کی نفی نہیں کرتا۔

---

(۳۷) دیکھیے البدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۲۴۸ (۳۸) دیکھیے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (شبلی نعمانی مرحوم): ۱/ ۲۹۳

(۳۹) تفصیل کے لیے دیکھیے البدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۲۴۸ (۴۰) فتح الباری: ۷/ ۵۱۱۔ وعمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۶۸ (۴۱) سیرت مصطفی: ۲/ ۳۶۱

❷ دوسرا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے پچاس نشان تو بالکل سامنے ہوں اور باقی دائیں بائیں جانب ہوں، پہلی روایت میں صرف سامنے کے نشان گنے گئے ہیں اور دوسری روایت میں جسم کے کل زخم بتائے گئے ہیں۔ (۴۲)

❸ تیسرا جواب یہ دیا گیا کہ پہلی روایت میں "طعنة" اور "ضربة" کا ذکر تھا اور اس روایت میں "طعنة" کے ساتھ "رمیة" کا ذکر ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلی روایت میں صرف نیزوں اور تلواروں سے لگے ہوئے زخم بیان کئے گئے ہیں اور اس روایت میں نیزوں اور تلواروں کے ساتھ ساتھ تیروں سے لگے ہوئے زخموں کو بھی شامل کرلیا اس لیے عدد "بضعاوتسعین" بن گیا۔ (۴۳) واللہ اعلم

٤٠١٤ : حدثنا أَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَعَى زَيْدًا وَجَعْفَرًا وَٱبْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ ، فَقَالَ : (أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ ، ثُمَّ أَخَذَ جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ ، ثُمَّ أَخَذَ ٱبْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ) . وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ : (حَتَّى أَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ مِنْ سُيُوفِ ٱللَّهِ ، حَتَّى فَتَحَ ٱللَّهُ عَلَيْهِمْ)

[ر : ١١٨٩]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ حضرت جعفرؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی شہادت کی خبر صحابہؓ کو دیتے ہوئے فرمایا کہ زیدؓ نے علم لیا اور شہادت پائی، پھر جعفرؓ نے جھنڈا لیا اور شہید ہوگئے پھر ابن رواحہؓ نے جھنڈا لیا اور وہ بھی شہید ہوئے، حتی کہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے جھنڈا لیا اور اللہ نے ان کو فتح دیدی، اس سے مراد حضرت خالد بن ولیدؓ ہیں، یہیں سے ان کا لقب "سیف اللہ" پڑا۔

فائدہ: کشف نبوت و کشف ولایت میں فرق

اس روایت میں کشف نبوت کا ذکر ہے، ایک کشفِ ولایت ہوتا ہے اور ایک کشفِ نبوت ہوتا ہے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ سے ان کے خادم "اللہ داد" نے سوال کیا کہ حضرت! یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ کشف، انبیاء علیہم السلام کو بھی ہوتا ہے اور اولیاء کرام کو بھی ہوتا ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کا کشف بالکل صحیح ہوتا ہے اور اس میں کوئی تبدیلی اور تغیر نہیں ہوتا جبکہ اولیاء اللہ کے کشف میں بات آگے پیچھے ہوجاتی ہے تو اگر اولیاء کرام کا کشف صحیح نہیں ہوتا تو یہ بیان کیوں کرتے ہیں اور اگر صحیح ہوتا ہے تو پھر اس میں غلطی کیوں ہوجاتی ہے؟

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ جل شانہ نے بڑی ذکاوت عطا فرمائی تھی، جس وقت اس شخص

(۴۲) فتح الباری: ۷/ ۵۱۲ (۴۳) فتح الباری: ۷/ ۵۱۲

نے حضرت سے سوال کیا اس وقت وہ اپنے ایک دوست سے ملنے جارہے تھے جو جیل خانہ کا منتظم تھا اور جیل خانہ کچھ فاصلہ پر سامنے تھا، حضرت نے فرمایا "اللہ داد! کہاں جارہے ہو؟" عرض کیا، "حضرت! آپ کے ساتھ جیل خانہ کی طرف جارہا ہوں" فرمایا "جیل خانہ کہاں ہے؟" کہا، "وہ سامنے ہے" فرمایا کتنے فاصلہ پر؟" عرض کیا "دو سو قدم کا فاصلہ ہوگا" فرمایا "دو سو قدم یقینی ہیں یا کمی زیادتی بھی ممکن ہے" کہا کمی زیادتی یقیناً ہوسکتی ہے، اس کے بعد آگے گئے، جب جیل خانہ صرف چار قدم کے فاصلہ پر رہ گیا، تو فرمایا "اب جیل خانہ کتنا دور ہے؟" کہنے لگا "چار قدم ہیں" فرمایا "کمی زیادتی ہوسکتی ہے" کہنے لگا "نہیں فاصلہ چار قدم ہی کا ہے" فرمایا کہ بس یہی فرق ہے کشف نبوت اور کشف ولایت میں، نبی بہت قریب سے دیکھتا ہے اس لیے ہو بہو اور بالکل صحیح بتاتا ہے اور ولی کچھ فاصلہ سے دیکھتا ہے اور دور سے دیکھتے ہوئے اندازہ لگانے میں بسااوقات غلطی ہوجاتی ہے اس لیے اولیاء کے کشف میں غلطی ہوجاتی ہے، اس طرح ایک حسی مثال سے ایک دقیق مسئلہ ان کو سمجھادیا۔

مولانا قاسم نانوتویؒ حسی مثالوں سے بڑے دقیق مسائل سمجھا دیا کرتے تھے، ایک مرتبہ، مولانا.... مظفر نگر کے اسٹیشن پر گاڑی کا انتظار فرما رہے تھے، ریاضی میں مولانا کی بڑی شہرت تھی اور حقیقت بھی یہ تھی کہ مولانا ریاضی میں غیر معمولی مہارت رکھتے تھے، وہاں ایک ہندو کو جو اپنے علاقہ میں ریاضی کا بڑا ماہر تھا معلوم ہوا کہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ یہاں اسٹیشن پر موجود ہیں تو خیال آیا کہ مولانا سے مل کر کچھ استفادہ کرنا چاہیئے؛ چنانچہ اس نے آکر مولانا سے ملاقات کی اور کہنے لگا اگر اجازت ہو تو ایک سوال پوچھوں، حضرت نے فرمایا، ہاں، پوچھو، اس نے سوال یہ کیا کہ آپ مسلمان یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ایک لوح محفوظ پیدا کی ہے اور اس میں تمام انسانوں کے متعلق "ماکان ومایکون" کے تمام اعمال درج ہیں، یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اللہ نے اتنی بڑی لوح رکھی کہاں ہے؟ مثلاً میں ایک آدمی ہوں، میری عمر پچاس سال ہے، مجھے بچپن سے لے کر آج تک کے اپنے سارے واقعات یاد ہیں، میری زندگی کے وہ واقعات اگر کاغذ پر لکھے جائیں تو میلوں وہ کاغذ پھیل جائے گا اور میں تو ایک آدمی ہوں، آپ تو کہتے ہیں کہ اس لوح محفوظ میں تمام انسانوں کے جملہ واقعات، درج ہیں، اگر وہ واقعات لکھے جائیں تو اس کے لیے خدا جانے کتنی بڑی جگہ کی ضرورت ہوگی تو وہ تختی اور لوح آخر کہاں سمائی ہوئی ہے؟ مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تم اپنی زندگی کے یہ واقعات کاغذ پر کہاں سے منتقل کرو گے؟ اس نے کہا "یہ میرے دماغ میں محفوظ ہیں" فرمایا، بس یہی تمہارے سوال کا جواب ہے چھوٹا سا تمہارا سر ہے اس سر کے اندر دماغ جو تمہاری لوح محفوظ ہے وہ اور بھی چھوٹی ہوگی اور اس میں تمہاری زندگی کے وہ واقعات جو اگر کاغذ پر لکھے جائیں تو وہ کاغذ میلوں میں پھیل جائے اس چھوٹی سی ڈبیہ میں بند ہیں تو اللہ جل شانہ کی لوح محفوظ میں اگر تمام واقعات درج ہوں اور اللہ

تعالیٰ نے وہ آسمانوں کے اندر رکھی ہو تو اس میں کیا استبعاد اور اشکال ہے؟ یہ سن کر وہ ہندو کہنے لگا بات بالکل سمجھ میں آگئی۔

٤٠١٥ : حدثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قالَ : سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ قالَ : أَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ قالَتْ : سَمِعْتُ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُولُ : لَمَّا جاءَ قَتْلُ ابْنِ حارِثَةَ ، وَجَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ رَوَاحَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ ، جَلَسَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ ، قالَتْ عائِشَةُ : وَأَنَا أَطَّلِعُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ ، تَعْنِي مِنْ شَقِّ الْبَابِ ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ ، فَقَالَ : أَيْ رَسُولَ اللهِ إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ ، قالَتْ : وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَنْهَاهُنَّ ، قالَ : فَذَهَبَ الرَّجُلُ ثُمَّ أَتَى ، فَقَالَ : قَدْ نَهَيْتُهُنَّ ، وَذَكَرَ أَنَّهُنَّ لَمْ يُطِعْنَهُ ، قالَ : فَأَمَرَ أَيْضًا ، فَذَهَبَ ثُمَّ أَتَى فَقَالَ : وَاللهِ لَقَدْ غَلَبْنَنَا ، فَزَعَمَتْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قالَ : (فَاحْثُ فِي أَفْوَاهِهِنَّ مِنَ التُّرَابِ) قالَتْ عائِشَةُ : فَقُلْتُ : أَرْغَمَ اللهُ أَنْفَكَ ، فَوَاللهِ مَا أَنْتَ تَفْعَلُ ، وَمَا تَرَكْتَ رَسُولَ اللهِ ﷺ مِنَ الْعَنَاءِ [ر : ١٢٣٧]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ کی شہادت کی خبر آئی تو مسجد میں بیٹھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے میں حزن وغم کے آثار معلوم ہورہے تھے، حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں دروازے کی درز سے دیکھ رہی تھی کہ ایک آدمی آپ کے پاس آکر کہنے لگا (اس آدمی کا نام نہیں معلوم ہوسکا کہ کون تھا[۴۴]) یارسول اللہ! جعفرؓ کے گھر کی عورتیں رو رہی ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حکم دیا کہ جاکر ان کو منع کردو، یہ گیا اور پھر آکر کہنے لگا، میں نے ان کو منع کیا لیکن ان عورتوں نے بات نہیں مانی، آپؐ نے پھر حکم دیا کہ جاؤ، ان کو منع کردو، وہ گیا اور واپس آکر کہنے لگا، خدا کی قسم! وہ عورتیں تو ہم پر غالب آرہی ہیں اور بات نہیں مان رہی ہیں، تو حضورؐ نے فرمایا کہ ان کے منہ میں تم جاکر مٹی ڈالدو، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے (دل میں) اس شخص کے لیے کہا۔

ارغم اللہ انفک، فواللہ ماانت تفعل وماترکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من العناء

"اللہ تیری ناک خاک آلود کرے، خدا کی قسم! نہ تو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرارہا ہے اور نہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشقت سے بچارہا ہے۔" یعنی جب تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل پر قادر نہیں ہے تو آکر صاف کیوں نہیں کہہ دیتا کہ مجھ سے یہ کام نہیں ہوسکتا

(۴۴) چنانچہ حافظ لکھتے ہیں "لم اقف علی اسمہ" (فتح الباری: ۷/۵۱۴)

آپ کسی اور کو بھیجدیں تاکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بار بار حکم دینے کی مشقت سے محفوظ ہوجائیں، علامہ نووی نے اس جملہ کا یہی مقصد بیان فرمایا ہے۔ (۴۵)

ایک شبہ اور اس کے جوابات!

یہاں کسی کو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سن کر حضرت جعفرؓ کے گھر کی عورتوں نے تعمیل کیوں نہیں کی۔

❶ نہ ماننے کی ایک وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اس شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرکے ممانعت کو ذکر نہیں کیا ہوگا اس لیے انہوں نے تعمیل نہیں کی۔ (۴۶)

❷ ایک وجہ یہ بھی بتائی گئی ہے کہ ان خواتین نے اس نہی اور ممانعت کو تنزیہ پر محمول کیا اس لیے رونا موقوف نہیں کیا۔ (۴۷)

❸ ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ شدت غم کی وجہ سے وہ بکاء کو موقوف کرنے پر قادر نہیں تھیں اس لیے روتی رہیں، یہ رونا ان کے اختیار میں نہیں تھا اور قرآن کی آیت ہے: ﴿لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا﴾ (۴۸)

❹ اور چوتھی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ شاید انہوں نے نوحہ کرنے کا جاہلیت والا طریقہ تو ترک کردیا تھا لیکن نفس بکاء باقی تھی اور یہ شخص چاہتا تھا کہ یہ عورتیں رونا بالکل موقوف کردیں اور آکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ وہ مان نہیں رہی ہیں حالانکہ انہوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کرکے نوحہ کا مروجہ طریقہ ترک کردیا تھا اور مطلقا رونا اسلام میں ممنوع نہیں ہے لہذا ان خواتین نے آپ ؐ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کی۔ (۴۹) واللہ اعلم بالصواب

٤٠١٦ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ ، عَنْ عَامِرٍ قَالَ : كَانَ ٱبْنُ عُمَرَ إِذَا حَيَّا ٱبْنَ جَعْفَرٍ قَالَ : السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ٱبْنَ ذِي الْجَنَاحَيْنِ

[ر : ٣٥٠٦]

یہ روایت ابواب المناقب میں گزر چکی ہے (۵۰)، اس میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر جب

---

(۴۵) قال النووي: معنى كلام عائشة: انك قاصر عن القيام بما امرت به من الانكار، فينبغي ان تخبر النبي صلى الله عليه وسلم بقصورك عن ذلك ليرسل غيرك وتستريح انت من العناء (فتح الباری: ۷/۵۱۵)

(۴۶) دیکھیے فتح الباری: ۷/ ۵۱۴ (۴۷) دیکھیے فتح الباری: ۷/ ۵۱۴ (۴۸) دیکھیے فتح الباری: ۷/ ۵۱۴

(۴۹) فتح الباری: ۷/ ۵۱۴ (۵۰) صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابۃ، باب مناقب جعفر بن ابی طالب: رقم الحدیث ۳۷۰۹

حضرت جعفرؓ کے صاحبزادے کو سلام کرتے تو کہتے "السلام علیک یا ابن ذی الجناحین" اور یہ اس لیے کہتے تھے کہ ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت جعفرؓ کے دونوں ہاتھ جنگ موتہ میں کٹ گئے تھے تو اللہ تعالی نے ان دونوں ہاتھوں کے عوض ان کو دو پر عطا فرمائے جن سے وہ جنت کے اندر جہاں چاہتے ہیں اڑ کر چلے جاتے ہیں اس وجہ سے حضرت ابن عمرؓ ان کے صاحبزادے کو "ابن ذی الجناحین" کہتے تھے۔

علامہ سہیلی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت جعفرؓ کو جناحین عطا کیے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ان کو صفت ملکیت عطا فرمائی تھی کہ وہ جب چاہیں اپنے ہاتھوں کو جنبش دے کر اڑنا شروع کردیں حقیقتاً ہاتھوں کی جگہ جناح عطا کیا جانا مراد نہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے ﴿ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ﴾ فرمایا ہے تو جیسی شکل وصورت انسان کو عطا کی گئی ہے ایسی اچھی اور بہترین شکل کوئی دوسری نہیں ہوسکتی لہذا یہ کہا جائے گا کہ ان کے جو ہاتھ دنیا میں کٹ گئے تھے وہ ان کو جنت میں دوبارہ مل گئے اور انہی ہاتھوں کے اندر اللہ نے یہ قدرت پیدا فرمادی کہ وہ پر کی طرح سے ان کو اڑا کر لیجاتے ہیں۔ (۵۱)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کو حقیقت پر محمول کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے اگر حضرت جعفرؓ کی شکل اپنی جگہ بدستور موجود رہے اور ہاتھوں کی جگہ ان کو پر دیئے جائیں تو اس میں کیا استحالہ اور اشکال ہے؟ (۵۲)

لیکن حافظ علامہ سہیلی کی بات سمجھے نہیں ہیں، اشکال تو ہے اس لیے کہ ہاتھوں کی جگہ جناح ایسے خوبصورت معلوم نہیں ہوں گے جیسے ہاتھ خوبصورت معلوم ہوتے ہیں، ٹانگوں کی جگہ اگر لکڑیاں لگادی جائیں تو وہ ٹانگوں کی طرح خوبصورت نہیں ہوں گی چاہے ان کا رنگ وروغن کیسا ہی حسین اور خوبصورت کیوں نہ ہو، علامہ سہیلی رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے جسم انسانی کے اندر جو اعضاء پیدا فرمائے ہیں وہ اپنی جگہ اس قدر حسین اور خوبصورت ہیں کہ ان میں سے کسی بھی عضو کی جگہ کوئی دوسری چیز رکھی جائے تو حسن ختم ہوجائے، اس لیے انہوں نے فرمایا کہ حضرت جعفرؓ کو جناحین دینے سے مراد ان کو صفت ملکیت کا عطا کرنا ہے کہ وہ یدین کو جنبش دیکر مثل ذی الجناحین اڑتے اور گھومتے ہیں۔ واللہ اعلم

تنبیہ

یہ روایت حاکم نے مستدرک میں عمر بن علی کے طریق سے نقل کی ہے اور عمر اس کو اسماعیل بن ابی خالد سے نقل کرتے ہیں، یہاں بخاری میں امام بخاری اس کو محمد بن ابی بکر سے اور وہ عمر بن علی سے اور عمر بن علی اسماعیل بن ابی خالد سے نقل کرتے ہیں، حاکم نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرمایا۔

---

(۵۱) دیکھیے، الروض الانف للسہیلی: ۲/ ۲۵۹ (۵۲) فتح الباری: ۷/ ۵۱۶

"صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه" اور حافظ شمس الدین ذہبی نے بھی ان کی تائید کی ہے ، (۵۳)
لیکن ان دونوں حضرات سے تسامح ہوا ہے ، یہاں بخاری میں یہ روایت موجود ہے ۔

۴۰۱۸/۴۰۱۷ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ : سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ يَقُولُ : لَقَدِ انْقَطَعَتْ فِي يَدِي يَوْمَ مُؤْتَةَ تِسْعَةُ أَسْيَافٍ ، فَمَا بَقِيَ فِي يَدِي إِلَّا صَفِيحَةٌ يَمَانِيَةٌ

(۴۰۱۸) : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ : حَدَّثَنِي قَيْسٌ قَالَ : سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ يَقُولُ : لَقَدْ دُقَّ فِي يَدِي يَوْمَ مُؤْتَةَ تِسْعَةُ أَسْيَافٍ ، وَصَبَرَتْ فِي يَدِي صَفِيحَةٌ لِي يَمَانِيَةٌ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ موتہ میں میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں، صرف "صفیحہ یمانیہ" میرے ہاتھ میں رہ گئی تھی، صفیحہ چوڑی تلوار کو کہتے ہیں۔
اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ موتہ میں مسلمانوں نے کثیر تعداد میں کفار کو قتل کیا تھا جبکہ مسلمانوں میں صرف بارہ صحابہ کرامؓ نے شہادت پائی تھی۔

۴۰۲۰/۴۰۱۹ : حدّثني عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ ، عن حُصَيْنٍ ، عَنْ عَامِرٍ ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : أُغْمِيَ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ ، فَجَعَلَتْ أُخْتُهُ عَمْرَةُ تَبْكِي : وَا جَبَلَاهْ ، وَاكَذَا وَاكَذَا ، تُعَدِّدُ عَلَيْهِ ، فَقَالَ حِينَ أَفَاقَ : مَا قُلْتِ شَيْئًا إِلَّا قِيلَ لِي : آنْتَ كَذٰلِكَ .

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن رواحہ بیہوش ہوگئے تو ان کی بہن "عمرہ بنت رواحہ" رونے لگیں اور "واجبلاہ، واکذا" وغیرہ الفاظ سے ان کی صفات بیان کرنے لگیں، عبداللہ بن رواحہ کو جب ہوش آیا تو بہن سے کہا، تم جو کچھ کہتی تھیں تو مجھ سے پوچھا جاتا تھا کہ کیا واقعی تم ایسے ہی ہو، کیا تم واقعی پہاڑ ہو، سمندر ہو اور ظاہر ہے کہ میں نہ پہاڑ تھا نہ سمندر، جس کی وجہ سے مجھے خجالت اور شرمندگی اٹھانی پڑی، ابو نعیم کی روایت میں یہ اضافہ ہے ﴿ فنهاها عن البكاء عليه ﴾ (۱)
بظاہر اس روایت کا ترجمۃ الباب سے کوئی جوڑ اور مناسبت معلوم نہیں ہوتی کیونکہ باب غزوۂ موتہ سے متعلق ہے اور روایت کا تعلق غزوۂ موتہ سے نہیں ہے لیکن دراصل امام بخاری نے اس روایت کو اگلی روایت

(۵۳) دیکھیے ، مستدرک حاکم: ۳/۲۱ کتاب المغازی، ذکر فضیلۃ جعفر (۱) فتح الباری: ۷/ ۵۱۶

کے لیے بطور تمہید ذکر کیا ہے اور اگلی روایت کا تعلق غزوۂ موتہ سے ہے۔

(٤٠٢٠) : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا عَبْثَرٌ ، عَنْ حُصَيْنٍ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ : أُغْمِيَ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ : بِهٰذَا ، فَلَمَّا مَاتَ لَمْ تَبْكِ عَلَيْهِ .

اس روایت میں عبداللہ بن رواحہ کی بیہوشی کا مذکورہ واقعہ بیان کیا ہے البتہ اس میں یہ اضافہ ہے فلما مات لم تبک علیہ یعنی حضرت عبداللہ بن رواحہ کا جب غزوۂ موتہ میں انتقال ہوا تو ان کی بہن ان پر نہیں روئیں، کیونکہ انہوں نے منع کردیا تھا۔

اس روایت میں چونکہ حضرت عبداللہ بن رواحہ کی وفات کا ذکر ہے اور ان کی وفات غزوۂ موتہ میں ہوئی ہے اس مناسبت سے امام بخاری نے یہ روایت یہاں ذکر کی۔ واللہ اعلم

تنبیہ

اس روایت کو بھی حاکم نے مستدرک میں نقل کرکے کہا "صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ" اور حافظ شمس الدین ذہبی نے بھی ان کی تائید وتقلید میں یہ کہہ دیا حالانکہ یہ روایت بخاری میں موجود ہے۔ (۲)

باب : بَعْثُ النَّبِيِّ ﷺ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ إِلَى الْحُرُقَاتِ مِنْ جُهَيْنَةَ

حرقات، حُرقہ کی طرف منسوب ہے، حرقہ ایک شخص کا لقب پڑگیا تھا جس کا نام جُہَیش بن عامر بن ثعلبہ بن مودعہ بن جہینہ تھا، اس نے ایک جنگ میں بعض افراد کو جلایا تھا اس وجہ سے اس کا لقب حرقہ رکھا گیا پھر آگے اس کی اولاد کو "حرقات" کہا جانے لگا۔ (۳)

ان کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید کو امیر لشکر بناکر بھیجا، امام بخاری کے اسلوب اور روش سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسامہ ہی اس لشکر کے امیر تھے۔ لیکن اہل مغازی اور اصحاب سیر کے نزدیک اس لشکر کے امیر، غالب بن عبداللہ لیثی تھے اور وہ اس کو "سریۂ غالب بن عبداللہ لیثی" کے نام سے لکھتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کو سریۂ غالب بن عبداللہ قرار دیا جائے یا سریۂ اسامۃ بن زید، سریۂ غالب بن عبداللہ کے بارے میں اہل سیر کی رائے یہ ہے کہ وہ رمضان ۷ھ کا واقعہ ہے۔ (۴)

---

(۲) دیکھیے المستدرک للحاکم، التلخیص للذہبی:۳/۴۲۔ کتاب المغازی، ذکر فضیلۃ جعفر

(۳) فتح الباری:۷/ ۵۱۷ (۴) فتح الباری:۷/ ۵۱۷

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کو غزوۂ موتہ کے بعد ذکر کررہے ہیں اور غزوۂ موتہ ۸ ھ میں ہے لہذا یہ واقعہ امام بخاری کے نزدیک ۷ ھ کا نہیں ہے بلکہ ۸ ھ کا ہوگا، حضرت اسامہ بن زید کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے والد زید بن حارثہ کی حیات میں کبھی بھی کسی لشکر کا امیر نہیں بنایا جب زید بن حارثہ جمادی الاولی ۸ ھ میں شہید ہوگئے تو اس کے بعد آپ نے حضرت اسامہ کو مختلف سرایا کا امیر بناکر بھیجا ہے، عام اہل سیر کے برخلاف امام بخاری کی نظر میں راجح یہ ہے کہ اس لشکر کے امیر اسامہ بن زید تھے اور یہ ۸ ھ کا واقعہ ہے (۵) اور ظاہر ہے امام بخاری اس باب میں کسی کے مقلد نہیں ہیں۔

٤٠٢١ : حدّثني عَمْرُو بن مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ : أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ : أَخْبَرَنَا أَبُو ظَبْيَانَ قَالَ : سَمِعْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى الْحُرَقَةِ ، فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ فَهَزَمْنَاهُمْ ، وَلَحِقْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ رَجُلاً مِنْهُمْ ، فَلَمَّا غَشِينَاهُ قَالَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، فَكَفَّ الْأَنْصَارِيُّ عَنْهُ ، فَطَعَنْتُهُ بِرُمْحِي حَتَّى قَتَلْتُهُ ، فَلَمَّا قَدِمْنَا بَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : (يَا أُسَامَةُ ، أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ) . قُلْتُ : كَانَ مُتَعَوِّذًا ، فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا ، حَتَّى تَمَنَّيْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ . [٦٤٧٨]

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قبیلۂ حرقہ کی طرف بھیجا ہم نے صبح کے وقت ان پر حملہ کیا اور ان کو شکست دی، اس دوران میں اور ایک انصاری صحابیؓ اس قبیلہ کے ایک شخص سے ملے جب ہم نے اس کو (قتل کرنے اور مارنے کے لیے) گھیرلیا تو اس نے «لاالہ الااللہ» کہا، انصاری تو سن کر رک گئے لیکن میں نے اس کو نیزہ مار کر قتل کردیا، اس کے بعد جب ہم مدینہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا «یااسامۃ، اقتلتہ بعد ماقال: لاالہ الااللہ» اے اسامہ! لاالہ الااللہ کہنے کے باوجود تم نے اس کو قتل کیا، میں نے کہا وہ تو جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھ رہا تھا، لیکن آپ برابر فرماتے رہے «اقتلتہ بعد ماقال: لاالہ الااللہ»

حتی تمنیت انی لم اکن اسلمت قبل ذلک الیوم

"حتی کہ میں تمنا کرنے لگا کہ کاش میں آج سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا۔"

اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بار بار فرمانے سے حضرت اسامہؓ کو اپنی غلطی کی سنگینی کا احساس ہوا اور انہوں نے تمنا کی کہ کاش میں اب مسلمان ہوا ہوتا تاکہ "الاسلام یھدم

(۵) دیکھیے فتح الباری: ۷/ ۵۱۷

ماکان قبلہ" کے مطابق میری اس غلطی کا کفارہ اور تدارک ہوجاتا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے العیاذ باللہ کفر کی تمنا کی کہ میں پہلے کافر ہوتا اور اب بعد میں اسلام لاتا، اس جملہ سے اپنی سنگین غلطی کے تدارک کی تمنا مقصود تھی نہ کہ کفر کی، دونوں باتیں الگ الگ ہیں۔ (٦)

٤٠٢٢/٤٠٢٤ : حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا حاتِمٌ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قالَ : سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ يَقُولُ : غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ ، وَخَرَجْتُ فِيما يَبْعَثُ مِنَ الْبُعُوثِ تِسْعَ غَزَوَاتٍ ، مَرَّةً عَلَيْنَا أَبُو بَكْرٍ ، وَمَرَّةً عَلَيْنَا أُسَامَةُ .

وَقالَ عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ : حَدَّثَنَا أَبِي ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قالَ : سَمِعْتُ سَلَمَةَ يَقُولُ : غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ ، وَخَرَجْتُ فِيمَا يَبْعَثُ مِنَ الْبُعُوثِ تِسْعَ غَزَوَاتٍ عَلَيْنَا مَرَّةً أَبُو بَكْرٍ ، وَمَرَّةً أُسَامَةُ

حدثنا قتیبة بن سعید....

حضرت سلمة بن الاکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ﴿ غزوت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبع غزوات وخرجت فیما یبعث من البعث تسع غزوات﴾ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی اور نو ایسے غزوات میں شرکت کی جن میں آپ نے لشکر روانہ فرمایا لیکن آپ بنفس نفیس اس میں نہیں گئے۔

حضرت سلمہؓ نے جن سات غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی، ان سات میں پہلا غزوۂ خیبر، دوسرا حدیبیہ، تیسرا حنین، چوتھا ذی قرد، پانچواں فتح مکہ، چھٹا طائف اور ساتواں غزوہ تبوک ہے (٧) اور نو سرایا میں آپؓ نے شرکت کی، سریہ اس لشکر کو کہتے ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس شریک نہ ہوئے ہوں لیکن یہ متأخرین کی اصطلاح ہے، متقدمین کی اصطلاح میں خواہ آپؐ تشریف لے گئے ہوں یا نہ لے گئے ہوں دونوں پر غزوے کا اطلاق ہوتا ہے اس لیے یہاں روایت میں تسع غزوات "تسع سرایا" کے معنی میں ہے، آگے حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں کہ ان نو غزوات میں آپؐ نے کبھی ہم پر حضرت ابوبکر (جیسے جلیل القدر اور معمر صحابی) کو امیر بنایا اور کبھی اسامہ بن زیدؓ (جیسے کم عمر اور نوجوان) کو امیر مقرر فرمایا۔

وقال عمر بن حفص بن غیاث....

پہلی روایت کی تائید کے لیے امام بخاری نے یہ روایت نقل کی ہے۔

---

(٦) دیکھیے الامع الدراری: ٨/ ٣٦٠ (٧) دیکھیے، فتح الباری: ٧/ ٥١٨

(۴۰۲۳) : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ ، عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ ، وَغَزَوْتُ مَعَ ابْنِ حَارِثَةَ ، اسْتَعْمَلَهُ عَلَيْنَا .

ابن حارثہ سے مراد اسامۃ بن زید بن حارثہؓ ہیں۔

(۴۰۲۴) : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ : غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ ، فَذَكَرَ : خَيْبَرَ ، وَالْحُدَيْبِيَةَ ، وَيَوْمَ حُنَيْنٍ ، وَيَوْمَ الْقَرَدِ ، قَالَ يَزِيدُ : وَنَسِيتُ بَقِيَّتَهُمْ .

ونسیت بقیتھم ای بقیۃ غزواتھم اور ابھی ماقبل میں وہ بقیہ غزوات بیان کئے جاچکے۔

باب : غَزْوَةُ الْفَتْحِ .

وَمَا بَعَثَ بِهِ حَاطِبُ بْنُ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِغَزْوِ النَّبِيِّ ﷺ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دو ترجمے قائم کئے ہیں ایک "باب غزوۃ الفتح" اور ایک اس سے آگے "باب غزوۃ الفتح فی رمضان" پہلے باب سے تو امام بخاری رحمہ اللہ نفس غزوہ کو بیان کرنا چاہتے ہیں اور اس کے ابتدائی امور کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے اور دوسرے باب میں اس کی تاریخ کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے ، پہلے آپ اس غزوے کی تاریخی تفصیل سن لیں اس کے بعد انشاء اللہ روایات بخاری پر بحث ہوگی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جانشین اور آپ کے کام کے سب سے بڑے داعی تھے ، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید کی بنیاد پر مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی لیکن وہ خانہ کعبہ جو توحید کی بنیادوں پر قائم ہوا تھا، ۳۶۰ بتوں سے بھرا ہوا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حق تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا تو آپؐ نے توحید کا اعلان شروع کیا اور آپؐ چاہتے تھے کہ سارے عالم سے کفر وشرک کی بنیادوں کا خاتمہ کردیں لیکن مکہ میں رہتے ہوئے قریش کی مخالفتوں اور عرب کی عداوتوں کی وجہ سے آپؐ کو اتنا موقع نہیں مل سکا کہ کعبہ کو اصنام کی آلائشوں سے پاک کرسکیں حتی کہ اللہ نے جب آپؐ کو ہجرت کی اجازت دی اور ہجرت کرکے آپؐ مدینہ منورہ تشریف لائے تو ایک زمانے تک قریش کے پے درپے حملوں کی مدافعت میں مشغولی رہی اور آپؐ کعبہ کا رخ نہ کرسکے ، ۶ ھ میں آپؐ عمرہ کی نیت سے کعبہ کی

طرف چلے تو قریش حائل ہوگئے اور بالآخر صلح حدیبیہ واقع ہوئی، جیسا کہ ماقبل میں تفصیل سے یہ بات گذر چکی ہے کہ اس صلح میں عام قبائلِ عرب کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ جو قبیلہ جس کے ساتھ چاہے اس کے ساتھ مل جائے، چنانچہ کچھ قبائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگئے تھے اور کچھ قریشِ مکہ سے مل گئے۔ ان قبائل میں قبیلۂ بنی خزاعہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر ان کا حلیف ہوگیا تھا اور قبیلۂ بنی بکر قریش کا حلیف بن گیا تھا، لیکن یہ صلح قریش کے ساتھ زیادہ مدت نہیں نبھ سکی، صلح حدیبیہ سے قبل قریش کیا سارے اہل عرب آپ کی طرف متوجہ تھے اور آپ کے خلاف طرح طرح کی سازشوں میں مصروف تھے لیکن جب صلح ہوگئی تو کچھ سانس لینے کا موقع ملا، ادھر مسلمانوں کو دعوت اسلام اور تبلیغ دین کا ایک اچھا وقفہ ملا اور ادھر قبائلِ عرب کو آپس کی خانہ جنگیاں یاد آئیں۔

بنی خزاعہ اور بنی بکر میں قدیم زمانہ سے عداوت چلی آرہی تھی لیکن ظہور اسلام کے بعد ان دونوں کی توجہ اسلام اور مسلمانوں کی طرف ہوگئی تھی جس کی وجہ سے ان کی آپس کی جنگ کچھ سرد پڑگئی تھی، صلح حدیبیہ کے بعد جنگ کے شعلے دوبارہ بھڑکے اور بنوبکر نے بنوخزاعہ پر حملہ کردیا، قریش کے بہت سے لوگوں نے اس حملہ میں بنوبکر کی امداد کی، عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو وغیرہ خود اس حملہ میں شریک ہوئے، خزاعہ نے حرم میں پناہ لی لیکن وہاں بھی ان کو پناہ نہ مل سکی اور ان کو قتل کیا گیا اور لوٹا گیا۔ (۸)

قریش نے یہ صلح حدیبیہ کی صریح خلاف ورزی کی کیونکہ شرائط صلح میں یہ بات داخل تھی کہ نہ مسلمان قریش کے حلیف قبائل سے جنگ کریں گے اور نہ ہی قریش مسلمانوں کے حلیف قبائل کے خلاف کارروائی میں حصہ لیں گے، یہاں قریش نے اس شرط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مسلمانوں کے حلیف قبیلۂ بنو خزاعہ کے خلاف جنگ میں باقاعدہ حصہ لیا اور اس طرح دس سال کے لیے جو معاہدۂ صلح ہوا تھا اس کو توڑ دیا۔

عمرو بن سالم چالیس افراد پر مشتمل ایک وفد لیکر قریش کی معاہدۂ صلح کی خلاف ورزی کی شکایت اور آپ سے طلبِ امداد کی غرض سے مدینہ منورہ حاضر ہوا اور بڑے دردناک اشعار پڑھ کر آپ سے امداد طلب کی۔ (۹)

---

(۸) دیکھیے سیرت ابن ہشام مع الروض الانف: ۲/ ۴۳۳۔ وزادالمعاد: ۲/ ۲۹۴۔ ۲۹۵

(۹) سیرت ابن ہشام میں وہ اشعار اس طرح منقول ہیں:۔

یارب انی ناشد محمدا
حِلف ابینا وابیہ الاتلدا
قدکنتم ولداً وکنا والدا
ثمت اسلمنا فلم ننزع یدا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے پاس پیغام بھیجا کہ تین باتوں میں سے کوئی ایک اختیار کرلیں۔ ❶ بنوخزاعہ کے مقتولین کی دیت ادا کریں ❷ یا بنوبکر کے معاہدہ سے علیحدگی اختیار کرلیں ❸ اور یا معاہدۂ صلح کے منسوخ ہونے کا اعلان کردیں۔

قرطہ بن عمرو نے قریش کی طرف سے جواب دیتے ہوئے کہا کہ ہم تیسری بات اختیار کرتے ہیں چنانچہ قاصد ان کا جواب لیکر مدینہ منورہ واپس ہوا، قاصد کی روانگی کے فوراً بعد قریش کو اپنی حماقت، درحماقت پر ندامت اور پشیمانی ہوئی۔ (۱۰)

قریش کی جانب سے تجدید معاہدہ کی کوشش !

قریش نے ابوسفیان کو تجدیدِ معاہدہ کے لیے مدینہ منورہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا، ابوسفیان آکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن پہلے اپنی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ کے ہاں گئے، گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر بچھا ہوا تھا، ام المؤمنین نے وہ بستر لپیٹ دیا، ابوسفیان نے حیرت زدہ ہوکر دریافت کیا "بیٹی! تم نے یہ بستر لپیٹ دیا؟ اس بستر کو میرے قابل نہیں سمجھا یا مجھے اس بستر کے قابل نہیں سمجھا" ام المؤمنینؓ نے کہا آپ کو اس بستر کے لائق نہیں سمجھا، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے، اس پر ایک مشرک کیونکر بیٹھ سکتا ہے؟ ابوسفیان نے یہ غیر متوقع جواب سنکر کہا، خدا کی قسم! بیٹی! تم میرے بعد شر میں مبتلا ہوگئی، ام المؤمنین

.....

فانصر	هداک	الله نصراً	اعتدا
وادع	عبادالله	یاتوا	مددا
فیهم	رسول	الله قد	تجردا
ان سیم	خسفا	وجهه	تربدا
فی فیلق	کالبحر		مزبدا
ان قریشا	اخلفوک		الموعدا
ونقضوا	میثاقک		المؤکدا
وجعلو	الی فی	کداء	رصدا
رزعموا	ان لست	ادعو	احدا
وهم	اذل	واقل	عددا
هم	بیتونا	بالوتیر	هجدا
وقتلوا	رکعاً		وسجدا

(سیرۃ ابن هشام مع الروض الانف: ۲/ ۲۶۵)

(۱۰) زرقانی: ۲ / ۲۳۶

نے فرمایا، شر میں نہیں بلکہ ظلمت کفر سے نکل کر نور اسلام میں داخل ہوگئی ہوں (۱۱) پھر ابوسفیان نے مسجد نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوکر تجدیدِ معاہدہ کی بات کی، آپ نے سکوت فرمایا، جب بارگاہ نبوی سے کوئی جواب نہ ملا تو حضرت صدیقؓ کے پاس آئے لیکن حضرت صدیق نے فرمایا میں کچھ نہیں کرسکتا، وہاں سے حضرت فاروقؓ کے پاس گئے اور تجدیدِ معاہدہ کی سفارش کے لیے کہا، انہوں نے کہا۔

انا اشفع لکم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ واللہ لولم اجد الاالذر لجاھدتکم بہ

"میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہاری سفارش کروں؟ خدا کی قسم! اگر میرے پاس تم سے لڑنے کے لیے کچھ بھی نہ ہو تب بھی تم سے جہاد کروں گا۔"

یہاں سے مایوس ہوئے تو حضرت علیؓ کے پاس آئے، حضرت علیؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو قصد اور ارادہ فرماچکے ہیں اب کسی کو یہ جرأت نہیں کہ وہ اس سلسلہ میں آپ سے گفتگو کرسکے، ابوسفیان نے حضرت علیؓ سے اصرار کرتے ہوئے کہا کہ کوئی تدبیر تو مجھے بتلاؤ کہ میں اب کیا کروں؟ حضرت علیؓ نے کہا، میرے ذہن میں تو صرف اتنی بات آتی ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو اختیار کرلیں کہ مسجد میں جاکر اعلان کردیں کہ میں صلح کی تجدید کے لیے آیا ہوں۔ (۱۲) چنانچہ ابوسفیان نے آکر اعلان کردیا اور واپس مکہ مکرمہ چلاگیا، مکہ والوں کو جب صورتحال معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا کہ نہ تو یہ صلح ہے کہ ہم خاموش بیٹھ جائیں اور نہ جنگ کی خبر ہے کہ ہم اس کے لیے تیاری کریں۔

فتح مکہ کی تیاری!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کی واپسی کے بعد فتح مکہ کی تیاری شروع کردی اور صحابہؓ سے کہا کہ اس کو پوشیدہ رکھیں، اس کا اعلان نہیں ہونا چاہیئے، اسی دوران حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے اہل مکہ کے نام ایک خط لکھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح مکہ کی تیاری کی اطلاع دی گئی تھی یہ خط ایک عورت کے ہاتھ مکہ روانہ کیا گیا لیکن اللہ نے بذریعۂ وحی آپ کو اس کی اطلاع دی اور وہ خط پکڑا گیا جس کی تفصیل پہلے گذر گئی ہے۔

لشکر اسلام کی روانگی!

چنانچہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار فوج کے ساتھ مکہ مکرمہ روانہ ہوئے یہ رمضان کی

(۱۱) السیرۃ الحلبیۃ: ۳/۷۲۔ والکامل لابن اثیر: ۲/۱۶۳

(۱۲) سیرہ ابن ھشام مع الروض الانف: ۲/۲۶۵۔ والکامل لابن اثیر: ۲/۱۶۳۔ وزادالمعاد: ۳/۳۹۷۔۳۹۸۔ والسیرۃ الحلبیۃ: ۳/۷۳

دسویں تاریخ ۸ ھ، جنوری ۶۳۰ء کا واقعہ ہے، (۱۴) ازواج میں سے حضرت ام سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ آپؐ کے ساتھ تھیں۔ مقام ذوالحلیفہ یا مقام جحفہ میں حضرت عباسؓ اپنے اہل وعیال سمیت مدینہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے ملے، حضرت عباسؓ نے سامان مدینہ منورہ بھیجا اور خود لشکر اسلام کے ساتھ مکہ روانہ ہوگئے، حضرت عباسؓ ایمان پہلے لاچکے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مکہ میں رہتے رہے اور قریش کی خبریں آپؐ تک پہنچاتے رہے (۱۵) مقام ابواء میں آپؐ کے چچازاد بھائی حضرت ابوسفیان بن حارث اور پھوپی زاد بھائی حضرت عبداللہ بن ابی امیہ مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے آپؐ سے ملے اور آپؐ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے (۱۶) مدینہ منورہ سے روانگی کے وقت تمام صحابہؓ روزہ سے تھے "مقام کدید" میں پہنچ کر آپؐ نے صحابہ کرامؓ کی مشقت کے خیال سے روزہ افطار کیا اور صحابہؓ نے بھی آپؐ کی اتباع میں روزہ توڑا (۱۷) مقام کدید سے چل کر عشاء کے وقت اسلامی لشکر "مرالظہران" پہنچا، وہاں پڑاؤ ڈالا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سارے قبائل اپنی آگ الگ الگ روشن کریں اس طرح سارا صحرا روشنیوں کی جلوہ گاہ بن گیا۔ (۱۸)

چونکہ قریش کو اپنی بدعہدی کی وجہ سے یہ فکر لاحق ہوگئی تھی کہ کسی بھی وقت مسلمان مکے پر چڑھائی کرسکتے ہیں اس لیے رات کو ابوسفیان، بدیل بن ورقاء اور حکیم بن حزام تحقیق حال کے لیے مکے سے نکلے، مقام مرالظہران کے قریب پہنچ کر جب آگ دیکھی تو ابوسفیان نے کہا یہ آگ یہاں کیسی؟ بدیل نے کہا خزاعہ کی ہے، ابوسفیان نے کہا، خزاعہ کا اتنا لشکر کہاں سے آیا؟ ابھی یہ لوگ آگ کے بارے میں قیاس آرائی کررہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت پر مقرر چند صحابہؓ نے انہیں دیکھ کر گرفتار کرلیا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر پر گھومتے ہوئے ابوسفیان کی طرف آنکلے اور ان کو اپنے پیچھے بٹھاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے اور آپ سے ان کے لیے پناہ طلب کی، حضرت عمرؓ نے ابوسفیان کو دیکھتے ہی تلوار لے کر اس کا پیچھا کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی گردن اڑانے کی اجازت چاہی، حضرت عباسؓ نے کہا، یارسول اللہؐ! اس کو میں نے پناہ دیدی ہے، حضرت عمرؓ نے جب ابوسفیان کے قتل پر اصرار کیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، "عمر! اگر یہ بنوعدی سے ہوتا تو تم اس کے قتل پر ہرگز اتنا اصرار نہ کرتے لیکن چونکہ اس کا تعلق بنوعبد مناف سے ہے اس لیے تم اس کے قتل پر اصرار کررہے ہو" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔

---

(۱۴) البدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۲۷۸۔ وسیرۃ النبیؐ: ۱/ ۲۹۴۔ وطبقات ابن سعد: ۲/ ۱۳۵

(۱۵) سیرت مصطفیٰؐ: ۳/ ۳۴۔ والکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۶۴

(۱۶) البدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۲۸۷ (۱۷) البدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۲۸۶ (۱۸) طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۳۵

مهلاً یا عباس، فواللہ لاسلامک یوم اسلمت کان احب الیّ من اسلام الخطاب لواسلم، ومابی الاانی قدعرفت ان اسلامک کان احب الی رسول اللہ من اسلام الخطاب (۱۹)

"ٹھہرو عباس! تمہارا اسلام بخدا مجھے (اپنے باپ) خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب تھا اس لیے کہ میں جانتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارا اسلام خطاب کے اسلام سے زیادہ محبوب تھا"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے کہا کہ آج رات ابوسفیان کو اپنے خیمہ میں لیجاؤ کل صبح کو میرے پاس لانا، ابوسفیان حضرت عباسؓ کے ساتھ خیمہ میں چلے گئے اور حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء دونوں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے۔

اگلے دن صبح کو ابوسفیان آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف باسلام ہوئے، شروع شروع میں ابوسفیان کو اسلام کے متعلق کچھ تذبذب تھا لیکن بعد میں وہ تذبذب دور ہوگیا تھا اور پھر اسلام کے لیے انہوں نے بڑی قربانیاں دیں (۲۰) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یارسول اللہؐ! ابوسفیان سردار مکہ ہے، آپؐ اس کے لیے کوئی امتیاز عطا فرمادیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعلان کردو کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا وہ مامون ہوگا، ابوسفیان نے کہا یارسول اللہؐ! میرے گھر میں سب آدمی کہاں آسکتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا جو شخص مسجد حرام میں داخل ہوجائے گا اس کے لیے بھی امن ہے ابوسفیان نے کہا مسجد میں بھی زیادہ گنجائش نہیں ہے تو آپؐ نے فرمایا، اچھا جو آدمی اپنے گھر کا دروازہ بند کرکے گھر میں بیٹھ جائے گا اس کے لیے بھی امن ہے، (۲۱) پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لیجاکر کھڑا کیا جائے جہاں سے افواج اسلام گذریں گی تاکہ یہ بخوبی ان کا مشاہدہ کرسکے۔

دوسرے دن مکہ کی طرف روانگی کا اعلان ہوگیا، دس ہزار قدسیوں کی پاکباز جمعیت مکہ مکرمہ کی طرف بڑھنے لگی، ابوسفیان پوچھتا جاتا تھا، یہ کون ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بتلاتے جاتے تھے کہ یہ قبیلۂ غفار ہے، یہ سعد بن ہذیم ہے، یہ سلیم ہے پھر ایک لشکر جرار آیا، وادی سے گزرتے ہوئے ابوسفیان نے اس کو دیکھا تو متحیر ہوگیا، پوچھا، یہ کون ہیں؟ حضرت عباسؓ نے فرمایا، یہ انصار ہیں، انصار کا جھنڈا حضرت سعد

---

(۱۹) تفصیل کے لیے دیکھیے البدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ وزادالمعاد: ۳/ ۴۰۲

(۲۰) الکامل للابن اثیر: ۲/ ۱۶۵۔ والبدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۲۸۹

(۲۱) دلائل النبوۃ للبیہقی: ۵/ ۳۲۔ باب نزول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر الظہران

بن عبادہؓ کے پاس تھا، ابوسفیان کو دیکھ کر حضرت سعدؓ کی حمیت بھڑک اٹھی اور ان کی زبان سے یہ جملہ نکلا الیوم یوم الملحمۃ الیوم تستحل الکعبۃ "آج کا دن لڑائی کا دن ہے، آج کعبہ قتل وقتال کے لیے حلال کیا جائے گا" یہ جملہ سن کر ابوسفیان کا دل دہل گیا اور اس نے حضرت عباسؓ سے کہا "ابوالفضل! تم نے سنا کہ سعد بن عبادہ نے ابھی کیا کہا" اتنے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت ابوسفیان کے پاس سے گذرنے لگی، ابوسفیان نے کہا، یارسول اللہؐ! آپؐ نے سنا کہ کہ سعد نے کیا کہا؟ آپؐ نے فرمایا، کیا کہا؟ ابوسفیان نے بات دہرائی تو سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کذب سعد، ولکن ھذا الیوم یعظم اللہ فیہ الکعبۃ، ویوم تکسی فیہ الکعبۃ "سعد نے ٹھیک نہیں کہا، آج کے دن تو اللہ تعالی کعبہ کی تعظیم کا انتظام کریں گے اور کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا"

اس کے بعد آپؐ نے حکم دیا کہ سعد بن عبادہ سے عَلَم لے کر ان کے بیٹے قیس بن سعد کو دے دیا جائے (۲۲) یہ حکم آپؐ نے اس لیے دیا تاکہ حضرت سعد کو تنبیہ ہوجائے لیکن یہ حکم حضرت سعدؓ کے لیے رنجیدگی کا سبب نہیں تھا کیونکہ جھنڈا اپنے گھر ہی میں رہا، بجائے اپنے ہاتھ کے بیٹے کے ہاتھ میں آگیا۔

ابوسفیان چونکہ سردار مکہ تھے اس لیے ان کو اہل مکہ کی فکر تھی، عجلت میں لشکرِ اسلام سے آگے نکلتے ہوئے مکہ پہنچے اور اعلان کیا کہ لشکرِ اسلام آرہا ہے، اسلام لے آؤ تو سلامت رہو گے، یا میرے گھر میں داخل ہوجاؤ یا اپنے گھروں کے دروازے بند کردو اور یا مسجد حرام میں چلے جاؤ تو مامون رہو گے، ابوسفیان کا یہ اعلان سن کر ان کی بیوی ہندہ آئی اور ابوسفیان کو داڑھی سے پکڑتے ہوئے کہا۔ "یاآل غالب! اقتلوا ھذا الشیخ الاحمق" ابوسفیان نے بیوی سے کہا "ارسلی لحیتی، واقسم لئن لم تسلمی انت لتضربن عنقک، ادخلی بیتک" (۲۳) (میری داڑھی چھوڑ، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تو اسلام نہیں لائی تو تیری گردن مار دی جائے گی، گھر میں داخل ہوجا)

مکہ مکرمہ میں داخلہ

مکہ مکرمہ کی بالائی جانب کو "کَداء" (بفتح الکاف والمد) کہا جاتا ہے اور جانب اسفل کو "کُدیٰ" (بضم الکاف والقصر) کہا جاتا ہے (۲۴) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "کَداء" کی جانب سے مکہ میں داخل ہوئے اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو انصار کا ایک دستہ عنایت فرماکر "کُدیٰ" کی جانب سے آپؐ نے داخل ہونے کے لیے کہا (۲۵) اور ان سے آپؐ نے فرما دیا تھا کہ کسی سے تعرض نہ کیا جائے لیکن اگر کوئی مقابلہ پر

---

(۲۲) دیکھیے دلائل النبوۃ للبیہقی: ۵/ ۳۸۔ والبدایۃ والنہایۃ: ۴/ ۲۹۰۔ وصحیح بخاری، کتاب المغازی، باب این رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح، رقم الحدیث ۴۲۸۰

(۲۳) الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۲۲؛ (۲۴) الروض الانف: ۲/ ۲۷۰ (۲۵) البدایۃ والنہایۃ: ۴/ ۲۹۲۔ وعمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۸۰

آئے ﴿ فاحصد وهم حصداحتی توافونی علے الصفاء ﴾ (۲۶)

حضرت خالد بن ولیدؓ جس جانب سے داخل ہورہے تھے وہاں قریش کے چند اوباش جمع ہوگئے تھے اور مقابلہ کرنے لگے ، حضرت خالد بن ولیدؓ نے کوشش کی کہ جنگ کی نوبت نہ آئے لیکن وہ لوگ باز نہ آئے اور چھوٹی سی جنگ ہوئی جس میں دو مسلمان اور ایک روایت کے مطابق تین مسلمان شہید ہوئے جن میں حضرت کرز بن جابر فہری، حضرت حبیش بن اشعر اور حضرت مسلمۃ بن المیلاءؓ شامل تھے اور کفار کے، بارہ (۲۷) اور ایک روایت کے مطابق چوبیس آدمی مارے گئے (۲۸) جب حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلواریں چمکتی دیکھیں، صورتحال معلوم کی تو حضرت خالدؓ نے پوری بات بتادی، آپؐ نے فرمایا جو کچھ تقدیر میں تھا اسی میں خیر ہے۔ (۲۹)

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آج کا دن خوشی اور مسرت کا دن تھا، جس سرزمین سے ظلم وستم کے پہاڑ ڈھاکر آپؐ کو نکالا گیا، جہاں آپؐ کے مظلوم ساتھیوں کو جلتی ہوئی ریت پر لٹایا گیا اور جہاں توحید کی آواز بلند کرنا اپنی موت کو دعوت دینا تھا آج اللہ جلّ شانہ نے طویل اور صبر آزما مراحل طے کرنے کے بعد اس سرزمین میں آپؐ کو فاتحانہ انداز سے داخل ہونے کا موقعہ دیا اور وہ وقت آپہنچا کہ آپؐ حرم مکہ کو کفر وشرک کی آلودگیوں سے پاک کریں اور اللہ کے اس گھر میں پھر توحید کے زمزمے بلند ہوں جہاں کی مقدس فضائیں صدیوں توحید کے نغموں سے معمور رہی تھیں اور جو اب ۳۶۰ بتوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا لیکن سرور دوعالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسرت اور خوشی کے اس موقعہ پر فخر وغرور کی روش نہیں اپنائی بلکہ انکساری اور عاجزی کا یہ عالم تھا کہ ناقہ پر سوار تھے، دل شکر کے جذبات سے معمور تھا اور زبان پر سورۂ فتح کی تلاوت جاری تھی اور سرمبارک تواضع کی وجہ سے جھک کر پالان کی لکڑی سے لگ لگ جاتا تھا۔ (۳۰)

مکہ مکرمہ میں داخل ہوکر سب سے پہلے ابوطالب کی صاحبزادی حضرت ام ہانیؓ کے گھر تشریف لے گئے اور غسل فرماکر آٹھ رکعت نماز ادا فرمائی، اہل علم کی اصطلاح میں اس نماز کو "صلاۃ الفتح" کہتے ہیں۔ (۳۱)

آپؐ کے قیام کے لیے خیمہ اس شعب ابی طالب میں نصب کیا گیا جہاں ابتداء اسلام میں قریش اور کنانہ نے مل کر بنی ہاشم اور بنی المطلب کو محصور کیا تھا۔

---

(۲۶) زادالمعاد: ۲/ ۴۰۴

(۲۷) زادالمعاد: ۲/ ۴۰۵، وسیرت ابن ھشام مع الروض الانف: ۲/ ۲۷۴، سیرت ابن ھشام کی روایت میں تیرہ افراد کا بھی ذکر ہے

(۲۸) سیرت حلبیہ: ۳/ ۸۳

(۲۹) فتح الباری: ۸/ ۱۱

(۳۰) السیرۃ الحلبیۃ: ۳/۸۴

(۳۱) زادالمعاد: ۲/ ۴۱۰

مسجد حرام میں داخلہ!

اس کے بعد آپ مسجد حرام میں آئے اور خانہ کعبہ کا طواف کیا، خانہ کعبہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بتوں کا انبار لگا ہوا تھا، آپ ایک ایک بت کو اپنی چھڑی کی نوک سے ٹھوکتے جاتے اور قرآن کی یہ آیت پڑھتے جاتے تھے ﴿ جاء الحق وزھق الباطل، ان الباطل کان زھوقا﴾ (۳۳)

طواف سے فارغ ہونے کے بعد عثمان بن طلحہ کو بلا کر خانہ کعبہ کی کنجی لی، بیت اللہ کو کھلوایا اور اس کے اندر بنی ہوئی کئی تصویریں تھیں سب کو مٹانے کا حکم دیا، حضرت عمرؓ نے اندر جاکر جس قدر تصویریں تھیں سب مٹادیں، پھر آپ حضرت بلالؓ اور حضرت اسامہؓ کو ساتھ لیکر کعبہ کے اندر گئے اور تکبیر کی مقدس صداؤں سے اس کی فضاؤں کو منور کیا۔ (۳۴)

باہر نکلے تو مسجد حرام کھچا کھچ بھری ہوئی تھی اور تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی، لوگوں کو انتظار تھا کہ آج آپ اپنے ان مخالفین کے لیے کیا حکم صادر فرماتے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کی تمام توتیں آپ کو تکلیف دینے اور دین اسلام کی تبلیغ کی راہ میں رکاوٹ بننے کے لیے وقف کر رکھی تھیں، آپ نے خطبہ دیا جو رسوم جاہلیت کے ختم وباطل ہونے کے اعلان اور مساوات انسانی کے درس پر مشتمل تھا، خطبہ کے بعد آپ نے قریش مکہ کی طرف دیکھا اور کہا، یامعشر قریش! ماترون انی فاعل بکم؟ "تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟" قریش نے کہا خیرًا اخ کریم، وابن اخ کریم "بھلائی کا، آپ شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لاتثریب علیکم الیوم، اذھبوا فانتم الطلقاء﴾ "تم پر آج کوئی عتاب نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔"

بامِ کعبہ پر اذان

ظہر کی نماز کا وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر

---

(۳۳) الاسراء / ۸۱۔ دیکھیے زادالمعاد: ۲/ ۴۰۶۔ وصحیح مسلم، کتاب الجہاد، رقم الحدیث ۴۳۸۹

(۳۴) فتح الباری: ۸/ ۱۷۔ وزادالمعاد: ۲/ ۴۰۶۔ ۴۰۷

سیرت کی کتابوں میں خطبہ اس طرح منقول ہے۔

﴿ لااله الا الله وحده لاشریک له، صدق وعده، ونصر عبده، وهزم الاحزاب وحده، الا، کل مأثرة او مال او دم، فهو تحت قدمی هاتین الا سدانة البیت وسقایة الحاج، الا وقتل الخطا شبه العمد السوط والعصا، ففیه الدیة مغلظة مائة من الابل، اربعون منها فی بطونها اولادها، یامعشر قریش، ان الله قد اذهب عنکم نخوة الجاهلیة وتعظمها بالاباء، الناس من آدم، وآدم من تراب ﴾ ثم تلا هذه الایة: ﴿ یاایها الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا، ان اکرمکم عندالله اتقاکم، ان الله علیم خبیر ﴾ (الحجرات: ۱۳) ثم قال: "یامعشر قریش ماترون انی فاعل بکم؟" قالوا: خیراً، اخ کریم وابن اخ کریم، قال: "فانی اقول لکم کما قال یوسف لاخوته: ﴿لاتثریب علیکم الیوم، اذهبوا فانتم الطلقاء﴾ ، انظر زادالمعاد ۳/ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ولابن هشام: ۲/ ۴۱۲)

چڑھ کر آذان دیں اور چند لمحوں کے بعد حضرت بلالؓ کی اذان کی صدائیں مسجد حرام کی مقدس فضاؤں میں گونجنے لگیں، عتاب بن اسید اور خالد بن اسید نے صحنِ کعبہ میں بیٹھے اذان کی آواز سنی تو کہنے لگے "اللہ نے ہمارے باپ کی عزت رکھ لی کہ اس آواز کو سننے سے پہلے اس کو دنیا سے اٹھالیا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کی طرف سے گذرے تو فرمایا کہ جو کچھ تم نے کہا اللہ نے مجھے اس کی اطلاع کردی اور انہوں نے جو کچھ کہا تھا وہ بیان فرما دیا، عتاب بن اسید نے جب اپنی بات حضورؐ کی زبانی سنی تو مشرف باسلام ہوگئے (۳۵) حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مکہ کا والی مقرر فرمایا اور تاحیات وہ مکہ کے والی رہے ان کی وفات اسی دن ہوئی جس دن حضرت صدیقؓ کی وفات ہوئی۔ (۳۶)

غزوۂ حنین سے واپسی پر حضرت ابومحذورہؓ کے مسلمان ہونے کا مشہور واقعہ پیش آیا حضرت بلالؓ کی اذان سن کر وہ بطور تمسخر اذان کی نقل اتار رہے تھے، حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حاضر کئے جانے کا حکم دیا، وہ آئے تو آپؐ نے ان سے اذان کہلوائی اور وہ مشرف باسلام ہوئے، آپؐ نے انہیں مسجد حرام کا مؤذن مقرر فرمایا۔ (۳۷)

بیعت عامہ

پھر حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں اور عورتوں سے بیعت لینا شروع کی، مردوں سے اسلام اور جہاد پر بیعت لیتے تھے اور عورتوں سے جن امور پر بیعت لی وہ سورہ ممتحنہ میں بیعت النساء والی آیت میں مذکور ہیں۔ ﴿ یاایھا النبی اذا جاءک المؤمنٰت یبایعنک علی ان لایشرکن باللہ شیئاً.... الخ ﴾ (۳۸)

حضرت ہندہؓ کی بیعت

ان عورتوں میں بیعت کے لیے رئیس العرب عتبہ کی بیٹی اور حضرت امیرمعاویہ کی والدہ حضرت ہندہؓ بھی آئیں، یہ وہی ہندہ ہیں جنہوں نے حضرت حمزہؓ کو قتل کرایا تھا اور ان کا سینہ چاک کرکے ان کا کلیجہ چبایا تھا لیکن اللہ نے ان کی قسمت میں اسلام کی ابدی سعادت لکھی تھی، آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں،

---

(۳۵) زادالمعاد: ۲/ ۴۱۰۔ وسیرت ابن ھشام: ۲/ ۴۱۳

(۳۶) الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۲/ ۴۵۱۔ ان کی وفات کے متعلق ابن حجر نے دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے آخری ایام میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ واللہ اعلم۔

(۳۷) تفصیل کے لیے دیکھیے، سیرت مصطفیٰ: ۲/ ۲۲

(۳۸) سورۃ الممتحنہ/ ۱۲۔ دیکھیے الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۷۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کرتے ہوئے فرمایا۔

خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔

ہندہ.... یہ اقرار آپ نے مردوں سے تو نہیں لیا لیکن بہرحال ہمیں منظور ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.... چوری نہ کرنا

ہندہ.... میں اپنے شوہر کے مال سے کچھ چوری کرلیتی ہوں معلوم نہیں یہ بھی چوری میں داخل ہے یا نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بچوں کے لیے بقدر ضرورت لے سکتی ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.... زنا نہ کرنا

ہندہ.... کیا کوئی شریف عورت زنا کرسکتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.... اولاد کو قتل نہ کرنا۔

ہندہ.... ربیناهم صغارا، وقتلتهم یوم بدر کبارا فانت وهم اعلم یعنی ہم نے تو اپنی اولاد کو بچپن میں پالا تھا، بڑے ہوئے تو جنگ بدر میں آپؐ نے ان کو قتل کردیا، اب آپؐ اور وہ باہم سمجھ لیں، حضرت عمرؓ یہ سن کر ہنس پڑے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.... کسی کار نیک میں نافرمانی اور حکم عدولی نہ کرنا۔

ہندہ.... ہم اس مجلس میں آپؐ کی نافرمانی کا خیال بھی لیکر نہیں آئے۔

بیعت کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعاء مغفرت کی، ہندہ نے کہا یارسول اللہؐ! اسلام سے قبل آپؐ کے چہرہ سے زیادہ مجھے کوئی چہرہ مبغوض نہیں تھا اور اب آپؐ کے چہرہ سے زیادہ کوئی چہرہ مجھے محبوب نہیں، آپؐ نے فرمایا کہ ابھی محبت میں اور بھی اضافہ ہوگا۔ (۳۹)

مباح الدم قرار دیئے جانے والے مجرم

فتح کے وقت چند حضرات ایسے تھے کہ آپؐ نے ان کو مباح الدم قرار دیا تھا، ان کی تعداد میں ارباب سیر کی روایات مختلف ہیں، عام اہل سیر نے دس، ابن اسحاق نے آٹھ، ابوداوٗد اور دارقطنی کی روایت میں چھ افراد کا ذکر ہے، (۴۰) اور حافظ مغلطائی نے پندرہ نام مختلف حوالوں سے جمع کئے ہیں۔

---

(۳۹) دیکھیے الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۷۱- ۱۷۲- نیز سیرت مصطفیٰ: ۲/ ۳۵- ۳۶

(۴۰) چنانچہ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں: "وامر بقتل ستة نفر واربع نسوة...." (دیکھیے طبقات بن سعد: ۲/ ۱۳۶) ابن اسحاق نے آٹھ نام گنائے ہیں (دیکھیے سیرت ابن ہشام: ۲/ ۲۷۳- ۲۷۴) امام ابوداود نے کتاب الجہاد، باب قتل الاسیر میں چھ افراد کا ذکر کیا ہے جن میں چار مرد اور دو عورتیں شامل تھیں۔ (دیکھیے سنن ابی داود: ۲/ ۵۹، کتاب الجہاد، باب قتل الاسیر، رقم الحدیث ۲۶۸۳) علامہ ابن اثیر نے بارہ افراد کا ذکر کیا ہے جن میں آٹھ مرد اور چار عورتیں شامل تھیں (دیکھیے الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۶۸- ۱۷۰) دارقطنی نے چھ افراد کا تذکرہ کیا ہے (دیکھیے الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۲/ ۴۹۶، ترجمۃ عکرمۃ بن ابی جہل)

ان پندرہ میں سے آٹھ نے تو آپ ؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر توبہ کی اور مشرف باسلام ہوئے ، پانچ قتل کئے گئے ، ایک بھاگ کر نجران گیا اور وہیں کفر کی حالت میں مرا اور ایک کے اسلام لانے یا قتل کئے جانے کے بارے میں اختلاف ہے ، اس طرح یہ کل پندرہ افراد ہوگئے ۔

جو آٹھ حضرات آپ ؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے تھے ان کے نام درج ذیل ہیں۔

❶ **حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ** ، یہ اسلام کے سخت ترین دشمنوں میں سے تھے اور اپنے باپ ابوجہل کی طرح اسلام کے خلاف ہر سازش میں پیش پیش رہتے تھے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مباح الدم قرار دیا تھا ، یہ فتح کے بعد بھاگ کر یمن چلے گئے ، ان کی بیوی ام حکیم بنت حارث نے اسلام قبول کیا اور دربار نبوی میں حاضر ہوکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے شوہر کے لیے امان طلب کی۔ ادھر حسن اتفاق سے حضرت عکرمہ کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ جب وہ یمن کے ساحل سے کشتی پر سوار ہوئے تو طوفان نے دریا میں کشتی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ، عکرمہ نے مدد کے لیے لات وعزی کو پکارا ، کشتی میں موجود لوگوں نے کہا اللہ کو پکارو ، یہاں لات وعزی کچھ کام نہیں آئیں گے ، یہ بات حضرت عکرمہ کے دل پر لگی ، انہوں نے کہا کہ اگر دریا میں یہ کام نہیں آتے تو خشکی میں بھی کام نہیں آئیں گے اور اسی وقت عزم کرلیا کہ اگر اللہ نے اس طوفان سے نجات دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام لاؤں گا۔

عکرمہ کی بیوی ام حکیم اپنے شوہر کی تلاش میں یمن کی جانب نکلیں اور ساحل پر ان کے پاس پہنچ گئیں ، عکرمہ سے کہا کہ آپ کے لیے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امان حاصل کیا ہے ، حضرت عکرمہ ان کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے (۴۱) اور پھر اسلام کے لیے انہوں نے بڑی ناقابل فراموش قربانیاں دیں ، پوری عمر اسلام کی سربلندی کے لیے جہاد میں گذاری ، اسلامی تاریخ کی مشہور جنگ یرموک میں انہوں نے اعلان کیا کہ کون میرے ہاتھ پر بیعت علی الموت کرتا ہے ؟ چار سو مجاہدین نے ان کے ہاتھ پر بیعت علی الموت کی اور مجاہدین کے ان چار سو افراد نے دشمن کی فوج پر زبردست حملہ کیا حتی کہ سب کے سب شہید ہوگئے بعد میں جب دیکھا گیا تو حضرت عکرمہ ؓ کے جسم پر تیروں اور تلواروں کے ستر سے زیادہ زخم تھے (۴۲) رضی اللہ عنہ ورضی ھو عنہ۔

❷ **حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح** ، یہ پہلے مسلمان ہوگئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب الوحی تھے لیکن پھر مرتد ہوکر مکہ آگئے تھے ، یہ حضرت عثمان ؓ کے رضاعی بھائی تھے ، فتح

---

(۴۱) تفصیل کے لیے دیکھیے ، السیرۃ الحلبیۃ : ۳ / ۹۲ ۔ ۹۳ ۔ نیز البدایۃ والنھایۃ : ۴ / ۲۹۸ ۔ وسیرت مصطفی ؐ : ۳ / ۴۳ ۔ ۴۵

(۴۲) دیکھیے ، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ : ۲ / ۴۹۶ ۔ ۴۹۷

مکہ کے بعد حضرت عثمانؓ ان کو آپ کی خدمت میں لائے اور دوبارہ مشرف باسلام ہوئے (۴۳) انہوں نے بھی بعد میں اسلام کے لیے بڑی قربانیاں دیں، حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں جہادِ افریقہ میں انہوں نے زبردست مجاہدانہ کردار ادا کیا، حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں ان کی وفات ہوئی۔ (۴۴)

۳ کعب بن زہیر، یہ عرب کے مشہور شاعر تھے، اسلام سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار کہا کرتے تھے، یہ مکہ سے بھاگ گئے تھے، بعد میں مدینہ منورہ آکر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے اور آپؐ کی مدح میں اپنا وہ شہرۂ آفاق قصیدہ کہا جس سے آج تک ادب عربی کی فضاء گونجتی ہے اور جو قصیدہ "بانت سعاد" کے نام سے مشہور ہے۔ (۴۵) اس کا مطلع ہے:

بانت سعاد، فقلبی الیوم متبول
متمم اثرھا، لم یفد، مکبول

۴ ہبار بن الاسود، انہوں نے حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی ہجرت کے وقت نیزہ مارا تھا جس کی وجہ سے پتھر پر گر کر ان کا حمل ساقط ہوگیا تھا اور اسی بیماری میں بعد میں ان کا انتقال ہوگیا تھا، یہ بھی مباح الدم قرار دیئے گئے تھے لیکن بعد میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام لائے اور توبہ کی۔ (۴۶)

۵ حضرت وحشی بن حرب جنہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا، یہ بھی فتح مکہ کے وقت اسلام لائے تھے جس کی تفصیل غزوۂ احد میں گذر چکی۔

۶ عبد اللہ بن زِبعریٰ، یہ عرب کے مشہور شاعر تھے، آپ کی مذمت میں شعر کہا کرتے تھے، تائب ہوکر حاضر خدمت ہوئے اور اسلام لائے۔ (۴۷)

۷ ہندہ بنت عتبہ، یہ بھی مباح الدم قرار دی گئی تھی لیکن پھر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام لائیں جس کی تفصیل ابھی گذری۔

۸ فَرتَنیٰ، یہ عبداللہ بن خطل کی باندی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف شعر پڑھا کرتی تھی، مباح الدم قرار دی گئی تھی، فتح مکہ کے وقت بھاگ گئی تھی، بعد میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام لائی، حضرت عمرؓ یا حضرت عثمانؓ کی خلافت میں اس کی وفات ہوئی۔ (۴۸)

---

(۴۳) البدایۃ والنہایۃ: ۴/ ۲۹۸۔ نیز مستدرک حاکم: ۳/ ۴۵۔ ۴۶۔ کتاب المغازی
(۴۴) تفصیل کے لیے دیکھیے، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ: ۲/ ۳۱۷
(۴۵) دیکھیے، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۳/ ۲۹۵۔ ترجمۂ کعب بن زہیرؓ
(۴۶) الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۳/ ۵۹۷۔ ۵۹۸
(۴۷) دیکھیے سیرت مصطفےٰ: ۳/ ۴۷ (۴۸) الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۷۰

قتل کیے جانے والے مجرم

مباح الدم قرار دیئے جانے والے پندرہ افراد میں سے جن پانچ افراد کو قتل کیا گیا ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

❶ **عبداللہ بن خطل**، یہ پہلے مسلمان ہوگیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامل بنا کر اس کو صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا، اس کے ساتھ ایک غلام بھی تھا، راستہ میں کسی منزل پر اس نے غلام کو کھانا تیار کرنے کے لیے کہا، غلام کسی وجہ سے سوگیا اور کھانا تیار نہیں کیا، ابن خطل نے غصہ میں آکر غلام کو قتل کردیا اور صدقات کے اونٹ لیکر مرتد ہوکر مکہ آگیا، یہاں آکر آپؐ کی ہجو میں شعر کہا کرتا تھا، اس کی دو باندیاں تھیں، ناچ گانے کی مجلسیں سجا کر ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اشعار پڑھواتا تھا، ایک تو یہ خون ناحق کا مجرم تھا، دوسرا جرم ارتداد تھا اور تیسرا جرم آپؐ کے خلاف اشعار کہنے کا تھا، ان تین میں سے ہر جرم کی سزا قتل ہے۔

فتح مکہ کے دن یہ کعبہ کے پردوں سے لپٹ گیا تھا، آپؐ کو اطلاع دی گئی کہ ابن خطل استار کعبہ سے لپٹا ہوا ہے، آپؐ نے فرمایا "اس کو وہیں قتل کر ڈالو" چنانچہ حضرت ابوبرزہ اسلمیؓ اور حضرت سعد بن حریث نے جاکر اس کو قتل کیا (۴۹) اس کے قتل کا یہ واقعہ آگے بخاری کی روایت میں آرہا ہے۔

❷ مقیس بن صبابہ، یہ بھی پہلے مسلمان ہوگیا تھا پھر مرتد ہوکر مکہ مکرمہ آگیا تھا، نمیلۃ بن عبداللہ لیثی نے اس کا کام تمام کیا۔ (۵۰)

❸ حویرث بن نقید، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ اشعار کہتا تھا، اس لیے یہ مباح الدم قرار دیا گیا اور حضرت علیؓ نے اس کو ختم کیا۔ (۵۱)

❹ حارث بن طلاطل، یہ بھی آپؐ کی ہجو میں اشعار کہا کرتا تھا اس لیے اس کا خون ہدر ہوا اور حضرت علیؓ نے اس کو قتل کیا۔ (۵۲)

❺ قریبہ، یہ ابن خطل کی باندی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف شعر پڑھا کرتی تھی، غزوۂ فتح کے موقع پر یہ قتل کی گئی۔ (۵۳)

مباح الدم قرار دیئے جانے والے پندرہ افراد میں سے "ہبیرہ بن وہب" بھی تھا، یہ فتح مکہ کے وقت نجران کی طرف بھاگ نکلا اور وہیں کفر کی حالت میں مرا۔ (۵۴)

---

(۴۹) دیکھیے، السیرۃ الحلبیۃ: ۳/ ۹۱ (۵۰) الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۶۹ (۵۱) الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۶۹

(۵۲) سیرت مصطفے: ۳/ ۴۷ (۵۳) الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۷۰ (۵۴) الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۶۹

ان پندرہ میں سے "سارہ" نامی ایک خاتون بھی تھی، اس کے متعلق بعض کہتے ہیں کہ قتل کی گئی (۵۵) اور بعض کہتے ہیں کہ اسلام لے آئی تھی اور حضرت عمرؓ کے زمانہ تک زندہ رہی، یہی وہ عورت تھی جو حاطب بن ابی بلتعہ کا خط لیکر مکہ جارہی تھی۔ (۵۶)

اس طرح یہ کل پندرہ افراد ہوگئے، جن میں آٹھ مسلمان ہوئے، پانچ قتل کئے گئے، ایک کافر ہونے کی حالت میں مرا اور ایک کے اسلام اور قتل کے متعلق روایات مختلف ہیں۔

لیکن یہ سب تفصیل حافظ مغلطائی کی تحقیق کے مطابق ہے، بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ صرف دو آدمی قتل کئے گئے ایک ابن خطل اور دوسرے مقیس بن صبابہ اور ان دونوں کو قصاص میں قتل کیا گیا، ان کے علاوہ کسی کو قتل نہیں کیا گیا، جن روایات میں ان دو کے علاوہ دوسرے لوگوں کے قتل کا ذکر ہے وہ روایات سندا یا ضعیف ہیں یا منقطع لہذا ان کا اعتبار نہیں۔ (۵۷) واللہ اعلم

٤٠٢٥ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قالَ : أَخْبَرَنِي الحَسَنُ ابْنُ مُحَمَّدٍ : أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ ٱللهِ بْنَ أَبِي رَافِعٍ يَقُولُ : سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ يَقُولُ : بَعَثَنِي رَسُولُ ٱللهِ ﷺ أَنَا وَالزُّبَيْرَ وَالْمِقْدَادَ : فَقَالَ : (ٱنْطَلِقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ خاخٍ ، فَإِنَّ بِهَا ظَعِينَةً مَعَهَا كِتَابٌ ، فَخُذُوهُ مِنْهَا) . قالَ : فَٱنْطَلَقْنَا تَعَادَى بِنَا خَيْلُنَا حَتَّى أَتَيْنَا الرَّوْضَةَ ، فَإِذَا نَحْنُ بِالظَّعِينَةِ ، قُلْنَا لَهَا : أَخْرِجِي الْكِتَابَ ، قالَتْ : ما مَعِي كِتَابٌ ، فَقُلْنَا : لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ ، أَوْ لَنُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ ، قالَ : فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا ، فَأَتَيْنَا بِهِ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ فَإِذَا فِيهِ : مِنْ حاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ ، إِلَى نَاسٍ بِمَكَّةَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ، يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ . فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (يَا حَاطِبُ ، مَا هٰذَا) . قَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ ، إِنِّي كُنْتُ ٱمْرَءًا مُلْصَقًا فِي قُرَيْشٍ ، يَقُولُ : كُنْتُ حَلِيفًا ، وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهَا ، وَكانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ ، مَنْ لَهُمْ قَرَابَاتٌ يَحْمُونَ أَهْلِيهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ ، فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي ذٰلِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيهِمْ ، أَنْ أَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا يَحْمُونَ قَرَابَتِي ، وَلَمْ أَفْعَلْهُ ٱرْتِدَادًا عَنْ دِينِي ، وَلَا رِضًا بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ . فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكُمْ) . فَقَالَ عُمَرُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ . فَقَالَ : (إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا ، وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ ٱللهَ ٱطَّلَعَ عَلَى مَنْ شَهِدَ بَدْرًا فَقَالَ :

---

(۵۵) دیکھیے الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۷۰

(۵۶) دیکھیے فتح الباری: ۸/ ۱۱

(۵۷) چنانچہ شبلی نعمانی مرحوم اور مولانا سید سلیمان ندوی نے دلائل سے ان روایات کا ضعف ثابت کیا ہے (دیکھیے، سیرۃ النبیؐ: ۱/ ۳۰۱-۳۰۲)

اَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ» . فَأَنْزَلَ ٱللهُ السُّورَةَ : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ - إِلَى قَوْلِهِ - فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ» . [ر : ۲۸٤٥]

باب : غَزْوَةُ الْفَتْحِ فِي رَمَضَانَ .

٤٠٢٦/٤٠٢٩ : حدثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ : حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ ٱللهِ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُتْبَةَ : أَنَّ ٱبْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ غَزَا غَزْوَةَ الْفَتْحِ فِي رَمَضَانَ .

قَالَ : وَسَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ مِثْلَ ذٰلِكَ .

وَعَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ أَخْبَرَهُ : أَنَّ ٱبْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قَالَ : صَامَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ، حَتَّى إِذَا بَلَغَ الْكَدِيدَ - الْمَاءَ الَّذِي بَيْنَ قُدَيْدٍ وَعُسْفَانَ - أَفْطَرَ ، فَلَمْ يَزَلْ مُفْطِرًا حَتَّى ٱنْسَلَخَ الشَّهْرُ .

اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ فتح مکہ کا واقعہ رمضان میں پیش آیا، اس سلسلہ میں تاریخی روایات مختلف ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لیے مدینہ منورہ سے کس تاریخ کو روانہ ہوئے تھے، واقدی وغیرہ نے لکھا ہے کہ رمضان کی دس تاریخ کو آپ کی روانگی ہوئی تھی، مسلم شریف کی روایات میں ۱۲، ۱۶ اور ۱۸ تاریخوں کا تذکرہ بھی وارد ہوا ہے اور ایک روایت میں تردد کے ساتھ ۱۷ اور ۱۹ کا بھی ذکر ہے۔ (۱)

واقعہ یہ ہے کہ ان روایات میں تطبیق بڑی مشکل ہے، البتہ واقدی کی روایت مشہور ہے اور اسی پر ہم نے اعتماد کرتے ہوئے ابتدا میں یہ بیان کیا تھا کہ آپ ۱۰ رمضان کو روانہ ہوئے تھے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مسلم شریف کی شرح میں لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰ رمضان کو مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تھے اور ۱۹ رمضان کو مکہ میں داخل ہوئے تھے۔ (۲)

(٤٠٢٧) : حدثني مَحْمُودٌ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ : أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ ،

(۱) فتح الباری: ۸/ ۳ نیز دیکھیے صحیح مسلم، کتاب الصوم، باب جواز الصوم والفطر فی شہر رمضان للمسافر۔ ۱/ ۳۵۶

(۲) دیکھیے شرح مسلم للنووی: ۱/ ۳۵۶، کتاب الصوم، امام نووی ان روایات میں تطبیق دینا چاہتے تھے لیکن وہ بھی تطبیق نہ دے سکے چنانچہ "ووجہ الجمع بین ہذہ الروایات أن...." لکھنے کے بعد بیاض ہے

عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ فِي رَمَضَانَ مِنَ الْمَدِينَةِ وَمَعَهُ عَشَرَةُ آلَافٍ ، وَذٰلِكَ عَلَى رَأْسِ ثَمَانِ سِنِينَ وَنِصْفٍ مِنْ مَقْدَمِهِ الْمَدِينَةَ ، فَسَارَ هُوَ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَى مَكَّةَ ، يَصُومُ وَيَصُومُونَ ، حَتَّى بَلَغَ الْكَدِيدَ ، وَهُوَ مَاءٌ بَيْنَ عُسْفَانَ وَقُدَيْدٍ ، أَفْطَرَ وَأَفْطَرُوا .

ومعہ عشرة آلاف....

بخاری کی اس روایت میں دس ہزار کی تعداد آپ ؐ کے ساتھ فتح مکہ کے لیے روانگی کے وقت کی بتائی گئی ہے ، ابن اسحاق اور ابن عائذ وغیرہ کی روایات میں وارد ہوا ہے کہ آپ کے ساتھ ۱۲ ہزار افراد تھے ، حاکم نے ''الاکلیل'' میں اور ابو سعد نے ''شرف المصطفیٰ'' میں بھی یہی لکھا ہے (۳) لیکن یہ تعارض اس طرح دور ہوسکتا ہے کہ مدینہ منورہ سے روانگی کے وقت تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس ہزار افراد تھے اور باقی مزید کچھ لوگ راستہ میں مختلف قبائل سے آآکر شامل ہونے لگے تو یہ تعداد بعد میں بڑھ کر بارہ ہزار بن گئی۔ (۴)

وذلک علی رأس ثمان سنین سنة ونصف من مقدمہ المدینة

معمر کی روایت میں بھی اسی طرح واقع ہوا ہے لیکن یہ وہم ہے اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے ساڑھے سات سال گذرنے کے بعد روانہ ہوئے تھے کیونکہ ہجرت ربیع الاول میں ہوئی ہے اور اسی سال کے محرم سے سنہ ہجری شمار کیا جاتا ہے تو اس اعتبار سے ہجرت کے بعد فتح مکہ تک کا یہ عرصہ ساڑھے سات سال بنتا ہے ، ساڑھے آٹھ سال نہیں بنتا، روایت میں ساڑھے آٹھ سال بتایا جارہا ہے یہ وہم ہے (۵) حافظ ابن حجر نے کچھ توجیہات کی ہیں (۶) لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس طرح کی روایات میں اس قسم کے مختصر سے اوہام کا واقع ہوجانا کوئی بعید بات نہیں ہے ۔

قَالَ الزُّهْرِيُّ : وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ مِنْ أَمْرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ الْآخِرُ فَالْآخِرُ .

یہ زہری کا قول ہے جیسا کہ یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کردی ہے ، یہی روایت کتاب الجہاد میں صفحہ ۴۱۵ پر گذری ہے (۷) مقصد یہ ہے کہ ابتداءِ سفر میں آپ کا روزہ تھا بعد میں آپ نے افطار کیا تو آخری عمل آپ کا افطار فی السفر ہے تو اسی کو اختیار کیا جائے گا لہذا بعض حضرات کا یہ کہنا کہ اگر سفر

---

(۳) فتح الباری: ۸ / ۴ (۴) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۲۷۶۔ وفتح الباری: ۸ / ۴ (۵) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۲۷۶۔ وفتح الباری: ۸ / ۵

(۶) دیکھیے فتح الباری: ۸ / ۴ (۷) صحیح بخاری کتاب الجہاد باب الخروج فی رمضان: ۱/۴۱۵

میں رمضان کی ابتدا ہوئی ہو تو پھر سفر شروع کرنے پر اسی رمضان میں افطار جائز نہ ہوگا غلط ہے یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے۔

(٤٠٢٨) : حدّثني عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى : حَدَّثَنَا خالِدٌ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فِي رَمَضَانَ إِلَى حُنَيْنٍ ، وَالنَّاسُ مُخْتَلِفُونَ ، فَصَائِمٌ وَمُفْطِرٌ ، فَلَمَّا اسْتَوَى عَلَى رَاحِلَتِهِ ، دَعا بِإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ أَوْ مَاءٍ ، فَوَضَعَهُ عَلَى رَاحَتِهِ ، أَوْ : عَلَى رَاحِلَتِهِ ، ثُمَّ نَظَرَ إِلَى النَّاسِ ، فَقَالَ الْمُفْطِرُونَ لِلصُّوَّامِ : أَفْطِرُوا .

وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ .

وَقَالَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

(٤٠٢٩) : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ طَاوُسٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : سَافَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي رَمَضَانَ ، فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ عُسْفَانَ ، ثُمَّ دَعَا بِإِنَاءٍ مِنْ مَاءٍ ، فَشَرِبَ نَهَارًا لِيَرَاهُ النَّاسُ ، فَأَفْطَرَ حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ .

قَالَ : وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ : صَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي السَّفَرِ وَأَفْطَرَ ، فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ . [ر : ١٨٤٢]

حدثنی عیاش بن الولید خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان الی حنین

یہ وہم ہے اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "حنین" کے لیے رمضان میں نہیں بلکہ شوال میں گئے تھے، بعض لوگوں نے تاویل کرتے ہوئے کہا کہ "الی حنین" تصحیف ہے، اصل میں "الی خیبر" ہے لیکن یہ تاویل ٹھیک نہیں کیونکہ غزوۂ خیبر کے لیے بھی آپ رمضان میں نہیں گئے تھے، محرم میں گئے تھے (۸) اس لیے صحیح یہی ہے کہ یہاں لفظ "حنین" کے بجائے لفظ "مکہ" ہونا چاہیئے اور یہ تاویل بھی کی جاسکتی ہے کہ چونکہ خروج الی مکۃ غزوۂ حنین کا پیش خیمہ بنا تھا اور مکہ کی طرف خروج رمضان میں ہوا تھا تو گویا حنین کی جانب خروج بھی مجازاً رمضان میں ہوا۔ (۹)

---

(۸) فتح الباری: ۸/ ۵۔ وعمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۷۷

(۹) واجاب المحب الطبری.... بان یکون المراد من قولہ: "خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان الی حنین" انہ قصد الخروج الیہا وھو فی رمضان، فذکر الخروج وارادالقصد بالخروج، ومثل ھذا شائع ذائع فی الکلام (عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۷۷)

باب : أَيْنَ رَكَزَ النَّبِيُّ ﷺ الرَّايَةَ يَوْمَ الْفَتْحِ

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اپنا جھنڈا کہاں نصب فرمایا تھا دو لفظ استعمال ہوتے ہیں۔ "رایہ" اور "لواء" "رایہ" بڑے جھنڈے کو کہتے ہیں اور "لواء" چھوٹے جھنڈے کو کہتے ہیں، بعض نے اس کا عکس کہا اور بعض حضرات نے ان دونوں کو مترادف قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم (۱۰)

۴۰۳۰ : حدثنا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : لَمَّا سَارَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عامَ الْفَتْحِ ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ قُرَيْشًا ، خَرَجَ أَبُو سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ ، وَحَكِيمُ ابْنُ حِزَامٍ ، وَبُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ ، يَلْتَمِسُونَ الْخَبَرَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَأَقْبَلُوا يَسِيرُونَ حَتَّى أَتَوْا مَرَّ الظَّهْرَانِ ، فَإِذَا هُمْ بِنِيرَانٍ كَأَنَّهَا نِيرَانُ عَرَفَةَ ، فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ : ما هٰذِهِ ، لَكَأَنَّهَا نِيرَانُ عَرَفَةَ ؟ فَقَالَ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ : نِيرانُ بَنِي عَمْرٍو ، فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ : عَمْرٌو أَقَلُّ مِنْ ذٰلِكَ ، فَرَآهُمْ نَاسٌ مِنْ حَرَسِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَدْرَكُوهُمْ فَأَخَذُوهُمْ ، فَأَتَوْا بِهِمْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَسْلَمَ أَبُو سُفْيَانَ ، فَلَمَّا سَارَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ : (احْبِسْ أَبَا سُفْيَانَ عِنْدَ خَطْمِ الْجَبَلِ ، حَتَّى يَنْظُرَ إِلَى الْمُسْلِمِينَ) . فَحَبَسَهُ الْعَبَّاسُ ، فَجَعَلَتِ الْقَبَائِلُ تَمُرُّ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ، تَمُرُّ كَتِيبَةً كَتِيبَةً عَلَى أَبِي سُفْيَانَ ، فَمَرَّتْ كَتِيبَةٌ ، قَالَ : يَا عَبَّاسُ مَنْ هٰذِهِ ؟ قَالَ : هٰذِهِ غِفَارُ ، قَالَ : مَا لِي وَلِغِفَارٍ ، ثُمَّ مَرَّتْ جُهَيْنَةُ ، قَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ ، ثُمَّ مَرَّتْ سَعْدُ بْنُ هُذَيْمٍ ، فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ ، وَمَرَّتْ سُلَيْمُ ، فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ ، حَتَّى أَقْبَلَتْ كَتِيبَةٌ لَمْ يَرَ مِثْلَهَا ، قَالَ : مَنْ هٰذِهِ ؟ قَالَ : هٰؤُلَاءِ الْأَنْصَارُ ، عَلَيْهِمْ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ مَعَهُ الرَّايَةُ ، فَقَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ : يَا أَبَا سُفْيَانَ ، الْيَوْمُ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ ، الْيَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْكَعْبَةُ . فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ : يَا عَبَّاسُ حَبَّذَا يَوْمُ الذِّمَارِ . ثُمَّ جاءَتْ كَتِيبَةٌ ، وَهْيَ أَقَلُّ الْكَتَائِبِ ، فِيهِمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ ، وَرَايَةُ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ ، فَلَمَّا مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِأَبِي سُفْيَانَ قَالَ : أَلَمْ تَعْلَمْ مَا قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ ؟ قَالَ : (مَا قَالَ) . قَالَ : كَذَا وَكَذَا ، فَقَالَ : (كَذَبَ سَعْدٌ ، وَلٰكِنْ هٰذَا يَوْمٌ يُعَظِّمُ اللَّهُ فِيهِ الْكَعْبَةَ ، وَيَوْمٌ تُكْسَى فِيهِ الْكَعْبَةُ) . قَالَ : وَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ تُرْكَزَ رَايَتُهُ بِالْحَجُونِ .

قَالَ عُرْوَةُ : وَأَخْبَرَنِي نَافِعُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ : سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ يَقُولُ لِلزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ :

---

(۱۰) مجمع بحار الانوار: ۲/ ۵۱٦۔ و ۳/ ۲۱۲۔

يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ ، هَا هُنَا أَمَرَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ تَرْكُزَ الرَّايَةَ ؟

قَالَ : وَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمَئِذٍ خالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ أَنْ يَدْخُلَ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ ، وَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ كُدًا ، فَقُتِلَ مِنْ خَيْلِ خالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ رَجُلَانِ : حُبَيْشُ بْنُ الْأَشْعَرِ ، وَكُرْزُ بْنُ جابِرٍ الْفِهْرِيُّ . [ر : ۲۸۱۳]

حدثنی عبید بن اسماعیل.... فاسلم ابوسفیان....

ابتداءً ابوسفیان ظاہری طور پر مسلمان ہوئے تھے لیکن بعد میں اسلام کی حقانیت پر ان کا شرح صدر ہوگیا تھا اور اپنے اسلام میں مخلص ہوگئے تھے، ابوسفیان کا نام صخر بن حرب بن امیہ ہے، ۸۸ برس کی عمر میں ۳۱ھ میں مدینہ منورہ کے اندر انہوں نے وفات پائی ہے اور حکیم بن حزام حضرت خدیجہ کے بھتیجے ہیں۔ ۵۴ھ میں ان کا انتقال بھی مدینے میں ہوا۔

عند حطم الخیل....

یعنی جہاں گھوڑوں کا اژدھام ہوتا ہے، مراد اس سے تنگ جگہ ہے حاشیہ کا نسخہ ہے "عند خطم الجبل" یعنی پہاڑ کی چوٹی کے پاس۔ پہلی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ جہاں گھوڑوں کی بھیڑ زیادہ ہو وہاں ابوسفیان کو روک دو اور گھوڑوں کی بھیڑ تنگ جگہ میں زیادہ ہوتی ہے جیسے گھاٹی ہوتی ہے یعنی گھاٹی کے قریب ان کو روک کر اسلامی لشکر کا معاینہ ان کو کرادیں اور دوسری صورت میں مطلب ہوگا کہ پہاڑ کی چوٹی پر ان کو روک کر اسلامی لشکر کا مشاہدہ ان کو کرادیں۔

فقال سعد بن عبادۃ یااباسفیان الیوم یوم الملحمۃ: الیوم تستحل الکعبۃ "سعد بن عبادہ نے کہا اے ابوسفیان آج لڑائی کا دن ہے، آج کعبے میں قتل وقتال حلال ہوگا۔"

فقال ابوسفیان یا عباس حبذا یوم الذمار "اس پر ابوسفیان نے کہا اے عباس! قریش کی تباہی وبربادی کا اچھا دن آیا ہے"

وامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یومئذ خالد بن ولید ان یدخل من اعلی مکۃ من کداء

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولیدؓ کو مکہ کی جانبِ اعلی یعنی کداء سے داخل ہونے کا حکم دیا" لیکن یہ وہم ہے اس لیے کہ دوسری تمام روایات اس بات پر متفق ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بالائے مکہ سے داخل ہوئے تھے اور حضرت خالدؓ کو اسفل مکہ سے داخل ہونے کا حکم دیا تھا۔ (۱۱)

فقتل من خیل خالد یومئذ رجلان

یہ دو آدمی حضرت حبیش بن اشعر اور حضرت کرز بن جابر ہیں، بخاری کی روایت میں تو دو آدمیوں کا

(۱۱) فتح الباری. ۸/ ۱۰۔ وعمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۸۰

ذکر ہے لیکن دوسری ایک روایت میں تین آدمیوں کا ذکر ہے، تیسرے آدمی مسلمۃ بن المیلاء ہیں، یہ تین صحابہؓ اس دن شہید ہوئے تھے (۱۲) اور ابن سعد کے بیان کے مطابق مشرکین کے چوبیس آدمی مارے گئے تھے۔ (۱۳)

٤٠٣١ : حدّثنا أبو الوليد : حدّثنا شعبة ، عن معاوية بن قرّة قال : سمعت عبد الله ابن مغفّل يقول : رأيت رسول الله ﷺ يوم فتح مكّة على ناقته ، وهو يقرأ سورة الفتح يرجّع ، وقال : لولا أن يجتمع النّاس حولي لرجّعت كما رجّع .

[٤٥٥٥ ، ٤٧٤٧ ، ٤٧٦٠ ، ٧١٠٢]

وهو يقرأ سورة الفتح يرجع....

یعنی فتح مکہ کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ فتح پڑھ رہے تھے اور ترجیع کررہے تھے ایک ترجیع فی الاذان ہوتی ہے کہ شہادتین کو دو دو مرتبہ آہستہ اور دو دو مرتبہ بلند آواز سے پڑھنا اور ایک ترجیع فی القرآن ہوتی ہے، ترجیع فی القرآن کے معنی یہ ہیں کہ قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے آواز کے امتداد اور اتار چڑھاؤ پایا جائے جس کی کیفیت بخاری شریف کتاب التوحید کی ایک روایت میں معاویہ بن قرہ سے اس طرح منقول ہے "ءآ، ءآ، ءآ" (ہمزۂ مفتوحہ کے بعد الف کو دراز کرنا) (۱۴)

چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر سوار تھے اس لیے اس کی حرکت کی وجہ سے آپؐ کی آواز میں تمدید اور اتار چڑھاؤ ہوتا رہا (۱۵) بعض حضرات کہتے ہیں کہ روایت میں "یرجّع" سے مراد امتداد پیدا کرنا نہیں ہے بلکہ اس کے معنی ہیں کہ آپ ایک ایک آیت کو بار بار لوٹا کر پڑھتے تھے کیونکہ ترجیع کے معنی لغت میں لوٹانے کے بھی آتے ہیں (۱۶) اور بعضوں نے کہا کہ "یرجع" کا مطلب یہ ہے کہ آپ خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کررہے تھے۔ (۱۷)

یہ بات تو تمام علماء کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ حسن صوت سے قرآن کی تلاوت کرنا مستحب ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب خوش الحانی کی وجہ سے قرآن کے حروف کے اندر کوئی کمی بیشی واقع نہ ہوتی ہو اور مخارج پر اثر نہ پڑتا ہو، لیکن اگر گانے کے تال وسر کی طرح آواز کو دراز کرکے تلاوت میں خوش الحانی پیدا کی جائے تو یہ جائز نہیں۔

---

(۱۲) فتح الباری: ۸/ ۱۰۔ (۱۳) طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۳۶

(۱۴) دیکھیے، کتاب التوحید، باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وروایۃ عن ربہ: ۲/ ۱۱۲۵

(۱۵) فتح الباری: ۱۳/ ۵۱۵، کتاب التوحید

(۱۶) دیکھیے معجم الوسیط: ۱/ ۳۳۱

(۱۷) فتح الباری: ۹/ ۹۲۔ کتاب فضائل القرآن، باب الترجیع

٤٠٣٢ : حدّثنا سُلَيمانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : حَدَّثَنَا سَعْدَانُ بْنُ يَحْيىٰ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ أَبِي حَفْصَةَ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ : أَنَّهُ قَالَ زَمَنَ الْفَتْحِ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، أَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا ؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيلٌ مِنْ مَنْزِلٍ) . ثُمَّ قَالَ : (لَا يَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ ، وَلَا يَرِثُ الْكَافِرُ الْمُؤْمِنَ) .

قِيلَ لِلزُّهْرِيِّ : وَمَنْ وَرِثَ أَبَا طَالِبٍ ؟ قَالَ : وَرِثَهُ عَقِيلٌ وَطَالِبٌ .

حضرت اسامۃ بن زید نے فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کل آپ کہاں قیام فرمائیں گے ؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقیل نے ہمارے لیے کوئی مکان چھوڑا بھی ہے ؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کی وفات کے بعد ان کی جائیداد کے وارث ومالک ان کے لڑکے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب بنے تھے ، ابوطالب کے چار بیٹے تھے ، طالب، حضرت عقیلؓ، حضرت جعفرؓ، حضرت علیؓ آخری دونوں حضرات تو سابقین اولین میں سے ہیں، عقیل فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے اور طالب بدر میں کفر کی حالت میں مارا گیا۔

چونکہ کافر کا وارث مسلمان نہیں ہوتا اور حضرت جعفر اور حضرت علی دونوں ابوطالب کے انتقال کے وقت مسلمان ہوچکے تھے اس لیے یہ ابوطالب کے وارث نہ بن سکے ، طالب اور عقیل ان کی میراث کے مالک بنے تھے ، پھر بعد میں عقیل نے وہ تمام مکانات ابوسفیان کے ہاتھ فروخت کردیئے تھے ، ”وھل ترک لنا عقیل من منزل؟“ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ (۱۸)

قَالَ مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : أَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا ؟ فِي حَجَّتِهِ ، وَلَمْ يَقُلْ يُونُسُ : حَجَّتِهِ ، وَلَا زَمَنَ الْفَتْحِ . [ر : ١٥١١]

یہ روایت زہری سے تین راویوں نے نقل کی ہے ۔ ❶ محمد بن ابی حفصہ ❷ معمر ❸ اور یونس ، محمد بن ابی حفصہ کی روایت میں تو یہ تصریح ہے کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال (این تنزل غدا؟) فتح مکہ کے موقع پر کیا تھا اور معمر کی روایت میں ہے کہ انہوں نے حجۃ الوداع کے موقع پر یہ سوال کیا تھا جبکہ یونس کی روایت میں فتح مکہ اور حج دونوں کا ذکر نہیں ہے ۔

تو اصل تعارض معمر اور محمد بن ابی حفصہ کی روایتوں میں ہے ، اگر مقابلہ کیا جائے تو معمر کی روایت ارجح ہے کیونکہ معمر، ابن ابی حفصہ کے مقابلہ میں اوثق واتقن ہیں، لہذا یہ روایت یہاں ذکر کرنے

---

(۱۸) تفصیل کے لیے دیکھیے ، فتح الباری: ۳/۴۵۳۔ کتاب الحج، باب توریث دور مکۃ وبیعہا وشرائہا

کے بجائے کتاب الحج میں ہونی چاہیئے اور امام بخاری نے اس روایت کو کتاب الحج میں ذکر بھی کیا ہے (۱۹) مگر چونکہ ابن ابی حفصہ کے طریق میں "زمن الفتح" کی تصریح ہے اس لیے امام نے اس احتمال پر اس کو یہاں بھی ذکر کردیا کہ ممکن ہے حجۃ الوداع کی طرح فتح مکہ کے موقع پر بھی یہ سوال ہوا ہو۔ واللہ اعلم

٤٠٣٣/٤٠٣٤ : حدّثنا أَبُو اليَمَانِ : حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ : حَدَّثَنَا أَبو الزِّنَادِ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (مَنْزِلُنَا – إِنْ شَاءَ اللّٰهُ ، إِذَا فَتَحَ اللّٰهُ – الْخَيْفُ ، حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ) .

الخیف بفتح الخاء وسکون الیاء ہے، پہاڑ کا نشیبی حصہ جو نالے سے بلند ہو، منی میں مسجد پہاڑ کے نشیب میں تھی اس لیے اس کو مسجد خیف کہا جاتا ہے، الخیف منزلنا کی خبر ہے۔

(٤٠٣٤) : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ : أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حِينَ أَرَادَ حُنَيْنًا : (مَنْزِلُنَا غَدًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ ، بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ ، حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ) . [ر : ١٥١٢]

٤٠٣٥ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ : حَدَّثَنَا مَالِكٌ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ ، فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ : ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الكَعْبَةِ ، فَقَالَ : (اقْتُلْهُ) . قَالَ مَالِكٌ : وَلَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ فِيمَا نُرَى – وَاللّٰهُ أَعْلَمُ – يَوْمَئِذٍ مُحْرِمًا . [ر : ١٧٤٩]

وعلی راسہ المغفر....

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر مغفر (خود) تھی کسی کو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ اللہ جلّ شانہ نے ﴿ واللہ یعصمک من الناس ﴾ (۲۰) فرما دیا تھا، تو پھر مغفر کے استعمال کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جلّ شانہ کے اس وعدہ پر اعتماد اور پختہ یقین تھا لیکن چونکہ یہ دنیا دارالاسباب ہے اس لیے آپ یہاں اسباب اختیار کرتے تھے اور جنگ کے وقت "خود" حفاظت کا ایک سبب ہے، نیز اس میں امت کو یہ تعلیم دینا مقصود تھا کہ آدمی کو چاہے کتنا ہی محفوظ کیوں نہ ہو بہرحال اپنے تحفظ کے اسباب اختیار کرنے چاہئیں۔ (۲۱)

---

(۱۹) دیکھیے، صحیح بخاری، کتاب الحج، باب توریث دور مکۃ وبیعہا وشرائہا، رقم الحدیث ۱۵۸۸۔ وہاں یہ روایت یونس کے طریق سے منقول ہے۔ (۲۰) سورۃ المائدہ / ۶۷ (۲۱) دیکھیے زاد المعاد: ۳ / ۴۱۰

قال مالک: ولم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما نری۔ واللہ اعلم۔ محرما

"امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے خیال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز احرام نہیں باندھا تھا۔"

مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی تین صورتیں ہیں۔ ❶ ایک یہ کہ آدمی اداء نسک کے لیے داخل ہورہا ہے، اس صورت میں تو بالاتفاق بغیر احرام کے داخلہ جائز نہیں ہے۔ ❷ دوسری صورت یہ ہے کہ آدمی حرب وقتال کے لیے داخل ہورہا ہے، اس صورت میں امام طحاوی نے ائمہ احناف سے نقل کیا ہے کہ بلا احرام داخلہ جائز نہیں (۲۲) علامہ ابن القیم نے جواز نقل کیا ہے، (۲۳) امام مالک کا یہ قول ابن قیم کی تائید میں ہے۔ ❸ تیسری صورت یہ ہے کہ حاجت متکررہ کی وجہ سے داخل ہورہا ہے جیسے ٹیکسی اور بس کے ڈرائیور حضرات کو باہر سے سواریاں لیکر بار بار داخل حرم آنا پڑتا ہے، فقہاء حنفیہ کے نزدیک اس صورت میں بھی بلا احرام داخلہ جائز نہیں ہے باقی ائمہ اس صورت میں بغیر احرام کے داخل ہونے کی اجازت دیتے ہیں (۲۴) لیکن چونکہ ڈرائیور وغیرہ حضرات کے لیے احرام کی پابندی مشکل ہے اس لیے اب حنفی علماء بھی دوسرے فقہاء کے مسلک کے مطابق جواز کا فتوی دیتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

٤٠٣٦ : حدّثنا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ : أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ ، وَحَوْلَ الْبَيْتِ سِتُّونَ وَثَلَاثُمِائَةِ نُصُبٍ ، فَجَعَلَ يَطْعُنُهَا بِعُودٍ فِي يَدِهِ وَيَقُولُ: «جاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ» «جاءَ الْحَقُّ وَما يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَما يُعِيدُ» . [ر : ٢٣٤٦]

٤٠٣٧ : حدّثني إِسْحٰقُ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قالَ : حَدَّثَنِي أَبِي : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ ، أَبَى أَنْ يَدْخُلَ الْبَيْتَ وَفِيهِ الْآلِهَةُ ، فَأَمَرَ بِهَا فَأُخْرِجَتْ ، فَأُخْرِجَ صُورَةُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ فِي أَيْدِيهِمَا مِنَ الْأَزْلَامِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (قَاتَلَهُمُ اللهُ ، لَقَدْ عَلِمُوا : ما اسْتَقْسَمَا بِهَا قَطُّ) . ثُمَّ دَخَلَ الْبَيْتَ ، فَكَبَّرَ فِي نَوَاحِي الْبَيْتِ ، وَخَرَجَ وَلَمْ يُصَلِّ فِيهِ .

تَابَعَهُ مَعْمَرٌ ، عَنْ أَيُّوبَ .

وَقَالَ وُهَيْبٌ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ١٥٢٤]

---

(۲۲) دیکھیے شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱/۵۰۶۔ کتاب مناسک الحج، باب دخول الحرم هل یصلح بغیر احرام۔

(۲۳) دیکھیے زاد المعاد، ۳/۲۲۸۔

(۲۴) دیکھیے، المغنی لابن قدامة: ۳/۱۱۶۔۱۱۷۔ حکم من جاوز المیقات غیر محرم

حدثنی اسحاق.... فکبر فی نواحی البیت وخرج ولم یصل فیہ

اس روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز بیت اللہ شریف کے اندر نہیں پڑھی لیکن آگے حضرت بلال کی روایت آرہی ہے جس میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور وہی راجح ہے کیونکہ جب نافی ومثبت میں تعارض ہوجائے تو ترجیح مثبت کو دی جاتی ہے۔ (۲۵)

باب : دُخُولِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ .

٤٠٣٨ : وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي يُونُسُ قَالَ : أَخْبَرَنِي نَافِعٌ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَقْبَلَ يَوْمَ الْفَتْحِ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ عَلَى رَاحِلَتِهِ ، مُرْدِفًا أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ ، وَمَعَهُ بِلَالٌ ، وَمَعَهُ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ مِنَ الْحَجَبَةِ ، حَتَّى أَنَاخَ فِي الْمَسْجِدِ ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَأْتِيَ بِمِفْتَاحِ الْبَيْتِ ، فَدَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَمَعَهُ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ ، فَمَكَثَ فِيهِ نَهَارًا طَوِيلاً ، ثُمَّ خَرَجَ فَاسْتَبَقَ النَّاسُ ، فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ أَوَّلَ مَنْ دَخَلَ ، فَوَجَدَ بِلَالاً وَرَاءَ الْبَابِ قَائِمًا ، فَسَأَلَهُ : أَيْنَ صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ؟ فَأَشَارَ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ . قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : فَنَسِيتُ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلَّى مِنْ سَجْدَةٍ . [ر : ٣٨٨]

٤٠٣٩/٤٠٤٠ : حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَارِجَةَ : حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ الَّتِي بِأَعْلَى مَكَّةَ .

تَابَعَهُ أَبُو أُسَامَةَ وَوُهَيْبٌ فِي كَدَاءٍ .

(٤٠٤٠) : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ : دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ . [ر : ١٥٠٢]

وقال اللیث: حدثنی یونس.... اس روایت کے آخر میں ہے قال عبداللّٰہ: فنسیت ان اسالہ: کم صلی سجدۃ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت بلالؓ سے یہ پوچھنا بھول گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ

(۲۵) تفصیل کے لیے دیکھیے فتح الباری: ۳/۴۶۸۔ باب من کبر فی نواحی البیت، کتاب الحج

علیہ وسلم نے کتنی رکعت پڑھی؟ لیکن اس پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ بعض روایات میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ﴿ صلی رکعتین ﴾ کی تصریح وارد ہوئی ہے، (۲۶) بظاہر دونوں روایات میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔

بعض حضرات نے اس تعارض کو دور کرتے ہوئے کہا کہ ﴿ صلی رکعتین ﴾ والی روایت وہم ہے لیکن یہ بات ٹھیک اس لیے نہیں معلوم ہوتی کہ ﴿ صلی رکعتین ﴾ والی روایت کے راوی یحیی بن سعید القطان ہیں، ان جیسے حافظ حدیث اور اتقن راوی کی طرف وہم کی نسبت اول تو یہی بعید امر ہے پھر دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث کو روایت کرنے میں وہ منفرد بھی نہیں ہیں۔ (۲۷)

بعضوں نے یہ جواب دیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ صراحتاً حضرت بلالؓ سے دریافت کرنا بھول گئے تھے تاہم حضرت بلالؓ نے ان کے پوچھے بغیر اشارۃً بتادیا تھا کہ آپؐ نے دو رکعت پڑھی ہیں، لہذا جس روایت میں ہے کہ "میں پوچھنا بھول گیا تھا" اس سے صراحتاً پوچھنا مراد ہے اور جن روایات میں "صلی رکعتین" وارد ہوا ہے اس سے حضرت بلالؓ کا اشارۃً بتانا مراد ہے۔ (۲۸)

اور بعض علماء نے یہ جواب دیا کہ حضرت ابن عمرؓ واقعی رکعت کے سلسلہ میں سوال کرنا بھول گئے تھے، جن روایات میں ان سے "صلی رکعتین" کے الفاظ منقول ہیں تو چونکہ نماز کم از کم دو ہی رکعت ہوتی ہے اس سے کم نہیں ہوسکتی اس لیے اقل متیقن پر محمول کرتے ہوئے انہوں نے اپنی طرف سے یہ کہا ہے۔ (۲۹)

باب : مَنْزِلُ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ الْفَتْحِ .

٤٠٤١ : حدَّثنا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى : ما أَخْبَرَنَا أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي الضُّحٰى غَيْرَ أُمِّ هَانِئٍ ، فَإِنَّهَا ذَكَرَتْ : أَنَّهُ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اغْتَسَلَ فِي بَيْتِهَا ، ثُمَّ صَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ ، قالَتْ : لَمْ أَرَهُ صَلَّى صَلَاةً أَخَفَّ مِنْهَا ، غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ . [ر : ١٠٥٢]

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام حضرت ام ہانیؓ کے مکان میں تھا لیکن پیچھے گذر چکا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیف بنی کنانہ میں قیام فرمایا تھا، اس تعارض کا

(۲۶) چنانچہ بخاری نے کتاب الصلوۃ میں حضرت ابن عمرؓ کی یہ روایت حضرت یحیی بن سعید القطان کے طریق سے نقل کی ہے، اس کے آخر میں ہے ﴿ ثم خرج فصلی فی وجه الكعبة ركعتين ﴾ دیکھیے، صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ، باب قول اللہ تعالی: ﴿ واتخذوا من مقام ابراهيم مصلی ﴾ حدیث نمبر: ۳۹۷

(۲۷) دیکھیے، فتح الباری: ۱/ ۵۰۰ - ۵۰۱، کتاب الصلوۃ

(۲۸) فتح الباری: ۱/ ۵۰۰ (۲۹) فتح الباری: ۱/ ۵۰۰

جواب یہ ہے کہ اصلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیمہ تو خیف بنی کنانہ میں نصب کیا گیا تھا، لیکن آپ ام ہانیؓ کے مکان پر بھی تشریف لائے تھے اور کچھ دیر وہاں بھی قیام فرمایا تھا اس لیے اس کو بھی منزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تعبیر کردیا گیا۔ (۳۰)

باب

یہ باب بلا ترجمہ متعلقات فتح مکہ میں سے ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ غالباً امام بخاری نے بیاض چھوڑی تھی لیکن کوئی مناسب ترجمہ منعقد کرنے کا اتفاق نہیں ہوسکا۔ (۳۱)

٤٠٤٢ : حدثني مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ أَبِي الضُّحَى ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ : (سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ ، اللَّهُمَّ ٱغْفِرْ لِي) . [ر : ٧٦١]

٤٠٤٣ : حدثنا أَبُو النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ عُمَرُ يُدْخِلُنِي مَعَ أَشْيَاخِ بَدْرٍ ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ : لِمَ تُدْخِلُ هٰذَا الْفَتَى مَعَنَا وَلَنَا أَبْنَاءٌ مِثْلُهُ ؟ فَقَالَ : إِنَّهُ مِمَّنْ قَدْ عَلِمْتُمْ ، قَالَ : فَدَعَاهُمْ ذَاتَ يَوْمٍ وَدَعَانِي مَعَهُمْ ، قَالَ : وَمَا أُرِيتُهُ دَعَانِي يَوْمَئِذٍ إِلَّا لِيُرِيَهُمْ مِنِّي ، فَقَالَ : مَا تَقُولُونَ فِي : «إِذَا جَاءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ . وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ ٱللَّهِ أَفْوَاجًا» . حَتَّى خَتَمَ السُّورَةَ ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ : أُمِرْنَا أَنْ نَحْمَدَ ٱللَّهَ وَنَسْتَغْفِرَهُ إِذَا نُصِرْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : لَا نَدْرِي ، أَوْ لَمْ يَقُلْ بَعْضُهُمْ شَيْئًا ، فَقَالَ لِي : يَا ٱبْنَ عَبَّاسٍ ، أَكَذَاكَ تَقُولُ ؟ قُلْتُ : لَا ، قَالَ : فَمَا تَقُولُ ؟ قُلْتُ : هُوَ أَجَلُ رَسُولِ ٱللَّهِ ﷺ أَعْلَمَهُ ٱللَّهُ لَهُ : «إِذَا جَاءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ» . فَتْحُ مَكَّةَ ، فَذَاكَ عَلَامَةُ أَجَلِكَ : «فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَٱسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا» . قَالَ عُمَرُ : مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَعْلَمُ . [ر : ٣٤٢٨]

٤٠٤٤ : حدثنا سَعِيدُ بْنُ شُرَحْبِيلَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ ، عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ : أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ ، وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ : ٱئْذَنْ لِي أَيُّهَا الْأَمِيرُ ، أُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُولُ ٱللَّهِ ﷺ الْغَدَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ ، سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي ، وَأَبْصَرَتْهُ

(۳۰) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۸۵ (۳۱) فتح الباری: ۸/ ۳۰

عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ : إِنَّهُ حَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ، ثُمَّ قَالَ : (إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ ، وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ ، لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا ، وَلَا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرًا ، فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِيهَا ، فَقُولُوا لَهُ : إِنَّ اللّٰهَ أَذِنَ لِرَسُولِهِ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ ، وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي فِيهَا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ ، وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ ، وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ) . فَقِيلَ لِأَبِي شُرَيْحٍ : مَاذَا قَالَ لَكَ عَمْرٌو ؟ قَالَ : قَالَ : أَنَا أَعْلَمُ بِذٰلِكَ مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ ، إِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيذُ عَاصِيًا ، وَلَا فَارًّا بِدَمٍ ، وَلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ .

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ : الْخَرْبَةُ : الْبَلِيَّةُ . [ر : ۱۰٤]

٤٠٤٥ : حدَّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ يَزِيدَ بْنَ أَبِي حَبِيبٍ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ ، عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ : (إِنَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ) . [ر : ۲۱۲۱]

حدثنا ابو النعمان....

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "کان عمر یدخلنی مع اشیاخ بدر" حضرت فاروق اعظمؓ پیچیدہ مسائل میں اشیاخ بدر سے مشورہ لیتے تھے اور ان میں ابن عباسؓ کو بھی داخل کرتے تھے، یہ بالکل نوعمر تھے، اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ ابن عباس کو ارباب، مشورہ میں شریک کرتے ہیں، حالانکہ ان جیسے تو ہمارے لڑکے ہیں یعنی عمر کے لحاظ سے انکے برابر ہیں تو آپ ان کو اس کم عمری کے باوجود اتنی اہمیت کیوں دیتے ہیں؟ حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ اللہ نے ان کو کتنا علم اور کس قدر فراست عطا فرمائی ہے تم کو معلوم ہے اسی کی وجہ سے میں ان کو مشورہ میں داخل کرتا ہوں - اس کے بعد حضرت عمرؓ نے ایک دن ان سب حضرات کو جمع کیا، حضرت ابن عباسؓ سمجھ گئے کہ آج وہ چاہتے ہیں کہ ان کے سامنے میرے علم وفضل کو ظاہر کردیں، چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان سب حضرات سے پوچھا کہ ﴿اذاجاء نصر اللہ والفتح...﴾ کی تفسیر کے متعلق آپ حضرات کی کیا رائے ہے؟ اور اس سورۃ کا کیا مقصد ہے؟ اب اس میں تین فریق ہوگئے، ایک فریق بولا کہ اس میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اللہ جب تمہیں نصرت وفتح دیں تو تم حمد واستغفار کرو، دوسرے فریق نے اپنی لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے "لاندری" کہہ دیا اور تیسرا فریق خاموش رہا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس سورۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی اطلاع دی گئی ہے اور.... ﴿ اذاجاء نصر اللہ والفتح ﴾ میں فتح

سے مراد فتح مکہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب مکہ فتح ہوجائے تو یہ آپ کی وفات کے قریب ہونیکی علامت ہے، لہذا آپ اپنے رب کی حمد اور تسبیح بیان کریں اور استغفار کریں، اللہ سبحانہ وتعالی توبہ قبول کرنے والے ہیں۔

علماء کرام نے فرمایا کہ اصل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ خواتم الامور میں آپ توبہ واستغفار کیا کرتے تھے، بیت الخلاء سے نکلتے تو ﴿غفرانک﴾ فرماتے جیساکہ ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے، (۳۲) اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقؓ کو دعاء تلقین فرمائی کہ نماز کے اختتام پر یہ پڑھو، ﴿ اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا، ولا یغفر الذنوب الا انت، فاغفرلی مغفرۃ من عندک وارحمنی، انک انت الغفور الرحیم﴾ (۳۳) اسی طرح وضو کے اختتام پر ﴿ اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین ﴾ آپ پڑھا کرتے تھے۔ (۳۴) حج سے فراغ پر حق تعالی شانہ نے ارشاد فرمایا، ﴿ ثم افیضوا من حیث افاض الناس، واستغفر اللہ، ان اللہ غفور رحیم﴾ (۳۵) تو چونکہ ہر کام کے اختتام پر توبہ واستغفار آپ کا معمول تھا اور قرآن نے بھی اس کی طرف توجہ دلائی ہے اس سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ بات اخذ کی کہ سورۃ نصر میں آپ کو توبہ واستغفار کا حکم دیا جانا آپ کی زندگی کے اختتام اور وفات کی طرف اشارہ ہے۔ (۳۶)

دوسری ایک بات علماء نے یہ فرمائی ہے کہ قرآن شریف میں جگہ جگہ اللہ تبارک وتعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف احکام دیئے، کہیں فرمایا، ﴿ فاصدع بما تؤمر﴾ (۳۷) کہیں حکم ہے ﴿ یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک﴾ (۳۸) کہیں ارشاد ہے ﴿ یاایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن﴾ (۳۹) غرض جگہ جگہ یہ حکم دیا جارہا ہے، آپ یوں کیجئے، یوں کیجئے، یہ کیجئے، لیکن فتح مکہ جو فتح اعظم ہے اور جو درحقیقت سارے عرب کی فتح ہے اس پر حق تعالی شانہ نے کوئی اہم پیغام اور عام لوگوں سے متعلق کوئی حکم آپؐ کو نہیں دیا بلکہ توبہ واستغفار کا حکم دیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کام کے لیے آپؐ کی بعثت ہوئی تھی وہ کام پورا ہوچکا ہے، اب مزید آپؐ سے کوئی اور کام نہیں لینا ہے بلکہ اب حکم یہ ہے کہ آپؐ اللہ کی ذات اور اس کی صفات جمالیہ وجلالیہ کو پیش نظر رکھ کر سبحان اللہ کا ورد

---

(۳۲) سنن ترمذی، ابواب الطھارۃ، باب ما یقول اذا خرج من الخلاء، رقم الحدیث: ۷۔

(۳۳) دیکھیے سنن کبری للبیہقی: ۲/ ۱۵۴۔ کتاب الصلاۃ، باب ما یستحب لہ ان لا یقصر عنہ من الدعاء

(۳۴) الحدیث اخرجہ الترمذی فی ابواب الطھارۃ، باب فیما یقال بعد الوضوء ولفظہ: ﴿ من توضأ فاحسن الوضوء ثم قال: اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ، اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین، فتحت لہ ثمانیۃ ابواب الجنۃ یدخل من ایھا شاء﴾ رقم الحدیث: ۵۵

(۳۵) سورۃ البقرۃ / ۱۹۹ (۳۶) دیکھیے فتح الباری: ۸/ ۷۳۴ کتاب التفسیر، سورۃ اذا جاء نصر اللہ

(۳۷) سورۃ الحجر / ۹۴ (۳۸) سورۃ المائدۃ / ۶۷ (۳۹) سورۃ الاحزاب / ۵۹

کیجیے اور اگر بتقاضائے بشریت کہیں آپ سے کوئی سہو ہوا ہے اور کوئی کام آپ کے مرتبہ سے کم صادر ہوگیا ہے تو اس کے لیے آپ استغفار کا اہتمام کیجیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو چونکہ اللہ جلّ شانہ نے تفسیر قرآن کا بہت بلند درجۂ علم اور فہم عطا فرمایا تھا اس لیے وہ اس نکتہ کو سمجھ گئے تھے اور فرمایا کہ اس سورۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی اطلاع دی گئی ہے۔ واللہ اعلم

حدثنا قتیبۃ، حدثنا اللیث....

یہ روایت پوری تفصیل کے ساتھ کتاب البیوع میں صفحہ ۲۹۸ پر گذر چکی ہے۔

باب : مَقَامُ النَّبِيِّ ﷺ بِمَكَّةَ زَمَنَ الْفَتْحِ

٤٠٤٦ : حدثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ. وَحَدَّثَنَا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ يَحْيَى ٱبْنِ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قَالَ : أَقَمْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَشْرًا نَقْصُرُ الصَّلَاةَ . [ر : ١٠٣١]

٤٠٤٧/٤٠٤٨ : حدثنا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا عاصِمٌ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : أَقامَ النَّبِيُّ ﷺ بِمَكَّةَ تِسْعَةَ عَشَرَ يَوْمًا يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ .

(٤٠٤٨) : حدثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ ، عَنْ عاصِمٍ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ قالَ : أَقَمْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ تِسْعَ عَشْرَةَ نَقْصُرُ الصَّلَاةَ . وَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : وَنَحْنُ نَقْصُرُ ما بَيْنَنَا وَبَيْنَ تِسْعَ عَشْرَةَ ، فَإِذَا زِدْنَا أَتْمَمْنَا . [ر : ١٠٣٠]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں سب سے پہلے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے جس میں ہے کہ آپ نے دس دن قیام فرمایا اور نماز میں قصر کرتے رہے۔

اس باب کی دوسری روایت حضرت ابن عباس سے منقول ہے اس میں ہے کہ آپ نے انیس دن قیام فرمایا اور قصر کرتے رہے۔

لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ حضرت انس کی روایت کا تعلق حجۃ الوداع سے ہے (۴۱) اور حضرت

(۴۱) اگرچہ یہاں بخاری کی روایت میں حجۃ الوداع کی تصریح نہیں ہے یہاں تو صرف ﴿ اقمنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرا نقصر الصلاۃ ﴾ کے الفاظ ہیں البتہ امام مسلم نے بھی روایت یحیی بن اسحاق کے طریق سے نقل کی ہے، اس میں ہے ﴿ خرجنا من المدینۃ الی الحج ﴾ وہاں حج کی تصریح ہے (دیکھیے، صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، رقم الحدیث: ۶۹۳۔ ۱/۴۸۱)

ابن عباسؓ کی روایت کا تعلق فتح مکہ سے ہے، (۴۲) حضرت ابن عباسؓ کی روایت کو اس باب میں ذکر کرنا تو برمحل ہے لیکن حضرت انسؓ کی روایت کس مناسبت سے امام نے یہاں ذکر کی؟

حافظ ابن حجر عسقلانی اور ان کی اتباع میں علامہ قسطلانی، علامہ ابویوسف یعقوبؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ حضرت انسؓ کی روایت ذکر کرکے امام بخاریؒ بیک وقت دونوں روایات سامنے لانا چاہتے ہیں اور اس طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں واقعے بالکل الگ الگ ہیں، ایک کا تعلق فتح مکہ سے اور دوسری روایت کا تعلق حجۃ الوداع سے ہے۔ (۴۳)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس توجیہ پر دل مطمئن نہیں ہوتا، ابواب تقصیر الصلوۃ میں بھی امام نے ان دونوں روایات کو ذکر کیا ہے (۴۴) حضرت مولانا محمد یونس صاحب نے فرمایا میری رائے یہ ہے کہ درحقیقت امام بخاریؒ دونوں حدیثوں کو ایک ہی واقعہ سے متعلق سمجھ رہے ہیں اور اس سمجھنے میں ان سے وہم واقع ہوا ہے (۴۵) والوھم لایخلو منہ احد

حدثنا احمد بن یونس....

قال ابن عباس: ونحن نقصر ما بیننا وبین تسع عشرۃ، فاذا زدنا اتممنا۔

"حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ انیس دن تک تو ہم قصر کریں گے لیکن اگر انیس دن سے قیام بڑھ جائے تو پھر ہم اتمام کریں گے۔"

ائمہ اربعہ میں سے یہ کسی کا مسلک نہیں ہے، البتہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ

---

(۴۲) حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں بھی یہاں یہ تصریح نہیں ہے کہ ان کی روایت کا واقعہ فتح مکہ سے متعلق ہے البتہ حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت امام بخاریؒ نے کتاب تقصیر الصلاۃ میں نقل کی ہے، وہاں حافظ ابن حجرؒ نے تشریح کرتے ہوئے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ ابن عباسؓ کی روایت کا تعلق فتح مکہ سے ہے۔ (دیکھیے فتح الباری: ۲/ ۵۶۱- ۵۶۲)

(۴۳) فتح الباری: ۸/ ۲۱

(۴۴) صحیح بخاری، کتاب تقصیر الصلاۃ، باب ما جاء فی تقصیر الصلاۃ، وکم یقیم حتی یقصر، حدیث نمبر ۱۰۸۰ و ۱۰۸۱

(۴۵) اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام بخاری نے "کتاب تقصیر الصلاۃ" میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے۔ "باب کم اقام النبی فی حجتہ؟" اور اس کے تحت حضرت ابن عباسؓ کی مذکورہ روایت نقل کی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری حضرت ابن عباسؓ کی روایت کو بھی حجۃ الوداع سے متعلق سمجھ رہے ہیں۔ اس طرح حضرت انسؓ اور حضرت ابن عباسؓ دونوں کی روایات امام کے نزدیک حجۃ الوداع سے متعلق ہیں۔ (دیکھیے صحیح بخاری، کتاب تقصیر الصلاۃ، باب کم اقام النبی ﷺ فی حجتہ، رقم الحدیث: ۱۰۸۵)

اٹھارہ دن تو ہم قصر کریں گے اس سے زیادہ ہو تو اتمام کریں گے، (۴۶) قصر صلوۃ سے **متعلق تفصیلی بحث** "ابواب قصر الصلوۃ" میں گذر چکی ہے۔

فتح مکہ کے موقع پر حضورؐ کی مدت قیام میں اختلاف اور اس کا حل

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام مکہ مکرمہ میں فتح کے زمانہ میں کتنا رہا؟ اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں، امام ابوداود نے یہ مختلف روایات نقل کی ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت باب میں انیس دن کا ذکر ہے، عمران بن حصین کی روایت میں اٹھارہ دن (۴۷) بعض روایات میں سترہ دن (۴۸) اور حضرت ابن عباسؓ کی ایک اور روایت میں پندرہ دن کا ذکر ہے۔ (۴۹)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے چاروں قسم کی ان روایات کو اس طرح جمع کیا ہے کہ جن حضرات نے انیس دن نقل کئے ہیں انہوں نے یوم دخول اور یوم خروج کو شمار کیا اور جن روایات میں یوم دخول اور یوم خروج دونوں کو حذف کردیا ان میں سترہ دن کا ذکر ہے اور جن لوگوں نے ان دو میں سے کسی ایک کو حذف کیا انہوں نے اٹھارہ دن کی مدت بیان کی، باقی رہی پندرہ دن والی روایت تو علامہ نوویؒ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (۵۰)

لیکن علامہ نوویؒ کی یہ تضعیف صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں (۵۱) بلکہ حضرت انورشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پندرہ دن والی روایت ہی راجح ہے (۵۲) البتہ اس میں

---

(۴۶) فتح الباری: ۲/ ۵۶۲۔ کتاب تقصیر الصلوۃ۔ امام شافعیؒ کا یہ مذہب اس صورت میں ہے جب مسافر نے کسی معین مدت تک مقیم ہونے کا ارادہ نہ کیا ہو بلکہ کسی ضرورت اور حاجت کی وجہ سے وہ مقیم ہو اور ارادہ یہ ہو کہ جب بھی حاجت پوری ہوجائے گی چلا جاوں گا، ایسی صورت میں امام شافعیؒ کا مذہب حافظ ابن حجرؒ نے یہ لکھا ہے کہ اٹھارہ دن تک وہ قصر کرسکتا ہے لیکن اگر مدت قیام اس سے بڑھ جائے تو پھر اتمام کرے گا۔

البتہ امام نوویؒ نے "المجموع شرح المہذب" میں اٹھارہ دن کے بجائے سترہ دن کی مدت لکھی ہے، اس سلسلے میں امام شافعیؒ کے دوسرے اقوال بھی لکھے ہیں۔ (دیکھیے المجموع شرح المہذب، باب صلاۃ المسافر، ج ۴/ ۳۵۹۔ ۳۶۰)

(۴۷) الحدیث اخرجہ ابوداود عن عمران ابن حصین، قال: غزوت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وشہدت معہ الفتح، فاقام بمکۃ ثمانی عشرۃ لیلۃ لا یصلی الا رکعتین ویقول: ﴿یا اہل البلد، صلوا اربعا، فانا قوم سفر﴾ (سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب متی یتم المسافر؟ رقم الحدیث: ۱۲۲۹)

(۴۸) الحدیث اخرجہ ابوداود عن ابن عباس: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقام سبع عشرۃ بمکۃ، یقصر الصلاۃ۔ (سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب متی یتم المسافر؟ رقم الحدیث: ۱۲۳۰)

(۴۹) الحدیث ایضاً اخرجہ ابوداود عن ابن عباس قال: اقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ عام الفتح خمس عشرۃ، یقصر الصلاۃ۔ (سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب متی یتم المسافر؟ رقم ۱۲۳۱)

(۵۰) دیکھیے فتح الباری: ۲/ ۵۶۲۔ کتاب تقصیر الصلاۃ (۵۱) فتح الباری: ۲/ ۵۶۲۔ کتاب تقصیر الصلاۃ (۵۲) فیض الباری: ۴/ ۱۱۲۔ کتاب المغازی

کوئی شک نہیں کہ اکثر روایات انیس دن کے قیام پر دلالت کرتی ہیں، امام بخاری کا میلان بھی اسی طرف ہے اور اسحاق بن راھویہ کی بھی یہی رائے ہے۔ (۵۳)

باقی رہی یہ بات کہ انیس دن قیام میں آپؐ نے قصر کیا جبکہ حنفیہ کے نزدیک مدت قصر پندرہ دن ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی مسافر کا ارادہ پندرہ دن سے زیادہ قیام کا نہ ہو، اس کے باوجود اس کا قیام پندرہ دن سے زیادہ ہوجائے تب بھی وہ قصر ہی کرتا رہے گا، یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پندرہ دن قیام کا ارادہ نہیں فرمایا تھا لیکن آپؐ کا قیام طویل ہوتا گیا اور آپؐ اس میں قصر فرماتے رہے۔ واللہ اعلم

باب

٤٠٤٩ : وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي يُونُسُ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ ٱللهِ بْنُ ثَعْلَبَةَ ٱبْنِ صُعَيْرٍ ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ قَدْ مَسَحَ وَجْهَهُ عامَ الْفَتْحِ .

٤٠٥٠ : حدّثني إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ سُنَيْنٍ أَبِي جَمِيلَةَ قَالَ : أَخْبَرَنَا ، وَنَحْنُ مَعَ ٱبْنِ الْمُسَيَّبِ ، قالَ : وَزَعَمَ أَبُو جَمِيلَةَ أَنَّهُ أَدْرَكَ النَّبِيَّ ﷺ ، وَخَرَجَ مَعَهُ عامَ الْفَتْحِ .

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جیسے فقہاء حضرات کسی کتاب کے آخر میں کوئی فصل یا باب مسائل شتی بیان کرنے کے لیے قائم کرتے ہیں، اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے غزوۂ فتح کے آخر میں یہ باب فتح مکہ سے متعلق مختلف امور بیان کرنے کے لیے قائم کیا۔ (۵۴)

اس کے بعد امام بخاری نے حضرت لیث کی تعلیق ذکر کی، اس تعلیق کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں موصولا نقل کیا ہے (۵۵) اور اس کے ذکر کرنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ عبداللہ بن ثعلبہ بن صُعَیر صحابی ہیں اور فتح مکہ کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت انہیں نصیب ہوئی ہے اور آپؐ نے فتح مکہ کے موقع پر ان کے چہرے پر دست مبارک پھیرا ہے۔

٤٠٥١ : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلِمَةَ .

---

(۵۳) فتح الباری: ۲/ ۵۶۲ کتاب تقصیر الصلاۃ

(۵۴) الابواب والتراجم: ۲/ ۸۔

(۵۵) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۸۸

قَالَ : قَالَ لِي أَبُو قِلَابَةَ : أَلَا تَلْقَاهُ فَتَسْأَلَهُ ؟ قَالَ فَلَقِيتُهُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ : كُنَّا بِمَاءٍ مَمَرَّ النَّاسِ ، وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا الرُّكْبَانُ فَنَسْأَلُهُمْ : مَا لِلنَّاسِ ، مَا لِلنَّاسِ ؟ مَا هٰذَا الرَّجُلُ ؟ فَيَقُولُونَ : يَزْعُمُ أَنَّ اللّٰهَ أَرْسَلَهُ ، أَوْحٰى إِلَيْهِ . أَوْ : أَوْحَى اللّٰهُ بِكَذَا ، فَكُنْتُ أَحْفَظُ ذٰلِكَ الْكَلَامَ ، وَكَأَنَّمَا يُقَرُّ فِي صَدْرِي ، وَكَانَتِ الْعَرَبُ تَلَوَّمُ بِإِسْلَامِهِمُ الْفَتْحَ ، فَيَقُولُونَ : اتْرُكُوهُ وَقَوْمَهُ ، فَإِنَّهُ إِنْ ظَهَرَ عَلَيْهِمْ فَهُوَ نَبِيٌّ صَادِقٌ ، فَلَمَّا كَانَتْ وَقْعَةُ أَهْلِ الْفَتْحِ ، بَادَرَ كُلُّ قَوْمٍ بِإِسْلَامِهِمْ ، وَبَدَرَ أَبِي قَوْمِي بِإِسْلَامِهِمْ ، فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ : جِئْتُكُمْ وَاللّٰهِ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ ﷺ حَقًّا ، فَقَالَ: (صَلُّوا صَلَاةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا ، وَصَلُّوا صَلَاةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا ، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ أَحَدُكُمْ ، وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْثَرُكُمْ قُرْآنًا). فَنَظَرُوا فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَكْثَرَ قُرْآنًا مِنِّي ، لِمَا كُنْتُ أَتَلَقَّى مِنَ الرُّكْبَانِ ، فَقَدَّمُونِي بَيْنَ أَيْدِيهِمْ ، وَأَنَا ابْنُ سِتٍّ أَوْ سَبْعِ سِنِينَ ، وَكَانَتْ عَلَيَّ بُرْدَةٌ ، كُنْتُ إِذَا سَجَدْتُ تَقَلَّصَتْ عَنِّي ، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْحَيِّ : أَلَا تُغَطُّونَ عَنَّا اسْتَ قَارِئِكُمْ ؟ فَاشْتَرَوْا فَقَطَعُوا لِي قَمِيصًا ، فَمَا فَرِحْتُ بِشَيْءٍ فَرَحِي بِذٰلِكَ الْقَمِيصِ .

حضرت ایوب سختیانی فرماتے ہیں کہ ابو قلابہ نے مجھ سے کہا کہ تم حضرت عمرو بن سلمہؓ سے نہیں ملتے ہو تاکہ ان سے ان کے مسلمان ہونے کا قصہ سن سکو؟ ایوب کہتے ہیں کہ میں حضرت عمرو بن سلمہ سے ملا اور ان سے ان کے اسلام لانے کا قصہ دریافت کیا۔ حضرت عمرو بن سلمہ نے اپنے اور اپنے قبیلہ کے مسلمان ہونے کا قصہ بیان فرماتے ہوئے کہا کہ ہم ایک ایسے چشمہ کے پاس رہتے تھے جو آنے جانے والے قافلوں کی گذرگاہ تھا، مختلف قافلے ہمارے پاس سے ہو کر گذرتے تھے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان کردیا تھا اس لیے) ہم ان قافلوں سے پوچھتے کہ یہ آدمی کیسا ہے، اور لوگوں کا کیا رجحان ہے؟ تو قافلے والے کہتے کہ یہ شخص اپنے متعلق رسول اللہ ہونے کا دعوی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ جل شانہ نے اس کی طرف یہ وحی بھیجی ہے (اور قافلہ کے لوگ وہ وحی سناتے تھے) حضرت عمرو بن سلمہ فرماتے ہیں۔

فکنت احفظ ذاک الکلام، فکانما یقر فی صدری

"میں اس کلام (الٰہی) کو یاد کرتا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ کلام میرے سینہ میں پیوست ہورہا ہے۔" یقر میں چار روایتیں ہیں۔

❶ ایک "یقر" قرار سے، اوپر ترجمہ اسی کے مطابق کیا گیا ❷ دوسری روایت "یقرأ" قراءت سے ہے، یعنی گویا کہ وہ کلام میرے دل میں پڑھا جارہا ہے اور میرے دل کی آواز ہے ❸ تیسری "یقرّی" ہے، یہ "تقریہ" سے ہے، جس کے معنی جمع کرنے کے آتے ہیں۔ قریت الماء اذا جمعتہ، یقرّی فی

صدری ای یجمع فی صدری ⊙ چوتھی روایت "یغرّی" "تغریہ" سے ماخوذ ہے جس کے معنی چپکانے کے آتے ہیں "غرا" گوند کو کہتے ہیں، "یغرّی فی صدری" کا مطلب ہوگا گویا کہ وہ کلام میرے سینہ میں چپکا دیا جاتا اور دل پہ نقش ہوجاتا، اس آخری روایت کو قاضی عیاض نے راجح قرار دیا۔ (۵۶)

وکانت العرب تلوّم باسلامهم الفتح

"اور عرب اپنے اسلام لانے کے لیے فتح مکہ کا انتظار کررہے تھے" تلوّم: تنتظر

چنانچہ جب مکہ فتح ہوگیا تو ہر قبیلہ اسلام کی طرف دوڑا، میرے والد نے بھی اپنی قوم کے اسلام میں جلدی کی (اور اپنی قوم کی جانب سے ایلچی بن کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے) جب وہاں سے واپس آئے تو کہنے لگے، بخدا! میں تمہارے پاس ایک نبی برحق کے پاس سے آیا ہوں جس نے ہدایت دیتے ہوئے مجھ سے کہا کہ فلاں وقت فلاں نماز اور فلاں وقت فلاں نماز پڑھو، جب نماز کا وقت آئے تو ایک آدمی اذان دے اور جو سب سے زیادہ قرآن جانتا ہو وہ امامت کرے، حضرت عمرو بن سلمہؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے جب غور کیا تو مجھ سے زیادہ کسی کو قرآن یاد نہیں تھا کیونکہ میں آنے والے قافلوں سے قرآن سیکھا کرتا تھا چنانچہ انہوں نے مجھے امام بنایا اس وقت میں چھ یا سات سال کا تھا، بخاری کی اس روایت میں "وانا ابن ست اوسبع سنین" ہے۔ ابوداود کی روایت میں "انا ابن سبع اوثمان سنین" ہے (۵۷) نسائی کی روایت میں "انا ابن ثمان" بلاتردد وارد ہوا ہے (۵۸) اور ابن جارود کی روایت میں "انا ابن ست" بلاتردد آیا ہے (۵۹) بہرحال ان کی عمر اس وقت چھ اور آٹھ سال کے درمیان تھی۔

فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک چادر تھی جب میں سجدہ میں جاتا تو وہ سکڑ جاتی (اور پیچھے سے ستر کھل جاتا) قبیلہ کی ایک عورت بولی "الا تغطون عنا است قارئکم" "تم اپنے قاری صاحب کا سرین ہم سے کیوں نہیں چھپاتے ہو" پھر لوگوں نے کپڑا خرید کر میرے لیے ایک قمیص بنائی، اس قمیص سے مجھے جتنی خوشی ہوئی اتنی خوشی کسی اور چیز سے نہیں ہوئی۔

امامت صبی کا مسئلہ

صبی کی امامت کا مسئلہ کتاب الصلوۃ میں گذر چکا ہے، امام شافعیؒ مطلقاً اس کے جواز کے قائل ہیں

---

(۵۶) دیکھیے عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۹۰۔ وفتح الباری: ۸/ ۲۳

(۵۷) دیکھیے سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب من احق بالامامۃ، رقم الحدیث ۵۸۵

(۵۸) دیکھیے، سنن النسائی، کتاب الامامۃ، باب امامۃ الغلام قبل ان یحتلم: ۱/ ۱۲۷

(۵۹) دیکھیے المنتقی لابن جارود، کتاب الصلاۃ، باب الجماعۃ والامامۃ: ۱۱۴۔

امام ثوری اور امام مالک مطلقاً کراہت کے قائل ہیں، امام ابوحنیفہ اور امام احمد کا مشہور قول یہ ہے کہ صبی نوافل میں امامت کرسکتا ہے، فرائض میں نہیں کرسکتا۔ (۶۰)

روایت باب امام شافعیؒ کی دلیل ہے، حنفیہ اور حنابلہ وغیرہ اس کا یوں جواب دیتے ہیں کہ یہ عمل ان لوگوں نے خود سے کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی "تقریر" اس عمل کو حاصل نہیں لہذا قابل استدلال نہیں (۶۱) مگر دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ یہ نزول وحی کا زمانہ تھا، اگر یہ عمل ناجائز ہوتا تو وحی کے ذریعہ تنبیہ آجاتی جیسے حضرت جابرؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ نے عزل کے جواز پر دلیل یہ پیش کی تھی ﴿کنا نعزل والقرآن ینزل، ورسول اللہ بین اظہرنا﴾ اگر عزل ناجائز ہوتا تو قرآن کریم اس کی حرمت کی تصریح کردیتا حالانکہ اس نے تصریح نہیں کی جس سے معلوم ہوتا ہے اس میں حرمت نہیں ہے، اسی طرح یہاں پر بھی نابالغ کی امامت کا عمل اگر ناجائز تھا تو اس کی تصریح آنی چاہیئے تھی۔ (۶۲)

لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ اس روایت ہی کو اگر "امامت صبی" کے جواز پر مستدل بنانا ہے تو اس میں یہ بھی آیا ہے کہ سجدہ کے وقت ان کا کشف عورت ہوجاتا تھا حالانکہ کشف عورت سے بالاتفاق نماز جاتی رہتی ہے تو پھر اس کا کیا جواب آپ دیں گے؟ (۶۳)

حقیقت یہ ہے کہ اس روایت سے استدلال درست نہیں ہے، دراصل یہ لوگ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، احکام صلوۃ سے پوری طرح باخبر نہیں تھے، سب سے زیادہ قرآن چونکہ عمرو بن سلمہؓ کو یاد تھا اس لیے ان کو اپنا امام بنالیا، بعد میں جب ان کو احکام صلاۃ کی تفصیلات معلوم ہوئی ہوں گی تو انہوں نے امام کو تبدیل کیا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

علامہ خطابی نے فرمایا ہے کہ حسن بصری نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے وقال مرۃ دعہ لیس بشئی بین "اس کو رہنے دو یہ واضح نہیں" (۶۴)

٤٠٥٢ : حدَّثني عبدُ اللهِ بنُ مسلَمَةَ ، عن مالكٍ ، عن ابنِ شهابٍ ، عن عُروةَ بنِ الزُّبيرِ ، عن عائشةَ رضيَ اللهُ عنها ، عنِ النبيِّ ﷺ .

وقالَ اللَّيثُ : حدَّثني يونُسُ ، عنِ ابنِ شهابٍ : أخبرَني عُروةُ بنُ الزُّبيرِ : أنَّ عائشةَ قالتْ : كانَ عُتبةُ بنُ أبي وقَّاصٍ عهدَ إلى أخيهِ سعدٍ : أنْ يقبِضَ ابنَ وليدةِ زمعةَ ، وقالَ عُتبةُ : إنَّهُ ابني ، فلمَّا قدِمَ رسولُ اللهِ ﷺ مكَّةَ في الفتحِ ، أخذَ سعدُ بنُ أبي وقَّاصٍ ابنَ وليدةِ

---

(۶۰) دیکھیے، المجموع، شرح المہذب: ۴/ ۲۴۹-۲۵۰ (۶۱) دیکھیے بذل المجہود: ۴/ ۱۹۶ (۶۲) فتح الباری: ۸/ ۲۳

(۶۳) دیکھیے بذل المجہود: ۴/ ۱۹۸ (۶۴) عین الھدایۃ: ۱/ ۴۵۳۔

زَمْعَةَ ، فَأَقْبَلَ بِهِ إِلَى رَسُولِ ٱللَّهِ ﷺ ، وَأَقْبَلَ مَعَهُ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ ، فَقَالَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ : هٰذَا ٱبْنُ أَخِي ، عَهِدَ إِلَيَّ أَنَّهُ ٱبْنُهُ . قَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ : يَا رَسُولَ ٱللَّهِ ، هٰذَا أَخِي ، هٰذَا ٱبْنُ زَمْعَةَ ، وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ . فَنَظَرَ رَسُولُ ٱللَّهِ ﷺ إِلَى ٱبْنِ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ ، فَإِذَا أَشْبَهُ النَّاسِ بِعُتْبَةَ ٱبْنِ أَبِي وَقَّاصٍ ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللَّهِ ﷺ : (هُوَ لَكَ ، هُوَ أَخُوكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ) . مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ ، وَقَالَ رَسُولُ ٱللَّهِ ﷺ : (ٱحْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ) . لِمَا رَأَى مِنْ شَبَهِ عُتْبَةَ ٱبْنِ أَبِي وَقَّاصٍ .

قَالَ ٱبْنُ شِهَابٍ : قَالَتْ عائِشَةُ : قَالَ رَسُولُ ٱللَّهِ ﷺ : (الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الحَجَرُ) . وَقَالَ ٱبْنُ شِهَابٍ : وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَصِيحُ بِذٰلِكَ . [ر : ۱۹٤۸]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث دو سندوں سے نقل فرمائی ہے ، سند اول کا متن یہاں ذکر نہیں کیا، یہاں صرف سند کا ذکر ہے ، اس کا متن امام نے "کتاب الوصایا" میں ذکر کیا ہے (۶۴) دوسری سند لیث کی ہے جو امام بخاری نے یہاں تعلیقاً ذکر کی ہے ، آگے متن لیث کی سند سے متعلق ہے ، اس تعلیق کو محمد بن یحیی ذہلی نے "الزہریات" میں موصولاً نقل کیا ہے ۔ (۶۵)

کان عتبۃ بن ابی وقاص عہد الی اخیہ ان یقبض ابن ولیدۃ زمعۃ

زمانۂ جاہلیت میں بعض لوگ اپنے پاس باندیاں رکھتے تھے اور ان سے بدکاری کرا کر کماتے تھے ، اس کے ساتھ ساتھ خود بھی ان سے وطی کرتے تھے ، جب اس باندی سے بچہ پیدا ہوتا تو بسااوقات آقا اس بچہ کے بارے میں دعوی کرتا کہ یہ میرا ہے اور کبھی زانی دعوی کردیتا کہ میرا ہے ، جو دعوی کرتا بچہ اسی کا سمجھا جاتا، ام المؤمنین حضرت سودہؓ کے والد زمعہ بن قیس کی بھی اس طرح کی ایک باندی تھی، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا بھائی عتبہ بن ابی وقاص اس کے پاس آتا تھا، جب حمل ظاہر ہوا تو مرنے سے قبل اس نے اپنے بھائی حضرت سعدؓ سے کہا کہ زمعہ کی باندی سے پیدا ہونے والے بچہ پر قبضہ کرلینا کیونکہ وہ میرا بیٹا ہے (۶۶)۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جب فتح مکہ کے موقع پر مکہ آئے اور اس لڑکے پر نظر پڑی تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے اور کہا کہ یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے ، لیکن عبد بن زمعہ نے کہا کہ یارسول اللہؐ! یہ تو میرا بھائی ہے اور میرے باپ کے فراش پر پیدا ہوا ہے (یعنی میرے باپ کی

(۶۴) دیکھیے صحیح بخاری کتاب الوصایا، باب قول الموصی لوصیہ: تعاهد ولدی: ۱/۳۸۴۔

(۶۵) فتح الباری: ۸/ ۲۴

(۶۶) دیکھیے فتح الباری: ۱۲/ ۳۲۔ کتاب الفرائض، باب الولد للفراش حرۃ کانت او امۃ

باندی سے پیدا ہوا ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس لڑکے کی طرف دیکھا تو وہ عتبہ بن ابی وقاص کے بہت زیادہ مشابہ تھا، آپؐ نے فیصلہ عبدبن زمعہ کے حق میں کرتے ہوئے فرمایا، ﴿ ھولک، ھواخوک، یا عبد بن زمعة ﴾ ظاہر ہے جب آپؐ نے اس کو عبدبن زمعہ کا بھائی قرار دیا تو ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہؓ کا بھی وہ بھائی ہونا چاہیئے لیکن آپؐ نے احتیاطاً حضرت سودہؓ سے فرمایا کہ ﴿ احتجبی منه یا سودة ﴾ سودہ! تم اس سے پردہ کرو، یہ حکم آپؐ نے اس لیے دیا کہ وہ لڑکا عتبہ کے مشابہ تھا۔

حدیث باب سے ثبوت نسب پر ائمہ ثلاثہ کا استدلال

یہ حدیث ایک اختلافی مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ کی دلیل ہے، مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی آقا اپنی باندی کے ساتھ وطی کا اقرار کرلے پھر اس باندی سے بچہ پیدا ہوجائے تو وہ بچہ اس آقا کا سمجھا جائے گا یا نہیں ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ وہ بچہ اس آقا کا سمجھا جائے گا، حنفیہ کہتے ہیں کہ صرف اقرار وطی کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ آقا دعوی کرے کہ یہ بچہ میرا ہے۔ (٦٧)

حدیث باب ائمہ ثلاثہ کی دلیل ہے کہ اس میں زمعہ کے کسی قسم کا دعوی کئے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ کا نسب اس سے ثابت کیا اور زمعہ کے بیٹے سے کہا کہ یہ تیرا بھائی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آقا کا دعوی کرنا بچہ کے ثبوت نسب کے لیے کوئی ضروری نہیں ہے۔

حضرات حنفیہ فرماتے ہیں کہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے کا نسب زمعہ سے ثابت نہیں کیا ہے بلکہ "ھولک یا عبد بن زمعة" ارشاد فرما کر عبد بن زمعہ کے لیے اس لڑکے کی ملکیت ثابت کی ہے کیونکہ اصول یہ ہے کہ جب باپ کی باندی سے بچہ کسی غیر کے نطفہ سے پیدا ہو تو باپ کے بعد اس باندی کی طرح اس کا بچہ بھی بیٹے کی ملک ہوتا ہے، اسی اصول کی روشنی میں آپؐ نے اس بچہ کی ملکیت عبد بن زمعہ کے لیے ثابت فرمائی، ثبوت نسب کا یہاں کوئی ذکر نہیں ہے۔

اس بات کی تائید عبداللہ بن زبیرؓ کی اس روایت سے ہوتی ہے جو نسائی نے "سنن" میں (٦٨) عبدالرزاق نے "مصنف" میں (٦٩) اور امام احمد بن حنبلؒ نے "مسند" میں تخریج کی ہے (٧٠) جس کے آخر میں ہے ﴿ واحتجبی منه، یاسودة، فلیس لک باخ ﴾ حنفیہ کی طرف سے اس جواب کا حاصل یہ ہے

---

(٦٧) مغنی ابن قدامة: ٩/ ٥٣٠۔ کتاب عتق امهات الاولاد، واعلاء السنن: ١١/ ٢٢٧

(٦٨) سنن نسائی: ٢/ ١١٠۔ کتاب الطلاق، باب الحاق الولد بالفراش اذالم ینفه صاحب الفراش

(٦٩) مصنف عبدالرزاق: ٧/ ٤٤٣۔ رقم ١٣٨٢٠ (٧٠) مسند احمد: ٤/ ٥

کہ آپؐ کا ارشاد "هولك يا عبد بن زمعة" سے مراد ثبوت نسب نہیں بلکہ اس جملہ سے عبد بن زمعہ کے لیے اس لڑکے کی ملکیت ثابت کرنا آپ کا مقصد ہے لیکن یہ جواب اسی وقت درست ہوگا جب اس لڑکے کو غلام مانا جائے جبکہ بعض روایات سے اس کا حر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اس لیے اکثر حنفیہ اس روایت کا یہ جواب دیتے ہیں کہ "هولك يا عبد بن زمعة" سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اس کو عبد بن زمعہ کے ساتھ میراث میں شریک کرنا تھا کیونکہ یہ اصول ہے کہ اگر کوئی وارث کسی شخص کے بارے میں یہ اقرار کرے کہ یہ میرا بھائی ہے تو وارث کے ذمہ لازم ہوجاتا ہے کہ وہ اپنا نصف حصۂ میراث اس مقرلہ شخص کو دے، تاہم میت سے اس شخص کا نسب ثابت نہیں ہوگا "لان المرأ يؤخذ باقراره فيما يتعلق به وحده" یہاں پر بھی بعینہ یہی صورت ہے کہ عبد بن زمعہ نے آکر اس لڑکے کے بارے میں کہا کہ یہ میرا بھائی ہے تو آپؐ نے اسی قاعدہ کی روشنی میں فیصلہ فرماتے ہوئے کہا، "هولك يا عبد بن زمعه" یعنی: انه يشاركك في الميراث اس بات کی تائید مصنف عبد الرزاق کی اس روایت سے ہوتی ہے جس کے الفاظ ہیں ﴿ فقال النبي صلى الله عليه وسلم لسودة: اما الميراث فله، واما انت فاحتجبي منه يا سوده، فانه ليس لك باخ ﴾ (۷۱) اسی طرح مسند احمد کی روایت میں ہے ﴿ اما انت فاحتجبي منه، فليس باخيك ولد الميراث ﴾ (۷۲) یہ روایات اس بات پر صراحتاً دلالت کررہی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمعہ سے اس کا نسب ثابت نہیں کررہے ہیں بلکہ صرف حق میراث میں عبد بن زمعہ کے ساتھ اس کو شریک فرمارہے ہیں اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہؓ سے فرمایا کہ "فانه ليس لك باخ" اگر ثبوت نسب ثابت کرنا آپ کا مقصد ہوتا تو پھر حضرت سودہؓ سے اس کی اخوت کی نفی ہرگز نہ فرماتے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "فانه ليس لك باخ" یہ زیادتی سنداً ثابت نہیں ہے (۷۳) امام ابو عبد اللہ المازریؒ شارح مسلم نے بھی "المعلم شرح صحیح مسلم" میں یہ لکھ دیا کہ یہ زیادتی بعض احناف نے اپنی طرف سے کی ہے، (۷۴) علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے بھی نسائی شریف کی شرح "زہر الربی" میں مازری کا یہ قول نقل کیا ہے۔ (۷۵)

لیکن یہ اعتراض درست نہیں ہے، یہ حدیث امام احمد اور امام نسائیؒ کے علاوہ امام طحاوی نے بھی

---

(۷۱) مصنف عبد الرزاق: ۷/ ۴۴۳۔ رقم ۱۳۸۲۰ (۷۲) مسند احمد: ۶/ ۱۲۹

(۷۳) شرح صحیح مسلم للنووی: ۱/ ۴۷۱۔ کتاب الرضاعۃ، باب الولد للفراش وتوقی الشبہات

(۷۴) شرح صحیح مسلم للنووی: ۱/ ۴۷۱۔ کتاب الرضاعۃ، باب الولد للفراش وتوقی الشبہات

(۷۵) دیکھیے، زہر الربی: ۲/ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ کتاب الطلاق، باب الحاق الولد بالفراش اذا لم ينفه صاحب الفراش

تخریج فرمائی ہے (۷۶) حافظ شمس الدین ذہبیؒ "میزان الاعتدال" میں لکھتے ہیں "ھذا حدیث صحیح الاسناد" (۷۷) حافظؒ ابن حجر نے فتح الباری کے اندر لمبا چوڑا کلام کرنے کے بعد اسی کو راجح قرار دیا کہ یہ حدیث حسن ہے، وہ فرماتے ہیں۔ "اسناد النسائی حسن، ورجالہ رجال الصحیح ...." (۷۸) اور احکام کے باب میں جیسے احادیث صحیحہ معتبر ہوتی ہیں اسی طرح احادیث حسنہ بھی قابل اعتماد ہوتی ہیں۔

اب یہاں پر دوباتیں جمع ہوگئیں، بخاری کی مذکورہ تعلیق میں تو ہے "ھواخوک" اور بخاری کی اس تعلیق کے علاوہ نسائی وغیرہ کی روایت میں ہے "احتجبی منہ یا سودۃ، فانہ لیس لک باخ" دونوں قسم کی روایات میں تعارض ہے، اب اگر تعارض کو دور کرنے میں ترجیح کا طریق اختیار کیا جائے تو بخاری کے لفظ کو ترجیح ہونی چاہیئے لیکن لیث والے مذکورہ طریق کے سوا کسی بھی طریق میں "ھواخوک" کے الفاظ وارد نہیں ہوئے، ابن شہاب زھری سے امام مالک یہ روایت نقل کرتے ہیں ان کی روایت میں یہ زیادتی نہیں ہے اس لیے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ "ھواخوک" کی زیادتی راوی نے اپنی طرف سے بطور تفسیر کے نقل کی ہے کیونکہ اگر اس کو اصل روایت کا حصہ مانا جائے تو پھر "احتجبی منہ یا سودۃ" کے ساتھ اس کا کوئی جوڑ نہیں بیٹھتا اور اسی طرح "لیس لک باخ" والی روایت کے ساتھ اس کا تعارض لازم آئے گا۔

پھر دوسری بات یہ ہے کہ یہ روایت شوافع کا بھی مستدل نہیں بن سکتی کیونکہ شوافع کے نزدیک مولی کے ثبوت نسب کے لیے "تحصین جاریہ" شرط ہے، تحصین جاریہ کا مطلب یہ ہے کہ مولی باندی کو باہر مشکوک پھرنے سے روک دے اور اپنے گھر ہی میں اس کو رکھے جبکہ زمعہ کی اس باندی کے بارے میں ابن جریر طبری نے تصریح کی ہے کہ یہ باندی مکہ کی زانیہ عورتوں میں سے تھی تو پھر "تحصین جاریہ" کی شرط کہاں پائی گئی کہ ثبوت نسب ثابت کیا جائے۔ (۷۹)

۴۰۵۳ : حدَّثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : أَنَّ امْرَأَةً سَرَقَتْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ الْفَتْحِ ، فَفَزِعَ قَوْمُهَا إِلَى أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ يَسْتَشْفِعُونَهُ . قَالَ عُرْوَةُ : فَلَمَّا كَلَّمَهُ أُسَامَةُ فِيهَا تَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، فَقَالَ : (أَتُكَلِّمُنِي فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللّٰهِ) . قَالَ أُسَامَةُ : اسْتَغْفِرْ لِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ ،

---

(۷۶) دیکھیے شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲/ ۷۵، کتاب المناق، باب الامۃ یطأھا مولاھا ثم یموت.... الخ

(۷۷) دیکھیے میزان الاعتدال: ۲/ ۳۶۵۔ رقم الترجمہ: ۹۸۶۷

(۷۸) فتح الباری: ۱۲/ ۳۷۔ کتاب الفرائض، باب الولد للفراش حرۃ کانت اوامۃ

(۷۹) قال الشیخ الانور رحمہ اللہ فی فیض الباری: ۴/ ۱۸۸۔ ۱۸۹ ... وتنبھت لہ تفسیر ابن جریر، فوجدت فیہ ان تلک الولیدۃ کانت من بغایا مکۃ، فاین الشافعیۃ، واین ثبوت النسب؟ فانہ یبنی عندھم علی التحصین، واذا انعدم التحصین، انعدم ماینبنی علیہ

فَلَمَّا كَانَ الْعَشِيُّ قامَ رَسُولُ اللهِ خَطِيبًا ، فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ، ثُمَّ قالَ : (أَمَّا بَعْدُ ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ النَّاسَ قَبْلَكُمْ : أَنَّهُمْ كانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقامُوا عَلَيْهِ الحَدَّ ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ ، لَوْ أَنَّ فاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا) . ثُمَّ أَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِتِلْكَ الْمَرْأَةِ فَقُطِعَتْ يَدُهَا ، فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا بَعْدَ ذٰلِكَ وَتَزَوَّجَتْ ، قالَتْ عائِشَةُ : فَكانَتْ تَأْتِي بَعْدَ ذٰلِكَ ، فَأَرْفَعُ حاجَتَهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ .

[ر : ٢٥٠٥]

٤٠٥٥/٤٠٥٤ : حدثنا عَمْرُو بْنُ خالِدٍ : حَدَّثَنا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنا عاصِمٌ ، عَنْ أَبِي عُثْمانَ قالَ : حَدَّثَنِي مُجاشِعٌ قالَ : أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِأَخِي بَعْدَ الْفَتْحِ ، قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ ، جِئْتُكَ بِأَخِي لِتُبَايِعَهُ عَلَى الْهِجْرَةِ . قالَ : (ذَهَبَ أَهْلُ الْهِجْرَةِ بِمَا فِيهَا) . فَقُلْتُ : عَلَى أَيِّ شَيْءٍ تُبَايِعُهُ ؟ قالَ : (أُبَايِعُهُ عَلَى الْإِسْلَامِ ، وَالْإِيمَانِ ، وَالْجِهَادِ) . فَلَقِيتُ أَبَا مَعْبَدٍ بَعْدُ ، وَكانَ أَكْبَرَهُمَا ، فَسَأَلْتُهُ فَقالَ : صَدَقَ مُجاشِعٌ .

(٤٠٥٥) : حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ : حَدَّثَنا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمانَ : حَدَّثَنا عاصِمٌ ، عَنْ أَبِي عُثْمانَ النَّهْدِيِّ ، عَنْ مُجاشِعِ بْنِ مَسْعُودٍ : انْطَلَقْتُ بِأَبِي مَعْبَدٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ لِيُبَايِعَهُ عَلَى الْهِجْرَةِ ، قالَ : (مَضَتِ الْهِجْرَةُ لِأَهْلِهَا ، أُبَايِعُهُ عَلَى الْإِسْلَامِ وَالْجِهَادِ) . فَلَقِيتُ أَبَا مَعْبَدٍ فَسَأَلْتُهُ ، فَقالَ : صَدَقَ مُجاشِعٌ . وقالَ خالِدٌ ، عَنْ أَبِي عُثْمانَ ، عَنْ مُجاشِعٍ : أَنَّهُ جاءَ بِأَخِيهِ مُجالِدٍ . [ر : ٢٨٠٢]

٤٠٥٧/٤٠٥٦ : حدثني مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ ، عَنْ مُجاهِدٍ : قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُهاجِرَ إِلَى الشَّأْمِ ، قالَ : لَا هِجْرَةَ ، وَلٰكِنْ جِهادٌ ، فَانْطَلِقْ فَاعْرِضْ نَفْسَكَ ، فَإِنْ وَجَدْتَ شَيْئًا وَإِلَّا رَجَعْتَ .

وَقالَ النَّضْرُ : أَخْبَرَنا شُعْبَةُ : أَخْبَرَنا أَبُو بِشْرٍ : سَمِعْتُ مُجاهِدًا : قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ ، فَقالَ : لَا هِجْرَةَ الْيَوْمَ ، أَوْ : بَعْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ ، مِثْلَهُ .

(٤٠٥٧) : حدثني إِسْحٰقُ بْنُ يَزِيدَ : حَدَّثَنا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ قالَ : حَدَّثَنِي أَبُو عَمْرٍو الْأَوْزاعِيُّ ، عَنْ عَبْدَةَ بْنِ أَبِي لُبَابَةَ ، عَنْ مُجاهِدِ بْنِ جَبْرٍ الْمَكِّيِّ : أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كانَ يَقُولُ : لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ . [ر : ٣٦٨٦]

٤٠٥٨ : حدثنا إسحٰق بن يزيد : حدَّثنا يحيى بن حمزة قال : حدَّثني الأوزاعي ، عن عطاء بن أبي رباح قال : زرت عائشة مع عبيد بن عمير ، فسألها عن الهجرة ، فقالت : لا هجرة اليوم ، كان المؤمن يفر أحدهم بدينه إلى الله وإلى رسوله ﷺ ، مخافة أن يفتن عليه ، فأما اليوم فقد أظهر الله الإسلام ، فالمؤمن يعبد ربه حيث شاء ، ولكن جهاد ونية .

[ر : ٢٩١٤]

٤٠٥٩ : حدثنا إسحٰق : حدَّثنا أبو عاصم ، عن ابن جريج قال : أخبرني حسن ابن مسلم ، عن مجاهد : أن رسول الله ﷺ قام يوم الفتح فقال : (إن الله حرم مكة يوم خلق السماوات والأرض ، فهي حرام بحرام الله إلى يوم القيامة ، لم تحل لأحد قبلي ولا تحل لأحد بعدي ، ولم تحلل لي إلا ساعة من الدهر ، لا ينفر صيدها ، ولا يعضد شوكها ، ولا يختلى خلاها ، ولا تحل لقطتها إلا لمنشد) . فقال العباس بن عبد المطلب : إلا الإذخر يا رسول الله ، فإنه لا بد منه للقين والبيوت ، فسكت ثم قال : (إلا الإذخر ، فإنه حلال) .

وعن ابن جريج : أخبرني عبد الكريم ، عن عكرمة ، عن ابن عباس : بمثل هذا أو نحو هذا . رواه أبو هريرة عن النبي ﷺ . [ر : ١٢٨٤]

حدثنا عمرو بن خالد.... ذهب اهل الهجرة بما فيها

مطلب یہ ہے کہ مدینہ کی طرف ہجرت کے جو فضائل تھے وہ سارے فضائل جن لوگوں نے پہلے ہجرت کی وہ لے جاچکے اب فتح مکہ کے بعد ہجرت کرنے پر وہ فضیلت حاصل نہیں ہوگی۔

فلقیت ابامعبد

بعض نسخوں میں "ابامعبد" ہے اور بعضوں میں "معبد" ہے لیکن صحیح نسخہ کشمیہنی کا ہے جس میں "ابامعبد" ہے، ابومعبد حضرت مجاشعؓ کے بڑے بھائی حضرت مجالدؓ کی کنیت ہے۔ (۸۰)

وقال النضر اخبرنا شعبة....

یہ تعلیق ہے اور اسماعیلی نے اس کو موصولا نقل کیا ہے۔ (۸۱)

حدثنا اسحاق حدثنا ابوعاصم عن ابن جریج.... عن مجاهد....

مجاہد کی یہ روایت مرسل ہے، امام بخاریؒ نے کتاب الحج اور کتاب الجہاد میں اس کو موصولاً ذکر کیا[۸۲]

(۸۰) فتح الباری: ۸/ ۲۶ (۸۱) فتح الباری: ۸/ ۲۶۔ وعمدۃ القاری: ۱۵/ ۲۹۲ (۸۲) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۹۳

سے وہیں اس سے متعلقہ بحثیں گذر چکی ہیں۔

باب: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى:

«وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ. ثُمَّ أَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ - إِلَى قَوْلِهِ - غَفُورٌ رَحِيمٌ» /التوبة: ۲۵-۲۷/.

غزوۂ حنین

حنین، مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے (۱) یہاں عرب کے دو مشہور قبیلے آباد تھے ہوازن اور ثقیف۔ ہوازن تیراندازی میں مشہور تھا اور ثقیف اپنی شرافت میں معروف تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ فتح کیا تو ان دو قبیلوں نے باہمی مشورہ کیا کہ فتح مکہ کے بعد اب ان کی باری ہے، پہلے اس سے کہ مسلمان ہم پر حملہ آور ہوں ہمیں پیش قدمی کرکے ان پر حملہ کرنا چاہئے۔ (۲) چنانچہ دونوں قبیلوں کے بیس ہزار افراد پر مشتمل ایک لشکرِ جرار مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے مالک بن عوف کی زیرنگرانی چل پڑا، عورتوں اور بچوں کو بھی اس غرض سے انہوں نے اپنے ساتھ لے لیا کہ ان کو چھوڑ کر کوئی بھاگ نہ سکے اور ان کی حفاظت کے لیے اپنی جان دیدے۔ (۳)

لشکر کی قیادت اگرچہ قبیلۂ ہوازن کا سردار مالک بن عوف کررہا تھا لیکن قبیلۂ بنی جُشَم کا سردار درید بن صمہ کو بھی مشیر کی حیثیت سے لشکر میں لایا گیا تاکہ جنگی امور میں اس کی مہارت سے فائدہ اٹھایا جاسکے، درید بن صمہ مشہور شاعر اور میدان جنگ کو سمجھنے میں غیرمعمولی صلاحیت کا مالک تھا، اس وقت اس کی عمر سو سال سے زیادہ ہوگئی تھی، لوگوں نے اس کو اٹھاکر میدان جنگ میں پہنچایا، درید نے دریافت کیا کہ یہ کونسا مقام ہے؟ لوگوں نے کہا "اوطاس" درید نے کہا "ہاں، یہ مقام جنگ کے لیے موزوں ہے، کیونکہ یہاں کی زمین نہ زیادہ سخت ہے اور نہ اس قدر نرم کہ پاؤں دھنس جائیں" پھر اس نے پوچھا کہ "یہ بچوں کے رونے کی آواز کیسی آرہی ہے؟" لوگوں نے کہا کہ بچے اور عورتیں ساتھ آئی ہیں تاکہ ہر شخص بہادری سے لڑے اور کوئی مڑکر نہ بھاگے، اس پر درید بولا "جنگ میں صرف نیزہ اور تلوار کام آتی ہے، اگر جنگ میں فتح ہوئی تو اہل وعیال لانے کا کوئی فائدہ نہیں اور اگر شکست ہوئی تو بچوں اور عورتوں کی وجہ سے اور بھی ذلت ہوگی اس لیے میرا مشورہ یہ ہے کہ اہل وعیال کو لشکر کے پیچھے رکھا جائے" لیکن مالک بن عوف نے

---

(۱) حنین مکہ مکرمہ سے تین دن کے فاصلہ پر ہے (طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۴۹)

(۲) الکامل لابن اثیر ۲/ ۱۷۷

(۳) سیرت مصطفی: ۳/ ۵۵-۵۱

جوانی کے جوش میں درید کی یہ رائے بالکل پسند نہیں کی اور کہا بڑھاپے کی وجہ سے اس کی عقل بے کار ہوچکی ہے۔ (۴)

اُدھر مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ ؐ نے تحقیق حال کے لیے عبداللہ بن ابی حدرد، کو بھیجا، یہ گئے اور دو دن ہوازن کے لشکر میں رہنے کے بعد آکر آپ ؐ کو تفصیل بتائی۔ (۵)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مقابلہ کے لیے تیاریاں کیں، صفوان بن امیہ سے جو اب تک اسلام نہیں لایا تھا سو زرہیں مع سازوسامان مستعار لیں۔ (۶)

ہفتہ کے دن، ۶ شوال، ۸ ھ کو بارہ ہزار آدمیوں کا لشکر لے کر مکہ مکرمہ سے حنین کی طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے، (۷) یہ اسلامی غزوات کا پہلا لشکر تھا جو اتنی تعداد اور اس جاہ وجلال کے ساتھ حنین کی جانب بڑھ رہا تھا، بعض صحابہ ؓ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ۔ لن تغلب الیوم من قلة۔ "آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہ ہوں گے" اس جملہ میں ایک گونہ فخرواعجاب کا شائبہ تھا اس لیے بارگاہ خداوندی میں یہ بات ناپسند ہوئی، اسی کی طرف اشارہ کرکے قرآن نے کہا، ﴿ ویوم حنین، اذاعجبتکم کثرتکم فلن تغن عنکم شیئاً.... ﴾

اسلامی لشکر سہ شنبہ کی شام کو وادئ حنین پہنچا، مالک بن عوف نے اپنی فوج حنین کی دونوں جانب کمینگاہوں میں بٹھا دی تھی اور ان کو ہدایت کردی تھی کہ اپنی تلواروں کے نیام توڑ کر پھینک دو جب لشکرِ اسلام ادھر سے گزرے تو سب مل کر حملہ کردو۔ (۸)

چنانچہ ابھی صبح کی روشنی اچھی طرح نمودار نہ ہوئی تھی کہ لشکرِ اسلام وادئ حنین سے گزرنے لگا، ہوازن اور ثقیف کے بیس ہزار نوجوانوں نے مل کر تلواروں اور تیروں سے مسلمان فوج پر زبردست حملہ کردیا، اس ناگہانی حملہ سے لشکر اسلام منتشر اور تتربتر ہوگیا، صرف چند صحابہ ؓ آپ ؐ کے ساتھ رہ گئے جن میں حضرت ابوبکر ؓ حضرت عمر ؓ، حضرت علی ؓ، حضرت عباس ؓ، حضرت فضل بن عباس ؓ حضرت اسامہ بن زید ؓ اور سفیان بن حارث ؓ وغیرہ شامل تھے، حضرت عباس ؓ آپ ؐ کے خچر کی لگام اور ابوسفیان بن حارث ؓ رکاب پکڑے ہوئے تھے، گھمسان کی جنگ میں آپ ؐ سواری سے اترے اور جلال نبوت کے لہجہ میں فرمایا۔ انا النبی لاکذب۔ انا ابن عبدالمطلب حضرت عباس رضی اللہ عنہ بلند آواز تھے، آپ ؐ نے ان کو حکم دیا کہ مہاجرین اور انصار کو

---

(۴) زادالمعاد: ۳/ ۳۶۶۔ ۳۶۷ والکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۷۷۔ والبدایة والنھایة: ۴/ ۳۲۲

(۵) زادالمعاد: ۳/ ۳۶۸۔ وتاریخ الطبری: ۲/ ۳۴۶

(۶) تاریخ الطبری: ۲/ ۳۴۶

(۷) طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۵۰۔ ابن اسحاق نے روانگی کی تاریخ پانچ شوال لکھی ہے (البدایة والنھایة: ۴/ ۳۲۲)

(۸) زادالمعاد: ۳/ ۳۶۷

آواز دو، انہوں نے باواز بلند یہ نعرہ لگایا "یامعشر الانصار، یااصحاب السمرة" (۹) اے معشر انصار! اے کیکر کے درخت والو! یہ نعرہ جوں ہی صحابہؓ نے سنا، دیوانہ وار پلٹے اور آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہوگئے، آپؐ نے حملہ کا حکم دیا اور میدان جنگ گرم ہوگیا، آپؐ نے مٹی ہاتھ میں لیکر کفار کی طرف پھینکی اور فرمایا "شاهت الوجوه" برا ہوا ان چہروں کا یا برنے ہوئے یہ چہرے، بددعا قرار دیجئے یا خبر کہیئے کفار میں سے کوئی بھی ایسا نہیں بچا جس کی آنکھ میں اس مشت خاک کا غبار نہ پہنچا ہو۔ (۱۰)

دشمن کے قدم اکھڑ گئے، ستر آدمی ان کے مارے گئے، (۱۱) بہت سے قیدی بنالیے گئے اور کچھ بھاگ کر اوطاس اور طائف میں جاکر پناہ گزیں ہوئے، طائف کی طرف بھاگنے والوں میں مالک بن عوف بھی تھا درید بن صمہ اوطاس کی طرف جانے والوں میں شامل تھا۔ (۱۲)

اس طرح اللہ جل شانہ نے اس جنگ میں مسلمانوں کو بالآخر فتح سے ہمکنار کیا، اس غزوے سے متعلق دیگر باتیں آگے بخاری کی روایات میں آرہی ہیں۔

جنگ حنین میں ابتداءً مسلمانوں کو جو ہزیمت ہوئی اس کا سبب یہ تھا کہ کسی صحابیؓ کی زبان سے ایسا کلمہ نکل گیا تھا جس میں اعجاب کا شائبہ تھا کہ "ہم آج قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوں گے" (۱۳) حق تعالی نے فرمایا ﴿ ویوم حنین، اذاعجبتکم کثرتکم، فلن تغن عنکم شیئاً وضاقت علیکم الارض بمارحبت ثم ولیتم مدبرین○ ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المؤمنین ﴾ (۱۴) اللہ جل شانہ نے پھر اپنی عنایت ظاہر فرمائی اور مسلمانوں کو غلبہ عطا فرمایا، اس لیے بھائی! بڑائی کے بول سے بہت ڈرنا چاہیئے۔

٤٠٦٠ : حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ نُمَيْرٍ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ : أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ : رَأَيْتُ بِيَدِ ٱبْنِ أَبِي أَوْفَى ضَرْبَةً ، قالَ : ضُرِبْتُهَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ ، قُلْتُ : شَهِدْتَ حُنَيْنًا ؟ قالَ : قَبْلَ ذٰلِكَ .

٤٠٦١/٤٠٦٣ : حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قالَ : سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، وَجاءَهُ رَجُلٌ : فَقَالَ : يَا أَبَا عُمَارَةَ ، أَتَوَلَّيْتَ يَوْمَ حُنَيْنٍ ؟ فَقَالَ : أَمَّا أَنَا فَأَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ لَمْ يُوَلِّ ، وَلٰكِنْ عَجِلَ سَرَعانُ الْقَوْمِ ، فَرَشَقَتْهُمْ هَوَازِنُ ، وَأَبُو سُفْيَانَ

---

(۹) سمرہ کیکر کے درخت کو کہتے ہیں، اصحاب سمرہ سے بیعت رضوان میں شرکت کرنے والے صحابہؓ مراد ہیں کیونکہ یہ بیعت کیکر کے درخت کے نیچے ہوئی تھی۔

(۱۰) تفصیل کے لیے دیکھیے، الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۷۹۔ وتاریخ الطبری: ۲/ ۳۴۸۔ وزادالمعاد: ۳/ ۴۷۱۔ ۴۷۲

(۱۱) الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۷۹ (۱۲) (۱۳) البدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۳۲۷ (۱۳) زادالمعاد: ۳/ ۴۷۷ (۱۴) سورۃ التوبۃ/ ۲۵۔ ۲۶

اَبْنُ الحَارِثِ آخِذٌ بِرَأْسِ بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ ، يَقُولُ : (أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ) .

(٤٠٦٢) : حدثنا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ : قِيلَ لِلْبَرَاءِ ، وَأَنَا أَسْمَعُ : أَوَلَّيْتُمْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ ؟ فَقَالَ : أَمَّا النَّبِيُّ ﷺ فَلَا ، كَانُوا رُمَاةً ، فَقَالَ : (أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ) .

(٤٠٦٣) : حدثني مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ : سَمِعَ الْبَرَاءَ ، وَسَأَلَهُ رَجُلٌ مِنْ قَيْسٍ : أَفَرَرْتُمْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ ؟ فَقَالَ : لٰكِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَفِرَّ ، كَانَتْ هَوَازِنُ رُمَاةً ، وَإِنَّا لَمَّا حَمَلْنَا عَلَيْهِمُ انْكَشَفُوا ، فَأَكْبَبْنَا عَلَى الْغَنَائِمِ ، فَاسْتُقْبِلْنَا بِالسِّهَامِ ، وَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ ، وَإِنَّ أَبَا سُفْيَانَ ابْنَ الحَارِثِ آخِذٌ بِزِمَامِهَا ، وَهُوَ يَقُولُ : (أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ) .

قَالَ إِسْرَائِيلُ وَزُهَيْرٌ : نَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَغْلَتِهِ . [ر : ٢٧٠٩]

حدثنا محمد بن کثیر....

ایک آدمی نے آکر حضرت براء بن عازبؓ سے پوچھا، اتولیت یوم حنین؟ کیا آپ حنین میں پشت پھیر کر بھاگے تھے ؟ تو انہوں نے جواب میں کہا "اما انا فاشهد على النبی صلی اللہ علیہ وسلم، انه لم يول، ولكن عجل سرعان القوم" یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیٹھ پھیر کر نہیں بھاگے لیکن قوم کے بعض جلد بازوں نے عجلت سے کام لیا۔

حضرت براءؓ نے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ ہم نہیں بھاگے بلکہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پشت نہیں پھیری، وجہ اس کی یہ تھی کہ اگر علی العموم کہہ دیتے کہ ہاں ہم بھاگ گئے تھے تو اس میں ایک گونہ بے ادبی کا شائبہ نکلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پشت پھیری تھی، (۱۵) اس سے اگلی روایت میں بھی سوال صیغۂ جمع کے ساتھ ہے "اولیتم مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم حنین؟"

حضرت براء ہی کی تیسری روایت "افررتم" بھی جمع کے صیغے کے ساتھ ہے ان روایتوں سے شبہ ہوتا ہے کہ سائل پیچھے ہٹنے والوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شامل سمجھ رہا ہے اس لیے حضرت براءؓ نے بتایا کہ لوگ منتشر تو ہوئے اور فرار پایا گیا تھا لیکن حضور علیہ الصلوۃ والسلام اس میں شامل نہیں تھے ، یہ ممکن ہے کہ قرآن کی آیت ﴿ ثم وليتم مدبرين ﴾ سے عموم سمجھ کر یہ سوال کیا گیا ہو۔

اشکال ہوتا ہے کہ "تولی یوم الزحف" سبع موبقات میں داخل ہے اور گناہ کبیرہ ہے پھر صحابہ

---

(۱۵) فتح الباری: ۸ / ۲۸

سے یہ فعل کیسے سرزد ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اچانک تیروں کی بوچھاڑ ہوئی تو مؤلفۃ القلوب جو نئے نئے ساتھ ہوگئے تھے اور ان کی تعداد دو ہزار کے قریب تھی اس کی تاب نہ لاسکے اور پیچھے کی طرف بھاگے اس کا اثر صحابہ پر پڑا اور وہ منتشر ہوگئے، صحابہ کرامؓ بھاگے نہیں تھے صرف افراتفری کی کیفیت تھی اور وہ تتر بتر ہوئے تھے جیسا کہ آگے آنیوالی روایت میں وارد ہوا ہے کانت للمسلمین جولة چنانچہ جب حضرت عباسؓ نے آواز لگائی اور ان کو پکارا تو وہ فوراً واپس آگئے۔ دوسری بات یہ کہی جاسکتی ہے کہ تولی اور فرار جب ہوتا ہے جب سپہ سالار فرار اختیار کرے اور یہاں آپؐ نے فرار اختیار نہیں کیا تھا۔

حدثنا ابوالولید.... انا النبی لاکذب، انا ابن عبدالمطلب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالمطلب کی طرف اپنی نسبت فرمائی، وجہ اس کی یہ تھی حضرت عبدالمطلب کی شہامت، شجاعت اور ان کی عظمت وبزرگی سارے عرب کے اندر مسلم تھی جبکہ آپؐ کے والد عین جوانی میں وفات پاگئے تھے، ان کی شہرت نہیں ہوئی تھی اس لیے آپ نے دادا کی طرف نسبت فرمائی۔ (۱۶) یہ بھی کہا گیا ہے ـــــ کہ عبدالمطلب کی اولاد میں پیغمبر آخرالزماں ظاہر ہونگے اور مخلوق کی ہدایت کا سامان کریں گے اس لیے آپؐ نے عبدالمطلب کی طرف نسبت کی۔ انا النبی کے بعد لاکذب کہنے میں اشارہ ہے کہ نبوت اور کذب جمع نہیں ہوتے اس لیے چونکہ میں نبی ہوں تو جھوٹا نہیں ہوسکتا کہ بھاگ جاؤں مجھے اللہ تعالی کی مدد کا پورا یقین ہے۔

٤٠٦٤ : حدّثنا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قالَ : حَدَّثَنِي لَيْثٌ : حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ . وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ أَخِي ٱبْنِ شِهَابٍ : قالَ مُحَمَّدُ بْنُ شِهَابٍ : وَزَعَمَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : أَنَّ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قامَ حِينَ جاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِينَ ، فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (مَعِي مَنْ تَرَوْنَ ، وَأَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ ، فَٱخْتَارُوا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ : إِمَّا السَّبْيَ ، وَإِمَّا الْمَالَ ، وَقَدْ كُنْتُ ٱسْتَأْنَيْتُ بِكُمْ) . وَكانَ أَنْظَرَهُمْ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِينَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ ، قالُوا : فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا ، فَقَامَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ فِي الْمُسْلِمِينَ ، فَأَثْنَى عَلَى ٱللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ، ثُمَّ قالَ : (أَمَّا بَعْدُ ، فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ قَدْ جَاؤُونَا تَائِبِينَ ، وَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطَيِّبَ ذٰلِكَ فَلْيَفْعَلْ ، وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ

(۱۶) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۹۶

إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ ما يُفِيءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ). فَقَالَ النَّاسُ : قَدْ طَيَّبْنَا ذٰلِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِي ذٰلِكَ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ ، فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ). فَرَجَعَ النَّاسُ ، فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ ، ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوا وَأَذِنُوا . هٰذَا الَّذِي بَلَغَنِي عَنْ سَبْيِ هَوَازِنَ . [ر : ۲۱۸٤]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حنین اور طائف کی جنگی مہم سے فارغ ہوکر "جعرانہ" میں آکر ٹھہرے تھے، طائف کے محاصرہ کے لیے جانے سے قبل آپؐ نے حکم دیا کہ حنین کی غنیمت کے اموال اور قیدیوں کو "جعرانہ" میں جمع کیا جائے، قیدیوں کی تعداد چھ ہزار تھی، اور چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی، ان سب کو آپ کے حکم کے مطابق "جعرانہ" میں جمع کیا گیا (۱۷) طائف کا محاصرہ ختم کرکے آپؐ پانچ ذی قعدہ کو "جعرانہ" پہنچے، یہاں آپؐ نے قبیلۂ ہوازن کا دس دن سے زیادہ انتظار کیا کہ شاید وہ لوگ اپنے عزیزوں، بچوں اور عورتوں کو چھڑانے آئیں لیکن جب اتنے دن انتظار کے بعد کوئی نہیں آیا تو آپؐ نے مجاہدین میں مال غنیمت تقسیم فرمادیا۔

تقسیم غنائم کے بعد قبیلۂ ہوازن کا وفد تائب ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کرکے مسلمان ہوا اور اپنے اموال اور اہل وعیال کی واپسی کی درخواست کی، آپؐ نے فرمایا کہ میں نے تمہارا بہت انتظار کیا اور اب غنائم تقسیم ہوچکی ہیں، لہذا دو چیزوں میں سے ایک چیز اختیار کرلو، یا اپنے قیدی لے لو، یا مال لے لو، انہیں جب یقین ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک ہی چیز واپس کریں گے تو انہوں نے کہا کہ ہمارے قیدی واپس کردیئے جائیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے اور میرے خاندان بنوہاشم کے حصہ میں جو کچھ آیا ہے وہ سب واپس کرتا ہوں، پھر آپؐ ظہر کی نماز کے بعد کھڑے ہوئے، اول اللہ کی حمدوثنا بیان کی، پھر فرمایا۔

> "یہ تمہارے بھائی مسلمان ہوکر آئے ہیں، میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کے قیدی ان کو واپس کردوں، تم میں جو شخص طیب خاطر سے ایسا کرے تو بہت بہتر! اور جو چاہتا ہے کہ اس کا حصہ اس کے حق میں رہے تو اللہ جلّ شانہ اس کے بعد ہمیں جو غنیمت دے گا اس میں سے سب سے پہلے ہم اس کو اس کا معاوضہ دیں گے۔"

صحابہؓ نے کہا قد طیبنا ذلک ہم طیب خاطر سے اس پر راضی ہیں، آپؐ نے فرمایا یہ بات یونہی جمگھٹے اور ہجوم کی ہے، معلوم نہیں کہ کس نے رضا اور رغبت سے کہا ہے اور کس نے رغبت سے نہیں کہا لہذا تم

---

(۱۷) طبقات ابن سعد: ۲ / ۱۵۲

لوگ جاکر آپس میں مشورہ کرلو پھر قبیلہ کے بڑے بڑے حضرات آکر تمہارے متعلق مجھے بتائیں کہ سب راضی ہیں یا نہیں، چنانچہ اس کے بعد تمام قبائل کے بڑے حضرات نے آکر آپ ﷺ سے اپنی رضا اور رغبت کا اظہار کردیا۔

وجہ اس کی یہ تھی کہ تقسیم غنائم کے بعد مجاہدین ان کے مالک بن گئے تھے اور اب ان کی ملک کی چیز ان سے واپس لینے کے لیے ضروری تھا کہ ان کی رضا اور رغبت معلوم ہو اس لیے آپ ﷺ نے کہا کہ سب سے معلوم کرلو کہ راضی ہیں یا نہیں، رضامندی معلوم ہونے کے بعد آپ ﷺ نے چھ ہزار قیدیوں کو بیک وقت آزاد فرمادیا۔

هذا الذي بلغني عن سبي هوازن

یہ ابن شہاب زھری کا قول ہے۔ (۱۸)

٤٠٦٥ : حدّثنا أَبُو النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ عُمَرَ قَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ .

وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَمَّا قَفَلْنَا مِنْ حُنَيْنٍ ، سَأَلَ عُمَرُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ نَذْرٍ كَانَ نَذَرَهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ، اعْتِكَافٍ ، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِوَفَائِهِ .

اس روایت کی سند سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں انقطاع ہے کیونکہ نافع ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں حضرت عمرؓ سے روایت نہیں کرتے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ روایت متصل ہے اس لیے آگے تحویل کے بعد سند میں "عن نافع عن ابن عمر" ہے، تحویل سے ماقبل والی سند میں اختصار ہے اور "ابواب الخمس" کے اندر مصنف نے پہلی سند کو مفصلاً نقل کیا ہے۔ (۱۹)

سأل عمر النبي صلی اللہ علیہ وسلم عن نذر، کان نذرہ فی الجاھلیة اعتکاف

حضرت عمرؓ نے زمانۂ جاہلیت میں ایک دن اور ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کی نذر مانی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب "جعرانہ" میں قیام تھا تو حضرت عمرؓ نے اپنی اس نذر کے متعلق آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ وہ میں پوری کروں یا نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا پوری کرلو۔

اگر کوئی شخص کفر کی حالت میں نذر مان لے تو اسلام لانے کے بعد اس نذر کا پورا کرنا جمہور علماء

---

(۱۸) فتح الباری: ۸/ ۳۲

(۱۹) دیکھیے، کتاب الجہاد، ابواب الخمس، باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعطی المؤلفة قلوبھم وغیرھم من الخمس.....: ۱/ ۴۳۵

کے نزدیک واجب نہیں بلکہ مندوب ہے البتہ داود ظاہری، مغیرہ بن عبدالرحمن مخزومی اور امام احمد سے ایک روایت میں وجوب کا قول منقول ہے، ابن بطال نے یہ قول امام شافعیؒ کی طرف منسوب کیا ہے لیکن امام شافعی سے نقل کرنے والے ان کے جملہ اصحاب ان کا مذہب جمہور کے موافق نقل کرتے ہیں۔ (۲۰)

وَقَالَ بَعْضُهُمْ : حَمَّادٌ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ .

"بعضہم" کا مصداق احمد بن عبدہ الضبی ہیں، اور حماد سے حماد بن زید مراد ہیں، یہ تعلیق ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ابوالنعمان اور محمد بن مقاتل کے طریق سے تخریج کیا ہے، جیسا کہ اوپر ابھی یہ بات گزر چکی ہے کہ ابوالنعمان کے طریق میں نافع کے بعد ابن عمر کا ذکر نہیں ہے جس سے انقطاع معلوم ہوتا ہے، امام کا مقصد اس تعلیق سے یہ ہے کہ احمد بن عبدہ کے طریق میں "نافع" کے بعد "ابن عمر" کا ذکر ہے، اس تعلیق کو اسماعیلی نے موصولا نقل کیا ہے (۲۱)

وَرَوَاهُ جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ ، وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ١٩٢٧]

یعنی ایوب سے جریر بن حازم اور حماد بن سلمہ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ ایوب کے چار شاگرد ہیں۔ ❶ معمر ❷ جریر ❸ حماد بن سلمہ ❹ اور حماد بن زید، ان میں پہلے تین حضرات تو اس روایت کو موصولاً نقل کرتے ہیں اور چوتھے شاگرد حماد بن زید سے احمد بن عبدہ الضبی تو موصولاً نقل کرتے ہیں لیکن ابوالنعمان "ابن عمر" کا واسطہ ذکر نہیں کرتے، امام نے تمام طرق یہاں ذکر کردیئے۔

٤٠٦٦/٤٠٦٧ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيرِ بْنِ أَفْلَحَ ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ : خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عامَ حُنَيْنٍ ، فَلَمَّا الْتَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِينَ جَوْلَةٌ ، فَرَأَيْتُ رَجُلاً مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَدْ عَلَا رَجُلاً مِنَ الْمُسْلِمِينَ ، فَضَرَبْتُهُ مِنْ وَرَائِهِ عَلَى حَبْلِ عَاتِقِهِ بِالسَّيْفِ فَقَطَعْتُ الدِّرْعَ ، وَأَقْبَلَ عَلَيَّ فَضَمَّنِي ضَمَّةً وَجَدْتُ مِنْهَا رِيحَ الْمَوْتِ ، ثُمَّ أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَأَرْسَلَنِي ، فَلَحِقْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ : مَا بَالُ النَّاسِ ؟ قَالَ : أَمْرُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ . ثُمَّ رَجَعُوا ، وَجَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : (مَنْ قَتَلَ قَتِيلاً لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ) . فَقُلْتُ : مَنْ يَشْهَدُ لِي ، ثُمَّ جَلَسْتُ ، قَالَ :

---

(۲۰) تفصیل کیلئے دیکھیے فتح الباری، کتاب الایمان والنذور، باب اذا نذر او حلف ان لا یکلم انسانا فی الجاھلیة ثم اسلم: ۱۱/ ۵۸۲

(۲۱) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۹۸

ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مِثْلَهُ ، فَقُمْتُ ، فَقُلْتُ : مَنْ يَشْهَدُ لِي ، ثُمَّ جَلَسْتُ ، قَالَ : ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مِثْلَهُ ، فَقُمْتُ ، فَقَالَ : (مَا لَكَ يَا أَبَا قَتَادَةَ) . فَأَخْبَرْتُهُ ، فَقَالَ رَجُلٌ : صَدَقَ ، وَسَلَبُهُ عِنْدِي ، فَأَرْضِهِ مِنْهُ . فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : لَاهَا اللّٰهِ إِذًا ، لَا يَعْمِدُ إِلَى أَسَدٍ مِنْ أُسْدِ اللّٰهِ ، يُقَاتِلُ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ ﷺ فَيُعْطِيكَ سَلَبَهُ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (صَدَقَ ، فَأَعْطِهِ) . فَأَعْطَانِيهِ ، فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِي بَنِي سَلِمَةَ ، فَإِنَّهُ لَأَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ .

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کی طرف نکلے جب ہماری مڈبھیڑ ہوئی تو مسلمانوں کو (ابتداءً) شکست ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ ایک مشرک ایک مسلمان پر غالب آگیا ہے چنانچہ میں نے پیچھے سے اس کی گردن کی رگ پر تلوار ماری اور اس کی زرہ کاٹ ڈالی، اب وہ میری طرف متوجہ ہوا اور مجھے اتنے زور سے دبایا کہ مجھے موت کی بو محسوس ہونے لگی پھر وہ مرگیا اور مجھے چھوڑ دیا اس کے بعد میں حضرت عمرؓ سے ملا، ان سے میں نے دریافت کیا کہ لوگوں کو یہ کیا ہوا؟ یعنی یہ ہزیمت کیسے ہوئی؟ انہوں نے کہا، یہی فیصلہ خداوندی تھا، اس کے بعد مسلمان دوبارہ پلٹ پڑے (اور فتح حاصل کی، فتح کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا من قتل قتیلا له علیه بینة فله سلبه یعنی جس نے کسی مشرک کو قتل کیا ہو اور اس کے لیے کوئی گواہ ہو تو اس کا سلب (ہتھیار اور جسم کا لباس وغیرہ) اس کو ملے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند بار یہ اعلان فرمایا، حضرت قتادہؓ اس اعلان پر دو تین بار کھڑے ہوئے اور کہا کہ کون میرے لیے گواہی دے گا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا "ابوقتادہ! کیا بات ہے؟" حضرت ابوقتادہ نے بات بتادی اتنے میں ایک شخص کھڑا ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا کہ ابوقتادہ سچ کہتے ہیں اور ان کے مقتول کا سلب میرے پاس ہے آپ ان کو میرے حق میں راضی کردیں (کہ یہ مجھ سے وہ واپس نہ لیں) اس پر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

لاھا اللہ، اذاً لا یعمد الی اسد من اسد اللہ، یقاتل عن اللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم فیعطیک سلبہ

"نہیں، خدا کی قسم! اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر جو اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے لڑتا ہے .... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارادہ نہیں کریں گے، کہ اس کا سلب آپ کو دیدیں۔"

چنانچہ آپؐ نے حضرت صدیق کی تصدیق فرمائی اور سلب ابوقتادہ کو دیدیا، ابوقتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سلب سے قبیلۂ بنی سلمہ میں ایک باغ خریدا، اسلام کے بعد یہ سب سے پہلا مال تھا جو میں نے ذخیرہ کیا۔

لاھا اللہ اذاً: اس میں "ھا" جو تنبیہ کے لیے آتی ہے حرف قسم "واو" کے معنی میں ہے، لاھا اللہ

معنی میں ہے "لا، واللہ" کے، اذًا اکثر روایات میں اسی طرح وارد ہوا ہے، لیکن خطابی وغیرہ نے کہا کہ یہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ اہل عرب "لاھااللہ ذا" استعمال کرتے ہیں، ذا اسم اشارہ ہے اور معنی ہیں: "لا، واللہ لایکون ذا" بخدا! ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔

لیکن چونکہ اکثر روایات میں "اذًا" ہے اس لیے حافظ ابن حجر نے خطابی کا رد کرتے ہوئے کہا کہ "اذن" بھی ٹھیک ہے اور حضرت صدیقؓ کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ اگر واقعی ابوقتادہؓ نے اس شخص کو قتل کیا ہے تب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقتول کے سلب کو تجھے دینے کا ارادہ نہیں کریں گے۔ (۴۲)

بعض حضرات نے کہا کہ یہ "اذاً" زائدہ ہے اور اذاً بسااوقات کلام میں زائدہ ہوتا ہے جیسا کہ حماسہ کے شاعر کے اس شعر میں ہے۔

لوکنت من مازن لم تستبح ابلی
بنو اللقیطة من ذهل بن شیبانا
اذاً لقام بنصری معشر خشن
عندالحفیظة ان ذولوثة لانا

یہاں دوسرے شعر میں "اذاً" زائد ہے۔ (۴۳)

مخرف: خرف یخرف نصر سے آتا ہے، پھل چننے کے معنی ہیں مخرف اسم ظرف ہے، پھل چننے کی جگہ یعنی باغ، خراف بھی مخرف کے معنی میں آتا ہے۔

(٤٠٦٧) : وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيرِ بْنِ أَفْلَحَ ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ ، مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ : أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ قَالَ : لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ ، نَظَرْتُ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ، يُقَاتِلُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ، وَآخَرُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يَخْتِلُهُ مِنْ وَرَائِهِ لِيَقْتُلَهُ ، فَأَسْرَعْتُ إِلَى الَّذِي يَخْتِلُهُ ، فَرَفَعَ يَدَهُ لِيَضْرِبَنِي ، وَأَضْرِبُ يَدَهُ فَقَطَعْتُهَا ، ثُمَّ أَخَذَنِي فَضَمَّنِي ضَمًّا شَدِيدًا حَتَّى تَخَوَّفْتُ ، ثُمَّ تَرَكَ ، فَتَحَلَّلَ ، وَدَفَعْتُهُ ثُمَّ قَتَلْتُهُ ، وَانْهَزَمَ الْمُسْلِمُونَ وَانْهَزَمْتُ مَعَهُمْ ، فَإِذَا بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي النَّاسِ ، فَقُلْتُ لَهُ : مَا شَأْنُ النَّاسِ ؟ قَالَ : أَمْرُ اللهِ ، ثُمَّ تَرَاجَعَ النَّاسُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (مَنْ أَقَامَ بَيِّنَةً عَلَى قَتِيلٍ قَتَلَهُ فَلَهُ سَلَبُهُ) . فَقُمْتُ

(۴۲) حافظ ابن حجر نے "لاھااللہ اذا" پر بڑا تفصیلی کلام کیا ہے، دیکھیے فتح الباری: ۸/ ۴۷-۵۰- نیز عمدۃ القاری: ۱۷/ ۳۰۰

(۴۳) اگر میں قبیلۂ مازن سے ہوتا تو گری پڑی عورت کی اولاد یعنی ذہل بن شیبان میرے اونٹوں کو مباح نہ سمجھتے اس وقت میری مدد کے لیے ایک ایسی قوم کھڑی ہوجاتی جو حمیت کے وقت کھردری ہے، اگر نرم دل نرمی کرتا (تو نہ کرسکتا بلکہ سختی سے پیش آتا۔)

لِأَلْتَمِسَ بَيِّنَةً عَلَى قَتِيلِي ، فَلَمْ أَرَ أَحَدًا يَشْهَدُ لِي فَجَلَسْتُ ، ثُمَّ بَدَا لِي فَذَكَرْتُ أَمْرَهُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ جُلَسَائِهِ : سِلَاحُ هٰذَا الْقَتِيلِ الَّذِي يَذْكُرُ عِنْدِي ، فَأَرْضِهِ مِنْهُ ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : كَلَّا ، لَا يُعْطِهِ أُصَيْبِغَ مِنْ قُرَيْشٍ وَيَدَعُ أَسَدًا مِنْ أُسْدِ اللهِ ، يُقَاتِلُ عَنِ اللهِ وَرَسُولِهِ ﷺ . قَالَ : فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَدَّاهُ إِلَيَّ ، فَاشْتَرَيْتُ مِنْهُ خِرَافًا ، فَكَانَ أَوَّلَ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ . [ر : ١٩٩٤]

یہ تعلیق ہے ، امام بخاری نے "ابواب الاحکام" میں اس کو اختصار کے ساتھ موصولاً نقل کیا ہے ، اسماعیلی نے اس کو تفصیل کے ساتھ موصولاً تخریج کیا ہے (۲۴) اس میں بھی ابوقتادہ کا مذکورہ واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

لایعطہ اصیبغ من قریش....

اصیبغ کا ترجمہ حضرت شیخ الحدیث صاحب نے "رنگیلا" کیا ہے ، (۲۵) رنگیلا کا لفظ تحقیر کے لیے استعمال کیا جاتا ہے ایسے آدمی کے لیے جو مہمات میں حصہ نہ لیتا ہو اور لوگوں کی نظر میں حقیر ہو ، جملہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ رنگیلے مزاج کا آدمی اس قابل کہاں کہ مقتول کا سلب اس کو دیدیا جائے۔

بعض حضرات نے کہا کہ "اصیبغ" پرندوں کی ایک خاص نوع کا نام ہے ، چونکہ اس نوع کے پرندے ضعیف اور حقیر ہوتے ہیں اس لیے حضرت صدیقؓ نے اس آدمی کے ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ لفظ کہا۔ (۲۶)

ابن مالک نے کہا کہ یہ "اضیبع" (ضاد کے ساتھ) اضبع کی تصغیر ہے ، اضبع اس آدمی کو کہتے ہیں جس کے بازو چھوٹے ہوں ، اضبع کمزور اور ضعیف کے لیے کنایہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ (۲۷)

باب : غَزْوَةِ أَوْطَاسٍ

جیسا کہ ماقبل میں گزرا حنین سے کفار کے کئی افراد بھاگ کر اوطاس میں آگئے تھے ، درید بن الصمہ بھی ان میں شامل تھا ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعامر اشعری رضی اللہ عنہ کی زیر سرکردگی ایک جماعت ان کی سرکوبی کے لیے روانہ کی ، اسلامی جھنڈا حضرت ابوعامرؓ کے ہاتھ میں تھا ، درید بن صمہ کے بیٹے سلمہ نے ایک تیر مارا جو حضرت ابوعامرؓ کے گھٹنہ میں لگا جس سے وہ شہید ہوگئے ، حضرت ابوموسی اشعریؓ

---

(۲۴) فتح الباری: ۸/ ۳۱ (۲۵) تعلیقات لامع الدراری: ۸/ ۳۶۷

(۲۶) فتح الباری: ۸/ ۳۱۔ وعمدۃ القاری: ۱۷/ ۳۰۱ (۲۷) فتح الباری: ۸/ ۳۱۔ وعمدۃ القاری: ۱۷/ ۳۰۱

نے جھنڈا اپنے ہاتھ میں لیا اور حملہ کرکے سلمہ بن درید کا کام تمام کیا، حضرت ربیعہ بن رفیعؓ نے درید بن الصمہ پر حملہ کرکے اس کو قتل کیا اور مسلمانوں نے وہاں فتح حاصل کی۔

٤٠٦٨ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : لَمَّا فَرَغَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ حُنَيْنٍ بَعَثَ أَبَا عَامِرٍ عَلَى جَيْشٍ إِلَى أَوْطَاسٍ ، فَلَقِيَ دُرَيْدَ بْنَ الصِّمَّةِ ، فَقُتِلَ دُرَيْدٌ وَهَزَمَ اللّٰهُ أَصْحَابَهُ ، قَالَ أَبُو مُوسَى : وَبَعَثَنِي مَعَ أَبِي عَامِرٍ ، فَرُمِيَ أَبُو عَامِرٍ فِي رُكْبَتِهِ ، رَمَاهُ جُشَمِيٌّ بِسَهْمٍ فَأَثْبَتَهُ فِي رُكْبَتِهِ ، فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ : يَا عَمِّ مَنْ رَمَاكَ ؟ فَأَشَارَ إِلَى أَبِي مُوسَى فَقَالَ : ذَاكَ قَاتِلِي الَّذِي رَمَانِي ، فَقَصَدْتُ لَهُ فَلَحِقْتُهُ ، فَلَمَّا رَآنِي وَلَّى ، فَاتَّبَعْتُهُ وَجَعَلْتُ أَقُولُ لَهُ : أَلَا تَسْتَحْيِي ، أَلَا تَثْبُتُ ، فَكَفَّ ، فَاخْتَلَفْنَا ضَرْبَتَيْنِ بِالسَّيْفِ فَقَتَلْتُهُ ، ثُمَّ قُلْتُ لِأَبِي عَامِرٍ : قَتَلَ اللّٰهُ صَاحِبَكَ ، قَالَ : فَانْزِعْ هٰذَا السَّهْمَ ، فَنَزَعْتُهُ فَنَزَا مِنْهُ الْمَاءُ ، قَالَ يَا ابْنَ أَخِي : أَقْرِئِ النَّبِيَّ ﷺ السَّلَامَ ، وَقُلْ لَهُ : اسْتَغْفِرْ لِي . وَاسْتَخْلَفَنِي أَبُو عَامِرٍ عَلَى النَّاسِ ، فَمَكُثَ يَسِيرًا ثُمَّ مَاتَ ، فَرَجَعْتُ فَدَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فِي بَيْتِهِ عَلَى سَرِيرٍ مُرْمَلٍ وَعَلَيْهِ فِرَاشٌ ، قَدْ أَثَّرَ رِمَالُ السَّرِيرِ بِظَهْرِهِ وَجَنْبَيْهِ ، فَأَخْبَرْتُهُ بِخَبَرِنَا وَخَبَرِ أَبِي عَامِرٍ ، وَقَالَ : قُلْ لَهُ اسْتَغْفِرْ لِي ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ : (اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ أَبِي عَامِرٍ) . وَرَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ ، ثُمَّ قَالَ : (اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَوْقَ كَثِيرٍ مِنْ خَلْقِكَ مِنَ النَّاسِ) . فَقُلْتُ : وَلِي فَاسْتَغْفِرْ ، فَقَالَ : (اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ ذَنْبَهُ ، وَأَدْخِلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُدْخَلًا كَرِيمًا) . قَالَ أَبُو بُرْدَةَ : إِحْدَاهُمَا لِأَبِي عَامِرٍ ، وَالْأُخْرَى لِأَبِي مُوسَى . [ر : ٢٧٢٨]

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے ابوعامر کو ایک لشکر کے ساتھ وادئ اوطاس کی طرف روانہ کیا، درید بن الصمہ سے مڈبھیڑ ہوئی اور وہ قتل کردیا گیا اور اللہ نے اس کے ساتھیوں کو شکست دی، ابوعامر کے گھٹنہ میں ایک جشمی نے تیر مارا، حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں کہ میں ان کے پاس گیا اور کہا "یاعم، من رماک؟" چچا! آپ کو کس نے تیر مارا، انہوں نے اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ وہ ہے میرا قاتل، چنانچہ میں نے اس کا قصد کیا اور اس کو جالیا، جب اس نے مجھے دیکھا تو بھاگنے لگا، میں نے اس کا پیچھا کرتے ہوئے کہا تجھے بھاگتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ تو رکے گا نہیں؟ چنانچہ وہ رک گیا، ایک دوسرے پر ہم نے تلوار سے وار کیا اور میں نے اس کو قتل کردیا۔

پھر میں ابوعامر کے پاس آکر ان سے کہنے لگا کہ اللہ نے آپ کے قاتل کو قتل کروادیا.... ابوعامرؓ نے کہا کہ یہ تیر میرے گھٹنے سے نکالدو، میں نے تیر نکالا تو زخم سے پانی نکلا، پھر انہوں نے فرمایا، "بھتیجے! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا سلام کہنا اور میرے لیے مغفرت کی دعا کی درخواست کرنا" پھر ابوعامرؓ نے مجھے اپنا نائب بنایا اور کچھ دیر زندہ رہنے کے بعد انہوں نے شہادت پائی۔

واپس آکر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ "سریر مرمّل" پر تشریف فرما تھے، (سریر مرمّل اس چارپائی کو کہتے ہیں، جو کھجور کی رسیوں سے بنی ہوئی ہو) اس سریر پر کوئی بچھونا نہیں تھا (یہاں روایت میں "علیہ فراش" ہے لیکن دیگر تمام روایات میں "ماعلیہ فراش" ہے اس لیے یہاں راوی سے "ما" نافیہ سہوًا رہ گیا ہے) (۲۸) چارپائی کی رسیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت اور دونوں پہلوؤں پر نشان ڈالدیئے تھے۔ پھر میں نے اپنے اور ابوعامرؓ کے واقعات آپ ؐ سے بیان کئے اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست آپ ؐتک پہنچائی، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا اور وضو کرنے کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی، ﴿اللھم اغفر لعبید ابی عامر.... اللھم اجعلہ یوم القیامۃ فوق کثیر من خلقک ومن الناس﴾ میں نے کہا، میرے لیے بھی دعائے مغفرت فرمادیجیے، آپ ؐ نے فرمایا ﴿اللھم اغفر لعبد اللہ بن قیس ذنبہ وادخلہ یوم القیامۃ مدخلا کریما﴾ عبداللہ بن قیس حضرت ابوموسی اشعریؓ کا نام ہے۔

باب : غَزْوَةُ الطَّائِفِ .

فِي شَوَّالٍ سَنَةَ ثَمَانٍ ، قَالَهُ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ .

حنین میں شکست کھا کر ہوازن وثقیف کے بہت سارے لوگ مالک بن عوف کی قیادت میں طائف چلے گئے تھے، طائف نہایت محفوظ مقام تھا (۳۰) اوطاس کی شکست خوردہ فوج بھی یہاں آگئی اور انہوں نے اہل شہر سے مل کر سال بھر کا سامانِ رسد اور مقابلہ کے لیے ضروری اسلحہ جمع کرکے قلعہ بند کرلیا اور قلعہ کے چاروں اطراف پر تیر انداز مقرر کئے (۳۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے اموال غنیمت اور قیدیوں کو مقام جعرانہ میں جمع کرنے کا حکم دیا اور لشکر لے کر خود طائف کے محاصرہ کے لیے تشریف لے گئے

---

(۲۸) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۳۰۲

(۳۰) وفی عمدۃ القاری: ۱۷ / ۳۰۲: الطائف وھو بلد کبیر مشھور کثیر الاعناب والنخیل علی ثلاث مراحل او اثنتین من مکۃ من جھۃ المشرق۔ وفی الروض الانف: ۲ / ۳۰۱۔ ان الدمون بن الصدف... من حضر موت اصاب دما من قومہ فلحق بثقیف فاقام فیھم وقال لھم: الا ابنی لکم حائطاً ببلدکم فبناہ فسمی بہ الطائف

(۳۱) طبقات ابن سعد: ۲ / ۱۵۸۔ والکامل لابن اثیر: ۲ / ۱۸

اور ان کا محاصرہ کیا۔ قلعہ کی فصیل پر بیٹھے ہوئے تیر اندازوں نے لشکر اسلام پر بہت سخت تیراندازی کی حتیٰ کہ بہت سے مسلمان زخمی اور صحابہؓ شہید ہوئے (۳۲) حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان کو دست بدست جنگ کے لیے بلایا، انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں قلعے سے اترنے کی ضرورت نہیں ہے، ہمارے پاس سال بھر کا غلہ موجود ہے جب یہ ختم ہوگا تب تلواریں لے کر اتریں گے (۳۳) لشکر اسلام نے قلعہ شکن آلات دبابہ اور منجنیق استعمال کئے لیکن ان لوگوں نے لوہے کی سلاخیں آگ میں سرخ کرکے اوپر سے برسانی شروع کیں جس کی وجہ سے مسلمان آگے نہ بڑھ سکے (۳۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے باغات کاٹنے کا حکم دیا جب صحابہؓ ان کے باغات کاٹنے لگے تو ان لوگوں نے اللہ اور قرابتوں کا واسطہ دیکر آپؐ سے درخواست کی کہ باغات نہ کاٹے جائیں، حضورؐ نے فرمایا کہ میں اللہ اور قرابتوں کے لیے ان کو چھوڑ دیتا ہوں۔ (۳۵)

ایام محاصرہ کے دوران ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقؓ سے فرمایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ دودھ سے بھرا ہوا ایک پیالہ مجھ کو دیا گیا لیکن ایک مرغ نے آکر اس میں چونچ ماری جس سے وہ دودھ گر گیا حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ یہ قلعہ ابھی فتح نہیں ہوگا، پھر آپؐ نے نوفل بن معاویہ دیلی سے اس بارے میں مشورہ کیا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ نوفل نے کہا۔ یارسول اللہ، ثعلب فی جحر، ان اقمت علیہ اخذتہ وان ترکتہ لم یضرک یعنی لومڑی بھٹ میں گھس گئی ہے اگر آپ ٹھہرے رہیں تو پکڑلیں گے اور اگر چھوڑ دیں گے تو آپؐ کا کوئی نقصان نہیں۔ (۳۶)

اس کے بعد آپؐ نے محاصرہ ختم کرکے واپس جانے کا حکم دیا تو صحابہؓ کہنے لگے کہ فتح کئے بغیر واپس چلے جائیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا، کل بھی لڑلو، دوسرے روز مسلمان بڑے جذبے سے لڑے اور صحابہؓ نے کافی نقصان اٹھایا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اب ان شاء اللہ کل واپسی ہوگی، آج حضورؐ سے واپسی کا اعلان سن کر صحابہؓ خوش ہوئے اور کسی نے یہ نہیں کہا کہ "فتح کئے بغیر واپس چلے جائیں؟" صحابہؓ کے عزم میں تغیر دیکھ کر آپؐ نے تبسم فرمایا اور محاصرہ اٹھالیا (۳۷) بعض صحابہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، آپؐ ان کو بددعا دیں، آپؐ نے بددعا کی بجائے یہ دعا دی «اللھم اھد ثقیفا وائت بھم» "اے اللہ! ثقیف کو ہدایت دے اور انہیں میرے پاس پہنچادے" (۳۸)

طائف میں بارہ صحابہؓ نے شہادت پائی، (۳۹) بعد میں اللہ جل شانہ نے انہیں ہدایت دی اور وہ لوگ

---

(۳۲) طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۵۸۔ وسیرت ابن ھشام مع الروض الانف: ۲/ ۳۰۲ (۳۳) سیرت مصطفیٰ: ۳/ ۶۳

(۳۴) سیرت ابن ھشام مع الروض الانف: ۲/ ۳۰۴ (۳۵) سیرت ابن ھشام: ۲/ ۳۰۳ (۳۶) البدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۳۵۰

(۳۷) جیسا کہ آگے بخاری کی روایت میں آرہا ہے (۳۸) البدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۳۵۰۔ والکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۸۱

(۳۹) طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۵۸۔ والبدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۳۵۱

مسلمان ہوکر مقام جعرانہ میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کا سپہ سالار مالک بن عوفؓ بھی مسلمان ہوا اور مقام جعرانہ میں ان کی درخواست پر آپؐ نے پھر ان کے چھ ہزار قیدی آزاد کئے جس کی تفصیل گزر چکی۔

طائف کا محاصرہ کتنے دن جاری رہا؟ اس میں پندرہ، سترہ، اٹھارہ اور بیس دن کی مختلف روایات ہیں (۴۰)

٤٠٦٩ : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : سَمِعَ سُفْيَانَ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أُمِّهَا أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا : دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ وَعِنْدِي مُخَنَّثٌ ، فَسَمِعَهُ يَقُولُ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ أُمَيَّةَ : يَا عَبْدَ اللهِ ، أَرَأَيْتَ إِنْ فَتَحَ اللهُ عَلَيْكُمُ الطَّائِفَ غَدًا ، فَعَلَيْكَ بِابْنَةِ غَيْلَانَ ، فَإِنَّهَا تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ . وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَا يَدْخُلَنَّ هٰؤُلَاءِ عَلَيْكُنَّ) .

قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ : وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ : الْمُخَنَّثُ : هِيتٌ . حدّثنا مَحْمُودٌ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ هِشَامٍ : بِهٰذَا ، وَزَادَ : وَهُوَ مُحَاصِرُ الطَّائِفِ يَوْمَئِذٍ . [٤٩٣٧ ، ٥٥٤٨]

وعندی مخنث مخنث نون کے کسرہ کے ساتھ افصح ہے اور فتحہ کے ساتھ اشہر ہے۔ مخنث اس کو کہتے ہیں جس کے اعضاء میں عورتوں کی طرح نرمی اور لچک پائی جائے اس کے چلنے پھرنے میں بات کرنے میں عورتوں سے مشابہت ہو کبھی یہ کیفیت فطری اور غیر اختیاری ہوتی ہے اور یہ مذموم نہیں اور کبھی یہ نازوانداز اور رنگ ڈھنگ بہ تکلف و تصنع اختیار کیا جاتا ہے وہ مذموم اور قابل نفرت ہے۔

فسمعته یقول لعبداللہ بن ابی امیة یہ عبداللہ حضرت ام سلمہؓ کے بھائی تھے۔

فانها تقبل باربع و تدبر بثمان

اہل عرب میں موٹی عورت پسند کی جاتی ہے، اس مخنث نے عبداللہ بن امیہ سے کہا کہ اگر کل طائف فتح ہوجائے تو آپ غیلان کی بیٹی کو لینا، اس کے پیٹ میں موٹاپے کی وجہ سے چار شکنیں ہیں، جب آتی ہے تو چار شکنیں نظر آتی ہیں اور وہ چار شکنیں دونوں طرف کروٹ میں بھی پہنچ گئی ہیں تو جب جاتی ہے تو پشت سے آٹھ شکنیں نظر آتی ہیں چار ایک طرف اور چار دوسری طرف، یہی مطلب ہے "تقبل باربع و تدبر بثمان" کا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آئندہ یہ مخنث لوگ تمہارے پاس ہرگز نہ آیا کریں ان کو ابتدا میں عورتوں کے پاس داخل ہونے کی اجازت اس وجہ سے دی گئی تھی کہ شاید یہ لوگ جنسی معاملات کو بالکل نہیں سمجھتے لیکن جب اس مخنث نے یہ جملہ کہا جس سے معلوم ہوا کہ وہ یہ باتیں سمجھتے ہیں تو آپؐ نے عورتوں کے پاس ان کی آمد پر پابندی لگادی۔

---

(۴۰) عمدة القاری: ۱۷/ ۳۰۵

چنانچہ اس مخنث کو مدینہ منورہ سے نکالدیا گیا تھا اور مدینہ سے باہر "حمی" نامی چراگاہ میں یہ رہتا تھا، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں یہ بوڑھا ہوگیا تھا، انہوں نے پھر اس کو مدینہ آنے کی اجازت دیدی تھی کہ صرف جمعہ کے دن آیا کرے (۴۱) ابن عیینہ اور ابن جریج نے اس مخنث کا نام "ھیت" بتایا ہے، بعض لوگوں نے کہا کہ اس کا نام "ماتع" تھا اور "ھیت" اس کا لقب تھا۔ (۴۲) واللہ اعلم۔

٤٠٧٠ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ الشَّاعِرِ الْأَعْمٰى ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ : لَمَّا حَاصَرَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ الطَّائِفَ ، فَلَمْ يَنَلْ مِنْهُمْ شَيْئًا ، قالَ : (إِنَّا قَافِلُونَ إِنْ شَاءَ ٱللهُ) . فَثَقُلَ عَلَيْهِمْ ، وَقَالُوا : نَذْهَبُ وَلَا نَفْتَحُهُ ، وَقالَ مَرَّةً : (نَقْفُلُ) . فَقَالَ : (اغْدُوا عَلَى الْقِتَالِ) . فَغَدَوْا فَأَصَابَهُمْ جِرَاحٌ ، فَقَالَ : (إِنَّا قَافِلُونَ غَدًا إِنْ شَاءَ ٱللهُ) . فَأَعْجَبَهُمْ ، فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ . وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً : فَتَبَسَّمَ . قَالَ : قَالَ الْحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الْخَبَرَ كُلَّهُ . [٥٧٣٦ ، ٧٠٤٢]

٤٠٧٢/٤٠٧١ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَاصِمٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ قَالَ : سَمِعْتُ سَعْدًا ، وَهُوَ أَوَّلُ مَنْ رَمٰى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ ٱللهِ ، وَأَبَا بَكْرَةَ ، وَكَانَ تَسَوَّرَ حِصْنَ الطَّائِفِ فِي أُنَاسٍ فَجَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَا : سَمِعْنَا النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (مَنِ ادَّعٰى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ ، وَهُوَ يَعْلَمُ ، فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ) .

(٤٠٧٢) : وَقَالَ هِشَامٌ : وَأَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنْ عَاصِمٍ ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ ، أَوْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ قَالَ : سَمِعْتُ سَعْدًا وَأَبَا بَكْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . قَالَ عَاصِمٌ : قُلْتُ : لَقَدْ شَهِدَ عِنْدَكَ رَجُلَانِ حَسْبُكَ بِهِمَا ، قَالَ : أَجَلْ ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَأَوَّلُ مَنْ رَمٰى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ ٱللهِ ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَنَزَلَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ثَالِثَ ثَلَاثَةٍ وَعِشْرِينَ مِنَ الطَّائِفِ . [٦٣٨٥]

وکان تسور حصن الطائف فی اناس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب طائف کا محاصرہ کیا تھا تو اس دوران آپؐ نے اعلان فرمایا تھا کہ قلعۂ طائف سے جو غلام باہر ہمارے پاس آجائے گا وہ آزاد ہوگا، یہ اعلان سن کر بہت سارے غلام قلعے کی دیوار پھاند کر مسلمانوں سے آملے، ان میں ایک حضرت ابوبکرہؓ تھے ان سب کو آپؐ نے آزاد کیا۔

قلعہ سے آنے والے غلاموں کی تعداد میں روایات مختلف ہیں، اکثر اہل سیر نے بارہ یا تیرہ افراد کا

(۴۱) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۳۰۳۔ ۳۰۴

(۴۲) فتح الباری: ۹/ ۳۳۴۔ کتاب النکاح، باب ماینھی من دخول المتشبھین بالنساء علی المرأۃ

ذکر کیا ہے (۴۳) مغازیٔ موسیٰ بن عقبہ میں صرف حضرت ابوبکرہؓ کا ذکر ہے (۴۴) اور بخاری کی اس روایت کے آخر میں تیئیس آدمیوں کا ذکر ہے ﴿ فنزل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثالث ثلاثۃ وعشرین من الطائف ﴾ یعنی حضرت ابوبکرہؓ تیئیسویں آدمی تھے جو طائف سے آپؐ کے پاس آئے تھے۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فضلاء صحابہؓ میں سے تھے، آپ کا نام "نفیع بن الحارث" تھا (۴۵) اور آپ کی والدہ کا نام "سمیہ" تھا، زیاد بن ابی سفیان بھی اسی "سمیہ" کا بیٹا تھا۔ بکرہ سیڑھی کو کہتے ہیں، حضرت ابوبکرہ قلعۂ طائف سے سیڑھی پر چڑھ کر قلعہ کی دیوار عبور کرکے آئے تھے اس لیے ان کی کنیت "ابوبکرہ" رکھی گئی (۴۶) ان کی وفات بصرہ میں ۵۱ھ میں ہوئی ہے۔ (۴۷)

اگر کفار کے لشکر سے غلام بھاگ کر مسلمانوں سے آملیں اور اسلام قبول کرلیں تو حنفیہ کے مسلک کے مطابق وہ آزاد ہوں گے (۴۸) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جتنے بھی غلام آئے تھے آپؐ نے ان سب کو آزاد کردیا تھا، بعد میں جب مقام جعرانہ میں ان کے مالک اسلام لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا کہ ہمارے یہ غلام ہمیں واپس کردیے جائیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ آزاد ہیں، ان کو واپس نہیں کیا جائے گا، انہوں نے کہا یارسول اللہؐ! یہ آپ کی طرف نکل کر اس لیے نہیں آئے تھے کہ انہیں اسلام کی رغبت تھی یہ تو غلامی اور رقیت سے فرار اختیار کرنے کی وجہ سے آئے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس بات کو تسلیم نہیں کیا اور ان غلاموں کو مسلمان اور احرار قرار دیا۔ (۴۹)

٤٠٧٣ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ نَازِلٌ بِالْجِعْرَانَةِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ ، وَمَعَهُ بِلَالٌ ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ : أَلَا تُنْجِزُ لِي مَا وَعَدْتَنِي ؟ فَقَالَ لَهُ : (أَبْشِرْ) . فَقَالَ : قَدْ أَكْثَرْتَ عَلَيَّ مِنْ أَبْشِرْ ، فَأَقْبَلَ عَلَى أَبِي مُوسَى وَبِلَالٍ كَهَيْئَةِ الْغَضْبَانِ ، فَقَالَ : (رَدَّ الْبُشْرَى ، فَاقْبَلَا أَنْتُمَا) . قَالَا : قَبِلْنَا ، ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ فِيهِ مَاءٌ ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيهِ وَمَجَّ فِيهِ ، ثُمَّ قَالَ : (اشْرَبَا مِنْهُ ، وَأَفْرِغَا عَلَى وُجُوهِكُمَا وَنُحُورِكُمَا وَأَبْشِرَا) فَأَخَذَا الْقَدَحَ فَفَعَلَا ، فَنَادَتْ أُمُّ سَلَمَةَ مِنْ وَرَاءِ السِّتْرِ : أَنْ أَفْضِلَا لِأُمِّكُمَا ، فَأَفْضَلَا لَهَا مِنْهُ طَائِفَةً .

---

(۴۳) سیرت مصطفیٰ: ۳/ ۴۳ (۴۴) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۳۰۶

(۴۵) فتح الباری: ۸/ ۴۵۔ علامہ سہیلیؒ نے آپ کے والد کا نام "مسروح" لکھا ہے۔ (الروض الانف: ۲/ ۳۰۲۔)

(۴۶) الروض الانف: ۲/ ۱۰۵

(۴۷) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۳۰۵ (۴۸) فیض الباری: ۴/ ۱۱۵ (۴۹) البدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۳۴۸۔ وفیض الباری: ۴/ ۱۱۶

[ر : ۱۹۳]

کنت عندالنبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو نازل بالجعرانۃ بین مکۃ والمدینۃ....

جعرانۃ (بکسر الجیم والعین المھملۃ وتشدید الراء وقد تسکن العین) طائف اور مکہ کے درمیان ایک مقام کا نام ہے، باجی نے کہا کہ جعرانہ مکہ سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے، یہاں روایت میں "بین مکۃ والمدینۃ" کہا ہے، داودی نے اس کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ "جعرانۃ بین مکۃ والمدینۃ" نہیں ہے بلکہ "بین مکۃ والطائف" ہے، امام نوویؒ نے بھی اسی پر جزم کیا ہے۔ (۵۰)

حضرت ابوموسی اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مقام جعرانہ میں ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا کہ آپؐ اپنا وعدہ پورا نہیں کریں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابشر" بشارت قبول کر، مطلب یہ تھا کہ تو تسلی رکھ میں ضرور وعدہ پورا کروں گا۔ اعرابی کہنے لگا، بہت دفعہ آپ نے "ابشر، ابشر" فرمایا ہے (یعنی مال جس کا وعدہ ہے وہ دیتے نہیں اور بشارت دے رہے ہیں) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوموسیؓ اور حضرت بلالؓ کی طرف متوجہ ہوئے جیسا کہ آپؐ ناراض ہوں اور فرمایا اس اعرابی نے "بشریٰ" کو رد کردیا، تم دونوں اس کو قبول کرو، ان دونوں نے کہا، ہمیں قبول ہے پھر آپؐ نے پانی کا ایک پیالہ منگوایا، اپنے ہاتھ اور چہرے مبارک کو اس میں دھویا اور اس میں کلی کرنے کے بعد فرمایا، اس پانی سے پی لو، اور اپنے چہرے اور سینے پر بھی اس کو ڈالو اور بشارت قبول کرو ان دونوں حضرات نے وہ پیالہ لیکر آپؐ کے حکم کے مطابق عمل کیا، پردہ کے پیچھے سے حضرت ام سلمہؓ نے آواز دی "اپنی ماں کے لیے بھی کچھ چھوڑ دینا" چنانچہ انہوں نے حضرت ام سلمہؓ کے لیے بھی حصہ چھوڑا۔

اس اعرابی کے نام کے متعلق حافظ نے لکھا ہے "لم اقف علی اسمہ" (۵۱) اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا الاتنجزلی ما وعدتنی؟ کہ آپ مجھ سے اپنا وعدہ پورا نہیں کریں گے؟ ممکن ہے یہ وعدہ آپؐ نے مخصوص طور پر اس بدوی سے کیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے عام وعدہ مراد ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنائم حنین کو جعرانہ میں جمع کرنے کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ طائف سے فراغت کے بعد اس کی تقسیم ہوگی۔ (۵۲) جو بھی صورت ہو، اعرابی نے مانگنے میں عجلت سے کام لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کو رد کیا، آپؐ نے وہ بشارت حضرت ابوموسیؓ اور حضرت بلالؓ کو دی اور انہوں نے قبول کی۔

یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ بشارت تو اجسام وجواہر میں سے نہیں کہ یہ ایک سے دوسرے کی طرف

(۵۰) دیکھیے فتح الباری: ۸/ ۴۶ (۵۱) فتح الباری: ۸/ ۴۶ (۵۲) فتح الباری: ۸/ ۴۶

منتقل ہو، انتقال من صاحب الی صاحب یا انتقال من مکان الی مکان یہ جواہر اور اجسام کی خاصیت ہے۔

لیکن حضرت انور شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ نظریہ فلاسفہ کا ہے کہ انتقال من مکان الی مکان صرف جواہر و اجسام کی خاصیت ہے اور فلاسفہ کا یہ نظریہ غلط ہے، یہ انتقال جس طرح جواہر اور اجسام میں ہوتا ہے اسی طرح اعراض میں بھی ہوسکتا ہے (۵۳) واللہ اعلم۔

٤٠٧٤ : حدثنا يعقوب بن إبراهيم : حدثنا إسماعيل : حدثنا ابن جريج قال : أخبرني عطاء : أن صفوان بن يعلى بن أمية أخبره : أن يعلى كان يقول : ليتني أرى رسول الله ﷺ حين ينزل عليه ، قال فبينا النبي ﷺ بالجعرانة ، وعليه ثوب قد أظل به ، معه ناس من أصحابه ، إذ جاءه أعرابي عليه جبة ، متضمخ بطيب ، فقال : يا رسول الله ، كيف ترى في رجل أحرم بعمرة في جبة بعد ما تضمخ بالطيب ؟ فأشار عمر إلى يعلى بيده : أن تعال ، فجاء يعلى فأدخل رأسه ، فإذا النبي ﷺ محمر الوجه ، يغط كذلك ساعة ، ثم سري عنه ، فقال : (أين الذي يسألني عن العمرة آنفا) . فالتمس الرجل فأتي به ، فقال : (أما الطيب الذي بك فاغسله ثلاث مرات ، وأما الجبة فانزعها ، ثم اصنع في عمرتك كما تصنع في حجك) .

[ر : ١٤٦٢]

حضرت یعلی بن امیہؓ کی یہ خواہش تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت دیکھیں جب آپؐ پر وحی نازل ہورہی ہو، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ میں تشریف فرما تھے، وعلیہ ثوب قد اظل بہ، معہ فیہ ناس من اصحابہ یعنی آپؐ پر ایک کپڑے سے سایہ کرلیا گیا تھا اور کچھ صحابہؓ بھی آپؐ کے ساتھ تھے "فیہ" کی ضمیر "ثوب" کی طرف بھی راجع ہوسکتی ہے یعنی اس کپڑے کے سایہ میں چند صحابہؓ بھی آپؐ کے ساتھ تھے اور یہ ضمیر محل کی طرف بھی راجع کرسکتے ہیں یعنی اس محل میں آپؐ کے ساتھ کچھ صحابہؓ تھے۔ اتنے میں ایک اعرابی (۵۴) آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، "وعلیہ جبة متضمخ بطیب" اس پر ایک جبہ تھا جو خوشبو میں لت پت تھا، اس نے آپؐ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہؐ! ایسے آدمی کے بارے میں آپؐ کی کیا رائے ہے جو اپنا جبہ خوشبو میں لت پت کرنے کے بعد عمرہ کا احرام باندھے؟ سوال کا مقصد یہ ہے کہ ایسے جبہ میں احرام باندھنا درست ہے یا نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس سوال کے جواب کے

(۵۳) دیکھیے فیض الباری: ۴/ ۱۱۴

(۵۴) حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ اس اعرابی کا نام مجھے معلوم نہ ہوسکا، پھر فرمایا کہ ابن فتحون نے "تفسیر طرطوشی" کے ذیل میں ان کا نام "عطاء ابن منیہ" لکھا ہے۔ واللہ اعلم۔ (فتح الباری: ۳/ ۳۹۴۔ کتاب الحج باب غسل الخلوق ثلاث مرات)

سلسلہ میں وحی نازل ہونے لگی اور چونکہ حضرت یعلیٰؓ کی یہ خواہش تھی کہ نزول وحی کے وقت آپؐ کو دیکھیں اس لیے حضرت عمرؓ نے حضرت یعلیٰؓ کو ہاتھ کے اشارہ سے بلایا کہ آکر دیکھ لو۔ حضرت یعلیٰؓ نے آکر اپنا سر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کے لیے سائبان کے اندر داخل کیا دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سرخ ہورہا ہے اور زور زور سے سانس کی آواز آرہی ہے کچھ دیر کے بعد جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپؐ نے فرمایا، وہ آدمی کہاں ہے جو مجھ سے عمرہ کے متعلق ابھی سوال کررہا تھا؟ تلاش کرکے وہ لایا گیا، آپؐ نے فرمایا، جو خوشبو آپ نے لگائی ہے اس کو تو تین بار دھولو اور اس جبہ کو اتار دو اور پھر اپنے عمرہ میں وہی اعمال انجام دو جو حج میں کرتے ہو۔

روایت باب پر ایک اشکال اور اس کے جوابات

لیکن اس روایات پر اشکال ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ حجۃ الوداع میں انہوں نے احرام سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگائی تھی جبکہ روایت باب میں ہے کہ تم اس خوشبو کو دھولو۔

❶ اس اشکال کا ایک جواب حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی روایت ۱۰ھ کی ہے اور یہ واقعہ ۸ھ کا اس سے پہلے کا ہے اس لیے حضرت عائشہؓ کی روایت اس کے لیے ناسخ ہے اور یہ منسوخ ہے۔ (۵۵)

❷ اور بعض حضرات نے یہ جواب دیا کہ وہ خوشبو جس کا عین اور جرم احرام کے بعد باقی رہتا ہے جیسا کہ زعفران ہے اس کی تو ممانعت ہے اور روایت باب میں دھونے کا جو حکم دیا گیا یہ اسی قسم کی خوشبو تھی لیکن اگر کسی خوشبو کا عین اور جرم باقی نہ رہے صرف اس کا اثر رہے تو احرام سے قبل ایسی خوشبو کا استعمال جائز ہے اور احرام کے بعد اس کا دھونا ضروری نہیں، حضرت عائشہؓ کی روایت میں آپؐ کو احرام سے قبل خوشبو لگانے کا جو ذکر ہے اس سے اسی قسم کی خوشبو مراد ہے، اس لیے دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں کہ دونوں کا محمل الگ الگ ہے۔ (۵۶) واللہ اعلم

٤٠٧٥ : حدَّثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى ، عَنْ عَبَّادِ ابْنِ تَمِيمٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عاصِمٍ قالَ : لَمَّا أَفَاءَ ٱللهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ ،

(۵۵) فتح الباری: ۳/۳۹۵۔ کتاب الحج، باب غسل الخلوق ثلاث مرات

(۵۶) فتح الباری: ۳/۳۹۵۔ کتاب الحج، باب غسل الخلوق ثلاث مرات

قسم في الناس في المؤلفة قلوبهم ، ولم يعط الأنصار شيئا ، فكأنهم وجدوا إذ لم يصبهم ما أصاب الناس ، فخطبهم فقال : (يا معشر الأنصار ، ألم أجدكم ضلالا فهداكم الله بي ، وكنتم متفرقين فألفكم الله بي ، وكنتم عالة فأغناكم الله بي) . كلما قال شيئا قالوا : الله ورسوله أمن ، قال : (ما يمنعكم أن تجيبوا رسول الله ﷺ) . قال : كلما قال شيئا ، قالوا : الله ورسوله أمن ، قال : (لو شئتم قلتم : جئتنا كذا وكذا ، أترضون أن يذهب الناس بالشاة والبعير ، وتذهبون بالنبي ﷺ إلى رحالكم ، لولا الهجرة لكنت امرءا من الأنصار ، ولو سلك الناس واديا وشعبا لسلكت وادي الأنصار وشعبها ، الأنصار شعار والناس دثار ، إنكم ستلقون بعدي أثرة ، فاصبروا حتى تلقوني على الحوض) . [٦٨١٨]

٤٠٧٦/٤٠٧٩ : حدثني عبد الله بن محمد : حدثنا هشام : أخبرنا معمر ، عن الزهري قال : أخبرني أنس بن مالك رضي الله عنه قال : قال ناس من الأنصار ، حين أفاء الله على رسوله ﷺ ما أفاء من أموال هوازن ، فطفق النبي ﷺ يعطي رجالا المائة من الإبل ، فقالوا : يغفر الله لرسول الله ﷺ يعطي قريشا ويتركنا ، وسيوفنا تقطر من دمائهم . قال أنس : فحدث رسول الله ﷺ بمقالتهم ، فأرسل إلى الأنصار فجمعهم في قبة من أدم ، ولم يدع معهم غيرهم ، فلما اجتمعوا قام النبي ﷺ فقال : (ما حديث بلغني عنكم) . فقال فقهاء الأنصار : أما رؤساؤنا يا رسول الله فلم يقولوا شيئا ، وأما ناس منا حديثة أسنانهم فقالوا : يغفر الله لرسول الله ﷺ يعطي قريشا ويتركنا ، وسيوفنا تقطر من دمائهم . فقال النبي ﷺ : (فإني أعطي رجالا حديثي عهد بكفر أتألفهم ، أما ترضون أن يذهب الناس بالأموال ، وتذهبون بالنبي ﷺ إلى رحالكم ، فوالله لما تنقلبون به خير مما ينقلبون به) . قالوا : يا رسول الله قد رضينا ، فقال لهم النبي ﷺ : (ستجدون أثرة شديدة ، فاصبروا حتى تلقوا الله ورسوله - ﷺ - فإني على الحوض) . قال أنس : فلم يصبروا .

(٤٠٧٧) : حدثنا سليمان بن حرب : حدثنا شعبة ، عن أبي التياح ، عن أنس قال : لما كان يوم فتح مكة قسم رسول الله ﷺ غنائم بين قريش ، فغضبت الأنصار ، قال النبي ﷺ : (أما ترضون أن يذهب الناس بالدنيا ، وتذهبون برسول الله - ﷺ) . قالوا :

بَلَى ، قالَ : (لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا أَوْ شِعْبًا ، لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصارِ أَوْ شِعْبَهُمْ) .

(٤٠٧٨) : حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا أَزْهَرُ ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ : أَنْبَأَنَا هِشَامُ بْنُ زَيْدِ ابْنِ أَنَسٍ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : لَمَّا كانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ ، الْتَقَى هَوَازِنُ وَمَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَشَرَةُ آلافٍ ، وَالطُّلَقَاءُ ، فَأَدْبَرُوا ، قالَ : (يَا مَعْشَرَ الْأَنْصارِ) . قالُوا : لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ ، لَبَّيْكَ نَحْنُ بَيْنَ يَدَيْكَ ، فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَقالَ : (أَنَا عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ) . فَانْهَزَمَ الْمُشْرِكُونَ ، فَأَعْطَى الطُّلَقَاءَ وَالْمُهَاجِرِينَ ، وَلَمْ يُعْطِ الْأَنْصارَ شَيْئًا ، فَقالُوا ، فَدَعاهُمْ فَأَدْخَلَهُمْ فِي قُبَّةٍ ، فَقالَ : (أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَالْبَعِيرِ ، وَتَذْهَبُونَ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ) . فَقالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا ، وَسَلَكَتِ الْأَنْصارُ شِعْبًا ، لَاخْتَرْتُ شِعْبَ الْأَنْصارِ) .

(٤٠٧٩) : حدثني مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قالَ : سَمِعْتُ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : جَمَعَ النَّبِيُّ ﷺ نَاسًا مِنَ الْأَنْصارِ فَقالَ : (إِنَّ قُرَيْشًا حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَمُصِيبَةٍ ، وَإِنِّي أَرَدْتُ أَنْ أَجْبُرَهُمْ وَأَتَأَلَّفَهُمْ ، أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَرْجِعَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَرْجِعُونَ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَى بُيُوتِكُمْ) . قالُوا : بَلَى ، قالَ : (لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا ، وَسَلَكَتِ الْأَنْصارُ شِعْبًا ، لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصارِ ، أَوْ شِعْبَ الْأَنْصارِ) . [ر : ٢٩٧٧]

حدثنا موسى بن اسماعیل.... لما افاء اللہ علی رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم حنین قسم فی الناس فی المؤلفة قلوبھم ولم یعط الانصار شیئا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب طائف سے لوٹے تو جعرانہ تشریف لائے، حافظ نے لکھا ہے کہ یہ پانچ ذی قعدہ کی تاریخ تھی (۵۷) یہاں آکر آپ نے غنائم حنین تقسیم فرمائے، آپ نے یہ اموال مؤلفة القلوب میں تقسیم فرمائے اور انصار کو کچھ نہیں دیا۔ آگے حضرت انسؓ کی روایت آرہی ہے جس میں ہے کہ آپ نے ایک ایک آدمی کو سو سو اونٹ دیے۔

مؤلفة القلوب

مؤلفة القلوب سے یہاں وہ معززین قریش اور سرداران قبائل مراد ہیں جو اسلام تو لے آئے تھے لیکن ابھی وہ ضعیف الایمان تھے آپ نے ان کو بڑے بڑے حصے دیئے تاکہ اسلام کے ساتھ ان کی محبت میں اضافہ ہو اور ایمان ان کے دل میں راسخ ہوجائے، اسی طرح مؤلفة القلوب میں بعض وہ لوگ بھی داخل تھے

---

(۵۷) فتح الباری: ۸ / ۴۸

جو اب تک اسلام نہیں لائے تھے لیکن ان کے بارے میں یہ توقع تھی کہ اگر انہیں مال دیا گیا تو اسلام لے آئیں گے۔ (۵۸) جیسے صفوان بن امیہ تھے انہوں نے اب تک اسلام قبول نہیں کیا تھا، وہ خود بڑے فیاض اور سخی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو مال غنیمت سے وافر حصہ دیا تو انہوں نے کہا کہ ایسی سخاوت اور فیاضی صرف نبی ہی کر سکتا ہے چنانچہ وہ اس سخاوت سے متأثر ہو کر اسلام لے آئے۔ (۵۹)

ابوالفضل بن طاہر نے "المبہمات" میں (۶۰) ابن اسحاق نے اپنی "سیرت میں" (۶۱) اور حافظ نے "فتح الباری" میں (۶۲) ان مؤلفۃ القلوب کے نام لکھے ہیں جن میں ابوسفیان بن حرب، سہیل بن عمرو، حویطب بن عبدالعزیٰ، حکیم بن حزام، ابوالسنابل بن بعکک، صفوان بن امیہ، عیینہ بن حصن، اقرع بن حابس اور مالک بن عوف وغیرہ حضرات شامل تھے، مجموعی تعداد ان کی چالیس سے زیادہ تھی۔ (۶۳)

مؤلفۃ القلوب کو جو آپ نے یہ مال دیا، آیا یہ کل مال غنیمت میں سے دیا یا خمس میں سے دیا، اس میں علماء کی مختلف رائے ہے، علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اصول شریعت کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ مال آپ نے خمس میں سے دیا ہو (۶۴) امام شافعیؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ خمس الخمس میں سے آپ نے یہ مال دیا (۶۵) اور حافظ ابن القیم کی رائے یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری غنیمت میں سے یہ حصہ عطا فرمایا (۶۶) اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اموال غنیمت میں اس قسم کے تصرفات کا اختیار تھا قرآن شریف میں ہے ﴿ قل الانفال للہ والرسول ﴾ (۶۷)

انصار کو آپ نے کچھ نہیں دیا جس کی وجہ سے بعض انصار نے ناراضگی کا اظہار کیا چنانچہ آگے روایت میں ہے۔

فکانھم وجدوا اذالم یصبھم مااصاب الناس اوکانھم وجدوا اذالم یصبھم مااصاب الناس

بخاری کے اکثر نسخوں میں یہ جملہ مکرر نہیں ہے البتہ ابوذر کے نسخہ میں یہ جملہ "او" حرف شک کے ساتھ مکرر واقع ہوا ہے (۶۸) اس تکرار کا کیا فائدہ ہے؟ تو اس سلسلہ میں....

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جملہ اولی "فکانھم" فا کے ساتھ اور جملہ ثانیہ "کانھم" بغیر فا کے ہے، راوی کو اس میں تردد ہے کہ "فا" ہے یا نہیں اس لیے اس نے یہ جملہ مکرر کہہ کر اس فرق کی طرف اشارہ کیا اور بعض راوی ایسی دقیق اور باریک رعایتیں ملحوظ رکھا کرتے ہیں۔ (۶۹)

---

(۵۸) فتح الباری: ۸/ ۴۸ (۵۹) دیکھیے الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۲/ ۱۸۷۔ رقم الترجمۃ ۴۰۷۳ (۶۰) فتح الباری: ۸/ ۴۸
(۶۱) سیرت ابن ہشام: ۲/ ۴۰۲ (۶۲) فتح الباری: ۸/ ۴۸ (۶۳) فتح الباری: ۸/ ۴۸ (۶۴) فتح الباری: ۸/ ۴۸
(۶۵) زادالمعاد: ۳/ ۴۸۴ (۶۶) زادالمعاد: ۲/ ۴۸۴ (۶۷) سورۃ الانفال / ۱
(۶۸) فتح الباری: ۸/ ۴۹ (۶۹) دیکھیے لامع الدراری: ۸/ ۳۶۹۔ ۳۷۰

علامہ کرمانی نے فرمایا کہ جملہ اولیٰ میں "وجدوا" "غضبوا" کے معنی میں ہے اور جملہ ثانیہ میں "وجدوا" "حزنوا" کے معنی میں ہے (۷۰) وجد کا مصدر جب "مَوجِدَة" آئے تو اس کے معنی غضب کے آتے ہیں اور جب مصدر "وجْدًا" آئے تو اس کے معنی "حزن" کے آتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اس تقسیم سے انصار کو غصہ آیا اور وہ غمگین ہوئے۔

چنانچہ بعض انصاری صحابہؓ کی زبان سے یہ کلمات بھی نکلے جیسا کہ اگلے باب میں حضرت انسؓ کی روایت میں آرہا ہے ﴿ فقالو: یغفر اللہ لرسولہ، یعطی قریشا، ویترکنا، وسیوفنا تقطر من دمائھم ﴾ اور حضرت انسؓ کی دوسری روایت میں ہے ﴿ اذاکانت شدیدۃ، فنحن ندعی، ویعطی الغنیمۃ غیرنا ﴾

فخطبھم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انصار کی ناراضگی کی اطلاع کسی نے پہنچائی اور ان کی طرف سے کہے گئے مذکورہ جملے بھی آپؐ تک پہنچے تو آپؐ نے تمام انصار کو ایک قبہ میں جمع فرمایا اور ان سے دریافت کیا کہ ماحدیث بلغنی عنکم؟ تمہاری طرف سے جو بات مجھے پہنچی ہے اس کی کیا حقیقت ہے؟ تو فقہاء انصار نے کہا کہ ہمارے بڑوں نے کچھ نہیں کہا ہے البتہ جو نوعمر نوجوان ہیں انہوں نے یہ جملہ کہا ہے۔ پھر آپؐ نے خطبہ دیا ﴿ یامعشر الانصار، الم اجدکم ضلالا فھداکم اللہ بی، وکنتم متفرقین فالفکم اللہ بی، وعالۃ فاغناکم اللہ بی ﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی جملہ فرماتے، انصار کہتے "اللہ ورسولہ امن" اللہ اور اس کے رسول کا احسان سب سے زیادہ ہے، پھر آپؐ نے فرمایا۔

لوشئتم قلتم: جئتنا کذا وکذا

"اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو کہ آپؐ ہمارے پاس آئے تھے ایسی ایسی حالت میں" اس روایت میں تصریح نہیں ہے، ابوسعیدؓ کی روایت میں ہے ﴿ لوشئتم لقلتم: اتیتنا مکذبا، فصدقناک ومخذولا، فنصرناک وطریدا، فآویناک وعائلا، فواسیناک ﴾ (۷۱) یعنی اگر تم چاہو تو یہ کہہ سکتے ہو کہ (اے محمدؐ) آپ ہمارے پاس آئے اس حال میں کہ آپؐ کی تکذیب کی گئی تھی ہم نے آپؐ کی تصدیق کی، آپؐ بے یارومددگار تھے ہم نے آپؐ کی مدد کی، آپؐ چھوڑ دیئے گئے تھے ہم نے آپ کو پناہ دی، آپ مفلس آئے تھے ہم نے آپ سے ہمدردی کی یہ کہہ کر آپ نے فرمایا کہ "تم یہ جواب دیتے جاؤ اور میں کہتا جاؤں گا کہ تم سچ کہتے ہو لیکن اے انصار! کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لے کر اپنے گھر آؤ۔"

---

(۷۰) شرح الکرمانی: ۱۶ / ۱۵۹

(۷۱) فتح الباری: ۸ / ۵۱

لولا الهجرة لكنت امرأ من الانصار (۷۲)

اگر ہجرت مقدر شرعی نہ ہوتی تو میں انصاری ہونا پسند کرتا، یا اگر ہجرت کی وہ فضیلت جو اسلام نے بیان کی ہے نہ ہوتی تو میں انصاری ہونے کو ترجیح دیتا۔

لو سلك الناس واديا و شعبا لسلكت وادى الانصار و شعبها

"اگر لوگ کسی گھاٹی اور وادی میں چلیں تو میں انصار کی وادی اور گھاٹی میں چلوں گا"

اس سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ انصار کا مسلک تفویض و تسلیم کا ہے، اطاعت اور فرمانبرداری کا ہے اور میں بھی اطاعت اور تفویض و تسلیم کو اپنے لیے بہتر اور پسندیدہ سمجھتا ہوں۔

الانصار شعار، و الناس دثار

شعار اس لباس کو کہتے ہیں جو جسم کے ساتھ متصل ہوتا ہے جیسے بنیان وغیرہ اور "دِثار" اس کپڑے کو کہتے ہیں جو اوپر ہو جیسے قمیص اور چادر وغیرہ۔ (۷۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو شعار کہا جس سے یہ بتانا ہے کہ انصار کا تعلق اسلام کے ساتھ نہایت قوی ہے اور آپ کے ساتھ ان کا اتصال نہایت ہی مستحکم ہے۔

ابوسعیدؓ کی روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تو انصار چیخ اٹھے، روتے روتے ان کی داڑھیاں تر ہوگئیں اور سب نے کہا ﴿رضينا برسول الله قسماً و حظاً﴾ یعنی ہم اس تقسیم پر راضی ہیں۔ (۷۴)

انكم ستلقون بعدى أثرة، فاصبروا حتى تلقونى على الحوض

"میرے بعد تم ترجیح پاؤگے، پس تم صبر سے کام لینا حتی کہ تم مجھ سے حوض کوثر پر ملو"

مطلب یہ ہے کہ میں اپنے رشتہ داروں اور اپنے خاندان و قبیلہ کے لوگوں کو تمہاری حق تلفی کرکے ترجیح نہیں دیتا لیکن میرے بعد کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو تمہاری حق تلفی کریں گے اور تم پر دوسرے لوگوں کو ترجیح دیں گے لیکن تم اس وقت صبر سے کام لینا یہاں تک کہ تمہاری ملاقات میرے ساتھ حوض کوثر پر ہوجائے وہاں میں تم پر ظلم کرنے والوں سے تمہارے لیے انصاف حاصل کروں گا۔

---

(۷۲) اى لولا ان النسبة الهجرية لا يسعنى تركها لانتسبت الى داركم، وقال ابن الجوزى: لم يرد النبى صلى الله عليه وسلم تغير نسبه ولا محو هجرته، وانما اراد انه لولا ما سبق من كونه هاجر لانتسب الى المدينة والى نصرة الدين، فالتقدير لولا ان النسبة الى الهجرة نسبة دينية لا يسع تركها لانتسبت الى داركم۔ وقال القرطبى: معناه: لتسميت باسمكم وانتسبت اليكم كما كانوا ينتسبون بالحلف، لكن خصوصية الهجرة وترتيبها سبقت، فمنعت من ذلك، وهى اعلى واشرف فلا تتبدل بغيرها، وقيل: معناه: لكنت من الانصار فى الاحكام والعداد، وقيل: التقدير: لولا ان ثواب الهجرة اعظم لاخترت ان يكون ثوابى ثواب الانصار.... وقيل: لولا التزامى بشروط الهجرة ومنها ترك الاقامة بمكة فوق ثلاث، لاخترت ان اكون من الانصار فيباح لى ذلك۔ (وانظر فتح البارى: ۸/۵۱) (۷۳) فتح البارى: ۸/ ۵۲۔ وشرح الكرمانى: ۱۶/ ۱۹۰ (۷۴) فتح البارى: ۸/ ۵۲

۴۰۸۰/۴۰۸۱ : حدّثنا قَبِيصَةُ : حدّثنا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قالَ : لَمَّا قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ قِسْمَةَ حُنَيْنٍ ، قالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ : ما أَرَادَ بِهَا وَجْهَ اللهِ ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ ، فَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ ثُمَّ قالَ : (رَحْمَةُ اللهِ عَلَى مُوسَى ، لَقَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ) .

(۴۰۸۱) : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حدّثنا جَرِيرٌ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : لَمَّا كانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ آثَرَ النَّبِيُّ ﷺ نَاسًا ، أَعْطَى الْأَقْرَعَ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ ، وَأَعْطَى عُيَيْنَةَ مِثْلَ ذٰلِكَ ، وَأَعْطَى نَاسًا ، فَقَالَ رَجُلٌ : ما أُرِيدَ بِهٰذِهِ الْقِسْمَةِ وَجْهُ اللهِ ، فَقُلْتُ : لَأُخْبِرَنَّ النَّبِيَّ ﷺ ، قالَ : (رَحِمَ اللهُ مُوسَى ، قَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ) .

[ر : ۲۹۸۱]

قال رجل من الانصار: ما اراد بها وجه الله....

اس شخص کا نام "معتب بن قشیر" لکھا ہے (۷۵) اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تقسیم سے اللہ کی رضامندی کا ارادہ نہیں کیا، یہ شخص منافق تھا (۷۶) اور منافقین کے بارے میں چونکہ اصول یہ ہے کہ انہیں قتل نہیں کیا جاتا اس لیے اس کلمۂ کفر کہنے کے باوجود اس کو قتل نہیں کیا گیا۔ واللہ اعلم۔

۴۰۸۲ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ : حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ ، عَنْ هِشَامِ ابْنِ زَيْدِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : لَمَّا كانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ ، أَقْبَلَتْ هَوَازِنُ وَغَطَفَانُ وَغَيْرُهُمْ بِنَعَمِهِمْ وَذَرَارِيِّهِمْ ، وَمَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَشَرَةُ آلَافٍ ، وَمِنَ الطُّلَقَاءِ ، فَأَدْبَرُوا عَنْهُ حَتَّى بَقِيَ وَحْدَهُ ، فَنَادَى يَوْمَئِذٍ نِدَاءَيْنِ لَمْ يَخْلِطْ بَيْنَهُمَا ، الْتَفَتَ عَنْ يَمِينِهِ فَقَالَ : (يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ) . قالُوا : لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ أَبْشِرْ نَحْنُ مَعَكَ ، ثُمَّ الْتَفَتَ عَنْ يَسَارِهِ فَقَالَ : (يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ) . قالُوا : لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ أَبْشِرْ نَحْنُ مَعَكَ ، وَهُوَ عَلَى بَغْلَةٍ بَيْضَاءَ فَنَزَلَ فَقَالَ : (أَنَا عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ) . فَانْهَزَمَ الْمُشْرِكُونَ ، فَأَصَابَ يَوْمَئِذٍ غَنَائِمَ كَثِيرَةً ، فَقَسَمَ فِي الْمُهَاجِرِينَ وَالطُّلَقَاءِ ، وَلَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارَ شَيْئًا ، فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ : إِذَا كانَتْ شَدِيدَةٌ فَنَحْنُ نُدْعَى ، وَيُعْطَى الْغَنِيمَةَ غَيْرُنَا . فَبَلَغَهُ ذٰلِكَ فَجَمَعَهُمْ فِي قُبَّةٍ فَقَالَ : (يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ ، ما حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكُمْ) . فَسَكَتُوا ، فَقَالَ : (يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ ، أَلَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا ،

(۷۵) عمدة القاری: ۱۷/ ۱۱۱ـ وفتح الباری: ۸/ ۵۶ (۷۶) عمدة القاری: ۱۷/ ۱۱۱ـ وفتح الباری: ۸/ ۵۶

وَنَذْهَبُونَ بِرَسُولِ اللهِ – ﷺ – تَحُوزُونَهُ إِلَى بُيُوتِكُمْ). قَالُوا : بَلَى ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ شِعْبًا ، لَأَخَذْتُ شِعْبَ الْأَنْصَارِ). فَقَالَ هِشَامٌ : يَا أَبَا حَمْزَةَ ، وَأَنْتَ شَاهِدٌ ذَاكَ ؟ قَالَ : وَأَيْنَ أَغِيبُ عَنْهُ . [ر : ۲۹۷۷]

ومع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرة آلاف من الطلقاء

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس ہزار "طلقاء" تھے، طلقاء "طلیق" کی جمع ہے یہاں اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر احساناً چھوڑ دیا تھا، نہ انہیں قتل کیا اور نہ غلام بنایا (۷۷) جیسے صفوان بن امیہ، حکیم بن حزام وغیرہ، جنگ حنین میں ایسے لوگوں کی تعداد دس ہزار نہیں، بلکہ دو ہزار تھی، دس ہزار آپ کے ساتھ صحابہؓ تھے اور دو ہزار طلقاء تھے اس لیے روایت میں "عشرة آلاف من الطلقاء" کی تعبیر درست نہیں ہے، کشمیہنی کی روایت میں "واو" ہے "عشرة آلاف ومن الطلقاء" یعنی دس ہزار صحابہؓ تھے اور کچھ تعداد طلقاء کی تھی اور یہی روایت ٹھیک ہے۔ (۷۸)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جن حضرات کے نزدیک حرف عطف کو مقدر ماننا درست ہے ان کے قول کے مطابق اگر واو حرف عطف محذوف مان لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (۷۹)

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کشمیہنی کی روایت ہی راجح ہے جس میں واو حرف عطف ہے (۸۰)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے عجیب توجیہ بیان فرمائی، فرمایا کہ "مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرة آلاف" یہ مستقل الگ جملہ ہے، آگے راوی نے جب "من الطلقاء" کہا تھا تو دو انگلیوں سے اشارہ کرکے طلقاء کی تعداد بیان کی تھی کہ ان کی تعداد دو ہزار تھی، راوی نے اشارہ کو تو غائب کردیا اور "من الطلقاء" کے الفاظ نقل کردیئے اس لیے اختلاط اور خبط واقع ہوگیا۔ (۸۱)

تنبیہ

جیسا کہ بتایا گیا کہ اصطلاح شریعت میں طلقاء وہ لوگ کہلاتے ہیں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان فرمایا اور فدیہ وغیرہ لیے بغیر ان کو چھوڑ دیا، نہ قید کیا نہ قتل کیا، اس مقام پر منجد کے مصنف لویس معلوف یسوعی نے نہایت ہی دروغ گوئی اور کذب بیانی کا ثبوت دیا ہے، چنانچہ اس نے طلقاء کی تشریح کرتے ہوئے لکھا، ﴿ الطلقاء الذین ادخلوا فی الاسلام کرھا ﴾ (۸۲) یعنی طلقاء وہ لوگ ہیں جو اسلام میں زبردستی داخل کئے گئے، منجد کے اندر اس قسم کی تحریفات ایک دو نہیں پچاسوں جگہ ہیں، علماء نے منجد

---

(۷۷) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۳۱۰ (۷۸) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۳۱۰ (۷۹) فتح الباری: ۸ / ۵۵ (۸۰) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۳۱۰
(۸۱) دیکھیے لامع الدراری: ۸ / ۳۴۳ (۸۲) دیکھیے المنجد: ۱ / ۴۷۰

کی اغلاط پر مستقل رسالے لکھے ہیں، اس لیے یہ کتاب قابل اعتماد نہیں۔

باب : السَّرِيَّةِ الَّتِي قِبَلَ نَجْدٍ .

٤٠٨٣ : حدّثنا أَبُو النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ سَرِيَّةً قِبَلَ نَجْدٍ فَكُنْتُ فِيهَا ، فَبَلَغَتْ سِهَامُنَا اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا ، وَنُفِّلْنَا بَعِيرًا بَعِيرًا ، فَرَجَعْنَا بِثَلَاثَةَ عَشَرَ بَعِيرًا . [ر : ٢٩٦٥]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی جانب ایک سریہ حضرت ابوقتادہؓ کی قیادت میں روانہ فرمایا تھا اہل مغازی کی رائے یہ ہے کہ فتح مکہ کے لیے تشریف لے جانے سے پہلے یہ سریہ روانہ کیا گیا تھا، ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ یہ شعبان ۸ ھ کا واقعہ ہے۔ (۸۳) لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو فتح مکہ کے بعد ذکر کیا یا تو یہ کہا جائے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے غزوات میں بعض جگہ تقدیم وتاخیر کردی ہے اور یا پھر یہ کہا جائے کہ امام کی اپنی تحقیق یہ ہوگی کہ یہ واقعہ فتح مکہ اور طائف کے بعد کا ہے اس لیے انہوں نے اس کو یہاں ذکر کیا۔

یہ واقعہ نجد کے علاقہ "ارض محارب" میں پیش آیا، اس میں کل پندرہ آدمی شریک تھے مال غنیمت میں دو سو اونٹ حاصل ہوئے، دو ہزار بکریاں ملیں اور بہت سے قیدی ہاتھ آئے اور صرف پندرہ دن کے اندر یہ حضرات اس سریہ سے فارغ ہوکر واپس آئے۔ (۸۴)

علامہ ابن التینؒ کی رائے یہ ہے کہ اس سریہ میں کل دس آدمی گئے تھے اور ایک سو پچاس اونٹ مال غنیمت میں ملے تھے، ان میں سے تیس اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لے لیے تھے اور باقی غانمین میں تقسیم کردیئے تھے۔ (۸۵)

باب : بَعْثِ النَّبِيِّ ﷺ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى بَنِي جَذِيمَةَ .

٤٠٨٤ : حدّثني مَحْمُودٌ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ . وَحَدَّثَنِي نُعَيْمٌ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى بَنِي جَذِيمَةَ ، فَدَعَاهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ ، فَلَمْ يُحْسِنُوا أَنْ يَقُولُوا : أَسْلَمْنَا ، فَجَعَلُوا

---

(۸۳) طبقات ابن سعد: ۲ / ۱۳۲۔ سریۃ ابی قتادۃ بن ربعی الانصاری الی خضرۃ

(۸۴) طبقات ابن سعد: ۲ / ۱۳۲۔ ۱۳۳

(۸۵) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۳۱۳۔ ابن اثیر کی روایت کے مطابق یہ سریہ تین افراد یا سولہ افراد پر مشتمل تھا (دیکھیے الکامل للابن اثیر: ۲ / ۱۵۸)

يَقُولُونَ : صَبَأْنَا صَبَأْنَا ، فَجَعَلَ خَالِدٌ يَقْتُلُ مِنْهُمْ وَيَأْسِرُ ، وَدَفَعَ إِلَى كُلِّ رَجُلٍ مِنَّا أَسِيرَهُ ، حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمٌ أَمَرَ خَالِدٌ أَنْ يَقْتُلَ كُلُّ رَجُلٍ مِنَّا أَسِيرَهُ ، فَقُلْتُ : وَاللّٰهِ لَا أَقْتُلُ أَسِيرِي ، وَلَا يَقْتُلُ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِي أَسِيرَهُ ، حَتَّى قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرْنَاهُ ، فَرَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَيْهِ فَقَالَ : (اللّٰهُمَّ إِنِّي أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ) . مَرَّتَيْنِ . [٦٧٦٦]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین سے پہلے تین سو پچاس صحابہؓ پر مشتمل ایک سریہ حضرت خالد بن ولیدؓ کی سرکردگی میں دین اسلام کی تبلیغ کی غرض سے بنو جذیمہ کی طرف روانہ کیا۔ بنو جذیمہ مکہ کے نشیبی علاقے میں مشرق کی جانب مقیم تھے، علامہ کرمانیؒ کی رائے یہ ہے کہ بنوجذیمہ قبیلۂ بنی عبدالقیس کی ایک شاخ ہے (۸۶) لیکن علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ ٹھیک نہیں بلکہ بنو جذیمہ عامر بن عبد مناۃ بن کنانہ کی اولاد میں سے ہیں۔ (۸۷)

حضرت خالد بن ولیدؓ نے بنوجذیمہ کو اسلام کی دعوت دی تو وہ لوگ اسلام کا اقرار ٹھیک طرح نہ کرسکے اور "اسلمنا" (ہم نے اسلام قبول کیا) کے بجائے "صبأنا، صبأنا" (ہم نے اپنا دین چھوڑ دیا) کہتے رہے چونکہ کفار قریش اسلام قبول کرنے والے کے لیے "اسلم فلان" کی جگہ "صبأ فلان" استعمال کرتے تھے اس لیے بنو جذیمہ نے اسلام کا اقرار "صبأنا، صبأنا" کہہ کر کیا، صبأ کے معنی ایک دین سے دوسرے دین کی طرف نکلنے کے ہیں، اس لفظ میں چونکہ اقرار اسلام کا مفہوم واضح نہیں اس لیے حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان میں سے بعض کو قتل کیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا «اللهم انی ابرأ الیک مما صنع خالد» پھر آپ نے حضرت علیؓ کو مال دیکر بنوجذیمہ کے پاس بھیجا اور ان سب مقتولین کی دیت مسلمانوں کی طرف سے ادا کی گئی۔ (۸۸)

باب : سَرِيَّةُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ ، وَعَلْقَمَةَ بْنِ مُجَزِّزٍ الْمُدْلِجِيِّ . وَيُقَالُ : إِنَّهَا سَرِيَّةُ الْأَنْصَارِيِّ .

٤٠٨٥ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ : حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ عُبَيْدَةَ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ سَرِيَّةً فَاسْتَعْمَلَ

---

(۸۶) شرح الکرمانی: ۱۶ / ۱۶۶

(۸۷) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۳۱۲۔ نیز فتح الباری: ۸ / ۵۷

(۸۸) تفصیل کے لیے دیکھیے، فتح الباری: ۸ / ۵۷۔ ۵۸

عَلَيْهَا رَجُلاً مِنَ الْأَنْصَارِ ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يُطِيعُوهُ ، فَغَضِبَ ، فَقَالَ : أَلَيْسَ أَمَرَكُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُطِيعُونِي ؟ قَالُوا : بَلَى ، قَالَ : فَاجْمَعُوا لِي حَطَبًا ، فَجَمَعُوا ، فَقَالَ : أَوْقِدُوا نَارًا ، فَأَوْقَدُوهَا ، فَقَالَ : ادْخُلُوهَا ، فَهَمُّوا وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يُمْسِكُ بَعْضًا ، وَيَقُولُونَ : فَرَرْنَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ مِنَ النَّارِ ، فَمَا زَالُوا حَتَّى خَمَدَتِ النَّارُ ، فَسَكَنَ غَضَبُهُ ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ ، فَقَالَ : (لَوْ دَخَلُوهَا مَا خَرَجُوا مِنْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ) . [٦٧٢٦ ، ٦٨٣٠]

عبداللہ بن حذافہ سہمی قریشی ہیں، آپ قدیم الاسلام صحابی ہیں اور مہاجرین اولین میں داخل ہیں، صاحب الہجرتین ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نامہ مبارک دیکر آپ ہی کو کسری کی طرف روانہ فرمایا تھا (۸۹) ابن لہیعہ کے قول کے مطابق آپ کا انتقال مصر میں ہوا اور وہیں آپ مدفون ہیں۔ (۹۰)

دوسرے صحابی علقمہ بن مجزز (بضم المیم وفتح الجیم وبکسر الزاء المشدودة) مدلجی ہیں، یہ مجزز وہی شخص ہیں جن کا حضرت اسامہؓ اور حضرت عائشہؓ کے قصہ میں ذکر آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو بتایا تھا کہ آج ایک قائف نے زید بن حارثہ اور اسامہ دونوں کے پاؤں کو دیکھ کر کہا ہے "ان بعض ھذہ الاقدام لمن بعض" (۹۱)

❶ اس سریہ کی تفصیل یہاں بخاری میں حضرت علیؓ سے اس طرح منقول ہے کہ انصار کے ایک شخص کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ کا امیر بنا کر بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ امیر کی اطاعت کرنا، امیر دوران سفر کسی بات پر ناراض ہوگئے تو انہوں نے اپنے ساتھ جانے والوں سے کہا کہ کیا تمہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اطاعت کا حکم نہیں دیا ہے؟ سب نے کہا، کیوں نہیں، امیر نے کہا کہ پھر تم

---

(۸۹) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۳۱۲۔

(۹۰) عمدۃ القاری: ۱۷/ ۳۱۲۔ حافظ ابن حجرؒ نے "الاصابہ" میں حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کے مناقب میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظمؓ کے دور خلافت میں رومیوں سے جنگ کے دوران آپ چند مسلمانوں کے ساتھ گرفتار ہوئے، شاہ روم نے ان سے کہا کہ آپ نصرانی بن جائیں تو میں آپ کو اپنی حکومت میں شریک کرلوں گا لیکن حضرت عبداللہ بن حذافہ نے نصرانیت قبول کرنے سے انکار کردیا، جس کی وجہ سے شاہ روم نے انہیں تختہ دار پر باندھ کر حکم دیا کہ ان پر تیر برسائے جائیں لیکن جب دیکھا کہ آپ کے چہرے پر کسی قسم کے خوف کے آثار نہیں ہیں تو وہاں سے انہیں اتارا اور حکم دیا کہ دیگ میں پانی گرم کرکے کھولتے ہوئے پانی میں انہیں ڈالدیا جائے، اس میں ڈالنے کے لیے جب انہیں دیگ کے قریب لے جایا گیا تو رونے لگے، شاہ روم نے رونے کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے، رو اس لیے رہا ہوں کہ میری تمنا ہے کہ میرے لیے سو جانیں ہوں اور ہر جان قربانی کا اس طرح نذرانہ پیش کرکے اپنے رب کے حضور حاضر ہو، شاہ روم کو بڑی حیرت ہوئی، کہنے لگا، تم میرے سر کو بوسہ دیدو، میں تمہیں چھوڑ دوں گا، فرمانے لگے، صرف نہیں، میرے ساتھیوں کو بھی، شاہ روم نے کہا، ٹھیک ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن حذافہؓ نے اس کے سر کو بوسہ دیا اور شاہ روم نے حسب وعدہ تمام مسلمان قیدیوں کو آزاد کردیا۔ حضرت فاروق اعظمؓ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آکر حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کے سر کو بوسہ دیا۔ (دیکھیے الاصابة فی تمییز الصحابة: ۲/ ۲۹٦۔۲۹۷۔ رقم الترجمة: ۴٦۲۲)

(۹۱) فتح الباری: ۸/ ۵۹

لکڑیاں جمع کرو، حکم کی تعمیل میں سب نے لکڑیاں جمع کیں، امیر نے ان لکڑیوں میں آگ لگانے کا حکم دیا، انہوں نے آگ لگادی، اب امیر صاحب نے حکم دیا کہ تم سب اس آگ میں داخل ہوجاؤ کچھ لوگوں نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کرلیا لیکن پھر ایک دوسرے کو روکنے لگے اور کہنے لگے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اسی لیے تو بھاگے ہیں کہ آگ سے بچ جائیں۔ اسی شش وپنج میں تھے کہ آگ ٹھنڈی ہوگئی اور امیر کا غصہ بھی ٹھنڈا ہوگیا، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ امیر کے حکم کی تعمیل میں آگ میں داخل ہوجاتے تو قیامت تک نہ نکلتے، کیونکہ امیر کی اطاعت صرف نیکی میں کرنی ہے۔ ﴿لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق﴾

❷ ابن سعد کی روایت ذرا زیادہ تفصیلی ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ کچھ حبشی لوگ جدہ کے قریب ایک جزیرے میں دیکھے گئے ہیں اور اندیشہ ہے کہ کہیں وہ اہل اسلام پر حملہ نہ کردیں اس اطلاع کی وجہ سے آپ نے علقمہ بن مجزز کی زیر قیادت تین سو صحابہؓ کی ایک جماعت روانہ فرمائی، جب یہ حضرات اس جزیرے کے قریب پہنچے تو وہ حبشی بھاگ گئے، واپسی پر چند لوگوں نے جلدی گھر آنا چاہا تو حضرت علقمہ بن مجزز نے ان پر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی کو امیر بنایا اور وہ ان سے الگ ہوکر جلدی واپس آگئے، ابن سعد کے بیان کے مطابق یہ ربیع الآخر ۹ھ کا واقعہ ہے۔ (۹۲)

❸ ابن ماجہ نے کتاب الجہاد میں حضرت ابوسعیدؓ کی روایت سند صحیح کے ساتھ نقل کی ہے اس سے اس واقعہ کے کچھ نئے گوشے سامنے آتے ہیں اور بخاری کی روایت سے اس کا بیان کافی مختلف ہے۔

حضرت ابوسعد خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علقمہ بن مجزز کو ایک سریہ کا امیر بناکر روانہ کیا سریہ کی کارروائی مکمل ہونے کے بعد کچھ لوگوں نے امیر سریہ حضرت علقمہؓ سے جلدی گھر جانے کی اجازت چاہی، انہوں نے اجازت دیدی اور حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ کو ان کا امیر مقرر کیا، حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی عبداللہ بن حذافہؓ کے ساتھ واپس آنے والے لوگوں میں شامل تھا۔ راستہ میں ایک جگہ ساتھیوں نے سینکنے اور کھانا وغیرہ پکانے کے لیے آگ جلائی، امیر سریہ حضرت عبداللہ بن حذافہ بڑے ظریف الطبع تھے انہوں نے اس موقع پر کہا الیس علیکم السمع والطاعة؟ امیر کی سمع وطاعت تم پر لازم نہیں؟ سب نے کہا کیوں نہیں، فرمانے لگے، میں جس کام کا بھی حکم دوں تو کروگے؟ سب نے کہا "نعم" فرمایا میں تم لوگوں کو اس آگ میں کودنے کا حکم دیتا ہوں، سب لوگ جب ان کے حکم کی تعمیل میں آگ میں کودنے کے لیے کھڑے ہوئے اور عبداللہ بن حذافہ کو یقین ہوا کہ یہ لوگ کودجائیں گے تو فرمایا: "امسکوا علی انفسکم، فانما کنت امزح معکم" رک جاؤ، میں مذاق کررہا تھا۔

(۹۲) طبقات ابن سعد ۲/ ۱۶۳ سریة علقمة بن مجزز المدلجی الی الحبشة

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ پھر جب ہم آکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا ﴿من امرکم منهم بمعصیة الله، فلاتطیعوه﴾ اللہ جل شانہ کی معصیت کا اگر کوئی تمہیں حکم دے تو اس کی اطاعت نہ کرو۔ (۹۳)

ابن ماجہ کی یہ روایت بخاری کی روایت سے مختلف ہے، بخاری کی روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ امیر نے آگ میں داخل ہونے کا حکم غصہ کی وجہ سے دیا تھا جبکہ ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ امیر نے یہ حکم تفنن طبع اور ظرافت کے طور پر دیا تھا، بخاری کی روایت میں ہے کہ لوگوں نے ایک دوسرے کو آگ میں داخل ہونے سے روکا اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ خود امیر نے ان کو روکا۔

اگر یہ دونوں الگ الگ واقعات ہیں تو پھر کوئی اشکال نہیں، علامہ ابن قیم کا میلان اسی طرف ہے کہ یہ متعدد الگ الگ واقعات ہیں (۹۴) اور یہی ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔ یہاں بخاری میں جس سریہ کا ذکر ہے اس کے امیر علقمہ بن مجزز تھے عبداللہ بن حذافہؓ نہیں تھے۔ انہوں نے ساتھیوں سے ناراض ہوکر انہیں آگ میں داخل ہونے کا حکم دیا تھا اور جہاں تک عبداللہ بن حذافہؓ کے واقعہ کا تعلق ہے جو ابن ماجہ کی روایت میں ہے تو وہ الگ واقعہ ہے اور انہوں نے آگ میں داخل ہونے کا حکم مزاح کے طور پر دیا تھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب باندھا ہے ﴿باب سریة عبدالله بن حذافة السهمی وعلقمة بن مجزز المدلجی﴾ اور اس کے بعد فرمایا ﴿ویقال: انها سریة الانصاری﴾ ویقال سے غالباً امام نے واقعہ کے تعدد کی طرف اشارہ کیا ہے، حافظ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ (۹۵)

ہمارے نسخوں میں تو "ویقال: انها سریة الانصار" ہے لیکن حافظ اور عینی کے نسخوں میں "سریة الانصاری" ہے (۹۶) حالانکہ عبداللہ بن حذافہ اور علقمہ بن مجزز دونوں انصاری نہیں ہیں، علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے تو فرمایا کہ یہ وہم ہے (۹۷) اور بعض حضرات نے کہا کہ انصاری عام معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے والا اور اس لحاظ سے عبداللہ بن حذافہ اور علقمہ بن مجزز کو انصاری کہا جاسکتا ہے۔ (۹۸) واللہ اعلم

لودخلوها ماخرجوا منها الی یوم القیامة

اگر "دخلوها" اور "منها" دونوں کی ضمیر "نار" کی طرف راجع ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ لوگ

---

(۹۳) دیکھیے سنن ابن ماجہ، کتاب الجهاد، رقم ۲۸۶۳

(۹۴) فتح الباری: ۸/ ۹۰-نیز زاد المعاد: ۳/ ۵۱۶-فصل، ذکر سریة علقمة بن مجزز.... الی الحبشة

(۹۵) فتح الباری: ۸/ ۵۹ (۹۶) فتح الباری: ۸/ ۵۸-وعمدة القاری: ۱۷/ ۳۱۴ (۹۷) فتح الباری: ۸/ ۵۹ (۹۸) عمدة القاری: ۱۸/ ۷۹

آگ میں اگر داخل ہوجاتے تو اس سے قیامت تک نہ نکلتے بلکہ اسی میں جل کر مرجاتے (۱) اور اگر "دخلوھا" کی ضمیر ان لوگوں کی جلائی ہوئی آگ کی طرف راجع ہو اور "دخلوھا" کی ضمیر "نارجہنم" کی طرف بطور صنعت استخدام راجع ہو تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اگر یہ لوگ امیر کے حکم کی تعمیل کی وجہ سے آگ میں داخل ہونے کو حلال سمجھ کر اس میں کود جاتے تو قیامت تک جہنم کی آگ میں رہتے یعنی انہیں برزخ میں عذاب ہوتا کیونکہ اس طرح آگ میں داخل ہونا معصیت ہے اور عاصی کے لیے عذاب برزخ ہے۔ (۳)

لیکن حفص کی روایت میں ہے "ماخرجوا منھا ابدًا" (۴) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے عذاب برزخ نہیں، عذاب آخرت مراد ہے تاہم اس صورت میں بھی کوئی اشکال نہیں اس لیے کہ خودکشی کو حلال سمجھنے والے کے لیے یہی حکم ہے کیونکہ حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے اور کافر کے لیے نار جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس میں پہلی صورت ہی راجح ہے یعنی "دخلوھا" اور "منھا" دونوں ضمیریں ان کی جلائی ہوئی آگ کی طرف راجع ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اپنی جلائی ہوئی اس آگ میں داخل ہوجاتے تو سب اسی میں مرجاتے اور کوئی بھی اس سے نہ نکلتا۔ (۵)

باب : بَعْثُ أَبِي مُوسٰى وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِلَى الْيَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے قبل ربیع الآخر ۹ ھجری کو حضرت ابوموسی اشعریؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف دین اسلام کی تعلیم کی غرض سے روانہ کیا، حضرت ابوموسیؓ کو یمن کی مشرقی سمت اور حضرت معاذؓ کو مغربی سمت کے اطراف واکناف میں تعلیم دینے کا حکم دیا۔ (٦)

٤٠٨٦/٤٠٨٨ : حدثنا مُوسٰى : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ

---

(۱) فتح الباری: ۸/ ٦۰

(۳) فتح الباری: ۸/ ٦۰۔ وعمدۃ القاری: ۱۷/ ۲۱۵

(۴) فتح الباری: ۸/ ٦۰

(۵) واستبط منه الشيخ ابومحمد بن ابی جمرة: ان الجمع من هذه الامة لا يجتمعون على خطاء لانقسام السرية قسمين، منهم من هان عليه دخول النار فظنه طاعة، ومنهم من فهم حقيقة الامر، وانه مقصور على ماليس بمعصية، فكان اختلافهم سببا لرحمة الجميع قال: وفيه ان من كان صادق النية لايقع الافي خير، ولو قصد الشر، فان الله يصرفه عنه، ولهذا قال بعض اهل المعرفة: من صدق مع الله، وقاه الله، ومن توكل على الله، كفاه الله۔ (وانظر فتح الباری: ۸/ ٦۰)

(٦) سیرت مصطفیٰ: ۳/ ۱۴۳

قَالَ : بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَبَا مُوسٰى وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ إِلَى الْيَمَنِ ، قَالَ : وَبَعَثَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى مِخْلَافٍ ، قَالَ : وَالْيَمَنُ مِخْلَافَانِ ، ثُمَّ قَالَ : (يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا ، وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا) . فَانْطَلَقَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا إِلَى عَمَلِهِ ، وَكَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا إِذَا سَارَ فِي أَرْضِهِ وَكَانَ قَرِيبًا مِنْ صَاحِبِهِ أَحْدَثَ بِهِ عَهْدًا فَسَلَّمَ عَلَيْهِ ، فَسَارَ مُعَاذٌ فِي أَرْضِهِ قَرِيبًا مِنْ صَاحِبِهِ أَبِي مُوسٰى ، فَجَاءَ يَسِيرُ عَلَى بَغْلَتِهِ حَتّٰى انْتَهٰى إِلَيْهِ ، وَإِذَا هُوَ جَالِسٌ ، وَقَدِ اجْتَمَعَ إِلَيْهِ النَّاسُ وَإِذَا رَجُلٌ عِنْدَهُ قَدْ جُمِعَتْ يَدَاهُ إِلَى عُنُقِهِ ، فَقَالَ لَهُ مُعَاذٌ : يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ أَيُّمَ هٰذَا ؟ قَالَ : هٰذَا رَجُلٌ كَفَرَ بَعْدَ إِسْلَامِهِ ، قَالَ : لَا أَنْزِلُ حَتّٰى يُقْتَلَ ، قَالَ : إِنَّمَا جِيءَ بِهِ لِذٰلِكَ فَانْزِلْ ، قَالَ : مَا أَنْزِلُ حَتّٰى يُقْتَلَ ، فَأَمَرَ بِهِ فَقُتِلَ ، ثُمَّ نَزَلَ فَقَالَ : يَا عَبْدَ اللّٰهِ ، كَيْفَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ ؟ قَالَ أَتَفَوَّقُهُ تَفَوُّقًا ، قَالَ : فَكَيْفَ تَقْرَأُ أَنْتَ يَا مُعَاذُ ؟ قَالَ : أَنَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ ، فَأَقُومُ وَقَدْ قَضَيْتُ جُزْئِي مِنَ النَّوْمِ ، فَأَقْرَأُ مَا كَتَبَ اللّٰهُ لِي ، فَأَحْتَسِبُ نَوْمَتِي كَمَا أَحْتَسِبُ قَوْمَتِي . [ر : ٢٨٧٣]

ويعث كل واحد منهما على مخلاف

مخلاف: علاقے اور ضلع کو کہتے ہیں یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک کو الگ الگ علاقے میں بھیجا، دونوں حضرات میں سے ہر ایک جب اپنے علاقے کا دورہ کرتے کرتے اپنے دوسرے ساتھی کے علاقے کی حدود کے قریب ہوجاتے تو وہاں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ، ایک مرتبہ حضرت معاذ بن جبل اپنے علاقے میں اپنے ساتھی ابوموسیٰؓ کے قریب پہنچ گئے ، وہاں دیکھا کہ حضرت ابوموسیٰؓ تشریف فرما ہیں اور چند لوگ ان کے پاس جمع ہیں اور ایک شخص کے ہاتھ گردن کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں، حضرت معاذؓ نے پوچھا، یہ کیا قصہ ہے ؟ حضرت ابوموسیٰؓ نے فرمایا یہ شخص مرتد ہوگیا ہے ، حضرت معاذؓ نے فرمایا جب تک اس کو قتل نہیں کردگے میں اپنی سواری سے نہیں اتروں گا چنانچہ اس کو قتل کردیا گیا۔

اس کے بعد حضرت معاذؓ اپنی سواری سے اترے اور حضرت ابوموسیٰؓ سے پوچھنے لگے کہ آپ قرآن کس طرح پڑھتے ہیں؟ حضرت ابوموسیٰؓ نے جواب دیا "اتفوقه تفوقا" یہ "فواق ناقه" سے ماخوذ ہے ، اونٹنی سے ایک مرتبہ دودھ نکالا جائے اور جب یہ محسوس ہو کہ تھنوں میں اب دودھ ختم ہوگیا ہے تو تھوڑی دیر کے لیے چھوڑ کر دودھ آنے کا انتظار کیا جائے ، پھر دوبارہ نکالنا شروع کیا جائے ، درمیان کے اس وقفہ کو "فواق ناقہ" کہا جاتا ہے ، حضرت ابوموسیٰؓ کا مطلب یہ ہے کہ میں رات کو تھوڑی دیر قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہوں اس کے بعد کچھ دیر آرام کرتا ہوں، پھر کھڑا ہوکر تلاوت شروع کرتا ہوں یعنی رات کو وقفہ وقفہ سے

تلاوت کرتا ہوں (۷) پھر حضرت ابوموسیٰؓ نے حضرت معاذؓ سے دریافت کیا کہ آپ کس طرح تلاوت کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں رات کی ابتدا میں آرام کرتا ہوں، جب نیند کا ایک حصہ پورا کرلیتا ہوں تو اٹھ کر حسب توفیق تلاوت کرتا ہوں، فاحتسب نومتی کما احتسب قومتی اور میں اپنی نیند کے متعلق بھی اللہ سے اسی طرح ثواب کی امید رکھتا ہوں جیسے اپنی نماز تہجد کے ثواب کی امید رکھتا ہوں، مطلب یہ ہے کہ میں چونکہ آرام اس نیت سے کرتا ہوں کہ تازہ دم ہوکر عبادت کروں گا اس لیے مجھے امید ہے کہ اللہ جل شانہ اس آرام اور نیند پر بھی مجھے ثواب عطا فرمائیں گے۔

(٤٠٨٧) : حدثني إسحٰق : حَدَّثَنَا خالِدٌ ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ ، فَسَأَلَهُ عَنْ أَشْرِبَةٍ تُصْنَعُ بِهَا ، فَقَالَ : (وَما هِيَ). قالَ : الْبِتْعُ وَالْمِزْرُ ، فَقُلْتُ لِأَبِي بُرْدَةَ : ما الْبِتْعُ ؟ قالَ : نَبِيذُ الْعَسَلِ ، وَالْمِزْرُ نَبِيذُ الشَّعِيرِ ، فَقَالَ : (كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ).

رَوَاهُ جَرِيرٌ وَعَبْدُ الْوَاحِدِ ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ .

(٤٠٨٨) : حدثنا مُسْلِمٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ جَدَّهُ أَبَا مُوسَى وَمُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ ، فَقَالَ : (يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا ، وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا ، وَتَطَاوَعَا). فَقَالَ أَبُو مُوسَى : يَا نَبِيَّ اللهِ إِنَّ أَرْضَنَا بِهَا شَرَابٌ مِنَ الشَّعِيرِ الْمِزْرُ ، وَشَرَابٌ مِنَ الْعَسَلِ الْبِتْعُ ، فَقَالَ : (كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ). فَانْطَلَقَا ، فَقَالَ مُعَاذٌ لِأَبِي مُوسَى : كَيْفَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ ؟ قَالَ : قَائِمًا وَقَاعِدًا وَعَلَى رَاحِلَتِي ، وَأَتَفَوَّقُهُ تَفَوُّقًا ، قالَ : أَمَّا أَنَا فَأَنَامُ وَأَقُومُ ، فَأَحْتَسِبُ نَوْمَتِي كما أَحْتَسِبُ قَوْمَتِي . وَضَرَبَ فُسْطَاطًا ، فَجَعَلَا يَتَزَاوَرَانِ ، فَزَارَ مُعَاذٌ أَبَا مُوسَى ، فَإِذَا رَجُلٌ مُوثَقٌ ، فَقَالَ : ما هٰذَا ؟ فَقَالَ أَبُو مُوسَى : يَهُودِيٌّ أَسْلَمَ ثُمَّ ارْتَدَّ ، فَقَالَ مُعَاذٌ : لَأَضْرِبَنَّ عُنُقَهُ .

تَابَعَهُ الْعَقَدِيُّ وَوَهْبٌ عَنْ شُعْبَةَ ، وَقَالَ وَكِيعٌ وَالنَّضْرُ وَأَبُو دَاوُدَ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ سَعِيدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . رَوَاهُ جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ . [ر : ٢٨٧٣]

(۷) قال ابن الاثیر فی النهایة ۳/ ۴۸۰:۔ و حدیث ابی موسی و معاذ "اما انا فاتفوقه تفوقا" یعنی قراءة القرآن: ای لا اقرأ وردی مندفعة واحدة، ولکن اقرأه شیئا بعد شیئ فی لیلی و نهاری، ماخوذ من فواق الناقة، لانها تحلب ثم تراح حتی تدر ثم تحلب

۴۰۸۹ : حدّثني عبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ ، هُوَ النَّرْسِيُّ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ عائِذٍ : حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ قالَ : سَمِعْتُ طَارِقَ بْنَ شِهَابٍ يَقُولُ : حَدَّثَنِي أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : بَعَثَنِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى أَرْضِ قَوْمِي ، فَجِئْتُ وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مُنِيخٌ بِالْأَبْطَحِ ، فَقَالَ : (أَحَجَجْتَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ) . قُلْتُ : نَعَمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، قالَ : (كَيْفَ قُلْتَ) . قالَ : قُلْتُ : لَبَّيْكَ إِهْلَالاً كَإِهْلَالِكَ ، قالَ : (فَهَلْ سُقْتَ مَعَكَ هَدْيًا) . قُلْتُ : لَمْ أَسُقْ ، قالَ : (فَطُفْ بِالْبَيْتِ ، وَاسْعَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ، ثُمَّ حِلَّ) . فَفَعَلْتُ حَتَّى مَشَطَتْ لِي امْرَأَةٌ مِنْ نِسَاءِ بَنِي قَيْسٍ ، وَمَكُثْنَا بِذٰلِكَ حَتَّى اسْتُخْلِفَ عُمَرُ . [ر : ۱۴۸۴]

۴۰۹۰ : حدّثني حِبَّانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ، عَنْ زَكَرِيَّاءَ بْنِ إِسْحٰقَ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ صَيْفِيٍّ ، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قالَ : قالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ حِينَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ : (إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ ، فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذٰلِكَ ، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذٰلِكَ ، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً ، تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ ، فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذٰلِكَ ، فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ ، فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ) .

قالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ : طَوَّعَتْ طَاعَتْ ، وَأَطَاعَتْ لُغَةٌ ، طِعْتُ وَطُعْتُ وَأَطَعْتُ . [ر : ۱۳۳۱]

حدثنی حبان....

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن روانہ کرتے وقت چند نصیحتیں فرمائیں ان سے آپؐ نے فرمایا کہ اہل یمن کو اولاً کلمۂ توحید کی دعوت دینا، اگر وہ قبول کرلیں پھر نماز کی دعوت دینا، اگر وہ بھی مان لیں تو پھر زکوۃ کا حکم دینا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ کلمہ پڑھنے کے بعد نماز فرض ہوگی اور نماز کے بعد پھر زکوۃ فرض ہوگی، کلمہ پڑھنے کے بعد احکام اسلام تمام کے تمام لازم ہوجاتے ہیں، یہاں جس ترتیب کا ذکر ہے اس سے مقصد دعوت کا ایک اسلوب بتانا ہے کہ تمام احکام بیک وقت اور اول وہلہ میں نہیں بتانا کہ اس سے ان لوگوں میں توحش اور استنکاف پیدا ہوگا بلکہ رفتہ رفتہ انہیں اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرنا۔

قال ابو عبدالله: طوعت، طاعت، واطاعت لغة: طِعتُ وطَعتُ وأَطعت

اوپر روایت میں "فان اطاعوالک" کا لفظ آیا ہے اس سے امام بخاری کا ذہن قرآن شریف کی سورۃ مائدہ کی آیت ﴿ فطوعت له نفسه قتل اخیه ﴾ (۸) کی طرف گیا، اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ طوعت "طاعت" کے معنی میں ہے اسی طرح باب سمع، باب نصر، اور باب افعال سب سے اس کے ایک ہی معنی ہیں۔

۴۰۹۱ : حدثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ : أَنَّ مُعَاذًا رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ لَمَّا قَدِمَ الْيَمَنَ ، صَلَّى بِهِمِ الصُّبْحَ ، فَقَرَأَ : «وَٱتَّخَذَ ٱللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلاً» . فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ : لَقَدْ قَرَّتْ عَيْنُ أُمِّ إِبْرَاهِيمَ .

زَادَ مُعَاذٌ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ حَبِيبٍ ، عَنْ سَعِيدٍ ، عَنْ عَمْرٍو : أَنَّ ٱلنَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ ، فَقَرَأَ مُعَاذٌ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ سُورَةَ النِّسَاءِ ، فَلَمَّا قَالَ : «وَٱتَّخَذَ ٱللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلاً» . قَالَ رَجُلٌ خَلْفَهُ : قَرَّتْ عَيْنُ أُمِّ إِبْرَاهِيمَ .

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یمن آئے تو انہوں نے صبح کی نماز پڑھائی، اموال وصول کرنے پر بھی وہ مقرر تھے، احکام اسلام کی تعلیم اور نماز کی امامت بھی وہ فرمایا کرتے تھے، انہوں نے ایک دن فجر کی نماز میں یہ آیت پڑھی ﴿ واتخذالله ابراهيم خليلا ﴾ (۹) تو قوم میں سے ایک آدمی نے کہا "لقد قرت عين ام ابراهيم" یعنی ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالی نے اپنا خلیل بنایا تو ابراہیم علیہ السلام کی ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہوئی ہوگی یعنی ان کو بڑی خوشی ہوئی ہوگی۔

یہاں اشکال ہوتا ہے کہ نماز میں کلام کرنے سے تو نماز فاسد ہوجاتی ہے، جس شخص نے یہ کلام کیا، اس کی نماز تو فاسد ہوگئی حضرت معاذؓ نے انہیں اعادۂ صلوۃ کا حکم کیوں نہیں دیا؟

❶ اس کا ایک جواب علامہ عینی نے دیا کہ ممکن ہے حضرت معاذؓ کو بھی معلوم نہ ہو کہ ایسی صورت میں اعادۂ صلاۃ ہوتا ہے اس لیے انہوں نے حکم نہیں دیا (۱۰) لیکن یہ جواب ضعیف ہے۔

❷ دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ ممکن ہے وہ شخص نماز میں ابھی شامل نہ ہوا ہو بلکہ خارج صلوۃ اس نے یہ کلام کیا ہو۔ (۱۱)

❸ تیسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ممکن ہے حضرت معاذؓ نے انہیں اعادۂ صلوۃ کا حکم دیا ہو لیکن یہاں روایت میں ذکر نہیں آیا اور عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں (۱۲) واللہ اعلم۔

---

(۸) سورۃ المائدہ / ۳۰ (۹) سورۃ النساء / ۱۲۵ (۱۰) عمدۃ القاری: ۱۸ / ۵ (۱۱) فتح الباری: ۸ / ۶۵
(۱۲) فتح الباری: ۸ / ۶۵۔ وعمدۃ القاری: ۱۸ / ۵

فائدہ

قرّت عین فلان: فلاں کی آنکھ ٹھنڈی ہوئی، اس سے مراد ہوتا ہے کہ وہ خوش ہوا، مشہور ہے کہ خوشی میں جو آنسو نکلتے ہیں وہ ٹھنڈے ہوتے ہیں اور غم کے آنسو گرم ہوتے ہیں، اسلیئے یہ تعبیر کسی کی خوشی بتانے کے لیے اختیار کی جاتی ہے کہ خوشی کے ٹھنڈے آنسوؤں سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ (۱۳)

باب : بَعْثُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، إِلَى الْيَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد صحابہ کرام کو تبلیغ اور جہاد کی غرض سے مختلف اطراف عرب میں بھیجا تھا، حضرت خالد بن ولیدؓ کو ایک سریہ کا امیر بنا کر آپؐ نے یمن کی طرف بھیجا تھا، کچھ عرصہ کے بعد آپ نے حضرت علیؓ کو یمن کی طرف روانہ کیا اور حضرت خالدؓ کی جگہ ان کو امیر مقرر فرمایا۔ اسی واقعہ سے متعلق آگے امام روایات نقل فرما رہے ہیں۔

٤٠٩٢ : حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ : حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ ابْنِ إِسْحٰقَ بْنِ أَبِي إِسْحٰقَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ : سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَعَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ إِلَى الْيَمَنِ ، قَالَ : ثُمَّ بَعَثَ عَلِيًّا بَعْدَ ذٰلِكَ مَكَانَهُ ، فَقَالَ : (مُرْ أَصْحَابَ خَالِدٍ ، مَنْ شَاءَ مِنْهُمْ أَنْ يُعَقِّبَ مَعَكَ فَلْيُعَقِّبْ ، وَمَنْ شَاءَ فَلْيُقْبِلْ) فَكُنْتُ فِيمَنْ عَقَّبَ مَعَهُ ، قَالَ : فَغَنِمْتُ أَوَاقِيَ ذَوَاتِ عَدَدٍ .

حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خالد بن ولیدؓ کے ساتھ یمن کی طرف روانہ کیا پھر آپؐ نے ان کی جگہ حضرت علی کو بھیجا اور ان سے فرمایا کہ خالد بن ولید کے ساتھیوں سے کہو کہ جو تمہارے ساتھ واپس یمن جانا چاہے وہ یمن چلا جائے اور جو چاہے کہ مدینہ آئے تو مدینہ آجائے۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کے ساتھ واپس یمن جانے والوں میں سے تھا۔

فغنمت اواق ذوات عدد

اواق "اوقیۃ" کی جمع ہے یعنی مال غنیمت میں سے مجھے چاندی کے بہت سے اوقیے ملے، "ذوات عدد" سے کثرت کی طرف اشارہ ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ قلت کی طرف اشارہ ہو۔

---

(۱۳) دیکھیے مجمع بحار الانوار: ۴ / ۲۳٦۔ وعمدۃ القاری: ۱۸ / ۵

۴۰۹۳ : حدَّثني مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سُوَيْدِ بْنِ مَنْجُوفٍ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ عَلِيًّا إِلَى خَالِدٍ لِيَقْبِضَ الخُمُسَ ، وَكُنْتُ أُبْغِضُ عَلِيًّا ، وَقَدِ اغْتَسَلَ ، فَقُلْتُ لِخَالِدٍ : أَلَا تَرَى إِلَى هٰذَا ، فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ ، فَقَالَ : (يَا بُرَيْدَةُ أَتُبْغِضُ عَلِيًّا) . فَقُلْتُ : نَعَمْ ، قَالَ : (لَا تُبْغِضْهُ ، فَإِنَّ لَهُ فِي الخُمُسِ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ) .

حضرت بریدہ بن حُصَیب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو یمن کی طرف حضرت خالدؓ کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ خمس اپنی تحویل میں لے لیں، بریدہ کہتے ہیں کہ مجھے علیؓ سے بغض تھا یہاں آگے روایت مختصر ہے، اسماعیلی نے یہ روایت تفصیل سے نقل کی ہے کہ مال خمس میں سے ایک خوبصورت باندی حضرت علیؓ نے اپنے لیے منتخب کی اور رات کو اس کے ساتھ وطی کرنے کے بعد جب صبح غسل کیا تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے بریدہؓ سے کہا کہ الاتری ماصنع ھذا؟ اور یہاں بخاری کی روایت میں بریدہؓ فرما رہے ہیں کہ میں نے خالد سے کہا الاتری الی ھذا؟ (اس شخص کو آپ نہیں دیکھتے کہ مال غنیمت کی جاریہ کو اس نے استعمال کیا) فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو میں نے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ یابریدۃ، اتبغض علیا "بریدہ! تم علی سے بغض رکھتے ہو؟" میں نے کہا، جی ہاں تو آپؐ نے فرمایا لاتبغضہ، فان لہ فی الخمس اکثر من ذلک "ان سے بغض نہ رکھو کیونکہ خمس میں انہیں اس (جاریہ) سے زیادہ لینے کا حق تھا۔" عبدالجلیل کی روایت میں ہے کہ حضرت بریدہؓ نے کہا فماکان احد من الناس احب الیّ من علی (۱۵) "اس کے بعد حضرت علیؓ سے مجھے کوئی زیادہ محبوب نہیں تھا۔"

روایت باب پر اشکال اور اس کے جوابات

اس روایت پر ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ نے بغیر استبراء کے اس جاریہ سے وطی کیسے کی؟ جبکہ استبراء ضروری ہے۔

❶ اس کا ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ باندی باکرہ تھی شادی شدہ یا کسی کی موطوءۃ نہ تھی اس لیے استبراء کی ضرورت نہ تھی (۱۶)

❷ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ممکن ہے حضرت علیؓ نے استبراء کے بعد وطی کی ہو، روایت میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ حضرت علیؓ نے بغیر استبراء کے اس سے وطی کی۔ (۱۷)

---

(۱۴) فتح الباری: ۸/ ۶۶ (۱۵) فتح الباری: ۸/ ۶۷ (۱۶) فتح الباری: ۸/ ۶۷ (۱۷) فتح الباری: ۸/ ۶۷

باقی رہی یہ بات کہ حضرت علیؓ نے اپنے لیے اس جاریہ کا انتخاب کیونکر کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خمس میں امام یا نائب امام کا حق ہوتا ہے اور یہاں حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب بن کر خمس لینے گئے تھے اس لیے ان کو یہ حق حاصل تھا تب ہی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "فان لہ فی الخمس اکثر من ذلک"

٤٠٩٤ : حدثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ شُبْرُمَةَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي نُعْمٍ قالَ : سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الخدْرِيَّ يَقُولُ : بَعَثَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنَ الْيَمَنِ بِذُهَيْبَةٍ فِي أَدِيمٍ مَقْرُوظٍ ، لَمْ تُحَصَّلْ مِنْ تُرَابِهَا ، قَالَ : فَقَسَمَهَا بَيْنَ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ : بَيْنَ عُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرٍ ، وَأَقْرَعَ بْنِ حابِسٍ ، وَزَيْدِ الْخَيْلِ ، وَالرَّابِعُ : إِمَّا عَلْقَمَةُ ، وَإِمَّا عامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ : كُنَّا نَحْنُ أَحَقَّ بِهٰذَا مِنْ هٰؤُلَاءِ ، قَالَ : فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : (أَلَا تَأْمَنُونَنِي وَأَنَا أَمِينُ مَنْ فِي السَّمَاءِ ، يَأْتِينِي خَبَرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَمَسَاءً) . قَالَ : فَقَامَ رَجُلٌ غائِرُ الْعَيْنَيْنِ ، مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ ، نَاشِزُ الْجَبْهَةِ ، كَثُّ اللِّحْيَةِ ، مَحْلُوقُ الرَّأْسِ ، مُشَمَّرُ الْإِزَارِ ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ اتَّقِ اللهَ ، قَالَ : (وَيْلَكَ ، أَوَلَسْتُ أَحَقَّ أَهْلِ الْأَرْضِ أَنْ يَتَّقِيَ اللهَ) . قَالَ : ثُمَّ وَلَّى الرَّجُلُ . قَالَ خالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ : يَا رَسُولَ اللهِ ، أَلَا أَضْرِبُ عُنُقَهُ ؟ قالَ : (لَا ، لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ يُصَلِّي) . فَقَالَ خالِدٌ : وَكَمْ مِنْ مُصَلٍّ يَقُولُ بِلِسَانِهِ ما لَيْسَ فِي قَلْبِهِ ، قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (إِنِّي لَمْ أُومَرْ أَنْ أَنْقُبَ قُلُوبَ النَّاسِ وَلَا أَشُقَّ بُطُونَهُمْ) . قَالَ : ثُمَّ نَظَرَ إِلَيْهِ وَهُوَ مُقَفٍّ ، فَقَالَ : (إِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمٌ يَتْلُونَ كِتَابَ اللهِ رَطْبًا ، لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كما يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ – وَأَظُنُّهُ قَالَ – لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُودَ) . [ر : ٣١٦٦ ، وانظر : ٤٣٩٠ ، ٦٩٩٥ ، ٧١٢٣]

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں: بعث علی بن ابی طالب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذهيبة فی ادیم مقروظ[١٨] لم تحصل من ترابھا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت علیؓ نے کچھ سونا بھیجا ایسے چمڑے میں جس کو دباغت دی گئی تھی اور وہ سونا اس کی مٹی سے جدا نہیں کیا گیا تھا مطلب یہ ہے کہ کان سے نکالنے کے بعد اس سونے کو مٹی سے صاف نہیں کیا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سونا چار آدمیوں میں تقسیم فرمایا، عیینہ بن بدر، اقرع بن حابس،

(١٨) ذهيبة: تصغير ذهبة...... مقروظ: ای مدبوغ بالقرظ، والقرظ شجر يدبغ بورقه ولونه الی الصفرة (عمدة القاری: ٨/١٨)

زید الخیل[19] اور علقمہ یا عامر بن الطفیل، علقمہ اور عامر میں راوی کو شک ہے لیکن علقمہ ہی درست ہے کیونکہ عامر بن الطفیل کا انتقال اس سے قبل ہوچکا تھا جس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی (۲۰) آپ کے اصحاب میں سے ایک آدمی نے کہا کہ ان لوگوں کے مقابلہ میں ہم زیادہ حقدار تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ اطلاع پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ تم مجھ پر اعتماد نہیں کرتے ہو وانا امین من فی السماء حالانکہ میں اس ذات کا امین ہوں جس کا عرش آسمانوں پر ہے اور جس کی وحی صبح وشام میرے پاس آتی ہے۔ تو ایک شخص کھڑا ہوا جس کی آنکھیں اندر کی طرف دھنسی ہوئی تھیں، رخسار آگے کو ابھرے ہوئے تھے، پیشانی آگے کو نکلی ہوئی تھی، داڑھی گھنی تھی، سر اس کا منڈا ہوا تھا، ازار (ساقین کی طرف) اٹھائے ہوئے تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا یارسول اللہ، اتق اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ویلک! تیرے لیے ہلاکت ہو، کیا اہل زمین میں سب سے زیادہ میں اللہ سے ڈرنے والا نہیں ہوں؟ پھر وہ آدمی چلا گیا، حضرت خالد بن ولید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی گردن مارنے کی اجازت مانگی آپ نے فرمایا "نہیں، شاید وہ نماز پڑھتا ہو" حضرت خالد نے فرمایا۔ وکم من مصل یقول بلسانہ مالیس فی قلبہ "کتنے ہی نماز پڑھنے والے ایسے ہیں جو زبان سے وہ کچھ کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتا" یعنی کئی لوگ ظاہرا نماز پڑھتے ہیں لیکن اندر سے وہ لوگ مسلمان نہیں ہوتے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "انی لم اومر ان انقب قلوب الناس ولا اشق بطونھم" یعنی مجھے اس کا حکم نہیں کہ میں لوگوں کے دلوں میں نقب لگا کر ان کا کھوج لگاؤں اور نہ اس کا حکم ہے کہ میں ان کے پیٹ چاک کروں (کہ معلوم ہو واقعی وہ اندر سے مسلمان ہیں یا نہیں) راوی کہتا ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی طرف دیکھا، وہ پشت کئے ہوئے جارہا تھا، آپ نے فرمایا۔

انہ یخرج من ضئضئی ھذا، قوم یتلون کتاب اللہ رَطْباً لایجاوز حنا جرھم، یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ

"اس شخص کی نسل سے ایک قوم نکلے گی جو قرآن کی تلاوت بڑی تازگی کے ساتھ کریگی وہ قرآن ان کی ہنسلیوں سے آگے نہیں جائے گا، یہ لوگ دین سے اس طرح نکلیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے"

ضئضئی: نسل، حناجر: حَنجَرة کی جمع ہے، ہنسلی (وہ ہڈی جو سینہ سے اوپر اور حلق کے نیچے ہوتی ہے) یمرقون: یخرجون۔ الرمیۃ: شکار.

---

(۱۹) وقیل لہ: زید الخیل لکرائم الخیل التی کانت لہ، وسماہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم زید الخیر بالراء بدل اللام، واثنی علیہ، فاسلم، فحسن اسلامہ، ومات فی حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (فتح الباری: ۶۸/۸)

(۲۰) دیکھیے غزوۂ بیر معونہ ص ۲۶۶ - ۲۶۷

مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ قرآن کی تلاوت بڑی خوش الحانی کے ساتھ کریں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا یعنی قرآن کا اثر ان کے دل پر نہیں ہوگا، دین سے وہ اس تیر کی طرح نکلیں گے جو شکار سے نکل جاتا ہے لیکن اس پر خون کا کوئی دھبہ اور نشان نہیں ہوتا اسی طرح ان کے دلوں پر دین کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

واظنہ، قال: لئن ادرکتھم لاقتلنھم قتل ثمود

راوی کہتا ہے کہ میرا خیال ہے آپ نے یہ بھی فرمایا اگر میں ان کو پاؤں تو میں ان کو قوم ثمود کی طرح قتل کروں گا۔ یہ خوارج کی طرف اشارہ تھا، اس شخص کا نام کیا تھا؟ اس بارے میں بعض حضرات نے لاعلمی ظاہر کی، بعض نے کہا کہ اس کا نام "ذوالخویصرة تمیمی[۲۱]" تھا، علامہ سہیلیؒ نے فرمایا کہ اس کا نام "نافع" تھا (۲۲) ابوداود کی روایت میں بھی اس کا نام "نافع" آیا ہے (۲۳) اور بعض نے کہا کہ اس کا نام "حرقوص بن زہیر" ہے۔ (۲۴)

یہ شخص درحقیقت قتل کا مستحق تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہِ مصلحت اس کو کچھ نہیں کہا، مصلحت یہ تھی کہ اگر قتل کردیا جاتا تو اس سے عام لوگوں میں اسلام کے متعلق بدگمانی پیدا ہونے کا امکان تھا، مخالفین اسلام اس بات کو ہوا دیتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں اور اس طرح تبلیغ اسلام کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہوجاتی۔ (۲۵)

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں "لئن ادرکتھم لاقتلنھم قتل ثمود" یہاں یہ شخص جو اصل بنیاد ہے آپ کے سامنے موجود ہے کہ اسی کی نسل سے آگے اس قسم کے لوگ پیدا ہونے والے تھے تو اس اصل ہی کو آپ نے کیوں قتل نہیں کیا؟

❶ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ یہ جملہ آپ نے اس وقت اور اس زمانہ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے جب ان کی طرف سے خروج اور بغاوت کا ظہور ہوگا اور جب خون مسلم سے وہ تعرض کریں گے جبکہ ابھی اس شخص سے ایسی کوئی بات ظاہر نہیں ہوئی نہ اس نے بغاوت کا اعلان کیا اور نہ ہی کسی مسلمان کے خون سے تعرض کیا اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کرنے کی اجازت نہیں دی۔ (۲۶)

❷ حضرت کشمیریؒ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے درحقیقت تشریع اور تکوین دونوں

---

(۲۱) فتح الباری: ۸/ ۶۹۔ وعمدة القاری: ۱۸/ ۸ (۲۲) فتح الباری: ۸/ ۶۹۔ وعمدة القاری: ۱۸/ ۸

(۲۳) سنن ابی داود: ۴/۲۴۵۔ کتاب السنة، باب فی قتال الخوارج، رقم الحدیث ۴۷۷۰

(۲۴) فتح الباری: ۸/ ۶۹ وعمدة القاری: ۱۸/ ۸ (۲۵) لامع الدراری: ۸/ ۴۷۷ (۲۶) فتح الباری: ۸/ ۶۹

کو جمع فرمایا (۲۷) تشریع تو یہ ہے کہ آپ نے اس کے قول پر نکیر فرمائی اور چونکہ تکوینی طور پر اس کا قتل حضرت علیؓ کے حصہ میں تھا اس لیے تکوین کی رعایت سے اس وقت وہ قتل نہیں کیا گیا، بعد میں جب حضرت علیؓ کے دور میں فتنۂ خوارج نے سر اٹھایا اور حضرت علیؓ نے ان کو قتل کیا تو اس شخص کو تلاش کیا گیا چنانچہ لاشوں میں اس کی لاش ملی۔ (۲۸) واللہ اعلم۔

٤٠٩٥ : حدثنا المَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، عَنِ ٱبْنِ جُرَيْجٍ : قَالَ عَطَاءٌ : قَالَ جابِرٌ : أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ عَلِيًّا أَنْ يُقِيمَ عَلَى إِحْرَامِهِ .

زَادَ مُحَمَّدُ بْن بَكْرٍ ، عَنِ ٱبْنِ جُرَيْجٍ : قَالَ عَطَاءٌ : قَالَ جابِرٌ : فَقَدِمَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ بِسِعَايَتِهِ ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ : (بِمَ أَهْلَلْتَ يَا عَلِيُّ) . قَالَ : بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ ، قَالَ : (فَأَهْدِ ، وَامْكُثْ حَرَامًا كَمَا أَنْتَ) . قَالَ : وَأَهْدَى لَهُ عَلِيٌّ هَدْيًا . [ر : ١٤٨٢]

٤٠٩٦ : حدثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ : حَدَّثَنَا بَكْرٌ : أَنَّهُ ذَكَرَ لِابْنِ عُمَرَ : أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ ، فَقَالَ : أَهَلَّ النَّبِيُّ ﷺ بِالحَجِّ ، وَأَهْلَلْنَا بِهِ مَعَهُ ، فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَ : (مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً) . وَكَانَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ هَدْيٌ ، فَقَدِمَ عَلَيْنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ مِنَ الْيَمَنِ حاجًّا ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (بِمَ أَهْلَلْتَ ، فَإِنَّ مَعَنَا أَهْلَكَ) . قَالَ : أَهْلَلْتُ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ ، قَالَ : (فَأَمْسِكْ ، فَإِنَّ مَعَنَا هَدْيًا) . [ر : ١٤٨٣]

باب : غَزْوَةُ ذِي الخَلَصَةِ

٤٠٩٧/٤٠٩٩ : حدثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا خالِدٌ : حَدَّثَنَا بَيَانٌ ، عَنْ قَيْسٍ ، عَنْ جَرِيرٍ قَالَ : كَانَ بَيْتٌ فِي الجَاهِلِيَّةِ يُقَالُ لَهُ ذُو الخَلَصَةِ ، وَالْكَعْبَةُ الْيَمَانِيَةُ ، وَالْكَعْبَةُ الشَّأْمِيَّةُ ، فَقَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ : (أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الخَلَصَةِ) . فَنَفَرْتُ فِي مِائَةٍ وَخَمْسِينَ رَاكِبًا فَكَسَرْنَاهُ ، وَقَتَلْنَا مَنْ وَجَدْنَا عِنْدَهُ ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ ، فَدَعَا لَنَا وَلِأَحْمَسَ .

(٤٠٩٨) : حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا يَحْيَى : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ : حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ :

---

(۲۷) فیض الباری: ۱۱۹/۴۔

(۲۸) دیکھیے "صحیح بخاری" کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ، رقم الحدیث ۳۶۱۰۔ (فتح الباری: ٦١٨/٦)

قَالَ لِي جَرِيرٌ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ : قَالَ لِيَ ٱلنَّبِيُّ ﷺ : (أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ) . وَكَانَ بَيْتًا فِي خَثْعَمَ ، يُسَمَّى الْكَعْبَةَ الْيَمَانِيَةَ ، فَانْطَلَقْتُ فِي خَمْسِينَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِنْ أَحْمَسَ ، وَكَانُوا أَصْحَابَ خَيْلٍ ، وَكُنْتُ لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ ، فَضَرَبَ فِي صَدْرِي حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ أَصَابِعِهِ فِي صَدْرِي وَقَالَ : (اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ ، وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا) . فَانْطَلَقَ إِلَيْهَا فَكَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا ، ثُمَّ بَعَثَ إِلَى رَسُولِ ٱللَّهِ ﷺ ، فَقَالَ رَسُولُ جَرِيرٍ : وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ ، مَا جِئْتُكَ حَتَّى تَرَكْتُهَا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْرَبُ ، قَالَ : فَبَارَكَ فِي خَيْلِ أَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ .

(٤٠٩٩) : حدّثنا يُوسُفُ بْنُ مُوسٰى : أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ ، عَنْ قَيْسٍ ، عَنْ جَرِيرٍ قَالَ : قَالَ لِي رَسُولُ ٱللَّهِ ﷺ : (أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ) . فَقُلْتُ : بَلَى ، فَانْطَلَقْتُ فِي خَمْسِينَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِنْ أَحْمَسَ ، وَكَانُوا أَصْحَابَ خَيْلٍ ، وَكُنْتُ لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ ، فَضَرَبَ يَدَهُ عَلَى صَدْرِي حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ يَدِهِ فِي صَدْرِي ، وَقَالَ : (اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ ، وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا) . قَالَ : فَمَا وَقَعْتُ عَنْ فَرَسٍ بَعْدُ . قَالَ : وَكَانَ ذُو الْخَلَصَةِ بَيْتًا بِالْيَمَنِ لِخَثْعَمَ وَبَجِيلَةَ ، فِيهِ نُصُبٌ تُعْبَدُ ، يُقَالُ لَهُ الْكَعْبَةُ ، قَالَ : فَأَتَاهَا فَحَرَّقَهَا بِالنَّارِ وَكَسَرَهَا .

قَالَ : وَلَمَّا قَدِمَ جَرِيرٌ الْيَمَنَ ، كَانَ بِهَا رَجُلٌ يَسْتَقْسِمُ بِالْأَزْلَامِ ، فَقِيلَ لَهُ : إِنَّ رَسُولَ رَسُولِ ٱللَّهِ ﷺ هَا هُنَا ، فَإِنْ قَدَرَ عَلَيْكَ ضَرَبَ عُنُقَكَ ، قَالَ : فَبَيْنَمَا هُوَ يَضْرِبُ بِهَا إِذْ وَقَفَ عَلَيْهِ جَرِيرٌ ، فَقَالَ : لَتَكْسِرَنَّهَا وَلَتَشْهَدَنَّ : أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ ، أَوْ لَأَضْرِبَنَّ عُنُقَكَ ؟ قَالَ : فَكَسَرَهَا وَشَهِدَ ، ثُمَّ بَعَثَ جَرِيرٌ رَجُلًا مِنْ أَحْمَسَ يُكْنٰى أَبَا أَرْطَاةَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يُبَشِّرُهُ بِذٰلِكَ ، فَلَمَّا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : يَا رَسُولَ ٱللَّهِ ، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ ، مَا جِئْتُ حَتَّى تَرَكْتُهَا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْرَبُ ، قَالَ : فَبَرَّكَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى خَيْلِ أَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ . [ر : ٢٨٥٧]

ذوالخلصہ اس گھر اور بیت کا نام تھا جس کے اندر بت رکھا ہوا تھا، بعض لوگوں نے کہا کہ ذوالخلصہ بت کا نام تھا اور خلصہ اس مکان کا نام تھا جس میں ذوالخلصہ نامی بت رکھا گیا تھا۔ (۲۹)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں تین روایات ذکر کی ہیں، پہلی روایت مختصر ہے، دوسری روایت اس سے ذرا تفصیلی اور تیسری سب سے زیادہ تفصیلی ہے۔

---

(۲۹) فتح الباری: ۸/ ۷۱۔ وعمدۃ القاری: ۸/ ۱۰

یمن کے علاقہ میں جہاں قبیلۂ خثعم آباد تھا ایک بت ذوالخلصہ نامی گھر میں رکھا ہوا تھا لوگ آکر اس کی عبادت کرتے، اس پر ہار چڑھاتے اور اس کے تقرب کے لیے وہاں جانور ذبح کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ سے فرمایا کہ آپ ذوالخلصہ سے مجھے راحت نہیں پہنچائیں گے (کہ اس کو منہدم کرکے مجھے اس کی تکلیف سے محفوظ کردیں) حضرت جریرؓ چونکہ اس علاقہ کے اشراف میں سے تھے اس لیے آپ نے ان کو یہ حکم دیا۔ چنانچہ وہ اپنے ساتھ قبیلۂ احمس کے ڈیڑھ سو سواروں کو لے کر اس بت خانہ کے انہدام کے لیے روانہ ہوگئے، حضرت جریر بن عبداللہؓ خود گھوڑے پر اچھی طرح سواری نہیں کرسکتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی آپؐ نے اپنا ہاتھ ان کے سینہ پر مارا اور ساتھ یہ دعا کی۔ ﴿ اللهم ثبته واجعله هادياً مهدياً ﴾ "اے اللہ! انہیں ثابت قدم رکھ اور دوسروں کو ہدایت دینے اور خود ہدایت پر رہنے والا بنادے" حضرت جریرؓ کا بیان ہے کہ اس کے بعد پھر میں کبھی گھوڑے سے نہیں گرا۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ یمن کے اس بت خانہ کے پاس پہنچے اور اس کو آگ لگا کر نیست ونابود کردیا۔ قبیلۂ احمس کے ایک صحابی حضرت ابوارطاۃؓ کو حضرت جریرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع دینے کے لیے روانہ کیا تاکہ وہ آپؐ کو یہ بشارت دیں، جب وہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ، والذی بعثک بالحق، ماجئت حتی ترکتها کانها جمل اجرب" یعنی یارسول اللہؐ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں آپؐ کی خدمت میں آنے کے لیے اس وقت تک نہیں چلا جب تک اس بت خانہ کو خارش زدہ اونٹ کی طرح سیاہ کرکے نہیں چھوڑا، عربوں کے ہاں دستور تھا کہ خارش زدہ اونٹ پر تارکول ملتے تھے، مطلب یہ ہے کہ تارکول لگائے ہوئے خارش زدہ اونٹ کی طرح ذوالخلصہ کو جلا کر کالا کردیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس خبر سے بڑے مسرور ہوئے اور آپ نے پانچ مرتبہ قبیلۂ احمس کے سواروں اور پیادوں کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔

حدثنا مسدد..... یقال له ذوالخلصة والکعبة الیمانیة والکعبة الشامیة

❶ بعض لوگوں نے کہا "والکعبة الشامیة" غلط ہے کیونکہ کعبہ شامیہ مکہ مکرمہ میں واقع بیت اللہ شریف کو کہا جاتا ہے کیونکہ بیت اللہ یمن کی جہت سے شام کی طرف واقع ہے اس لیے اس کو شامیہ کہتے ہیں، یمن میں واقع ذوالخلصہ کو کعبہ شامیہ کہنا غلط ہے۔ (۳۰)

(۳۰) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۱۰

③ بعض حضرات نے کہا کہ روایت میں "والكعبة الشامية" درست ہے لیکن اس سے ذوالخلصہ مراد نہیں بلکہ بیت اللہ ہی مراد ہے اور تقدیری عبارت ہے "والكعبة الشامية هي التي بمكة" یعنی "الكعبة الشامية" مبتدا ہے اور خبر اس کی محذوف ہے اور بتانا یہ ہے کہ کعبہ شامیہ وہ ہے جو مکہ میں واقع ہے۔ (۳۱)

④ بعض علماء نے کہا کہ "الكعبة" مبتدا اور "الشامية" اس کی خبر ہے اور یہ ماقبل سے حال ہے اور مطلب یہ ہے کہ ذوالخلصہ کو کعبہ کہا جاتا ہے حالانکہ کعبہ تو صرف شامیہ ہے (جو مکہ میں واقع ہے) (۳۲)

⑤ لیکن حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ یمن میں واقع ذوالخلصہ نامی بت خانہ کو کعبہ یمانیہ اور کعبہ شامیہ کہا جاتا تھا، یمانیہ تو اس لیے کہ وہ یمن میں واقع تھا اور شامیہ اس لیے کہ اس کا ایک دروازہ شام کی جانب تھا لہذا روایت میں "يقال... الكعبة الشامية" کو غلط کہنے یا رکیک تاویلات کرنے کی ضرورت نہیں ہے (۳۳) واللہ اعلم۔

باب : غَزْوَةُ ذَاتِ السَّلَاسِلِ .

علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "السلاسل" پہلے سین کے فتحہ اور دوسرے سین کے کسرہ کے ساتھ ہے، بعض نے پہلے سین کا ضمہ پڑھا ہے۔ (۳۴)

وجہ تسمیہ

① علامہ عینی وغیرہ نے فرمایا کہ "ذات السلاسل" ایک چشمہ تھا چونکہ اس کا پانی سلسال یعنی خوشگوار تھا اس لیے اس چشمہ کو ذات السلاسل کہتے ہیں، یہ غزوہ اسی مقام پر پیش آیا تو اس کی طرف نسبت کرکے اس غزوے کو غزوۂ ذات السلاسل کہتے ہیں۔ (۳۵)

② بعض حضرات نے کہا کہ "سلاسل" سلسلۃ کی جمع ہے، سلسلہ زنجیر اور بیڑی کو کہتے ہیں چونکہ اس غزوے میں مشرکین نے جم کر لڑنے کی غرض سے اپنے پاؤں میں بیڑیاں ڈال لی تھیں اس لیے اس کو "غزوۂ ذات السلاسل" کہتے ہیں۔ (۳۶)

③ قاضی عیاض نے فرمایا کہ سلاسل، درحقیقت اس ریت کو کہتے ہیں جو تہہ بہ تہہ جمی ہوئی ہوتی ہے

---

(۳۱) فتح الباری: ۸ / ۷۲

(۳۲) قال الكرماني: ويحتمل ان تكون الكعبة مبتدأ، والشامية خبره، والجملة حال، ومعناها: ان الكعبة هي الشامية لاغير۔ (وانظر شرح الكرماني: ۱۶/ ۱۶۸)

(۳۳) دیکھیے فتح الباری: ۸ / ۷۱ (۳۴) شرح الکرمانی: ۱۶ / ۱۸۰ (۳۵) عمدۃ القاری: ۱۸ / ۱۲

(۳۶) فتح الباری: ۸ / ۷۴۔ نیز دیکھیے معجم البلدان: ۳ / ۲۳۳۔

جس جگہ یہ غزوہ پیش آیا وہاں چونکہ تہہ بہ تہہ ریت جمی ہوئی تھی اس لیے اس کو غزوۂ ذات السلاسل کہا جاتا ہے (۳۷) واللہ اعلم۔

وَهِيَ غَزْوَةُ لَخْمٍ وَجُذَامَ ، قَالَهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ .

اسماعیل بن ابی خالد کے بقول یہ غزوۂ قبیلۂ لخم اور جذام کے ساتھ پیش آیا، لخم مالک بن عدی بن حارث کا لقب تھا اسی کی طرف یہ قبیلہ منسوب ہے، جذام لخم کا بھائی تھا جس کا نام عمرو بن عدی تھا، اس کی اولاد کو "بنو جذام" کہتے ہیں۔ (۳۸)

وَقَالَ ٱبْنُ إِسْحٰقَ ، عَنْ يَزِيدَ ، عَنْ عُرْوَةَ : هِيَ بِلَادُ بَلِيٍّ ، وَعُذْرَةَ ، وَبَنِي الْقَيْنِ .

بلی، عذرہ اور بنو القین تینوں قضاعہ کی شاخیں ہیں (۳۹) ابن اسحاق نے یزید کے واسطہ سے عُروہ سے نقل کیا ہے کہ یہ غزوہ قبیلۂ بلی، عذرہ اور بنی القین کے بلاد میں پیش آیا۔

٤١٠٠ : حدَّثنا إِسْحٰقُ : أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ ، عَنْ خَالِدٍ الحَذَّاءِ ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ بَعَثَ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ عَلَى جَيْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ ، قَالَ : فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ : أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ ؟ قَالَ : (عَائِشَةُ) . قُلْتُ : مِنَ الرِّجَالِ ؟ قَالَ : (أَبُوهَا) . قُلْتُ : ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ : (عُمَرُ) . فَعَدَّ رِجَالاً ، فَسَكَتُّ مَخَافَةَ أَنْ يَجْعَلَنِي فِي آخِرِهِمْ . [ر : ٣٤٦٢]

اس غزوے کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ قبیلۂ بنی قضاعہ کی ایک جماعت مدینہ منورہ پر حملے کا ارادہ رکھتی ہے، یہ خبر سن کر آپ ؐ نے حضرت عمرو بن العاص کی زیر سرکردگی تین سو آدمیوں کی جماعت مقام ذات السلاسل کی طرف روانہ فرمائی (۴۰) جب صحابہؓ کی یہ جماعت دشمن کے علاقہ کے قریب پہنچی تو معلوم ہوا کہ دشمنوں کی تعداد زیادہ ہے اس لیے صحابہؓ نے رافع بن مکیثؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا کہ مدد کے لیے مزید آدمی بھیجیں (۴۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو امیر بنا کر دو سو آدمیوں کو مدد کے لیے روانہ کیا جن میں حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ بھی تھے اور یہ نصیحت فرمائی کہ عمرو بن العاص سے جاملو اور آپس میں متفق رہنا، کسی

---

(۳۷) دیکھیے فتح الباری: ۲۶/۷۔ کتاب المناقب،ابواب فضائل ابی بکرؓ والسیرۃ الحلبیۃ: ۱۹۰/۳۔ لیکن ان دو کتابوں میں قاضی عیاض کی طرف اس قول کو منسوب نہیں کیا گیا بلکہ "قیل" سے نقل کیا گیا۔ ان کے علاوہ احقر نے کئی کتابوں میں تلاش کیا لیکن نہیں مل سکا۔ واللہ اعلم

(۳۸) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۱۲ (۳۹) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۱۲۔ وفتح الباری: ۸/ ۷۴ (۴۰) طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۳۱

(۴۱) طبقات ابن سعد: ۱۳۱/۲۔ والسیرۃ النبویۃ والآثار المحمدیۃ: ۲۳۳/۲

قسم کے اختلاف سے دور رہنا (۴۲) حضرت ابوعبیدہؓ جب وہاں پہنچے اور نماز کا وقت آیا تو انہوں نے امامت کرنا چاہی، حضرت عمروؓ نے کہا کہ امیر لشکر تو میں ہوں، تم تو میری مدد کے لیے آئے ہو، نماز میں پڑھاؤں گا، ابوعبیدہؓ نے کہا کہ تم اپنی جماعت کے امیر ہو اور میں اپنی جماعت کا، لیکن پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اختلاف سے بچنے کے لیے حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کی اطاعت کی اور فرمایا کہ میں تمہاری اطاعت کروں گا اگرچہ تم میری مخالفت کرو (۴۳) پھر صحابہؓ نے مل کر حملہ کیا اور بنو قضاعہ مرعوب ہوکر بھاگ گئے، صحابہؓ نے دشمن کا تعاقب کرنا چاہا لیکن حضرت عمروؓ نے منع کردیا (۴۴) اس غزوے میں حضرت عمروؓ نے صحابہ کو آگ روشن کرنے سے بھی منع کردیا تھا، سردی کا زمانہ تھا، حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ نے اس سلسلہ میں ان سے بات کی لیکن انہوں نے کہا اگر کسی نے آگ جلائی تو میں اس کو اسی آگ میں پھینک دوں گا، اسی طرح ایک دن حضرت عمرو بن العاصؓ کو احتلام ہوگیا تو صبح کی نماز انہوں نے تیمم کرکے پڑھائی۔ (۴۵)

صحابہ جب واپس مدینہ منورہ آئے تو حضرت عمرو بن العاصؓ کی یہ تینوں باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کردیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ! دشمن کے تعاقب سے میں نے اس لیے روکا تھا کہ مجھے اندیشہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ ہم ان کا تعاقب کریں اور آگے ان کی مدد کے لیے دوسرے لوگ موجود ہوں تو خواہ مخواہ ہمیں نقصان اٹھانا پڑ جائے گا اور آگ جلانے سے میں نے اس لیے روکا تھا کہ کہیں آگ روشن دیکھ کر دشمن کو اس کے ذریعے سے ہماری قلت کا اندازہ نہ ہوجائے (۴۶) اور احتلام کے بعد تیمم کرکے میں نے نماز اس لیے پڑھائی کہ سخت سردی تھی اور مجھے غسل کرتے ہوئے جان کا خطرہ محسوس ہورہا تھا اور اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے ﴿ولاتقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما﴾ (۴۷) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر تبسم فرمایا اور ان سے کچھ نہیں فرمایا۔ (۴۸)

چونکہ اس سریہ میں بڑے بڑے صحابہؓ بھی حضرت عمرو بن العاصؓ کی زیرقیادت تھے اس لیے انہیں یہ خیال ہوا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہؓ میں سب سے زیادہ محبوب ہیں چنانچہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا ایّ الناس احب الیک؟ لوگوں میں کون آپؐ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپؐ نے فرمایا "عائشۃ" عرض کیا "من الرجال؟" مردوں میں کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا "ابوھا" یعنی صدیق اکبرؓ، عرض کیا "ثم من؟" آپ نے فرمایا "عمر" اس طرح انہوں نے کئی لوگ گنوائے اور پھر اس خوف کی وجہ

---

(۴۲) سیرۃ ابن ھشام مع الروض الانف: ۲/ ۳۵۹ (۴۳) الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۵۶، (۴۴) فتح الباری: ۸/ ۷۵

(۴۵) فتح الباری: ۸/ ۷۵۔ والسیرۃ النبویۃ والآثار المحمدیۃ: ۲/ ۲۳۲ (۴۶) السیرۃ النبویۃ والآثار المحمدیۃ: ۲/ ۲۳۲ (۴۷) سورۃ النساء / ۲۹

(۴۸) دیکھیے سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب اذا خاف الجنب البرد یتیمم: ۱/ ۹۲۔ رقم الحدیث ۳۳۴

سے خاموش ہوگئے کہ کہیں ان کا نام سب سے آخر میں نہ آجائے۔

فائدہ

عام اہل سیر نے غزوۂ ذات السلاسل کو ماہ جمادی الثانی ۸ ھ میں قرار دیا ہے، بعض نے کہا کہ یہ غزوہ سن ۷ ھ میں واقع ہوا ہے (۴۹) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ۱۰ ھ کے واقعات میں ذکر کیا ہے لیکن جیسا کہ میں عرض کرچکا ہوں کہ امام بخاریؒ نے غزوات وسرایا کی تاریخی ترتیب کا کوئی خاص اہتمام نہیں کیا ہے اور بسااوقات تاریخ وقوع میں ان کی رائے بھی عام اہل سیر سے مختلف ہوتی ہے۔

باب : ذَهَابُ جَرِيرٍ إِلَى الْيَمَنِ.

۴۱۰۱ : حدَّثني عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْعَبْسِيُّ : حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ ابْنِ أَبِي خَالِدٍ ، عَنْ قَيْسٍ ، عَنْ جَرِيرٍ قَالَ : كُنْتُ بِالْيَمَنِ ، فَلَقِيتُ رَجُلَيْنِ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ : ذَا كَلَاعٍ وَذَا عَمْرٍو ، فَجَعَلْتُ أُحَدِّثُهُمْ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ ، فَقَالَ لِي ذُو عَمْرٍو : لَئِنْ كَانَ الَّذِي تَذْكُرُ مِنْ أَمْرِ صَاحِبِكَ ، لَقَدْ مَرَّ عَلَى أَجَلِهِ مُنْذُ ثَلَاثٍ . وَأَقْبَلَا مَعِي حَتَّى إِذَا كُنَّا فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ ، رُفِعَ لَنَا رَكْبٌ مِنْ قِبَلِ الْمَدِينَةِ فَسَأَلْنَاهُمْ ، فَقَالُوا : قُبِضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ، وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ ، وَالنَّاسُ صَالِحُونَ . فَقَالَا : أَخْبِرْ صَاحِبَكَ أَنَّا قَدْ جِئْنَا وَلَعَلَّنَا سَنَعُودُ إِنْ شَاءَ اللهُ ، وَرَجَعَا إِلَى الْيَمَنِ ، فَأَخْبَرْتُ أَبَا بَكْرٍ بِحَدِيثِهِمْ ، قَالَ : أَفَلَا جِئْتَ بِهِمْ ، فَلَمَّا كَانَ بَعْدُ قَالَ لِي ذُو عَمْرٍو : يَا جَرِيرُ إِنَّ بِكَ عَلَيَّ كَرَامَةً ، وَإِنِّي مُخْبِرُكَ خَبَرًا : إِنَّكُمْ ، مَعْشَرَ الْعَرَبِ ، لَنْ تَزَالُوا بِخَيْرٍ مَا كُنْتُمْ إِذَا هَلَكَ أَمِيرٌ تَأَمَّرْتُمْ فِي آخَرَ ، فَإِذَا كَانَتْ بِالسَّيْفِ كَانُوا مُلُوكًا ، يَغْضَبُونَ غَضَبَ الْمُلُوكِ ، وَيَرْضَوْنَ رِضَا الْمُلُوكِ .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر بن عبداللہؓ کو ایک مرتبہ یمن کی طرف ذوالخلصہ منہدم کرنے کے لیے روانہ فرمایا تھا جس کا واقعہ گزر چکا، یہ دوسری بار آپؐ نے ان کو دین کی تبلیغ کی غرض سے روانہ کیا تھا، یہ حجۃ الوداع کے بعد کا واقعہ ہے۔

طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت جریرؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اہل یمن کی طرف بھیجا تاکہ میں انہیں دین اسلام کی دعوت دوں اور اگر وہ دعوت سے انکار کردیں تو ان سے جہاد کروں (۵۰) ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ حضرت جریرؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی دو بااثر شخصیتوں کو

---

(۴۹) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۱۲ (۵۰) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۱۳

اسلام کی دعوت دینے کی غرض سے بھیجا تھا جن میں ایک شخص کا نام "ذوکلاع" اور دوسرے کا نام "ذوعمرو" تھا۔ (۵۱) ممکن ہے آپؐ نے خصوصیت کے ساتھ تو ان دونوں کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے حضرت جریرؓ سے کہا ہو اور ساتھ عام اہل یمن میں بھی اسلام کی دعوت کا کام کرنے کے لیے کہا ہو۔

حضرت جریرؓ نے ان دونوں کو اسلام کی دعوت دی اور دونوں نے اسلام قبول کرلیا اور دونوں حضرت جریرؓ کے ساتھ مدینہ منورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے۔ آپؓ نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں بیان کیں تو اس پر حضرت جریرؓ سے "ذوعمرو" نے کہا "لئن کان الذی تذکر من امر صاحبک لقد مر علی اجله منذ ثلاث" اگر وہ باتیں جو تم اپنے صاحب کے متعلق بیان کررہے ہو صحیح اور درست ہیں تو ان کی موت کو پھر تین دن گذر چکے ہیں۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ذوعمرو نے یہ بات کیسے کہی؟ بعض حضرات نے کہا کہ یہ بات اس نے یہود کی کتب قدیمہ کے حوالے سے بتلائی، وہ یہود کی کتابوں سے واقف تھا (۵۲) لیکن حضرت انورشاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ یہ آدمی کاہن تھا اور اپنی کہانت کے ذریعہ اس نے یہ معلوم کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوچکا ہے، حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ کاہن کو خود اپنی بات پر یقین نہیں ہوتا اس لیے کہ ذوعمرو یہ بھی کہہ رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوچکا ہے اور اس کے باوجود جریرؓ کے ساتھ مدینہ منورہ کا سفر بھی کررہا ہے کہ ممکن ہے ملاقات ہوجائے اور انتقال نہ ہوا ہو۔ (۵۳)

حضرت جریرؓ فرماتے ہیں کہ ابھی ہم راستہ ہی میں تھے کہ مدینہ منورہ سے چند حضرات آتے دکھائی دیئے ان سے ہم نے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ آپؐ کا انتقال ہوچکا ہے اور ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا گیا ہے اور کوئی گڑبڑ نہیں ہے لوگ ٹھیک ہیں، کوئی انتشار نہیں ہے۔ یہ خبر سن کر ذوکلاع اور ذوعمرو دونوں نے حضرت جریرؓ سے کہا کہ اپنے صاحب یعنی حضرت صدیقؓ کو بتادینا کہ ہم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے) آئے تھے اور چونکہ آپؐ کا انتقال ہوچکا ہے اس لیے اب ہم واپس جارہے ہیں پھر ان شاءاللہ آئیں گے چنانچہ دونوں یمن واپس چلے گئے۔ حضرت صدیقؓ کو حضرت جریرؓ نے یہ واقعہ بتلایا تو انہوں نے کہا کہ تم ان کو ساتھ لے کر کیوں نہیں آئے۔ پھر ایک عرصہ کے بعد حضرت جریرؓ کی ذوعمرو سے ملاقات ہوئی، غالباً یہ حضرت عمرؓ کا دور خلافت تھا (۵۴) تو ذوعمرو نے حضرت جریرؓ سے کہا جریر! تمہارا مجھ پر احسان ہے (کہ تمہاری

---

(۵۱) فتح الباری: ۸/ ۷۶ (۵۲) فتح الباری: ۸/ ۷۶

(۵۳) فیض الباری: ۴/ ۱۲۱۔ لیکن ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں لکھا ہے کہ ذوعمرو نے خواب دیکھا جس سے انہیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوچکی ہے۔ (دیکھیے الاستیعاب لابن عبدالبر: ۱/ ۴۹۰۔ علی هامش الاصابة) (۵۴) فتح الباری: ۸/ ۷۷

بدولت اللہ نے مجھے اسلام کی دولت سے سرفراز فرمایا) اس لیے میں تمہیں ایک بات بتلاتا ہوں۔

انکم معشر العرب، لن تزالوا بخیر ماکنتم اذاھلک امیر، تامرتم فی آخر، فاذا کانت بالسیف، کانوا ملوکا یغضبون غضب الملوک، ویرضون رضا الملوک

"تم عرب لوگ برابر خیر کے ساتھ رہو گے جب تک کہ تم ایک امیر کے بعد دوسرے امیر کا انتخاب آپس کے مشورے سے کرو گے لیکن جب اقتدار پر قبضہ تلوار کے ذریعہ سے ہونے لگے گا تو پھر تمہارے اندر ملوکیت آجائے گی، بادشاہوں کی طرح غصہ ہوگے اور بادشاہوں کی طرح راضی ہوگے۔"

یعنی جیسے بادشاہ بات بات پر ناراض ہوجایا کرتے ہیں اور ذرا سی بات پر خوش ہوجایا کرتے ہیں نہ ان کی ناراضگی کا کوئی بھروسہ اور نہ ان کی خوشی کا کوئی اعتبار، یہ کیفیت تم لوگوں کے اندر آجائے گی اور ایسا ہی ہوا۔

فائدہ

واقدی نے اسانید کثیرہ سے یہ بات نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریرؓ کو ذوکلاع اور ذوعمرو کے پاس یمن بھیجا تھا، یہ وہاں کے بڑے ذی اثر اور ذی وجاہت لوگ تھے، حضرت جریرؓ نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور یہ مسلمان ہوئے (۵۵) بخاری کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ان کو صحبت کا شرف حاصل نہیں ہوا، ذوکلاع حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں مدینہ منورہ آئے تھے (۵٦) ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ سے وہ حدیث کی روایت بھی کرتے ہیں جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کی طرف سے شریک قتال ہوئے اور وہیں شہید ہوئے۔ (۵۷)

باب: غَزْوَةِ سِيفِ الْبَحْرِ، وَهُمْ يَتَلَقَّوْنَ عِيرًا لِقُرَيْشٍ، وَأَمِيرُهُمْ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

سیف (بکسر السین) کنارہ کو کہتے ہیں، قافلۂ قریش پر حملہ کرنے کی غرض سے چونکہ یہ جماعت ساحل سمندر کی طرف گئی تھی اس لیے اس کو "غزوۂ سیف البحر" کہتے ہیں۔ (۵۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو صحابہؓ کو حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کی سرکردگی میں اس مہم پر روانہ فرمایا۔ ابن سید الناس (۵۹) ابن سعد (٦۰) اور اکثر اصحاب مغازی کی رائے یہ ہے کہ غزوۂ سیف

(۵۵) دیکھیے، الاصابہ فی تمییز الصحابۃ: ۱/ ۴۹۲ (۵٦) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۱۲

(۵۷) تفصیل کے لیے دیکھیے، الاستیعاب لابن عبدالبر: ۱/۴۸۵-۴۸٦- علی ہامش الاصابۃ

(۵۸) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۱۵ (۵۹) دیکھیے زادالمعاد: ۳/ ۳۸۹

(٦۰) دیکھیے طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۳۲- نیز ابن اثیر نے بھی ۸ھ کے واقعات میں اس کو ذکر کیا ہے (دیکھیے الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۵۷-)

البحر رجب ۸ ھ میں پیش آیا ہے لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ رجب ۸ ھ کا زمانہ فتح مکہ سے پہلے صلح حدیبیہ کا زمانہ ہے اور صلح کے زمانہ میں مسلمانوں کا قریش کے قافلہ پر اس طرح لشکر کشی کرنا معاہدۂ صلح کی خلاف ورزی ہے جس کا صدور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناقابل فہم ہے اس لیے حافظ ابن قیم (۶۱) اور حافظ ابن کثیر (۶۲) کی رائے یہ ہے کہ غزوۂ سیف البحر صلح حدیبیہ سے پہلے پیش آیا ہے۔

حافظ ولی الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح تقریب میں ابن سید الناس اور ابن سعد کی روایت کو راجح قرار دیا کہ یہ رجب ۸ ھ کا واقعہ ہے اور معاہدۂ صلح کی خلاف ورزی کے حوالے سے وارد ہونے والے اشکال کا انہوں نے یہ جواب دیا کہ رجب ۸ ھ تک صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی خلاف ورزی خود قریش نے کر ڈالی تھی، بنوبکر نے بنوخزاعہ کے خلاف اقدام کیا تھا اور قریش نے معاہدۂ صلح کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بنوبکر کی مدد کرکے معاہدۂ صلح توڑ دیا تھا اس لیے رجب ۸ ھ کا یہ زمانہ زمانۂ صلح نہیں کہ شرائط صلح کی پابندی ضروری قرار دیکر اشکال کیا جائے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور بات لکھ دی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو آدمیوں کی یہ جماعت قافلۂ قریش پر حملہ کرنے کے لیے نہیں بلکہ ان کی حفاظت کے لیے روانہ فرمائی تھی قریش کا تجارتی قافلہ آرہا تھا اور قبیلۂ جہینہ کے علاقہ سے اسے گزرنا تھا، جہینہ کے لوگ لوٹ مار کے عادی تھے اندیشہ تھا کہ وہ کہیں قافلۂ قریش کو لوٹ نہ لیں اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کی زیرقیادت تین سو صحابہؓ اس کی حفاظت کے لیے روانہ فرمائے۔ (۶۳)

مولانا شبلی نعمانی مرحوم نے حافظ کے اس بیان پر اعتماد کیا ہے (۶۴) لیکن علامہ قسطلانیؒ، زرقانیؒ، واقدیؒ ابن سعدؒ، اور شیخ عبدالحق محدث دھلویؒ سب حضرات کہتے ہیں کہ یہ سریہ آپ نے قافلۂ قریش کے تعاقب کے لیے بھیجا تھا (۶۵) واللہ اعلم

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تین احادیث اس باب میں نقل کی ہیں جن میں اس غزوہ کے متعلق تفصیلات ہیں۔

۴۱۰۲/۴۱۰۴ : حدّثنا إسماعيلُ قالَ : حدّثني مالكٌ ، عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسانَ ، عَنْ جابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُما أَنَّهُ قالَ : لَمَّا بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَعْثًا قِبَلَ السّاحِلِ ، وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أَبا عُبَيْدَةَ بْنَ الجَرّاحِ ، وَهُمْ ثَلاثُمِائَةٍ ، فَخَرَجْنا وَكُنّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ فَنِيَ الزّادُ ، فَأَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِأَزْوادِ الجَيْشِ فَجُمِعَ ، فَكانَ مِزْوَدَيْ تَمْرٍ ، فَكانَ يُقَوِّتُنا كُلَّ يَوْمٍ قَلِيلاً قَلِيلاً حَتَّى

---

(۶۱) دیکھیے، زادالمعاد: ۳/ ۳۹۰۔ فصل فی سریۃ الخبط (۶۲) البدایۃ والنھایۃ: ۴/ ۲۷۷ (۶۳) فتح الباری: ۸/ ۷۸ (۶۴) سیرت النبیؐ: ۱/ ۴۴۱

(۶۵) چنانچہ حافظ ابن حجر کے علاوہ اہل مغازی میں سے کسی نے بھی نہیں لکھا کہ یہ سریہ قافلۂ قریش کی حفاظت کے لیے آپؐ نے روانہ فرمایا۔

فَنِيَ ، فَلَمْ يَكُنْ يُصِيبُنَا إِلَّا تَمْرَةٌ تَمْرَةٌ ، فَقُلْتُ : ما تُغْنِي عَنْكُمْ تَمْرَةٌ ؟ فَقَالَ : لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِينَ فَنِيَتْ ، ثُمَّ انْتَهَيْنَا إِلَى الْبَحْرِ ، فَإِذَا حُوتٌ مِثْلُ الظَّرِبِ ، فَأَكَلَ مِنْهَا الْقَوْمُ ثَمَانَ عَشْرَةَ لَيْلَةً ، ثُمَّ أَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِضِلَعَيْنِ مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنُصِبَا ، ثُمَّ أَمَرَ بِرَاحِلَةٍ فَرُحِلَتْ ثُمَّ مَرَّتْ تَحْتَهُمَا فَلَمْ تُصِبْهُمَا .

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساحل سمندر کی جانب ایک لشکر بھیجا، حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو امیر لشکر بنایا، ابھی ہم راستہ میں تھے کہ توشہ ختم ہوگیا، حضرت ابوعبیدہؓ نے لشکر سے کہا کہ جس کے پاس جو کچھ ہے وہ لے آئے چنانچہ سب کو جمع کیا گیا "فکان مزودی[1] تمر" تو دو تھیلیاں کھجور کی اکٹھی ہوگئیں، اب وہ ہمیں روزانہ تھوڑی تھوڑی کھجور دیا کرتے تھے حتی کہ وہ بھی ختم ہونے کے قریب پہنچ گئیں تو ایک ایک کھجور ملنے لگی، "فقلت: ماتغنی عنکم تمرة؟" وہب بن کیسان نے حضرت جابرؓ سے کہا ایک کھجور سے تمہیں کیا فائدہ ہوتا ہوگا؟ حضرت جابرؓ نے فرمایا "لقد وجدنا فقدنا حین فنیت" اس ایک کھجور کے نہ ملنے کو ہم نے اس وقت محسوس کیا جب اس کا ملنا بھی بند ہوگیا۔ پھر جب ہم سمندر کے کنارے پہنچے "فاذاحوت مثل الظرب[2]" وہاں پہاڑی (چٹان) جیسی ایک مچھلی مل گئی، لوگوں نے اٹھارہ دن تک اس کا گوشت کھایا۔ ظَرِب: چھوٹی پہاڑی کو کہتے ہیں۔

پھر حضرت ابوعبیدہؓ کے حکم سے اس کی پسلیوں کی دو ہڈیاں کھڑی کی گئیں اور لشکر میں سب سے طویل القامت آدمی اونٹنی پر بیٹھ کر ان کے نیچے سے گزر گیا لیکن اس کا سر ان پسلیوں تک نہیں پہنچ پایا (پہلی روایت میں صرف اونٹ کے گزرنے کا ذکر ہے، دوسری روایت میں اونٹ پر بیٹھ کر طویل القامت آدمی کے گزرنے کا ذکر ہے)

اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قصہ میں روایت نقل کی ہے اس میں ہے کہ اس مچھلی کی ایک آنکھ میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے تیرہ آدمیوں کو بیٹھنے کا حکم دیا چنانچہ وہ تیرہ آدمی اس کی آنکھ کے گڑھے میں سما گئے۔ (۶۸)

(۴۱۰۳) : حدَّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ : الَّذِي حَفِظْنَاهُ مِنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ : سَمِعْتُ جابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ : بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ ثَلَاثَمِائَةِ رَاكِبٍ ، أَمِيرُنَا أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الجَرَّاحِ ، نَرْصُدُ عِيرَ قُرَيْشٍ ، فَأَقَمْنَا بِالسَّاحِلِ نِصْفَ شَهْرٍ ، فَأَصَابَنَا جُوعٌ

---

(۱) المزود (بکسر المیم وسکون الزای): ما یجعل فیہ الزاد۔ (فتح الباری: ۸/۷۹)

(۲) الظَرِب (بفتح الظاء وکسر الراء): الجبل الصغیر۔ (وانظر العمدۃ: ۱۸/۱۵)

(۶۸) صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب اباحۃ میتات البحر

شَدِيدٌ حَتَّى أَكَلْنَا الخَبَطَ ، فَسُمِّيَ ذٰلِكَ الجَيْشُ جَيْشَ الخَبَطِ ، فَأَلْقَى لَنَا الْبَحْرُ دَابَّةً يُقَالُ لَهَا الْعَنْبَرُ ، فَأَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ ، وَادَّهَنَّا مِنْ وَدَكِهِ ، حَتَّى ثَابَتْ إِلَيْنَا أَجْسَامُنَا ، فَأَخَذَ أَبُو عُبَيْدَةَ ضِلَعًا مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنَصَبَهُ ، فَعَمَدَ إِلَى أَطْوَلِ رَجُلٍ مَعَهُ – قَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً : ضِلَعًا مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنَصَبَهُ ، وَأَخَذَ رَجُلًا وَبَعِيرًا – فَمَرَّ تَحْتَهُ .

قَالَ جَابِرٌ : وَكَانَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرَ ، ثُمَّ نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرَ ، ثُمَّ نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرَ ، ثُمَّ إِنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ نَهَاهُ .

وَكَانَ عَمْرٌو يَقُولُ : أَخْبَرَنَا أَبُو صَالِحٍ : أَنَّ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ لِأَبِيهِ : كُنْتُ فِي الْجَيْشِ فَجَاعُوا ، قَالَ : اَنْحَرْ ، قَالَ : نَحَرْتُ ، قَالَ : ثُمَّ جَاعُوا ، قَالَ : اَنْحَرْ ، قَالَ : نَحَرْتُ ، قَالَ : ثُمَّ جَاعُوا ، قَالَ : اَنْحَرْ ، قَالَ : نَحَرْتُ ، ثُمَّ جَاعُوا ، قَالَ : اَنْحَرْ ، قَالَ : نُهِيتُ .

فاصابنا جوع شدید حتی اکلنا الخبط، فسمی ذلک الجیش جیش الخبط

"خبط" سے درختوں کے پتے مراد ہیں، یعنی سخت بھوک کی وجہ سے ہم نے درختوں کے پتے کھائے جس کی وجہ سے اس جیش کا نام "جیش الخبط" پڑگیا۔

فالقی البحر دابۃ، یقال لها: العنبر

زہری نے نقل کیا ہے کہ عنبر بڑے سمندروں میں ایک مچھلی ہوتی ہے جس کی لمبائی پچاس ہاتھ کے برابر ہوتی ہے (۶۹) عنبر خوشبو کو بھی کہتے ہیں، اس کے متعلق کہا گیا کہ وہ اس مچھلی کا فضلہ ہوتا ہے (۷۰) ابن سینا نے کہا ہے کہ عنبر کی خوشبو سمندر میں پیدا ہوتی ہے، سمندر کا ایک خاص قسم کا دابہ اس خوشبو کو کھالیتا ہے لیکن جیسے ہی وہ اسے کھاتا ہے مرجاتا ہے اور سمندر پھر اس دابہ کو باہر پھینک دیتا ہے اس کے بطن سے پھر یہ خوشبو نکالی جاتی ہے۔ (۷۱)

وکان رجل من القوم نحر ثلاث جزائر

قوم میں ایک آدمی تھے جنہوں نے تین اونٹ نحر کئے، یہ قیس بن سعد بن عبادہؓ تھے پھر دوسرے اور تیسرے دن بھی انہوں نے تین تین اونٹ ذبح کئے، پھر مزید اونٹ ذبح کرنے سے حضرت ابوعبیدہؓ نے انہیں منع کیا۔

سیرت حلبیہ میں روایت نقل کی ہے کہ حضرت قیس بن سعدؓ نے جب دیکھا کہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے آئے ہوئے ہیں اور فاقہ مستی کا یہ عالم ہے کہ پتے چبا چبا کر وہ گزر کر رہے ہیں تو ان سے یہ

---

(۶۹) فتح الباری: ۸/ ۸۰ (۷۰) فتح الباری: ۸/ ۸۱ (۷۱) فتح الباری: ۸/ ۸۱

حالت نہ دیکھی گئی اور انہوں نے اہل ساحل سے ادھار اونٹ خرید کر ذبح کرنا شروع کیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے ان سے کہا کہ رقم تو آپ کے پاس ہے نہیں، ادھار خرید کر تم اونٹ ذبح کئے جارہے ہو، یہ قرض کہاں سے ادا کرو گے، حضرت قیس بن سعدؓ نے کہا کہ ہمارے گھر میں مال ہے میں اس سے قرض ادا کردوں گا، حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا کہ وہ تو تمہارے ابا کا ہے تو قیس نے کہا کہ میرے والد اجنبی حاجتمندوں اور غریبوں کی امداد کرتے ہیں تو میں اگر مقروض ہوں گا تو کیا میری امداد نہیں کریں گے؟ حضرت ابوعبیدہؓ نے ان کی باتوں سے متأثر ہوکر کچھ نرمی اختیار کی لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بالکل نہیں، انہیں حتماً روک دیا جائے چنانچہ حضرت ابوعبیدہؓ نے انہیں منع کردیا، مدینہ منورہ واپس آنے کے بعد حضرت قیس بن سعدؓ نے اپنے والد کو یہ واقعہ سنایا تو حضرت سعد بن عبادہؓ نے فرمایا کہ فلاں جگہ کے چار باغ میں تمہارے نام کئے دیتا ہوں تاکہ آئندہ اگر کوئی ایسی صورت پیش آئے تو تم کہہ سکو کہ میرے پاس چار باغ ہیں اور اس قسم کے کارخیر میں تم سے تخلف واقع نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا یہ گھرانہ جود وسخاوت کا گھرانہ ہے، یہی بات ان کے شایان شان تھی۔ (۴۲)

حضرت قیس بن سعدؓ ہی وہ آدمی تھے جو قوم میں "اطول رجل" قرار دیئے گئے تھے اور اونٹ پر بیٹھ کر یہ اس مچھلی کی دو پسلیوں کے نیچے سے گزرے تھے (۴۳) حضرت عمرؓ بھی طویل القامت تھے مگر قیس کا قد ان سے بھی زیادہ لمبا تھا۔

(٤١٠٤) : حدثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيىٰ ، عَنِ ٱبْنِ جُرَيْجٍ قالَ : أَخْبَرَنِي عَمْرٌو : أَنَّهُ سَمِعَ جابِرًا رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ يَقُولُ : غَزَوْنَا جَيْشَ الخَبَطِ ، وَأُمِّرَ أَبُو عُبَيْدَةَ ، فَجُعْنَا جُوعًا شَدِيدًا ، فَأَلْقَى لَنَا البَحْرُ حُوتًا مَيِّتًا لَمْ نَرَ مِثْلَهُ ، يُقَالُ لَهُ العَنْبَرُ ، فَأَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ ، فَأَخَذَ أَبُو عُبَيْدَةَ عَظْمًا مِنْ عِظَامِهِ فَمَرَّ الرَّاكِبُ تَحْتَهُ .

فَأَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ : أَنَّهُ سَمِعَ جابِرًا يَقُولُ : قالَ أَبُو عُبَيْدَةَ : كُلُوا ؛ فَلَمَّا قَدِمْنَا المَدِينَةَ ذَكَرْنَا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : (كُلُوا ، رِزْقًا أَخْرَجَهُ ٱللهُ ، أَطْعِمُونَا إِنْ كانَ مَعَكُمْ) . فَأَتَاهُ بَعْضُهُمْ بِعُضْوٍ فَأَكَلَهُ . [ر : ٢٣٥١]

فاکلنا منہ نصف شہر... پہلی روایت میں اٹھارہ دن آیا تھا اور اس روایت میں پندرہ دن کا ذکر ہے اس روایت میں کسر کو حذف کردیا گیا۔

---

(۴۲) تفصیل کے لیے دیکھیے، السیرۃ الحلبیۃ: ۳/۱۹۲-۱۹۳

(۴۳) فتح الباری: ۸/۸۰

باب : حَجُّ أَبِي بَكْرٍ بِالنَّاسِ فِي سَنَةِ تِسْعٍ .

٤١٠٥ : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيعِ : حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ حُمَيْدِ ٱبْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ بَعَثَهُ ، فِي الحَجَّةِ الَّتِي أَمَّرَهُ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهَا قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ ، يَوْمَ النَّحْرِ فِي رَهْطٍ يُؤَذِّنُ فِي النَّاسِ أَنْ : لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ ، وَلَا يَطُوفَنَّ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ . [ر : ٣٦٢]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹ ھجری میں حضرت صدیق اکبرؓ کو حج کا امیر مقرر فرما کر مکہ مکرمہ روانہ کیا، اس میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ یہ روانگی ۹ ھجری میں ہوئی البتہ اس میں روایات مختلف ہیں کہ یہ حج ذی قعدہ میں ہوا یا ماہِ ذی الحجہ میں۔ ابن سعد (۷۴) ازرقی اور ابن اسحاق وغیرہ حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ ماہ ذی الحجہ میں ہوا ہے ، مفسرین میں سے ثعلبی اور رمّانی کی بھی یہی رائے ہے ۔ (۷۵) ازرقی نے اخبارِ مکہ میں صراحتاً یہ لکھا ہے کہ یہ حج ذی الحجہ میں ہوا ہے (۷۶) ابن اسحاق نے صراحتًا تو نہیں لکھا لیکن ان کے کلام سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی رائے میں بھی یہ حج ذی الحجہ میں ہوا کیونکہ انہوں نے لکھا ہے کہ غزوۂ تبوک سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس آ کر ماہ شوال اور ماہ ذی قعدہ میں قیام کرنے کے بعد حضرت صدیقؓ کو حج کے لیے مکہ روانہ فرمایا جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ذی الحجہ میں آپؐ نے انہیں روانہ فرمایا۔ (۷۷)

مجاہد اور ان کے بعض متبعین کہتے ہیں کہ یہ حج ذی قعدہ میں ہوا ہے ، (۷۸) حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھ دیا "والمعتمد ماقاله مجاهد" لیکن یہاں حافظ ابن حجرؒ سے سہو ہوگیا ہے ، صحیح عبارت "والمعتمد خلاف ماقاله مجاهد" ہونی چاہیئے ، دلیل اس کی یہ ہے کہ خود حافظ نے اس کے ساتھ آگے لکھا "وبه جزم الازرقی" (۷۹) جبکہ ازرقی نے مجاہد کے قول پر جزم نہیں کیا ہے بلکہ اس کے قول کے خلاف جزم کیا ہے کیونکہ مجاہد ذی قعدہ میں اس حج کے وقوع کے قائل ہیں اور ازرقی ذی الحجہ میں اس کا وقوع مانتے ہیں۔

اسی طرح حافظ نے لکھا "فذكر ابن سعد.... ان حجة ابی بكر وقعت فی ذی القعدة" (۸۰) یہ بھی سبقت قلم ہے کیونکہ ابن سعد نے طبقات میں "فی ذی الحجة" لکھا ہے ۔ (۸۱)

اس حج میں مدینہ منورہ سے حضرت صدیقؓ کے ساتھ تین سو صحابہؓ گئے تھے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

(۷۴) طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۶۸ (۷۵) فتح الباری: ۸/ ۸۲ (۷۶) اخبار مکہ: ۱/ ۱۸۹۔ (۷۷) سیرت ابن ھشام: ۴/ ۲۲۷
(۷۸) فتح الباری: ۸/ ۸۲ (۷۹) دیکھیے فتح الباری: ۸/ ۸۲ (۸۰) ایضاً
(۸۱) طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۶۸۔ لیکن ممکن ہے کہ ابن سعد نے "طبقات" کے علاوہ کہیں اور ذی قعدہ میں اس حج کا وقوع لکھا ہو کیونکہ حافظ نے لکھا ہے کہ ابن سعد نے مجاهد سے نقل کیا ہے اور طبقات میں ابن سعد نے مجاہد سے نہیں نقل کیا اس لیے بہت ممکن ہے کہ کسی اور مقام پر ابن سعد نے مجاہد سے ذی قعدہ میں اس کا وقوع نقل کیا ہو۔ واللہ اعلم

وسلم نے جس اونٹ قربانی کے لئے روانہ فرمائے تھے (۸۲) قرآن نے اس حج کو حج اکبر کہا ہے کیونکہ یہ پہلا موقعہ تھا کہ حج اصل ابراہیمی سنت کے مطابق ادا ہورہا تھا۔

سورۃ برأت کی ابتدائی آیتیں مشرکین میں سے نقض عہد کرنے والوں کے متعلق نازل ہوئی تھیں آپؐ نے حضرت صدیقؓ سے حج کے موقعہ پر ان آیات کے اعلان کے لیے بھی فرمایا تھا لیکن حضرت صدیقؓ کی روانگی کے بعد آپؐ کو خیال آیا کہ عہد اور نقض عہد کے متعلق یہ اعلان حضرت علیؓ کریں تو زیادہ مناسب ہوگا اس لیے کہ عرب کے دستور کے مطابق ایسے امور میں اعلان خاندان اور اقارب میں سے کوئی فرد کرتا تھا چنانچہ آپؐ نے حضرت علیؓ کو بلایا اور اپنی اونٹنی ''عضباء'' پر سوار کرکے انہیں حضرت صدیق کے پیچھے روانہ کیا۔ حضرت علیؓ کو آتے دیکھ کر حضرت صدیقؓ نے دریافت کیا ''امیر اومامور'' حضرت علیؓ نے فرمایا ''مامور ہوں'' اور تفصیل بتادی، حضرت صدیقؓ نے لوگوں کو حج کرایا، دسویں تاریخ کو خطبہ دیا، اس کے بعد حضرت علیؓ کھڑے ہوئے، سورۃ براءت کی آیات پڑھیں اور اعلان کیا کہ آج کے بعد کوئی مشرک کعبہ میں داخل نہیں ہوگا اور نہ ہی کوئی برہنہ ہوکر حج اور طواف کرے گا، جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک متعین مدت تک عہد ہے وہ عہد اس کی مدت تک پورا کیا جائے گا اور جس سے کوئی عہد نہیں یا عہد ہے لیکن کوئی مدت متعین نہیں ہے اس کو چار ماہ تک امن ہے، اس عرصہ میں اگر وہ مسلمان ہوا تو فبہا ورنہ اس کو قتل کردیا جائے گا۔ (۸۳)

فائدہ

اس حج سے حضرت صدیقؓ کا فریضۂ حج ساقط ہوگیا تھا یا نہیں؟ حافظ ابن قیمؒ کا رجحان اس طرف ہے کہ اس سے ان کا فریضۂ حج ساقط نہیں ہوا تھا بلکہ یہ فریضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کی ادائیگی سے پورا ہوا تھا۔ (۸۴)

---

(۸۲) زاد المعاد: ۳/ ۵۹۳

(۸۳) تفصیل کے لیے دیکھیے، زاد المعاد: ۳/ ۵۹۳-۵۹۵، وطبقات ابن سعد: ۲/ ۱۶۸-۱۶۹، وسیرت ابن ہشام مع الروض الانف: ۲/ ۳۲۷-۳۲۸

(۸۴) قال العلامة ابن القیم: واختلف فی حجة الصدیق ہذہ، ہل ہی التی اسقطت الفرض، او المسقطة ہی حجة الوداع مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم؟ علی قولین اصحہما الثانی، والقولان مبنیان علی اصلین احدہما: ہل کان الحج فرض قبل حجة الوداع اولا؟ والثانی: ہل کانت حجة الصدیق فی ذی الحجة، ام وقعت فی ذی القعدة من اجل النسیء الذی کان الجاہلیة یؤخرون لہ الاشہر ویقدمونہا؟ علی قولین، والثانی قول مجاہد وغیرہ، وعلی ہذا فلم یؤخر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحج بعد فرضہ عاما واحدا بل بادر الی الامتثال فی العام الذی فرض فیہ، وہذا ہو اللائق بہدیہ وحالہ ﷺ ولیس بید من ادعی تقدم فرض الحج سنة ست او سبع او ثمان او تسع دلیل واحد۔ وغایة ما احتج بہ من قال: فرض سنة ست، قولہ تعالی: ﴿واتموا الحج والعمرة للہ﴾ (البقرة: ۱۹۶) وہی قد نزلت بالحدیبیة سنة ست، وہذا لیس فیہ ابتداء فرض الحج وانما فیہ الامر باتمامہ اذا شرع فیہ، فاین ہذا من وجوب ابتدائہ وآیة فرض الحج وہی قولہ تعالی: ﴿وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا﴾ (آل عمران: ۹۷) نزلت عام الوفود آواخر سنة تسع۔ (وانظر زاد المعاد: ۳/ ۵۹۵)

٤١٠٦ : حدّثني عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجاءٍ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : آخِرُ سُورَةٍ نَزَلَتْ كامِلَةً بَرَاءَةٌ ، وَآخِرُ سُورَةٍ نَزَلَتْ خاتِمَةُ سُورَةِ النِّسَاءِ : «يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ» . [٤٣٢٩ ، ٤٣٧٧ ، ٦٣٦٣]

اس پر گفتگو انشاء اللہ "کتاب التفسیر" میں ہوگی۔

باب : وَفْدُ بَنِي تَمِيمٍ .

٤١٠٧ : حدثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَبِي صَخْرَةَ ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ الْمَازِنِيِّ ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : أَتَى نَفَرٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ النَّبِيَّ ﷺ ، فَقَالَ : (اقْبَلُوا الْبُشْرَى يَا بَنِي تَمِيمٍ) . قَالُوا : يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ بَشَّرْتَنَا فَأَعْطِنَا ، فَرُئِيَ ذٰلِكَ فِي وَجْهِهِ ، فَجَاءَ نَفَرٌ مِنَ الْيَمَنِ ، فَقَالَ : (اقْبَلُوا الْبُشْرَى إِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُو تَمِيمٍ) . قَالُوا : قَدْ قَبِلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ .

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب سے "سلسلۃ الوفود" شروع فرما رہے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ فتح کیا تو عرب کا یہ شک وشبہ جاتا رہا کہ آپ نبی برحق ہیں یا نہیں، کیونکہ قبائلِ عرب اس انتظار میں تھے کہ اگر یہ رسول قریش پر غالب آکر مکہ مکرمہ فتح کرلیں تو یہ رسول برحق ہیں۔ چنانچہ فتحِ مکہ کے بعد قبائل عرب جوق درجوق اسلام کی آغوش میں داخل ہونے لگے اور مختلف قبائل کے وفود آپؐ کے پاس آنا شروع ہوئے، وفود کا یہ سلسلہ ۹ ھجری میں شروع ہوا اس لیے اس سال کو "سنۃ الوفود" کہا جاتا ہے۔ (۸۵)

حافظ مغلطائیؒ، حافظ عراقیؒ، ابن سعد اور دمیاطی نے ان وفود کی تعداد ساٹھ سے زیادہ بتائی ہے علامہ قسطلانیؒ نے ان کی تعداد پینتیس لکھی ہے۔ (۸۶) بنو تمیم کا یہ وفد ۹ ھجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ (۸۷)

قَالَ ابْنُ إِسْحٰقَ : غَزْوَةُ عُيَيْنَةَ بْنِ حِصْنِ بْنِ حُذَيْفَةَ بْنِ بَدْرٍ بَنِي الْعَنْبَرِ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ . بَعَثَهُ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيْهِمْ ، فَأَغَارَ ، وَأَصَابَ مِنْهُمْ نَاسًا ، وَسَبَى مِنْهُمْ نِسَاءً . [ر : ٣٠١٨]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو تمیم کی ایک شاخ "بنوعنبر" کے مقابلے کے لیے حضرت عیینہ

---

(۸۵) فیض الباری: ۴/ ۱۲۱ (۸۶) دیکھیے تاریخ الخمیس: ۲/ ۱۹۲۔ (۸۷) طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔

بن حصنؓ کو پچاس آدمیوں کی جماعت دیکر روانہ کیا، بنو عنبر نے بنو خزاعہ پر شبخون مارا تھا اس لیے، ان کی سرکوبی کے لیے یہ لوگ گئے، ان پر حملہ کرکے گیارہ مردوں، گیارہ عورتوں اور تیس بچوں کو قید کیا گیا اور دیگر مال غنیمت بھی ہاتھ آیا (۱) اپنے ان مردوں، عورتوں اور بچوں کو آزاد کرانے کے لیے بنو تمیم کے روساء آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ابن سعد نے "طبقات" میں لکھا ہے کہ یہ محرم ۹ھ کا واقعہ ہے۔ (۲)

٤١٠٨ : حدَّثني زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : لَا أَزَالُ أُحِبُّ بَنِي تَمِيمٍ بَعْدَ ثَلَاثٍ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَقُولُهَا فِيهِمْ : (هُمْ أَشَدُّ أُمَّتِي عَلَى الدَّجَّالِ) . وَكَانَتْ مِنْهُمْ سَبِيَّةٌ عِنْدَ عائِشَةَ ، فَقَالَ : (أَعْتِقِيهَا ، فَإِنَّهَا مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ) . وَجاءَتْ صَدَقَاتُهُمْ ، فَقَالَ : (هٰذِهِ صَدَقَاتُ قَوْمٍ ، أَوْ : قَوْمِي) . [ر : ٢٤٠٥]

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے بنو تمیم سے تین باتیں معلوم ہونے کے بعد محبت رہی ہے، ایک یہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق یہ کہتے سنا کہ "ھم اشد امتی علی الدجال" یعنی دجال کے مقابلہ میں میری امت میں سب سے زیادہ سخت اور شدید بنو تمیم کے لوگ ہوں گے، دوسری یہ کہ ان کی ایک عورت حضرت عائشہؓ کے پاس قید تھی تو آپ نے فرمایا کہ اسے آزاد کردو اس لیے کہ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے اور تیسری بات یہ ہوئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب بنو تمیم کے صدقات آئے تو آپ نے فرمایا یہ میری قوم کے صدقات ہیں، چونکہ "الیاس بن مضر" پر جاکر آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بنو تمیم کا نسب مل جاتا ہے اس لیے آپ نے فرمایا " یہ میری قوم کے صدقات ہیں۔"

٤١٠٩ : حدَّثني إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ : أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ : أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُمْ : أَنَّهُ قَدِمَ رَكْبٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : أَمِّرِ الْقَعْقَاعَ بْنَ مَعْبَدِ بْنِ زُرَارَةَ ، قَالَ عُمَرُ : بَلْ أَمِّرِ الْأَقْرَعَ بْنَ حابِسٍ ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ : ما أَرَدْتَ إِلَّا خِلَافِي ، قَالَ عُمَرُ : ما أَرَدْتُ خِلَافَكَ ، فَتَمَارَيَا حَتَّى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا ، فَنَزَلَ فِي ذٰلِكَ : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا» . حَتَّى انْقَضَتْ . [٤٥٦٤ ، ٤٥٦٦ ، ٦٨٧٢]

اس حدیث کی پوری تفصیل انشاء اللہ آگے سورۃ الحجرات کی تفسیر میں آئے گی۔

(۱) دیکھیے طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۶۰- ۱۶۱ (۲) طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۶۰ (۳) فتح الباری: ۸/ ۸۵- وعمدۃ القاری: ۱۸/ ۲۶

باب : وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ .

٤١١١/٤١١٠ : حدَّثني إِسْحٰقُ : أَخْبَرَنَا أَبُو عامِرٍ الْعَقَدِيُّ : حَدَّثَنَا قُرَّةُ ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ ، قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : إِنَّ لِي جَرَّةً يُنْتَبَذُ لِي نَبِيذٌ فِيهَا ، فَأَشْرَبُهُ حُلْوًا فِي جَرٍّ ، إِنْ أَكْثَرْتُ مِنْهُ فَجَالَسْتُ الْقَوْمَ فَأَطَلْتُ الْجُلُوسَ خَشِيتُ أَنْ أَفْتَضِحَ ، فَقَالَ : قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، فَقَالَ : (مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ ، غَيْرَ خَزَايَا وَلَا النَّدَامٰى) . فَقَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ الْمُشْرِكِينَ مِنْ مُضَرَ ، وَإِنَّا لَا نَصِلُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي أَشْهُرِ الْحُرُمِ ، حَدِّثْنَا بِجُمَلٍ مِنَ الْأَمْرِ : إِنْ عَمِلْنَا بِهِ دَخَلْنَا الْجَنَّةَ ، وَنَدْعُو بِهِ مَنْ وَرَاءَنَا . قالَ : (آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ ، الْإِيمَانُ بِاللّٰهِ ، هَلْ تَدْرُونَ ما الْإِيمَانُ بِاللّٰهِ؟ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَإِقامُ الصَّلَاةِ ، وَإِيتَاءُ الزَّكاةِ ، وَصَوْمُ رَمَضَانَ ، وَأَنْ تُعْطُوا مِنَ الْمَغَانِمِ الْخُمُسَ . وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ : ما انْتُبِذَ فِي الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيرِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ) .

(٤١١١) : حدَّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قالَ : سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ : قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، إِنَّا هٰذَا الْحَيَّ مِنْ رَبِيعَةَ ، وَقَدْ حالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ ، فَلَسْنَا نَخْلُصُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي شَهْرٍ حَرَامٍ ، فَمُرْنَا بِأَشْيَاءَ نَأْخُذُ بِهَا وَنَدْعُو إِلَيْهَا مَنْ وَرَاءَنَا ، قالَ : (آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ ، وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ ، الْإِيمَانِ بِاللّٰهِ : شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ – وَعَقَدَ وَاحِدَةً – وَإِقامِ الصَّلَاةِ ، وَإِيتَاءِ الزَّكاةِ ، وَأَنْ تُؤَدُّوا لِلّٰهِ خُمُسَ ما غَنِمْتُمْ . وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيرِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ) .

[ر : ٥٣]

٤١١٢ : حدَّثنا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمانَ : حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ : أَخْبَرَنِي عَمْرٌو . وَقالَ بَكْرُ بْنُ مُضَرَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الحَارِثِ ، عَنْ بُكَيْرٍ : أَنَّ كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ : أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَزْهَرَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ : أَرْسَلُوا إِلَى عائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالُوا : اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيعًا ، وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ ، فَإِنَّا أُخْبِرْنَا أَنَّكِ تُصَلِّينَهُمَا ، وَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْهُمَا .

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : وَكُنْتُ أَضْرِبُ مَعَ عُمَرَ النَّاسَ عَنْهُمَا

قَالَ كُرَيْبٌ : فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا وَبَلَّغْتُهَا ما أَرْسَلُونِي ، فَقَالَتْ : سَلْ أُمَّ سَلَمَةَ ، فَأَخْبَرْتُهُمْ ، فَرَدُّونِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ بِمِثْلِ ما أَرْسَلُونِي إِلَى عائِشَةَ ، فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَنْهَى عَنْهُمَا ، وَإِنَّهُ صَلَّى الْعَصْرَ ، ثمَّ دَخَلَ عَلَيَّ وَعِنْدِي نِسْوَةٌ مِنْ بَنِي حَرَامٍ مِنَ الْأَنْصَارِ ، فَصَلَّاهُمَا ، فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الخَادِمَ ، فَقُلْتُ : قُومِي إِلَى جَنْبِهِ ، فَقُولِي : تَقُولُ أُمُّ سَلَمَةَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، أَلَمْ أَسْمَعْكَ تَنْهَى عَنْ هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ ؟ فَأَرَاكَ تُصَلِّيهِمَا ، فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخِرِي ، فَفَعَلَتِ الجَارِيَةُ ، فَأَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخَرَتْ عَنْهُ ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قالَ : (يَا بِنْتَ أَبِي أُمَيَّةَ ، سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ ، إِنَّهُ أَتَانِي أُنَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ بِالْإِسْلَامِ مِنْ قَوْمِهِمْ ، فَشَغَلُونِي عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظهْرِ ، فَهُمَا هَاتَانِ) . [ر : ١١٧٦]

٤١١٣ : حدَّثني عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ : حَدَّثَنَا أَبُو عامِرٍ عَبْدُ المَلِكِ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ ، هُوَ ابْنُ طَهْمَانَ ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : أَوَّلُ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ ، بَعْدَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، فِي مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجُوَاثَى . يَعْنِي قَرْيَةً مِنَ الْبَحْرَيْنِ . [ر : ٨٥٢]

عبد القیس بہت بڑا قبیلہ تھا، بحرین کا باشندہ تھا (۳) اس کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، یہ کس سن میں حاضر ہوا، اس سلسلہ میں اختلاف ہے۔

❶ واقدی، قاضی عیاض، اور حافظ ابن تیمیہؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ وفد آپ کی خدمت میں ۸ھ میں آیا ہے۔ (۴)

❷ اکثر اہل مغازی کے نزدیک یہ وفد آپؐ کی خدمت میں ۹ھ میں حاضر ہوا ہے، ابن اسحاق، ابن ھشام اور خلیفہ بن خیاط کی یہی رائے ہے۔ (۵)

❸ ابوحاتم اور تاریخ خمیس کے مصنف نے اس وفد کی آمد کو ۱۰ھ میں قرار دیا ہے۔ (۶)

یہ سب حضرات اس بات پر تقریباً متفق ہیں کہ یہ وفد آپؐ کی خدمت میں ایک مرتبہ آیا ہے۔

---

(۴) شرح مسلم للنووی: ۱/ ۳۳ کتاب الایمان، باب الامر بالایمان باللہ....

(۵) دیکھیے سیرۃ ابن ہشام مع الروض الانف: ۲/ ۳۴۰۔ وطبقات ابن سعد: ۱/ ۳۱۴۔ والبدایۃ والنہایۃ: ۵/ ۴۶۔

(۶) ابو حاتم ابن حبان کا قول ایک درجن سے زیادہ ممکنہ مراجع میں تلاش کیا لیکن نہ مل سکا البتہ حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں واقدی کے حوالے سے ۱۰ھ میں وفد عبدالقیس کی آمد کا ذکر کیا ہے دیکھیے لامع الدراری: ۴/ ۲۲۔ کتاب الجمعۃ۔ نیز مصنف تاریخ خمیس نے بھی ۱۰ھ میں اس وفد کی آمد بیان کی ہے۔ دیکھیے تاریخ الخمیس: ۲/ ۱۹۴۔

لیکن حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ یہ وفد آپ کی خدمت میں دو مرتبہ آیا ہے، ایک مرتبہ فتح مکہ سے قبل ۵ ھ میں یا اس سے بھی پہلے اور دوسری مرتبہ اس کی حاضری فتح مکہ کے بعد ۹ ھ میں ہے، پہلی مرتبہ وفد میں تیرہ یا چودہ آدمی تھے اور دوسری بار یہ وفد چالیس آدمیوں پر مشتمل تھا۔ (۷)

دو مرتبہ اس وفد کے آنے کی دلیل مسند احمد اور مصنف ابن ابی شیبہ کی وہ روایت ہے جس میں ہے کہ جب یہ وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ۹ ھ میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ مالی اراکم قد تغیرت الوانکم یہ کیا بات ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں تمہارے رنگ بدلے ہوئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پہلے دیکھا تھا۔

فیض الباری میں علامہ انور شاہ کشمیری کی طرف منسوب کرکے لکھا گیا ہے کہ یہ وفد پہلی بار ۶ ھ میں اور دوسری بار ۸ ھ میں آیا ہے، ۸ ھ کی بات تو صحیح ہے کہ بعض اہل سیر نے اس کو اختیار کیا ہے لیکن ۶ ھ میں اس وفد کے آنے کا ذکر کسی نے نہیں کیا ہے، یہ یا تو حضرت شاہ صاحبؒ سے تسامح ہوا ہے اور یا مرتب سے سہو ہوا ہے کہ اس نے "السنة الخامسة" کو "السنة السادسة" سمجھ کر یہ لکھ دیا۔ (۸)

یہ وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب پہلی بار حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا "مرحبا بالقوم غیر خزایا ولا ندامیٰ" مرحبا ہو اس قوم کو جو نہ رسوا ہوئی اور نہ نادم وشرمندہ، یعنی انہوں نے خود آکر اپنی رغبت اور خوش دلی سے اسلام قبول کیا جنگ وجہاد سے مسلمان نہیں ہوئے کہ انہیں ذلت وندامت ہوتی۔ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرکاء وفد نے عرض کیا کہ ہمارے اور آپؐ کے درمیان قبیلۂ مضر کے مشرکین حائل ہیں، ان سے ہماری دشمنی ہے ہم صرف اشہر حرم میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوسکتے ہیں کہ ان مہینوں میں وہ لوگ لوٹ مار اور قتل وقتال سے عرب کے عام دستور کے مطابق رک جاتے ہیں اس لیے آپؐ ہمیں کوئی ایسا جامع عمل بتلا دیجئے کہ اس کو بجالانے سے ہم جنت میں داخل ہوسکیں اور اہل شہر کو بھی اس کی دعوت دے سکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے روکتا ہوں جس کی تفصیل آگے روایت میں آرہی ہے۔

وفد عبدالقیس کی آمد کا سبب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وفد کی حاضری کے متعلق اصحاب سیر نے یہ واقعہ لکھا ہے کہ قبیلۂ عبدالقیس کے سردار منذر بن عائذ نے اپنی لڑکی منقذ بن حیان کو دی تھی، منقذ بن حیان تجارت کی غرض سے مدینہ منورہ آئے، یہ ہجرت کے بعد کا زمانہ تھا، منقذ ایک جگہ بیٹھے تھے، اتفاقاً

---

(۷) فتح الباری: ۸/ ۸۵ (۸) دیکھیے، فیض الباری: ۱/۱۵۵۔ کتاب الایمان، باب اداء الخمس من الایمان۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر اس طرف ہوا، منقذ دیکھ کر کھڑے ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا، کون ہے؟ عرض کیا، منقذ بن حیان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے خیریت دریافت کی اور ان کے قبیلے کے شرفاء میں سے ہر ایک کا نام لے کر حال دریافت کیا، قبیلۂ عبدالقیس کے سردار منذر بن عائذ کا حال خصوصیت سے دریافت کیا۔ اس کی وجہ سے منقذ بن حیان اتنے متأثر ہوئے کہ مسلمان ہوگئے، قرآن شریف کا کچھ حصہ سورۃ فاتحہ اور سورۃ علق وغیرہ سیکھا، جب اپنے وطن جانے لگے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ کے سرداروں کے نام ان کے ہاتھ خط روانہ کئے۔

قبیلے میں جاکر منقذ بن حیان نے اپنے اسلام کا اظہار نہیں کیا البتہ نماز اور قرآن پڑھتے رہے ان کی بیوی نے اپنے والد منذر سے اس کا تذکرہ کیا کہ میرے شوہر منقذ کی تو اس مرتبہ کچھ عجیب کیفیت ہوگئی ہے، مخصوص اوقات میں وہ منہ ہاتھ دھوتے ہیں اور پھر قبلہ رو کھڑے ہوکر جھکتے اور سجدہ کرتے ہیں، منذر اپنے داماد سے ملے، اس سلسلہ میں بات ہوئی، منقذ نے ان کو پوری داستان سنائی، تفصیل سن کر منذر بن عائذ بھی مسلمان ہوگئے، ان کے اسلام لانے کے بعد منقذ بن حیان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط انہیں دیا، منذر نے قبیلہ کے لوگوں کو وہ خط سنایا جس میں اسلام کی دعوت انہیں دی گئی تھی چنانچہ پورا قبیلہ مسلمان ہوگیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ (۹)

جب یہ لوگ مدینہ منورہ کے قریب ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ تمہارے پاس وفد عبدالقیس آرہا ہے جو اہل مشرق کے بہترین لوگ ہیں (۱۰) اور ان میں منذر بن عائذ اشج عصری بھی ہیں۔ جب وفد مدینہ منورہ میں مسجد نبوی پہنچا تو وفد کے دوسرے شرکاء آپؐ سے ملاقات کے شوق میں سواریوں سے بعجلت اتر کر خدمت میں حاضر ہوئے، لیکن وفد کے امیر منذر بن عائذ اشج نے اطمینان سے اتر کر پہلے اپنی سواری کو باندھا پھر سب ساتھیوں کا سامان ایک جگہ جمع کیا اور پھر صاف کپڑے نکال کر زیب تن کئے، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپؐ نے فرمایا آپ میں دو خصلتیں ایسی ہیں کہ ان کو اللہ اور اس کا رسولؐ پسند کرتے ہیں، عقل اور وقار، عرض کیا، یہ دونوں خصلتیں میرے اندر فطری ہیں یا مصنوعی، آپؐ نے فرمایا بلکہ اللہ نے تمہیں پیدا ہی ان خصلتوں پر کیا ہے، تو اشج نے کہا ﴿الحمد اللہ الذی جبلنی علی خلقین، یحبھما اللہ ورسولہ﴾ (۱۱)

حدثنی اسحاق....

حضرت ابوحمزہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عباسؓ سے کہا کہ میرے پاس ایک گھڑا ہے جس میں

---

(۹) دیکھئے، فتح الملہم: ۱/ ۵۲۴۔ و دلائل النبوۃ للبیہقی: ۵/ ۳۲۳ (۱۰) فتح الباری: ۸/ ۸۵

(۱۱) دلائل النبوۃ للبیہقی: ۵/ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ باب وفد عبدالقیس

میرے لیے نبیذ بنائی جاتی ہے، وہ نبیذ میٹھی ہونے کی حالت میں میں پیتا ہوں، اسی گھڑے میں وہ رکھی ہوتی ہے، اگر میں اسے زیادہ پی لوں اور پھر مجمع میں آکر بیٹھوں اور دیر تک بیٹھا رہوں تو مجھے رسوا ہونے کا خوف ہوتا ہے یعنی جب زیادہ پی لیتا ہوں اور پھر دیر تک مجلس میں بیٹھا رہوں تو مجھے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں نشہ نہ چڑھ جائے اور بہکی بہکی باتیں کرکے میں لوگوں میں رسوا نہ ہوجاؤں۔

حضرت ابن عباسؓ نے ابوحمزہؒ کو وفد عبدالقیس کی حدیث سنائی، مسئلہ بھی بتایا اور دلیل بھی بتائی مسئلہ یہ بتایا کہ ایسا جرہ (مٹکا، گھڑا) جس کے مسامات بند ہوں اس میں نبیذ تیار کرنا درست نہیں ہے اور دلیل یہ بیان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد عبدالقیس کو دبّا، حنتم، مزفت اور نقیر میں نبیذ کے استعمال سے منع کیا تھا کہ ان میں سکر پیدا ہونے کا احتمال ہوتا ہے، لہذا تمہیں بھی ایسے جرہ کو استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

اس حدیث سے متعلق دیگر تفصیلات کتاب الایمان میں گزر چکی ہیں۔

تنبیہ

حاشیہ میں قسطلانی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ دوسری مرتبہ کی حاضری کا واقعہ ہے (۱۲) لیکن یہ درست نہیں ہے، کیونکہ روایت میں وفد کا یہ قول منقول ہے کہ "ہمارے اور آپ کے درمیان مضر کا قبیلہ آباد ہے ہم صرف اشہر حرم میں آسکتے ہیں۔ اشہر حرم کے علاوہ راستہ میں ان کی طرف سے حملہ کا خطرہ ہوتا ہے۔" جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہلی حاضری کا واقعہ ہے کیونکہ جب وفد عبدالقیس دوسری بار حاضر ہوا تھا اس وقت قبیلۂ مضر مسلمان ہوچکا تھا اور وہ عبدالقیس اور مسلمانوں کے درمیان حائل نہیں تھا۔

باب : وَفْدِ بَنِي حَنِيفَةَ ، وَحَدِيثِ ثُمَامَةَ بْنِ أُثَالٍ .

بنو حنیفہ عرب میں یمامہ کا مشہور ومعروف قبیلہ ہے، فتح مکہ کے بعد اس قبیلہ کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، اس باب میں امام بخاریؒ نے اولاً حضرت ثمامۃ بن اثال رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث نقل کی ہے جس میں ان کے اسلام لانے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس کے بعد پھر وفد بنی حنیفہ سے متعلق حدیث بیان کی ہے، حضرت ثمامہؓ کے اسلام لانے کا واقعہ فتح مکہ سے پہلے کا ہے لیکن چونکہ وہ قبیلۂ بنی حنیفہ کے سرداروں میں سے تھے اس لیے امام نے اس واقعہ کو بھی یہاں ذکر کردیا۔ (۱۳)

٤١١٤ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ : حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ :

---

(۱۲) دیکھیے حاشیۂ صحیح بخاری: ۲/ ۶۲۷۔ حاشیہ نمبر۲ (۱۳) فتح الباری: ۸/ ۸۷

أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: (مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ). فَقَالَ: عِنْدِي خَيْرٌ يَا مُحَمَّدُ، إِنْ تَقْتُلْنِي تَقْتُلْ ذَا دَمٍ، وَإِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ، وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ، فَسَلْ مِنْهُ مَا شِئْتَ. فَتُرِكَ حَتَّى كَانَ الْغَدُ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: (مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ). قَالَ: مَا قُلْتُ لَكَ: إِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ، فَتَرَكَهُ حَتَّى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ، فَقَالَ: (مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ). فَقَالَ: عِنْدِي مَا قُلْتُ لَكَ، فَقَالَ: (أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ). فَانْطَلَقَ إِلَى نَخْلٍ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، يَا مُحَمَّدُ، وَاللهِ مَا كَانَ عَلَى الْأَرْضِ وَجْهٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ، فَقَدْ أَصْبَحَ وَجْهُكَ أَحَبَّ الْوُجُوهِ إِلَيَّ، وَاللهِ مَا كَانَ مِنْ دِينٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ دِينِكَ، فَأَصْبَحَ دِينُكَ أَحَبَّ الدِّينِ إِلَيَّ، وَاللهِ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ، فَأَصْبَحَ بَلَدُكَ أَحَبَّ الْبِلَادِ إِلَيَّ، وَإِنَّ خَيْلَكَ أَخَذَتْنِي، وَأَنَا أُرِيدُ الْعُمْرَةَ، فَمَاذَا تَرَى؟ فَبَشَّرَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَمَرَهُ أَنْ يَعْتَمِرَ، فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ لَهُ قَائِلٌ: صَبَوْتَ، قَالَ: لَا، وَلٰكِنْ أَسْلَمْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَلَا وَاللهِ، لَا يَأْتِيكُمْ مِنَ الْيَمَامَةِ حَبَّةُ حِنْطَةٍ حَتَّى يَأْذَنَ فِيهَا النَّبِيُّ ﷺ.

[ر: ٤٥٠]

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی جانب کچھ سوار روانہ کئے انہوں نے جاکر قبیلہ بنی حنیفہ کے ایک شخص ثمامہ بن اثال کو گرفتار کرلیا اور لاکر مسجد کے ایک ستون سے ان کو باندھ دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ان سے فرمایا ماعندک یاثمامۃ؟ "تمہارا کیا ارادہ ہے اے ثمامہ!" ثمامہ نے کہا، میرا ارادہ خیر کا ہے، اگر آپؐ مجھے قتل کریں تو آپؐ ایک ایسے شخص کو قتل کریں گے جو مستحقِ قتل ہے اور اگر چھوڑ دیں تو یہ ایک شکر کرنے والے آدمی پر آپؐ کا انعام واحسان ہوگا اور اگر مال چاہتے ہیں تو فرمایئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باتیں سن کر خاموش چلے گئے، دوسرے اور تیسرے روز بھی یہی سوال وجواب ہوئے، اس دوران حضرت ثمامہ مسلمانوں کی نماز ان کے اعمال اور زندگی کا مشاہدہ کرتے رہے، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر فرمایا "ثمامہ! میں نے آپ کو معاف کردیا" اور ان کو کھول کر آزاد کردیا۔

ثمامہ آزاد ہوکر ایک قریبی باغ میں چلے گئے اور غسل کرکے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر کلمۂ

شہادت پڑھ کر مسلمان ہوئے اور کہا اے محمد...! (صلی اللہ علیہ وسلم) بخدا روئے زمین پر آپ کے چہرے سے زیادہ مجھے کوئی چہرہ مبغوض نہیں تھا لیکن آج آپ کے چہرے سے زیادہ مجھے کوئی چہرہ محبوب نہیں، اللہ کی قسم! کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ مجھے مبغوض نہیں تھا لیکن آج آپ کا دین مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے آپ کا شہر مجھے سب سے زیادہ مبغوض تھا لیکن آج آپ کا شہر مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ میں عمرہ کرنا چاہتا تھا کہ آپ کے سواروں نے مجھے پکڑلیا اب آپ کا کیا حکم ہے؟ (عمرہ کروں یا نہیں!) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بشارت دی اور عمرہ کی ادائیگی کا حکم دیا۔

اس کے بعد حضرت ثمامہ مکہ گئے، قریش نے کہا یہ صابی (بے دین) ہوگیا ہے، انہوں نے کہا، صابی نہیں بلکہ میں مسلمان ہوگیا ہوں اور خدا کی قسم! اب تمہارے پاس یمامہ سے گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا تاآنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہ دیدیں۔ چنانچہ انہوں نے یمامہ جاکر قریش کا غلہ رکوادیا جس سے اہل مکہ سخت پریشان ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرابت کا واسطہ دے کر درخواست کی، آپ نے ثمامہ کو سفارشی خط لکھا کہ ان کا غلہ نہ روکیں تب انہوں نے غلہ جاری کیا۔ (۱۴)

حضرت ثمامہؓ حضرت صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں فتنۂ ارتداد میں مرتدوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ (۱۵)

٤١١٥ : حدَّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ : حَدَّثَنَا نَافِعُ ابْنُ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قالَ : قَدِمَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ ، فَجَعَلَ يَقُولُ : إِنْ جَعَلَ لِي مُحَمَّدٌ الأَمْرَ مِنْ بَعْدِهِ تَبِعْتُهُ ، وَقَدِمَهَا فِي بَشَرٍ كَثِيرٍ مِنْ قَوْمِهِ ، فَأَقْبَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَمَعَهُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ ، وَفِي يَدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ قِطْعَةُ جَرِيدٍ ، حَتَّى وَقَفَ عَلَى مُسَيْلِمَةَ فِي أَصْحَابِهِ ، فَقَالَ : (لَوْ سَأَلْتَنِي هٰذِهِ الْقِطْعَةَ ما أَعْطَيْتُكَهَا ، وَلَنْ تَعْدُوَ أَمْرَ اللهِ فِيكَ ، وَلَئِنْ أَدْبَرْتَ لَيَعْقِرَنَّكَ اللهُ ، وَإِنِّي لَأَرَاكَ الَّذِي أُرِيتُ فِيهِ مَا رَأَيْتُ ، وَهٰذَا ثَابِتٌ يُجِيبُكَ عَنِّي) . ثُمَّ انْصَرَفَ عَنْهُ ، قالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : فَسَأَلْتُ عَنْ قَوْلِ رَسُولِ اللهِ ﷺ : (إِنَّكَ أُرَى الَّذِي أُرِيتُ فِيهِ ما رَأَيْتُ) . فَأَخْبَرَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قالَ : (بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ ، رَأَيْتُ فِي يَدَيَّ سِوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ ، فَأَهَمَّنِي شَأْنُهُمَا ، فَأُوحِيَ إِلَيَّ فِي الْمَنَامِ : أَنِ انْفُخْهُمَا ، فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا ، فَأَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ بَعْدِي) . أَحَدُهُمَا الْعَنْسِيُّ ، وَالآخَرُ مُسَيْلِمَةُ . [ر : ٣٤٢٤]

---

(۱۴) فتح الباری: ۸ / ۸۸ (۱۵) دیکھیے الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۱ / ۲۰۳

٤١١٦ : حدّثنا إسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنْ هَمَّامٍ : أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ : قالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِخَزَائِنِ الْأَرْضِ ، فَوُضِعَ فِي كَفِّي سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ ، فَكَبُرَا عَلَيَّ ، فَأُوحِيَ إِلَيَّ أَنِ انْفُخْهُمَا ، فَنَفَخْتُهُمَا فَذَهَبَا ، فَأَوَّلْتُهُمَا الْكَذَّابَيْنِ اللَّذَيْنِ أَنَا بَيْنَهُمَا : صَاحِبَ صَنْعَاءَ ، وَصَاحِبَ الْيَمَامَةِ) .

[٦٦٣٠ ، وانظر : ٣٤٢٤]

مسیلمہ قبیلۂ بنی حنیفہ کا ایک شخص تھا، اس کا پورا نام مسیلمۃ بن ثمامۃ بن کبیر ابن حبیب بن الحارث تھا (۱۶) ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اس نے ۱۰ھ میں دعوائے نبوت کیا تھا۔ (۱۷) قاضی عیاضؒ کا خیال ہے کہ اولاً اس نے اسلام قبول کیا تھا، اس کے بعد پھر مرتد ہوکر اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ (۱۸) اس نے آکر یہ کہا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے بعد مجھے جانشین بنائیں تو میں ان کی اتباع کرتا ہوں۔

وقدمهافی بشرکثیر من قومه

ان الفاظ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ بہت بڑی جماعت آئی تھی جبکہ واقدی کی روایت میں ہے کہ اس کے ساتھ سترہ آدمی تھے، دراصل اس کی آمد دو مرتبہ ہوئی ہے، ایک مرتبہ اس کے ساتھ سترہ آدمی تھے اور دوسری مرتبہ زیادہ تھے۔ (۱۹)

فاقبل الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ ثابت بن قیس بن شماس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف گئے اور آپؐ کے ساتھ حضرت ثابت بن قیسؓ تھے، حضرت ثابت بن قیس بن شماس خطیب الانصار سے مشہور تھے، شکل وصورت سے وجیہ نہیں تھے لیکن فصاحت وبلاغت اور جزالت کلام میں اللہ تعالی نے انہیں بڑی خصوصیت عطا فرمائی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کھجور کی شاخ کا ایک حصہ تھا، آپؐ نے جاکر مسیلمہ کذاب سے فرمایا "تو اگر مجھ سے یہ ٹہنی مانگے گا تو بھی میں نہیں دوں گا" (خلافت تو بہت بڑی چیز ہے۔)

ولن تعدو امر اللہ فیک، ولئن ادبرت لیعقرنک اللہ

اور تیرے بارے میں اللہ کا جو فیصلہ ہے اس سے تو ہرگز تجاوز نہیں کرسکے گا (اور اللہ کا فیصلہ اس کے متعلق یہ تھا کہ وہ جہنمی اور خائب وخاسر ہے) اور اگر تونے میری اطاعت سے روگردانی کی تو اللہ جل شانہ تیری ٹانگیں جھانگ دیں گے یعنی ہلاک وبرباد کردیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا، اللہ نے ان کو ہلاک وبرباد کیا۔

---

(۱۶) فتح الباری: ۸/ ۸۹ (۱۷) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۲۳ (۱۸) شرح النووی لصحیح مسلم: ۲/ ۲۴۴۔ کتاب الرؤیا (۱۹) فتح الباری: ۸/ ۹۰

وانی لاراک الذی اُریت فیہ ما رایت، وھذا ثابت یجیبک عنی ثم انصرف عنہ

اور تیرے بارے میں میرا خیال ہے کہ تو وہی ہے جس کے متعلق مجھے خواب دکھایا گیا ہے اور یہ ثابت بن قیس میری طرف سے تجھے جواب دیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ اس کے ساتھ بات ذرا تفصیل سے کیجائے تو آپ نے یہ فریضہ ثابت بن قیس بن شماسؓ کے سپرد کیا اور فرمایا کہ یہ تفصیل سے تمہیں جواب دیں گے، اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اہل فضل وعلم کا اپنے احباب سے اس طرح کے معاملات میں تعاون حاصل کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت رہی ہے۔ (۲۰)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے بارے میں دریافت کیا ﴿انی لاراک الذی اریت فیہ ما اریت﴾ کہ اس کا کیا مطلب ہے تو مجھے حضرت ابوہریرہؓ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن ہیں، اس حالت نے مجھے غمگین اور فکر مند کیا تو خواب ہی میں مجھے وحی کی گئی کہ آپؐ ان کنگنوں پر پھونک مار دیجئے، جب میں نے پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے تو میں نے اس کی یہ تعبیر نکالی کہ دو جھوٹے نبی میرے بعد نکلیں گے ان میں ایک اسود عنسی ہے اور دوسرا مسیلمہ۔

علماء نے یہاں یہ سوال اٹھایا ہے کہ خواب میں اپنے ہاتھ میں دو کنگن دیکھنے سے آپؐ کو تشویش کیوں ہوئی؟ بعض حضرات نے کہا کہ سونے کے کنگن دنیا ہے اور دنیا سے آپؐ کا کیا واسطہ؟ آپؐ نے فرمایا ”مالی وللدنیا؟“ (۲۱) اس لیے اپنے ہاتھ میں سونا دیکھ کر آپؐ کو تشویش ہوئی اور بعض حضرات نے کہا کہ چونکہ یہ عورتوں کا زیور ہے مردوں کے استعمال کی چیز نہیں اس لیے آپؐ کو تشویش ہوئی۔ (۲۲) واللہ اعلم۔

جب آپؐ نے ان پر پھونک ماری تو وہ دونوں کنگن اڑ گئے، اس میں اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ جس طرح بے وزن اور بے حقیقت چیز ذرا سی پھونک اور توجہ سے ختم اور زائل ہوجاتی ہے اسی طرح آپؐ ان دونوں جھوٹے نبیوں کی سرکوبی کی طرف ذرا سی توجہ فرمائیں گے تو یہ دونوں ختم ہوجائیں گے۔ (۲۳)

ایک اشکال

اس روایت پر اشکال ہوتا ہے کہ اس میں ہے ”فأوّلتھما کذابین، یخرجان بعدی“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ میں نے ان دو کنگنوں کی یہ تاویل کی کہ میرے بعد دو جھوٹے نبی ظاہر ہوں گے

---

(۲۰) زاد المعاد: ۳/ ۶۱۳

(۲۱) الحدیث اخرجہ الترمذی فی کتاب الزھد ۴/۵۸۸:۔ عن عبداللہ بن مسعودؓ قال: نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی حصیر، فقام، وقد اثر فی جنبہ، فقلنا: یارسول اللہ، لو اتخذنا لک وطاء، فقال: مالی وما للدنیا، ما انا فی الدنیا الا کراکب، استظل تحت شجرۃ، ثم راح وترکھا۔

(۲۲) دیکھیے فتح الباری: ۱۲/ ۴۲۴۔ کتاب التعبیر، باب النفخ فی المنام (۲۳) فتح الباری: ۱۲/ ۴۲۴۔ کتاب التعبیر

ایک اسود عنسی اور دوسرے مسیلمہ کذاب، حالانکہ یہ دونوں آپؐ کے بعد نہیں آپؐ کی حیات ہی میں ظاہر ہوئے تھے۔

اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے بعض حضرات نے کہا کہ "بعدی" سے مراد "بعد موتی" نہیں ہے بلکہ اس سے مراد "بعد نبوتی" ہے۔ (۲۴)

بعض حضرات نے ایک اور جواب دیتے ہوئے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ میرے انتقال کے بعد ان کے دعوائے نبوت کی شہرت ہوگی، اگرچہ ظہور ان کا آپؐ کی حیات میں ہوا لیکن اس کا چرچا بعد میں ہوگا۔ (۲۵) لیکن یہ جواب ضعیف اس لیے ہے کہ اسود عنسی تو آپؐ کی زندگی ہی میں قتل کردیا گیا تھا، اس کی نبوت کا چرچا آپؐ کے انتقال کے بعد نہیں ہوا اس لیے پہلی توجیہ راجح ہے۔

فائدہ

مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے یا نہیں؟ بخاری کی مذکورہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے آپؐ کی زیارت کی اور آپؐ نے اس کے ساتھ گفتگو بھی فرمائی۔

محمد بن اسحاق نے روایت نقل کی ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب وفد بنی حنیفہ آیا، اس میں مسیلمہ کذاب بھی تھا، لیکن یہ تکبر کی وجہ سے آپؐ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا بلکہ وفد کے باقی شرکاء نے آپؐ کی خدمت میں حاضری دی اور یہ ان کے سامان وغیرہ کی حفاظت کے لیے پیچھے رہ گیا تھا (۲۶) حافظ ابن حجرؒ نے اگرچہ اس روایت کی تضعیف کی ہے (۲۷) لیکن دونوں روایتوں کو اس طرح جمع بھی کیا جاسکتا ہے کہ بخاری کی روایت میں دوسری مرتبہ مسیلمہ کذاب کے آنے کا ذکر ہے اور محمد بن اسحاق کی روایت میں پہلی بار اس کے آنے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور یہ بات پہلے بتائی جاچکی ہے کہ یہ شخص دو مرتبہ وفد کے ساتھ آیا ہے۔

علامہ انورشاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن اسحاق کی روایت کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ اس لعین کو آپؐ کی زیارت نصیب نہیں ہوئی ہے۔ (۲۸)

لیکن ظاہر ہے کہ بخاری کی روایت کے مقابلہ میں محمد بن اسحاق کی روایت کو ترجیح نہیں دی جاسکتی جبکہ حافظ نے محمد بن اسحاق کی روایت کی تضعیف بھی کردی ہے اس لیے مولانا بدرعالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دراصل مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غایت محبت وعظمت کے

---

(۲۴) فتح الباری: ۱۲/ ۴۲۱۔ کتاب التعبیر، باب النفخ فی المنام

(۲۵) دیکھیے شرح صحیح مسلم للنووی: ۲/ ۲۴۴۔ کتاب التعبیر، باب رؤیا النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۲۶) دیکھیے سیرۃ ابن ہشام: ۴/ ۲۲۳۔ قدوم وفد بنی حنیفۃ ومعہم مسیلمۃ الکذاب (۲۷) دیکھیے، فتح الباری: ۸/ ۸۹ (۲۸) فیض الباری: ۴/ ۱۲۲

جذبے سے مغلوب ہوکر ابن اسحاق کی روایت کو ترجیح دی ہے یعنی وہ اس بات کو پسند ہی نہیں کرتے کہ ایسا بدبخت شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باریاب ہو۔ (۲۹)

۴۱۱۷ : حدّثنا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قالَ : سَمِعْتُ مَهْدِيَّ بْنَ مَيْمُونٍ قالَ : سَمِعْتُ أَبَا رَجاءٍ الْعُطَارِدِيَّ يَقُولُ : كُنَّا نَعْبُدُ الحَجَرَ ، فَإِذَا وَجَدْنَا حَجَرًا هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ أَلْقَيْنَاهُ وَأَخَذْنَا الآخَرَ ، فَإِذَا لَمْ نَجِدْ حَجَرًا جَمَعْنَا جُثْوَةً مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ جِئْنَا بِالشَّاةِ فَحَلَبْنَاهُ عَلَيْهِ ثُمَّ طُفْنَا بِهِ ، فَإِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَجَبٍ قُلْنَا : مُنَصِّلُ الْأَسِنَّةِ ، فَلَا نَدَعُ رُمْحًا فِيهِ حَدِيدَةٌ ، وَلَا سَهْمًا فِيهِ حَدِيدَةٌ ، إِلَّا نَزَعْنَاهُ وَأَلْقَيْنَاهُ شَهْرَ رَجَبٍ .

وَسَمِعْتُ أَبَا رَجاءٍ يَقُولُ : كُنْتُ يَوْمَ بُعِثَ النَّبِيُّ ﷺ غُلَامًا ، أَرْعَى الْإِبِلَ عَلَى أَهْلِي ، فَلَمَّا سَمِعْنَا بِخُرُوجِهِ فَرَرْنَا إِلَى النَّارِ ، إِلَى مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ .

ابورجاء بنو عطارد کے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں، ان کا نام عمران بن ملحان ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسلام لے آئے تھے لیکن آپ کی خدمت میں انہیں حاضر ہونے کی سعادت حاصل نہیں ہوئی (۳۰) بعد میں پھر یہ اپنے پورے قبیلے کے ساتھ مسیلمہ کذاب کے حامیوں میں شامل ہوگئے تھے لیکن اللہ تبارک وتعالی نے انہیں دوبارہ اسلام کی ابدی سعادت سے نوازا اور یہ مسلمان ہوئے۔ (۳۱)

یہ فرماتے ہیں کہ ہم پتھر کی عبادت کیا کرتے تھے، جب ہمیں کوئی پتھر پہلے پتھر سے اچھا مل جاتا تو اس کو ترجیح دیتے یعنی اس کی عبادت شروع کردیتے اور پہلے والے کو چھوڑ دیتے اور اگر ایسی جگہ ہوتے جہاں پتھر نہ ہوتا تو ہم مٹی کی ایک ڈھیری بنالیتے اور بکری لاکر اس کا دودھ مٹی کی اس ڈھیری پر دوہا کرتے اور پھر اس ڈھیری کا طواف کیا کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مٹی پر دودھ اس لیے دوہتے تھے تاکہ وہ جم جائے (۳۲) لیکن علامہ کرمانی نے فرمایا کہ درحقیقت یہ لوگ مٹی کی اس ڈھیری کے قریب بکری کا دودھ نکالتے تھے اور پھر اس کا صدقہ کیا کرتے تھے، حقیقتاً اس کا دودھ نکال کر مٹی پر ڈالنا مراد نہیں ہے۔ (۳۳)

فاذا دخل شهر رجب قلنا: منصل الاسنة، فلا ندع رمحا فيه حديدة ولا سهما فيه حديدة الا نزعناه فالقيناه شهر رجب

---

(۲۹) دیکھیے البدر الساری حاشیۂ فیض الباری: ۴/ ۱۲۲ (۳۰) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۲۵

(۳۱) ابورجاء عطاردی نے ایک سو بیس سال سے زائد عمر پائی اور ہشام بن عبدالملک کے دور خلافت میں وفات پائی، حالات کے لیے دیکھیے، الاستیعاب لابن عبدالبر: ۳/ ۳۴-۳۶ (۳۲) فتح الباری: ۸/ ۹۱ (۳۳) شرح الکرمانی: ۱۶/ ۱۹۴

جب رجب کا مہینہ داخل ہوتا تو ہم کہتے کہ یہ مہینہ نیزوں کو الگ کرنے والا مہینہ ہے، چنانچہ کوئی بھی ایسا نیزہ اور تیر جس میں لوہے کا پھلکا لگا ہوا ہوتا ہم اسے نکال کر پورے رجب کے لئے پھینک دیتے۔

فلما سمعنا بخروجه فررنا الی مسیلمة الکذاب

پھر جب ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر سنی تو ہم آگ کی طرف یعنی مسیلمہ کذاب کی طرف بھاگے (اور اس کی اطاعت قبول کی) خروج سے فتح مکہ کے وقت قریش پر غلبہ مراد ہے۔ (۳۴) اسی آخری جملے کی مناسبت سے امام بخاریؒ نے یہ حدیث اس باب میں ذکر فرمائی ہے۔

باب : قِصَّةُ الأَسْوَدِ العَنْسِيِّ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صنعاء یمن پر ایک عامل حضرت باذانؓ مقرر تھے، اسود عنسی اسی علاقہ میں رہتا تھا، اس کے پاس دو شیطان رہا کرتے تھے، ایک کا نام "سحیق" اور دوسرے کا نام "شقیق" تھا، یہ دونوں شیطان اسود کو خبریں بتاتے تھے، وہ خبریں یہ لوگوں کے سامنے بیان کرتا تھا اس طرح اس نے ایک اچھا خاصا جال پھیلایا تھا اور ایک بڑی جماعت اس کی طرف مائل ہوکر ساتھ ہوگئی تھی۔ (۳۵)

حضرت باذان رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہوا تو اسود عنسی نے صنعاء یمن پر قبضہ کرلیا اور حضرت باذان رضی اللہ عنہ کی بیوی "مرزبانہ" سے اس نے نکاح بھی کرلیا، چونکہ اس کو خطرہ تھا اس لیے مکان پر ایک ہزار سپاہی ہر وقت پہرہ دیتے تھے۔

اسود عنسی کا کام تمام کرنے کے لیے حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ آئے، انہوں نے سب سے پہلے "مرزبانہ" سے رابطہ قائم کیا، وہ تعاون کے لیے تیار ہوگئی، چنانچہ منصوبہ بنایا گیا، مرزبانہ نے ایک دن اسود عنسی کو خوب شراب پلائی، یہ نشے میں مدہوش ہوگیا، حضرت فیروز دیلمیؓ اور ان کے ساتھیوں نے منصوبہ کے تحت عقب سے دیوار میں نقب لگائی اور اندر جاکر اس کا کام تمام کیا، اس کے قتل کے بعد اس کے ساتھی بھی بھاگ کھڑے ہوئے اور اللہ جل شانہ نے دوبارہ صنعاء پر مسلمانوں کو غلبہ عطا فرمایا۔

حضرت فیروز دیلمیؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع بھیجی لیکن جب اطلاع پہنچی تو آپؐ کا انتقال ہوچکا تھا۔ (۳۶)

---

(۳۴) قال الحافظ: ومراده بخروجه ای ظهوره، علی قومه من قریش بفتح مکة، ولیس المراد مبدأ ظهوره بالنبوة، ولا خروجه من مکة الی المدینة لطول المدة بین ذلک وبین خروج مسیلمة۔ (وانظر فتح الباری: ۸/۹۱۔)

(۳۵) عمدة القاری: ۱۸/ ۲۶۔ وفتح الباری: ۸/ ۹۳

(۳۶) عمدة القاری: ۱۸/ ۲۶۔ حضرت عروہؓ کی ایک روایت میں ہے کہ اسود عنسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک دن ایک رات پہلے قتل کیا گیا اور وحی کے ذریعہ آپؐ کو اس کے قتل کی اطلاع دی گئی، آپؐ نے صحابہؓ کو اطلاع دی۔ (فتح الباری: ۸/ ۹۳۔)

مسیلمہ اور اسود دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا لیکن آپؐ نے ان کے قتل کے متعلق کوئی اقدام نہیں کیا، حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ کہیں لوگوں میں یہ بات مشہور نہ ہوجائے کہ آپؐ اپنے اقتدار کی خاطر بلاشرکت غیرے منصب نبوت پر قابض رہنا چاہتے ہیں، ان کے علاوہ اگر کوئی اور شخص نبوت کا دعویٰ کرے تو یہ اس کے قتل کا فیصلہ کردیتے ہیں، جھوٹے نبی کے قتل کا فیصلہ شرعی لحاظ سے اگرچہ بالکل صحیح اور درست ہے لیکن اس عنوان سے لوگوں کو بدگمان بہت کیا جاسکتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مصلحت کو پیش نظر رکھ کر خود کوئی اقدام نہیں فرمایا، یہ منقبت اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت صدیق اکبرؓ کے لیے مقرر فرمائی تھی چنانچہ انہوں نے اپنے دور میں ایسے کئی جھوٹے نبیوں کو جہنم رسید کیا۔ (۳۷)

٤١١٨ : حدَّثنا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الجَرْمِيُّ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا أَبِي ، عَنْ صَالِحٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُبَيْدَةَ بْنِ نَشِيطٍ ، وَكَانَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ ٱسْمُهُ عَبْدُ ٱللهِ : أَنَّ عُبَيْدَ ٱللهِ ٱبْنَ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ : بَلَغَنَا أَنَّ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ ، فَنَزَلَ فِي دَارِ بِنْتِ الحَارِثِ ، وَكَانَ تَحْتَهُ بِنْتُ الحَارِثِ بْنِ كُرَيْزٍ ، وَهِيَ أُمُّ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عَامِرٍ ، فَأَتَاهُ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ وَمَعَهُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ ، وَهُوَ الَّذِي يُقَالُ لَهُ : خَطِيبُ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، وَفِي يَدِ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ قَضِيبٌ ، فَوَقَفَ عَلَيْهِ فَكَلَّمَهُ ، فَقَالَ لَهُ مُسَيْلِمَةُ : إِنْ شِئْتَ خَلَّيْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْأَمْرِ ، ثُمَّ جَعَلْتَهُ لَنَا بَعْدَكَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَوْ سَأَلْتَنِي هٰذَا الْقَضِيبَ مَا أَعْطَيْتُكَهُ ، وَإِنِّي لَأَرَاكَ الَّذِي أُرِيتُ فِيهِ مَا أُرِيتُ ، وَهٰذَا ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ ، وَسَيُجِيبُكَ عَنِّي) . فَٱنْصَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ .

قَالَ عُبَيْدُ ٱللهِ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : سَأَلْتُ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ عَبَّاسٍ ، عَنْ رُؤْيَا رَسُولِ ٱللهِ ﷺ الَّتِي ذَكَرَ ، فَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : ذُكِرَ لِي أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قَالَ : (بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ ، أُرِيتُ أَنَّهُ وُضِعَ فِي يَدَيَّ سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ ، فَقُطِعْتُهُمَا وَكَرِهْتُهُمَا ، فَأُذِنَ لِي فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا ، فَأَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ) . فَقَالَ عُبَيْدُ ٱللهِ : أَحَدُهُمَا الْعَنْسِيُّ الَّذِي قَتَلَهُ فَيْرُوزُ بِالْيَمَنِ ، وَالآخَرُ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ .

[ر : ٣٤٢٤]

عن ابن عبیدۃ بن نشیط وکان فی موضع آخر اسمہ عبداللہ۔

امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ یہاں سند میں ”ابن عبیدہ“ کا نام مذکور نہیں ہے لیکن دوسری جگہ

(۳۷) فیض الباری: ۴/ ۱۴۴

اس کا نام "عبداللہ" بیان کیا گیا ہے، امام بخاریؒ نے یہ وضاحت اس لیے فرمادی کہ "عبیدہ بن نشیط" کے ایک بیٹے اور بھی ہیں، ان کا نام "موسیٰ" ہے اور وہ ضعیف ہیں (۳۸) اس لیے امامؒ نے تصریح کردی کہ یہاں مراد "عبداللہ" ہیں، "موسیٰ" مراد نہیں۔

باب : قِصَّةِ أَهْلِ نَجْرَانَ .

٤١١٩/٤١٢٠ : حدّثني عَبَّاسُ بْنُ الحُسَيْنِ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ ، عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ : جاءَ الْعَاقِبُ وَالسَّيِّدُ ، صَاحِبَا نَجْرَانَ ، إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ يُرِيدَانِ أَنْ يُلَاعِنَاهُ ، قَالَ : فَقَالَ أَحَدُهُما لِصَاحِبِهِ : لَا تَفْعَلْ ، فَوَاللهِ لَئِنْ كَانَ نَبِيًّا فَلَاعَنَّا لَا نُفْلِحُ نَحْنُ وَلَا عَقِبُنَا مِنْ بَعْدِنَا . قَالَا : إِنَّا نُعْطِيكَ مَا سَأَلْتَنَا ، وَابْعَثْ مَعَنَا رَجُلًا أَمِينًا ، وَلَا تَبْعَثْ مَعَنَا إِلَّا أَمِينًا . فَقَالَ : (لَأَبْعَثَنَّ مَعَكُمْ رَجُلًا أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ) . فَاسْتَشْرَفَ لَهُ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ ، فَقَالَ : (قُمْ يَا أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الجَرَّاحِ) . فَلَمَّا قَامَ ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (هٰذَا أَمِينُ هٰذِهِ الأُمَّةِ) .

(٤١٢٠) : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا إِسْحٰقَ ، عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ ، عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : جاءَ أَهْلُ نَجْرَانَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالُوا : ابْعَثْ لَنَا رَجُلًا أَمِينًا ، فَقَالَ : (لَأَبْعَثَنَّ إِلَيْكُمْ رَجُلًا أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ) . فَاسْتَشْرَفَ لَهَا النَّاسُ ، فَبَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الجَرَّاحِ . [ر : ٣٥٣٥]

٤١٢١ : حدّثنا أَبُو الوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ خَالِدٍ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، عَنْ أَنَسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينٌ ، وَأَمِينُ هٰذِهِ الأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الجَرَّاحِ) . [ر : ٣٥٣٤]

نجران مکہ مکرمہ سے یمن کی جانب سات منزل کے فاصلہ پر واقع ایک بڑے شہر کا نام ہے، نجران کا وفد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو مرتبہ حاضر ہوا ہے، ایک مرتبہ یہ وفد مکہ مکرمہ حاضر ہوا اس وقت یہ بیس آدمیوں پر مشتمل تھا (۳۹) اور دوسری مرتبہ ان کا وفد ۹ھ میں آیا ہے۔

یہاں روایت میں جس واقعہ کا بیان ہے وہ ۹ھ کا ہے، اس وقت یہ وفد ابن سعد کے بیان کے مطابق چودہ اور ابن اسحاق کی روایت کے مطابق ۲۴ آدمیوں پر مشتمل تھا (۴۰) ان میں تین بڑے سردار تھے، یہاں بخاری کی روایت میں ان میں سے دو کا ذکر ہے ایک "سید" سے مشہور تھا اس کا نام "ایہم" یا

(۳۹) فتح الباری: ۸/ ۹۴ (۴۰) فتح الباری: ۸/ ۹۴

"شرحبیل" تھا، جماعت کی ترتیب اور سواریوں وغیرہ کا انتظام اس کے سپرد تھا، دوسرا "عاقب" تھا، اس کا نام "عبدالمسیح" تھا، یہ امیرِ قافلہ تھا، تیسرا شخص جس کا ذکر بخاری کی روایت میں نہیں ہے "ابوحارثہ بن علقمہ" تھا یہ ان کا امام اور مذہبی پیشوا تھا۔ (۴۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور قرآن کی تلاوت کی لیکن انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا، آپ ؐ نے فرمایا اگر تم میری بات کا انکار کرتے تو آؤ میں تمہارے ساتھ مباہلہ کرتا ہوں، سورۂ آل عمران کی آیت ﴿ تعالوا ندع ابناء نا وابناء کم ونساء نا ونساء کم........ ﴾ میں اسی مباہلے کی طرف اشارہ ہے (۴۲) یہ لوگ مباہلے کے لیے تیار ہوگئے لیکن سید ایہم یا عاقب نے کہا کہ اگر ہم نے مباہلہ کیا اور یہ واقعی اللہ کے نبی ہوئے تو ہم سب ہلاک وبرباد ہوجائیں گے چنانچہ ان لوگوں نے مباہلے کا ارادہ ترک کردیا اور آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ جو کچھ جزیہ وغیرہ ہم پر لازم کریں گے ہم دیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوہزار حلّوں (جوڑوں) پر ان سے صلح کی، ایک ہزار حلے رجب میں اور ایک ہزار ماہ صفر میں ان کے ذمہ لازم کئے گئے۔ (۴۳) ابن سعد نے لکھا ہے کہ سید ایہم اور عاقب دونوں بعد میں مسلمان ہوئے۔ (۴۴)

فائدہ

مباہلے کے معنی ملاعنہ کے ہیں یعنی ایک دوسرے کے لیے لعنت کی بددعا کرنا، علامہ دوانی شافعیؒ نے مستقل ایک رسالہ مباہلے کے شرائط پر لکھا ہے اس میں تفصیل کے ساتھ انہوں نے مباہلے کی شرطیں بیان کی ہیں۔ (۴۵)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ، امام اوزاعی اور امام شعبی وغیرہ حضرات سے منقول ہے کہ انہوں نے مباہلے کی دعوت دی، کوئی باطل پرست اتمام حجت کے باوجود اگر باطل سے رجوع کرنے کے لیے تیار نہ ہو تو مباہلے کی دعوت دی جاتی ہے، حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ تجربہ یہ ہے کہ مباہلہ کرنے کے بعد باطل پرست ایک سال سے زیادہ زندہ نہیں رہتا، خود اپنے بارے میں انہوں نے کہا ایک ملحد سے میرا مباہلہ ہوا تو اس پر دو ماہ بھی نہیں گزرے تھے کہ وہ مرگیا۔ (۴۶)

---

(۴۱) فتح الباری: ۸ / ۹۴۔ دلائل بیہقی کی روایت میں اس کا نام "ابوحارثہ" آیا ہے (دیکھیے، دلائل النبوۃ البیہقی: ۵/۳۸۳۔)

(۴۲) دلائل النبوۃ للبیہقی: ۵/۵۸۷ (۴۳) فتح الباری: ۸ / ۹۵۔ وعمدۃ القاری: ۱۸ / ۲۷

(۴۴) فتح الباری: ۸ / ۹۵۔ وطبقات ابن سعد: ۱ / ۲۸۵

(۴۵) فیض الباری: ۴ / ۱۲۲ (۴۶) فتح الباری: ۸ / ۹۵

باب : قِصَّةُ عُمَانَ وَالْبَحْرَيْنِ .

٤١٢٢ : حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : سَمِعَ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ جابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : قالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : .(لَوْ قَدْ جاءَ مالُ الْبَحْرَيْنِ لَقَدْ أَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا) . ثَلَاثًا ، فَلَمْ يَقْدَمْ مالُ الْبَحْرَيْنِ حَتَّى قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ، فَلَمَّا قَدِمَ عَلَى أَبِي بَكْرٍ أَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادَى : مَنْ كانَ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ دَيْنٌ أَوْ عِدَةٌ فَلْيَأْتِنِي ، قالَ جابِرٌ : فَجِئْتُ أَبَا بَكْرٍ فَأَخْبَرْتُهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قالَ : (لَوْ جاءَ مالُ الْبَحْرَيْنِ أَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا) . ثَلَاثًا ، قالَ : فَأَعْطَانِي . قالَ جابِرٌ : فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ بَعْدَ ذٰلِكَ فَسَأَلْتُهُ فَلَمْ يُعْطِنِي ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَلَمْ يُعْطِنِي ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ الثَّالِثَةَ فَلَمْ يُعْطِنِي ، فَقُلْتُ لَهُ : قَدْ أَتَيْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي ، ثُمَّ أَتَيْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي ، ثُمَّ أَتَيْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي ، فَإِمَّا أَنْ تُعْطِيَنِي وَإِمَّا أَنْ تَبْخَلَ عَنِّي . فَقَالَ : أَقُلْتَ تبخلُ عَنِّي ؟ وَأَيُّ دَاءٍ أَدْوَأُ مِنَ الْبُخْلِ ، قالَهَا ثَلَاثًا ، ما مَنَعْتُكَ مِنْ مَرَّةٍ إِلَّا وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُعْطِيَكَ .

وَعَنْ عَمْرٍو ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ : سَمِعْتُ جابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ : جِئْتُهُ ، فَقَالَ لِي أَبُو بَكْرٍ : عُدَّهَا ، فَعَدَدْتُهَا . فَوَجَدْتُهَا خَمْسَمِائَةٍ ، فَقَالَ : خُذْ مِثْلَهَا مَرَّتَيْنِ . [ر : ٢١٧٤]

بحرین قبیلۂ عبدالقیس کا شہر تھا، عُمان اس کے قریب ایک شہر کا نام ہے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت کی غرض سے حضرت عمرو بن العاص ؓ کو ان کی طرف بھیجا، بادشاہ عُمان جُلَندی کے دو بیٹے تھے ایک کا نام "جیفَر" تھا اور دوسرے کا نام "عیاذ" تھا ان کو اسلام کی دعوت دینے کی آپ ؐ نے خصوصی تاکید کی، حضرت عمرو بن العاص ؓ نے جاکر ان کو اسلام کی دعوت دی اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا (٤٧) یہ ذیقعدہ ۸ ھ کا واقعہ ہے ، اس کے بعد یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔

یہاں روایت میں صرف بحرین کا تذکرہ ہے ، عُمان کا نہیں ہے ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو عُمان کے سلسلہ میں کوئی روایت اپنی شرط کے مطابق نہیں ملی اس لیے بحرین کی روایت ذکر کردی، عُمان بحرین کے قریب واقع ہے ۔

---

(٤٧) عمدۃ القاری: ١٨ / ٢٩

تنبیہ

یہاں جس عُمان کا ذکر ہے یہ بحرین کے قریب ایک شہر ہے، اس کا ذکر مختلف روایات میں ملتا ہے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
﴿انی لاعلم ارضا یقال لها: عمان، ینضح بنا حیتها البحر، لواتاهم رسولی مارموه بسهم ولاحجر﴾ (۴۸) یعنی مجھے ایک ایسا علاقہ معلوم ہے جس کو "عمان" کہتے ہیں اس کے کنارہ کو دریا چھوتا ہے (یعنی دریا کے ساتھ متصل ہے) اگر میرا قاصد اہل عمان کے پاس جائے گا تو وہ لوگ نہ اس کو تیر ماریں گے اور نہ پتھر۔
ایک شہر اور عَمّان (بفتح العین وتشدید المیم) ہے جو آج کل اردن کی حکومت کا دارالسلطنت ہے، متقدمین اسے علاقۂ شام کا شہر لکھتے ہیں اس لیے کہ پہلے یہ حصہ بھی شام میں شامل تھا یہاں وہ مراد نہیں۔ (۴۹)

باب : قُدُومُ الْأَشْعَرِيِّينَ وَأَهْلِ الْيَمَنِ .

اشعریین کا وفد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خیبر فتح ہوجانے کے بعد ۷ھ میں آیا ہے اور اہل یمن کا وفد سنۃ الوفود میں یعنی ۹ھ میں آیا ہے (۵۰) مگر چونکہ اشعریین کا تعلق بھی یمن سے ہے اس لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کو ایک ساتھ جمع کردیا، امام بخاریؒ نے واقعات بیان کرنے میں جہاں تاریخی ترتیب کا لحاظ رکھا ہے، وہیں بعض واقعات میں انہوں نے تاریخی ترتیب کی رعایت کو نظرانداز کرکے کسی دوسری مناسبت کی وجہ سے واقعات کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔

وَقَالَ أَبُو مُوسَى ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : (هُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ) . [ر : ٢٣٥٤]

آپؐ نے فرمایا یہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں، قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی سے خاص ربط وتعلق پیدا ہوجاتا ہے تو اس کو اپنا شمار کرلیا جاتا ہے، اس ارشاد کے بھی یہی معنی ہیں۔

٤١٢٣ : حدَّثني عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ قالَا : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : قَدِمْتُ أَنَا وَأَخِي مِنَ الْيَمَنِ ، فَمَكَثْنَا حِينًا ، ما نُرَى ابْنَ مَسْعُودٍ وَأُمَّهُ إِلَّا مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ ، مِنْ كَثْرَةِ دُخُولِهِمْ وَلُزُومِهِمْ لَهُ . [ر : ٣٥٥٢]

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم یمن سے آئے تو ایک عرصہ تک ہم ابن مسعودؓ اور ان کی والدہ کو اہل بیت میں سے سمجھتے رہے اس لیے کہ ان کی آپؐ کے ساتھ وابستگی اور آپؐ

(۴۸) فتح الباری: ۸/ ۹۲ (۴۹) فتح الباری: ۸/ ۹۲ (۵۰) فتح الباری: ۸/ ۹۷

کے ہاں حاضری ایسی ہی تھی جیسے اہل خاندان اور قریبی رشتہ داروں کی ہوا کرتی ہے۔

٤١٢٤ : حدّثنا أبو نُعَيم : حدّثنا عبدُ السّلامِ ، عن أيّوبَ ، عن أبي قِلابةَ ، عن زهدمٍ قالَ : لمّا قَدِمَ أبو موسى أكرمَ هذا الحيَّ من جَرْمٍ ، وإنّا لجلوسٌ عندهُ ، وهو يتغدّى دجاجًا ، وفي القومِ رجلٌ جالسٌ ، فدعاهُ إلى الغداءِ ، فقالَ : إنّي رأيتهُ يأكلُ شيئًا فقذرتُهُ ، فقالَ : هلُمَّ ، فإنّي رأيتُ النّبيَّ ﷺ يأكلُهُ ، فقالَ : إنّي حلفتُ لا آكلُهُ ، فقالَ : هلُمَّ أُخبِرْكَ عن يمينِكَ ، إنّا أتينا النّبيَّ ﷺ نفرٌ من الأشعريّين فاستحملناهُ ، فأبى أن يحملَنا ، فاستحملناهُ فحلفَ أن لا يحملَنا ، ثمّ لم يلبثِ النّبيُّ ﷺ أن أُتيَ بنهبِ إبلٍ ، فأمرَ لنا بخمسِ ذَوْدٍ ، فلمّا قبضناها قلنا : تغفّلنا النّبيَّ ﷺ يمينَهُ ، لا نُفلحُ بعدها أبدًا ، فأتيتُهُ فقلتُ : يا رسولَ اللهِ ، إنّكَ حلفتَ أن لا تحملَنا وقد حملتَنا ؟ قالَ : (أجلْ ، ولكنْ لا أحلفُ على يمينٍ ، فأرى غيرَها خيرًا منها ، إلّا أتيتُ الّذي هو خيرٌ منها وتحلّلتُها) . [ر : ٢٩٦٤]

یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا واقعہ ہے کہ حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کوفہ کے گورنر بن کر آئے (۵۱) تو قبیلۂ جرم کا انہوں نے بڑا اکرام کیا اس طرح کہ ان کے ہاں قیام فرما کر ان کی عزت افزائی فرمائی۔

فامر لنا بخمس ذود

اس روایت میں ہے کہ آپ نے پانچ اونٹوں کا حکم دیا، ایک دوسری روایت میں "ثلاث ابعرة" تین اونٹوں کا ذکر ہے اور آئندہ ایک روایت آرہی ہے اس میں چھ اونٹوں کا تذکرہ ہے۔

ممکن ہے یہ متعدد واقعات ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پانچ اونٹ تو ایک خاص وقت میں دیئے ہوں اور ایک اونٹ اس میں خرید کر شامل کیا گیا ہو اور ایک توجیہ تو ہر جگہ چل سکتی ہے کہ عدد اقل عدد اکثر کی نفی نہیں کرتا۔

٤١٢٥ : حدّثني عمرُو بنُ عليٍّ : حدّثنا أبو عاصمٍ : حدّثنا سفيانُ : حدّثنا أبو صخرةَ جامعُ بنُ شدّادٍ : حدّثنا صفوانُ بنُ مُحرزٍ المازنيُّ : حدّثنا عمرانُ بنُ حُصينٍ قالَ : جاءتْ بنو تميمٍ إلى رسولِ اللهِ ﷺ ، فقالَ : (أبشروا يا بني تميمٍ) . قالوا : أمّا إذ بشّرتَنا فأعطِنا ، فتغيّرَ وجهُ رسولِ اللهِ ﷺ ، فجاءَ ناسٌ من أهلِ اليمنِ ، فقالَ النّبيُّ ﷺ : (اقبلوا البشرى إذ لم يقبلْها بنو تميمٍ) . قالوا : قد قبلنا يا رسولَ اللهِ . [ر : ٣٠١٨]

---

(۵۱) فتح الباری: ۸/ ۹۸

٤١٢٦ : حدثني عبد الله بن محمد الجعفي : حدثنا وهب بن جرير : حدثنا شعبة ، عن إسماعيل بن أبي خالد ، عن قيس بن أبي حازم ، عن أبي مسعود : أن النبي ﷺ قال : (الإيمان ها هنا – وأشار بيده إلى اليمن – والجفاء وغلظ القلوب في الفدادين – عند أصول أذناب الإبل ، من حيث يطلع قرنا الشيطان – ربيعة ومضر) . [ر : ٣١٢٦]

٤١٢٧/٤١٢٩ : حدثنا محمد بن بشار : حدثنا ابن أبي عدي ، عن شعبة ، عن سليمان ، عن ذكوان ، عن أبي هريرة رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ : (أتاكم أهل اليمن ، هم أرق أفئدة وألين قلوبا ، الإيمان يمان والحكمة يمانية ، والفخر والخيلاء في أصحاب الإبل ، والسكينة والوقار في أهل الغنم) .

وقال غندر ، عن شعبة ، عن سليمان : سمعت ذكوان ، عن أبي هريرة ، عن النبي ﷺ .

(٤١٢٨) : حدثنا إسماعيل قال : حدثني أخي ، عن سليمان ، عن ثور بن زيد ، عن أبي الغيث ، عن أبي هريرة : أن النبي ﷺ قال : (الإيمان يمان ، والفتنة ها هنا ، ها هنا يطلع قرن الشيطان) .

(٤١٢٩) : حدثنا أبو اليمان : أخبرنا شعيب : حدثنا أبو الزناد ، عن الأعرج ، عن أبي هريرة رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ قال : (أتاكم أهل اليمن ، أضعف قلوبا ، وأرق أفئدة ، الفقه يمان والحكمة يمانية) . [ر : ٣١٢٥]

الایمان ھاھنا: واشار بیدہ الی الیمن

یمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا، ایمان یہاں ہے اور دوسری روایت میں ہے "الایمان یمان" ایمان تو یمنی ہے، ایمان کی نسبت یمن کی طرف کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اہل یمن ازخود اسلام کی طرف بڑھے تھے اور ایمانی اوصاف کے ساتھ بہت ہی ممتاز تھے اور جب کوئی شخص یا جماعت کسی خاص وصف کے ساتھ امتیازی لحاظ سے موصوف ہوجائے تو اس وصف کو اس کے ساتھ مخصوص طور سے ذکر کیا جاتا ہے لیکن اس کا مقصد یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ وصف دوسروں میں نہیں ہے۔

والجفاء وغلظ القلوب فی الفدّادین

جفاء اور دلوں کی سختی فدا دین کے اندر ہے، جفاء سے مراد قلب کی سختی اور غلظ القلوب سے مراد دلوں کی کج فہمی اور کجروی ہے اور ہوسکتا ہے کہ "غلظ القلوب" کا عطف "الجفاء" پر عطف تفسیری ہو اور

دونوں سے مراد دلوں کی سختی ہو۔ واللہ اعلم۔ "فدّادین" کے بارے میں دو باتیں نقل کی گئی ہیں۔

❶ فدّادین جمع ہے "فدّاد" کی، اور فداد ماخوذ ہے فدید سے، فدید اس آواز کو کہتے ہیں جو جانوروں والے اپنے جانوروں کو اٹھانے، چلانے اور تیزرفتار کرنے کے لیے لگاتے ہیں۔ (۵۲) مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اونٹ اور جانور پالتے ہیں اور اونٹوں کی دموں کے پاس شور مچاتے اور چیختے چلاتے ہیں ان میں دلوں کی سختی، کجروی اور کج فہمی ہوا کرتی ہے۔

❷ دوسری صورت یہ ہے کہ فَدَادین دال کی تخفیف کے ساتھ "فدان" کی جمع ہے، فدان کے معنی ہیں "آلۃ الحرث" (۵۳) اس صورت میں مضاف محذوف مانا جائے گا یعنی "الجفاء و غلظ القلوب فی اصحاب الفدادین عند اصول اذناب الابل"

من حیث یطلع قرنا الشیطان ربیعة ومضر

مشرق کی طرف اشارہ ہے، یہ اشارہ مشرق کی طرف اس لیے کیا گیا ہے کہ جس وقت سورج طلوع ہوتا ہے شیطان اس کی محاذات میں کھڑا ہوجاتا ہے اور جو لوگ آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں یہ اپنے آپ کو ان کے معبود کی حیثیت میں ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ (۵۴)

یہاں "قرنا الشیطان" مبدل منہ ہے اور "ربیعة ومضر" اس سے بدل ہے، ربیعہ اور مضر دونوں کو شیطان کا سینگ قرار دیا چونکہ اس وقت تک یہ لوگ اسلام نہیں لائے تھے اور شیطانی اوصاف وحرکات میں پیش پیش رہتے تھے اس لیے آپ ؐ نے انہیں "قرنا الشیطان" فرمایا۔

حدثنا محمد بن بشار .... هم ارق افئدة والین قلوبا

وہ لوگ دل کے رقیق اور قلوب کے نرم ہیں، بعض علماء نے "فؤاد" اور "قلب" کے درمیان فرق بیان کیا ہے کہ فؤاد غشاء القلب یعنی دل کے پردہ کو کہتے ہیں، اگر وہ پردہ باریک ہوتا ہے تو وعظ و نصیحت دل پر جلدی اثر کرتی ہے اور اگر وہ سخت ہوتا ہے تو نصیحت کا اثر جلدی نہیں ہوتا مطلب یہ ہے کہ اہل یمن کے دل بھی نرم ہیں اور ان کے دل کے اوپر پردہ بھی باریک ہے۔ (۵۵)

والحكمة يمانية

حکمت کے متعلق مختلف اقوال علماء نے بیان کئے ہیں، بعضوں نے کہا الحکمة الفهم عند الله وقیل: التفقه فی الدین وقیل: الاصابة فی القول والعمل (۵۶) وقیل غیر ذلک

---

(۵۲) عمدة القاری: ۱۸/ ۲۱ (۵۳) عمدة القاری: ۱۸/ ۲۱ (۵۴) عمدة القاری: ۱۸/ ۲۱ (۵۵) عمدة القاری: ۱۸/ ۲۲۔ وفتح الباری: ۸/ ۱۰۰

(۵۶) روح المعانی: ۳/ ۴۱۔ علامہ آلوسیؒ نے لکھا ہے کہ حکمت کی تفسیر میں اہل علم کے انتالیس اقوال ہیں۔ علامہ نوویؒ نے حکمت کی جامع تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے "والذی صفالنا منها ان الحکمة عبارة عن العلم المتصف بالاحکام المشتمل علی معرفة الله تعالی المصحوب بنفاذ البصیرة وتهذیب النفس وتحقیق الحق والعمل به والصد عن اتباع الهوی والباطل۔" (شرح مسلم للنووی: ۱/ ۵۳)

والفخر والخیلاء فی اصحاب الابل، والسکینۃ والوقار فی اھل الغنم

فخر وتکبر اونٹوں والوں میں ہے اور سکینت ووقار بکریوں والوں میں ہے۔ درحقیقت صحبت جس چیز کی بھی ہو انسان پر اس کا اثر ضرور ہوتا ہے، اونٹ کے اندر بڑائی اور تکبر کا وصف پایا جاتا ہے تو اس کی صحبت کے اثر سے یہ وصف اونٹ والوں کی طرف بھی منتقل ہوجاتا ہے اور بکری ایک مسکین جانور ہے لہذا جو لوگ بکریوں کے ساتھ ہمہ وقت رہتے ہیں ان میں سکینت ووقار آجاتا ہے۔

٤١٣٠ : حدّثنا عَبْدَانُ ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ : كُنَّا جُلُوسًا مَعَ ابْنِ مَسْعُودٍ ، فَجَاءَ خَبَّابٌ ، فَقَالَ : يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : أَيَسْتَطِيعُ هٰؤُلَاءِ الشَّبَابُ أَنْ يَقْرَؤُوا كَمَا تَقْرَأُ ؟ قَالَ : أَمَا إِنَّكَ لَوْ شِئْتَ أَمَرْتُ بَعْضَهُمْ يَقْرَأُ عَلَيْكَ ؟ قَالَ : أَجَلْ ، قَالَ : اقْرَأْ يَا عَلْقَمَةُ ، فَقَالَ زَيْدُ بْنُ حُدَيْرٍ ، أَخُو زِيَادِ بْنِ حُدَيْرٍ : أَتَأْمُرُ عَلْقَمَةَ أَنْ يَقْرَأَ وَلَيْسَ بِأَقْرَئِنَا ؟ قَالَ : أَمَا إِنَّكَ إِنْ شِئْتَ أَخْبَرْتُكَ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِي قَوْمِكَ وَقَوْمِهِ ؟ فَقَرَأْتُ خَمْسِينَ آيَةً مِنْ سُورَةِ مَرْيَمَ ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : كَيْفَ تَرَى ؟ قَالَ : قَدْ أَحْسَنَ ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : مَا أَقْرَأُ شَيْئًا إِلَّا وَهُوَ يَقْرَؤُهُ ، ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَى خَبَّابٍ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِنْ ذَهَبٍ ، فَقَالَ : أَلَمْ يَأْنِ لِهٰذَا الْخَاتَمِ أَنْ يُلْقَى ، قَالَ : أَمَا إِنَّكَ لَنْ تَرَاهُ عَلَيَّ بَعْدَ الْيَوْمِ ، فَأَلْقَاهُ .

رَوَاهُ غُنْدَرٌ ، عَنْ شُعْبَةَ .

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں حضرت خبّاب بن ارتؓ تشریف لائے اور حضرت ابن مسعودؓ سے کہا آپ کے پاس بیٹھے ہوئے یہ نوجوان لوگ آپ کی طرح قرآن پڑھ سکتے ہیں؟ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ اگر آپ چاہیں تو میں کسی سے تلاوت کے لیے کہوں، فرمایا، ضرور، حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا علقمہ! تم پڑھو۔اس پر مشہور تابعی زیاد بن حدیر کے بھائی زید بن حدیر نے حضرت ابن مسعودؓ سے کہا کہ "آپ علقمہ ہی سے تلاوت کرنے کے لیے فرماتے ہیں حالانکہ وہ ہم سب سے اچھے قاری نہیں ہیں۔" تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے زید بن حدیر سے فرمایا۔

اما انک ان شئت اخبرتک بما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قومک وقومہ

یعنی اگر تم چاہو تو میں تمہیں وہ حدیث سناؤں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری قوم اور علقمہ کی قوم کے متعلق فرمائی ہے۔

یہاں بخاری میں اس حدیث کا ذکر نہیں ہے، درحقیقت علقمہ کا تعلق قبیلۂ نخع سے تھا جو یمن کا مشہور قبیلہ ہے اور زید بن حدیر کا تعلق بنو اسد سے تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں قبیلوں

نخع اور بنواسد) کے متعلق جو حدیث بیان فرمائی ہے وہ امام احمدؒ نے اپنی "مسند" میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل فرمائی ہے کہ انہوں نے فرمایا.... شهدت رسول الله صلی الله علیه وسلم یدعو لهذا الحی من النخع ویثنی علیهم حتی تمنیت انی رجل منهم (۵۷) حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا آپؐ نے قبیلۂ نخع کے لیے دعا فرمائی اور ان کی تعریف کی حتی کہ میری تمنا ہوئی کہ میں بھی اس قبیلہ کا ایک فرد ہوتا۔ اور بنو اسد کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان جهینة وغیرها خیر من بنی اسد (۵۸) بنو اسد کے مقابلہ میں آپ نے جہینہ اور دوسرے قبائل کو ترجیح دی ہے۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے زید بن حدیر کو مخاطب کر کے کہا "اما انک ان شئت اخبرتک بما قال النبی صلی الله علیه وسلم فی قومک وقومه" اس جملہ سے انہوں نے حضرت علقمہ کی وجہ ترجیح بتائی کہ اس کی قوم کی تعریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اور آپ کی قوم کو تو جہینہ کے مقابلہ میں بھی مرجوح قرار دیا ہے۔

حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے سورۃ مریم کی پچاس آیات کی تلاوت کی، حضرت ابن مسعودؓ نے حضرت خبابؓ سے پوچھا کہ تلاوت کیسی کی؟ انہوں نے کہا "قد احسن" اچھی تلاوت کی۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے دیکھا کہ حضرت خبابؓ کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی ہے تو ان سے فرمایا ابھی تک آپ نے یہ انگوٹھی نہیں پھینکی، حضرت خبابؓ نے کہا کہ آج کے بعد آپ میرے ہاتھ میں یہ انگوٹھی کبھی نہیں دیکھیں گے چنانچہ وہ انگوٹھی انہوں نے اتار دی۔

اس روایت میں چونکہ حضرت علقمہ کے قبیلۂ نخع کا ذکر ضمنی طور پر اس طرح آیا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا۔ "ان شئت اخبرتک بما قال النبی صلی الله علیه وسلم فی قومک وقومه" اور قبیلۂ نخع یمن کا ہے اس لیے امام بخاریؒ نے یہ روایت اس باب میں ذکر کی۔

فائدہ

حضرت خباب بن ارتؓ نے سونے کی انگوٹھی استعمال کی غالباً وہ حرمت کی حدیث کو نہی تنزیہی پر محمول کرتے تھے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نہی کی حدیث ان تک نہ پہنچی ہو، جب حضرت ابن مسعودؓ نے مردوں کے لیے اس کے استعمال کی حرمت بتادی تو انہوں نے اس کا استعمال ترک کردیا۔ (۵۹)

حضرت علقمہؒ

حضرت علقمہؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مایہ ناز شاگردوں میں سے تھے، علامہ ذہبیؒ نے رباح کا قول نقل کیا ہے کہ "اذا رایت علقمة، فلا یضرک ان لا تری عبدالله" (۶۰) یعنی اگر آپ نے علقمہ کو دیکھ

(۵۷) فتح الباری: ۸/ ۱۰۰ (۵۸) فتح الباری: ۸/ ۱۰۰ (۵۹) فتح الباری: ۸/ ۱۰۱ (۶۰) دیکھیے سیر اعلام النبلاء: ۴/ ۵۵

لیا ہے تو یہ بات آپ کے لیے کوئی نقصان دہ نہیں ہے کہ آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو نہیں دیکھا، اور یہ اس لیے کہ علقمہ اپنے استاذ کے علوم کے محافظ اور ان کی سیرت وکردار کا نمونہ تھے۔

حضرت علقمہؒ کی وفات یزید کے دور خلافت میں ٦١ھ میں ہوئی، نوے سال عمر پائی۔ (٦١)

باب : قِصَّةُ دَوْسٍ وَالطُّفَيْلِ بْنِ عَمْرٍو الدَّوْسِيِّ .

٤١٣١ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ ابْنِ ذَكْوَانَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جاءَ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : إِنَّ دَوْسًا قَدْ هَلَكَتْ ، عَصَتْ وَأَبَتْ ، فَادْعُ اللّٰهَ عَلَيْهِمْ . فَقَالَ : (اللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا ، وَأْتِ بِهِمْ) . [ر : ٢٧٧٩]

یمن اور اس کے گردونواح کے علاقوں میں قبیلۂ دوس آباد تھا، اس قبیلے کا سب سے پہلا فرد جس نے اسلام قبول کیا، وہ طفیل بن عمرو تھے، یہ قبیلۂ دوس کے سردار تھے، قریش کے ساتھ ان کے حلیفانہ تعلقات تھے، ہجرت سے قبل یہ مکہ مکرمہ آئے تو قریش کے بعض لوگوں نے ان سے کہا کہ آج کل ہمارے ہاں ایک شخص پیدا ہوا ہے جس نے سارے لوگوں کو فتنے میں ڈالدیا ہے اس کا کلام بڑا ساحرانہ ہے، باپ بیٹے اور میاں بیوی تک میں جدائی کرادیتا ہے اس لیے آپ کوشش کریں کہ اس کی کوئی بات آپ کے کان تک نہ پہنچے۔ حضرت طفیل بن عمرو کو قریش نے اس قدر خوف زدہ کیا کہ انہوں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تاکہ آپؐ کا کوئی کلام کہیں کان میں نہ پڑ جائے،

ایک روز صبح سویرے حضرت طفیلؓ خانہ کعبہ گئے دیکھا کہ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر پڑھتے ہوئے قرآن شریف کی تلاوت فرمارہے ہیں، انہوں نے سوچا کہ آخر، میں عقل ودانش رکھتا ہوں، اچھے اور برے کلام میں تمیز کرسکتا ہوں آپؐ کا کلام مجھے سن لینا چاہیئے اگر اچھا ہوگا تو قبول کرلوں گا اور اگر برا ہوگا تو چھوڑ دوں گا۔ حضرت طفیل بن عمروؓ نے قرآن سنا اور اتنے متأثر ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فارغ ہوکر گھر تشریف لے آئے تو حضرت طفیلؓ بھی آپؐ کے گھر پہنچے اور تمام واقعہ سنانے کے بعد آپؐ سے عرض کیا کہ آپ اپنا دین پیش فرمائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا تعارف کرایا اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ (١)

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قبیلۂ دوس کی طرف اسلام کی دعوت دینے کے لیے بھیجا انہوں نے کہا "اجعل لی آیۃ" یارسول اللہؐ! مجھے کوئی نشانی عطا فرمائیں، آپؐ نے فرمایا "اللھم نور لہ" اے اللہ! ان کو نور عطا فرما دیجیئے۔ چنانچہ ان کی آنکھوں کے درمیان ایک نور اللہ جلّ شانہ نے پیدا فرمایا لیکن انہوں

(٦١) سیراعلام النبلاء: ٤/ ٦١ (١) مذکورہ واقعہ کے لیے دیکھیے، دلائل بیہقی: ٥/ ٣٦٠۔ ٣٦١۔ باب قصۃ دوس

نے پھر دعا کی "یارب، اخاف یقولوا، انہ مثلة" اے میرے رب! مجھے ڈر ہے کہ لوگ یہ نور دیکھ کر کہیں یہ نہ کہیں (کہ آبائی دین ترک کرنے کی وجہ سے) یہ مثلہ ہوگیا، اللہ جل شانہ نے وہ نور ان کے کوڑے کی طرف منتقل کردیا، ان کا وہ کوڑا تاریک رات میں چراغ کی طرح روشن رہتا تھا۔ (۲)

انہوں نے آکر اپنے قبیلے میں اسلام کی تبلیغ شروع کی، جس سے ان کے والد مسلمان ہوئے لیکن ان کی والدہ نے اسلام قبول نہیں کیا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی ان ہی کی دعوت سے اسلام قبول کیا (۳) باقی لوگوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کردیا، یہ مایوس ہوکر حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا جیساکہ یہاں باب کی پہلی روایت میں آرہا ہے۔ ان دوسًا قد ھلکت، وابت فادع اللہ علیھم یعنی قبیلۂ دوس ہلاک ہوگیا، نافرمانی کرکے اسلام قبول کرنے سے انکار کردیا لہذا آپ ان کے لیے بدعا کیجیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعا کی بجائے دعا فرمائی۔ ﴿اللھم اھد دوسا وائت بھم﴾ اے اللہ! قبیلۂ دوس کو ہدایت فرمادیجیے اور انہیں میرے پاس لے آئیے، چنانچہ اس کے بعد اس قبیلے کو اللہ نے ہدایت دی اور ۷۰ یا ۸۰ آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام لے آئے، دوس کا یہ وفد سن ۷ ھ میں آیا ہے۔ (۴) واللہ اعلم

٤١٣٢ : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ، عَنْ قَيْسٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : لَمَّا قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ قُلْتُ فِي الطَّرِيقِ :

يَا لَيْلَةً مِنْ طُولِهَا وَعَنَائِهَا　　عَلَى أَنَّهَا مِنْ دَارَةِ الْكُفْرِ نَجَّتِ

وَأَبَقَ غُلَامٌ لِي فِي الطرِيقِ ، فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَبَايَعْتُهُ ، فَبَيْنَا أَنَا عِنْدَهُ إِذْ طَلَعَ الْغُلَامُ ، فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ : (يَا أَبَا هُرَيْرَةَ هٰذَا غُلَامُكَ) . فَقُلْتُ : هُوَ لِوَجْهِ اللّٰهِ ، فَأَعْتَقْتُهُ .

[ر : ٢٣٩٣]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے روانہ ہوا تو راستہ میں میں نے یہ شعر پڑھا۔

یالیلة　من　طولها　وعنائها

علی　انها　من　دارة　الکفر　نجّت

"ہائے رات! تو کتنی لمبی اور تیری مشقت کس قدر ناقابل برداشت ہے مگر تیری یہ فضیلت بھی ہے کہ تونے مجھے دارالکفر سے نجات دی۔"

---

(۲) فتح الباری: ۸/ ۱۰۲　(۳) فتح الباری: ۸/ ۱۰۲　(۴) دلائل بیہقی: ۵/ ۳۶۳

میرا غلام راستہ میں مجھ سے بھاگ گیا تھا، جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر آپؐ سے بیعت کی ابھی میں آپؐ کے پاس بیٹھا ہی تھا کہ وہ غلام دکھائی دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابوہریرہ! یہ تمہارا غلام ہے؟ میں نے کہا وہ اللہ کی رضا کے لیے آزاد ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ ۷ھ میں مسلمان ہوئے ہیں چونکہ ان کا تعلق بھی قبیلۂ دوس سے ہے (۵) اس لیے امام بخاریؒ نے یہ روایت اس باب میں بیان فرمائی۔

تنبیہ

ہمارے نسخوں میں "ھولوجہ اللّٰہ فاعتقتہ" ہے حاشیہ کے نسخہ میں "ھوحر لوجہ اللّٰہ" ہے لیکن وہ درست نہیں کیونکہ یہ محمد بن العلاء کی روایت ہے اور اس روایت کے متعلق امام بخاری نے کتاب العتق صفحہ ۳۴۴ میں تصریح کی ہے کہ اس میں "ھوحر" واقع نہیں ہے۔ (۶)

باب : قِصَّةِ وَفْدِ طَيِّئٍ ، وَحَدِيثُ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ .

٤١٣٣ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ المَلِكِ ، عَنْ عَمْرِو ابْنِ حُرَيْثٍ ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قالَ : أَتَيْنَا عُمَرَ فِي وَفْدٍ ، فَجَعَلَ يَدْعُو رَجُلاً رَجُلاً وَيُسَمِّيهِمْ ، فَقُلْتُ : أَمَا تَعْرِفُنِي يَا أَمِيرَ المُؤْمِنِينَ ؟ قالَ : بَلَى ، أَسْلَمْتَ إِذْ كَفَرُوا ، وَأَقْبَلْتَ إِذْ أَدْبَرُوا ، وَوَفَيْتَ إِذْ غَدَرُوا ، وَعَرَفْتَ إِذْ أَنْكَرُوا . فَقَالَ عَدِيٌّ : فَلَا أُبَالِي إِذًا .

قبیلۂ طی کا وفد جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا ہے خلیفہ بن خیاط نے اپنی تاریخ میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہ وفد پہلے آیا ہے اور حضرت عدی بن حاتمؓ کی حاضری آپ کی خدمت میں اس کے بعد ہوئی ہے، عدی بن حاتمؓ نے ۹ یا ۱۰ھ میں اسلام قبول کیا (۷) یہ مشہور جواد و سخی حاتم طائی کے صاحبزادے ہیں۔

حضرت عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں ان کے پاس آئے، حضرت فاروق اعظم نے ارکان وفد میں ایک ایک آدمی کو اس کا نام پکار کر بلانا شروع کیا لیکن عدی بن حاتمؓ کو نہیں

---

(۵) حضرت ابوہریرہؓ کا نام سن کر حدیث سے شغف رکھنے والوں کے دلوں میں محبت کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں، آپؓ سے پانچ ہزار تین سو، چوہتر احادیث منقول ہیں، آپ کے نام کے متعلق مختلف اقوال ہیں، زیادہ مشہور "عبدالرحمن بن صخر" ہے، مدینہ منورہ میں ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (دیکھیے عمدۃ القاری: ۱۸ / ۳۴-۳۵)

(۶) صحیح بخاری، کتاب العتق، باب اذا قال لعبدہ ھو للّٰہ ونوی العتق: ۱/ ۳۴۴ (۷) عمدۃ القاری: ۱۸ / ۳۵

بلایا۔ عدی بن حاتمؓ چونکہ ایک بہت بڑے سردار کے بیٹے ہیں، جود وسخا میں وہ بہت مشہور ومعروف تھا اس لیے ان کا خیال یہ تھا کہ مجھے نظرانداز نہیں کرنا چاہیئے چنانچہ انہوں نے حضرت فاروق اعظمؓ سے کہا اماتعرفنی یاامیر المؤمنین؟ امیرالمؤمنین! آپ مجھے نہیں پہچانتے؟ امیرالمؤمنین نے جواب دیا کیوں نہیں۔ "اسلمت اذکفروا، واقبلت اذادبروا، ووفیت اذغدروا، وعرفت اذانکروا" تم اس وقت مسلمان ہوئے جب یہ لوگ کافر تھے، اور تم اس وقت حاضر ہوئے جب انہوں نے پشت پھیری، اور تم نے اس وقت وفا کی جب ان لوگوں نے غدر وبے وفائی کی اور تم نے اس وقت (اسلام کو) پہچانا جب ان لوگوں نے اجنبیت کا اظہار کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قبیلۂ طی کے بعض لوگ مرتد ہوگئے تھے اور زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا اسی طرح اس قبیلے کے بعض افراد مسیلمہ کذاب پر ایمان لائے تھے لیکن حضرت عدی بن حاتمؓ نے اسلام کی رسی مضبوطی سے پکڑی رکھی اور جو لوگ ان کے زیراثر تھے انہیں ردّت اور مسیلمہ پر ایمان لانے سے باز رکھا "واقبلت اذادبروا، ووفیت اذغدروا، وعرفت اذانکروا" سے حضرت فاروق اعظمؓ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (٨) جب حضرت فاروق اعظمؓ نے یہ جملہ کہا تو حضرت عدیؓ نے کہا "فلاابالی اذا" تب تو مجھے کوئی پرواہ نہیں یعنی جب آپ مجھے اس طرح جانتے ہیں تو اگر مجھے نہیں بلایا تو کوئی پرواہ نہیں۔

حضرت عدی بن حاتمؓ

حضرت عدی بن حاتمؓ اسلام لانے سے قبل نصرانی تھے، ٩ھ یا ١٠ھ میں اسلام لائے، عراق کی فتح میں شریک رہے، جنگ صفین میں حضرت علیؓ کی جانب سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے، ایک سو بیس سال یا ایک سو اسی سال عمر پائی۔ (٩)

باب : حَجَّةُ الْوَدَاعِ.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ترتیب وار واقعات سیرت ذکر فرمارہے ہیں، سن ایک ہجری سے لے کر سن دس ہجری تک کے غزوات، سرایا اور وفود کا تذکرہ کرنے کے بعد اب سن دس ہجری میں ہونے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس آخری حج کا ذکر کر رہے ہیں جو تاریخ اسلام میں حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ اس حج کے چار نام ہیں۔ ❶ حجۃ الوداع ❷ حجۃ الاسلام ❸ حجۃ التمام ❹ اور حجۃ البلاغ۔ (١٠)

حجۃ الوداع اس کو اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو الوداع کہا تھا اور فرمایا تھا "لعلی لاالقاکم بعدعامی ھذا" شاید اس کے بعد میری آپ سے ملاقات نہ ہوسکے۔

---

(٨) فتح الباری: ٨/ ١٠٣ (٩) الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ٢/ ٤٦٨ (١٠) دیکھیے تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس: ٢/ ١٣٨

حجۃ الاسلام اس کو اس لیے کہتے ہیں کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حج فریضہ تھا، فرضیتِ حج نازل ہونے کے بعد اسلامی رکن کی حیثیت سے یہی حج آپ نے ادا کیا۔

حجۃ التمام اس کو اس لیے کہتے ہیں کہ اس حج کے موقع پر قرآن شریف کی آیت ﴿ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ﴾ نازل ہوئی۔

اور حجۃ البلاغ اس کو اس لیے کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حج میں مختلف خطبے ارشاد فرمائے اور خطبوں کے بعد آپؐ نے فرمایا "الاھل بلغت، الاھل بلغت" یعنی کیا میں نے اللہ کا پیغام آپ لوگوں تک پہنچادیا۔ (۱۱)

اس حج کے لیے پہلے سے اعلان کردیا گیا تھا کہ اس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کرنے کے لیے جائیں گے، امام مسلم، امام ابوداود اور ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ اس اعلان کے بعد لوگوں کی بڑی تعداد مدینہ منورہ آئی، سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرنا چاہتے تھے۔ (۱۲)

روانگی

ماہ ذی القعدہ شروع ہوتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کی تیاری شروع کی اور صحابہ کو حکم دیا کہ وہ بھی حج کی تیاری کریں۔ چنانچہ ۲۵ ذیقعدہ ۱۰ھ بروز ہفتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہزاروں صحابہؓ کا ایک عظیم الشان اور مبارک مجمع اپنے ساتھ لے کر حج کے لیے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے، ابن حزم وغیرہ نے جمعرات کا دن آپ کے خروج کا بتایا ہے لیکن حافظ ابن کثیر نے تمام روایات کی تحقیق کرنے کے بعد لکھا ہے کہ بروز ہفتہ آپؐ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے ہیں (۱۳) ہفتہ کی ظہر کی نماز مدینہ منورہ میں پڑھنے کے بعد آپؐ روانہ ہوئے، تمام ازواج مطہرات (۱۴) اور حضرت فاطمہؓ (۱۵) اس سفر میں ساتھ تھیں۔

صحابہ کی تعداد!

اس موقع پر صحابہؓ کی کتنی تعداد آپؐ کے ساتھ تھی اس سلسلہ میں کوئی حتمی بات نہیں کی جاسکتی۔ امام ابوزرعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چالیس ہزار کے قریب لوگ اس وقت آپؐ کے ساتھ تھے۔ حافظ ابن قیمؒ نے فرمایا "ووافاہ فی الطریق خلائق لایحصون" (۱۶) ان کے عدد کا حقیقی احصا نہیں ہوسکا۔ مولانا یونس

---

(۱۱) عمدۃ القاری: ۱۸/۳۶۔

(۱۲) دیکھیے صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۱/ ۳۹۴۔ وسنن ابی داود، کتاب المناسک، باب صفۃ حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۲/ ۱۸۲، رقم الحدیث: ۱۹۰۵۔ وسنن ابن ماجۃ، کتاب المناسک، باب حجۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ۲/ ۱۰۲۲۔ رقم الحدیث: ۳۰۷۴ (۱۳) دیکھیے البدایۃ والنھایۃ: ۵/ ۱۱۲۔ نیز زادالمعاد: ۲/ ۱۰۲۔ ۱۰۶ (۱۴) زادالمعاد: ۲/ ۱۰۶

(۱۵) دلائل النبوۃ للبیہقی: ۵/ ۴۳۵ (۱۶) زادالمعاد: ۲/ ۱۰۲

صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ امام نوویؒ نے "شرح مہذب" میں لکھا ہے کہ حجۃ الوداع میں شرکت کرنے والوں کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی۔ (١٧) لیکن درحقیقت امام نوویؒ سے نقل میں غلطی واقع ہوئی ہے اگرچہ اس نقل پر اعتماد کرتے ہوئے شراح مشکوۃ نے بھی ایک لاکھ چوبیس ہزار کا قول نقل کردیا (١٨) واقعہ یہ ہے کہ امام نووی نے یہ قول ابوزرعہ رازیؒ سے نقل کیا ہے اور امام ابوزرعہ رازی نے ایک لاکھ چوبیس ہزار تعداد نہیں بتائی بلکہ چالیس ہزار تعداد بتائی ہے، چنانچہ ابن الصلاح نے "مقدمۂ علوم الحدیث" میں ابوزرعہ رازی کا پورا کلام نقل کردیا ہے جس میں ہے «شهد مع النبي صلى الله عليه وسلم حجة الوداع اربعون الفا، وشهد معه تبوك سبعون الفا.... قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم عن مائة الف واربعة عشر الفا من الصحابة ممن روى عنه وسمع منه» (١٩)

اس میں تصریح ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہؐ کے ساتھ چالیس ہزار، غزوۂ تبوک میں ستر ہزار اور آپؐ کی وفات کے وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہؓ تھے جنہوں نے آپؐ سے روایت کی اور آپ سے سنا۔

مدینہ اور مکہ کا یہ سفر نو دن جاری رہا اور چار ذی الحجہ بروز اتوار آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، ذی قعدہ کی پچیس تاریخ ہفتہ کو آپؐ کی روانگی ہوئی تھی لیکن اس سال ماہ ذی قعدہ انتیس دن کا تھا، پانچ دن ذی قعدہ کے (یعنی پچیس، چھبیس، ستائیس، اٹھائیس اور انتیس) اور چار دن ذی الحجہ کے سفر میں گزرے۔ (٢٠)

اس سال نو ذی الحجہ کو جمعہ کا دن تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن حج کا رکن اعظم (وقوف عرفہ) ادا کیا اور میدان عرفات میں آپؐ نے ایک بلیغ خطبہ دیا جو خطبۂ حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے جس کی تفصیل آگے روایت میں آرہی ہے۔ دس ذی الحجہ کو آپؐ منیٰ گئے اور وہاں آپؐ نے تریسٹھ اونٹ نحر کئے۔ ٣٧ اونٹ حضرت علیؓ نے آپ کی طرف سے ذبح کئے اس طرح کل سو اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربان کئے گئے (٢١) اس کے بعد پھر آپؐ نے حلق فرمایا اور ذی الحجہ کی چودہ تاریخ کو صحابہؓ کے ساتھ مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے۔ (٢٢)

٤١٣٤ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ : حَدَّثَنَا مَالِكٌ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ ، فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ ،

---

(١٧) امام نوویؒ کا یہ قول شرح مہذب میں احقر کو نہیں مل سکا۔ واللہ اعلم (١٨) دیکھیے التعلیق الصبیح: ٣/١٩٢

(١٩) دیکھیے مقدمۃ ابن الصلاح: ١٢٧ - ١٢٨ (٢٠) زاد المعاد: ٢/ ١٠٦ - والبدایۃ والنہایۃ: ٥/ ١١٢

(٢١) فتح الباری: ٣/ ٥٥٥ - باب لا یعطی الجزار من الهدی شیئاً (٢٢) جوامع السیرۃ لابن حزم: ٢٨٧ -

ثُمَّ لَا يَحِلَّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا) . فَقَدِمْتُ مَعَهُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ ، وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ، فَشَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : (انْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي ، وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ ، وَدَعِي الْعُمْرَةَ) . فَفَعَلْتُ ، فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَاعْتَمَرْتُ ، فَقَالَ : (هٰذِهِ مَكَانَ عُمْرَتِكِ) . قَالَتْ : فَطَافَ الَّذِينَ أَهَلُّوا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ، ثُمَّ حَلُّوا ، ثُمَّ طَافُوا طَوَافًا آخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا مِنْ مِنًى ، وَأَمَّا الَّذِينَ جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَإِنَّمَا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا . [ر : ۲۹۰]

۴۱۳۵ : حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ : حَدَّثَنِي عَطَاءٌ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ فَقَدْ حَلَّ ، فَقُلْتُ : مِنْ أَيْنَ قَالَ هٰذَا ابْنُ عَبَّاسٍ ؟ قَالَ : مِنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى : «ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ» . وَمِنْ أَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ أَصْحَابَهُ أَنْ يَحِلُّوا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ . قُلْتُ : إِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ بَعْدَ الْمُعَرَّفِ ، قَالَ : كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَرَاهُ قَبْلُ وَبَعْدُ .

حدثنی عمرو بن علی.... عن ابن عباس اذا طاف بالبیت فقد حل

عطاء بن رباح نے حضرت ابن عباسؓ کا یہ ارشاد نقل کیا کہ جب آدمی بیت اللہ کا طواف کرلیتا ہے تو وہ حلال ہوجاتا ہے، تو ان کے شاگرد جریج نے ان سے سوال کیا "من این قال ھذا ابن عباس؟" یعنی ابن عباسؓ نے یہ بات کہاں سے (اور کس دلیل کی بنیاد پر) کہی تو عطاء نے کہا قرآن مجید کی اس آیت سے کہی ﴿ثم محلها الی البیت العتیق﴾ (۲۳) "پھر ان ہدایا کے پہنچنے کی جگہ بیت العتیق یعنی بیت اللہ ہے" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی بنیاد پر کہی کہ آپؐ نے صحابہ کو حجۃ الوداع کے موقعہ پر طواف کرنے کے بعد حلال ہونے کے لیے کہا تھا، اس پر جریج نے کہا "انما کان ذلک بعد المعرف" یعنی قرآن شریف کی آیت ﴿ثم محلها الی البیت العتیق﴾ میں ہدایا کے ذبح کرنے کے متعلق جو کہا جارہا ہے کہ وہ حرم میں ذبح ہوں گی یہ عمل وقوف عرفات کے بعد کا ہے تو عطاء نے کہا کہ حضرت ابن عباس اس کو وقوف عرفات سے پہلے اور بعد دونوں صورتوں میں درست قرار دیتے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ کا مذہب یہ تھا کہ بیت اللہ شریف کے طواف کرنے کے بعد آدمی حلال ہوجاتا ہے بعض علماء نے کہا کہ ان کا یہ مذہب صرف عمرہ کرنے والے شخص کے متعلق تھا کہ جو شخص عمرے کے لیے بیت اللہ گیا اور اس نے طواف کرلیا تو وہ حلال ہوجائے گا یعنی سعی وغیرہ کرنے سے قبل ہی وہ حلال

(۲۳) سورۃ الحج / ۳۳

ہوجائے گا اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ ان کا یہ مذہب صرف حج کرنے والے شخص کے متعلق ہے کہ حج کرنے کے لیے جب حاجی بیت اللہ پہنچے اور وہ طواف قدوم کرلے تو وہ حلال ہوجاتا ہے، بہرحال چاہے ان کا یہ فتوی معتمر کے متعلق ہو یا حاجی کے متعلق تاہم یہ جمہور کے خلاف ہے۔ (۲۴)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت ابن عباسؓ کے اس فتوے کی ایسی توجیہات ممکن ہیں جن کی رو سے ان کا مذہب جمہور کے خلاف نہیں ہوگا، پھر انہوں نے تین ایسی توجیہات پیش کیں۔

❶ ایک توجیہ انہوں نے یہ کی کہ حضرت ابن عباسؓ کے فتوے "من طاف بالبیت فقد حل" میں طواف سے مراد طواف زیارت ہے اور مطلب یہ ہے کہ حاجی جب طواف زیارت کرے تو وہ حلال ہوجاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جمہور کا بھی یہی مذہب ہے۔

❷ دوسری توجیہ انہوں نے یہ کی کہ ان کا یہ فتوی معتمر کے متعلق ہے اور مطلب یہ ہے کہ معتمر طواف کے بعد حلال ہوجاتا ہے سعی وغیرہ چونکہ طواف کے توابع میں سے ہیں اس لیے اس کا مستقل ذکر نہیں کیا اور مراد یہی ہے کہ طواف اور توابع طواف انجام دینے کے بعد حلال ہوجاتا ہے۔

❸ تیسری توجیہ حضرت گنگوہیؒ نے یہ فرمائی کہ ان کا یہ فتوی حج افراد کرنے والے شخص سے متعلق ہے کہ حج افراد کا احرام باندھنے والے شخص پر فسخ الحج الی العمرۃ لازم ہے، ایسا شخص پہلے عمرے کا طواف کرکے حلال ہوجائے گا اس کے بعد پھر حج کا احرام باندھے گا، چنانچہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں ان تمام حضرات کو جنہوں نے حج کا احرام باندھا تھا حکم دیا کہ عمرہ کرکے حلال ہوجاؤ۔ یہ اگرچہ جمہور کا مذہب نہیں ہے تاہم اس کی اصل حدیث سے ثابت ہے اور امام احمد اور بعض اہل ظاہر اس کے قائل ہیں کہ مفرد بالحج پر فسخ الحج الی العمرۃ لازم ہے۔ (۲۵)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ساری توجیہات توجیہات ہی ہیں اور تکلف سے خالی نہیں، وجہ یہ ہے کہ تمام علماء یہی نقل کرتے چلے آرہے ہیں کہ اس مسئلہ میں حضرت ابن عباسؓ کا مسلک جمہور کے خلاف ہے، (۲۶) تاویلات کرکے ان کا مذہب جمہور کے موافق بنانا توجیہ القول بمالا یرضی بہ القائل کے قبیل سے ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت گنگوہیؒ نے آخر میں خود فرمادیا۔ "وبالجملۃ: فلایخلو ھذا المقام من الشبھۃ والاوھام" (۲۷)

٤١٣٦ : حَدَّثَنِي بَيَانٌ : حَدَّثَنَا النَّضْرُ : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَيْسٍ قَالَ : سَمِعْتُ طَارِقًا ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِالْبَطْحَاءِ ، فَقَالَ :

(۲۴) فتح الباری: ۳/ ۴۷۸۔ کتاب الحج باب من طاف بالبیت اذا قدم مکۃ (۲۵) ان تینوں توجیہات کے لیے دیکھیے، لامع الدراری: ۸/ ۲۸۸۔ ۲۸۹

(۲۶) تعلیقات لامع الدراری: ۸/ ۲۸۷ (۲۷) لامع الدراری: ۸/ ۲۹۱

(أَحَجَجْتَ). قُلْتُ : نَعَمْ ، قالَ : (كَيْفَ أَهْلَلْتَ). قُلْتُ : لَبَّيْكَ بِإِهْلَالٍ كَإِهْلَالِ رَسُولِ اللهِ ﷺ ، قالَ : (طُفْ بِالْبَيْتِ ، وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ، ثُمَّ حِلَّ). فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ، وَأَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ قَيْسٍ ، فَفَلَتْ رَأْسِي . [ر : ١٤٨٤]

٤١٣٧ : حدّثني إبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ : أَخْبَرَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ : أَنَّ حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يَحْلِلْنَ عامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ ، فَقَالَتْ حَفْصَةُ : فَمَا يَمْنَعُكَ ؟ فَقَالَ : (لَبَّدْتُ رَأْسِي ، وَقَلَّدْتُ هَدْيِي ، فَلَسْتُ أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ هَدْيِي) . [ر : ١٤٩١]

٤١٣٨ : حدثنا أَبُو الْيَمَانِ قالَ : حَدَّثَنِي شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ . وَقالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قالَ : أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ امْرَأَةً مِنْ خَثْعَمَ اسْتَفْتَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ في حَجَّةِ الْوَدَاعِ ، وَالْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ رَدِيفُ رَسُولِ اللهِ ﷺ ، فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللهِ ، إِنَّ فَرِيضَةَ اللهِ عَلَى عِبَادِهِ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا ، لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَسْتَوِيَ عَلَى الرَّاحِلَةِ ، فَهَلْ يَقْضِي أَنْ أَحُجَّ عَنْهُ ؟ قالَ : (نَعَمْ) .
[ر : ١٤٤٢]

امام بخاریؒ نے یہ روایت یہاں دو سندوں کے ساتھ ذکر کی ہے، سند اول کے الفاظ ابواب الاستیذان میں آرہے ہیں (۳۱) یہاں جو متن ہے وہ دوسری سند کا ہے، یہ روایت کتاب الحج میں بھی گزر چکی ہے۔ (۳۲)

٤١٣٩ : حدّثني مُحَمَّدٌ : حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قالَ : أَقْبَلَ النَّبِيُّ ﷺ عامَ الْفَتْحِ ، وَهْوَ مُرْدِفٌ أُسَامَةَ عَلَى الْقَصْوَاءِ ، وَمَعَهُ بِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ ، حَتَّى أَنَاخَ عِنْدَ الْبَيْتِ ، ثُمَّ قالَ لِعُثْمَانَ : (ائْتِنَا بِالْمِفْتَاحِ) . فَجَاءَهُ بِالْمِفْتَاحِ فَفَتَحَ لَهُ الْبَابَ ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ وَأُسَامَةُ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ ، ثُمَّ أَغْلَقُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ، فَمَكَثَ نَهَارًا طَوِيلًا ، ثُمَّ خَرَجَ وَابْتَدَرَ النَّاسُ الدُّخُولَ ، فَسَبَقْتُهُمْ ، فَوَجَدْتُ بِلَالًا قَائِمًا مِنْ وَرَاءِ الْبَابِ ، فَقُلْتُ لَهُ : أَيْنَ صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ ؟ فَقَالَ : صَلَّى بَيْنَ ذَيْنِكَ الْعَمُودَيْنِ الْمُقَدَّمَيْنِ ،

---

(۳۱) صحیح بخاری، کتاب الاستیذان: ۲/ ۹۲۰ (۳۲) صحیح بخاری، کتاب الحج، باب اذا حاضت المرأة بعد ما افاضت، رقم ۱۷۵۷

وَكَانَ الْبَيْتُ عَلَى سِتَّةِ أَعْمِدَةٍ سَطْرَيْنِ ، صَلَّى بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ مِنَ السَّطْرِ الْمُقَدَّمِ ، وَجَعَلَ بَابَ الْبَيْتِ خَلْفَ ظَهْرِهِ ، وَاسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الَّذِي يَسْتَقْبِلُكَ حِينَ تَلِجُ الْبَيْتَ ، بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ . وَقَالَ : وَنَسِيتُ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلَّى ، وَعِنْدَ الْمَكَانِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ مَرْمَرَةٌ حَمْرَاءُ . [ر : ٣٨٨]

٤١٤٠ : حدَّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُمَا : أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ ، حَاضَتْ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَحَابِسَتُنَا هِيَ) . فَقُلْتُ : إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَطَافَتْ بِالْبَيْتِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (فَلْتَنْفِرْ) . [ر : ٣٢٢]

اشکال ہوتا ہے کہ یہ روایت غزوۂ فتح مکہ میں گزر چکی (۲۸) اور یہ واقعہ بھی فتح مکہ ہی سے متعلق ہے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو یہاں حجۃ الوداع میں کیوں ذکر فرمایا؟

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے "لامع الدراری" میں فرمایا کہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے تھے یا نہیں، بعض علماء دخول اور بعض عدم دخول کے قائل ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فتح مکہ کی حدیث یہاں ذکر کر کے اس بات پر تنبیہ کردی کہ فتح مکہ کا سفر بیت اللہ شریف کی زیارت کے قصد وارادے سے نہیں ہوا تھا بلکہ جہاد کے ارادے سے آپؐ نے وہ سفر کیا تھا لیکن اس کے باوجود آپ اس موقعہ پر بیت اللہ شریف میں داخل ہونے تھے تو حجۃ الوداع کا سفر تو خاص بیت اللہ شریف ہی کے لیے ہوا تھا اس لیے یقیناً آپؐ حج کے موقعہ پر بیت اللہ کے اندر گئے ہوں گے۔ (۲۹) حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیت اللہ شریف میں داخل ہونے کے متعلق کوئی روایت چونکہ امام بخاریؒ کو اپنی شرط کے مطابق نہیں ملی اس لیے امامؒ نے فتح مکہ کی روایت کو ذکر کر کے استدلال کیا۔

امام ابوداود، امام ترمذی، اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہؓ کی روایت نقل کی ہے اس میں ہے ﴿ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم خرج من عندھا وھو مسرور، ثم رجع الیّ وھو کئیب فقال: انی دخلت البیت، ولو استقبلت من امری ما استدبرت ما دخلتھا، انی اخاف ان اکون قد شققت علی امتی ﴾ (۳۰) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے خوش خوش تشریف لے گئے لیکن جب واپس

---

(۲۸) دیکھیے باب دخول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اعلی مکۃ، رقم الحدیث ۴۲۸۹۔ (فتح الباری: ۱۸/۸۔)

(۲۹) لامع الدراری: ۸ / ۲۹۱۔ ۲۹۲

(۳۰) الحدیث اخرجہ الترمذی رقم ۸۷۳ فی الحج، باب ماجاء فی دخول الکعبۃ، وابوداود، رقم ۲۰۲۹ فی المناسک، باب دخول الکعبۃ، واخرجہ ابن ماجۃ، رقم ۳۰۶۲ فی المناسک، باب دخول الکعبۃ

آئے تو آپؐ غمگین تھے، فرمانے لگے اگر مجھے اس بات کا پہلے اندازہ ہوتا جس کا اندازہ مجھے بعد میں ہوا تو میں بیت اللہ شریف کے اندر داخل نہ ہوتا، مجھے اندیشہ اس بات کا ہے کہ میں نے اپنی امت کے لیے مشقت کا سامان کردیا، مطلب یہ ہے کہ بعد میں لوگ کہیں گے کہ اللہ کا نبیؐ بیت اللہ کے اندر داخل ہوا تھا لہذا ہم بھی داخل ہوں گے اس طرح ہر حاجی حج کے موقعہ پر بیت اللہ کے اندر داخل ہونے کی کوشش کرے گا جس سے بڑی مشکلات پیدا ہوں گی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقعہ پر بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے تھے، اگرچہ اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے لیکن چونکہ حضرت عائشہؓ فرما رہی ہیں کہ آپؐ میرے پاس سے تشریف لے گئے تھے اور حضرت عائشہؓ آپؐ کے ساتھ فتح مکہ کے موقعہ پر نہیں تھیں حجۃ الوداع کے موقعہ پر تھیں اس لیے یہ روایت حجۃ الوداع سے متعلق ہے۔ واللہ اعلم۔

٤١٤١ : حدّثنا يَحْيَىٰ بْنُ سُلَيْمانَ قالَ : أَخْبَرَنِي ٱبْنُ وَهْبٍ قالَ : حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا قالَ : كُنَّا نَتَحَدَّثُ بِحَجَّةِ ٱلْوَدَاعِ ، وَٱلنَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ أَظْهُرِنَا ، وَلَا نَدْرِي مَا حَجَّةُ ٱلْوَدَاعِ ، فَحَمِدَ ٱللّٰهَ وَأَثْنَىٰ عَلَيْهِ ، ثُمَّ ذَكَرَ ٱلْمَسِيحَ ٱلدَّجَّالَ فَأَطْنَبَ فِي ذِكْرِهِ ، وَقالَ : (ما بَعَثَ ٱللّٰهُ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا أَنْذَرَه أُمَّتَهُ ، أَنْذَرَهُ نُوحٌ وَٱلنَّبِيُّونَ مِنْ بَعْدِهِ ، وَإِنَّهُ يَخْرُجُ فِيكُمْ ، فَمَا خَفِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ شَأْنِهِ فَلَيْسَ يَخْفَىٰ عَلَيْكُمْ : أَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ عَلَى ما يَخْفَىٰ عَلَيْكُمْ – ثَلَاثًا – إِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ ، وَإِنَّهُ أَعْوَرُ ٱلْعَيْنِ ٱلْيُمْنَىٰ ، كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ . أَلَا إِنَّ ٱللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا ، فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا ، فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا ، أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ) . قالوا : نَعَمْ ، قالَ : (اللَّهُمَّ ٱشْهَدْ – ثَلَاثًا – وَيْلَكُمْ ، أَوْ وَيْحَكُمْ ، ٱنْظُرُوا ، لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا ، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ) . [ر : ١٦٥٥]

كنا نتحدث بحجة الوداع والنبی صلی اللہ علیہ وسلم بین اظہرنا ولا ندری ما حجۃ الوداع

یعنی اس حج کو ہم حجۃ الوداع کہتے تھے لیکن حجۃ الوداع کا مطلب ہماری سمجھ میں نہیں آتا تھا، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حج کے حجۃ الوداع ہونے کو سنا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ اس کو حجۃ الوداع کہتے رہے لیکن وہ یہ نہیں سمجھ سکے تھے کہ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی طرف اشارہ ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ عرصہ بعد وفات ہوئی تب معلوم ہوا کہ حجۃ الوداع اس کو اس لیے کہا گیا تھا کہ اس میں آپؐ نے لوگوں کو الوداع کہا ہے۔

آگے روایت میں خطبہ حجۃ الوداع کا ذکر ہے، یہاں بخاری کی روایت میں خطبۂ حجۃ الوداع کا کچھ

حصہ ہے، ابن ھشام اور ابن اسحاق نے خطبہ حجۃ الوداع کا اکثر حصہ نقل کیا ہے۔

خطبۂ حجۃ الوداع

ایھاالناس: اسمعوا قولی، فانی لا ادری لعلی لا القاکم بعد عامی ھذا بھذا الموقف ابدا۔ ایھاالناس، ان دماء کم و اموالکم علیکم حرام الی ان تلقوا ربکم، کحرمۃ یومکم ھذا و کحرمۃ شھرکم ھذا. و انکم ستلقون ربکم فیسأَلکم عن اعمالکم. وقد بلغت، فمن کانت عندہ امانۃ فلیؤدھا الی من ائتمنہ علیھا. وان کل ربا موضوع، ولکن لکم رؤُوس اموالکم، لاَتَظْلِمُوْن ولاَتُظْلَمُوْن، قضی اللّٰہ انہ لاربا، وان ربا عباس بن عبدالمطلب موضوع کلہ، وان کل دم کان فی الجاھلیۃ موضوع، وان اول دمائکم اضع دم ابن ربیعۃ بن الحارث بن عبدالمطلب....

اما بعد، ایھاالناس، فان الشیطان قد یئس من ان یعبد بأرضکم ھذا ابداً، ولکنہ ان یطع فیما سوی ذلک، فقد رضی بہ مما تحقرون من اعمالکم، فاحذروہ علی دینکم

ایھاالناس، ان النسیٔ زیادۃ فی الکفر یضل بہ الذین کفروا یحلّونہ عاما و یحرّمونہ عاما، لیواطؤا عدۃ ماحرم اللّٰہ، فیحلوا ماحرم اللّٰہ، ویحرموا ما احل اللّٰہ، وان الزمان قد استدار کھیئتہ، یوم خلق اللّٰہ السموات والارض، وان عدۃ الشھور عنداللّٰہ اثنا عشر شھرا، منھا اربعۃ حرم، ثلاثۃ متوالیۃ ورجب مضر الذین بین جمادی و شعبان،

امابعد، ایھاالناس، فان لکم علی نسائکم حقاً ولھن علیکم حقا، لکم علیھن ان لا یوطئن فرشکم احدًا تکرھونہ وعلیھن ان لا یأتین بفاحشۃ مبینۃ، فان فعلن فان اللّٰہ قد اذن لکم ان تھجروھن فی المضاجع وتضربوھن ضربا غیر مبرّح فان انتھین فلھن رزقھن وکسوتھن بالمعروف، واستوصوا بالنساء خیرا، فانھن عندکم عوان لا یملکن لانفسھن شیئاً، وانکم انما اخذتموھن بأمانۃ اللّٰہ، واستحللتم فروجھن بکلمات اللّٰہ، فاعقلوا ایھاالناس قولی، فانی قد بلغت، وقد ترکت فیکم ما ان اعتصمتم بہ فلن تضلوا ابداً، امرًا بیّنًا، کتاب اللّٰہ وسنۃ نبیہ۔

ایھاالناس، اسمعوا قولی، واعقلوہ، تعلمن ان کل مسلم اخ للمسلم، وان المسلمین اخوۃ، فلا یحل لامرئ من اخیہ الا ما اعطاہ من طیب نفس منہ، فلا تظلمن انفسکم، اللھم ھل بلغت؟ (۳۳)

حمد و ثنا کے بعد آپ ؐ نے فرمایا:

"لوگو! میری بات سنو، مجھے معلوم نہیں شاید کہ اس سال کے بعد اس مقام پر میں تم سے کبھی نہیں مل سکوں گا، لوگو! تمہارے خون اور تمہارے اموال ایک دوسرے پر ایسے حرام ہیں جس طرح آج کے

(۳۳) دیکھیے سیرت ابن ہشام: ۴/ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔

اس دن کی اور اس مہینے کی حرمت ہے ، یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جاملو، اور تم عنقریب اپنے رب سے ملو گے ، پس وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق پوچھے گا، میں نے (آپ تک) یہ بات پہنچادی، لہذا جس کے پاس کسی کی امانت ہو، وہ امانت اس کے مالک تک پہنچادے ، جاہلیت کے تمام سود باطل کردیئے گئے ، البتہ اصل راس المال لے سکتے ہو، تاکہ نہ تم دوسروں پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم ہو، اللہ تعالی کا فیصلہ ہے کہ سود باطل ہے ، عباس بن عبدالمطلب کا سود بھی باطل ہے ۔ (۳۴) زمانۂ جاہلیت کے تمام خون باطل کردیئے گئے اور سب سے پہلے میں (اپنے ہی خاندان کے ایک فرد) ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب کے بیٹے کا خون معاف کرتا ہوں۔

لوگو! شیطان اس بات سے اب مایوس ہوچکا ہے کہ تمہاری اس سرزمین میں اس کی عبادت کی جائے گی لیکن عبادت کے علاوہ دوسرے چھوٹے اعمال میں اگر اس کی پیروی کی گئی تو وہ اس پر بھی راضی رہے گا، لہذا اپنے دین کے سلسلہ میں اس سے بچتے رہنا۔

لوگو! نسئ (مہینوں کو آگے پیچھے کرنا) کفر میں زیادتی کا سبب ہے ، اس کے ذریعے کافر گمراہ ہوتے ہیں، وہ ایک سال حرام مہینوں کو حلال کرلیتے اور دوسرے سال انہی کو حرام قرار دے دیتے تھے تاکہ اس طرح وہ اشہر حرم کی گنتی پوری کریں، چنانچہ وہ ان مہینوں کو حلال کردیتے تھے جن کو اللہ نے حرام کیا ہے اور جن مہینوں کو اللہ نے حلال کیا ہے ان کو حرام قرار دیتے تھے .... لیکن اب زمانہ اپنی اس ابتدائی حالت پر لوٹ آیا ہے جس پر وہ اس دن تھا جس دن اللہ تعالی نے زمین وآسمان کو پیدا فرمایا تھا، اللہ کے ہاں سال کے بارہ مہینے ہیں، ان میں چار حرمت والے ہیں، تین مسلسل ہیں (یعنی ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم) اور ایک ماہ رجب ہے جس کا قبیلۂ مضر خاص احترام کرتا ہے جو جمادی الثانیہ اور شعبان کے درمیان واقع ہے ۔

لوگو! تمہاری عورتوں پر تمہارے کچھ حقوق ہیں اور اسی طرح تم پر ان کے بھی کچھ حقوق ہیں، تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ کسی ایسے آدمی کو تمہارے بستر پر نہ بیٹھنے دیں جسے تم پسند نہ کرتے ہو اور یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کا کوئی کام نہ کریں لیکن اگر وہ کریں تو اللہ نے تم کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ تم ان کی سونے کی جگہ کو اپنے سے الگ کردو (اگر وہ پھر بھی باز نہ آئیں تو) پھر تمہیں اجازت ہے کہ انہیں ایسی ہلکی مار مارو جس سے بدن پر نشان نہ پڑیں، اگر وہ باز آگئیں تو حسب دستور ان کا کھانا اور کپڑا تمہارے ذمہ ہے ۔ عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کے ہمیشہ پابند رہو کیونکہ وہ تمہارے پاس قید ہیں اور اپنے معاملات خود نہیں چلاسکتیں، تم نے ان کو اللہ کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے اور اللہ کے کلمات کے ذریعے ان کو اپنے لیے جائز وحلال کیا ہے ۔

(۳۴) حضرت عباس اسلام سے پہلے سود کا کاروبار کرتے تھے ، بہت سے لوگوں کے ذمہ ان کا سود باقی تھا آپ نے اپنے چچا کا تمام سود باطل قرار دیا۔

لوگو! میری بات سمجھو، میں تم میں ایسی چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم نے اس کو مضبوطی سے پکڑلیا تو تم گمراہ نہ ہوگے، وہ چیز کتاب اللہ اور میری سنت ہے۔

لوگو! میری بات سنو اور سمجھو، ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سب مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں لہذا کسی آدمی کے لیے اپنے بھائی کا مال حلال نہیں الایہ کہ وہ اپنے نفس کی خوشی سے دے، پس تم اپنے اوپر ظلم نہ کرو۔"

٤١٤٢ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ خالِدٍ : حَدَّثَنا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنا أَبو إِسْحٰقَ قالَ : حَدَّثَنِي زَيْدُ ابْنُ أَرْقَمَ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ غَزَا تِسْعَ عَشْرَةَ غَزْوَةً ، وَأَنَّهُ حَجَّ بَعْدَ مَا هَاجَرَ حَجَّةً وَاحِدَةً لَمْ يَحُجَّ بَعْدَهَا ، حَجَّةَ الْوَدَاعِ . قالَ أَبُو إِسْحٰقَ : وَبِمَكَّةَ أُخْرَى . [ر : ٣٧٣٣]

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حجۃ الوداع ادا کیا ہے (۳۵) اس کے علاوہ کوئی اور حج نہیں کیا، ابو اسحاق جو اس روایت کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ مکہ میں آپ نے ایک حج اور بھی کیا ہے۔

ہجرت سے قبل آپ نے کتنے حج کئے، اس سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں، ابو اسحاق تو کہتے ہیں کہ ایک حج کیا ہے امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت جابرؓ کی روایت نقل کی ہے "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج ثلاث حجج، حجتین قبل ان یھاجر وحجۃ بعد ماھاجر" (۳۶) یعنی ہجرت سے قبل آپ نے دو حج کئے۔ غالباً حضرت جابرؓ نے ہجرت سے قبل جن دو حجوں کا ذکر کیا ہے وہ ۱۲ اور ۱۳ نبوی کے حج ہیں، ۱۲ نبوی میں بیعت عقبۂ اولی ہوئی تھی اور ۱۳ نبوی میں بیعت عقبۂ ثانیہ ہوئی تھی۔ (۳۷) بیعت عقبۂ ثانیہ میں حضرت جابرؓ کے والد بھی شریک تھے (۳۸) اس لیے حضرت جابرؓ کو ان دو حجوں کا علم ہوسکا اور باقی کا نہیں ہوا۔

سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے قبل بہت سارے حج کئے۔ (۳۹)

ابن جوزیؒ فرماتے ہیں "حج حججا لایعرف عددھا" (۴۰) اتنے حج کئے عدد معلوم نہیں۔

ابن الاثیر کی رائے یہ ہے کہ آپ ہر سال حج کرتے تھے۔ (۴۱)

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بات میں ہرگز کوئی تأمل نہیں کہ آپ ہجرت سے پہلے ہر سال حج کیا کرتے تھے وجہ اس کی یہ ہے کہ قریش حج کا بہت اہتمام کیا کرتے تھے، بہت ہی مجبوری ہو تو حج

(۳۵) جیسا کہ ابوداود میں حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے (سنن ابی داؤد: ۲/ ۸۳ باب صفۃ حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ رقم ۱۹۰۵

(۳۶) الحدیث اخرجہ الترمذی فی ابواب الحج، باب ما جاء کم حج النبی صلی اللہ علیہ وسلم؟: ۳/ ۱۶۹۔ رقم ۸۱۵۔ وابن ماجۃ فی کتاب المناسک، باب حجۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، رقم ۳۰۷۶ (۳۷) تفصیل کے لیے دیکھیے، سیرت ابن ہشام: ۱/ ۴۳۱ و ۴۳۸

(۳۸) سیرت ابن ہشام: ۱/ ۴۶۳ (۳۹) فتح الباری: ۸/ ۱۰۴ (۴۰) فتح الباری: ۸/ ۱۰۴ (۴۱) فتح الباری: ۸/ ۱۰۴

چھوڑتے تھے ورنہ نہیں، حج بقایائے ملت ابراہیمی میں سے تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملت ابراہیمی کے پیروکار بھی تھے اس لیے قیاس یہی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے قبل بہت سارے حج کئے ہوں گے جن کی تعداد معلوم نہیں۔

٤١٤٣ : حدّثنا حفصُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ ، عَنْ جَرِيرٍ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ لِجَرِيرٍ : (اسْتَنْصِتِ النَّاسَ) . فَقَالَ (لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا ، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ) . [ر : ١٢١]

٤١٤٤ : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (الزَّمَانُ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ، السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ : ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ : ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ ، وَرَجَبُ مُضَرَ ، الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ . أَيُّ شَهْرٍ هٰذَا) . قُلْنَا : اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ ، قَالَ : (أَلَيْسَ ذَا الْحِجَّةِ) . قُلْنَا : بَلَى ، قَالَ : (فَأَيُّ بَلَدٍ هٰذَا) . قُلْنَا : اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ ، قَالَ : (أَلَيْسَ الْبَلْدَةَ) . قُلْنَا : بَلَى ، قَالَ : (فَأَيُّ يَوْمٍ هٰذَا) . قُلْنَا : اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ ، قَالَ : (أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ) . قُلْنَا : بَلَى ، قَالَ : (فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ – قَالَ مُحَمَّدٌ : وَأَحْسِبُهُ قَالَ – وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا ، فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا ، فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا ، وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ ، فَسَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ ، أَلَا فَلَا تَرْجِعُوا بَعْدِي ضُلَّالًا ، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ ، أَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ ، فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يُبَلَّغُهُ أَنْ يَكُونَ أَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهُ) . فَكَانَ مُحَمَّدٌ إِذَا ذَكَرَهُ يَقُولُ : صَدَقَ مُحَمَّدٌ ﷺ ، ثُمَّ قَالَ : (أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ) . مَرَّتَيْنِ . [ر : ٦٧]

٤١٤٥ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ : أَنَّ أُنَاسًا مِنَ الْيَهُودِ قَالُوا : لَوْ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِينَا لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيدًا ، فَقَالَ عُمَرُ : أَيَّةُ آيَةٍ ؟ فَقَالُوا : «الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا» . فَقَالَ عُمَرُ : إِنِّي لَأَعْلَمُ أَيَّ مَكَانٍ أُنْزِلَتْ ، أُنْزِلَتْ وَرَسُولُ

اللهِ ﷺ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ . [ر : ٤٥]

٤١٤٦ : حدَّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ٱبْنِ نَوْفَلٍ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قالَتْ : خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ ، وَأَهَلَّ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ بِالحَجِّ ، فَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِالحَجِّ ، أَوْ جَمَعَ الحَجَّ وَالْعُمْرَةَ ، فَلَمْ يَحِلُّوا حَتَّى يَوْمِ النَّحْرِ .

حدَّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، وَقالَ : مَعَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ في حَجَّةِ الْوَدَاعِ .

حدَّثنا إِسْماعِيلُ : حَدَّثَنَا مَالِكٌ : مِثْلَهُ . [ر : ٢٩٠]

٤١٤٧ : حدَّثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ ، هُوَ ٱبْنُ سَعْدٍ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ شِهَابٍ ، عَنْ عامِرِ بْنِ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : عَادَنِي النَّبِيُّ ﷺ في حَجَّةِ الْوَدَاعِ ، مِنْ وَجَعٍ أَشْفَيْتُ مِنْهُ عَلَى المَوْتِ ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، بَلَغَ بِي مِنَ الْوَجَعِ ما تَرَى ، وَأَنَا ذُو مالٍ ، وَلَا يَرِثُنِي إِلَّا ٱبْنَةٌ لِي وَاحِدَةٌ ، أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مالِي ؟ قالَ : (لَا) . قُلْتُ : أَفَأَتَصَدَّقُ بِشَطْرِهِ ؟ قالَ : (لَا) . قُلْتُ : فَالثُّلُثُ ؟ قالَ : (وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ ، إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ ، وَلَسْتَ تُنْفِقُ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ ٱللهِ إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا ، حَتَّى اللُّقْمَةَ تَجْعَلُهَا فِي فِي ٱمْرَأَتِكَ) . قُلْتُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، أَأُخَلَّفُ بَعْدَ أَصْحَابِي ؟ قالَ : (إِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ ، فَتَعْمَلَ عَمَلاً تَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ ٱللهِ ، إِلَّا ٱزْدَدْتَ بِهِ دَرَجَةً وَرِفْعَةً ، وَلَعَلَّكَ تُخَلَّفُ حَتَّى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَيُضَرَّ بِكَ آخَرُونَ ، اللّٰهُمَّ أَمْضِ لِأَصْحَابِي هِجْرَتَهُمْ ، وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلَى أَعْقَابِهِمْ ، لٰكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ) . رَثَى لَهُ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ أَنْ تُوُفِّيَ بِمَكَّةَ . [ر : ٥٦]

٤١٤٨/٤١٤٩ : حدَّثني إِبْرَاهِيمُ بْنُ المُنْذِرِ : حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ ٱبْنَ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُمْ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ حَلَقَ رَأْسَهُ في حَجَّةِ الْوَدَاعِ .

(٤١٤٩) : حدَّثنا عُبَيْدُ ٱللهِ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا مُحمدُ بْنُ بَكْرٍ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ جُرَيْجٍ : أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ ، عَنْ نَافِعٍ : أَخْبَرَهُ ٱبْنُ عُمَرَ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَلَقَ في حَجَّةِ الْوَدَاعِ ، وَأُنَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ ، وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ . [ر : ١٦٣٩]

٤١٥٠ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ : حَدَّثَنَا مالِكٌ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ . وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي يُونُسُ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ : حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ : أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ أَقْبَلَ يَسِيرُ عَلَى حِمَارٍ ، وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قائِمٌ بِمِنًى فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ يُصَلِّي بِالنَّاسِ ، فَسَارَ الْحِمَارُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ ، ثُمَّ نَزَلَ عَنْهُ ، فَصَفَّ مَعَ النَّاسِ . [ر : ٧٦]

٤١٥١ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ هِشَامٍ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ : سُئِلَ أُسَامَةُ ، وَأَنَا شَاهِدٌ ، عَنْ سَيْرِ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَجَّتِهِ ؟ فَقَالَ : الْعَنَقَ ، فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ . [ر : ١٥٨٣]

٤١٥٢ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيدَ الْخَطْمِيِّ : أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيعًا . [ر : ١٥٩٠]

باب : غَزْوَةِ تَبُوكَ ، وَهِيَ غَزْوَةُ الْعُسْرَةِ .

غزوۂ تبوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ ہے ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے غزوۂ تبوک کو بعد میں اور حجۃ الوداع کو پہلے ذکر کیا حالانکہ تاریخی ترتیب کے لحاظ سے غزوۂ تبوک حجۃ الوداع سے پہلے ہے ، اس کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔

❶ حافظ ابن حجر وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ نساخ اور کاتبین کا تصرف ہے کہ انہوں نے حجۃ الوداع کو غزوۂ تبوک سے مقدم لکھ دیا۔ (۴۳)

❷ بعض حضرات نے کہا کہ امام بخاریؒ چونکہ "کتاب المغازی" بیان کررہے ہیں اس لیے انہوں نے سوچا کہ کتاب المغازی کا اختتام بھی غزوے ہی پر ہونا چاہیئے ، اگر حجۃ الوداع کو بعد میں لاتے تو اختتام غزوے پر نہ ہوتا اس وجہ سے انہوں نے غزوۂ تبوک کو حجۃ الوداع سے مؤخر ذکر کیا۔ (۴۴)

❸ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ حجۃ الوداع کو غزوۂ تبوک سے مقدم ذکر کرکے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سلسلۃ الوفود کی انتہاء کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں۔ سلسلۃ الوفود کی ابتدا فتح مکہ کے بعد ہوئی ہے ، چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فتح مکہ بیان کرنے کے بعد سلسلۃ الوفود کا ذکر شروع کیا اور اس کی انتہاء حجۃ الوداع پر ہوئی ہے ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "باب قصۃ وفد طی" ذکر کرنے

---

(۴۳) دیکھیے فتح الباری: ۸/ ۱۱۱ (۴۴) دیکھیے لامع الدراری: ۸/ ۳۹۹۔

کے بعد حجۃ الوداع کا باب باندھا اور مقصد یہ ہے کہ وفود کا یہ سلسلہ حجۃ الوداع پر جاکر ختم ہوا ہے۔ اگر "باب قصة و فدطی" کے بعد حجۃ الوداع کو ذکر نہ کرتے غزوۂ تبوک کو ذکر کرتے تو تاریخی اعتبار سے ترتیب تو برقرار رہتی لیکن سلسلۃ الوفود کی انتہاء معلوم نہ ہوتی، امام بخاریؒ نے تاریخی ترتیب کی رعایت کو ترک کرکے سلسلۃ الوفود کی انتہاء کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حجۃ الوداع کو مقدم ذکر کیا کیونکہ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ حجۃ الوداع تبوک سے مؤخر ہے لیکن وفود کا سلسلہ کب ختم ہوا یہ سب کو معلوم نہیں، اس فائدہ کے پیشِ نظر امام بخاری نے ایسا کیا (۴۵) حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رائے کافی وزنی ہے۔ واللہ اعلم

غزوۂ تبوک کا سبب

رومیوں کے ساتھ لشکر اسلام کی پہلی جنگ موتہ میں ہوئی، اس جنگ کے بعد رومی سلطنت اس کوشش میں رہتی تھی کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں پر حملہ کردیا جائے، رومیوں کے ان عزائم کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو ہوگئی تھی۔ مدینہ منورہ میں شام کے تجارت پیشہ نبطی لوگ زیتون کا تیل فروخت کرنے کے لیے آیا کرتے تھے ان لوگوں نے مسلمانوں کو یہ خبردی کہ روم کے بادشاہ ہرقل نے اپنی فوجیں مقام تبوک میں سرحدِ شام پر جمع کروی ہیں اور فوجیوں کو ایک سال کی تنخواہیں پیشگی دے کر خوش اور مطمئن کردیا ہے۔ (۴۶)

معجم طبرانی میں حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ بعض عرب عیسائیوں نے ہرقل کو لکھ بھیجا تھا کہ مدعیٔ نبوت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انتقال ہوچکا ہے اور عرب قحط کی شدت کی وجہ سے بھوکوں مررہے ہیں، عرب پر حملہ کرنے کے لیے یہ مناسب موقع ہے، چنانچہ ہرقل نے چالیس ہزار کا لشکر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا اور اس کا مقدمۃ الجیش "بلقاء" تک پہنچ گیا۔ (۴۷)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی تو آپؐ نے یہ ارادہ فرمایا کہ ان کے حملہ سے پہلے پیش قدمی کرکے مقابلہ کرنا چاہیئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر جنگوں میں صحیح مقام نہیں بتاتے تھے لیکن یہ جنگ چونکہ تمام سابقہ جنگوں سے ممتاز تھی ایک تو اس لیے کہ اس میں دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ تھی، دوسرے اس لیے کہ اس میں شاہ روم ہرقل کی تربیت یافتہ فوج کے ساتھ مقابلہ تھا اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قبائلِ عرب سے فوج اور مالی اعانت طلب کی اور مدینہ طیبہ کے تمام مسلمانوں کو اس جہاد میں نکلنے کا حکم دیا(۴۸)

---

(۴۵) دیکھیے الابواب والتراجم لصحیح البخاری: ۲/ ۱۱۔ باب حجۃ الوداع (۴۶) طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۶۵۔ فتح الباری: ۸/ ۱۱۱

(۴۷) فتح الباری: ۱۸/ ۱۱۱ (۴۸) زاد المعاد: ۳/ ۵۲۶۔ ۵۲۷

اتفاق سے یہ زمانہ سخت گرمی کا تھا، قحط وفاقہ عام تھا، اس کے ساتھ ساتھ کھیتیاں اور باغات کے پھل پکنے کے قریب تھے (۴۹) انہیں باغات اور کھیتوں کی فصل پر اہل مدینہ کی پورے سال کی معیشت کا دارومدار تھا، ان تمام چیزوں میں سے ہر چیز اللہ کی راہ میں جانے کے لیے صحابہؓ کے پاؤں کی زنجیر اور رکاوٹ بن سکتی تھی لیکن مرحبا صد مرحبا اسلام کے ان سرفروش مجاہدین کے لیے جنہوں نے شجر اسلام کی آبیاری کے لیے اپنے خون اور اپنے مال کی قربانی دینے میں ہمیشہ ایک دوسرے سے مسابقت کی کوشش کی، اس موقع پر بھی اسلام کے سچے اور مخلص جانباز صحابہؓ نے بڑھ بڑھ کر مالی اعانت میں حصہ لیا، حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے گھر کا سارا کچھ لاکر حاضر کردیا (۵۰) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ گھر میں کچھ چھوڑا بھی؟ عرض کیا، اللہ اور اس کے رسولؐ کا نام، حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنا نصف مال لاکر حاضر کیا (۵۱) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تین سو اونٹ مع سازوسامان اور ایک ہزار اشرفی نقد لاکر خدمت نبویؐ میں پیش کی (۵۲) اس طرح دیگر صحابہؓ نے اپنی استطاعت کے مطابق اس مالی اعانت میں حصہ لیا لیکن اس کے باوجود چند نادار صحابہؓ ایسے تھے کہ ان کے سفر کے لیے زادراہ کا انتظام نہ ہوسکا، وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے سواری وغیرہ کا انتظام کرنے کے لیے درخواست کی لیکن، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کے سفر کے لیے سواری وغیرہ نہیں تھی، یہ لوگ روتے ہوئے اشکبار آنکھوں سے واپس ہوئے، قرآن شریف کی یہ آیت ان ہی لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (۵۳)

ولا علی الذین اذا اتوک لتحملهم، قلت لااجد مااحملکم علیه، تولوا واعینهم تفیض من الدمع حزناالایجدوامایںفقون۔ (التوبة /۹۲۔)

"اور نہ ان لوگوں پر کوئی گناہ ہے جو آپؐ کے پاس آئے کہ آپؐ ان کو (جہاد میں) جانے کے لیے کوئی سواری عطا فرمائیں، آپؐ نے ان سے کہا، میرے پاس سواری نہیں ہے جس پر تم کو سوار کرسکوں، وہ لوگ اس حال میں واپس ہوئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اس غم کیوجہ سے کہ ان کے پاس خرچ کے لیے کوئی چیز میسر نہیں ہے"

اس جہاد میں جانے کا یہ اعلان درحقیقت ایمان ونفاق کے درمیان امتیاز کی کسوٹی تھا چنانچہ اس موقعہ پر منافقین کا نفاق کھل کر سامنے آگیا اور وہ کہنے لگے «لاتنفروافی الحر» (۵۴) یعنی گرمی میں جہاد کے لیے نہ نکلو انہوں نے مختلف بہانے بناکر جہاد میں جانے سے عذر کیا، بعض مخلص مسلمان بھی نہیں گئے جن میں مشہور صحابی حضرت کعب بن مالکؓ حضرت بلال بن امیہؓ اور حضرت مرارہ بن ربیعؓ شامل تھے۔ ان کا

(۴۹) الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۸۹ (۵۰) یہ چار ہزار درہم تھے (سیرت حلبیہ: ۳/ ۱۲۰) (۵۱) سیرت حلبیہ: ۳/ ۱۲۰
(۵۲) زاد المعاد: ۳/ ۵۲۷۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دس ہزار دینار بارگاہ نبوی میں پیش کئے (سیرت حلبیہ: ۳/ ۱۲۰)
(۵۳) دیکھیے، تفسیر کبیر: ۲/ ۳۸۱۔ ۳۸۲ (۵۴) التوبة / ۸۱

تفصیلی واقعہ آگے بخاری کی روایت میں آرہا ہے۔

حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم تیس ہزار افواج کے ساتھ ماہ رجب ۹ھ میں مدینہ منورہ سے نکلے، لشکر میں دس ہزار گھوڑے تھے (۵۵) دمشق کی جانب سفر کرتے ہوئے مدینہ منورہ سے چودہ منزل کے فاصلہ پر واقع مقام تبوک پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ خبر صحیح نہ تھی اور بعض روایات میں ہے کہ جب ہرقل شاہِ روم کو مسلمانوں کو اتنی بڑی جمعیت کے مقابلہ پر آنے کی خبر پہنچی تو وہ مرعوب ہوا اور مقابلہ پر نہیں آیا۔ (۵۷)

تبوک میں آپ نے بیس دن تک قیام فرمایا (۵۸) یہیں سے آپ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو ۴۲۰ سواروں کی جمعیت دیکر دمشق سے پانچ منزل پر واقع "دومۃ الجندل" کے سردار "اکیدر بن عبدالملک نصرانی" کے پاس بھیجا، حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ کو جاتے ہوئے فرمایا کہ وہ تمہیں شکار کھیلتا ہوا ملے گا لیکن تم اس سے قتل نہ کرنا، میرے پاس لے آنا اگر وہ انکار کرے تب قتل کردینا۔

حضرت خالدؓ چاندنی رات میں پہنچے تو اکیدر اپنے بھائی اور دوسرے ساتھیوں کے ساتھ شکار کے لیے نکلا تھا، اکیدر کا بھائی "حسان" مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا اور اکیدر کو گرفتار کرکے آپ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ اکیدر نے دو ہزار اونٹ، آٹھ سو گھوڑے، چار سو زرہیں اور چار سو نیزے دیکر صلح کی۔ (۵۹)

اس مقام پر بیس دن قیام فرمانے کے بعد آپ واپس مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔

۴۱۵۳ : حدثني مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : أَرْسَلَنِي أَصْحَابِي إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَسْأَلُهُ الْحُمْلَانَ لَهُمْ ، إِذْ هُمْ مَعَهُ فِي جَيْشِ الْعُسْرَةِ ، وَهِيَ غَزْوَةُ تَبُوكَ ، فَقُلْتُ : يَا نَبِيَّ اللّٰهِ ، إِنَّ أَصْحَابِي أَرْسَلُونِي إِلَيْكَ لِتَحْمِلَهُمْ ، فَقَالَ : (وَاللّٰهِ لَا أَحْمِلُكُمْ عَلَى شَيْءٍ) . وَوَافَقْتُهُ وَهُوَ غَضْبَانُ وَلَا أَشْعُرُ ، وَرَجَعْتُ حَزِينًا مِنْ مَنْعِ النَّبِيِّ ﷺ ، وَمِنْ مَخَافَةِ أَنْ يَكُونَ النَّبِيُّ ﷺ وَجَدَ فِي نَفْسِهِ عَلَيَّ ، فَرَجَعْتُ إِلَى أَصْحَابِي ، فَأَخْبَرْتُهُمُ الَّذِي قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ، فَلَمْ أَلْبَثْ إِلَّا سُوَيْعَةً إِذْ سَمِعْتُ بِلَالًا يُنَادِي : أَيْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ ، فَأَجَبْتُهُ ، فَقَالَ : أَجِبْ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَدْعُوكَ ، فَلَمَّا أَتَيْتُهُ قَالَ : (خُذْ هٰذَيْنِ الْقَرِينَيْنِ ، وَهٰذَيْنِ الْقَرِينَيْنِ - لِسِتَّةِ أَبْعِرَةٍ ابْتَاعَهُنَّ حِينَئِذٍ مِنْ سَعْدٍ - فَانْطَلِقْ بِهِنَّ إِلَى أَصْحَابِكَ ، فَقُلْ : إِنَّ اللّٰهَ ، أَوْ قَالَ : إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَحْمِلُكُمْ

---

(۵۵) طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۶۶

(۵۶) فتح الباری: ۸/ ۱۱۱۔ بعض روایات میں چالیس ہزار اور ستر ہزار کی تعداد بھی آئی ہے (عمدۃ القاری: ۱۸/ ۵۲)

(۵۷) السیرۃ الحلبیۃ: ۳/۱۳۲۔ (۵۹) طبقات ابن سعد: ۲/۱۶۶۔

عَلَى هٰؤُلَاءِ فَارْكَبُوهُنَّ) . فَانْطَلَقْتُ إِلَيْهِمْ بِهِنَّ ، فَقُلْتُ : إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ يَحْمِلُكُمْ عَلَى هٰؤُلَاءِ ، وَلٰكِنِّي وَاللّٰهِ لَا أَدَعُكُمْ حَتَّى يَنْطَلِقَ مَعِي بَعْضُكُمْ إِلَى مَنْ سَمِعَ مَقَالَةَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، لَا تَظُنُّوا أَنِّي حَدَّثْتُكُمْ شَيْئًا لَمْ يَقُلْهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ، فَقَالُوا لِي : وَاللّٰهِ إِنَّكَ عِنْدَنَا لَمُصَدَّقٌ ، وَلَنَفْعَلَنَّ مَا أَحْبَبْتَ ، فَانْطَلَقَ أَبُو مُوسَى بِنَفَرٍ مِنْهُمْ ، حَتَّى أَتَوُا الَّذِينَ سَمِعُوا قَوْلَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مَنْعَهُ إِيَّاهُمْ ، ثُمَّ إِعْطَاءَهُمْ بَعْدُ ، فَحَدَّثُوهُمْ بِمِثْلِ مَا حَدَّثَهُمْ بِهِ أَبُو مُوسَى . [ر : ٢٩٦٤]

اس روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اپنے ساتھیوں کے لیے سواری طلب کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں کوئی سواری نہیں دے سکتا، حضرت ابوموسیٰؓ غمگین ہوکر اپنے ساتھیوں کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کسی قسم کی سواری مہیا نہیں کرسکتے۔ کچھ دیر بعد حضرت بلالؓ نے حضرت ابوموسیٰؓ کو بلایا کہ حضورؐ یاد فرمارہے ہیں، حضرت ابوموسیٰؓ حاضر ہوئے تو آپؐ نے انہیں چھ اونٹ عطا فرمائے۔

حضرت ابوموسیٰؓ وہ اونٹ لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس گئے، چونکہ ان کے ساتھیوں کو یہ شک ہوسکتا تھا کہ ممکن ہے حضرت ابوموسیٰؓ نے پہلی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق غلط بیانی سے کام لیا ہے اور اپنی طرف سے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کسی قسم کی سواری مہیا نہیں کریں گے اس لیے شک کو دور کرنے کے لیے حضرت ابوموسیٰؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں تمہیں اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک تم میرے ساتھ اس شخص کے پاس نہ چلو جو پہلی مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سواری دینے سے انکار کے وقت حاضر تھا، چنانچہ چند حضرات ان کے ساتھ گئے اور اس شخص نے تصدیق کردی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعی سواری دینے سے انکار کردیا تھا۔

٤١٥٤ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنِ الْحَكَمِ ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ إِلَى تَبُوكَ ، وَاسْتَخْلَفَ عَلِيًّا ، فَقَالَ : أَتُخَلِّفُنِي فِي الصِّبْيَانِ وَالنِّسَاءِ ؟ قَالَ : (أَلَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى ؟ إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِي) .
وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنِ الْحَكَمِ : سَمِعْتُ مُصْعَبًا . [ر : ٣٥٠٣]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک کی طرف روانہ ہوئے تو آپ نے حضرت علیؓ کو اپنا قائم مقام بنایا کہ وہ آپؐ کے اہل وعیال وغیرہ کی نگرانی کریں، بعض منافقوں نے حضرت علیؓ پر فقرے کسنے شروع کردیئے کہ ناراضگی وناگواری کی وجہ سے ساتھ نہیں لے گئے (٦٠) حضرت علیؓ رنجیدہ ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ

(٦٠) دیکھیے، السیرۃ الحلبیۃ: ۱۳۲/۳۔

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر روئے اور آپ کے سامنے بات رکھی تو آپ نے فرمایا۔

الاترضی ان تکون منی بمنزلة ہارون من موسی

"تم اس پر راضی نہیں کہ تم میرے لیے ایسے بنو جیسے ہارون علیہ السلام موسی علیہ السلام کے لیے تھے" یعنی جیسے موسی علیہ السلام کے کوہ طور پر جانے کے بعد حضرت ہارون ان کے نائب اور اہل وعیال کے نگران تھے ایسے ہی تم میرے بعد میرے اہل وعیال کے نگران اور میرے نائب بن جاؤ، کیا تم اس پر راضی نہیں ہو۔

روایتِ باب سے روافض کا غلط استدلال

روافض اس بات کو بہت اچھالتے ہیں، کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی خلافت بلافصل پر نص صریح موجود ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد حضرت علیؓ کو جانشین مقرر کیا لیکن ان کی خلافت کو حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ وعثمانؓ نے غصب کرلیا۔

لیکن اس روایت سے ان کا یہ استدلال غلط ہے اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بات مخفی نہیں تھی کہ حضرت ہارون علیہ السلام کا انتقال حضرت موسی علیہ السلام کی زندگی ہی میں ہوگیا تھا، حضرت ہارونؑ، حضرت موسیٰؑ کے بعد ان کے جانشین نہیں بنے تھے بلکہ حضرت موسی علیہ السلام کے جانشین یوشع بن نون بنے تھے جب حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد ان کے جانشین بنے ہی نہیں تو حضرت علیؓ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے "بمنزلة ہارون من موسی" قرار دیئے جائیں تو اس سے آپ کی وفات کے بعد ان کی جانشینی کا مسئلہ ثابت نہیں ہوسکتا اس لیے کہ مشبہ بہ میں یہ صورتحال موجود نہیں ہے۔ (۶۱)

۴۱۵۵ : حدّثنا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ : أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ : سَمِعْتُ عَطَاءً يُخْبِرُ قَالَ : أَخْبَرَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْعُسْرَةَ ، قَالَ : كَانَ يَعْلَى يَقُولُ : تِلْكَ الْغَزْوَةُ أَوْثَقُ أَعْمَالِي عِنْدِي . قَالَ عَطَاءٌ : فَقَالَ صَفْوَانُ : قَالَ يَعْلَى : فَكَانَ لِي أَجِيرٌ ، فَقَاتَلَ إِنْسَانًا فَعَضَّ أَحَدُهُمَا يَدَ الآخَرِ ، قَالَ عَطَاءٌ : فَلَقَدْ أَخْبَرَنِي صَفْوَانُ : أَيُّهُمَا عَضَّ الآخَرَ فَنَسِيتُهُ ، قَالَ : فَانْتَزَعَ الْمَعْضُوضُ يَدَهُ مِنْ فِي الْعَاضِّ ، فَانْتزع

(۶۱) تفصیل کے لیے دیکھیے، سیرت مصطفی: ۳/ ۸۸۔ ۹۰ صاحب سیرت حلبیہ اس حدیث سے شیعوں کا استدلال ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں هذا الحدیث.... من قبیل الاحاد، وکل من الرافضة والشیعة لایراه حجة فی الامامة، وعلی تسلیم انه حجة فلاعموم له، بل المراد مادل علیه ظاهر الحدیث ان علیا کرم اللّٰہ وجهه خلیفة عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فی اهله خاصة مدة غیبته بتبوک کما ان هارون کان خلیفة عن موسی فی قومه مدة غیبته عنهم للمناجاة، فعلی تسلیم انه عام، لکنه مخصوص والعام المخصوص غیر حجة فی الباقی او حجة ضعیفة (السیرة الحلبیة: ۳/۱۳۳)

إِحْدَى ثَنِيَّتَيْهِ ، فَأَتَيَا النَّبِيَّ ﷺ فَأَهْدَرَ ثَنِيَّتَهُ . قَالَ عَطَاءٌ : وَحَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَفَيَدَعُ يَدَهُ فِي فِيكَ تَقْضَمُهَا ، كَأَنَّهَا فِي فِي فَحْلٍ يَقْضَمُهَا) . [ر : ٢١٤٦]

حضرت یعلی بن امیہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ عسرہ (تبوک) میں شرکت کی اور مجھے اپنے تمام اعمال میں سب سے زیادہ اعتماد اسی غزوے پر ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ (غزوہ تبوک کے سفر میں) میرے ساتھ ایک اجیر یعنی غلام تھا وہ ایک آدمی سے لڑپڑا تو دونوں میں سے ایک نے دوسرے کا ہاتھ دانتوں سے کاٹا، جس کا ہاتھ دانت سے کاٹا گیا تھا اس نے اپنا ہاتھ کاٹنے والے کے منہ سے کھینچا جس کی وجہ سے کاٹنے والے کا اگلا ایک دانت نکل پڑا پھر وہ دونوں فیصلے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپؐ نے اس کے دانت کو ہدر قرار دیا (اور اس کی کوئی دیت نہیں دلوائی) اور فرمایا۔ "افیدع یدہ فی فیک تقضمہا کانہا فی فحل یقضمہا" یعنی کیا وہ اپنا ہاتھ تیرے منہ میں چبانے کے لیے چھوڑ دیتا کہ تم اونٹ کی طرح اسے چباڈالے۔

یہاں بخاری کی روایت میں تو تصریح نہیں ہے لیکن مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ یہ واقعہ خود حضرت یعلی بن امیہؓ کا اپنے اجیر کے ساتھ پیش آیا (۶۲) اور دانت کاٹنے والے حضرت یعلیؓ تھے۔

باب : حَدِيثُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ ، وَقَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ : «وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا» /التوبة: ١١٨/.

٤١٥٦ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ : أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ ، وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيهِ حِينَ عَمِيَ ، قَالَ : سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ حِينَ تَخَلَّفَ عَنْ قِصَّةِ تَبُوكَ ، قَالَ كَعْبٌ : لَمْ أَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا إِلَّا فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ ، غَيْرَ أَنِّي كُنْتُ تَخَلَّفْتُ فِي غَزْوَةِ بَدْرٍ ، وَلَمْ يُعَاتِبْ أَحَدًا تَخَلَّفَ عَنْهَا ، إِنَّمَا خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُرِيدُ عِيرَ قُرَيْشٍ ، حَتَّى جَمَعَ اللهُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلَى غَيْرِ مِيعَادٍ ، وَلَقَدْ شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ ، حِينَ تَوَاثَقْنَا عَلَى الْإِسْلَامِ ، وَمَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِهَا مَشْهَدَ بَدْرٍ ، وَإِنْ كَانَتْ بَدْرٌ أَذْكَرَ فِي النَّاسِ مِنْهَا ، كَانَ مِنْ خَبَرِي : أَنِّي لَمْ أَكُنْ قَطُّ أَقْوَى وَلَا أَيْسَرَ حِينَ تَخَلَّفْتُ عَنْهُ

---

(۶۲) دیکھیے صحیح مسلم، کتاب القسامة، باب الصائل علی نفس الانسان او عضوه... رقم الحدیث ۴۳۶۲۔

في تِلْكَ الْغَزاةِ ، وَاللهِ ما اجْتَمَعَتْ عِنْدِي قَبْلَهُ راحِلَتانِ قَطُّ ، حَتَّى جَمَعْتُهُما في تِلْكَ الْغَزْوَةِ ، وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُرِيدُ غَزْوَةً إِلَّا وَرَّى بِغَيْرِها ، حَتَّى كانَتْ تِلْكَ الْغَزْوَةُ ، غَزاها رَسُولُ اللهِ ﷺ في حَرٍّ شَدِيدٍ ، وَاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيدًا ، وَمَفازًا وَعَدُوًّا كَثِيرًا ، فَجَلَّى لِلْمُسْلِمِينَ أَمْرَهُمْ لِيَتَأَهَّبُوا أُهْبَةَ غَزْوِهِمْ ، فَأَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِ الَّذِي يُرِيدُ ، وَالْمُسْلِمُونَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ كَثِيرٌ ، وَلَا يَجْمَعُهُمْ كِتابٌ حافِظٌ ، يُرِيدُ الدِّيوانَ . قالَ كَعْبٌ : فَما رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يَتَغَيَّبَ إِلَّا ظَنَّ أَنْ سَيَخْفَى لَهُ ، ما لَمْ يَنْزِلْ فِيهِ وَحْيُ اللهِ ، وَغَزا رَسُولُ اللهِ ﷺ تِلْكَ الْغَزْوَةَ حِينَ طابَتِ الثِّمارُ وَالظِّلالُ ، وَتَجَهَّزَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَالْمُسْلِمُونَ مَعَهُ ، فَطَفِقْتُ أَغْدُو لِكَيْ أَتَجَهَّزَ مَعَهُمْ ، فَأَرْجِعُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا ، فَأَقُولُ في نَفْسِي : أَنا قادِرٌ عَلَيْهِ ، فَلَمْ يَزَلْ يَتَمادَى بِي حَتَّى اشْتَدَّ بِالنَّاسِ الْجِدُّ ، فَأَصْبَحَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَالْمُسْلِمُونَ مَعَهُ ، وَلَمْ أَقْضِ مِنْ جَهازِي شَيْئًا ، فَقُلْتُ أَتَجَهَّزُ بَعْدَهُ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ ثُمَّ أَلْحَقُهُمْ ، فَغَدَوْتُ بَعْدَ أَنْ فَصَلُوا لِأَتَجَهَّزَ ، فَرَجَعْتُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا ، ثُمَّ غَدَوْتُ ، ثُمَّ رَجَعْتُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا ، فَلَمْ يَزَلْ بِي حَتَّى أَسْرَعُوا وَتَفارَطَ الْغَزْوُ ، وَهَمَمْتُ أَنْ أَرْتَحِلَ فَأُدْرِكَهُمْ ، وَلَيْتَنِي فَعَلْتُ ، فَلَمْ يُقَدَّرْ لِي ذٰلِكَ ، فَكُنْتُ إِذا خَرَجْتُ في النَّاسِ بَعْدَ خُرُوجِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَطُفْتُ فِيهِمْ ، أَحْزَنَنِي أَنِّي لَا أَرَى إِلَّا رَجُلًا مَغْمُوصًا عَلَيْهِ النِّفاقُ ، أَوْ رَجُلًا مِمَّنْ عَذَرَ اللهُ مِنَ الضُّعَفاءِ ، وَلَمْ يَذْكُرْنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتَّى بَلَغَ تَبُوكَ ، فَقالَ ، وَهُوَ جالِسٌ في الْقَوْمِ بِتَبُوكَ : (ما فَعَلَ كَعْبٌ) . فَقالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلِمَةَ : يا رَسُولَ اللهِ ، حَبَسَهُ بُرْداهُ ، وَنَظَرُهُ في عِطْفَيْهِ . فَقالَ مُعاذُ بْنُ جَبَلٍ : بِئْسَ ما قُلْتَ ، وَاللهِ يا رَسُولَ اللهِ ما عَلِمْنا عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا . فَسَكَتَ رَسُولُ اللهِ ﷺ . قالَ كَعْبُ بْنُ مالِكٍ : فَلَمَّا بَلَغَنِي أَنَّهُ تَوَجَّهَ قافِلًا حَضَرَنِي هَمِّي ، وَطَفِقْتُ أَتَذَكَّرُ الْكَذِبَ وَأَقُولُ : بِماذا أَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ غَدًا ، وَاسْتَعَنْتُ عَلَى ذٰلِكَ بِكُلِّ ذِي رَأْيٍ مِنْ أَهْلِي ، فَلَمَّا قِيلَ : إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ أَظَلَّ قادِمًا زاحَ عَنِّي الْباطِلُ ، وَعَرَفْتُ أَنِّي لَنْ أَخْرُجَ مِنْهُ أَبَدًا بِشَيْءٍ فِيهِ كَذِبٌ ، فَأَجْمَعْتُ صِدْقَهُ ، وَأَصْبَحَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قادِمًا ، وَكانَ إِذا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ ، فَيَرْكَعُ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ جَلَسَ لِلنَّاسِ ، فَلَمَّا فَعَلَ ذٰلِكَ جاءَهُ الْمُخَلَّفُونَ ، فَطَفِقُوا يَعْتَذِرُونَ إِلَيْهِ وَيَحْلِفُونَ لَهُ ، وَكانُوا بِضْعَةً وَثَمانِينَ رَجُلًا ، فَقَبِلَ مِنْهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلانِيَتَهُمْ ، وَبايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ ، وَوَكَلَ سَرائِرَهُمْ إِلَى اللهِ ، فَجِئْتُهُ ، فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ تَبَسَّمَ تَبَسُّمَ الْمُغْضَبِ ، ثُمَّ قالَ : (تَعالَ) . فَجِئْتُ أَمْشِي حَتَّى جَلَسْتُ بَيْنَ

يَدَيْهِ ، فَقَالَ لِي : (ما خَلَّفَكَ ، أَلَمْ تَكُنْ قَدِ ابْتَعْتَ ظَهْرَكَ) . فَقُلْتُ : بَلَى ، إِنِّي وَاللهِ – يَا رَسُولَ اللهِ – لَوْ جَلَسْتُ عِنْدَ غَيْرِكَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا ، لَرَأَيْتُ أَنْ سَأَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ بِعُذْرٍ ، وَلَقَدْ أُعْطِيتُ جَدَلًا ، وَلٰكِنِّي وَاللهِ ، لَقَدْ عَلِمْتُ لَئِنْ حَدَّثْتُكَ الْيَوْمَ حَدِيثَ كَذِبٍ تَرْضَى بِهِ عَنِّي ، لَيُوشِكَنَّ اللهُ أَنْ يُسْخِطَكَ عَلَيَّ ، وَلَئِنْ حَدَّثْتُكَ حَدِيثَ صِدْقٍ تَجِدُ عَلَيَّ فِيهِ ، إِنِّي لَأَرْجُو فِيهِ عَفْوَ اللهِ ، لَا وَاللهِ ، ما كَانَ لِي مِنْ عُذْرٍ ، وَاللهِ ما كُنْتُ قَطُّ أَقْوَى وَلَا أَيْسَرَ مِنِّي حِينَ تَخَلَّفْتُ عَنْكَ . فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (أَمَّا هٰذَا فَقَدْ صَدَقَ ، فَقُمْ حَتَّى يَقْضِيَ اللهُ فِيكَ) . فَقُمْتُ ، وَثَارَ رِجَالٌ مِنْ بَنِي سَلِمَةَ فَاتَّبَعُونِي ، فَقَالُوا لِي : وَاللهِ ما عَلِمْنَاكَ كُنْتَ أَذْنَبْتَ ذَنْبًا قَبْلَ هٰذَا ، وَلَقَدْ عَجَزْتَ أَنْ لَا تَكُونَ اعْتَذَرْتَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ بِمَا اعْتَذَرَ إِلَيْهِ الْمُتَخَلِّفُونَ ، قَدْ كَانَ كَافِيَكَ ذَنْبَكَ اسْتِغْفَارُ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَكَ . فَوَاللهِ ما زَالُوا يُؤَنِّبُونَنِي حَتَّى أَرَدْتُ أَنْ أَرْجِعَ فَأُكَذِّبَ نَفْسِي ، ثُمَّ قُلْتُ لَهُمْ : هَلْ لَقِيَ هٰذَا مَعِي أَحَدٌ؟ قَالُوا : نَعَمْ ، رَجُلَانِ قَالَا مِثْلَ ما قُلْتَ ، فَقِيلَ لَهُمَا مِثْلُ ما قِيلَ لَكَ ، فَقُلْتُ : مَنْ هُمَا ؟ قَالُوا : مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيعِ الْعَمْرِيُّ وَهِلَالُ بْنُ أُمَيَّةَ الْوَاقِفِيُّ ، فَذَكَرُوا لِي رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ ، قَدْ شَهِدَا بَدْرًا ، فِيهِمَا أُسْوَةٌ ، فَمَضَيْتُ حِينَ ذَكَرُوهُمَا لِي ، وَنَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمُسْلِمِينَ عَنْ كَلَامِنَا أَيُّهَا الثَّلَاثَةُ مِنْ بَيْنِ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ ، فَاجْتَنَبَنَا النَّاسُ وَتَغَيَّرُوا لَنَا ، حَتَّى تَنَكَّرَتْ فِي نَفْسِي الْأَرْضُ فَمَا هِيَ الَّتِي أَعْرِفُ ، فَلَبِثْنَا عَلَى ذٰلِكَ خَمْسِينَ لَيْلَةً ، فَأَمَّا صَاحِبَايَ فَاسْتَكَانَا وَقَعَدَا فِي بُيُوتِهِمَا يَبْكِيَانِ ، وَأَمَّا أَنَا فَكُنْتُ أَشَبَّ الْقَوْمِ وَأَجْلَدَهُمْ ، فَكُنْتُ أَخْرُجُ فَأَشْهَدُ الصَّلَاةَ مَعَ الْمُسْلِمِينَ ، وَأَطُوفُ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يُكَلِّمُنِي أَحَدٌ ، وَآتِي رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي مَجْلِسِهِ بَعْدَ الصَّلَاةِ ، فَأَقُولُ فِي نَفْسِي : هَلْ حَرَّكَ شَفَتَيْهِ بِرَدِّ السَّلَامِ عَلَيَّ أَمْ لَا ؟ ثُمَّ أُصَلِّي قَرِيبًا مِنْهُ ، فَأُسَارِقُهُ النَّظَرَ ، فَإِذَا أَقْبَلْتُ عَلَى صَلَاتِي أَقْبَلَ إِلَيَّ ، وَإِذَا الْتَفَتُّ نَحْوَهُ أَعْرَضَ عَنِّي ، حَتَّى إِذَا طَالَ عَلَيَّ ذٰلِكَ مِنْ جَفْوَةِ النَّاسِ ، مَشَيْتُ حَتَّى تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَائِطِ أَبِي قَتَادَةَ ، وَهُوَ ابْنُ عَمِّي وَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ، فَوَاللهِ ما رَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ ، فَقُلْتُ : يَا أَبَا قَتَادَةَ ، أَنْشُدُكَ بِاللهِ هَلْ تَعْلَمُنِي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ ؟ فَسَكَتَ ، فَعُدْتُ لَهُ فَنَشَدْتُهُ فَسَكَتَ ، فَعُدْتُ لَهُ فَنَشَدْتُهُ ، فَقَالَ : اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، فَفَاضَتْ عَيْنَايَ وَتَوَلَّيْتُ حَتَّى تَسَوَّرْتُ الْجِدَارَ .

قالَ : فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي بِسُوقِ المَدِينَةِ ، إِذَا نَبَطِيٌّ مِنْ أَنْبَاطِ أَهْلِ الشَّأْمِ ، مِمَّنْ قَدِمَ بِالطَّعَامِ يَبِيعُهُ بِالمَدِينَةِ ، يَقُولُ : مَنْ يَدُلُّ عَلَى كَعْبِ بْنِ مالِكٍ ، فَطَفِقَ النَّاسُ يُشِيرُونَ لَهُ ، حَتَّى إِذَا جاءَنِي دَفَعَ إِلَيَّ كِتَابًا مِنْ مَلِكِ غَسَّانَ ، فَإِذَا فِيهِ : أَمَّا بَعْدُ ، فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِي أَنَّ صَاحِبَكَ قَدْ جَفَاكَ ، وَلَمْ يَجْعَلْكَ اللهُ بِدَارِ هَوَانٍ وَلَا مَضْيَعَةٍ ، فَالْحَقْ بِنَا نُوَاسِكَ . فَقُلْتُ لَمَّا قَرَأْتُهَا : وَهٰذَا أَيْضًا مِنَ الْبَلَاءِ ، فَتَيَمَّمْتُ بِهَا التَّنُّورَ فَسَجَرْتُهُ بِهَا ، حَتَّى إِذَا مَضَتْ أَرْبَعُونَ لَيْلَةً مِنَ الخَمْسِينَ ، إِذَا رَسُولُ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَأْتِينِي فَقَالَ : إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَأْمُرُكَ أَنْ تَعْتَزِلَ امْرَأَتَكَ ، فَقُلْتُ : أُطَلِّقُهَا أَمْ مَاذَا أَفْعَلُ ؟ قالَ : لَا ، بَلِ اعْتَزِلْهَا وَلَا تَقْرَبْهَا . وَأَرْسَلَ إِلَى صَاحِبَيَّ مِثْلَ ذٰلِكَ ، فَقُلْتُ لِامْرَأَتِي : الْحَقِي بِأَهْلِكِ ، فَتَكُونِي عِنْدَهُمْ حَتَّى يَقْضِيَ اللهُ فِي هٰذَا الْأَمْرِ .

قالَ كَعْبٌ : فَجَاءَتِ امْرَأَةُ هِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللهِ ، إِنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ شَيْخٌ ضَائِعٌ لَيْسَ لَهُ خادِمٌ ، فَهَلْ تَكْرَهُ أَنْ أَخْدُمَهُ ؟ قالَ : (لَا ، وَلٰكِنْ لَا يَقْرَبْكِ) . قالَتْ : إِنَّهُ وَاللهِ ما بِهِ حَرَكَةٌ إِلَى شَيْءٍ ، وَاللهِ ما زَالَ يَبْكِي مُنْذُ كانَ مِنْ أَمْرِهِ ما كانَ إِلَى يَوْمِهِ هٰذَا . فَقَالَ لِي بَعْضُ أَهْلِي : لَوِ اسْتَأْذَنْتَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي امْرَأَتِكَ ، كما أَذِنَ لِامْرَأَةِ هِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ أَنْ تَخْدُمَهُ ؟ فَقُلْتُ : وَاللهِ لَا أَسْتَأْذِنُ فِيهَا رَسُولَ اللهِ ﷺ ، وَما يُدْرِينِي ما يَقُولُ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا اسْتَأْذَنْتُهُ فِيهَا ، وَأَنَا رَجُلٌ شَابٌّ ؟ فَلَبِثْتُ بَعْدَ ذٰلِكَ عَشْرَ لَيَالٍ ، حَتَّى كَمَلَتْ لَنَا خَمْسُونَ لَيْلَةً مِنْ حِينَ نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ كَلَامِنَا ، فَلَمَّا صَلَّيْتُ صَلَاةَ الْفَجْرِ صُبْحَ خَمْسِينَ لَيْلَةً ، وَأَنَا عَلَى ظَهْرِ بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِنَا ، فَبَيْنَا أَنَا جالِسٌ عَلَى الحَالِ الَّتِي ذَكَرَ اللهُ ، قَدْ ضَاقَتْ عَلَيَّ نَفْسِي ، وَضَاقَتْ عَلَيَّ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ، سَمِعْتُ صَوْتَ صَارِخٍ ، أَوْفَى عَلَى جَبَلِ سَلْعٍ ، بِأَعْلَى صَوْتِهِ : يَا كَعْبُ بْنَ مالِكٍ أَبْشِرْ ، قالَ : فَخَرَرْتُ سَاجِدًا ، وَعَرَفْتُ أَنْ قَدْ جاءَ فَرَجٌ ، وَآذَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِتَوْبَةِ اللهِ عَلَيْنَا حِينَ صَلَّى صَلَاةَ الْفَجْرِ ، فَذَهَبَ النَّاسُ يُبَشِّرُونَنَا ، وَذَهَبَ قِبَلَ صَاحِبَيَّ مُبَشِّرُونَ ، وَرَكَضَ إِلَيَّ رَجُلٌ فَرَسًا ، وَسَعَى سَاعٍ مِنْ أَسْلَمَ ، فَأَوْفَى عَلَى الجَبَلِ ، وَكانَ الصَّوْتُ أَسْرَعَ مِنَ الْفَرَسِ ، فَلَمَّا جاءَنِي الَّذِي سَمِعْتُ صَوْتَهُ يُبَشِّرُنِي نَزَعْتُ لَهُ ثَوْبَيَّ ، فَكَسَوْتُهُ إِيَّاهُما بِبُشْرَاهُ ، وَاللهِ ما أَمْلِكُ غَيْرَهُما يَوْمَئِذٍ ، وَاسْتَعَرْتُ ثَوْبَيْنِ فَلَبِسْتُهُمَا ، وَانْطَلَقْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ ، فَيَتَلَقَّانِي النَّاسُ فَوْجًا فَوْجًا ،

يُهَنُّونَنِي بِالتَّوْبَةِ يَقُولُونَ : لِيَهْنِكَ تَوْبَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ ، قالَ كَعْبٌ : حَتَّى دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ ، فَإِذَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ جالِسٌ حَوْلَهُ النَّاسُ ، فَقَامَ إِلَيَّ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ يُهَرْوِلُ حَتَّى صَافَحَنِي وَهَنَّأَنِي ، وَاللّٰهِ ما قامَ إِلَيَّ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ غَيْرُهُ ، وَلَا أَنْسَاهَا لِطَلْحَةَ ، قالَ كَعْبٌ : فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، قالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ، وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ مِنَ السُّرُورِ : (أَبْشِرْ بِخَيْرِ يَوْمٍ مَرَّ عَلَيْكَ مُنْذُ وَلَدَتْكَ أُمُّكَ) . قالَ : قُلْتُ : أَمِنْ عِنْدِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، أَمْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؟ قالَ : (لَا ، بَلْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ) . وَكانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتَّى كَأَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ ، وَكُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِكَ مِنْهُ ، فَلَمَّا جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مالِي صَدَقَةً إِلَى اللّٰهِ وَإِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ، قالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ) . قُلْتُ : فَإِنِّي أُمْسِكُ سَهْمِي الَّذِي بِخَيْبَرَ ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، إِنَّ اللّٰهَ إِنَّمَا نَجَّانِي بِالصِّدْقِ ، وَإِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ لَا أُحَدِّثَ إِلَّا صِدْقًا ما بَقِيتُ . فَوَاللّٰهِ ما أَعْلَمُ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ أَبْلَاهُ اللّٰهُ فِي صِدْقِ الْحَدِيثِ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَحْسَنَ مِمَّا أَبْلَانِي ، ما تَعَمَّدْتُ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِلَى يَوْمِي هٰذَا كَذِبًا ، وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَحْفَظَنِي اللّٰهُ فِيمَا بَقِيتُ . وَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ : «لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ – إِلَى قَوْلِهِ – وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ» . فَوَاللّٰهِ ما أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ نِعْمَةٍ قَطُّ ، بَعْدَ أَنْ هَدَانِي لِلْإِسْلَامِ ، أَعْظَمَ فِي نَفْسِي مِنْ صِدْقِي لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، أَنْ لَا أَكُونَ كَذَبْتُهُ فَأَهْلِكَ كَما هَلَكَ الَّذِينَ كَذَبُوا ، فَإِنَّ اللّٰهَ قالَ لِلَّذِينَ كَذَبُوا – حِينَ أَنْزَلَ الْوَحْيَ – شَرَّ مَا قالَ لِأَحَدٍ ، فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى : «سَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ – إِلَى قَوْلِهِ – فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضَى عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ» .

قالَ كَعْبٌ : وَكُنَّا تَخَلَّفْنَا أَيُّهَا الثَّلَاثَةُ عَنْ أَمْرِ أُولٰئِكَ الَّذِينَ قَبِلَ مِنْهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حِينَ حَلَفُوا لَهُ ، فَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ ، وَأَرْجَأَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَمْرَنَا حَتَّى قَضَى اللّٰهُ فِيهِ ، فَبِذٰلِكَ قالَ اللّٰهُ : «وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا» . وَلَيْسَ الَّذِي ذَكَرَ اللّٰهُ مِمَّا خُلِّفْنَا عَنِ الْغَزْوِ ، إِنَّمَا هُوَ تَخْلِيفُهُ إِيَّانَا ، وَإِرْجَاؤُهُ أَمْرَنَا ، عَمَّنْ حَلَفَ لَهُ وَاعْتَذَرَ إِلَيْهِ فَقَبِلَ مِنْهُ . [ر : ٢٦٠٦]

یہ حدیث غزوۂ تبوک ہی سے متعلق ہے لیکن چونکہ بہت مفصل اور طویل ہے اس لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا مستقل عنوان قائم کیا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث صحیح بخاری کے دس

مقامات میں ذکر کی ہے، یہاں سب سے زیادہ مفصل ہے کہ یہی اس کا اصل مقام ہے، دوسرے مقامات میں اس کے مختلف اجزاء کسی مناسبت سے امام بخاری ذکر فرما دیتے ہیں۔

یہ روایت امام مسلمؒ نے بھی تخریج کی ہے، امام بخاری کی روایت کا مدار ابن شہاب زہری ہیں اور امام مسلم کی روایت کا مدار "یونس بن یزید" ہیں۔ (۲)

غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جہاد کے لیے سفر کا اعلان فرمایا تو بہت سے منافقین نہیں گئے جن کی تعداد تقریباً ۸۰ کے قریب تھی، نہ جانے والوں میں تین مخلص صحابہ بھی تھے جن میں ایک حضرت کعب بن مالکؓ، دوسرے حضرت مرارۃ بن الربیع اور تیسرے حضرت ہلال بن امیہؓ تھے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے آگے اپنی اس طویل روایت میں اسی واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے، آپ پہلے اس حدیث کا ترجمہ دیکھیں، اس کے بعد اگر کوئی بات تشریح طلب ہوگی اس کی تشریح کردی جائے گی۔

حدیث کعب بن مالکؓ کا ترجمہ

عبداللہ بن کعب کہتے ہیں کہ میں نے کعب بن مالکؓ سے غزوۂ تبوک میں ان کے پیچھے رہ جانے کا قصہ سنا، وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے غزوات میں شرکت کی میں ان سب میں بجز غزوۂ تبوک کے آپؐ کے ساتھ شریک رہا، البتہ غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوا تھا لیکن جو لوگ غزوۂ بدر میں پیچھے رہے ان میں سے کسی پر اللہ کی جانب سے عتاب نہیں آیا اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قافلۂ قریش کے ارادہ سے نکلے تھے (جنگ کا قصد نہیں تھا اور نہ ہی اس کے لیے اعلان کیا گیا) اچانک اللہ جل

---

(۱) عمدۃ القاری: ۱۸ / ۵۱۔ علامہ عینیؒ نے یہی لکھا ہے کہ امام بخاریؒ نے حدیث کعب بن مالک دس مقامات پر تخریج کی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے حدیث کعب بن مالک تقریباً سترہ مقامات میں ذکر کی ہے، جس کی تخریج حسب ذیل ہے۔

الحدیث اخرجہ البخاری فی کتاب الوصایا، باب اذا تصدق او وقف بعض رقیقہ او دوابہ فھو جائز، رقم ۲۷۵۷۔ وفی کتاب الجھاد، باب من اراد غزوۃ فوری بغیرھا، رقم ۲۹۴۷۔ و ۲۹۴۸۔ و ۲۹۴۹۔ و ۲۹۵۰۔ وایضاً فی کتاب الجھاد، باب الصلاۃ اذا قدم من سفر، رقم ۳۰۸۸۔ وفی کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم ۳۵۵۶۔ وفی کتاب مناقب الانصار، باب وفود الانصار الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ، رقم ۳۸۸۹۔ وفی کتاب المغازی، باب قصۃ غزوۃ بدر، رقم ۳۹۵۱۔ وایضاً فی کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک، رقم ۴۴۱۸۔ وفی کتاب التفسیر، باب سیحلفون باللہ اذا انقلبتم الیھم لتعرضوا عنھم ... رقم ۴۶۷۳۔ وایضاً فی کتاب التفسیر، باب لقد تاب اللہ علی النبی والمھاجرین ... رقم ۴۶۷۶۔ وایضاً فی کتاب التفسیر، باب وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا، رقم ۴۶۷۷۔ وایضاً، باب یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین، رقم ۴۶۷۸۔ وفی کتاب الاستئذان، باب من لم یسلم علی من اقترف ذنبا، رقم ۶۲۵۵۔ وفی کتاب الایمان والنذور، باب اذا اھدی مالہ علی وجہ النذر والتوبۃ، رقم ۶۶۹۰۔ وفی کتاب الاحکام، باب ھل للامام ان یمنع المجرمین واھل المعصیۃ من الکلام معہ، رقم ۷۲۲۵۔

(۲) اخرجہ مسلم فی کتاب التوبۃ، باب حدیث توبۃ کعب بن مالک وصاحبیہ، رقم ۲۷۶۹

شانہ نے مسلمانوں اور دشمنوں کو جمع کردیا (اور غزوۂ بدر کا واقعہ پیش آیا)۔

اور میں لیلۃ العقبہ کی بیعت میں بھی حاضر تھا جس میں ہم نے اسلام کی حمایت وحفاظت کا معاہدہ کیا تھا اور مجھے یہ بات پسند نہیں کہ بیعت عقبہ کی حاضری کی بجائے میرے لیے غزوۂ بدر کی حاضری ہو اگرچہ لوگوں میں غزوۂ بدر کا چرچا زیادہ ہے۔

اور (غزوۂ تبوک میں میری غیرحاضری کا) واقعہ یہ ہے کہ میں کبھی بھی اتنا خوشحال اور مالدار نہ تھا جتنا اس غزوے کے وقت تھا، بخدا! اس سے پہلے کبھی میرے پاس دو سواریاں جمع نہیں ہوئی تھیں جبکہ اس وقت میرے پاس دو سواریاں تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوے کا ارادہ فرماتے تو توریہ فرماتے (جس سمت جہاد میں جانا ہوتا اس کے خلاف سمت کے حالات دریافت کرتے تاکہ منافقین مخبری نہ کردیں) یہاں تک کہ غزوۂ تبوک کا واقعہ پیش آیا، آپؐ نے سخت گرمی میں اس جہاد کا قصد فرمایا اور سفر بھی بڑی دور کا اور بے آب وگیاہ صحرا کا تھا، دشمن کی تعداد بھی بہت تھی، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہاد کا کھل کر اعلان کیا تاکہ مسلمان اس کے لیے پوری تیاری کرسکیں چنانچہ جس سمت کی طرف آپ کا ارادہ تھا آپؐ نے وہ بتادی (یعنی یہ کہ تبوک کی طرف جانا ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمان بھی بہت تھے اور کسی کتاب (رجسٹر) میں ان کے نام نہیں جمع کیے گئے تھے (کہ جس سے نہ جانے والوں کا پتہ چل سکے) اس لیے کوئی آدمی اگر نہ جانا چاہتا تو اس کی سوچ یہی ہوتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر نہیں ہوگی الا یہ کہ اللہ جلّ شانہ وحی نازل فرماکر آپؐ کو اطلاع کردیں۔ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جہاد کے لیے نکلے اس وقت میوے پک گئے تھے اور (گرمی کی وجہ سے) سایہ پسندیدہ تھا، اس حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں نے سفر کی تیاری کی۔

میں ہر روز صبح کو ارادہ کرتا کہ جہاد کی تیاری کروں مگر بغیر کسی تیاری کے واپس آجاتا، میں دل میں کہتا تھا کہ میں جہاد پر قادر ہوں (اور مجھے ذرائع واسباب میسر ہیں، پھر جلدی کیا ہے؟) مگر یوں ہی (امروز وفردا میں) میرا ارادہ ٹلتا رہا، یہاں تک کہ لوگوں نے محنت ومشقت اٹھاکر تیاری کرلی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت مسلمانوں کو ساتھ لے کر روانہ ہوگئے لیکن میں نے ابھی تک کوئی تیاری نہیں کی تھی، لیکن اب بھی میں نے دل میں یہی کہا کہ ایک دو دن میں تیاری کرکے راستہ میں ان سے جاملوں گا، جب وہ سب چلے گئے تو دوسرے دن میں نے تیاری کرنی چاہی لیکن اس دن بھی تیاری نہ کرسکا، تیسرے دن بھی یہی ہوا، میں اسی حال میں رہا حتی کہ وہ لوگ بڑی تیزی سے نکل گئے اور غزوہ مجھ سے فوت ہوگیا کئی بار میں نے ارادہ کیا کہ سفر کرکے ان سے جاملوں اور کاش! کہ میں ایسا کرلیتا لیکن یہ میرے لیے مقدر نہیں تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد جب میں مدینہ میں کہیں جاتا تو یہ بات مجھے غمگین کرتی تھی کہ اس وقت پورے مدینہ میں یا تو وہ لوگ نظر پڑتے تھے جو نفاق میں ڈوبے ہوئے تھے یا پھر وہ لوگ جنہیں اللہ نے معذور وضعیف قرار دیا تھا۔

ادھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پورے راستہ میں کہیں یاد نہیں آیا یہاں تک کہ آپ تبوک پہنچ گئے، اس وقت ایک مجلس میں آپؐ نے فرمایا، مافعل کعب؟ کعب کو کیا ہوا؟ (کہ وہ نہیں آئے) بنو سلمہ کے ایک آدمی نے کہا "یارسول اللّٰہ! حبسہ برداہ ونظرہ فی عطفہ" یعنی اس کو جہاد سے اس کے عمدہ لباس اور اس پر نظر کرتے رہنے نے روکا ہے، حضرت معاذ بن جبلؓ نے کہا کہ تم نے یہ بری بات کہدی، یارسول اللہ! بخدا، میں اس میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتا، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ جب مجھے یہ خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لارہے ہیں تو مجھے بڑی فکر ہوئی اور کوئی جھوٹا بہانہ سوچنے لگا، میں نے دل میں کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سے کس طرح بچ سکتا ہوں؟ اس سلسلہ میں اپنے گھر کے ذی رائے افراد سے میں نے مشورہ بھی کیا، لیکن جب یہ خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو جھوٹے خیالات میرے دل سے چھٹ گئے اور میں نے سمجھ لیا کہ میں آپ کی ناراضی سے کسی ایسی بنیاد پر نہیں نکل سکتا جس میں جھوٹ ہو اس لیے میں نے بالکل سچ بولنے کا عزم کرلیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت تشریف لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی سفر سے آتے تو دو رکعت نماز مسجد میں پڑھتے پھر لوگوں کے ساتھ بیٹھتے، اپنی عادت کے مطابق جب آپ نے یہ کرلیا تو غزوے میں شریک نہ ہونے والے لوگ آپ کے پاس آنے اور قسمیں کھا کھا کر اپنا عذر بیان کرنے لگے ایسے لوگوں کی تعداد اسّی سے کچھ زائد تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ظاہری قول وقرار کو قبول فرمایا، اور ان کو بیعت کرلیا، ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی اور ان کے اندرونی معاملہ کو اللہ کے سپرد کیا۔

میں بھی حاضر خدمت ہوا، جب میں نے سلام کیا تو آپؐ نے ایسا تبسم فرمایا جیسے ناراض آدمی کا تبسم ہوتا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا "آؤ" میں چل کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا، آپؐ نے مجھ سے دریافت فرمایا، "تم کیوں پیچھے رہے، کیا تم نے سواری نہیں خریدی تھی؟" میں نے کہا، خدا کی قسم! اگر میں آپؐ کے سوا دنیا کے کسی دوسرے آدمی کے سامنے بیٹھتا تو میں کوئی عذر گھڑ کر اس کی ناراضی سے بچ جاتا کیونکہ مجھے جدال اور بات بنانے میں مہارت حاصل ہے لیکن خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ اگر میں جھوٹ بول کر آپؐ کو

راضی کرلوں تو بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالی حقیقت حال آپ پر کھول کر آپ کو مجھ سے ناراض کردیں اور اگر میں نے سچی بات بتائی جس سے بالفعل آپ مجھ پر ناراض بھی ہوجائیں تاہم مجھے امید ہے کہ اللہ تعالی مجھے معاف فرمادیں گے، سچی بات یہ ہے کہ جہاد سے غائب رہنے میں میرا کوئی عذر نہیں تھا، میں کسی وقت بھی مالی اور جسمانی طور پر اتنا قوی اور پیسے والا نہیں ہوا تھا جتنا اس وقت تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے صحیح بات بتلادی ہے، پھر فرمایا، اب جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالی خود تمہارے متعلق کوئی فیصلہ فرمادیں، میں یہاں سے اٹھ کر چلا تو بنی سلمہ کے چند آدمی میرے پیچھے آئے، کہنے لگے، اس سے پہلے تو ہمارے علم میں تم نے کوئی گناہ نہیں کیا، اس بات میں تم سے بڑی کوتاہی ہوئی کہ تم بھی اس وقت ایسا ہی کوئی عذر پیش کردیتے جیسا دوسرے متخلفین نے پیش کیا، تمہارے گناہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار ہی کافی ہوجاتا۔ خدا کی قسم! ان لوگوں نے مجھے اتنی ملامت کی کہ میرے دل میں خیال آیا کہ میں دوبارہ لوٹ کر اپنے نفس کی تکذیب کروں (اور آپؐ سے عرض کروں کہ جو بات پہلے میں نے کہی تھی وہ غلط تھی، میرا عذر صحیح موجود ہے) پھر میں نے ان سے پوچھا کہ میرے ساتھ اور بھی کوئی ہے جس نے میری طرح اپنے جرم کا اعتراف کرلیا ہو، انہوں نے کہا کہ ہاں، دو آدمی اور ہیں جنہوں نے تمہاری طرح کہا اور ان کو بھی وہی جواب دیا گیا جو تمہیں دیا گیا، میں نے پوچھا کہ وہ کون ہیں؟ انہوں نے بتلایا کہ ایک مرارہ بن ربیع العمری اور دوسرے ہلال بن امیہ واقفی (۳) انہوں نے ایسے دو آدمیوں کا ذکر کیا جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ (میں نے کہا بس میرے لیے) ان دونوں میں نمونہ ہے (اور ان کا عمل قابل تقلید ہے) چنانچہ جب انہوں نے ان دو بزرگوں کا ذکر کیا تو میں گھر چلا آیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہم تینوں کے ساتھ سلام کلام کرنے سے منع فرمادیا جس کی وجہ سے سارے لوگ ہم سے الگ رہنے لگے اور سب ہمارے لیے بدل گئے یہاں تک کہ میرے لیے زمین اجنبی بن گئی ایسا محسوس ہونے لگا کہ یہ وہ زمین ہی نہیں ہے جس کو میں پہچانتا تھا، اس حالت میں ہم پچاس دن رہے۔

میرے دونوں ساتھی عاجز ہوکر اپنے گھروں میں بیٹھ کر روتے رہے لیکن چونکہ میں جوان وقوی تھا اس لیے میں باہر نکلتا، مسلمانوں کے ساتھ نماز میں شریک ہوتا اور بازاروں میں گھومتا تھا، کوئی بھی مجھ سے بات نہیں کرتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا، آپؐ نماز کے بعد مجلس میں ہوتے، میں سلام کرتا پھر دیکھتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک ہلے ہیں یا نہیں؟ پھر میں آپ کے قریب نماز پڑھتا تو نظر چرا کر آپ کی طرف دیکھتا تو معلوم ہوتا کہ جب میں نماز میں مشغول ہوجاتا ہوں تو

آپ میری طرف دیکھتے ہیں اور جب میں آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تو آپ رخ پھیر لیتے ہیں۔

جب لوگوں کی یہ بے رخی طویل ہوگئی تو ایک روز میں چلا حتی کہ ابوقتادہ کے باغ کی دیوار پھاند کر داخل ہوا، ابوقتادہ میرے چچا زاد بھائی اور لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب تھے، میں نے سلام کیا، خدا کی قسم، انہوں نے سلام کا جواب نہیں دیا، میں نے عرض کیا، ابوقتادہ! میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں، کیا تم نہیں جانتے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ؐ سے محبت کرتا ہوں، انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا، میں نے دوسری بار یہ بات کہی تو بھی انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا، تیسری مرتبہ جب میں نے کہا تو انہوں نے صرف اتنا کہا۔ "اللہ ورسولہ اعلم" میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور دیوار پھاند کر میں باغ سے باہر آگیا۔

اسی دوران ایک دن میں مدینہ منورہ کے بازار میں جارہا تھا کہ اچانک ملک شام کا ایک نبطی شخص جو غلہ فروخت کرنے کے لیے شام سے مدینہ آیا تھا کہہ رہا تھا کہ کعب بن مالک کہاں ہیں؟ لوگوں نے میری طرف اشارہ کرکے بتایا، وہ آدمی میرے پاس آیا اور مجھے شاہ غسان کا ریشمی رومال پر لکھا ہوا ایک خط دیا جس میں تھا۔

> امابعد، فانه قدبلغنی ان صاحبک قدجفاک، ولم یجعلک اللہ بدارهوان ولامضیعة، فالحق بنانواسک
>
> "امابعد! مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تمہارے صاحب نے تم پر جفا کی ہے، اللہ تعالی تمہیں ذلت اور ہلاکت کی جگہ میں نہ رکھے، یا حالانکہ اللہ تعالی نے تمہیں نہ ذلیل بنایا ہے نہ بیکار یعنی تم تو کام کے آدمی ہو، تم ہمارے پاس آجاؤ ہم تمہارے ساتھ ہمدردی کریں گے"

میں نے جب یہ خط پڑھا تو کہا کہ یہ ایک اور آزمائش آئی، پھر میں نے اس خط کو تنور میں ڈال کر جلادیا جب پچاس میں سے چالیس راتیں گزر چکیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قاصد میرے پاس آیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ اپنی بیوی سے بھی علیحدگی اختیار کرلیں، میں نے پوچھا کہ کیا طلاق دیدوں یا کیا کروں، انہوں نے کہا کہ نہیں، صرف علیحدہ رہو، ان کے قریب نہ جاؤ، اسی طرح کا حکم میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی پہنچا، میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ اب تم اپنے میکے چلی جاؤ اور وہیں رہو جب تک اللہ تعالی کوئی فیصلہ فرمائیں۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ ہلال بن امیہ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ؐ! ہلال بن امیہ بوڑھے ناتواں ہیں، ان کا کوئی خادم بھی نہیں ہے، اگر میں ان کی خدمت کرتی رہوں تو آپ کیا اس کو ناپسند فرمائیں گے؟ حضور ؐ نے فرمایا "نہیں" البتہ وہ تمہارے پاس نہ آئیں، انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم (بڑھاپے کی وجہ سے) ان میں کوئی حرکت ہی نہیں اور

جب سے عتاب کا واقعہ پیش آیا ہے اس وقت سے وہ ہمیشہ دن رات، روتے رہتے ہیں۔ کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ مجھے بھی میرے گھر کے بعض افراد نے کہا کہ اگر آپ بھی اپنی بیوی کے متعلق اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے لیں جس طرح ہلال کی بیوی کو آپ نے ہلال کی خدمت کی اجازت دیدی ہے (تو بہتر ہوگا) میں نے کہا، بخدا، میں اجازت نہیں لوں گا، معلوم نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا جواب دیں، اور میں جوان آدمی ہوں (مجھے خدمت کی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں ہے) پھر میں نے اسی حال میں دس راتیں مزید گزاریں، یہاں تک کہ پچاس راتیں مکمل ہوئیں۔

جب پچاسویں رات کی صبح کو میں نے نماز فجر پڑھی، میں اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا اور حالت وہ تھی جس کا ذکر اللہ تعالی نے کیا ہے کہ مجھ پر میری جان اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہو چکی تھی تو اچانک میں نے جبل سلع کے اوپر سے کسی پکارنے والے کی آواز سنی جو باآواز بلند کہہ رہا تھا۔ "یاکعب بن مالک، ابشر" اے کعب بن مالک بشارت ہو۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ یہ سنتے ہی میں سجدہ میں گر پڑا اور سمجھ گیا کہ اب کشادگی آگئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کے بعد صحابہؓ کو ہماری توبہ قبول ہونے کی خبر دی تھی سب لوگ ہمیں بشارت دینے کے لیے چل پڑے، ایک شخص (زبیر بن عوام) گھوڑے پر سوار ہو کر میرے پاس آئے اور قبیلۂ اسلم کا ایک شخص (حمزہ بن عمرو اسلمی) دوڑتا ہوا پہاڑ پر چڑھ گیا (اور بشارت کی آواز دی) اس کی آواز گھوڑے سے جلد پہنچی۔

پھر جب وہ شخص جس کی آواز میں نے پہلے سنی تھی میرے پاس خوشخبری دینے آئے تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر اس بشارت کی خوشی میں ان کو دیدیئے کہ اس وقت ان کے سوا میرے پاس کچھ نہ تھا اور دو کپڑے (ابوقتادہ سے) عاریتاً لے کر پہنے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لیے چلا تو راستہ میں لوگ جوق درجوق مجھ سے ملتے رہے اور توبہ کی قبولیت پر مبارکباد دیتے رہے، فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، لوگ آپ کے اردگرد بیٹھے ہیں، مجھے دیکھ کر سب سے پہلے طلحہ بن عبیداللہ کھڑے ہو کر میری طرف لپکے اور مجھ سے مصافحہ کر کے مبارکباد دی، میں طلحہ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا، جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ کا چہرہ مبارک خوشی کی وجہ سے چمک رہا تھا، آپؐ نے فرمایا «ابشر بخیر یوم مر علیک منذ ولدتک امک» بشارت ہو تمہیں ایسے مبارک دن کی جو تمہاری عمر میں پیدائش سے لے کر آج تک سب سے زیادہ بہتر دن ہے۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا، یارسول اللہؐ! یہ بشارت آپ کی جانب سے ہے یا اللہ

کی جانب سے ، فرمایا، نہیں، بلکہ اللہ تعالی کی جانب سے ، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بات پر خوش ہوتے تو چہرہ مبارک ایسا چمکتا جیسا کہ چاند کا ٹکڑا ہو، ہم چہرۂ انور ہی سے مسرت معلوم کر لیتے تھے ، جب میں آپ کے سامنے بیٹھا تو عرض کیا یارسول اللہ! میری توبہ میں سے یہ بات بھی ہے کہ میں اپنے سب مال ومتاع سے نکل کر سب کو اللہ اور اس کے رسول کے لیے صدقہ کردوں، آپ نے فرمایا، کچھ رہنے دو، یہ بہتر ہے۔ میں نے کہا، میں اپنا خیبر والا حصہ رکھ دیتا ہوں (اور باقی سب صدقہ کردیتا ہوں)

پھر میں نے عرض کیا یارسول اللہ، اللہ تعالی نے مجھے سچ بولنے کی وجہ سے نجات دی، اب میری توبہ یہ ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں گا سچ ہی بولوں گا، پس خدا کی قسم، جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میں نے یہ عہد کیا میں کسی مسلمان کو نہیں جانتا کہ جس کو اللہ نے سچ کی بدولت ایسا نوازا ہو جتنا اچھا مجھے نوازا ہے ، جب سے میں نے یہ عہد کیا تھا الحمدللہ کہ آج تک کبھی جھوٹ کا ارادہ بھی نہیں کیا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالی باقی زندگی میں بھی مجھے اس سے محفوظ رکھیں گے ، خدا کی قسم! اسلام کی ہدایت کے بعد اللہ تعالی کا کوئی احسان اس سے بڑھ کر مجھ پر نہیں ہوا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سچ بولنے کی توفیق عطا فرمائی، میں نے جھوٹ نہیں بولا ورنہ جھوٹ بولنے والوں کی طرح میں بھی ہلاک ہوجاتا جن کے بارے میں اللہ نے ایسی سخت وحی نازل فرمائی جو کسی دوسرے کے لیے نہیں فرمائی چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿ سیحلفون باللہ لکم اذا انقلبتم.... الی قولہ.... فان اللہ لایرضی عن القوم الفسقین ﴾

حضرت کعب فرماتے ہیں ہم تینوں کو باقی متخلفین سے پیچھے رکھا گیا، انہوں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قسمیں کھائیں تو آپ نے ان کی بات قبول فرمائی، ان کو بیعت کیا اور ان کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی اور ہمارے معاملہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤخر فرمایا حتی کہ اللہ تعالی نے خود فیصلہ فرمایا، چنانچہ ﴿ وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا ﴾ میں اللہ جلّ شانہ نے اسی طرف اشارہ فرمایا "خلفوا" میں جہاد سے پیچھے رہنا مراد نہیں بلکہ ہمارے معاملہ اور فیصلہ کا مؤخر ہونا مراد ہے۔

حدیث کعب بن مالک کے بعض جملوں کی تشریح

وما احب ان لی بھا مشھد بدر، وان کانت بدر أذکر فی الناس منھا۔

حضرت کعب فرماتے ہیں کہ بدر میں حاضری کے عوض لیلۃ العقبہ کی حاضری مجھے زیادہ محبوب ہے ، اگرچہ بدر لوگوں میں لیلۃ العقبہ کے مقابلہ میں زیادہ مشہور ہے۔ یہ حضرت کعب کی رائے ہے ورنہ دیگر صحابہ وتابعین اور سب علماء کی رائے یہ ہے کہ بدر کا مقام ورتبہ لیلۃ العقبہ سے زیادہ ہے۔ احادیث سے بھی بدر کی فضیلت زیادہ معلوم ہوتی ہے اور شرکاء بدر کے فضائل بھی شرکاء لیلۃ العقبہ سے زیادہ ہیں۔ (۴) لیکن حضرت کعب

(۴) دیکھیے باب فضل من شھد بدرا، فتح الباری: ۳۰۵/۷۔

کی رائے یہ ہے کہ لیلۃ العقبہ کا واقعہ اگر پیش نہ آتا تو بدر کی نوبت بھی نہ آتی اس لیے ان کے نزدیک وہ بدر سے افضل ہے۔

ولم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرید غزوۃ الا ورّی بغیرھا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ کسی غزوہ کے لیے جاتے ہوئے صراحت نہ فرماتے بلکہ توریہ فرماتے تاکہ دشمن کو آپ کے ارادہ کا علم نہ ہو۔ لیکن غزوۂ تبوک میں آپؐ نے واضح اعلان کردیا تھا ایک تو اس لیے کہ لوگ اس کے لیے مکمل تیاری کرلیں اور دوسرے اس میں جنگی حکمت عملی تھی اور وہ یہ کہ رومیوں کو پتہ چل سکے کہ جن لوگوں کو وہ کمزور اور لقمۂ تر سمجھ رہے ہیں وہ اتنے کمزور نہیں ہیں ان میں اتنی استطاعت ہے کہ دشمن کے حملے کا انتظار کئے بغیر پیش قدمی کرکے ان پر حملہ کردیں، اس واضح اعلان سے رومیوں کو مرعوب کرنا مقصود تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا، وہ مرعوب ہوکر مقابلہ پر نہیں آئے۔

والمسلمون مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیر

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ساتھ دس ہزار کا لشکر تھا، حاکم نے "اکلیل" میں حضرت معاذ بن جبلؓ کی روایت نقل کی ہے کہ آپؐ کے ساتھ اس سفر میں تیس ہزار سے زائد افراد تھے (۵) محمد بن اسحاق نے بھی یہی نقل کیا ہے (٦) واقدی نے نقل کیا ہے کہ دس ہزار گھوڑے تھے (۷) جن روایات میں ہے کہ اس سفر میں دس ہزار افراد تھے شاید اس سے دس ہزار گھوڑ سوار مراد ہیں، تمام روایات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جملہ شرکاء تیس اور چالیس ہزار کے درمیان درمیان تھے۔ (۸)

حین طابت الثمار والظلال

پھل اور سایے عمدہ ہوگئے تھے، پھلوں کا عمدہ ہونا تو ان کے پکنے سے ہوتا ہے اور سایے کا عمدہ ہونا گرمی کی شدت سے ہوتا ہے، گرمی شدید ہو تو سایہ بڑا خوشگوار معلوم ہوتا ہے۔

فقال رجل من بنی سلمۃ: یا رسول اللہ، حبسہ برداہ ونظرہ فی عطفہ

یہ آدمی عبداللہ بن انیس تھے (۹) انہوں نے کہا یارسول اللہ! انہیں ان کی دو چادروں نے اور اپنی جانب نظر کرنے نے روک لیا ہے یعنی آج کل ان کے حالات ذرا اچھے ہیں، دماغ اونچا ہوگیا ہے، انہوں نے سمجھا کہ اب جہاد کی کیا ضرورت ہے؟ اس تکبر کی وجہ سے وہ نہیں آئے۔

---

(۵) فتح الباری: ۸/ ۱۱۷ (٦) فتح الباری: ۸/ ۱۱۷ (۷) فتح الباری: ۸/ ۱۱۸

(۸) ابن سعد نے تیس ہزار تعداد لکھی ہے (طبقات ابن سعد: ۲/ ۱٦٦) بعض روایات میں چالیس ہزار کی تعداد آئی ہے (عمدۃ القاری: ۱۸/ ۵۲) ابن صلاح نے حافظ ابوزرعہ کے حوالہ سے ستر ہزار کی تعداد لکھی ہے (دیکھیے، مقدمۃ ابن الصلاح: ۱۲۷-۱۲۸) واللہ اعلم۔

(۹) فتح الباری: ۸/ ۱۱۸

فقال معاذبن جبل: بئس ماقلتَ

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت کعب بن مالکؓ کا دفاع کرنے والے ابو قتادہ تھے (۱۰) لیکن صحیح روایت بخاری ہی کی ہے، علامہ زمخشری نے "کشاف" میں لکھا ہے کہ حضرت کعب کا دفاع خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا (۱۱) لیکن علامہ جمال الدین زیلعی نے "الاسعاف فی تخریج احادیث الکشاف" میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے "الکافی الشاف فی تخریج احادیث الکشاف" میں زمخشری پر نقد کیا ہے، انہوں نے فرمایا کہ یہاں زمخشری سے وہم ہوا ہے۔ دفاع کرنے والے حضرت معاذؓ تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں تھے جیسا کہ بخاری کی روایت میں ہے۔[لے]

ونهى رسول الله صلى الله عليه وسلم المسلمين عن كلامنا

اشکال ہوتا ہے کہ یہ تینوں حضرات یعنی حضرت کعب، حضرت مرارہ بن الربیع اور حضرت ہلال بن امیہ اپنے جرم پر نادم تھے اور حدیث میں ہے کہ "التوبة الندم" تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سختی کیوں اختیار فرمائی۔

❶ اس کا ایک جواب یہ دیا گیا کہ یہ جرم بڑا تھا، اس پر ندامت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے الحاح وزاری کی ضرورت تھی، اس سختی سے ان میں الحاح وزاری کی وہ کیفیت پیدا کرنا مقصود تھی جو تکمیل توبہ کے لیے ضروری تھی، چنانچہ ان ایام میں یہ حضرات خوب روئے تب ان کی توبہ نازل ہوئی۔

❷ بعض حضرات نے کہا کہ توبہ تو ان کی قبول ہوگئی تھی، مقاطعہ کا اعلان آپؐ نے تادیب کی غرض سے کیا تھا۔

❸ علامہ سندھیؒ نے فرمایا کہ "الندم التوبة" عوام کے لیے ہے، خواص سے الحاح وزاری بھی مطلوب ہوتی ہے۔ پھر انہوں نے اللہ کے بھروسہ پر سچ بولا تھا اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کیا، مقاطعہ کر کے ان میں الحاح وزاری کی کیفیت پیدا کی تو اللہ نے توبہ نازل فرمادی (۱۲)

امام ابوالقاسم سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے "الروض الانف" میں لکھا ہے کہ اصل میں اتنی شدید ناراضگی کا سبب یہ ہے کہ حضرات انصار نے جس وقت بیعت العقبہ کی تھی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انہوں نے ہر طرح سے یاوری کا وعدہ کیا تھا، یہاں سب سے بڑے دشمن کا مقابلہ تھا اور یہ لوگ ساتھ نہیں گئے اس لیے ان کے ساتھ یہ سخت معاملہ کیا گیا۔ (۱۳) واللہ اعلم۔

فقال لی بعض اهلی

یہاں اشکال یہ ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ بات کرنے سے منع

---

(۱۰) فتح الباری: ۸/ ۱۱۸ (۱۱) دیکھیے تفسیر کشاف: ۲/ ۲۲۰۔ [لے] دیکھیے الکافی الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ۲/ ۲۲۰

(۱۲) حاشیہ بخاری للسندی: ۲/ ۶۴۲ (۱۳) الروض الانف: ۲/ ۳۲۲۔ ۳۲۳

فرمادیا تھا تو پھر ان کے گھروالوں میں سے کسی نے ان سے کلام کیوں کیا؟ اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں۔

❶ حافظ ابن حجرؒ کے استاذ علامہ سراج الدین ابن ملقّن نے فرمایا کہ یہ کلام اشارہ کے ذریعہ سے ہوا تھا، کلام لسانی،تھا ہی نہیں، ممانعت کلام لسانی کی فرمائی گئی تھی۔

علامہ بدرالدین دمامینیؒ نے اس پر اعتراض فرماتے ہوئے کہا کہ ابن ملقّن نے صرف الفاظ کو لے لیا معنی کی طرف نظر نہیں کی، مقصود عدم المکالمہ سے یہ نہیں ہے کہ زبان سے نہ بولا جائے اور اشارہ سے بات کرلی جائے بلکہ مقصود تو مطلقاً مقاطعہ ہے، چاہے وہ زبان کے ذریعہ سے ہو یا ہاتھ کے اشارہ سے ہو یعنی کسی طرح بھی کلام نہ کیا جائے۔

❷ دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ گھر کے افراد کلام کی ممانعت سے مستثنیٰ تھے اور یہی بات راجح ہے۔ (۱۴)

سمعت صوت صارخ

یہ صارخ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی تھے (۱۵) واقدی نے نقل کیا کہ حضرت ابوبکرؓ تھے، (۱۶) آگے روایت میں "وسعی ساع من اسلم" کے الفاظ سے قول اول کی تائید ہوتی ہے۔

و رکض الیّ رجل فرسا

یہ فارس حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ تھے، مغازی ابن عائذ میں نقل کیا گیا ہے کہ حضرت صدیق اور حضرت فاروق بھی گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت کعبؓ کو بشارت دینے گئے تھے۔ (۱۷)

فکسوتہ ایاھما ببشراہ

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ ایک عام طریقہ رہا ہے کہ جب کوئی آدمی بشارت لے کر آتا ہے تو اس کو کچھ دیدیا جاتا ہے، حضرت کعب بن مالکؓ نے بھی اپنے بدن کے دو کپڑے خوشخبری سنانے والے کو دیدیئے (۱۸) اور حضرت ابوقتادہؓ سے عاریتاً کپڑے لے کر پہنے۔ (۱۹)

اسلاف کی محبت

امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ کی ملاقات کے لیے گئے جب واپس تشریف لائے تو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپؐ نے فرمایا ﴿بشر احمد علی بلوی تصیبہ﴾ امام شافعیؒ نے اپنے تلامذہ سے کہا کہ امام احمد کے پاس یہ بشارت کون لے کر جائے گا، امام طحاویؒ کے ماموں اور امام شافعیؒ کے شاگرد امام مزنیؒ نے کہا کہ میں لے کر جاؤں گا۔

امام مزنیؒ نے جاکر جب امام احمد بن حنبلؒ کو یہ بشارت سنائی تو انہوں نے سن کر فرمایا کہ حضور اکرم

---

(۱۴) عمدۃ القاری: ۱۸ / ۵۴ـ وفتح الباری: ۸ / ۱۲۱ (۱۵) فتح الباری: ۸ / ۱۲۲ (۱۶) فتح الباری: ۸ / ۱۲۲ (۱۷) فتح الباری: ۸ / ۱۲۲
(۱۸) فیض الباری: ۴ / ۱۲۷ (۱۹) عمدۃ القاری: ۱۸ / ۵۴

صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اندر ضعف وکمزوری کو محسوس فرمایا ہے (اس لیے مجھے تسلی دی ہے) پھر امام احمدؒ نے اپنی قمیص اتار کر امام مزنیؒ کو عنایت فرمائی، قمیص لے کر جب وہ واپس آئے تو امام شافعیؒ نے فرمایا کہ قمیص تو تمہارا حق ہے وہ میں تم سے نہیں لوں گا لیکن اتنا کرو کہ اس قمیص کو پانی میں بھگو کر نچوڑو اور اس کا عصارہ مجھے دیدو، امام مزنیؒ نے جب انہیں وہ عصارہ دیا تو اس میں سے کچھ انہوں نے نوش کیا اور کچھ اپنے چہرے اور سینہ پر ملا۔ یہ ہے ان بزرگوں اور اکابر کی شان۔ (۲۰)

واللہ ماأملک غیر هما یومئذ

اس کا مطلب یہ ہے کہ کپڑے کی جنس سے وہ کسی اور چیز کے مالک نہیں تھے ویسے اور سامان واسباب ان کے پاس کافی تھا جیسا کہ خود انہوں نے فرمایا کہ اس وقت میری حالت بہت اچھی تھی۔

ابشر بخیر یوم مر علیک منذ ولدتک امک

یہاں اشکال یہ ہوتا ہے کہ ان کے لیے زندگی کا بہترین دن تو وہ ہونا چاہیئے جس دن وہ اسلام لائے تھے، یہاں توبہ قبول ہونے کے دن کو ان کی عمر کا بہترین دن کیسے قرار دیا۔

❶ بعض حضرات نے کہا کہ ان کے اسلام لانے کا دن اس سے مستثنی ہے اگرچہ یہاں صراحت نہیں ہے لیکن مراد یہی ہے کہ اسلام قبول کرنے والے دن کے علاوہ باقی دنوں میں یہ دن سب سے زیادہ بہتر ہے۔ (۲۱)

❷ اور بعض حضرات نے کہا کہ جس دن انہوں نے اسلام قبول کیا تھا اس دن سعادت کی ابتدا تھی اور اللہ نے جس دن ان کی توبہ قبول ہونے کا اعلان فرمایا اس دن ان کی سعادت کی تکمیل ہوئی، اس اعتبار سے یہ دن ان کے لیے زیادہ اکرم واشرف ہے۔ (۲۲)

وعلی الثلاثة الذین خلفوا

اس آیت میں جس تخلف کا ذکر کیا گیا ہے اس سے اللہ جل شانہ کی مراد تخلف عن الغزوہ نہیں ہے اس لیے کہ غزوے سے صرف یہ تین آدمی ہی متخلف نہیں ہوئے تھے بلکہ اسّی سے زائد متخلف تھے اس تخلف سے مراد تخلف عن التوبہ ہے کہ ان کی توبہ مؤخر کردی گئی تھی اور پچاس دن بعد ان کی توبہ قبول ہوئی، باقی متخلفین نے جھوٹی قسمیں کھا کر بہانے بنائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بہانے ظاہرًا قبول فرمائے تھے۔

---

(۲۰) فیض الباری: ۴/ ۱۲۷

(۲۱) فتح الباری: ۸/ ۱۲۲

(۲۲) فتح الباری: ۸/ ۱۲۲

باب : نُزُولُ النَّبِيِّ ﷺ الْحِجْرَ .

حجر مدینہ اور شام کے درمیان اس مقام کا نام ہے جہاں حضرت صالح علیہ السلام کی قوم، ثمود رہتی تھی۔ (۲۳) ثمود پر اللہ تعالی کا عذاب نازل ہوا تھا، حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ تبوک کے لیے جاتے ہوئے یہاں سے گزرنے لگے تو آپ ؐنے چہرہ مبارک پر چادر ڈال لی اور سواری کو تیز کردیا، صحابہؓ سے فرمایا کہ یہاں سے تیزی کے ساتھ گزرو، کوئی شخص یہاں کا پانی نہ پیے، جن صحابہؓ نے لاعلمی میں یہاں سے اپنے ساتھ پانی لے لیا تھا یا اس پانی سے آٹا وغیرہ گوندھ لیا تھا آپ ؐنے انہیں حکم دیا کہ وہ پانی گرادو اور وہ آٹا جانوروں کو کھلادو۔ (۲۴)

٤١٥٨/٤١٥٧ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قالَ : لَمَّا مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِالْحِجْرِ قالَ : (لَا تَدْخُلُوا مَسَاكِنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ، أَنْ يُصِيبَكُمْ ما أَصَابَهُمْ ، إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ) . ثُمَّ قَنَّعَ رَأْسَهُ ، وَأَسْرَعَ السَّيْرَ ، حَتَّى أَجازَ الْوَادِيَ .

(٤١٥٨) : حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا مالِكٌ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قالَ : قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِأَصْحَابِ الْحِجْرِ : (لَا تَدْخُلُوا عَلَى هٰؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِينَ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ ، أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ ما أَصَابَهُمْ) . [ر : ٤٢٣]

٤١٥٩ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ ، عَنِ اللَّيْثِ ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ سَعْدِ ابْنِ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ ، عَنْ أَبِيهِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قالَ : ذَهَبَ النَّبِيُّ ﷺ لِبَعْضِ حاجَتِهِ ، فَقُمْتُ أَسْكُبُ عَلَيْهِ الْمَاءَ – لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قالَ : فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ – فَغَسَلَ وَجْهَهُ ، وَذَهَبَ يَغْسِلُ ذِرَاعَيْهِ ، فَضَاقَ عَلَيْهِ كُمَّا الْجُبَّةِ ، فَأَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتِ جُبَّتِهِ فَغَسَلَهُمَا ، ثُمَّ مَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ . [ر : ١٨٠]

٤١٦٠ : حدّثنا خالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ : حَدَّثَنَا سُلَيْمانُ قالَ : حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيَى ، عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ قالَ : أَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ ، حَتَّى إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ قالَ : (هٰذِهِ طَابَةُ ، وَهٰذَا أُحُدٌ ، جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ) . [ر : ١٤١١]

---

(۲۳) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۵۶

(۲۴) صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب قول اللہ: والی ثمود اخاهم صالحا۔ رقم الحدیث ۳۳۷۸

٤١٦١ : حدّثنا أحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ : أخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ : أخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ ، عَنْ أنَسِ ابْنِ مالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ رَجَعَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ ، فَدَنَا مِنَ المَدِينَةِ ، فَقَالَ : (إِنَّ بِالمَدِينَةِ أقْوَامًا ، ما سِرْتُمْ مَسِيرًا ، وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِيًا إلَّا كانُوا مَعَكُمْ) . قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، وَهُمْ بِالمَدِينَةِ ؟ قالَ : (وَهُمْ بِالمَدِينَةِ ، حَبَسَهُمُ العُذْرُ) . [ر : ٢٦٨٤]

حدثنا عبداللہ بن محمد..... لاتدخلوا مساکن الذین ظلموا انفسهم

علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اشکال کیا ہے کہ حق تعالی فرماتا ہے ﴿ ولاتزر وازرة وزر اخری ﴾ دوسرے کا گناہ اور بوجھ کوئی اور شخص نہیں اٹھائے گا تو یہاں ان ظالموں کے گھروں میں داخل ہونے سے پھر آپ کیوں منع فرمارہے ہیں؟

علامہ کرمانی نے جواب دیا کہ حدیث کا تعلق دنیا سے ہے اور آیت کا تعلق آخرت سے ہے، یہ ممکن ہے کہ دنیا میں کسی معذب جگہ سے کسی کا گزر ہو تو وہ بھی عذاب کی لپیٹ میں آجائے لیکن آخرت میں ایسا نہیں ہوگا آخرت میں صرف گنہگار پکڑے جائیں گے، غیر گنہگار نہیں پکڑے جائیں گے۔ (۲۵)

باب : كِتَابُ النَّبِيِّ ﷺ إلَى كِسْرَى وَقَيْصَرَ .

کسری (بفتح الکاف وبکسرها) فارس کے ہر بادشاہ کا لقب تھا (۲۶) جس کسری کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خط روانہ فرمایا اس کا نام "پرویز بن ہرمز بن نوشیروان" تھا یہ ایران کا مشہور بادشاہ نوشیروان کا پوتا تھا۔ (۲۷)

ابن سعدؒ نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسری کی طرف سن ۷ هجری میں نامہ مبارک روانہ کیا تھا (۲۸) لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صنیع سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ سن ۹ ھ کا ہے کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب غزوۂ تبوک کے بعد ذکر کیا اور اس باب کے بھی آخر میں غزوۂ تبوک سے متعلق حدیث نقل کی، اس میں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ یہ واقعہ ۹ ھ کا ہے۔

قیصر روم ہرقل کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ والا نامہ مبارک روانہ فرمایا ہے، ایک مرتبہ صلح حدیبیہ کے بعد سن ۹ ھ میں اور دوسری بار غزوۂ تبوک کے موقع پر، سن ۷ ھ میں آپ نے حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کو نامہ مبارک دیکر روانہ فرمایا تھا، اس کی پوری تفصیل "باب بدء الوحی" کے تحت "حدیث ہرقل" میں گزر چکی، خط کا مضمون بھی اس حدیث میں آگیا ہے، قیصر روم کی طرف دوسری

---

(۲۵) دیکھیے شرح الکرمانی کتاب الصلاة باب الصلاة فی مواضع الخسف: ۴/۹۳۔

(۲۶) عمدۃ القاری ۱۸/۵۸ (۲۷) فتح الباری: ۸/۱۲۷ (۲۸) فتح الباری: ۸/۱۲۷

بار غزوۂ تبوک کے موقع پر آپ نے خط روانہ فرمایا ہے اس کے متعلق کوئی روایت چونکہ امام بخاریؒ کو اپنی شرط کے مطابق نہیں ملی اس لیے امام بخاریؒ نے اس باب میں کوئی ایسی روایت ذکر نہیں فرمائی جس میں "کتاب الی قیصر" کا تذکرہ ہو، اصحاب مغازی نے دوسری بار یعنی سن ۹ ھ میں غزوۂ تبوک کے موقع پر "کتاب الی قیصر" کا ذکر کیا ہے۔

اس باب میں جو روایت امام بخاریؒ نے ذکر فرمائی ہے اس میں "کتاب الی کسری" کا ذکر ہے۔ (۲۹)

٤١٦٢ : حدّثنا إسحٰقُ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا أَبِي ، عَنْ صَالِحٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قالَ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ ٱللهِ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : أَنَّ ٱبْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ بَعَثَ بِكِتَابِهِ إِلَى كِسْرَى ، مَعَ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى عَظِيمِ ٱلْبَحْرَيْنِ ، فَدَفَعَهُ عَظِيمُ ٱلْبَحْرَيْنِ إِلَى كِسْرَى ، فَلَمَّا قَرَأَهُ مَزَّقَهُ ، فَحَسِبْتُ أَنَّ ٱبْنَ ٱلْمُسَيَّبِ قالَ : فَدَعا عَلَيْهِمْ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : أَنْ يُمَزَّقُوا كُلَّ مُمَزَّقٍ . [ر : ٦٤]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ کو کسری کی طرف خط دے کر روانہ فرمایا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ یہ خط بحرین کے حاکم کو دیدیں، بحرین کے اس حاکم کا نام "منذر بن ساوی" تھا (۳۰) بحرین کا علاقہ چونکہ اس وقت کسری کے ماتحت تھا اس لیے آپ نے حاکم بحرین تک خط پہنچانے کا حکم دیا کہ وہ آگے کسری تک پہنچا دے گا چنانچہ اس نے یہ خط کسری فارس "خسروپرویز" تک پہنچادیا۔ علامہ عینیؒ نے خط مبارک یوں نقل کیا ہے۔

مکتوب گرامی کا مضمون

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی کسری عظیم فارس، سلام علی من اتبع الهدی، و آمن باللہ ورسولہ وشهد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ، ادعوک بدعایۃ اللہ فانی انا رسول اللہ الی الناس کافۃ لینذر من کان حیا ویحق القول علی الکافرین، اسلم تسلم، فان ابیت فعلیک اثم المجوس (۳۱)

کسری نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خط پڑھا تو خط مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ اطلاع ہوئی تو آپ نے بددعا، فرمائی "اللهم مزّق ملکہ" (۳۲) اے اللہ اس کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کردیجیے۔

(۲۹) فتح الباری: ۸/ ۱۲۷ (۳۰) فتح الباری: ۸/ ۱۲۷ (۳۱) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۵۸ (۳۲) فتح الباری: ۸/ ۱۲۷

کسریٰ نے خط پڑھ کر یمن کے گورنر "باذان" کے پاس پیغام بھیجا کہ دو آدمی حجاز بھیج کر اس شخص کو گرفتار کرکے میرے پاس حاضر کرو۔ باذان نے دو آدمیوں کو خط دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ روانہ کیا، جب یہ دونوں آپؐ کی خدمت میں پہنچے تو آپؐ کی عظمت وجلال کو دیکھ کر کانپنے لگے ۰ اسی حال میں انہوں نے باذان کا خط پیش کیا، خط کے مندرجات سن کر آپؐ مسکرائے اور ان دونوں کو اسلام کی دعوت دی، پھر آپؐ نے ان دونوں سے فرمایا۔ "ابلغا صاحبکما ان ربی قتل ربه فی هذه اللیلة" یعنی اپنے صاحب (باذان) کو یہ بات پہنچادو کہ میرے رب اللہ جلّ شانہ نے اس کے آقا (پرویز) کو آج رات قتل کردیا ہے۔ یہ شنبہ دس جمادی الاولی ۷ھ کی رات تھی۔

ان دونوں قاصدوں نے جاکر باذان کو یہ اطلاع دی، باذان نے کہا، خدا کی قسم! اگر یہ خبر صحیح ہے تو وہ بلاشبہ نبی برحق ہیں، چنانچہ جب اس نے تحقیق کی تو کسریٰ فارس پرویز کو ٹھیک اسی رات اس کے بیٹے نے قتل کیا تھا جس رات کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کی خبر دی تھی، اس سے متاثر ہوکر باذان اپنے خاندان سمیت مسلمان ہوگیا۔ (۳۳)

٤١٦٣ : حدَّثنا عُثْمانُ بْنُ الْهَيْثَمِ : حَدَّثَنَا عَوْفٌ ، عَنِ الْحَسَنِ ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قالَ : لَقَدْ نَفَعَنِي اللهُ بِكَلِمَةٍ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَيَّامَ الْجَمَلِ ، بَعْدَ ما كِدْتُ أَنْ أَلْحَقَ بِأَصْحَابِ الْجَمَلِ فَأُقَاتِلَ مَعَهُمْ ، قالَ : لَمَّا بَلَغَ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَنَّ أَهْلَ فارِسَ قَدْ مَلَّكُوا عَلَيْهِمْ بِنْتَ كِسْرَى ، قالَ : (لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً) . [٦٦٨٦]

٤١٦٤ : حدَّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قالَ : سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ ، عَنِ السَّائِبِ ابْنِ يَزِيدَ يَقُولُ : أَذْكُرُ أَنِّي خَرَجْتُ مَعَ الْغِلْمَانِ إِلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ ، نَتَلَقَّى رَسُولَ اللهِ ﷺ . وَقالَ سُفْيَانُ مَرَّةً : مَعَ الصِّبْيَانِ .

حدَّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنِ السَّائِبِ : أَذْكُرُ أَنِّي خَرَجْتُ مَعَ الصِّبْيَانِ نَتَلَقَّى النَّبِيَّ ﷺ إِلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ ، مَقْدَمَهُ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ . [ر : ٢٩١٧]

لما بلغ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان اهل فارس قد ملکوا علیهم بنت کسری....

واقعہ یہ ہوگیا تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ پرویز کے پاس نامہ مبارک روانہ فرمایا اور اس نے نامہ مبارک پھاڑا تو اللہ جل شانہ نے اس کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا سبب یہ بنایا

---

(۳۳) فتح الباری: ۸/ ۱۲۷

کہ خود پرویز کا بیٹا شیرویہ اپنے باپ کا دشمن بن گیا، شیرویہ، پرویز کی بیوی "شیریں" پر عاشق ہوگیا تھا، اس کے لیے اس نے پرویز کو ختم کرنے کا منصوبہ بنایا، پرویز کو جب اس منصوبہ کا پتہ چلا تو اس نے اپنی الماری میں ایک ڈبیہ میں زہر رکھا اور اس پر لکھا "الدواء النافع للجماع" منصوبہ کے مطابق شیرویہ نے اپنے باپ پرویز کو قتل کیا اور شیرویہ تخت نشین ہوگیا، شیرویہ نے اپنے تمام بھائیوں کو بھی قتل کردیا تاکہ کوئی ان میں سے کہیں اقتدار کا دعوی نہ کردے۔ ایک دن اس نے پرویز کی الماری کھولی تو اس کی نظر اس ڈبیہ پر پڑی جس پر لکھا تھا "الدواء النافع للجماع" چنانچہ اس نے طاقت کی دوائی سمجھ کر اس زہر کو کھایا اور ہلاک ہوگیا۔

اب ان کے خاندان میں کوئی مرد ایسا نہیں تھا جو تخت نشین ہو اور لوگ چاہتے تھے کہ بادشاہت اسی خاندان میں رہے اس لیے لوگوں نے سلطنت شیرویہ کی بیٹی "بوران" کے سپرد کی اور وہ ان کی بادشاہ بن گئی۔ روایت میں "ملکوا علیھم بنت کسری" سے یہی "بوران" مراد ہے۔ (۳۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا۔ "لن یفلح قوم ولّوا امرھم امراۃ" وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی جس نے اپنی حکومت کسی عورت کے سپرد کردی ہو۔

عورت کی حکمرانی[1]

(مرتب کے قلم سے)

اسلام عورت کو کاروبار سلطنت سنبھالنے اور چلانے کی اہل نہیں سمجھتا، شریعت کے چاروں اصول قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس عورت کی حکمرانی کی نفی کرتے ہیں۔

❶ قرآن کا ارشاد ہے ﴿الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض..﴾ (النساء ۳۴)

"مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس لیے کہ اللہ تعالی نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے...."

حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں، علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی میں اور مولانا ظفر احمد عثمانی نے احکام القرآن میں اس آیت کے تحت تصریح کی ہے کہ سلطنت وحکومت کی سربراہی مردوں کے ساتھ خاص ہے۔ (۳۶)

---

(۳۴) دیکھیے، فتح الباری: ۸/ ۱۲۸

(۱) حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے جس سال بخاری کی یہ تقریر کی ہے اس وقت تک عورت کی حکمرانی کا مسئلہ چونکہ اہل علم کے درمیان موضوع بحث نہیں بنا تھا اس لیے تقریر میں اس پر بحث نہیں ہے۔ اس مسئلہ پر ۱۹۸۸ء میں اسلامی جمہوریہ پاکستان میں پہلی مرتبہ نسوانی قیادت کے وجود میں آنے کے بعد اہل علم نے قلم اٹھایا۔ احقر نے باختصار نسوانی قیادت کے عدم جواز کے ساتھ ساتھ مجوزین کے دلائل اور ان کے جوابات بھی لکھ دیے ہیں۔ ابن الحسن عباسی (۳۶) دیکھیے تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۴۹۱۔ وروح المعانی: ۵/ ۲۳۔ واحکام القرآن: ۲/ ۱۷۱

عورت کی حکمرانی کے قائل بعض حضرات کہتے ہیں کہ مذکورہ آیت قرآنیہ کا تعلق ازدواجی اور گھریلو زندگی سے ہے سلطنت وحکومت سے اس کا تعلق نہیں، آیت کا مقصد یہ ہے کہ گھریلو اخراجات کی ذمہ داری شوہر پر ہے، وہ گھر کا رئیس اور کفالت کرنے والا ہے۔

لیکن اول تو آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو اس کو گھریلو اور خانگی زندگی کے ساتھ خاص کرتا ہو، دوسرے سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب قرآن نے گھر کے محدود ماحول میں عورت کو محکوم، مرد کو حاکم، عورت کو تابع، مرد کو متبوع، عورت کو مطیع، مرد کو نگران قرار دیا تو وہ قرآن مملکت کے وسیع پلیٹ فارم پر زمام حکومت عورت کے حوالہ کرنے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے۔

❷ سورۂ احزاب آیت ۳۳ میں ارشاد ہے ﴿وقرن فی بیوتکن ولاتبرجن تبرج الجاهلیة الاولی..﴾ ''اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم زمانۂ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو....''

اس آیت میں عورت کو گھر میں رہنے کا حکم دیا جارہا ہے کہ گھر کے اس چراغ کے لیے باہر کی آندھیاں مضر ہیں، آیت میں خطاب اگرچہ ازواج مطہرات سے ہے لیکن حکم تمام عورتوں کے لیے عام ہے کہ العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص المورد.... اب اگر حکمرانی اس کے حوالہ کی جائے تو وہ گھر میں کیونکر رہ سکے گی؟

❸ حدیث باب عورت کی حکمرانی کی صراحتاً نفی کرتی ہے، اس میں صاف صاف کہہ دیا گیا لن یفلح قوم ولّوا امرھم امراۃ ''وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جس نے اپنی حکومت کا معاملہ عورت کے سپرد کردیا۔''

حدیث باب پر دو اعتراض

عورت کی حکمرانی کے قائل بعض لوگوں نے اس حدیث پر دو اعتراض کئے۔

پہلا یہ کہ یہ حدیث موضوع ہے، یہ روایت جنگ جمل میں اس وقت سامنے آئی جب حضرت عائشہؓ قیادت کررہی تھیں، ان کی قیادت کو غلط ثابت کرنے کے لیے اس روایت کا سہارا لیا گیا۔

لیکن حدیث باب پر موضوع ہونے کا اعتراض وہی آدمی کرسکتا ہے جس کو اپنے من پسند نظریہ کے اثبات میں خوف خدا نہ رہا ہو، یہ حدیث امام بخاریؒ نے کتاب الفتن میں بھی ذکر کی ہے، بخاریؒ کے علاوہ ترمذی، نسائی، مستدرک حاکم، سنن کبری اور مسند احمد میں بھی سند صحیح کے ساتھ مذکور ہے (۲۷) محدثین میں سے کسی نے بھی اس کو موضوع نہیں کہا، خیرالقرون سے لے کر آج تک علماء اس سے

---

(۲۷) الحدیث اخرجه البخاری فی کتاب الفتن، باب الفتنة التی تموج کموج البحر: ۱۰۵۲/۲ ۔ والترمذی فی ابواب الفتن: ۵۲/۲ ۔ والنسائی فی کتاب ادب القضاة، باب النهی عن استعمال النساء فی الحکم: ۳۰۲/۲ ۔ والحاکم فی المستدرک، کتاب معرفة الصحابة: ۱۱۹/۳ ۔ والبیهقی فی کتاب الصلاة، باب لا یأتم رجل بامرأة: ۹۰/۳ ۔ واحمد فی مسنده: ۳۸/۵، ۴۷، ۵۱۔

استدلال کرتے رہے، مسائل کا استنباط کرتے رہے، اس کا پس منظر وپیش منظر بیان کرتے رہے لیکن موضوع تو کجا اس کو ضعیف بھی کسی نے نہیں کہا۔

پھر لطف کی بات یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی، صحابی رسول حضرت ابوبکرہؓ کی اپنی رائے بھی جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ کے حق میں تھی، لیکن چونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سن رکھی تھی اس لیے انہوں نے حضرت عائشہؓ کا ساتھ دینے سے معذرت کی۔ (۳۸) اب ایک صحابی پر یہ الزام لگانا کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ کی قیادت غلط ثابت کرنے کے لیے محض وقتی سیاسی ضرورت کے پیش نظر اپنی طرف سے جھوٹی روایت گھڑی ایک ایسی جرأت ہے جس پر استغفار پڑھ کر بھی دل مطمئن نہیں ہوتا، وقتی ضرورتوں کے تحت جھوٹی احادیث وضع کرنے کے الزام سے صحابہ کا پاکباز قافلہ بھی نہ بچ سکے تو پھر دین اسلام کا خدا ہی حافظ۔

دوسرا اعتراض یہ کیا گیا کہ اس حدیث میں ہے کوئی بھی قوم جس نے عورت کو سربراہ بنایا ہو فلاح نہیں پاسکتی جبکہ تاریخ ہمارے سامنے ایسے لاتعداد واقعات پیش کررہی ہے جن میں کئی عورتیں اپنے ملکوں اور قوموں کی سربراہ ہوئیں اور ان کا دور اپنے وقت کا سنہرا دور تھا، روس کی ملکہ کیتھرائن، ہالینڈ کی ملکہ جولیانہ، برطانیہ کی ملکہ وکٹوریہ اور الزبتھ، سری لنکا کی مسز بندرانائیکے اور انڈیا کی مسز اندرا گاندھی اپنے اپنے وقت کی کامیاب حکمران تھی۔۔۔۔ مسلمانوں میں مصر کے بادشاہ نجم الدین ایوب کی باندی "شجرۃ الدر" ہندوستان میں ملکہ رضیہ سلطانہ، چاند بی بی اور بیگمات بھوپال کی حکومتیں بڑی کامیاب رہیں۔ اب یہ حدیث کہاں جائے گی، کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ خاکم بدہن ہم یہ مان لیں کہ تاریخ نے قول رسولؐ کی تردید کردی؟

لیکن یہ اعتراض دراصل "فلاح" کے مفہوم سے جہالت پر مبنی ہے، اسلام کا نظریۂ فلاح، مال وزر کی فراوانی، فتوحات کی کثرت اور سلطنت کا دبدبہ وشوکت نہیں ہے، قرآن شریف میں ہے، انہ لا یفلح الکافرون (۳۹) "بے شک کافر فلاح نہیں پائیں گے" اگر فلاح کا مفہوم صرف دنیوی کامیابی تک محدود رکھا جائے پھر تو کافروں کی چمک دمک رکھنے والی مستحکم حکومتوں کی تاریخ سے نعوذباللہ ان جیسی آیات کی بھی تردید ہوجائے گی۔۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں فلاح کا مفہوم دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی سے عبارت ہے، اب آپ یہ بتائیں کہ ان عورتوں کے عہد حکومت کو وہ کونسی اخروی کامیابی نصیب ہوئی جس کی بنیاد پر یہ فرض کرلیا جائے کہ حدیث کو صحیح ماننے کی صورت میں نعوذباللہ تاریخ سے اس کی تکذیب ہوجائے گی۔

دنیوی اعتبار سے بھی ان عورتوں کی حکومتوں کو کامیاب قرار نہیں دیا جاسکتا، رضیہ سلطانہ کے دور میں فتنہ وفساد برپا رہا، شجرۃ الدر ناجائز طور پر برسراقتدار آئی تھی، اس کی حکومت کی اطلاع جب بغداد میں خلیفہ

(۳۸) دیکھیے، فتح الباری: ۵۶/۱۳۔ کتاب الفتن (۳۹) سورۃ المومنون/۱۱۷۔

مستنصر باللہ کو ہوئی تو انہوں نے امراء مصر کے نام پیغام بھیجا کہ اگر مصر میں کوئی مرد حکمرانی کے لیے باقی نہیں رہا تو بغداد سے ہم مرد بھیج دیتے ہیں۔ (۴۰) رضیہ سلطانہ، چاند بی بی اور شجرۃ الدر تینوں کا انجام قتل ہوا۔

❹ عورت کی حکمرانی کی نفی کرنے والی چوتھی دلیل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد ہے جو امام ترمذیؒ نے "ابواب الفتن" میں نقل کیا ہے:

اذاکان امراء کم خیارکم واغنیاء کم سمحائکم وامورکم شوریٰ بینکم فظهر الارض خیرلکم من بطنها، واذا کان امراء کم شرارکم واغنیاء کم بخلائکم وامورکم الی نساءکم فبطن الارض خیر لکم من ظهرها۔ (۴۱)

"جب تمہارے حکام تم میں سب سے بہتر ہوں، تمہارے مالدار سخی ہوں اور تمہارے معاملات باہمی مشورے سے طے پائیں تو تمہارے لیے زمین کے اوپر کا حصہ اس کے اندر سے بہتر ہے، لیکن جب تمہارے حکام برے لوگ ہوں، تمہارے مالدار بخیل ہوں اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں تو زمین کے اندر کا حصہ تمہارے لیے اس کی پشت سے بہتر ہے۔"

❺ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا، اللہ نے فتح دی، قاصد آپ کے پاس فتح کی خوشخبری لایا، تفصیلات بتاتے ہوئے اس نے یہ بات بھی بتائی کہ دشمنوں کی قیادت ایک عورت کررہی تھی، اس پر آپؐ نے فرمایا۔ هلکت الرجال حین اطاعت النساء "مرد جب عورتوں کی اطاعت کرنے لگیں تو وہ تباہ وبرباد ہیں۔" امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد قرار دیا، علامہ ذہبی نے ان کی توثیق وتائید کی۔ (۴۲)

❻ قرآن وحدیث کے بعد احکام اسلام کا دارومدار اجماع پر ہے، عورت کی حکمرانی کے عدم جواز پر امت کا اجماع ہے، جن مسائل پر علمائے امت کا اجماع ہے علامہ ابن حزم نے ان تمام مسائل کو "مراتب الاجماع" کے نام سے ایک کتاب میں جمع کردیا ہے، عورت کی سربراہی کے متعلق لکھتے ہیں:

واتفقوا ان الامامة لاتجوز لامرأة (۴۳) "علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حکومت کی سربراہی کسی عورت کے لیے جائز نہیں ہے۔"

چھٹی صدی کے مشہور عالم امام محی السنہ بغوی "شرح السنہ" میں لکھتے ہیں:

اتفقوا علی ان المرأة لاتصلح ان تکون اماما (۴۴)

---

(۴۰) مرآۃ الجنان للیافعی: ۱۲۶/۴۔ واعلام النساء: ۲۸۶/۲۔ (۴۱) سنن ترمذی، ابواب الفتن: ۵۲/۲۔

(۴۲) دیکھیے مستدرک حاکم، کتاب الادب، باب سجدۃ الشکر: ۲۹۱/۴۔ (۴۳) مراتب الاجماع: ۱۲۶۔ (۴۴) شرح السنۃ: ۷۷/۱۰۔

علامہ قرطبی اپنی شہرۂ آفاق تفسیر میں خلیفہ کی شرائط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

واجمعوا علی ان المرأۃ لایجوز ان تکون اماما (۴۵)

امام الحرمین علامہ جوینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واجمعوا ان المرأۃ لایجوز ان تکون اماماً (۴۶)

اسلام کے سیاسی نظام پر لکھی جانے والی قدیم جدید تمام کتابوں میں سربراہ ریاست کے لیے مرد ہونا ضروری قرار دیا ہے جدید محققین میں سے ڈاکٹر محمد منیر عجلانی لکھتے ہیں:

لانعرف بین المسلمین من أجاز خلافة المرأۃ، فالاجماع فی ھذہ المسئلة تام لم یشذ عنه احد (۴۷)

ڈاکٹر ابراہیم یوسف مصطفی عجو لکھتے ہیں۔

مما أجمعت علیه الامة علی ان المرأۃ لا یجوز لھا ان تلی ریاسة الدولة (۴۸)

عبداللہ بن عمر دمیجی لکھتے ہیں:

من شروط الامام ان یکون ذکرا ولا خلاف فی ذلک بین العلماء (۴۹)

قرآن، حدیث اور اجماع کے بعد قیاس بھی یہی کہتا ہے کہ جس شریعت نے نماز میں عورت کی امامت ناجائز قرار دی، جہاد اس پر فرض نہیں کیا، بغیر محرم کے گھر سے سفر کرنا ممنوع قرار دیا، گھر ہی میں رہنے کا حکم دیا، گواہی اس کی نصف قرار دی، نان نفقہ کی ذمہ داری باپ اور شوہر پر ڈالدی وہ شریعت اس کمزور صنف کے کندھوں پر ریاست وحکومت کی سربراہی کی بھاری بھرکم ذمہ داری کا بوجھ کیسے ڈال سکتی ہے۔

نسوانی قیادت کے مجوزین کے دلائل

حکومت وسیاست میں وجود زن سے کائنات میں رنگ بھرنے کے قائل بعض حضرات نے عورت کی

---

(۴۵) دیکھیے تفسیر قرطبی: ۱/ ۲۷۰۔

(۴۶) دیکھیے الارشاد فی اصول الاعتقاد لامام الحرمین الجوینی: ۳۵۹۔

(۴۷) دیکھیے ڈاکٹر منیر عجلانی کی کتاب عبقریة الاسلام فی اصول الحکم: ۷۰۔

(۴۸) دیکھیے ابراہیم یوسف مصطفی کی کتاب تعلیق تہذیب الریاسة وترتیب السیاسة: ۸۲۔

(۴۹) دیکھیے الامامة العظمی عند اھل السنة: ۲۴۳..... پاکستان کے اہل فتوی علماء میں سے مولانا مفتی رشید احمد صاحب فرماتے ہیں: عورت کی ولایت بالاجماع جائز نہیں۔ (احسن الفتاوی: ۲/ ۱۹۲۔)

مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب لکھتے ہیں: امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ اسلام میں سربراہ حکومت کی ذمہ داری کسی عورت کو نہیں سونپی جاسکتی.... (عورت کی سربراہی از مولانا محمد رفیع عثمانی، ص۔ ۱)

مولانا یوسف لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں: مملکت کی سربراہی کے لئے مرد کا شرط ہونا اور عورت کا حکومت کی سربراہی کے لیے اہل نہ ہونا صرف اہل اسلام کا اجماعی مسئلہ نہیں بلکہ تمام عالم کے عقلاء کا متفق علیہ مسئلہ ہے۔ (عورت کی سربراہی از مولانا یوسف لدھیانوی، ص: ۱۷)

حکمرانی کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائز قرار دینے کی کوشش کی ہے، ان کے اہم اور بڑے دلائل حسب ذیل ہیں۔

❶ جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ نے قیادت کی تھی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر جیسے جلیل القدر صحابہ نے ان کی زیر قیادت جنگ میں حصہ لیا تھا جس سے عورت کی قیادت وحکمرانی کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

لیکن یہ کوئی وزنی دلیل نہیں، جنگ جمل اور اس کے تاریخی پس منظر کا مطالعہ کرنے والا ادنی طالب علم بھی یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ اس موقع پر ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے نہ حکومت وخلافت کا دعوی کیا تھا اور نہ اس مہم کے لیے امارت وسیادت ان کے سپرد کی گئی، واقعہ یہ ہوا تھا کہ امہات المؤمنین حج کے لیے گئی تھیں، پیچھے مدینے میں حضرت عثمانؓ کی شہادت کا افسوسناک حادثہ پیش آ گیا تھا، حضرت عثمانؓ کے قصاص کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف ہوگیا تھا، اس نازک موقع پر بعض اکابر صحابہؓ نے مکہ ہی میں حضرت عائشہؓ کو مشورہ دیا کہ ان کی محترم شخصیت اس وقت امت کا انتشار واختلاف ختم کر سکتی ہے، حضرت عائشہؓ نے چاہا کہ مدینہ منورہ جاکر حضرت علیؓ کو قصاص پر آمادہ کریں لیکن بعض صحابہؓ نے کہا کہ پہلے بصرہ جاکر وہاں کے لوگوں کی حمایت حاصل کرلینی چاہیے، اہل بصرہ کی حمایت حاصل ہونے کے بعد حضرت علیؓ کے لیے قصاص لینا آسان ہوجائے گا اور وہ قصاص لینے پر آمادہ ہوجائیں گے.... حضرت عائشہؓ اس مشورہ سے متأثر ہوکر بصرہ روانہ ہوئیں اور بعض اسلام دشمن عناصر کی سازش سے جنگ جمل کا افسوسناک واقعہ پیش آیا۔ (٥٠)

یہاں یہ بات واضح ہے کہ حضرت عائشہؓ کو جن صحابہ نے بصرہ جانے کا مشورہ دیا، ان کا مقصد امت کو انتشار سے بچانے کی ایک تدبیر تھی، حضرت عائشہؓ کو خلیفہ یا امیر بنانا ان کا مقصد تو کجا ان کے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں تھا اور نہ خود حضرت عائشہؓ کی یہ خواہش تھی، چنانچہ بصرہ پہنچنے پر جب قعقاع بن حکیم نے حضرت عائشہؓ سے ان کی تشریف آوری کا مقصد پوچھا تو فرمانے لگیں۔ اے بنی "الاصلاح بین الناس۔" "بیٹے! میں لوگوں کے درمیان صلح کرانے آئی ہوں"

بعد میں وہ اپنے اس سفر پر اتنی نادم تھیں کہ جب یہ واقعہ یاد آتا تو زورو کر ان کا آنچل بھیگ جاتا (٥١) جس واقعہ میں حضرت عائشہؓ نہ خلیفہ تھیں نہ حکمران، اور جس کے پیش آنے پر وہ اس درجہ نادم تھیں اس کو نسوانی قیادت کے جواز پر کس طرح دلیل بنایا جاسکتا ہے۔

❷ عورت کی حکمرانی کے جواز پر دوسرا استدلال ملکۂ سبا بلقیس کے واقعہ سے کیا جاتا ہے، قرآن میں اس کی سلطنت وحکمرانی کا ذکر ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایمان لانے کے بعد بھی بعض روایات

(٥٠) دیکھیے البدایۃ والنہایۃ ابتداء، قمۃ الحمل: ٧/ ٢٣٠ ـ ٢٣١ ـ

(٥١) دیکھیے طبقات ابن سعد: ٨/ ٨٠ ـ وسیر اعلام النبلاء: ٢/ ١٧٧ ـ ومنہاج السنۃ لابن تیمیۃ: ٢/ ١٨٥ ـ

میں آتا ہے کہ وہ اپنی حکومت کی حکمران رہی، جس سے نسوانی قیادت کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

لیکن یہ استدلال بھی ضعیف ہے، ملکۂ سبا کا ایمان لانا تو قرآن سے ثابت ہے، لیکن اس کے بعد اس کا کیا بنا؟ کہاں گئی؟ اس سلسلے میں کوئی بھی صحیح روایت نہیں ہے، علامہ قرطبی لکھتے ہیں: ﴿ لم یرد فیه خبر صحیح ﴾ (۵۲) "اس سلسلے میں کوئی صحیح روایت وارد نہیں ہوئی" اور فرض کرلیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو حکومت پر برقرار رکھا تھا تو زیادہ سے زیادہ اس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں نسوانی قیادت کا جواز ثابت ہوگا جو شریعت محمدی میں حجت نہیں، چنانچہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ بیان القرآن میں واقعۂ بلقیس کے متعلق لکھتے ہیں۔

> "اور ہماری شریعت میں عورت کو بادشاہ بنانے کی ممانعت ہے، پس بلقیس کے قصہ سے کوئی شبہ نہ کرے، اول تو یہ فعل مشرکین کا تھا، دوسرے، اگر شریعت سلیمانیہ نے اس کی تقریر بھی کی ہو تو شرع محمدی میں اس کے خلاف ہوتے ہوئے وہ حجت نہیں" (۵۳)

❺ عورت کی حکمرانی کے جواز پر حضرت تھانویؒ کے ایک فتوی سے بھی استدلال کیا جاتا ہے جس میں حضرت تھانویؒ نے حدیث باب "لن یفلح قوم ولّوا امرھم امراۃ" کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ جمہوری سلطنت اس وعید کے تحت داخل نہیں ہے۔ (۵۴) معلوم ہوا کہ عورت جمہوری حکومت کی سربراہ بن سکتی ہے۔

عورت کی سربراہی کے متعلق حضرت تھانویؒ کی رائے اوپر بیان القرآن کے حوالہ سے آچکی ہے جس میں انہوں نے صاف صاف فرمایا "ہماری شریعت میں عورت کو بادشاہ بنانے کی ممانعت ہے" البتہ جمہوری حکومت کے متعلق حضرت تھانویؒ کے مذکورہ فتوی سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت اس کی سربراہ بن سکتی ہے، حضرت تھانویؒ نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ "سلطنت جمہوری میں والیٔ صوری درحقیقت والی نہیں بلکہ ایک رکنِ مشورہ ہے اور والیٔ حقیقی مجموعہ مشیروں کا ہے"

لیکن بعد کے علماء نے حضرت تھانویؒ کی اس بات سے اتفاق نہیں کیا کہ جمہوری حکومت میں والی اور سربراہ کی حیثیت محض ایک رکنِ مشورہ کی ہے، موجودہ پارلیمانی نظام میں وزیراعظم محض مشیر یا رکن کی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ وہ حکومت اور انتظامیہ کا خود مختار سربراہ ہوتا ہے۔

ہاں اگر کہیں ایسی ریاست ہو جس میں پارلیمنٹ کے سربراہ کی حیثیت محض ایک رکنِ مشورہ کی ہو

---

(۵۲) دیکھیے الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ۱۳/ ۲۱۰۔ (۵۳) دیکھیے، بیان القرآن: ۸/ ۸۵، سورۃ النمل

(۵۴) اس فتوی کے لیے دیکھیے امداد الفتاوی: ۵/ ۹۹۔ ۱۰۰

وہاں عورت کی سربراہی کے لیے جواز کی گنجائش نکل سکتی ہے، اس کی وجہ حضرت تھانویؒ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں "راز اس میں یہ ہے کہ حقیقت اس حکومت کی محض مشورہ ہے اور عورت اہل ہے مشورہ کی"

حاصل یہ کہ تمام علمائے امت کی طرح حضرت تھانویؒ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ عورت کو اسلامی حکومت کی سربراہ بنانا جائز نہیں، البتہ اختلاف جمہوری حکومت کی حقیقت میں ہے، حضرت تھانویؒ نے جمہوری حکومت کے سربراہ کے بارے میں یہ سمجھا کہ وہ حقیقتاً سربراہ نہیں ہوتا بلکہ اس کی حیثیت محض مشیر کی ہوتی ہے جبکہ باقی اہل فتوی علماء کہتے ہیں کہ جمہوری حکومت کا سربراہ محض مشیر نہیں ہوتا بلکہ کافی حد تک مختار اور بااقتدار ہوتا ہے اس لیے اس کی سربراہ عورت نہیں بن سکتی۔

❷ عورت کی حکمرانی کے جواز پر فقہ حنفی کی مشہور کتاب "البحر الرائق" میں علامہ ابن نجیم کی اس عبارت سے بھی استدلال کیا جاتا ہے: اماسلطنتها فصحیحة، وقد ولّی مصر امراة تسمی شجرة الدر، جاریة الملک الصالح بن ایوب (٥٥) اس میں عورت کی حکومت و سلطنت کو صحیح کہا ہے جس سے عورت کی حکمرانی کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عبارت میں "صحت" سے مراد نفاذ ہے، مطلب یہ ہے کہ عورت کو حکمران بنانا ناجائز ہے لیکن اس کے باوجود اس نے کسی طریقہ سے تسلط حاصل کرلیا تو اس کی حکومت نافذ ہوجائے گی اور جائز امور میں اس کی اطاعت واجب ہوگی یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی غلام ناجائز طریقے سے تسلط حاصل کرلے تو اس کی حکومت نافذ ہوجائے گی حالانکہ حکمران کے لیے آزاد ہونا متفق علیہ شرط ہے.... حکمرانی کا جواز وعدم جواز الگ چیز ہے اور حکمران بننے کے بعد حکومت کا نفاذ اور عدم نفاذ دوسری چیز ہے۔ مذکورہ عبارت میں نفاذ مراد ہے جواز مراد نہیں۔ شریعت میں اس کی کئی مثالیں ہیں، مثلاً فاسق کو نماز میں امام بنانا جائز نہیں لیکن اگر کوئی فاسق امام بن گیا تو اس کی اقتدا میں نماز صحیح ہوجائے گی۔

باب : مَرَضِ النَّبِيِّ ﷺ وَوَفَاتِهِ .

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى : «إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ . ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ» /الزمر: ٣٠- ٣١/ .

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سیرت نبویہ ترتیب وار بیان کرتے ہوئے چلے آرہے ہیں، اولاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے مناقب اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب بیان فرمائے، پھر صحابہ کے مناقب وفضائل ذکر کیے جو بارگاہ نبوی کی تاریخ کا ایک زریں باب ہیں، اس کے بعد غزوات،

(٥٥) دیکھیے، البحر الرائق شرح کنز الدقائق ٦/٥۔ باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ۔

سلسلۃ الوفود اور حجۃ الوداع کا تذکرہ کیا اور اب یہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کا بیان فرمارہے ہیں۔

اللہ جلّ شانہ نے سرور دوعالم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ جو کام لگایا تھا اس کے مکمل ہونے اور جو شریعت اللہ تعالی نے آپ کو عطا کی اس کی تکمیل کے بعد اب وقت آیا کہ اللہ تعالی آپ کو اپنے پاس بلائیں، تکمیل شریعت کا اعلان عرفات کے مجمع عام میں کیا گیا ﴿الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا﴾ (۱) سورۃ فتح نازل ہوئی اور اس میں آپ کی وفات کی اطلاع دی گئی، کہا گیا ﴿فسبح بحمد ربک واستغفرہ﴾ اب آپ تسبیح واستغفار کی طرف متوجہ ہوجائیں، ابن جریر نے حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ سورۃ فتح کے نزول کے بعد آپ استغفار و تسبیح میں اکثر مشغول رہتے تھے (۲) ہر سال رمضان میں دس دن اعتکاف فرماتے لیکن اس سال بیس دن اعتکاف میں بیٹھے، حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ، قرآن شریف کے دور کا ہر رمضان میں ایک مرتبہ کا معمول تھا اس سال دو مرتبہ قرآن کا دور فرمایا (۳)، یہ تمام قرائن تھے اس دارفانی سے آپ کے جانے کے۔

غزوۂ احد کے موقعہ پر جس بے سروسامانی، بیکسی اور جس اخلاص کے ساتھ ۷۰ کے قریب صحابہؓ نے قربانی دے کر شہادت پائی تھی ان کی یاد آپ کے دل میں تازہ تھی، حجۃ الوداع سے واپسی پر ایک دن آپ جنت البقیع میں ان کی قبور پر تشریف لے گئے اور آٹھ سال کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھی اور پھر خطبہ دیا۔ (۴)

ماہ صفر کی آخری تاریخوں میں ایک شب آپ اٹھے، جنت البقیع تشریف لے گئے اور اہل بقیع کے لیے دعا واستغفار کرنے کے بعد جب گھر تشریف لائے تو طبیعت ناساز ہوگئی، سر میں درد کی شکایت ہوئی اور مرض وفات کی ابتدا ہوئی۔ (۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کا حملہ کب ہوا؟ اس دن ازواج مطہرات میں کس کی باری تھی؟ آپ کتنے دن بیمار رہے؟ اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں۔

واقدی، ابن سعد، حاکم اور ابن حبان وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم بدھ کے دن بیمار ہوئے ہیں (۶) ہفتے اور پیر کا بھی قول ہے (۷) لیکن زیادہ تر روایات بدھ کے دن کی ہیں۔

جس دن آپ پر مرض وفات کا حملہ ہوا اس دن ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی۔ ابومعشر نے اپنی سیرت میں حضرت زینب بنت جحش اور سلیمان تیمی نے اپنی سیرت میں ریحانہؓ کے متعلق لکھا ہے کہ بیماری کی ابتدا ان کے گھر میں ہوئی تھی لیکن قول اول راجح ہے، حافظ ابن حجر نے اسی

---

(۱) سورۃ المائدۃ/ ۳ (۲) تفسیر درمنثور: ۶/ ۴۰۸ (۳) البدایۃ والنھایۃ: ۵/ ۲۲۳ (۴) صحیح مسلم: ۲/ ۲۵۰۔ کتاب الفضائل، باب اثبات الحوض
(۵) البدایۃ والنھایۃ: ۵/ ۲۲۴ (۶) طبقات ابن سعد: ۲/ ۲۰۶۔ وفتح الباری: ۸/ ۲۰۶ (۷) فتح الباری: ۸/ ۱۲۹

کو معتمد لکھا ہے۔ (۸)

آپؐ کی بیماری کی کل مدت کے بارے میں، دس دن، بارہ دن، تیرہ دن اور چودہ دن کے مختلف اقوال ملتے ہیں لیکن اکثر اصحابِ سیر کی رائے یہ ہے کہ آپ کل تیرہ دن بیمار رہے ہیں۔ (۹)

بقیع سے، جب آپؐ واپس تشریف لائے اور سر میں درد کی شکایت ہوئی تو آپؐ حضرت عائشہؓ کے ہاں تشریف لے گئے، حضرت عائشہؓ کو بھی درد سر کی شکایت تھی، آپؐ کو دیکھ کر فریاد کرنے لگیں: وارأساه! ہائے میرا سر، آپؐ نے فرمایا، بل انا اقول: وارأساه! یعنی کہنا تو مجھے چاہیئے کہ "ہائے میرا سر" (کہ یہی درد میری وفات کا پیش خیمہ ہے) پھر آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا، عائشہ! اگر تم مجھ سے پہلے مر گئیں تو کوئی فکر کی بات نہیں ہیں تمہارے کفن دفن کا انتظام کروں گا، نماز جنازہ پڑھا کر تمہارے لیے دعائے مغفرت کروں گا، حضرت عائشہؓ نے بطور ناز فرمایا۔ "ہاں، آپؐ تو میری موت ہی چاہتے ہیں، اگر میں چلی گئی تو اسی روز آپؐ میرے ہی گھر میں کسی دوسری زوجہ کے ساتھ آرام کررہے ہوں گے" (اور مجھے بالکل بھول چکے ہوں گے) حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر تبسم فرمایا۔ (۱۰) حضرت عائشہؓ کو کیا خبر تھی کہ چند روز بعد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما کر انہیں تنہا چھوڑ دیں گے۔

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کا سلسلہ بدھ کے دن سے شروع ہوا تھا، عدل بین الازواج جس کا آپؐ بہت اہتمام کرتے تھے اسی کے مطابق بیماری کی حالت میں آپؐ باری باری ایک ایک بیوی کے گھر منتقل ہوتے رہے، پیر کے دن مرض میں شدت ہوئی تو ازواج مطہراتؓ سے اجازت لی کہ حضرت عائشہؓ کے گھر قیام فرمائیں، صراحتًا آپؐ نے نہیں فرمایا بلکہ آپ بار بار پوچھتے رہے کہ کل میں کس کے گھر رہوں گا؟ ازواج مطہراتؓ نے مرضی سمجھ کر عرض کی کہ آپؐ جہاں چاہیں قیام فرمائیں۔ (۱۱) چنانچہ آپؐ پیر کے دن حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں منتقل ہوئے اور پورا ایک ہفتہ علالت میں گذارنے کے بعد اگلے پیر کو عائشہؓ ہی کے گھر میں آپؐ نے وصال فرمایا۔

حضرت عائشہؓ کے گھر میں زمانۂ علالت گزارنے کی خواہش کی ایک وجہ تو ظاہر ہے کہ جو انس و محبت کا تعلق آپؐ کا عائشہؓ سے تھا ازواج مطہراتؓ میں کسی اور سے نہیں تھا اور انس کی زیادتی باعث سکون ہوتی ہے اس لیے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ محسوس کیا کہ عائشہؓ کے گھر مجھے زیادہ راحت وسکون حاصل ہوگا، دوسری ایک بات یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کے علاوہ ازواج مطہراتؓ میں سے باقی کسی کے لحاف میں حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول نہیں ہوا، حضرت عائشہؓ کی یہ خصوصیت تھی کہ آپؐ ان کے لحاف میں ہوتے تھے اور وحی نازل ہوتی تھی تو اب بیماری کے ایام میں بھی وحی نازل ہونے کا امکان تھا اس

(۸) فتح الباری: ۸/ ۱۲۹ (۹) فتح الباری: ۸/ ۱۲۹ (۱۰) سیرت ابن ھشام مع الروض الانف: ۲/ ۳۶۶ (۱۱) البدایۃ والنھایۃ: ۵/ ۲۲۵

لیے آپ ؐ نے چاہا کہ بیماری کے یہ ایام حضرت عائشہؓ کے مکان میں گزریں تاکہ اگر آپ ؐ اپنے اہل کے ساتھ ہوں اور وہ وقت وحی کا ہو تو وحی خداوندی نازل ہوجائے۔

بیماری کے ان ایام میں آپ ؐ مسجد نبوی میں نماز پڑھانے کی غرض سے تشریف لاتے رہے، **جمعرات** کے دن آپ ؐ نے حکم دیا کہ پانی کے سات مشکیزے آپ ؐ پر ڈالے جائیں چنانچہ بڑے اہتمام سے پانی کی سات مشکیں آپ ؐ پر ڈالی گئیں، اس طرح غسل سے آپ ؐ کو قدرے سکون ہوا، نماز ظہر پڑھانے کے بعد آپ ؐ نے خطبہ دیا (۱۲) یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ تھا۔

اس خطبے میں آپ ؐ نے حضرت صدیق اکبرؓ کے فضائل ومناقب بیان فرمائے، **حضرات انصارؓ** سے نرم برتاؤ کرنے کی تاکید فرمائی اور فرمایا کہ گزشتہ قوموں نے اپنے انبیاء واولیاء کی قبور کو عبادت گاہ بنایا، **دیکھو کہیں تم ایسی حرکت نہ کرنا**، فرمایا کہ مسجد کی طرف جتنے دروازے کھلے ہیں سب بند کردیے جائیں **صرف ابوبکرؓ** کا دروازہ کھلا رہنے دیا جائے، آپ ؐ نے اشارتاً اپنی وفات کے وقت کے قریب آنے کا بھی ذکر کیا، جس کو حضرت صدیق اکبرؓ سمجھ گئے اور رونے لگے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ **مجھے** ایسا معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگ اپنے نبیؐ کی جدائی اور موت سے بہت ہراساں اور خوفزدہ ہیں حالانکہ یہاں کسی کو دوام نہیں (جیسا کہ قرآن شریف کی ان آیات میں ہے ﴿وماجعلنا لبشر من قبلک الخلد﴾ (۱۳) ﴿وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل﴾ (۱۴) اس طرح کی نصیحت سے آپ ؐ نے صحابہؓ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ آپ کی جدائی کے غم کو سہہ سکیں، اس کے بعد آپ ؐ نے صحابہؓ کو الوداع کہا اور **گھر تشریف** لائے۔ (۱۵)

جمعرات کے دن **عصر** کی نماز میں بھی آپ ؐ مسجد تشریف لائے اور **مغرب** کی نماز میں **بھی آئے** مغرب کی نماز میں آپ ؐ نے سورۃ ﴿والمرسلات عرفا﴾ تلاوت فرمائی، جمعرات کے دن مغرب کی یہ نماز آپ ؐ کی سب سے آخری نماز تھی جو آپ ؐ نے پڑھائی جیسا کہ آگے بخاری کی روایت میں آرہا ہے، **عشاء کا وقت آیا** تو دریافت فرمایا کہ نماز ہوچکی؟ لوگوں نے کہا، سب کو آپ ؐ کا انتظار ہے، آپ ؐ نے اٹھنا چاہا لیکن غشی طاری ہوئی، افاقہ کے بعد پھر دریافت فرمایا کہ نماز ہوچکی؟ لوگوں نے پھر وہی جواب دیا، آپ ؐ نے اٹھنا چاہا تو پھر غشی طاری ہوگئی، تیسری بار بھی جب غشی طاری ہوئی تو فرمایا کہ ابوبکرؓ نماز پڑھائیں، چنانچہ **عشاء کی نماز حضرت صدیق اکبرؓ** نے پڑھائی۔ (۱۶)

اس کے بعد نمازیں حضرت صدیق اکبرؓ ہی پڑھاتے رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی **آمدورفت**

---

(۱۲) البدایۃ والنہایۃ: ۵/ ۲۲۵ (۱۳) سورۃ الانبیاء / ۳۴ (۱۴) سورۃ آل عمران / ۱۴۴

(۱۵) اس خطبہ مبارکہ کی تفصیل کے لیے دیکھیے البدایۃ والنہایۃ: ٦/ ۲۲۹ ـ ۲۳۱ ـ واتحاف السادۃ المتقین: ۱۰/ ۲۸۹

(۱٦) اتحاف السادۃ المتقین: ۱۰/ ۱۸۹ ـ والبدایۃ والنہایۃ: ۵/ ۲۳۳

مسجد کی طرف موقوف ہوگئی البتہ شنبہ یا یکشنبہ کو آپؐ کی طبیعت میں کچھ افاقہ ہوا تو آپؐ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے سہارے مسجد نبوی میں تشریف لائے، جماعت کھڑی ہوچکی تھی اور حضرت صدیق اکبرؓ نماز پڑھا رہے تھے، آپؐ حضرت صدیق اکبرؓ کی بائیں جانب جاکر بیٹھ گئے، حضرت صدیق پیچھے ہٹے آپؐ نے اشارہ سے روکا اور ان کے پہلو میں بائیں جانب بیٹھ کر نماز پڑھائی، اب آپ امام تھے اور حضرت صدیقؓ آپؐ کی اقتدا کرنے لگے باقی نمازی حضرت صدیق کی تکبیروں پر ارکان صلوۃ ادا کرتے رہے یہ ظہر کی نماز تھی۔ (١٧)

ظہر کی یہ امامت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری امامت تھی، لیکن ظہر کی نماز کی پوری امامت آپؐ نے نہیں فرمائی تھی، نماز کے ابتدائی حصہ کی امامت حضرت صدیقؓ نے فرمائی تھی، جس نماز کی مستقل آخری امامت آپؐ نے فرمائی وہ جمعرات کے دن نماز مغرب کی امامت تھی جیسا کہ ابھی بیان ہوا۔

اس بیان سے ان دونوں قسم کی روایات کے درمیان تطبیق بھی ہوجاتی ہے جن میں سے بعض میں ہے کہ حضورؐ نے آخری نماز مغرب کی پڑھائی اور بعض میں ہے کہ آخری نماز ظہر کی پڑھائی، اس طرح کہ جن روایات میں مغرب کی نماز کو آخری قرار دیا گیا ہے اس سے مستقل امامت کے اعتبار سے آخری ہونا مراد ہے لہذا یہ ان روایات کے معارض نہیں ہے جن میں آیا ہے کہ آخری نماز آپؐ نے ظہر کی پڑھائی کیونکہ ظہر کی وہ نماز آپؐ نے مستقل اور پوری خود نہیں پڑھائی تھی بلکہ نماز شروع ہونے کے بعد آکر آپؐ نے امامت فرمائی تھی۔ (١٨)

اتوار کو مرض میں شدت ہوئی، ذات الجنب سمجھ کر لوگوں نے اس کی دوا پلانی چاہی، لیکن آپؐ کو وہ دوا پینا ناگوار تھا آپؐ نے انکار فرمایا، مریض عام طور پر چونکہ دوا کو ناپسند کرتا ہے اس لیے صحابہ کرام نے سمجھا کہ یہ طبعی ناگواری ہے اور زبردستی دوا پلادی، بعد میں جب افاقہ ہوا تو فرمایا کہ میں نے تم کو منع نہیں کیا تھا؟ اب تمہاری سزا یہ ہے کہ سب کو دوا پلائی جائے جو اس عمل میں شریک تھے سوائے عباسؓ کے کہ وہ اس میں شریک نہ تھے (البتہ انہوں نے مشورہ تھا) (١٩)

جس دن وصال فرمایا یعنی پیر کے روز، صبح کے وقت آپؐ نے حجرے کا پردہ اٹھا کر دیکھا تو لوگ صف باندھے ہوئے نماز فجر میں مشغول تھے، لوگوں کو دیکھ کر خوشی سے مسکرائے، چہرۂ انور چمکنے لگا، ادھر لوگ فرط مسرت سے بے قابو ہوگئے اور قریب تھا کہ نماز توڑ ڈالیں۔

حضرت صدیقؓ امام تھے انہوں نے چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں، آپؐ نے اشارہ سے فرمایا کہ نماز پوری کرو اور حجرے کا پردہ ڈال کر واپس تشریف لے گئے، یہ صحابہؓ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عام زیارت کا سب سے آخری موقع تھا۔ (٢٠)

---

(١٧) البدایۃ والنھایۃ: ٥/ ٢٣٢-٢٣٤ (١٨) البدایۃ والنھایۃ: ٥/ ٢٣٥ (١٩) جیسا کہ آگے بخاری شریف کی روایت باب میں آرہا ہے
(٢٠) جیسا کہ آگے روایت میں آرہا ہے

اس دن صبح کو آپ ﷺ کی طبیعت پُرسکون تھی، حضرت صدیق اکبرؓ صبح کے وقت حاضر خدمت ہوئے، طبیعت میں افاقہ دیکھ کر عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! اللہ کے فضل وکرم سے آج آپ کی حالت قدرے بہتر ہے اگر اجازت ہو تو میں اپنی (دوسری) بیوی حبیبہ بنت خارجہ کے پاس سے ہو آؤں کہ آج اس کی نوبت کا دن ہے، آپ ﷺ نے اجازت دیدی اور حضرت صدیقؓ عوالیٔ مدینہ جہاں حبیبہ بنت خارجہؓ مقیم تھیں چلے گئے۔ (۲۱)

دوسرے صحابہؓ نے بھی آکر حضرت علیؓ سے حال دریافت کیا، حضرت علیؓ نے کہا کہ آج طبیعت میں الحمدللہ افاقہ ہے، صحابہؓ مطمئن ہوکر منتشر ہوگئے۔ (۲۲)

لیکن دن چڑھنے کے ساتھ ساتھ آپ پر غشی طاری ہونا شروع ہوئی اور وقفہ وقفہ سے غشی طاری ہوتی رہی۔ حضرت فاطمہؓ یہ کیفیت دیکھ کر بولیں "واکرب اباہ" ہائے میرے ابا کی بے چینی! آپ ﷺ نے فرمایا، تمہارے ابا کے لیے آج کے بعد بے چینی نہ ہوگی۔ (۲۳)

وفات سے کچھ دیر قبل حضرت عائشہؓ کے سینہ پر سر رکھ کر لیٹ گئے، حضرت صدیق اکبرؓ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں مسواک تھی، آپ ﷺ مسواک کی طرف نظر جما کر دیکھنے لگے، حضرت عائشہؓ سمجھ گئیں کہ آپ ﷺ مسواک کرنا چاہتے ہیں، عبدالرحمن سے مسواک لے کر دانتوں سے نرم کی، پھر آپ ﷺ کو دی، آپ ﷺ نے تندرست آدمی کی طرح مسواک فرمائی۔ (۲۴)

جوں جوں وفات کا وقت قریب آرہا تھا آپ ﷺ کی تکلیف بڑھ رہی تھی، پاس ہی پانی کا پیالہ رکھا ہوا تھا، درد سے بیتاب ہوکر اس میں ہاتھ ڈالتے اور چہرۂ انور پر پھیرتے اور یہ فرماتے جاتے "لاالہ الااللہ، ان للموت لسکرات" بے شک موت کی سختیاں ہیں اتنے میں ہاتھ اٹھا کر چھت کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ "اللھم فی الرفیق الاعلی" ہاتھ نیچے گرا اور روح مبارک عالم قدس کی طرف پرواز کر گئی (۲۵) اناللہ واناالیہ راجعون

تاریخ وفات

اس بات پر تو تقریباً تمام روایات متفق ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ربیع الاول میں پیر کے دن ہوا ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ربیع الاول کی کونسی تاریخ تھی؟ اس سلسلہ میں تین قول مشہور ہیں۔

❶ سب سے زیادہ مشہور قول جس کو اکثر اصحاب سیر نے اختیار کیا ہے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی وفات بارہ

---

(۲۱) طبقات ابن سعد. ۲/ ۲۱۵ (۲۲) بخاری، کتاب المغازی، رقم الحدیث ۴۴۴۷ (۲۳) بخاری، کتاب المغازی، رقم الحدیث ۴۴۶۲

(۲۴) بحاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته، رقم الحدیث: ۴۴۵۱ (۲۵) البدایۃ والنھایۃ: ۵/ ۲۳۹۔ ۲۴۰

ربیع الاول کو پیر کے دن ہوئی ہے ۔ (۲۶)

لیکن اس قول پر ایک قوی اشکال یہ ہوتا ہے کہ بارہ ربیع الاول سے تقریباً تین ماہ قبل ذی الحجہ ۱۰ھ کی نویں تاریخ کو باتفاق روایات جمعہ کا دن تھا اور یکم ذی الحجہ جمعرات کا دن تھا اب ذی الحجہ، محرم اور صفر تینوں مہینے خواہ تیس تیس کے مانے جائیں یا انتیس انتیس کے یا بعض تیس کے اور بعض انتیس کے، کسی صورت میں بھی ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو پیر کا دن نہیں پڑتا جبکہ تمام روایات اس بات پر متفق ہیں کہ آپؐ کی وفات پیر کے دن ہوئی ہے ۔ (۲۷)

❷ دوسرا قول علامہ طبری نے کلبی اور ابو مخنف سے نقل کیا ہے کہ آپؐ کا وصال دو ربیع الاول کو ہوا ہے، علامہ سہیلی نے "الروض الانف" میں لکھا ہے کہ اگر ذی الحجہ، محرم اور صفر تینوں کو انتیس دن کا مانا جائے تو ۲ ربیع الاول ۱۱ھ پیر کا دن پڑتا ہے ۔ (۲۸) حافظ ابن حجرؒ کا میلان اسی قول کی طرف معلوم ہوتا ہے ۔

البتہ اس قول پر بعض حضرات نے یہ اشکال کیا ہے کہ تین ماہ کا پے درپے انتیس دن کا ہونا شاذ ہے، ۲ ربیع الاول پیر کا دن تب پڑسکتا ہے جب ذی الحجہ، محرم اور صفر تینوں انتیس دن کے تسلیم کئے جائیں اور یہ صورت قلیل الوقوع ہے ۔ (۲۹)

❸ تیسرا قول امام مغازی موسیٰ بن عقبہ، لیث بن سعد اور خوارزمی وغیرہ حضرات کا ہے، یہ لوگ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات، یکم ربیع الاول کو بروز پیر ہوئی ہے ۔ (۳۰)

یکم ربیع الاول کو پیر کا دن اس وقت ہوگا جب ذی الحجہ، محرم اور صفر میں سے دو کو انتیس دن کا اور ایک مہینہ کو تیس دن کا مانا جائے اور یہ صورت کثیر الوقوع ہے، علامہ سہیلیؒ نے اسی کو اقرب الی القیاس کہا ہے ۔ (۳۱)

اس قول کی تائید حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو علامہ ابن جریر طبری اور حافظ ابن کثیرؒ نے نقل کی ہے کہ قرآن شریف کی آیت ﴿ الیوم اکملت لکم دینکم.... ﴾ کے یوم نزول سے روز وفات تک ۸۱ دن ہیں اور یہ آیت ۹ ذی الحجہ ۱۰ھ کو نازل ہوئی ہے، اب ۹ ذی الحجہ سے یکم ربیع الاول تک مذکورہ قول کے لحاظ سے حساب لگاؤ تو ۸۱ دن بنیں گے ۔ (۳۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نماز ظہر سے قبل ہوئی، مغازی ابن اسحاق میں ہے کہ چاشت کے وقت آپؐ کی وفات ہوئی اور مغازی موسیٰ بن عقبہ میں ہے کہ آپؐ کا انتقال زوال کے وقت ہوا ہے

---

(۲۶) الکامل لابن اثیر: ۲/ ۲۱۹۔ وفتح الباری: ۸/ ۱۲۹ (۲۷) الروض الانف: ۲/ ۳۷۲ (۲۸) دیکھیے، الروض الانف: ۲/ ۳۷۲

(۲۹) دیکھیے حاشیہ سیرۃ النبیؐ از مولانا سید سلیمان ندویؒ: ۲/ ۱۰۶ (۳۰) الروض الانف: ۲/ ۳۷۲۔ وسیرت مصطفیؐ: ۳/ ۱۶۳

(۳۱) دیکھیے الروض الانف: ۲/ ۳۷۲ (۳۲) حاشیہ سیرۃ النبیؐ از مولانا سید سلیمان ندویؒ: ۲/ ۱۰۷

لیکن چاشت اور زوال میں کوئی زیادہ فاصلہ نہیں ہوتا اس لیے یہ اختلاف زیادہ وسیع نہیں ہے۔ (۳۳)

وفات کے بعد صحابہؓ کی کیفیت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد تمام صحابہؓ پر عجیب وغریب کیفیت طاری ہوئی، حضرت عمرؓ نے تلوار سونت لی اور مسجد نبوی میں کھڑے ہوکر کہنے لگے کہ اگر کسی شخص نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا ہے تو اس کی گردن ماردی جائے گی (۳۴) حضرت عثمانؓ پر سکتہ طاری ہوگیا، حضرت عائشہ صدیقہؓ اور دوسری ازواج مطہراتؓ کا رو رو کر برا حال ہوگیا، حضرت علیؓ روتے روتے بے ہوش ہوگئے۔ (۳۵)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی، وہ تشریف لائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حجرہ السعادۃ میں پہنچے، آپ کے جسد مبارک پر چادر پڑی ہوئی تھی، انہوں نے چہرے سے چادر اٹھائی، آپؐ کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور "لایجمع اللہ علیک موتتین" کہا اور کہا کہ وہ موت جو اللہ نے آپؐ کے مقدر میں لکھی تھی، اس کے مطابق آپؐ کی وفات ہوگئی ہے، پھر مسجد میں آئے، صحابہ کرامؓ کا مجمع تھا، کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کہا جائے اور کیا کیا جائے۔

حضرت عمرؓ اپنے قابو میں نہیں تھے اور صحابہؓ ان کی اس کیفیت کو دیکھ کر خوف وہراس میں مبتلا تھے حضرت صدیق اکبرؓ نے عمرؓ کو چھیڑنا اور ٹوکنا مناسب نہیں سمجھا، مسجد کے ایک کونے میں چلے گئے، جدھر وہ گئے، مجمع ادھر منتقل ہوگیا، حضرت صدیق اکبرؓ نے خطبہ ارشاد فرمایا اس میں ﴿انک میت وانهم میتون﴾ کی آیت پڑھی ﴿وما محمد الا رسول، قد خلت من قبله الرسول﴾ کی آیت پڑھی ﴿کل نفس ذائقة الموت﴾ کی آیت تلاوت کی اور ﴿کل من علیها فان﴾ کی آیت پڑھی، ان آیات کو تلاوت کرکے انہوں نے قوت کے ساتھ کہا۔ "من کان منکم یعبد محمدا، فان محمدا قدمات، ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حیّ لا یموت"

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اس خطبہ میں اللہ نے ایسا اثر ڈالا کہ تمام کے تمام صحابہؓ کو اطمینان ہوگیا اور یہ یقین آگیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا ہے، کئی صحابہؓ نے کہا کہ یہ آیتیں ذہن میں نہیں رہی تھیں، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تلاوت کرنے سے ادھر التفات ہوا۔ (۳۶)

ان آیات کی طرف حضرت عمرؓ کو بھی التفات نہیں تھا اور ان کا خیال یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وقتی طور پر اس عالم مشاہد سے عالم قدس کی طرف انقطاع ہوا ہے اور یہ ایک عارضی بات ہے

---

(۳۳) فتح الباری: ۸/ ۱۴۲۔ ۱۴۴ (۳۴) اتحاف السادۃ المتقین: ۱۰/۲۹۸ (۳۵) سیرت مصطفیٰ: ۳/ ۱۴۳

(۳۶) دیکھیے البدایۃ والنھایۃ: ۵/ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ وطبقات ابن سعد: ۲/ ۲۶۸۔ ۲۷۰

واپس پھر آپ اس عالم مشاہد کی طرف ملتفت اور متوجہ ہوں گے اور جیسے ہمارے درمیان پہلے رہا کرتے تھے، اسی طرح پھر رہیں گے۔ (۳۷)

بعض حضرات نے کہا کہ چونکہ حضرت عمر بن الخطابؓ کو یہ اندیشہ تھا کہ اس نازک موقع سے منافقین فائدہ اٹھاکر شورش پیدا کریں گے اس لیے انہوں نے اس موقع پر یہ سخت موقف اختیار کیا، واللہ اعلم۔

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت اور جانشینی کا مسئلہ پیش آیا جس کی تفصیل "سقیفۂ بنی ساعدہ" کے ذیل میں گذر چکی۔ یہ بھی ایک اہم مسئلہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل کیسے دیا جائے، آپؐ کی نماز جنازہ کیسی پڑھی جائے، آپؐ کو کہاں دفن کیا جائے؟ عجیب بات یہ تھی کہ ان سوالات کا جواب حضرت صدیق اکبرؓ کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں تھا، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ان تمام مشکلات کو حل فرمایا اور بتایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں معلومات حاصل ہیں اس کے بعد آپؐ کو لباس اتارے بغیر غسل دیا گیا۔ نماز جنازہ بغیر جماعت کے پڑھی گئی، حجرۂ عائشہ میں آپؐ کا جنازہ رکھا ہوا تھا، لوگ جاتے تھے اور فرداً فرداً نماز پڑھ کر واپس آجاتے تھے اور پھر وہیں آپؐ کے دفن کا انتظام کیا گیا۔ (۳۸)

٤١٦٥ : وَقَالَ يُونُسُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : قَالَ عُرْوَةُ : قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهَا : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ : (يَا عَائِشَةُ ، مَا أَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِي أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ ، فَهٰذَا أَوَانُ وَجَدْتُ ٱنْقِطَاعَ أَبْهَرِي مِنْ ذٰلِكَ السُّمِّ) .

یہ تعلیق ہے، بزار اور حاکم نے اس کو موصولاً نقل کیا ہے۔ (۳۹)

ابہر، کہتے ہیں رگ جاں کو، یہ پشت سے نکلتی ہے اور دل کے ساتھ ملتی ہوئی پورے جسم میں اپنے اثرات پہنچاتی ہے، بعض حضرات نے کہا کہ جگر سے نکلتی ہے اور دل سے ہوتی ہوئی پورے جسم کی شرائین اور باریک رگوں میں اپنا اثر پہنچاتی ہے، یہ ٹوٹ جاتی ہے تو انسان کا انتقال ہوجاتا ہے۔ (۴۰)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں فرمایا کہ وہ زہر جو میں نے غزوۂ خیبر کے موقع پر بکری کے گوشت کے ساتھ کھایا تھا، اس کی وجہ سے میں اپنی رگ جاں کے ٹوٹنے کو محسوس کررہا ہوں، غزوۂ خیبر کے موقع پر آپؐ نے اس زہریلے گوشت کے ٹکڑے کو صرف منہ میں رکھا تھا اور حضرت جبریل

---

(۳۷) طبقات ابن سعد: ۲/ ۲۶۹ (۳۸) تفصیل کے لیے دیکھیے: طبقات ابن سعد: ۲/ ۲۷۷۔ ۲۹۲ (۳۹) فتح الباری: ۸/ ۱۳۱

(۴۰) فتح الباری: ۸/ ۱۳۱۔ ومجمع بحار الانوار: ۱/ ۱۰

امین کے اطلاع دینے پر اسے تھوک دیا تھا لیکن منہ میں رکھنے کی وجہ سے اس کا اثر آپ برابر بعد میں محسوس کیا کرتے تھے اور اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ زہر کے اثر سے مجھے اپنی رگ جاں کے ٹوٹنے کا اندازہ ہورہا ہے۔

اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادت کی موت سے سرفراز فرمایا ہے، حدیث میں آتا ہے کہ جو مسلمان زہر کی وجہ سے انتقال کرے وہ اخروی لحاظ سے شہید ہے۔(٤١)

٤١٦٦ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا ، عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الحَارِثِ قَالَتْ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا ، ثُمَّ مَا صَلَّى لَنَا بَعْدَهَا حَتَّى قَبَضَهُ ٱللهُ .

[ر : ٧٢٩]

یہاں ہے کہ مغرب کی نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر کوئی نماز ہمیں نہیں پڑھائی، مراد اس سے یہ ہے کہ کوئی ایسی نماز نہیں پڑھائی جس میں آپ کی قراءت سننے کا اتفاق ہو ورنہ مغرب کی یہ نماز جمعرات کو پڑھائی اور اس کے بعد ہفتہ یا اتوار کی ظہر کی نماز آپ نے مسجد میں پڑھائی ہے لیکن اس میں قراءت سننے کا موقع نہیں ملا اس لیے وہ اس روایت کے خلاف نہیں ہے۔(٤٢)

٤١٦٧ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : كَانَ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ يُدْنِي ٱبْنَ عَبَّاسٍ ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ٱبْنُ عَوْفٍ : إِنَّ لَنَا أَبْنَاءً مِثْلَهُ ، فَقَالَ : إِنَّهُ مِنْ حَيْثُ تَعْلَمُ ، فَسَأَلَ عُمَرُ ٱبْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هٰذِهِ الآيَةِ : «إِذَا جَاءَ نَصْرُ ٱللهِ وَالْفَتْحُ» . فَقَالَ : أَجَلُ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ أَعْلَمَهُ إِيَّاهُ ، فَقَالَ : مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَعْلَمُ . [ر : ٣٤٢٨]

٤١٦٨ : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ : قَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : يَوْمُ الخَمِيسِ ، وَمَا يَوْمُ الخَمِيسِ ؟! ٱشْتَدَّ بِرَسُولِ ٱللهِ ﷺ وَجَعُهُ ، فَقَالَ : (ٱئْتُونِي أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا) . فَتَنَازَعُوا ، وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ ، فَقَالُوا : مَا شَأْنُهُ ، أَهَجَرَ ، ٱسْتَفْهِمُوهُ ؟ فَذَهَبُوا يَرُدُّونَ عَلَيْهِ ، فَقَالَ : (دَعُونِي ، فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا

(٤١) فیض الباری: ٤/١٤٢-١٤٣ (٤٢) البدایۃ والنهایۃ: ٥/٢٢٥

تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ). وَأَوْصَاهُمْ بِثَلَاثٍ، قَالَ: (أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ). وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ، أَوْ قَالَ: فَنَسِيتُهَا. [ر: ١١٤]

٤١٦٩: حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا حُضِرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: (هَلُمُّوا أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّونَ بَعْدَهُ). فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ غَلَبَهُ الْوَجَعُ، وَعِنْدَكُمُ الْقُرْآنُ، حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ. فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوا، فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ: قَرِّبُوا يَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّونَ بَعْدَهُ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ غَيْرَ ذٰلِكَ، فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالِاخْتِلَافَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: (قُومُوا).
قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ: فَكَانَ يَقُولُ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ، مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذٰلِكَ الْكِتَابَ، لِاخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ. [ر: ١١٤]

واقعۂ قرطاس

یہ روایت اور اس کے ساتھ متصل اگلی روایت میں واقعۂ قرطاس کا بیان ہے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں، جمعرات کا دن! اور کیسا ہے جمعرات کا دن، اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں شدت ہوئی۔ اس جمعرات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چار دن قبل والی جمعرات مراد ہے۔

فقال: ائتونی اکتب لکم کتابا، لن تضلوا بعدہ ابداً

آپؐ نے فرمایا، میرے پاس آؤ، میں تمہارے لیے ایک کتاب (خط) لکھدوں اس کے بعد کبھی تم گمراہ نہیں ہو گے یعنی جب جمعرات کے دن آپؐ کی تکلیف میں شدت ہوئی تو آپؐ نے حاضرین سے فرمایا کہ میرے پاس کاغذ قلم لے آؤ تاکہ میں تمہارے لیے ایک ایسا وصیت نامہ لکھوادوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو سکو۔

فتنازعوا، ولا ینبغی عند نبی نزاع، فقالوا: ماشانہ؟ اھجر، استفھموہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سن کر صحابہؓ نزاع اور اختلاف کرنے لگے، اختلاف اس میں ہوا کہ بعض حضرات نے کہا کہ کاغذ قلم لے آؤ اور بعض دوسرے حضرات نے کہا کہ حضورؐ کو اس وقت سخت تکلیف ہے اس لیے آپؐ کو لکھنے لکھانے کی مشقت میں نہیں ڈالنا چاہیئے، چنانچہ اس سے اگلی روایت میں ہے فقال بعضھم: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد غلبہ الوجع، وعندکم القرآن، حسبنا کتاب اللہ
بعض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض کی شدت وغلبہ ہے، تمہارے پاس قرآن ہے،

ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے"۔

یہاں تو صراحت نہیں ہے، مسلم شریف کی روایت میں صراحت ہے کہ یہ کہنے والے حضرت عمرؓ تھے انہوں نے کہا تھا کہ "حسبنا کتاب اللہ" (۴۳) اس پر حضرت عمرؓ کی رائے سے اختلاف کرنے والے بعض حضرات نے کہا۔

اھجر؟ استفھموہ

اس جملہ کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں۔

❶ "اھجر" میں ہمزہ استفہام کا ہے اور یہ "ھُجر" (بضم الہاء) سے ماخوذ ہے، "ھُجر" سے وہ بے جوڑ و بے ربط کلام مراد ہے جو مریض کی زبان سے شدت مرض کے عالم میں بے سوچے سمجھے نکلتا ہے، حضرت عمرؓ نے جب رسول اللہؐ کے مرض کی شدت کی وجہ سے قلم کاغذ لانے سے منع کیا اور کہا "حسبنا کتاب اللہ" تو جن لوگوں کی رائے یہ تھی کہ قلم کاغذ لاکر وصیت نامہ لکھوالینا چاہیئے انہوں نے یہ جملہ کہا اور مطلب ان کا یہ تھا کہ تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی آخر کیوں کر رہے ہو؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض کی شدت کی وجہ سے کوئی فضول بات کہدی؟ یعنی ہرگز ایسا نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضول بات کہی ہو، لہذا حکم کی تعمیل میں قلم کاغذ لاکر جو کچھ آپؐ لکھوانا چاہتے ہیں لکھوالینا چاہیئے۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے تحفۂ اثنا عشریہ میں یہی مطلب بیان فرمایا ہے، اس صورت میں استفہام انکاری ہے۔ (۴۴)

❷ دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا کہ "اھجر" "ھَجر" (بفتح الھاء) سے ماخوذ ہے ہجر کے معنی فراق وجدائی کے آتے ہیں، یعنی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے جدا ہورہے ہیں؟ (۴۵)

اس واقعے کی بنا پر روافض نے حضرت عمرؓ پر بڑی طعن وتشنیع کی ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت عمرؓ اور ان کی رائے سے اتفاق کرنے والے صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کی جس کی وجہ سے امت ایک ایسے وصیت نامہ سے محروم ہوگئی جو امت کو گمراہی وضلال سے بچاتا۔

لیکن روافض کا یہ اعتراض بالکل غلط اور حضرت فاروق اعظمؓ سے ان کے بغض وحسد کی بنیاد پر مبنی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم حتمی، لازمی اور واجبی نہیں ہوتا تھا بلکہ آپ کے بعض احکام اختیاری ہوتے تھے اور بعض اوامر ایجابی اور لازمی ہوتے تھے۔

حضرت عمرؓ اور ان کی رائے سے اتفاق کرنے والے صحابہؓ نے قرائن سے یہ سمجھا کہ آپؐ کا یہ حکم ایجابی اور لازمی نہیں ہے بلکہ اختیاری ہے اور حضرت عمرؓ کی عادت تھی کہ وہ ایسے مواقع میں عموماً مشورہ دیتے

---

(۴۳) دیکھیے، صحیح مسلم، کتاب الوصیة، باب ترک الوصیة لمن لیس لہ شئی یوصی فیہ، رقم الحدیث: ۴۲۰۴

(۴۴) تحفۂ اثناء عشریہ: ۲۵۲ (۴۵) فتح الباری: ۸ / ۱۳۲۔

تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا مشورہ قبول بھی فرمالیتے تھے اس کی ایک دو نہیں کئی نظائر ہیں کہ کسی معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اختیاری حکم دیا اور حضرت عمرؓ نے اس کے خلاف مشورہ دیا اور آپؐ نے قبول فرمایا۔

مثلاً حضرت ابوہریرہؓ کا واقعہ مشہور ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپؐ کے جوتے مبارک لے کر صحابہؓ کو جنت کی بشارت دینے چلے، راستے میں حضرت عمرؓ ان سے ملے اور انہیں واپس کیا اور جاکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یہ بشارت صحابہؓ کو نہ دیجئے، ایسا نہ ہو کہ وہ اس بشارت سے اعمال صالحہ ہی ترک کردیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مشورہ قبول فرمایا۔ (٤٦)

اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض کی شدت تھی، حضرت عمرؓ قرائن سے جب سمجھ گئے کہ آپؐ کا حکم ایجابی اور لازمی نہیں ہے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غایت محبت کی وجہ سے یہ کہا کہ تکلیف کی اس حالت میں آپؐ کو کسی چیز کے لکھوانے کی مشقت میں نہیں ڈالنا چاہیئے۔

اور یہ بات اپنی جگہ بے غبار ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ایجابی ولازمی نہیں تھا، اس لیے کہ اگر یہ ایجابی ولازمی ہوتا تو آپؐ کسی کے اختلاف کرنے سے ہرگز ترک نہ فرماتے (٤٧) نیز یہ جمعرات کے دن کا واقعہ ہے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار دن تک حیات رہے ہیں اور اس درمیان آپؐ کی صحت میں افاقہ بھی ہوا ہے جمعرات کے دن ظہر کی نماز آپؐ نے پڑھائی اور نماز کے بعد خطبہ بھی دیا تو اگر یہ وصیت نامہ لکھوانا ضروری اور لازمی ہوتا تو آپؐ ان چار ایام میں کسی وقت ضرور یہ لکھوالیتے۔

بعض حضرات نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا تھا یہ امر اختبار وامتحان تھا آپؐ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ آیا کتاب اللہ کے متعلق صحابہؓ کو یہ یقین کامل ہوگیا ہے کہ ان کے لئے مشعل راہ بننے کے لیے وہ کافی ہے؟ یا ان کو اس میں ابھی تردد ہے، جب حضرت عمرؓ وغیرہ نے یہ کہہ دیا "حسبنا کتاب اللہ" تو آپؐ کو تسلی ہوگئی اور آپؐ نے فرمایا "دعونی فالذی انا فیہ خیر" یعنی ترک کتابت کا (تمہارا جواب سننے کے بعد) اب جو میں نے ارادہ کرلیا ہے وہ خیر ہے۔ (٤٨)

اب رہی یہ بات کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا لکھوانا چاہتے تھے۔ اس کے متعلق مختلف باتیں کہی گئی ہیں۔

---

(٤٦) دیکھیے صحیح مسلم کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة قطعا، رقم الحدیث: ١٥٦ (فتح الملہم: ١/٥٩)۔

(٤٧) قال الامام البیہقی: "ولو کان مراده ان یکتب شیئا مفروضا لایستغنون عنه لم یترکه باختلافهم ولغطهم، لقوله تعالی: بلغ ما انزل الیک، کما لم یترک تبلیغ غیره لمخالفة من خالفه ومعاداة من عاداه" (وانظر دلائل النبوة للبیہقی: ٧/١٨٤)۔

(٤٨) اس جملے کے مختلف مطالب آگے آرہے ہیں۔

❶ روافض تو کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کے لیے خلافت **بلافصل** لکھوانا چاہتے تھے۔ لیکن یہ روافض کا محض دعوی ہے، ان کے پاس اس دعوی کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

❷ امام ابن عیینہؒ اور علامہ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت لکھوانا چاہتے تھے، لیکن چونکہ آپؐ کو یہ معلوم تھا کہ میرے بعد حضرت صدیقؓ ہی خلیفہ بنیں گے اس لیے جب تنازع ہوا تو آپؐ نے اپنا ارادہ ترک فرمادیا۔ (۴۹)

اس کی تائید امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت سے ہوتی ہے جو انہوں نے حضرت عائشہؓ سے نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں کہا۔ ادعی لی ابابکر اباکِ واخاکِ، حتی اکتب کتابا، فانی اخاف ان یتمنی متمن ویقول قائل: انا اولی، ویأبی اللہ والمؤمنون الاابابکر (۵۰) یعنی اپنے والد ابوبکرؓ اور اپنے بھائی (عبدالرحمنؓ) کو بلالے تاکہ میں ایک تحریر لکھ دوں، مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرکے کہے گا کہ میں (خلافت کا) زیادہ مستحق ہوں جبکہ اللہ اور مؤمنین ابوبکرؓ کے سوا کسی پر راضی نہیں۔

❸ اور بعض حضرات نے کہا کہ آگے روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تین وصیتیں فرمائی ہیں یہی تین وصیتیں آپؐ لکھوانا چاہتے تھے۔ واللہ اعلم۔

فذهبوا، یردون علیہ فقال: دعونی، فالذی انا فیہ خیر مما تدعوننی الیہ

بعض صحابہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لو کہ کیا وہ یہ وصیت نامہ ضروری طور پر لکھوانا چاہتے ہیں چنانچہ کچھ حضرات نے دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلے میں گفتگو کرنے کا ارادہ کیا تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "مجھے چھوڑ دو، جس میں میں ہوں وہ خیر ہے۔"

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسی اور کیا چیز تھی جس میں اپنے آپ کو آپؐ نے خیر قرار دیا۔

❶ ایک بات تو یہ مشہور ہے کہ آپؐ مشاہدۂ جلال وجمال رب میں مشغول تھے، آپؐ نے فرمایا، مجھے اسی مشاہدۂ جمال وجلال میں رہنے دو، مجھے تم اب اپنی طرف متوجہ نہ کرو۔ (۵۲)

❷ بعض حضرات نے کہا کہ اس جملہ کا مقصد یہ ہے کہ اب تم تحریر کی بات پھر شروع کررہے ہو اور میں نے ترک کا ارادہ کرلیا ہے، اب یہ ترک تحریر ہی زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب ہے، تم پھر تحریر کے لیے مجھ سے نہ کہو۔ (۵۳)

---

(۴۹) دیکھیے، دلائل النبوۃ للبیہقی۔ ۷/ ۱۸۴ ـ باب ما جاء فی ھمہ بان یکتب لاصحابہ کتابا.... وفتح الباری ۱/ ۲۰۹ ـ

(۵۰) دیکھیے، مسلم: ۲/ ۲۷۳ ـ کتاب فضائل الصحابۃ باب من فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ

(۵۲) عمدۃ القاری ۱۹/ ۶۲ (۵۳) فتح الباری: ۸/ ۱۳۲

❷ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ ہے کہ میرا خیال جو تحریر وکتابت کا تھا وہ زیادہ مناسب اور زیادہ بہتر تھا اس سے جو تم نے رائے دی ہے ترک تحریر کی۔ (۵۴)

واوصاهم بثلاث، قال: اخرجوا المشركين من جزيرة العرب، واجيزوا الوفد بنحوماكنت اجيزهم، وسكت عن الثالثة اوقال: نسيتها

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین وصیتیں فرمائیں، پہلی وصیت یہ فرمائی کہ مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکالو، دوسری وصیت یہ فرمائی کہ آنے والے وفود کو اسی طرح انعام واکرام کے ساتھ رخصت کیا کرو جس طرح میں انہیں انعام واکرام کے ساتھ رخصت کرتا تھا۔ اور تیسری وصیت سے یا تو راوی خاموش رہا یا اس نے کہا کہ میں بھول گیا۔ یہاں گفتگو اس میں ہوئی ہے کہ "ثالثۃ" سے سکوت کرنے والے کون ہیں اور نسیان کس سے ہوا ہے؟ بعض شراح نے فرمایا کہ سکوت کرنے والے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں اور نسیان ہوا ہے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کو، یعنی سعید بن جبیر یہ کہہ رہے ہیں کہ تیسری وصیت کو یا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان ہی نہیں کیا اور یا اگر انہوں نے بیان کیا تو میں بھول گیا اور مجھے یاد نہیں رہا کہ وہ کیا ہے۔ (۵۵)

لیکن یہ صحیح نہیں ہے، صحیح یہ ہے کہ سفیان بن عیینہ جو قتیبہ بن سعید کے استاذ ہیں وہ کہہ رہے ہیں کہ میرے استاذ "سلیمان احول" نے فرمایا کہ تیسری وصیت میرے استاذ سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے ذکر کی تھی میں بھول گیا یا انہوں نے اس سے سکوت فرمایا تھا۔ یعنی سکوت کرنے والے سعید بن جبیر ہیں اور نسیان ہوا ہے "سلیمان احول" کو۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس دوسرے احتمال کو ترجیح دی ہے اور کہا کہ مستخرج ابی نعیم میں صراحت ہے کہ سکوت کرنے والے سعید بن جبیر ہیں اور ناسی "سلیمان احول" ہیں (۵۶) حافظ کی نظر غالباً بخاری کی "ابواب الجزیۃ" والی روایت پر نہیں پڑی حالانکہ وہاں بھی یہ تصریح موجود ہے "والثالثۃ اماان سكت عنها واما ان قالها، فنسيتها۔ قال سفيان: هذا من قول سليمان" (۵۷)

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ یہ "امر ثالث" کیا تھا جس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی۔

❶ داودی کی رائے یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل بالقرآن کی وصیت فرمائی تھی۔ (۵۸)

❷ مہلب اور ابن بطال کی رائے یہ ہے کہ وہ امر ثالث تنفیذِ جیشِ اسامہ تھا۔ (۵۹)

❸ بعض علماء فرماتے ہیں کہ تیسری وصیت ﴿الصلوة وماملكت ايمانكم﴾ یعنی نماز کی اور غلاموں

---

(۵۴) فتح الباری: ۸/ ۱۳۴ (۵۵) فتح الباری: ۸/ ۱۳۴ (۵۶) فتح الباری: ۸/ ۱۳۴

(۵۷) دیکھیے، صحیح بخاری، کتاب الجزیۃ، باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب: ۱/ ۴۴۹

(۵۸) فتح الباری: ۸/ ۱۳۵ (۵۹) فتح الباری: ۸/ ۱۳۵

کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید تھی (٦٠) ابن ماجہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔ (٦١)

❺ اور مؤطا امام مالک میں "اخراج یہود ونصاریٰ من جزیرۃ العرب" کے ساتھ "لاتتخذوا قبری وثنا یعبد" کا ذکر ہوا ہے۔ بہرحال یہ تمام احتمالات ہیں لیکن یقینی طور پر کسی ایک کو متعین نہیں کیا جاسکتا۔

٤١٧٠ : حدّثنا يَسَرَةُ بْنُ صَفْوَانَ بْنِ جَمِيلٍ اللَّخْمِيُّ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ . دَعا النَّبِيُّ ﷺ فاطمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ في شَكْوَاهُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ ، فَسَارَّهَا بِشَيْءٍ فَبَكَتْ ، ثُمَّ دَعاهَا فَسَارَّهَا بِشَيْءٍ فَضَحِكَتْ ، فَسَأَلْنَاهَا عَنْ ذٰلِكَ ، فَقَالَتْ سَارَّنِي النَّبِيُّ ﷺ : أَنَّهُ يُقْبَضُ فِي وَجَعِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ ، فَبَكَيْتُ ، ثُمَّ سَارَّنِي فَأَخْبَرَنِي أَنِّي أَوَّلُ أَهْلِ بَيْتِهِ يَتْبَعُهُ ، فَضَحِكْتُ . [ر : ٣٤٢٦]

٤١٧٤/٤١٧١ : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ سَعْدٍ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ قالَتْ : كُنْتُ أَسْمَعُ أَنَّهُ : لَا يَمُوتُ نَبِيٌّ حَتَّى يُخَيَّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ ، فَسَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ في مَرَضِهِ الَّذِي ماتَ فِيهِ ، وَأَخَذَتْهُ بُحَّةٌ ، يَقُولُ : «﴿مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ﴾» . الآيَةَ ، فَظَنَنْتُ أَنَّهُ خُيِّرَ .

(٤١٧٢) : حدّثنا مُسْلِمٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ سَعْدٍ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ قالَتْ : لَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ ﷺ المَرَضَ الذي ماتَ فِيهِ ، جَعَلَ يَقُولُ : (في الرَّفِيقِ الأَعْلَى) .

(٤١٧٣) : حدّثنا أَبُو اليَمانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : أَنَّ عائِشَةَ قالَتْ : كانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ صَحِيحٌ يَقُولُ : (إِنَّهُ لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ قَطُّ حَتَّى يَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الجَنَّةِ ، ثُمَّ يُحَيَّا ، أَوْ يُخَيَّرَ) . فَلَمَّا اشْتَكَى وَحَضَرَهُ القَبْضُ ، وَرَأْسُهُ عَلَى فَخِذِ عائِشَةَ غُشِيَ عَلَيْهِ ، فَلَمَّا أَفاقَ شَخَصَ بَصَرُهُ نَحْوَ سَقْفِ البَيْتِ ثُمَّ قالَ : (اللَّهُمَّ في الرَّفِيقِ الأَعْلَى) . فَقُلْتُ : إِذًا لا يُجَاوِرُنَا ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ حَدِيثُهُ الَّذِي كانَ يُحَدِّثُنَا وَهُوَ صَحِيحٌ .

٤١٧٤ : حدّثنا مُحَمَّدٌ : حَدَّثَنَا عَفَّانُ ، عَنْ صَخْرِ بْنِ جُوَيْرِيَةَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ القَاسِمِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ : دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَأَنَا

(٦٠) فتح الباری: ٨/ ١٣٥

(٦١) عن انس بن مالک قال: کانت عامة وصية رسول الله صلى الله عليه وسلم حين حضرته الوفاة وهو يغرغر بنفسه: "الصلاة وما ملكت ايمانكم" (سنن ابن ماجة: ٢/ ٩٠٠ ـ كتاب الوصايا، باب هل اوصى رسول الله صلى الله عليه وسلم، رقم ٢٦٩٧)

مُسْنِدَتُهُ إِلَى صَدْرِي ، وَمَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سِوَاكٌ رَطْبٌ يَسْتَنُّ بِهِ ، فَأَبَدَّهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَصَرَهُ ، فَأَخَذْتُ السِّوَاكَ فَقَصِمْتُهُ ، وَنَفَضْتُهُ وَطَيَّبْتُهُ ، ثُمَّ دَفَعْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَاسْتَنَّ بِهِ ، فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ اسْتَنَّ اسْتِنَانًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ ، فَمَا عَدَا أَنْ فَرَغَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ رَفَعَ يَدَهُ أَوْ إِصْبَعَهُ ثُمَّ قَالَ : (فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى) . ثَلَاثًا ، ثُمَّ قَضَى ، وَكَانَتْ تَقُولُ : مَاتَ بَيْنَ حَاقِنَتِي وَذَاقِنَتِي .
[٤١٧٦ ، ٤١٩٤ ، ٤٣١٠ ، ٥٣٥٠ ، ٥٩٨٨ ، ٦١٤٤ ، وانظر : ٨٥٠]
[ر: ٨٥٠، وانظر: ٤١٧١]

٤١٧٥ : حدّثني حِبَّانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ : أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا اشْتَكَى نَفَثَ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ ، وَمَسَحَ عَنْهُ بِيَدِهِ ، فَلَمَّا اشْتَكَى وَجَعَهُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ ، طَفِقْتُ أَنْفِثُ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ الَّتِي كَانَ يَنْفِثُ ، وَأَمْسَحُ بِيَدِ النَّبِيِّ ﷺ عَنْهُ .
[٤٧٢٨ ، ٤٧٢٩ ، ٥٤٠٣ ، ٥٤١٦ ، ٥٤١٩ ، ٥٩٦٠]

٤١٧٦ : حدّثنا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُخْتَارٍ : حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ : أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ : أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ ﷺ ، وَأَصْغَتْ إِلَيْهِ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ ، وَهُوَ مُسْنِدٌ إِلَيَّ ظَهْرَهُ يَقُولُ : (اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَأَلْحِقْنِي بِالرَّفِيقِ الْأَعْلَى) .
[ر : ٤١٧١]

والحقنی بالرفیق۔ "رفیق" کی مختلف تشریحات کی گئی ہیں۔

❶ بعضوں نے کہا کہ "رفیق" سے مراد جنت ہے۔

❷ بعض حضرات نے کہا ملائکہ اس کا مصداق ہیں۔

❸ بعض نے انبیاء علیہم السلام کو اس کا مصداق قرار دیا۔

❹ کچھ لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں، جن کی طرف قرآن شریف کی اس آیت میں اشارہ کیا گیا۔ ﴿وحسن اولئک رفیقا﴾ (٦٢) رفیق کا اطلاق واحد پر بھی ہوتا ہے اور جماعت پر بھی۔

❺ بعض علماء نے کہا کہ اللہ تبارک وتعالی کے اسماء حسنی میں رفیق شامل ہے اس لیے اس سے اللہ تعالی کی ذات اقدس مراد ہے۔ (٦٣) واللہ اعلم۔

---

(٦٢) سورۃ النساء، ٦٩/ (٦٣) مذکورہ پانچوں معنی کے لیے دیکھیے، فتح الباری، ٨/ ١٣٧

٤١٧٧ : حدثنا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ هِلَالٍ الْوَزَّانِ ، عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قالَتْ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ في مَرَضِهِ الَّذِي لَمْ يَقُمْ مِنْهُ : (لَعَنَ اللهُ الْيَهُودَ ، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ) . قالَتْ عائِشَةُ : لَوْلَا ذٰلِكَ لَأُبْرِزَ قَبْرُه ، خَشِيَ أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا . [ر : ٤٢٥]

٤١٧٨ : حدثنا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قالَ : حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قالَ : حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قالَ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ : أَنَّ عائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قالَتْ : لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَاشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ ، اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي ، فَأَذِنَّ لَهُ ، فَخَرَجَ وَهُوَ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ فِي الْأَرْضِ ، بَيْنَ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَبَيْنَ رَجُلٍ آخَرَ . قالَ عُبَيْدُ اللهِ : فَأَخْبَرْتُ عَبْدَ اللهِ بِالَّذِي قالَتْ عائِشَةُ ، فَقَالَ لِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ : هَلْ تَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الْآخَرُ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عائِشَةُ ؟ قالَ : قُلْتُ : لَا ، قالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : هُوَ عَلِيُّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ .

وَكَانَتْ عائِشَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ ﷺ تُحَدِّثُ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَمَّا دَخَلَ بَيْتِي وَاشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ قالَ : (هَرِيقُوا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ ، لَمْ تُحْلَلْ أَوْكِيَتُهُنَّ ، لَعَلِّي أَعْهَدُ إِلَى النَّاسِ) . فَأَجْلَسْنَاهُ فِي مِخْضَبٍ لِحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ، ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُّ عَلَيْهِ مِنْ تِلْكَ الْقِرَبِ ، حَتَّى طَفِقَ يُشِيرُ إِلَيْنَا بِيَدِهِ : (أَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ) . قالَتْ : ثُمَّ خَرَجَ إِلَى النَّاسِ فَصَلَّى بِهِمْ وَخَطَبَهُمْ . [ر : ١٩٥]

٤١٧٩ : وَأَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ : أَنَّ عائِشَةَ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قالَا : لَمَّا نَزَلَ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ ، طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيصَةً لَهُ عَلَى وَجْهِهِ ، فَإِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ ، وَهُوَ كَذٰلِكَ يَقُولُ : (لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى ، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ) . يُحَذِّرُ ما صَنَعُوا . [ر : ٤٢٥]

٤١٨٠ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ : أَنَّ عائِشَةَ قالَتْ : لَقَدْ رَاجَعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي ذٰلِكَ ، وَمَا حَمَلَنِي عَلَى كَثْرَةِ مُرَاجَعَتِهِ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَقَعْ فِي قَلْبِي : أَنْ يُحِبَّ النَّاسُ بَعْدَهُ رَجُلًا قامَ مَقَامَهُ أَبَدًا ، وَلَا كُنْتُ أُرَى أَنَّهُ لَنْ يَقُومَ أَحَدٌ مَقَامَهُ إِلَّا تَشَاءَمَ النَّاسُ بِهِ ، فَأَرَدْتُ أَنْ يَعْدِلَ ذٰلِكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ أَبِي بَكْرٍ .

رَوَاهُ ٱبْنُ عُمَرَ وَأَبُو مُوسٰى وَٱبْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمْ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ
[ر : ١٩٥ ، ٦٤٦ ، ٦٥٠ ، ٦٥٥]

٤١٨١ : حدثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قالَ : حَدَّثَنِي ٱبْنُ الْهَادِ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ قالَتْ : ماتَ النَّبِيُّ ﷺ وَإِنَّهُ لَبَيْنَ حاقِنَتِي وَذَاقِنَتِي ، فَلَا أَكْرَهُ شِدَّةَ الْمَوْتِ لِأَحَدٍ أَبَدًا بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٨٥٠]

مات النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانہ لبین حاقنتی و ذاقنتی

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس حال میں کہ آپ میری ہنسلی اور ٹھوڑی کے درمیان تھے۔

حاقنۃ اس گڑھے کو کہتے ہیں جو حبل العنق اور ہنسلی کے درمیان ہوتا ہے اور "ذاقنۃ" سے مراد "ذقن" ہے یعنی ٹھوڑی، اور آگے ایک روایت میں ہے "بین سحری ونحری" سحر سے مراد سینہ ہے اور نحر سے مراد موضع النحر ہے یعنی حلق، مطلب یہ ہے کہ وفات کے وقت آپ میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

فلا اکرہ شدۃ الموت لاحد أبدا بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ انتقال کے وقت جو شدت میں نے آپ پر دیکھی اس کے بعد میں کسی کے لیے موت کی شدت کو ناپسند نہیں سمجھتی، مطلب یہ ہے کہ ہم پہلے یہ سمجھے ہوئے تھے کہ مرض کی شدت انسان کے اعمال کی وجہ سے ہوتی ہے لیکن جب آپ پر مرض کی شدت کا مشاہدہ کرلیا تو اب اگر کسی کو نزع کے وقت شدت میں مبتلا دیکھتی ہوں تو میں اس سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں کرتی ہوں۔

٤١٨٢ : حدثني إِسْحٰقُ : أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ قالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ ٱللهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ ، وَكانَ كَعْبُ بْنُ مالِكٍ أَحَدَ الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ تِيبَ عَلَيْهِمْ : أَنَّ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ فِي وَجَعِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ ، فَقَالَ النَّاسُ : يَا أَبَا الْحَسَنِ ، كَيْفَ أَصْبَحَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ؟ فَقَالَ : أَصْبَحَ بِحَمْدِ ٱللهِ بَارِئًا ، فَأَخَذَ بِيَدِهِ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهُ : أَنْتَ وَٱللهِ بَعْدَ ثَلَاثٍ عَبْدُ الْعَصَا ، وَإِنِّي وَٱللهِ لَأَرَى رَسُولَ ٱللهِ ﷺ سَوْفَ يُتَوَفَّى مِنْ وَجَعِهِ هٰذَا ، إِنِّي لَأَعْرِفُ وُجُوهَ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عِنْدَ الْمَوْتِ ، اذْهَبْ بِنَا إِلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ

فَلْنَسْأَلْهُ فِيمَنْ هٰذَا الْأَمْرُ ، إِنْ كَانَ فِينَا عَلِمْنَا ذٰلِكَ ، وَإِنْ كَانَ فِي غَيْرِنَا عَلِمْنَاهُ ، فَأَوْصَى بِنَا . فَقَالَ عَلِيٌّ : إِنَّا وَاللّٰهِ لَئِنْ سَأَلْنَاهَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَمَنَعَنَاهَا لَا يُعْطِينَاهَا النَّاسُ بَعْدَهُ ، وَإِنِّي وَاللّٰهِ لَا أَسْأَلُهَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ . [٥٩١١]

یہ پیر کے دن کا واقعہ ہے جس دن آپؐ کی وفات ہوئی ہے (۶۴) حضرت علیؓ صبح کے وقت باہر نکلے تو لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کیا، حضرت علیؓ نے کہا کہ الحمدللہ آج صبح آپؐ نے اچھی حالت میں کی، یعنی آج آپؐ کی صحت قدرے بہتر ہے۔

فاخذ بیدہ عباس بن عبدالمطلب، فقال له، انت واللّٰہ بعد ثلاث عبدالعصا

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا کہ (تم لوگوں کو یہ خبر دے رہے ہو کہ آپؐ کی صحت بہتر ہے حالانکہ) خدا کی قسم! تم تین دن کے بعد عصا (لاٹھی) کے غلام ہوگے یعنی جو امیر بن جائے گا تم اس کے تابعدار اور محکوم ہوگے، میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی مرض میں عنقریب وفات پاجائیں گے کیونکہ میں وجوہ بنی عبدالمطلب میں موت کی علامتیں پہچانتا ہوں، چلو، حضورؐ سے ہم پوچھ لیں کہ آپ کے بعد آپؐ کا نائب اور خلیفہ کون ہوگا؟ اگر ہمارے اندر ہو تو پتہ چل جائے گا اور اگر ہمارے علاوہ کوئی اور ہو تو بھی ہمیں پتہ چل جائے گا اور آپؐ ہمارے متعلق (اس خلیفہ کو) وصیت کردیں گے (کہ وہ ہمارے ساتھ خیر کا سلوک کرے)۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں ہرگز نہیں پوچھوں گا کیونکہ اگر ہم نے اس کے متعلق دریافت کرلیا اور آپؐ نے (ہم میں سے کسی کو خلیفہ بنانے سے) انکار کردیا تو پھر لوگ آپؐ کے بعد کبھی بھی ہمیں خلافت نہیں دیں گے۔

٤١٨٣ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ : حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ : حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ : حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ الْمُسْلِمِينَ بَيْنَا هُمْ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ ، وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي لَهُمْ ، لَمْ يَفْجَأْهُمْ إِلَّا وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ ، نَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ فِي صُفُوفِ الصَّلَاةِ ، ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ ، فَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ ، وَظَنَّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يُرِيدُ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ . فَقَالَ أَنَسٌ : وَهَمَّ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يَفْتَتِنُوا فِي صَلَاتِهِمْ ، فَرَحًا بِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ بِيَدِهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (أَنْ أَتِمُّوا

---

(۶۴) فتح الباری: ۸ / ۱۴۳

صَلَاتِكُمْ) . ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ ، وَأَرْخَى السِّتْرَ . [ر : ٦٤٨]

٤١٨٤/٤١٨٦ : حدثني مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ : حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ قالَ : أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ : أَنَّ أَبَا عَمْرٍو ، ذَكْوَانَ ، مَوْلَى عائِشَةَ أَخْبَرَهُ : أَنَّ عائِشَةَ كَانَتْ تَقُولُ : إِنَّ مِنْ نِعَمِ اللهِ عَلَيَّ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ تُوُفِّيَ فِي بَيْتِي ، وَفِي يَوْمِي ، وَبَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي ، وَأَنَّ اللهَ جَمَعَ بَيْنَ رِيقِي وَرِيقِهِ عِنْدَ مَوْتِهِ : دَخَلَ عَلَيَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ، وَبِيَدِهِ السِّوَاكُ ، وَأَنَا مُسْنِدَةٌ رَسُولَ اللهِ ﷺ ، فَرَأَيْتُهُ يَنْظُرُ إِلَيْهِ ، وَعَرَفْتُ أَنَّهُ يُحِبُّ السِّوَاكَ ، فَقُلْتُ : آخُذُهُ لَكَ ؟ فَأَشَارَ بِرَأْسِهِ : (أَنْ نَعَمْ) . فَتَنَاوَلْتُهُ ، فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ ، وَقُلْتُ : أُلَيِّنُهُ لَكَ ؟ فَأَشَارَ بِرَأْسِهِ : (أَنْ نَعَمْ) . فَلَيَّنْتُهُ ، فَأَمَرَّهُ ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ أَوْ عُلْبَةٌ – يَشُكُّ عُمَرُ – فِيهَا مَاءٌ ، فَجَعَلَ يُدْخِلُ يَدَيْهِ فِي الْمَاءِ فَيَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ ، يَقُولُ : (لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ ، إِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ) . ثُمَّ نَصَبَ يَدَهُ ، فَجَعَلَ يَقُولُ : (اللَّهُمَّ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى) . حَتَّى قُبِضَ وَمَالَتْ يَدُهُ .

ان من نعم اللہ علیّ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توفی فی بیتی وفی یومی

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میرے مکان میں اور میرے ہی نوبت کے دن میں ہوئی۔ حضرت عائشہؓ نے اس کی تصریح اس لیے فرمادی کہ سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہراتؓ سے اجازت لے کر بیماری کے ایام حضرت عائشہؓ کے ہاں گزارے تھے، اب اگر کسی اور کی باری میں وفات ہوجاتی تو ان کے دل میں یہ تمنا اور حسرت رہتی کہ آپؐ اگر عائشہؓ کے گھر منتقل نہ ہوتے تو میرے گھر آپؐ ہوتے اور میرے گھر میں آپؐ دفن ہوتے۔ حق تعالیٰ شانہ نے یہ کرم فرمایا کہ حضرت عائشہؓ ہی کی باری میں حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی یعنی بالفرض اگر آپ دوسری ازواج مطہرات سے اجازت لے کر حجرۂ عائشہؓ میں منتقل نہ بھی ہوتے تو بھی وفات بہرحال حضرت عائشہؓ کے ہاں ہوتی اور مدفن، حجرۂ عائشہؓ ہی بنتا کیونکہ ان کی نوبت کے دن تو آپؐ کو ان کے ہاں آنا ہی تھا۔

(٤١٨٥) : حدّثنا إِسْمَاعِيلُ قالَ : حَدَّثَنِي سُلَيْمانُ بْنُ بِلَالٍ : حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ : أَخْبَرَنِي أَبِي ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَسْأَلُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ ، يَقُولُ : (أَيْنَ أَنَا غَدًا ، أَيْنَ أَنَا غَدًا) . يُرِيدُ يَوْمَ عائِشَةَ ، فَأَذِنَ لَهُ أَزْوَاجُهُ يَكُونُ حَيْثُ شَاءَ ، فَكَانَ فِي بَيْتِ عائِشَةَ حَتَّى مَاتَ عِنْدَهَا ، قالَتْ عائِشَةُ : فَمَاتَ فِي الْيَوْمِ الَّذِي كَانَ يَدُورُ عَلَيَّ فِيهِ فِي بَيْتِي ، فَقَبَضَهُ اللهُ وَإِنَّ رَأْسَهُ لَبَيْنَ نَحْرِي وَسَحْرِي ، وَخَالَطَ رِيقُهُ رِيقِي . ثُمَّ قَالَتْ :

دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ ، وَمَعَهُ سِوَاكٌ يَسْتَنُّ بِهِ ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ، فَقُلْتُ لَهُ : أَعْطِنِي هٰذَا السِّوَاكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ، فَأَعْطَانِيهِ ، فَقَضِمْتُهُ ، ثُمَّ مَضَغْتُهُ ، فَأَعْطَيْتُهُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ فَاسْتَنَّ بِهِ ، وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَى صَدْرِي .

(٤١٨٦) : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قَالَتْ : تُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ فِي بَيْتِي وَفِي يَوْمِي ، وَبَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي ، وَكَانَتْ إِحْدَانَا تُعَوِّذُهُ بِدُعَاءٍ إِذَا مَرِضَ ، فَذَهَبْتُ أُعَوِّذُهُ ، فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ وَقَالَ : (فِي الرَّفِيقِ الأَعْلَى ، فِي الرَّفِيقِ الأَعْلَى) . وَمَرَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ ، وَفِي يَدِهِ جَرِيدَةٌ رَطْبَةٌ ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ ، فَظَنَنْتُ أَنَّ لَهُ بِهَا حَاجَةً ، فَأَخَذْتُهَا ، فَمَضَغْتُ رَأْسَهَا ، وَنَفَضْتُهَا ، فَدَفَعْتُهَا إِلَيْهِ ، فَاسْتَنَّ بِهَا كَأَحْسَنِ مَا كَانَ مُسْتَنًّا ، ثُمَّ نَاوَلَنِيهَا ، فَسَقَطَتْ يَدُهُ ، أَوْ : سَقَطَتْ مِنْ يَدِهِ ، فَجَمَعَ ٱللهُ بَيْنَ رِيقِي وَرِيقِهِ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنَ الدُّنْيَا وَأَوَّلِ يَوْمٍ مِنَ الآخِرَةِ .

[ر : ٨٥٠]

٤١٨٧ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ : أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ : أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ أَقْبَلَ عَلَى فَرَسٍ مِنْ مَسْكَنِهِ بِالسُّنْحِ ، حَتَّى نَزَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ ، فَلَمْ يُكَلِّمِ النَّاسَ حَتَّى دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ ، فَتَيَمَّمَ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ وَهُوَ مُغَشًّى بِثَوْبِ حِبَرَةٍ ، فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ أَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهُ وَبَكَى ، ثُمَّ قَالَ : بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي ، وَٱللهِ لَا يَجْمَعُ ٱللهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ ، أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا .

قَالَ الزُّهْرِيُّ : وَحَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ أَبَا بَكْرٍ خَرَجَ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُكَلِّمُ النَّاسَ ، فَقَالَ : اجْلِسْ يَا عُمَرُ ، فَأَبَى عُمَرُ أَنْ يَجْلِسَ ، فَأَقْبَلَ النَّاسُ إِلَيْهِ وَتَرَكُوا عُمَرَ ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : أَمَّا بَعْدُ ، فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا ﷺ فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ ، وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ ٱللهَ فَإِنَّ ٱللهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ . قَالَ ٱللهُ : «وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ – إِلَى قَوْلِهِ – الشَّاكِرِينَ» . وَقَالَ : وَٱللهِ لَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ ٱللهَ أَنْزَلَ هٰذِهِ الآيَةَ حَتَّى تَلَاهَا أَبُو بَكْرٍ ، فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ كُلُّهُمْ ، فَمَا أَسْمَعُ بَشَرًا مِنَ النَّاسِ إِلَّا يَتْلُوهَا .

فَأَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ : أَنَّ عُمَرَ قَالَ : وَٱللهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ تَلَاهَا فَعُقِرْتُ ،

حَتَّى ما تُقِلُّنِي رِجْلَايَ ، وَحَتَّى أَهْوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ حِينَ سَمِعْتُهُ تَلَاهَا ، عَلِمْتُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ مَاتَ . [ر : ١١٨٤]

٤١٨٨ : حدثني عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ مُوسَى ابْنِ أَبِي عَائِشَةَ ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَبَّلَ النَّبِيَّ ﷺ بَعْدَ مَوْتِهِ . [٥٣٨٢]

حدثنا یحیی بن بکیر....

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی تو حضرت صدیقؓ عوالی مدینہ "سنح" نامی مقام میں جہاں آپ کی دوسری بیوی رہتی تھیں وہاں گئے ہوئے تھے، مدینہ منورہ آنے تو آپ کی وفات ہوچکی تھی، صحابہ کرامؓ اضطراب اور بے چینی کے عالم میں سرگرداں تھے، آپؓ نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور سے چادر ہٹائی اور پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور پھر رو کر فرمانے لگے۔

بأبی انت و امی، والله لایجمع الله علیک موتتین

میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، بخدا! اللہ تعالی آپ پر دو موتیں جمع نہیں کریں گے۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے یہ جملہ اس لیے کہا کہ باہر حضرت عمرؓ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی، آپ تو اللہ تعالی سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے ہیں، آپ دوبارہ آئیں گے اور اس وقت تک وفات نہیں پائیں گے جب تک منافقین کو صفحۂ ہستی سے نہ مٹادیں۔ (٦٥)

حضرت صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کا رد کرتے ہوئے کہا کہ آپ وفات پاچکے ہیں، اب اگر آپ واپس آئیں تو گویا آپ پر دوبارہ موت آئے گی حالانکہ اللہ کو آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرنی ہیں اس لیے کہ آپ کی وفات ہوچکی ہے اور آپ کو دوبارہ نہیں آنا ہے۔

من کان منکم یعبد محمدا، فان محمدا ﷺ قدمات

حضرت صدیق اکبرؓ نے اس خطبہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیا "رسول اللہ" نہیں کہا اس لیے کہ مقصود وصف رسالت کو بیان کرنا نہیں ہے، بلکہ ذات محمدی کو بیان کرنا ہے، اور یہ بتلانا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان تھے، اللہ جل شانہ نے آپ کو شرف نبوت سے مشرف فرمایا تھا جیسے اور انسانوں اور انبیاء کی وفات ہوئی ہے ایسے ہی آپ کی بھی وفات ہوئی ہے۔ (٦٦)

واللہ ماھو الا ان سمعت ابابکر تلاھا، فعقرت حتی ماتقلنی رجلای وحتی اھویت الی

(٦٥) فتح الباری: ٨/ ١٤٦ (٦٦) لامع الدراری: ٨/ ٢١٣

الارض، حین سمعتہ تلاھا، علمت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدمات

"خدا کی قسم! جب میں نے حضرت ابوبکرؓ کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میں ہلاک ہوگیا یہاں تک کہ میرے پاؤں نے مجھے اٹھانا چھوڑ دیا اور میں زمین پر گر پڑا اور مجھے یقین ہوگیا کہ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی ہے۔"

یہ حضرت فاروق اعظمؓ فرما رہے ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہوش میں نہیں تھے اور مغلوب الحال ہوکر کہہ رہے تھے کہ جس نے کہا آپؐ کی وفات ہوگئی ہے میں اس کی گردن اڑادوں گا، جب حضرت صدیق اکبرؓ نے قرآن کی ﴿ ومامحمد الارسول، قدخلت من قبلہ الرسل ﴾ ﴿ وماجعلنا للبشر من قبلک الخلد ﴾ وغیرہ آیات سنائیں تو اس وقت انہیں یقین آیا کہ واقعی آپؐ کی وفات ہوگئی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب انہوں نے حضرت صدیقؓ سے یہ آیات سنیں تو کہا "ماشعرت انہا فی کتاب اللہ" یعنی اس سے قبل تو مجھے احساس ہی نہیں تھا کہ یہ آیات بھی کتاب اللہ میں ہیں۔ (٦٧)

فعُقِرت (عین کے ضمہ اور قاف کے کسرہ کے ساتھ) ای ھلکت، بعض روایات میں فعَقِرت (عین کے فتحہ اور قاف کے کسرہ کے ساتھ) ہے اس کے معنی متحیر اور حیران ہونے کے ہیں۔

حضرت عمرؓ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت صدیقؓ سے یہ آیات سن کر جب مجھے معلوم ہوا کہ واقعی آپؐ کا وصال ہوگیا ہے تو مجھ پر اتنا غم طاری ہوا کہ مجھ سے کھڑا نہیں ہوا جاتا تھا حتی کہ میں زمین پر گر پڑا۔

٤١٨٩ : حَدَّثَنَا عَلِيٌّ : حَدَّثَنَا يَحْيىٰ ، وَزَادَ : قَالَتْ عَائِشَةُ : لَدَدْنَاهُ فِي مَرَضِهِ ، فَجَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا : أَنْ لَا تَلُدُّونِي ، فَقُلْنَا : كَرَاهِيَةُ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ ، فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ : (أَلَمْ أَنْهَكُمْ أَنْ تَلُدُّونِي) . قُلْنَا : كَرَاهِيَةُ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ ، فَقَالَ : (لَا يَبْقَى أَحَدٌ فِي الْبَيْتِ إِلَّا لُدَّ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَّا الْعَبَّاسُ ، فَإِنَّهُ لَمْ يَشْهَدْكُمْ) .

رَوَاهُ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

[٥٣٨٢ ، ٦٤٩٢ ، ٦٥٠١]

لایبقی احد الالُدَّ، وانا انظر الاالعباس، فانہ لم یشھدکم

یہاں اشکال یہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیتے تھے، پھر یہاں زبردستی دوا پلانے والوں سے اجتہادی غلطی ہوئی تھی وہ یہ سمجھے تھے کہ آپؐ پر مرض ذات

(٦٧) فتح الباری: ٨/ ١٤٦

الجنب نے حملہ کیا ہے اور دوا پلانا ضروری ہے اور آپؐ کا انکار طبعی کراہت پر مبنی ہے جیسا کہ عام طور پر ہوا کرتا ہے تو پھر ان حضرات کے ساتھ عفو وکرم اور حلم وتحمل کا معاملہ کیوں نہیں کیا گیا؟

❶ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی، ایک حکایت میری نظر سے گزری اس کے بعد اس کی وجہ سمجھ میں آئی، حکایت بیان فرمائی کہ ایک اللہ والے بزرگ تھے، سب لوگ ان کا نہایت ہی احترام واکرام کیا کرتے تھے لیکن ایک نوجوان ان کے پاس آکر ان کی شان میں گستاخیاں کرتا تھا، یہ بزرگ ان کی تمام گستاخیاں برداشت کرتے تھے اور کوئی جواب نہیں دیتے تھے۔

ایک روز وہ آیا اور اس نے ان بزرگ کے منہ پر طمانچہ مار دیا، ہمیشہ کی عادت کے مطابق خیال یہی تھا کہ آج بھی وہ تحمل اور برداشت کریں گے لیکن وہ بزرگ فوراً بے قرار ہوکر لوگوں سے کہنے لگے کہ تم اسے طمانچہ مارو، مگر کسی کی جرأت نہیں ہوئی، نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اس نوجوان کا انتقال ہوگیا۔

ان بزرگ نے فرمایا جب یہ میرے ساتھ گستاخی کیا کرتا تھا تو اس وقت اللہ کا حلم اور اس کا تحمل اس سے درگزر کیا کرتا تھا لیکن جب آج اس نے حد سے تجاوز کیا اور میرے منہ پر طمانچہ مارا تو مجھے یہ کشف ہوا کہ اللہ کے غضب کو جوش آ گیا ہے اس لیے میں نے چاہا کہ ہم اللہ کے انتقام سے پہلے اس سے انتقام لے لیں تاکہ یہ اللہ کے انتقام سے بچ جائے، اگر ہم انتقام لے لیتے تو اللہ کی طرف سے اس کو معافی مل سکتی تھی، ہم نے انتقام میں اپنی طرف سے تاخیر کی تو اللہ تعالیٰ کے انتقام کی گرفت میں وہ آ گیا۔

شاہ صاحب اس قصے کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لدود سے اذیت پہنچی تھی اور ایذاء نبی موجب ہے انتقام اور اقتصاص کے لیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے انتقام کی گرفت سے ان کو بچانے کے لیے خود انتقام کا فیصلہ کیا۔ (۶۸)

❷ دوسری وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اصل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اللہ کا حکم ہے، جس شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو توڑا ہے اس نے اللہ کے حکم کو بھی توڑا ہے، اب جب ان لوگوں نے آپؐ کے حکم کی مخالفت کی تو تنہا آپؐ کے حکم کی مخالفت نہیں کی بلکہ اللہ کے حکم کی بھی مخالفت کی اس لیے آپؐ اپنی طرف سے معافی دے سکتے تھے لیکن اللہ کی طرف سے معافی دینے کا تو آپ کو اختیار نہیں تھا، اس لیے آپؐ نے بدلہ لیا تاکہ یہاں معاملہ سواءً بسواءٍ ہوجائے اور اللہ کے غضب سے یہ لوگ بچ جائیں۔ (۶۹)

---

(۶۸) دیکھیے، فیض الباری: ۴/ ۱۴۴

(۶۹) اخرج ابن جریر من طریق بکر بن الاسود عن الحسن قال: قال قوم علی عهد النبی ﷺ یا محمد، انا نحب ربنا، فانزل اللہ ﴿قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ و یغفر لکم ذنوبکم﴾ فجعل اتباع نبیه محمد صلی اللہ علیه وسلم علما لحبه، وعذاب من خالفه.
(انظر، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور: ۲/ ۱۶۔)

● حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ ؐ نے یہ حکم انتقاماً نہیں دیا تھا بلکہ تادیباً دیا تھا۔ اس سے آپ ؐ کا مقصود انتقام لینا نہیں تھا بلکہ ان کی تادیب مقصود تھی کہ کہیں وہ پھر ایسا نہ کریں۔ (٧٠)

● بعض حضرات نے کہا کہ یہ حکم ظرافت طبع کے طور پر دیا تھا۔ (٧١) واللہ اعلم۔

٤١٩٠ : حدّثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَخْبَرَنَا أَزْهَرُ : أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ قالَ : ذُكِرَ عِنْدَ عائِشَةَ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَوْصَى إِلَى عَلِيٍّ ، فَقَالَتْ : مَنْ قالَهُ ، لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَإِنِّي لَمُسْنِدَتُهُ إِلَى صَدْرِي ، فَدَعا بِالطَّسْتِ ، فَانْخَنَثَ ، فَمَاتَ ، فَمَا شَعَرْتُ ، فَكَيْفَ أَوْصَى إِلَى عَلِيٍّ ؟ [ر : ٢٥٩٠]

٤١٩١ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا مالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ ، عَنْ طَلْحَةَ قالَ : سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : أَوْصَى النَّبِيُّ ﷺ ؟ فَقَالَ : لَا ، فَقُلْتُ : كَيْفَ كُتِبَ عَلَى النَّاسِ الْوَصِيَّةُ ، أَوْ أُمِرُوا بِهَا ؟ قالَ : أَوْصَى بِكِتَابِ اللّٰهِ . [ر : ٢٥٨٩]

٤١٩٢ : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الحَارِثِ قَالَ : ما تَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ دِينَارًا ، وَلَا دِرْهَمًا ، وَلَا عَبْدًا ، وَلَا أَمَةً ، إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ الَّتِي كانَ يَرْكَبُهَا ، وَسِلَاحَهُ ، وَأَرْضًا جَعَلَهَا لِابْنِ السَّبِيلِ صَدَقَةً . [ر : ٢٥٨٨]

٤١٩٣ : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ ثَابِتٍ ، عَنْ أَنَسٍ قالَ : لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ ، فَقَالَتْ فاطِمَةُ : وَاكَرْبَ أَبَاهُ ، فَقَالَ لَهَا : (لَيْسَ عَلَى أَبِيكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ) . فَلَمَّا ماتَ قالَتْ : يَا أَبَتَاهُ ، أَجابَ رَبًّا دَعاهُ ، يَا أَبَتَاهُ ، مَنْ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاهُ ، يَا أَبَتَاهُ ، إِلَى جِبْرِيلَ نَنْعاهُ . فَلَمَّا دُفِنَ قالَتْ فاطِمَةُ : يَا أَنَسُ ، أَطَابَتْ أَنْفُسُكُمْ أَنْ تَحْثُوا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ التُّرَابَ .

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں۔

یاابتاہ، اجاب رباً دعاہ! یاابتاہ من جنۃ الفردوس ماواہ! یاابتاہ الی جبریل ننعاہ !

"اے میرے ابا جان! آپ نے اپنے رب کی دعوت کو قبول کرلیا، اے ابا جان! جن کا ٹھکانہ جنت الفردوس ہے، اے ابا جان! ہم جبریل کو آپ کی موت کی خبر دیتے ہیں۔"

پھر جب صحابہ ؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کردیا، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے

---

(٧٠) فتح الباری: ٨/ ١٤٧ (٧١) سیرۃ النبی: ٢/ ١١٣

حضرت انسؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

یاانس، اطابت انفسکم ان تحثوا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التراب

اے انس! کیا تمہیں یہ گوارا ہوا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالو۔ اس پُر درد اور اثر آفریں جملہ سے حضرت فاطمہؓ کے غم اور جذبات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مطلب ان کا یہ تھا کہ کس دل سے آپ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالی۔

باب : آخِرِ ما تَكَلَّمَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ .

٤١٩٤ : حدّثنا بِشْرُ بْنُ محمّدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱللهِ : قالَ يُونُسُ : قالَ الزُّهْرِيُّ : أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فِي رِجالٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ : أَنَّ عائِشَةَ قالَتْ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ وَهُوَ صَحِيحٌ : (إِنَّهُ لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ حَتَّى يَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الجَنَّةِ ، ثُمَّ يُخَيَّرَ). فَلَمَّا نَزَلَ بِهِ ، وَرَأْسُهُ عَلَى فَخِذِي ، غُشِيَ عَلَيْهِ ، ثُمَّ أَفاقَ فَأَشْخَصَ بَصَرَهُ إِلَى سَقْفِ الْبَيْتِ ، ثُمَّ قالَ : (اللَّهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلَى) . فَقُلْتُ : إِذًا لَا يَخْتَارُنَا ، وَعَرَفْتُ أَنَّهُ الحَدِيثُ الَّذِي كانَ يُحَدِّثُنَا وَهُوَ صَحِيحٌ ، قالَتْ : فَكانَتْ آخِرَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا : (اللَّهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلَى) . [ر : ٤١٧١]

بعض علماء نے نقل کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے تو آپ نے "اللہ اکبر" فرمایا تھا اور اب آپؐ کا انتقال ہورہا ہے تو آپؐ "اللھم فی الرفیق اعلی" فرمارہے ہیں، ابتدا میں بھی اللہ کو یاد کیا اور اس کی کبریائی بیان کی اور پھر زندگی بھر اس کی کبریائی کو بیان کرنا اپنا مشن بنایا اور اب جب جارہے ہیں تو اس وقت بھی اللہ کو یاد کررہے ہیں۔ (۷۲)

باب : وَفاةِ النَّبِيِّ ﷺ .

اشکال یہ ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی عنوان کا ایک باب "کتاب المناقب" میں قائم کیا ہے (۷۳) جہاں سے امام بخاری رحمہ اللہ نے سیرت نبویؐ کا آغاز کیا تھا۔ اور اب یہاں بھی یہ باب قائم کیا، بظاہر دونوں میں تکرار ہے، یہاں تو یہ باب مناسب ہے لیکن وہاں اس کا کوئی جوڑ سمجھ میں نہیں آتا۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا پیارا جواب دیا ہے اور وہ یہ کہ اصل میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وہاں ولادت کو بیان کرنا چاہتے ہیں لیکن چونکہ ولادت کے سلسلہ میں امام بخاری کی شرط کے مطابق کوئی

---

(۷۲) فیض الباری: ۴/ ۱۲۳ (۷۳) دیکھئے، صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب وفاة النبی ﷺ: ۱/ ۵۰۱

روایت نہیں تھی اس لیے وہاں انہوں نے "باب وفاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم" قائم کرکے روایت ذکر کی جس میں بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تریسٹھ سال کی عمر میں ہوئی ہے اور یہ سن ۱۱ھ تھا، اب سن ولادت معلوم کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ تاریخ وفات سے تریسٹھ سال پیچھے چلے جاؤ تو آپ کی ولادت کا سن معلوم ہو سکے گا۔ (۷۴)

٤١٩٥ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا شَيْبَانُ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَبِثَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِينَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ ، وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرًا . [٤٦٩٤]

یہاں کسر کو حذف کردیا گیا ورنہ قیام مکہ کی مدت تیرہ سال ہے، بعض حضرات نے کہا مکہ میں نبوت ملنے کے بعد تقریبًا تین سال کا عرصہ "فترة الوحی" کا رہا اس لیے تیرہ سال میں سے تین سال فترة الوحی کے شمار نہیں کئے گئے۔ (۷۵)

اس روایت میں صراحت نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کب ہوئی ہے البتہ یہ ہے کہ آپؐ مدینہ منورہ میں دس سال رہے جس سے یہ بات ازخود معلوم ہوتی ہے کہ ان دس سال کے بعد پھر آپؐ وفات پاگئے۔ اس مناسبت سے امام بخاریؒ نے یہ روایت یہاں ذکر فرمائی۔ (۷۶)

٤١٩٦ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ تُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ . قَالَ ابْنُ شِهَابٍ : وَأَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ مِثْلَهُ . [ر : ٣٣٤٣]

یہی مشہور اور راجح روایت ہے کہ وفات کے وقت آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔

بعض روایات میں ساٹھ سال آیا ہے لیکن ان میں کسر کو حذف کردیا گیا ہے۔

بعض روایات میں پینسٹھ سال کا بھی ذکر ہے لیکن ان میں راوی نے ولادت اور وفات کے سال کو مستقل شمار کیا اس لیے پینسٹھ سال کہا۔ (۷۷) واللہ اعلم۔

باب

٤١٩٧ : حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ : تُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ وَدِرْعُهُ مَرْهُونَةٌ عِنْدَ يَهُودِيٍّ بِثَلَاثِينَ . يَعْنِي صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ . [ر : ١٩٦٢]

(۷۴) دیکھیے، الابواب والتراجم لصحیح البخاری، ۲۲۰ (۷۵) دیکھیے، فیض الباری: ۴/ ۱۳۵ (۷۶) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۷۵ (۷۷) فتح الباری: ۸/ ۱۵۱

اس باب کا تعلق بھی وفات سے ہے، باب سابق سے بمنزلہ فصل کے ہے۔

روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپؐ کی وفات ہوئی تو آپ کی زرہ ایک یہودی کے یہاں تیس صاع کے عوض میں رہن رکھی ہوئی تھی۔ اس یہودی کو "ابوالشحم" کہتے تھے (۷۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل وعیال کے لیے اس سے تیس جَو کے صاع لیے تھے اور اپنی زرہ اس کے پاس گروی رکھ دی تھی۔ ایک سال تک اس کے پاس رہی، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس یہودی کا قرض ادا کرکے وہ زرہ واپس لی۔ (۷۹)

یہ شان ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا سے بے رغبتی کی کہ آپؐ نے اپنے لیے اموال تو کیا جمع کیے ہوتے آپ کی زرہ تک جو آپ کے لیے انتہائی ضروری تھی وہ بھی وفات کے وقت ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی!

باب : بَعْثُ النَّبِيِّ ﷺ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ .

٤١٩٨/٤١٩٩ : حدثنا أَبُو عاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ ، عَنِ الْفُضَيْلِ بْنِ سُلَيْمَانَ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنْ أَبِيهِ : اسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ ﷺ أُسَامَةَ ، فَقَالُوا فِيهِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (قَدْ بَلَغَنِي أَنَّكُمْ قُلْتُمْ فِي أُسَامَةَ ، وَإِنَّهُ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ) .

(٤١٩٩) : حدثنا إِسْمَاعِيلُ : حَدَّثَنَا مَالِكٌ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَ بَعْثًا ، وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ ، فَطَعَنَ النَّاسُ فِي إِمَارَتِهِ ، فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : (إِنْ تَطْعَنُوا فِي إِمَارَتِهِ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُونَ فِي إِمَارَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلُ ، وَايْمُ اللّٰهِ إِنْ كَانَ لَخَلِيقًا لِلْإِمَارَةِ ، وَإِنْ كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ ، وَإِنَّ هٰذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ) . [ر : ٣٥٢٤]

امام بخاریؒ نے اس واقعہ کو یہاں ذکر کیا اگرچہ حضرت اسامہ بن زید کی سرکردگی میں جو لشکر آپؐ نے مرض الوفات سے پہلے روانہ ہونے کے لیے مقرر فرمایا تھا تاہم یہ لشکر ابھی تیاری ہی میں تھا کہ آپؐ کے مرض الوفات کا سلسلہ شروع ہوگیا اور یہ روانہ نہ ہوسکا، پھر آپؐ کی وفات کا حادثہ جانکاہ پیش آیا، اس کی روانگی موقوف رہی، وصال کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے پھر اس کو روانہ کیا اس لیے امام بخاریؒ نے یہ ترجمہ "باب وفاۃ النبی ﷺ" کے بعد قائم کیا۔

(۷۸) عمدۃ القاری: ۱۳/۶۸۔ کتاب الرھن (۷۹) فتح الباری: ۵/۱۴۳۔ کتاب الرھن/باب من رھن درعہ

باب

۴۲۰۰ : حدّثنا أَصْبَغُ قالَ : أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قالَ : أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ ، عَنِ ابْنِ أَبِي حَبِيبٍ ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ ، عَنِ الصُّنَابِحِيِّ أَنَّهُ قالَ لَهُ : مَتَى هَاجَرْتَ ؟ قالَ : خَرَجْنَا مِنَ الْيَمَنِ مُهَاجِرِينَ ، فَقَدِمْنَا الْجُحْفَةَ ، فَأَقْبَلَ رَاكِبٌ فَقُلْتُ لَهُ : الْخَبَرَ ؟ فَقَالَ : دَفَنَّا النَّبِيَّ ﷺ مُنْذُ خَمْسٍ ، قُلْتُ : هَلْ سَمِعْتَ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ شَيْئًا ؟ قالَ : نَعَمْ ، أَخْبَرَنِي بِلَالٌ مُؤَذِّنُ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّهُ فِي السَّبْعِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ .

صنابحی تابعی ہیں، ان کا نام عبدالرحمن بن عسیلہ ہے،(۸۰) ان کی حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "باب وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کے بعد ذکر کی ہے کیونکہ یہ واقعہ آپ کی وفات کے بعد پیش آیا ہے۔

باب : كَمْ غَزَا النَّبِيُّ ﷺ .

۴۲۰۱ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قالَ : سَأَلْتُ زَيْدَ ابْنَ أَرْقَمَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : كَمْ غَزَوْتَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ ؟ قالَ : سَبْعَ عَشْرَةَ ، قُلْتُ : كَمْ غَزَا النَّبِيُّ ﷺ ؟ قالَ : تِسْعَ عَشْرَةَ . [ر : ۳۷۳۳]

۴۲۰۲ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ : حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ خَمْسَ عَشْرَةَ .

۴۲۰۳ : حدّثني أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلِ بْنِ هِلَالٍ : حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ ، عَنْ كَهْمَسٍ ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : غَزَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ سِتَّ عَشْرَةَ غَزْوَةً .

---

(۸۰) علامہ عینی نے ان کا نام "عبداللہ بن عسیلہ" لکھا ہے (عمدۃ القاری: ۱۸ / ۷۸) لیکن یہ ان سے تسامح ہوا ہے، ان کا نام عبدالرحمن اور ان کی کنیت "ابوعبداللہ" ہے، دراصل صنابحی تین ہیں ایک صنابح بن الاعسر احمسی، یہ بالاتفاق صحابی ہیں، دوسرے عبداللہ صنابحی ہیں، ان کے صحابی ہونے نہ ہونے میں شبہ ہے، تیسرے عبدالرحمن بن عسیلہ صنابحی ہیں، یہ تابعی ہیں، عام طور پر ان تینوں میں اشتباہ ہوجاتا ہے۔ عرب کے مشہور محقق شعیب ارنووط نے ان تینوں پر "الطریقة الواضحة فی تبیین الصنابحة" کے نام سے مستقل رسالہ لکھا ہے، عبدالرحمن بن عسیلہ صنابحی کے حالات کے لیے دیکھیے، تہذیب الکمال: ۱۷ / ۲۸۲۔ ۲۸۴۔ وسیر اعلام النبلاء: ۳ / ۵۰۵۔ ۵۰۷ وطبقات ابن سعد: ۷ / ۴۴۳۔ والجرح والتعدیل: ۵ / ۲۹۲

باب کم غزا النبی صلی اللہ علیہ وسلم؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے غزوات کئے؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ خلاصہ کے طور پر کتاب المغازی کے اختتام پر غزوات نبیؐ کی تعداد بیان فرما رہے ہیں، کتاب المغازی کے شروع میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

حدثنی احمد بن الحسن قال: حدثنا احمد بن محمد بن حنبل

یہ "احمد بن الحسن" ترمذ کے ہیں اور "ترمذی کبیر" سے مشہور ہے۔ (۸۱)

یہ روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "احمد بن الحسن" کے واسطہ سے امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کی ہے۔ امام مسلمؒ نے یہ روایت بلاواسطہ براہ راست امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کی ہے۔ (۸۲)

فائدہ

کل چار روایتیں ایسی ہیں جن میں امام مسلمؒ کو امام بخاریؒ کے مقابلہ میں فوقیت حاصل ہے کہ امام مسلمؒ ان کو بلاواسطہ نقل کرتے ہیں اور امام بخاریؒ واسطہ کے ساتھ اور دوسو سے زائد روایتیں ایسی ہیں جن میں امام مسلم پر امام بخاریؒ فوقیت لے گئے ہیں، امام بخاری بلاواسطہ نقل کرتے ہیں اور امام مسلمؒ بخاریؒ کے اس شیخ سے ایک واسطہ کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ (۸۳)

فائدہ

یہ روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے احمد بن الحسن کے واسطہ سے نقل کی ہے، کتاب النکاح میں امام بخاریؒ نے امام احمد بن حنبل سے ایک روایت بلاواسطہ نقل کی ہے (۸۴) اور کتاب اللباس میں امام احمد بن حنبل کے قول سے ایک استشہاد نقل کیا ہے، (۸۵) امام بخاریؒ نے اگرچہ امام احمد بن حنبل کا زمانہ پایا اور ان سے ملاقات کی ہے لیکن صحیح بخاری میں ان کا ذکر صرف ان تین مقامات

---

(۸۱) حالات کے لیے دیکھیے، سیر اعلام النبلاء: ۱۲ / ۱۵۶۔ ۱۵۷

(۸۲) صحیح مسلم، کتاب الحج، کتاب الجہاد و السیر، باب عدد غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم الحدیث ۴۶۶۰

(۸۳) فتح الباری: ۸ / ۱۵۳۔ وعمدۃ القاری: ۱۸ / ۷۹

(۸۴) دیکھیے، صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب ما یحل من النساء و ما یحرم: ۲/ ۷۶۵۔

(۸۵) دیکھیے، صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب ھل یجعل نقش الخاتم ثلاثۃ اسطر: ۲/ ۸۷۳۔

پر ہے۔ (۸۶)

وهذا آخر ما اردنا ایراده من شرح احادیث کتاب المغازی من صحیح الامام ابی عبدالله البخاری رحمه الله تعالی للشیخ، المحدث الجلیل سلیم الله خان حفظه الله ورعاه ومتعنا الله بطول حیاته.... وقد وقع الفراغ من تسویده واعادة النظر فیه، ثم تصحیح ملازم الطبع بیوم الخمیس ۱۰/من شعبان ۱۴۱۵ھ الموافق ۱۲/من ینایر ۱۹۹۵م والحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات، وصلی الله علی النبی الامی وآله وصحبه وتابعیهم وسلم علیه وعلیهم مادامت الارض والسماوات۔ رتّبه، وراجع نصوصه وعلّق علیه ابن الحسن العباسی عضو قسم التحقیق والتصنیف والاستاذ بالجامعة الفاروقیة وفقه الله تعالی لاتمام باقی الکتب کمایحبه ویرضاه، وهو علی کل شئ قدیر۔ ولاحول ولاقوة الابالله العلی العظیم۔ ویلیه ان شاء الله شرح کتاب التفسیر



(۸۶) علامہ زاہد الکوثری نے علامہ حازمی کی مشہور کتاب "شروط الائمة" کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں امام احمد کی صرف دو روایتیں نقل کی ہیں جن میں ایک بالواسطہ ہے اور ایک تعلیقاً ہے (دیکھیے مقدمۂ لامع الدراری: ۵۱) لیکن صحیح بات یہ ہے کہ امام بخاری نے دوسری روایت جو کتاب النکاح میں ہے تعلیقاً ذکر نہیں کی ہے بلکہ "وقال لنا احمد بن حنبل...." کے الفاظ کے ساتھ بلاواسطہ نقل کی ہے۔

غزوات مختصر

مرتب کے قلم سے

غزوۂ بدر

شام سے لوٹنے والے قریش کے کاروانِ تجارت کے تعاقب میں اتوار ۱۲ رمضان ۲ھ کو ۳۱۳ / ۳۱۴ / یا ۳۱۵ صحابہؓ ساتھ لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے۔ لشکر میں صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔ مدینہ منورہ سے ایک میل کے فاصلے پر واقع بئر ابی عنبہ پہنچ کر آپؐ نے لشکر کا جائزہ لیا۔ کمسنوں کو واپس کیا۔ مقام صفرا پہنچ کر معلوم ہوا کہ قافلۂ تجارت کی حفاظت کے لیے مکہ سے قریش کا لشکر روانہ ہو کر بدر کے قریب پہنچ گیا ہے۔ ہوا یہ کہ قافلۂ تجارت کے سردار ابوسفیان کو جب معلوم ہوا کہ اصحاب محمد تعاقب میں نکلے ہیں تو ضمضم غفاری کو اجرت دے کر قریش کو اطلاع دینے کے لیے روانہ کیا اور خود ابوسفیان نے راستہ تبدیل کرکے ساحل بحر کا راستہ اختیار کیا۔ اطلاع پاتے ہی ابوجہل کی سرکردگی میں جنگجو نوجوانوں، مانے ہوئے شہسواروں کی ایک ہزار کی جمعیت سو گھوڑوں، سات سو اونٹوں اور ناچنے والی عورتوں کی رونق کے ساتھ روانہ ہوئی۔ کاروانِ تجارت بچ نکلا تو ابوسفیان نے لشکر قریش کو پیغام بھیجا کہ قافلہ بحفاظت نکل آیا ہے، تم واپس ہو جاؤ۔ بنو زہرہ واپس ہو گئے، لیکن ابوجہل نہ مانا۔ کہنے لگا، بدر میں تین دن جشن منا کر واپس ہوں گے۔

۱۷ رمضان ۲ھ جمعہ کی صبح کو میدان بدر میں کفر و اسلام کی صفیں آمنے سامنے تھیں۔ انفرادی مقابلہ شروع ہوا۔ قریش سے عتبہ، شیبہ اور ولید نکلے۔ لشکر اسلام سے حضرت حمزہؓ، علیؓ اور عبیدہ بن الحارثؓ آئے اور انہوں نے تینوں کافروں کا کام تمام کیا۔ عتبہ کے وار سے حضرت عبیدہؓ کی ٹانگ کٹ گئی تھی، کچھ دیر بعد انہوں نے شہادت پائی۔ پھر عام حملہ شروع ہوا۔ مٹھی بھر توحید کے پاسبانوں نے ایمان و عزیمت اور بہادری و شجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ میدان بدر آج بھی ان کی عظمت اور نصرت خداوندی کا نشان ہے .... قریش کے ستر آدمی مارے گئے، ستر قید کئے گئے۔ ۱۴ مسلمان شہادت کی دولت سے سرفراز ہوئے۔ اسیران جنگ کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔ مدینہ منورہ روانگی سے قبل فتح کی خوشخبری سنانے کے لیے قاصد روانہ کئے گئے .... مسلمانوں کے دل شکر کے جذبات سے معمور اور زبان حمد و ثنا کے ترنے سے مخمور تھی۔

غزوۂ احد

جنگ بدر کے انتقام کی آگ کفار قریش کے سینوں میں بھڑک رہی تھی۔ عمائدین قریش دار الندوہ میں جمع ہوئے اور شام سے لوٹنے والے قافلۂ تجارت کے تمام منافع کو مسلمانوں کے خلاف جنگ میں صرف کرنے کا فیصلہ کیا۔ آس پاس کے قبائل کو بھی جنگ میں شرکت پر آمادہ کیا.... تین ہزار کا لشکر ۵ شوال ۳ھ کو مکہ سے روانہ ہوا جن میں سات سو زرہ پوش، تین ہزار اونٹ اور دو سو گھوڑے تھے۔ اشراف قریش کی پندرہ خواتین بھی ساتھ ہوئیں.... حضرت عباسؓ نے مکہ سے حضور اکرمؐ کو لشکر قریش کی اطلاع کردی۔ آپؐ نے حضرت انسؓ اور حضرت مونسؓ کو صورتحال معلوم کرنے بھیجا۔ انہوں نے آکر بتایا کہ لشکر قریب آگیا ہے.... حضور اکرمؐ نے حسب معمول صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ بعض صحابہؓ

اور عبداللہ بن ابی منافق نے کہا مدینہ منورہ میں رہ کر دفاعی جنگ لڑنی چاہیئے۔ آپ کا اپنا منشا بھی یہی تھا، لیکن دوسرے بہت سے صحابہؓ کی رائے بلکہ اصرار تھا کہ مدینہ سے نکل کر مقابلہ کرنا چاہئے۔ اس لیے ۱۱ شوال ۳ھ بروز جمعہ بعد نماز عصر آپؐ ایک ہزار افراد پر مشتمل جمعیت لے کر احد کی طرف روانہ ہوئے۔ مقام شیخین میں رات قیام فرمایا۔ کم سن صحابہؓ کو واپس کیا۔ ہفتہ کی صبح جب آپؐ احد کی طرف روانہ ہوئے تو عبداللہ بن ابی یہ بہانہ بناتا ہوا اپنے تین سو آدمیوں کو لے کر لشکر اسلام سے واپس ہوا کہ اس کا مشورہ نہیں مانا گیا۔ اب اسلامی لشکر میں سات سو صحابہ تھے، جن میں سو زرہ پوش تھے۔ لشکر میں صرف دو گھوڑے تھے۔ احد کو پشت پر رکھ کر صف آرائی کی گئی۔ پچاس تیراندازوں کا ایک دستہ عبداللہ بن جبیرؓ کی زیر امارت احد کی ایک گھاٹی پر ممکنہ حملے سے بچاؤ کے لیے اس تاکید کے ساتھ متعین کیا گیا کہ فتح وشکست کسی صورت میں اپنی جگہ سے نہ ہٹے.... انفرادی مقابلے میں کفار کو مکمل شکست ہونے کے بعد عام جنگ شروع ہوئی، حضرت حمزہؓ، علیؓ اور ابودجانہؓ دشمن پر اس طرح ٹوٹے کہ صفیں کی صفیں صاف کردیں۔ کفار کے قدم اکھڑے تو گھاٹیوں کی طرف بھاگے۔ مسلمان غنیمت جمع کرنے لگے۔ احد کی گھاٹی پر متعین تیرانداز دستہ بھی غنیمت کے لیے بڑھا۔ امیر نے روکا تو کہا کہ مطلع صاف ہے اور فیصلہ ہوچکا ہے، یہاں رہنے کی اب کیا ضرورت؟ صرف دس ساتھی حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کے ساتھ رہ گئے، خالد بن ولید نے گھاٹی خالی دیکھ کر چار سو افراد کے ساتھ اس طرف سے پیش قدمی کی۔ وہاں موجود گیارہ صحابہؓ کو شہید کرکے پشت سے مسلمانوں پر حملہ کردیا، اس ناگہاں حملے سے صورتحال بدلی۔ آگے سے پسپائی اختیار کرنے والا کفار کا لشکر بھی لوٹا۔ اسلامی لشکر اب دونوں طرف سے نرغے میں تھا۔ جنگ کے تاریک بادلوں میں اپنے پرائے کا امتیاز ختم ہوچکا تھا، بے خبری میں مسلمان کی تلوار مسلمان کے خون سے بھی رنگین ہوئی۔ کافروں نے سرکار دوعالمؐ کی شہادت کی بے پر کی اڑائی تو توحید کے پاسبانوں کے دل بیٹھ بیٹھ گئے۔ کئی نے ہتھیار پھینک دیئے، کچھ میدان چھوڑ گئے۔ چند بے جگری سے کفار پر یہ کہہ کر ٹوٹے کہ آپؐ کے بعد زندگی کا کیا لطف؟ افراتفری اور ہول کے اس عالم میں بھی کچھ جانباز رسالتمآبؐ کے ساتھ تھے جو پلٹتے، جھپٹتے، جھپٹ کر پلٹتے۔ حضرت ابودجانہؓ، علیؓ، طلحہؓ، ابوطلحہؓ، سعد بن ابی وقاصؓ ان ہی جانبازوں میں تھے۔ کفار کے حملوں سے سرور دوعالمؐ کا ایک دانت شہید ہوا، لب مبارک زخمی ہوئے، رخ مبارک میں خود کے حلقے گھس گئے اور پیشانی مبارک خون آلود ہوئی.... ستر کے قریب مسلمان شہید ہوئے اور کفار کے ۲۳ آدمی مارے گئے۔

اس پر تو روایات متفق ہیں کہ غزوۂ احد ۳ھ ماہ شوال بروز پیر پیش آیا البتہ تاریخ وقوع میں اختلاف ہے ۷، ۸، ۹، ۱۱ اور ۱۵ کی روایات ہیں۔

غزوۂ خندق و بنی قریظہ

سازش یہودیوں کی تاریخ کا سیاہ باب ہے۔ یہود بنی نضیر مدینہ سے نکالے گئے تو خیبر پہنچ کر اسلام کے خلاف سازشی جال کے تانے بانے بننے لگے۔ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تو استیصالِ اسلام کے لیے ان کی رگوں میں تازہ خونِ سازش دوڑنے لگا، قریش سے کہا۔ یہی وقت ہے کہ اسلام کا خاتمہ کردیا جائے۔ قریش اور کیا چاہتے تھے، آمادہ ہوگئے۔ اردگرد کے قبائل میں بنواسد، بنوغطفان اور بنوسعد بھی تیار ہوگئے۔ دس ہزار کا لشکر شجر اسلام کی جڑ کاٹنے کے ارادے سے مدینہ کی طرف بڑھا۔ قریش کی تعداد چار ہزار تھی، ان کے پاس تین سو گھوڑے اور پندرہ سو اونٹ تھے۔ آنحضرتؐ کو اطلاع ملی، صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے فارس کے دفاعی جنگ کا طریقہ بتایا کہ مدینے کی جس جانب سے حملے کا خطرہ ہے اس جانب خندق کھودی جائے۔ یہ شام کی جانب کا حصہ تھا۔ سرور دوعالمؐ نے خود خندق کے حدود متعین فرمائے۔ خندق کی گہرائی تقریباً ساڑھے پانچ گز اور لمبائی ساڑھے تین میل رکھی گئی، دس دس افراد کی جماعتیں بناکر دس دس گز زمین ہر آدمی کے ذمے لگائی گئی۔ یہ قحط کا زمانہ تھا۔ سردی کے دن تھے، جاڑے کی ٹھٹھری ہوئی راتیں تھیں، ٹھنڈی ہواؤں کے جھکڑ چل رہے تھے۔ پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے حلقہ یاراں میں بریشم کی طرح نرم تین ہزار سعادتمندوں کا کارواں رزمِ حق وباطل کے لیے خندق کھودتا جاتا۔ جو جماعت اپنا حصہ مکمل کرلیتی دوسروں کے ساتھ شریک ہوجاتی۔ ایک جذبہ ایمانی تھا، ایک جوش اسلامی تھا، جس نے راہ جہاد میں فانی دنیا کی ہر مشقت کو ان کے لیے

غبار راہ منزل بنا دیا تھا۔ پیٹھ پر مٹی لادو لادو پھینکتے اور سب مل کر نغمہ زن ہوتے....

نحن الذین بایعوا محمدا
علی الجهاد مابقینا ابدا

سرور دوعالم ﷺ پھاوڑا لے کر خندق میں آرہے ہیں، خندق سے خود مٹی اٹھا رہے ہیں، شکم مبارک پر غبار اٹ گیا ہے اور زبان پر حمد وشکر کا ترانہ ہے....

واللہ لولا اللہ ما اہتدینا
ولا تصدقنا ولا صلینا
فانزلن سکینة علینا
وثبت الاقدام ان لاقینا

چھ دن میں خندق کی تکمیل کرکے کوہ سلع کے قریب قافلۂ اسلام صف آراء ہوا۔ لشکر کفار دندناتے ہوئے پہنچا تو خندق نے استقبال کیا۔ یہ استقبال ان کے لیے نیا بھی تھا اور پریشان کن بھی! خندق عبور کرتے تو کیسے؟.... طرفین سے تیراندازی شروع ہوئی.... بیس دن یا ایک ماہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اللہ کی نصرت یوں آئی کہ بنو غطفان کے سردار نعیم بن مسعود اسلام لے آئے اور ایسی تدبیر کی جس سے کفار کے لشکر میں پھوٹ پڑگئی۔ ادھر اس زور کی ہوا چلی کہ کفار کے خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں، چولہوں سے دیگچیاں الٹ گئیں، سامان بکھر گئے۔ جس سے بدحواس ہوکر صبح کی پو پھٹنے سے پہلے ہی کفار کا لشکر واپس مکہ روانہ ہوگیا۔ یہ ۲۳ ذی قعدہ سن ۵ ھ چہار شنبہ کا واقعہ ہے۔ اس غزوہ میں چھ مسلمان شہید ہوئے، تین یا آٹھ کافر مارے گئے.... چونکہ یہودی قریظہ نے غزوۂ خندق میں کفار کا ساتھ دے کر مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کی صریح خلاف ورزی کی، اس لیے مسلمانوں نے غزوۂ خندق سے فارغ ہوکر مدینہ پہنچ کر ابھی ہتھیار رکھے ہی تھے کہ جبریل امین نے آکر آپ ﷺ سے تعجب کیا، ہتھیار اتار دیئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں" فرمانے لگے، فرشتوں نے ابھی ہتھیار نہیں کھولے، بنوقریظہ کی طرف جانا ہے....

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ نماز عصر قریظہ میں پڑھنی ہے۔ تین ہزار کے لشکر نے قریظہ کا محاصرہ کیا، لشکر میں ۳۶ گھوڑے تھے۔ ۲۵ دن محاصرہ جاری رہنے کے بعد حضرت سعد بن معاذؓ کے فیصلے پر راضی ہوکر بنوقریظہ قلعوں سے اتر آئے۔ حضرت سعدؓ کا فیصلہ تھا، ان کے تمام مرد قتل کئے جائیں، عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا جائے اور ان کا مال مسلمانوں میں تقسیم ہو۔ اس طرح چار سو یہودیوں کا سر قلم کیا گیا۔

غزوۂ ذات الرقاع

یہ غزوہ ابن اسحاق کے بیان کے مطابق جمادی الاولیٰ ۴ ھ میں، ابن سعد کے نزدیک ۵ ھ میں اور امام بخاری کے نزدیک خیبر کے بعد سن ۷ ھ میں پیش آیا ہے کیونکہ اس غزوے میں حضرت ابوموسیٰ اور حضرت ابوہریرہؓ شریک تھے اور یہ دونوں خیبر کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں۔ رسالتمآب ﷺ کو اطلاع ملی کہ غطفان کے دو قبیلے محارب وثعلبہ مسلمانوں کے خلاف منظم ہورہے ہیں اس لیے آپ چار سو/ سات سو/ یا آٹھ سو صحابہ کو ساتھ لے کر پیش قدمی کرکے ان کی طرف بڑھے۔ آمنا سامنا ہوا، لیکن جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ دشمن کا خطرہ تھا اس لیے صلاۃ الخوف ادا کی گئی۔

غزوۂ بنی المصطلق

بعض نے ۴ھ میں، ابن سعد نے دو شعبان، ۵ھ میں اور ابن اسحاق نے ۶ھ میں اس کا وقوع لکھا ہے، حافظ ابن حجرؒ نے ۵ھ کا قول راجح قرار دیا ہے۔ بنو المصطلق کے رئیس حارث بن ابی ضرار نے مسلمانوں پر حملے کی تیاریاں شروع کیں۔ آپؐ کو اطلاع ملی، حضرت بریدہ بن حصیبؓ کو تحقیق حال کے لیے بھیجا۔ بریدہ نے آکر تصدیق کی۔ حضرت زید بن حارثہؓ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام بناکر دو شعبان کو آپ مریسیع کی طرف روانہ ہوئے۔ سات سو صحابہ تھے۔ لشکر میں تیس گھوڑے تھے۔ ام المؤمنین عائشہؓ اور ام سلمہؓ ساتھ ہوئیں۔ دشمن اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے کہ ناگہاں ان پر حملہ کیا۔ شکست کھاکر ان کے دس آدمی مارے گئے، دو سو گھرانے قید ہوئے، دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں غنیمت میں آئیں۔ بعد میں چونکہ بنی المصطلق کے رئیس حارث کی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت جویریہؓ سرور دوعالمؐ کے عقد نکاح میں آئیں اس لیے سب کو آزاد کردیا گیا، اس سفر سے واپسی میں واقعۂ افک پیش آیا۔

غزوۂ حدیبیہ

یکم ذی قعدہ، بروز پیر ۶ھ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کی نیت سے مکہ روانہ ہوئے، اس سفر میں صحابہ کی تعداد مختلف روایات میں ۱۳ سو / ۱۴ سو / ۱۵ سو اور ۱۸ سو آئی ہے، مشہور چودہ سو ہے۔ لشکر اسلام نے ذوالحلیفہ سے عمرے کا احرام باندھا اور بشر بن سفیان کو جاسوس بناکر آگے بھیجا۔ عسفان کے قریب غدیر اشطاط پر اسلامی لشکر پہنچا تو بشر نے آکر اطلاع دی کہ قریش اور اس کے حلیفوں کے آٹھ ہزار افراد مغربی جانب "بلدح" میں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں۔ دو سو سواروں کے ساتھ خالد بن ولید "کراع الغمیم" کی گذرگاہ پر حملے کے لیے تاک میں ہیں۔ حضورؐ نے راستہ تبدیل کرکے حدیبیہ میں جاکر قیام کیا، خالد بن ولید نے محسوس کیا کہ مسلمان راستہ تبدیل کر گئے ہیں تو قریش کو نئی صورتحال سے آگاہ کیا۔ حدیبیہ سے حضرت عثمانؓ کو آپؐ نے قریش سے بات چیت کے لیے مکہ بھیجا۔ افواہ پھیلی کہ حضرت عثمانؓ اور ان کے ساتھ گئے ہوئے دس ساتھی شہید کردیئے گئے جس کے بعد بیعت رضوان کا تاریخی واقعہ پیش آیا، بیعت رضوان کی خبر نے قریش کو مرعوب کرکے صلح پر آمادہ کیا۔ مصالحتی گفتگو کے لیے قریش نے سہیل بن عمرو کو بھیجا۔ چند شرائط پر دس سال کے لیے صلح ہوئی، بیس دن یا ایک ماہ حدیبیہ میں قیام کرنے کے بعد اسلامی لشکر نے مدینہ منورہ کا رخ کیا، واپسی میں سورۂ فتح نازل ہوئی، قرآن نے صلح حدیبیہ کو "فتح مبین" قرار دیا۔

غزوۂ خیبر

مدینہ سے جلاوطن ہوکر یہود خیبر جا آباد ہوئے تو مکہ کے مشرکین اور مدینہ کے منافقین کو مسلمان کے خلاف ابھارنے میں لگ گئے۔ اس لیے اب وقت آیا کہ ان کی طاقت کا خاتمہ ہو۔ ابن ہشام کے نزدیک محرم ۷ھ کے آخر میں ۱۶ سو صحابہ لے کر مدینہ سے ۹۶ میل کے فاصلے پر شام کی طرف واقع خیبر کی طرف آپؐ روانہ ہوئے۔ ابن سعد نے جمادی الاولی ۷ھ لکھا ہے۔ دو سو سوار، چودہ سو پیادہ تھے۔ ازواج مطہرات میں سے حضرت ام سلمہؓ ساتھ تھیں۔ مدینہ میں آپؐ نے حضرت سباع بن عرفطہ کو قائم مقام بنایا۔

رات کو خیبر پہنچے۔ حملے کے لیے صبح کا انتظار تھا۔ صبح یہودی کام کرنے نکلے، آپؐ کو دیکھا تو بھاگتے ہوئے پکار اٹھے "محمد والخمیس"۔ لشکر اسلام نے خیبر کے قلعوں کا محاصرہ کرلیا اور بالترتیب قلعۂ ناعم، قلعۂ قموص، قلعۂ صعب بن معاذ، قلعۂ قلہ فتح کیا۔ اس کے بعد قلعۂ وطیح وسلالم کا چودہ دن تک محاصرہ جاری رہا، مجبوراً یہود صلح پر آمادہ ہوئے۔ آپ نے فرمایا صلح اس شرط پر ہے کہ سونا چاندی اور سامان

حرب سب خیبر میں چھوڑدو، یہود نے شرط قبول کی۔ بعد میں آپؐ سے درخواست کی کہ ہمیں خیبر ہی میں رہنے دیا جائے، باغات خیبر کی نصف پیداوار ہم آپ کو دیں گے۔ آپؐ نے اجازت دیدی۔ غزوۂ خیبر میں تقریباً چودہ پندرہ صحابہ شہید ہوئے اور ۹۳ یہودی مارے گئے۔

فتح مکہ

صلح حدیبیہ کے بعد قبیلۂ خزاعہ مسلمانوں اور بنوبکر قریش کا حلیف بن گیا تھا۔ ان دونوں قبیلوں میں قدیم سے دشمنی چلی آرہی تھی۔ بنوبکر نے خزاعہ پر حملہ کیا۔ قریش نے بنوبکر کی مدد کرکے شرائط صلح کی خلاف ورزی کی۔ خزاعہ کے رئیس عمرو بن سالم نے مدینہ آکر قریش کے معاہدۂ صلح کی خلاف ورزی کی حضور اکرمؐ سے شکایت کی۔ آپؐ نے قریش کو پیغام بھیجا کہ مقتولین خزاعہ کی دیت ادا کریں یا بنوبکر کے معاہدے سے علیحدگی اختیار کریں ورنہ صلح حدیبیہ کے منسوخ ہونے کا اعلان کردیں۔ قریش نے صلح کے منسوخ ہونے کا اعلان کردیا۔ بعد میں نادم ہوکر تجدید معاہدہ کی کوشش کی لیکن بارآور نہ ہوئی۔

رسالتمآبؐ دس رمضان ۸ ھ (جنوری ۶۳۰ عیسوی) بروز چہار شنبہ دس ہزار کا لشکر لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ازواج مطہرات میں سے حضرت ام سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ ساتھ تھیں۔ رات کے وقت مکہ کے قریب مرالظہران میں سرداران قریش ابوسفیان، بدیل اور حکیم بن حزام جو تحقیق حال کے لیے مکہ سے نکلے تھے پکڑے گئے۔ اگلے دن تک تینوں اسلام لے آئے تھے۔ صبح ہوئی تو دین اسلام کے پاسبانوں کا لشکر مکہ کی طرف بڑھا۔ سرور دوعالمؐ بالائی جانب کداء سے کسی مزاحمت کا سامنا کئے بغیر داخل ہوئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ مکہ کی نچلی جانب کدی سے مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ داخل ہوا چاہتے تھے کہ قریش کے بعض اوباشوں نے مزاحمت کی جس میں تین مسلمان حضرت کرز بن جابرؓ، حبیش بن اشعرؓ اور مسلمہ بن المیلاءؓ نے شہادت پائی۔ کفار کے بارہ یا چوبیس آدمی مارے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے حضرت ام ہانی کے گھر گئے۔ آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ پھر مسجد حرام آئے، طواف کیا، حرم میں رکھے ہوئے ۳۶۰ بتوں اور بیت اللہ کے اندر سے تصویروں کو صاف کیا۔ حضرت بلالؓ و اسامہؓ کو ساتھ لے کر کعبہ کے اندر گئے اور تکبیر کے مقدس زمزموں سے اس کی فضاؤں کو منور کیا۔ باہر نکل کر خطبہ دیا اور قریش سے نفرتوں کے انتقام لینے کے بجائے سب کے لیے آزادی کا پروانہ جاری کیا۔ یہ ۲۰ رمضان جمعہ کا دن تھا۔ تھوڑی دیر بعد نماز ظہر کے لیے بام کعبہ سے حضرت بلال کی روح پرور اذاں کی صدائیں بلند ہورہی تھیں۔ ظہر کے بعد عام بیعت شروع ہوئی۔ ہفتہ ۵ شوال تک آپ یہاں رہے ۶ کو آپ حنین کے لیے روانہ ہوئے۔

غزوۂ حنین اوطاس طائف

فتح مکہ کی خبر سن کر ہوازن وثقیف نے جو حنین وطائف میں آباد تھے باہمی مشورہ کیا کہ مسلمانوں پر حملہ کردیں۔ دونوں قبیلوں کے بیس ہزار افراد مالک بن عوف کی زیرقیادت وادیٔ حنین پہنچے۔ آپ کو خبر ملی تو حضرت عبداللہ بن ابی حدرد کو صورتحال معلوم کرنے بھیجا۔ انہوں نے آکر لشکر ہوازن وثقیف کی اطلاع دی۔ ۶ شوال ہفتہ ۸ ھ کو بارہ ہزار کا لشکر لے کر حضور اکرمؐ حنین کی طرف روانہ ہوئے۔ لشکر اسلام شب چہار شنبہ کو وادیٔ حنین سے گذر رہا تھا کہ ناگاہ گھاٹیوں میں چھپے ہوئے ثقیف وہوازن کے ہزاروں نوجوان لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ دہلۂ اول میں مسلمان پسپا تھے۔ لیکن سرور دوعالمؐ گھمسان کے رن میں اپنی جگہ ثابت قدم تھے۔ زبان مبارک سے نبوت کا جلال اعلان کررہا تھا.... انا النبی لاکذب۔ انا ابن عبدالمطلب.... حضرت عباسؓ سمیت چند صحابہ ساتھ تھے۔ حضرت عباسؓ کو حکم ہوا کہ انصار ومہاجرین کو آواز دو۔ پل بھر

میں اسلامی لشکر دیوانہ وار پلٹ کر حملہ آور ہوا۔ کچھ دیر بعد میدان صاف تھا۔ دشمن کے ستر آدمی مارے گئے، چھ ہزار کے قریب قید ہوئے۔ چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی مال غنیمت میں ملی۔ چار مسلمانوں نے شہادت پائی۔

حنین کی شکست خوردہ فوج کا ایک حصہ اوطاس اور ایک حصہ طائف چلا گیا، سرور دوعالمؐ نے حضرت ابوعامرؓ کی زیر قیادت ایک جماعت اوطاس کی طرف روانہ کی۔ اوطاس میں مسلمانوں نے فتح حاصل کی، طائف کا محاصرہ پندرہ، سترہ، اٹھارہ یا بیس دن تک جاری رہا۔ بارہ مسلمانوں نے شہادت پائی، تاہم قلعہ فتح نہ ہوسکا۔ ثقیف کے لیے ہدایت کی دعا کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ اٹھالیا۔ پانچ ذی قعدہ کو آپ جعرانہ پہنچے، جہاں حنین کے قیدی اور مال غنیمت جمع تھا۔ دس دن سے زیادہ آپؐ نے انتظار کیا کہ شاید ہوازن وثقیف اپنے قیدی چھڑانے آئیں۔ جب کوئی نہ آیا تو اسیران جنگ سمیت مال غنیمت تقسیم کیا گیا۔ تقسیم غنائم کے بعد وفد ہوازن تائب ہوکر آیا۔ سرور دوعالمؐ نے صحابہؓ سے ان کے قیدی واپس کرنے کی سفارش کی۔ تمام صحابہؓ نے چھ ہزار قیدیوں کو بیک وقت آزاد کردیا۔

۱۸ ذی قعدہ بروز چہار شنبہ آپؐ نے جعرانہ سے عمرے کا احرام باندھا۔ عمرہ کرکے مدینہ منورہ واپس ہوئے اور ۲۷ ذی قعدہ کو مدینہ پہنچے..... ۱۰ رمضان ۸ھ کو فتح مکہ کے ارادے سے نکلے تھے، دو ماہ سولہ دن کے بعد واپسی عمل میں آئی۔

غزوۂ موتہ

حضور اکرمؐ نے حضرت حارث بن عمیرؓ کو دعوت اسلام کا خط دے کر قیصر روم کی جانب روانہ فرمایا۔ قیصر کے ماتحت بلقاء کا رئیس شرحبیل بن عمرو نے سفیر کو قتل کردیا۔ ان کا قصاص لینے کے لیے آپؐ نے تین ہزار کا لشکر حضرت زید بن حارثہؓ کی امارت میں موتہ کی طرف روانہ کیا اور فرمایا اگر زید شہید ہوجائیں تو جعفر بن ابی طالب، جعفر شہید ہوں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے اور اگر رواحہ بھی شہید ہوجائیں تو پھر مسلمان جس پر اتفاق کرلیں وہ امیر ہوگا۔

شرحبیل کو اطلاع ہوئی تو ایک لاکھ کا لشکر لے کر مقابلہ پر آیا۔ ہرقل مزید ایک لاکھ افراد کے ساتھ خود پہنچا۔ موتہ کے میدان میں دو غیر متوازن طاقتیں آمنے سامنے تھیں۔ حق وباطل، نور وظلمت، کفر واسلام..... دو لاکھ کا ٹڈی دل لشکر کفر، صرف تین ہزار مجاہدین اسلام..... جنگ شروع ہوئی۔ حضرت زیدؓ، جعفرؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ تینوں بالترتیب شہید ہوئے۔ مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو امیر بنایا۔ انھوں نے لشکر کی ترتیب میں اگلے دن تبدیلی کچھ اس انداز سے کی جس سے دشمن کو نئی کمک پہنچنے کا تاثر ملا۔ اس سے مرعوب ہوکر دشمن میدان چھوڑنے لگا۔ حضرت خالدؓ نے بھی تعاقب مناسب نہیں سمجھا اور مدینے کا رخ کیا۔ اس غزوہ میں ۱۲ مسلمانوں نے شہادت پائی، ابن اسحاق اور موسیٰ بن عقبہ نے جمادی الاولیٰ ۸ھ میں اور خلیفہ بن خیاط نے ۷ھ میں اس کا وقوع لکھا ہے۔

غزوۂ تبوک

مدینہ منورہ سے دمشق کی جانب سات سو کلومیٹر پر تبوک واقع ہے۔ حضور اقدسؐ کو اطلاع ملی کہ ہرقل نے تبوک میں لشکر جرار جمع کردیا ہے اور مدینے پر حملے کے ارادے سے اس کا مقدمۃ الجیش بلقاء تک آگیا ہے۔ اطلاع ملتے ہی آپؐ نے پیش قدمی کرکے مقابلہ کے لیے جانے کا اعلان کیا۔ موسم گرمی کا تھا، زمانہ فصلوں کی کٹائی کا تھا۔ قحط وفاقہ عام تھا، سفر دور کا تھا اور مقابلہ وقت کی سب بڑی سلطنت روم سے تھا۔ لیکن اللہ نے اپنے نبیؐ کی صحبت کے لیے ان ہی سعادتمند جانبازوں کا انتخاب کیا جو اس صحبت کی قدر جانتے تھے۔ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مال حاضر کیا۔ بہت سے مخلصین جانے کے لیے بے تاب تھے لیکن زاد سفر پاس نہ تھا۔ سرور دوعالمؐ کے پاس آئے۔ آپؐ کہاں سے

لاتے ۔ واپس ہوتے ہوئے روئے اور اس درد سے روئے کہ آپ ؐ کا دل بھر بھر آیا ..﴿تولوا واعینهم تفیض من الدمع حزنا الا یجدوا ماینفقون﴾ (التوبة/۹۲)

رجب ۹ ھ (نومبر ۶۳۵ء) بروز جمعرات حضور اکرم ؐ تیس ، چالیس یا ستر ہزار فوج لے کر نکلے ۔ لشکر میں دس ہزار گھوڑے ، بارہ ہزار اونٹ تھے ۔ ۱۵ دن سفر کر کے اسلامی لشکر تبوک پہنچا۔ مقابلے پر کوئی نہیں آیا۔ تبوک میں قیام کے دوران آس پاس کی ریاستوں میں مہمیں روانہ کی گئیں جو کامیاب لوٹیں۔ دومۃ الجندل ، ایلہ ، جربا ، اذرح کے سرداروں نے جزیہ دینا منظور کیا۔

اس میں اختلاف ہے کہ تبوک میں قیام کی مدت کتنی رہی۔ واقدی نے دوماہ، ابن سعد نے بیس دن، ابن اثیر نے انیس دن، طبری نے بارہ دن اور ابن ہشام نے دس دن لکھے ہیں۔ لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ ۱۵ دن جانے ، ۱۵ دن آنے اور بیس دن قیام، کل ۵۰ دن لگے ۔ حضرت کعب بن مالک کی توبہ کے دن بھی پچاس ہیں۔ مدینہ کے قریب پہنچے تو آفتاب اسلام کے استقبال کے لیے ذرہ ذرہ عالم شوق میں چشم براہ تھا۔ یثرب کی بچیوں کی زبان پر آج بھی وہی ترانہ تھا جو آج سے نو سال پہلے تھا.... طلع البدر علینا۔ من ثنیات الوداع۔ وجب الشکر علینا۔ مادعی للہ داع.... لیکن اس فرق کے ساتھ کہ اس وقت دو غریب الدیار مظلوم مہاجروں کا استقبال تھا، آج آغوش شفقت ونبوت میں ستر ہزار لشکر لینے والے سید المجاہدین کا استقبال تھا.. صلی اللہ علیہ وسلم، صلی اللہ علیہ وسلم۔



کتابیات

نمبر شمار	نام کتب	نام مصنفین	مطبع
۱۔	الابواب والتراجم	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا	ایچ ایم، سعید کمپنی
۲۔	اتحاف السادة المتقین	محمد بن محمد المرتضیٰ الزبیدی	داراحیاء التراث العربی بیروت
۳۔	احسن الفتاویٰ	مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی	ایچ، ایم سعید کمپنی
۴۔	الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان	علاؤالدین علی بن بلبان (۷۳۹)ھ	مؤسسة الرسالة
۵۔	احکام القرآن	مولانا ظفر احمد عثمانیؒ	ادارة القرآن کراچی
۶۔	اسد الغابہ فی معرفة الصحابہؓ	ابن الاثیر، علی بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی	المکتبة الاسلامیہ
۷۔	الاصابہ فی تمییز الصحابہؓ	حافظ ابن حجر عسقلانی	دارالفکر
۸۔	الاستیعاب	عمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر	دارالفکر
۹۔	اعلاء السنن	مولانا ظفر احمد عثمانی (۱۳۹۴)ھ	ادارة القرآن کراچی
۱۰۔	الاکمال فی اسماء الرجال	محمد بن عبداللہ تبریزی	ادارة القرآن کراچی
۱۱۔	امداد الفتاویٰ	مولانا اشرف علی تھانویؒ (۱۳۶۲)ھ	
۱۲۔	الارشاد فی اصول الاعتقاد	عبدالملک بن عبداللہ (۴۷۸)ھ	
۱۳۔	البحر الرائق	شیخ زین العابدین ابن نجیم (۹۸۰)ھ	ایچ ایم، سعید کمپنی
۱۴۔	البدایہ والنہایہ	ابوالفداء ابن کثیر (۷۷۴)ھ	مکتبة المعارف، بیروت
۱۵۔	بذل المجہود	مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ (۱۳۴۶)ھ	مکتبة السعادة
۱۶۔	بیان القرآن	مولانا اشرف علی تھانویؒ (۱۳۶۲)ھ	مطبع مجتبائی، دہلی
۱۷۔	تاریخ المدینة المنورہ	ابوزید عمر بن شبہ البصری (۲۶۲)ھ	جدہ: السید حبیب محمود احمد
۱۸۔	تاریخ الطبری	ابوجعفر محمد بن جریر الطبری	مؤسسة الرسالة
۱۹۔	تاریخ الخمیس	حسین بن محمد دیار بکری	مؤسسة شعبان، بیروت
۲۰۔	تاریخ دعوت وعزیمت	مولانا ابوالحسن علی ندوی	مجلس نشریات اسلام کراچی
۲۱۔	تالیفات رشیدیہ	مولانا رشید احمد گنگوہیؒ	ادارۂ اسلامیات، لاہور
۲۲۔	تحفۂ اثنا عشریہ	شاہ عبدالعزیز دہلویؒ	سہیل اکیڈمی، لاہور
۲۳۔	تفسیر کبیر	امام فخر الدین الرازیؒ	مکتبة الاعلام الاسلامیہ قم ایران
۲۴۔	تفسیر ابن کثیر	اسماعیل ابن کثیر (۷۷۴)ھ	
۲۵۔	تعلیقات لامع الدراری	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا (۱۴۰۲)ھ	مکتبۂ امدادیہ مکہ مکرمہ
۲۶۔	التعلیق الصبیح	مولانا ادریس کاندھلویؒ (۱۳۹۴)ھ	المکتبة العثمانیہ لاہور پاکستان
۲۷۔	تعلیق تہذیب الریاسة وترتیب السیاسة	ابراہیم یوسف مصطفیٰ عجو	

۲۸- تہذیب التہذیب — علامہ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲)ھ — دار صادر بیروت

۲۹- تہذیب الکمال — جمال الدین بن یوسف المزی (۷۴۲)ھ — مؤسسہ الرسالہ بیروت

۳۰- جامع الاصول — مبارک بن احمد بن الاثیر جزری — دارالفکر

۳۱- الجامع لاحکام القرآن — ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی ۶۷۱ھ — دارالفکر

۳۲- الجرح والتعدیل — عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی

۳۳- حلیۃ الاولیاء — ابونعیم اصبہانی (۴۳۰)ھ — دارالفکر

۳۴- حاشیۂ صحیح بخاریؒ — احمد علی سہارنپوریؒ — قدیمی کتب خانہ کراچی

۳۵- حاشیۂ صحیح بخاری — ابوالحسن محمد بن عبدالہادی سندھیؒ — قدیمی کتب خانہ

۳۶- درمختار — محمد بن علی بن محمد حصکفی (۱۰۸۸)ھ — ایچ، ایم سعید

۳۷- درمنثور — عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی (۹۱۱)ھ — مؤسسہ الرسالہ

۳۸- دلائل النبوۃ — ابوبکر احمد بن الحسین بیہقی (۴۵۸)ھ — دارالکتب العلمیہ بیروت

۳۹- دلائل النبوۃ — ابونعیم الاصبہانی (۴۳۰)ھ — دارالنفائس

۴۰- رحماؤ بینہم — مولانا محمد نافع صاحب — مکہ بکس لاہور

۴۱- الروض الانف — عبدالرحمٰن بن عبداللہ السہیلی (۵۸۱)ھ — مکتبہ فاروقیہ ملتان

۴۲- روح المعانی — ابوالفضل محمود آلوسی (۱۲۷۰)ھ — مکتبہ امدادیہ ملتان

۴۳- الریاض النضرۃ — ابوجعفر احمد محب الطبری — دارالتالیف مصر ۱۹۵۳ء

۴۴- زادالمعاد — محمد بن ابی بکر ابن القیم (۷۵۱)ھ — مؤسسۃ الرسالہ

۴۵- زھرالربی — جلال الدین السیوطی — قدیمی کتب خانہ کراچی

۴۶- سنن ترمذی — محمد بن عیسیٰ بن سورۃ (۲۷۹)ھ — داراحیاء التراث العربی / ایچ ایم سعید کمپنی

۴۷- سنن ابی داؤد — ابوداؤد سلیمان ابن الاشعث السجستانی (۲۷۵)ھ — داراحیاء السنۃ النبویہ بیروت

۴۹- سنن ابن ماجہ — محمد بن یزید القزوینی ابن ماجہ (۲۷۵)ھ — دارالکتب المصری قاھرہ

۵۰- سنن نسائی — احمد بن شعیب النسائی (۳۰۳)ھ — قدیمی کتب خانہ کراچی

۵۱- سنن دارقطنی — علی بن عمر دارقطنی (۳۸۵)ھ — دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور

۵۲- سنن کبریٰ — احمد بن الحسین البیہقی (۴۵۸)ھ — نشر السنہ بیرونی بوہڑ گیٹ ملتان

۵۳- سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم — مولانا شبلی نعمانیؒ — دارالاشاعت کراچی

۵۴- سیرۃ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم — مولانا ادریس کاندھلویؒ — مکتبہ عثمانیہ لاہور

۵۵- سیرۃ ابن ھشام — ابومحمد عبداللہ بن ھشام (۲۱۳)ھ — مصطفیٰ البابی مصر (۱۹۵۵)ء

۵۶- سیرۃ حلبیہ — علی بن برھان الدین الحلبیؒ — المکتبۃ الاسلامیہ بیروت لبنان

۵۷- سیراعلام النبلاء — شمس الدین بن محمد الذھبی (۷۴۸)ھ — مؤسسۃ الرسالہ

۵۸- السیرۃ النبویہ والآثار المحمدیہ — احمد زینی دحلان — المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ولبنان

نمبر	کتاب	مصنف	ناشر
۵۹	شرح السنۃ	محی السنۃ حسین بن مسعود البغوی (۵۱۶) ھ	
۶۰	شرح نہج البلاغۃ	عبدالحمید بن ھبۃ اللہ ابن ابی الحدید	بیروت، دار الاندلس
۶۱	شرح نہج البلاغۃ	میثم بن علی بن میثم البحرانی (۶۷۹) ھ	انتشارات، قم ایران
۶۲	شرح معانی الآثار	احمد بن محمد الطحاوی	ایچ ایم، سعید کمپنی (۱۹۸۰) ء
۶۳	شرح الطیبی	شرف الدین حسین بن محمد الطیبی (۷۴۳) ھ	ادارۃ القرآن، کراچی
۶۴	شرح الکرمانی	محمد بن یوسف بن علی الکرمانی	داراحیاء التراث العربی، بیروت
۶۵	شرح دیوان حسان بن ثابت	عبدالرحمن البرقوقی	میر محمد کتب خانہ کراچی
۶۶	شمائل ترمذی	محمد بن عیسیٰ الترمذی	ایچ ایم، سعید کمپنی
۶۷	شیعیت کا اصلی روپ	غلام محمد	غلام محمد حیدرآباد سندھ
۶۸	شرح مسلم	یحییٰ بن شرف النووی (۶۷۶) ھ	قدیمی کتب خانہ کراچی
۶۹	صحیح البخاری	محمد بن اسماعیل البخاری (۲۵۶) ھ	قدیمی کتب خانہ کراچی
۷۰	صحیح مسلم	ابوالحسین مسلم بن حجاج (۲۶۱) ھ	دار الفکر بیروت، قدیمی کتب خانہ کراچی
۷۱	الطبقات الکبریٰ	محمد بن سعد (۲۳۰) ھ	دار صادر بیروت
۷۲	عبقریۃ الاسلام فی اصول الحکم	ڈاکٹر منیر عجلانی	دار النفائس، بیروت
۷۳	عمدۃ القاری	محمود بن احمد العینی (۸۵۵) ھ	ادارۃ المطبعۃ المنیریہ بیروت
۷۴	عورت کی حکمرانی	مولانا یوسف لدھیانوی	مکتبۂ بینات کراچی
۷۵	عین الھدایہ	مولانا امیر علی	میر محمد کتب خانہ کراچی
۷۶	غنیۃ المستملی	الشیخ بن ابراہیم الحلبی	سہیل اکیڈمی لاہور
۷۷	فتح الباری	احمد بن علی بن حجر عسقلانی (۸۵۲) ھ	المکتبۃ السلفیہ
۷۸	فتاویٰ قاضیخان	حسن بن منصور فرغانی (۵۹۲) ھ	مکتبۂ فاروقیہ کوئٹہ
۷۹	فیض الباری	مولانا محمد انور شاہ کشمیری (۱۳۵۲) ھ	خضر راہ بک ڈپو دیوبند ہند
۸۰	مؤطا امام مالک	مالک بن انس (۱۷۹) ھ	داراحیاء التراث العربی بیروت
۸۱	مسند احمد	امام احمد بن حنبلؒ (۲۴۱) ھ	المکتب الاسلامی دار صادر بیروت
۸۱	مصنف عبدالرزاق	ابوبکر عبدالرزاق بن ھمام الصنعانی (۲۱۱) ھ	مجلس علمی (۱۹۷۲) ء
۸۳	مصنف ابن ابی شیبہ	عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (۲۳۵) ھ	الدار السلفیہ مؤمن پور بمبئی
۸۴	المجموع شرح المہذب	محی الدین بن شرف النووی (۶۷۶) ھ	شرکۃ العلماء، ازھر
۸۵	مشکوٰۃ المصابیح	محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی (۷۳۷) ھ	دار الفکر، بیروت
۸۷	مرآۃ الجنان	عبداللہ بن اسعد بن سلیمان (۷۶۸) ھ	مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت
۸۸	المرتضیٰ	مولانا ابوالحسن علی ندوی	مجلس نشریات اسلام کراچی
۸۹	مجمع بحار الانوار	محمد طاہر پٹنی (۹۸۶) ھ	مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد دکن

کتاب	مصنف	ناشر
۹۰- مقدمۂ کتاب مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت	مولانا سید سلیمان ندوی (۱۹۴۹)ء	مجلس نشریات اسلام کراچی
۹۱- معجم الوسیط	لجنۃ العلماء	انتشارات ناصر خسرو تہران
۹۲- معجم البلدان	یاقوت بن عبد اللہ الحموی (۶۲۶)ھ	ادارۃ المعارف کراچی
۹۳- المنجد	لوئیس بن نقولا	معراج، ایران
۹۴- مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر الرازی	دار المعارف مصر
۹۵- میزان الاعتدال	ابو عبد اللہ محمد بن احمد الذہبی (۷۴۸)ھ	دار احیاء التراث العربی
۹۶- المنتقی لابن جارود		
۹۷- مجمع الزوائد	حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی (۸۰۷)ھ	
۹۸- مرقات شرح مشکوۃ	علی بن سلطان محمد: ملا علی قاری (۱۰۱۴)ھ	مکتبہ امدادیہ ملتان
۹۹- معالم السنن	امام احمد بن محمد الخطابی (۳۸۸)ھ	
۱۰۰- المستدرک علی الصحیحین	محمد بن عبد اللہ حاکم نیسابوری (۴۰۵)ھ	دار الفکر بیروت
۱۰۱- مقدمہ ابن صلاح	عثمان بن عبد الرحمٰن: ابن صلاح (۶۴۲)ھ	دار الکتب العلمیہ
۱۰۲- معارف القرآن	مولانا مفتی محمد شفیعؒ	ادارہ المعارف، کراچی
۱۰۳- المہند علی المفند	مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ	ادارہ اسلامیات، لاہور
۱۰۴- منہاج السنۃ	احمد بن عبد الحلیم: ابن تیمیہ	
۱۰۵- الامامۃ العظمیٰ عند اہل السنۃ	عبد اللہ بن عمر سلیمان دمیجی	دار الطیب الریاض (۱۴۰۷)ھ
۱۰۶- النہایہ فی غریب القرآن	مبارک بن محمد الجزری: ابن الاثیر (۶۰۶)ھ	دار احیاء التراث الاسلامی
۱۰۷- نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر	حافظ ابن حجر عسقلانی	
۱۰۸- النکت علی کتاب ابن صلاح	ابن حجر عسقلانی	دار الرایہ، ریاض
۱۰۹- کشف الاسرار علی اصول فخر اسلام بزدوی	عبد العزیز بخاری	صدف پبلشرز کراچی
۱۱۰- الکشاف	محمود بن عمر الزمخشری (۵۲۸)ھ	دار الکتاب العربی بیروت
۱۱۱- الکافی الشاف فی تخریج احادیث الکشاف	حافظ ابن حجر عسقلانی	دار الکتاب العربی بیروت
۱۱۲- الکامل	علی بن محمد بن الاثیر (۶۳۰)ھ	دار الکتاب العربی بیروت
۱۱۳- کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال	علاؤ الدین علی المتقی بن حسام الدین (۹۷۵)ھ	دار احیاء التراث الاسلامی
۱۱۴- الہدایہ	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی (۹۳۰)ھ	

